روزمرہ کے تقریباً دو ہزار سے زائد

جدید مسائل کا حل

عقائد کے جدید مسائل.......... قرآن حکیم کے جدید مسائل
طہارت کے جدید مسائل...... ناخن پالش اور سرخی پر وضو کا حکم
نماز کے جدید مسائل.......... قضا نمازوں کے مفصل احکام
روزہ کے جدید مسائل.......... قضا روزے کس طرح رکھیں
حج و زکوٰۃ کے جدید مسائل.......... معاملات کے جدید مسائل
آلات موسیقی کی خرید و فروخت.......... انعامی سکیموں کا حکم
بذریعہ بنک مکان یا گاڑی خریدنا... شفعہ شراکت کے جدید مسائل
نکاح کے جدید مسائل...... عدالتی نکاح...... لاپتہ شوہر کے احکام
تنسیخ نکاح...... طلاق کے جدید مسائل... طلاق اور خلع میں فرق
ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں (سعودی مفتیان کا متفقہ فیصلہ)
عدت کے ضروری احکام۔ کھانے پینے اور لباس کے جدید مسائل
ڈاکٹر اور نرس کیلئے پردہ کے احکام...... پلاسٹک سرجری کا حکم
بیوٹی پارلرز کی شرعی حیثیت.......... سود کے جدید مسائل
انشورنس کمپنی کی ملازمت.......... بینک سے سودی معاملہ
تفریح کے جدید مسائل.......... طب و میڈیکل کے جدید مسائل
مانع حمل ادویات کا حکم.......... اعضاء انسانی کی پیوند کاری
حرام ادویات کا حکم.......... موبائل کے جدید مسائل
اور ان جیسے ہزاروں جدید مسائل کے حل کا مجموعہ

مجموعہ افادات

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
و دیگر اکابرین

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان
061-4519240
0322-6180738 whatsapp

روزمرہ کے تقریباً دو ہزار سے زائد

جدید مسائل کا حل

عقائد... عبادات... معاملات... معاشرت و معیشت بنکاری اور میڈیکل طب وسائنس سے متعلق جدید مسائل کے بارہ میں دینی رہنمائی عوام وخواص اور خواتین و حضرات کیلئے اپنے دینی مسائل کے حل کیلئے مستند گائیڈ... مصروف حضرات کیلئے دورِ حاضر کے مطابق جدید مجموعہ جس کی مدد سے گھر بیٹھے دین کے احکام کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

مجموعہ افادات
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ
ودیگر اکابرین

جمع وترتیب
اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

جدید مسائل کا حل

تاریخ اشاعت..........جمادی الاوّل ۱۴۳۱ھ

ناشر..........ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت..........ساؤتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان

بائنڈنگ..........اشرفیہ بک بائنڈنگ....ملتان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قانونی مشیر

محمد اکبر ساجد

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات......انارکلی......لاہور

مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور

مکتبہ رحمانیہ......اردو بازار...... لاہور

اسلامی کتاب گھر......خیابان سرسید......راولپنڈی

اسلامک بک کمپنی......امین پور بازار......فیصل آباد

مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ

مکتبہ الشیخ......بہادر آباد......کراچی

والی کتاب گھر......گوجرانوالہ

مکتبہ علمیہ......اکوڑہ خٹک

دارالاشاعت......اردو بازار......کراچی

قرآن محل......کمیٹی چوک......راولپنڈی

مکتبہ دارالاخلاص......قصہ خوانی بازار......پشاور

مکتبہ اسلامیہ......امین پور بازار......فیصل آباد

ممتاز کتب خانہ......قصہ خوانی بازار......پشاور

مکتبہ ماجدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ

مکتبہ عمر فاروق......شاہ فیصل کالونی......کراچی

مکتبہ نعمانیہ......گوجرانوالہ

اسلامی کتاب گھر......ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد سے لیکر عصر حاضر کے اس پرآشوب دور تک ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں ایسے علماء ربانیین اور راسخین فی العلم موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں نئے پیدا ہونے والے معاشرتی، معاشی، طبی، سیاسی اور عائلی سوالات ومسائل کے قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں مدلل وشافی جواب دیکر امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا فرمایا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید امام محمد رحمہ اللہ سے از راہ شفقت کسی نے عرض کیا کہ آپ رات دن قرآن وحدیث پر محنت شاقہ کر کے مسائل کا حل کیوں اخذ فرماتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ اس اطمینان پر میٹھی نیند سوتے ہیں کہ صبح کوئی بھی مسئلہ پیدا ہوا تو امام سے رہنمائی حاصل کرلیں گے اگر اب میں بھی محنت نہ کروں تو لوگوں کی رہنمائی کون کرے گا۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ کی محبت شاقہ کا حال تھا کہ کسی غیر مسلم نے دیکھ کر کہا تھا کہ چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رہنمائی کیلئے اہل علم سے رہنمائی لینے کا حکم دیا ہے، جس کی روشنی میں امت کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت میں خود رائی کی بجائے علماء کرام کی طرف رجوع کریں۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ ہر دور کے اصحاب علم نے امت مسلمہ کی دینی قیادت کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور امت کے ایمان وعقائد کی حفاظت اجتماعی وانفرادی مسائل کا شرعی حل پیش کیا۔

برصغیر کے اکابر اہل علم اور مفتیان کرام کی خدمات جلیلہ کو اپنوں اور غیروں نے جس طرح سراہا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستان میں جب اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو دیوبند کے قصبہ سے پورے برصغیر کی دینی رہنمائی کا کام منجانب اللہ لیا گیا اور اس

کے فضلائے کرام نے اطراف عالم میں جو دینی خدمات سرانجام دیں اس پر دنیا کی بڑی بڑی علمی یونیورسٹیاں آج بھی انگشت بدنداں ہیں۔ فجزاهم الله احسن الجزاء.

برصغیر کے علماء ومفتیان کرام کی خدمات کی ایک جھلک ان شائع شدہ فتاویٰ جات میں دیکھی جاسکتی ہے جو انکی عمر بھر کی پونجی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچھ عرصہ قبل ادارہ نے برصغیر کے تمام مفتیان کرام کے مطبوعہ جدید وقدیم فتاویٰ جات سے "جامع الفتاویٰ" کے نام سے ایک ضخیم فقہی انسائیکلوپیڈیا شائع کیا جو بحمد للہ نہ صرف خواص میں بلکہ عوام میں بھی بے حد مقبول ہوا۔ گیارہ جلدوں پر مشتمل اس مجموعہ سے ہر کس وناکس کا استفادہ مشکل تھا۔ اس لئے قارئین کی طرف سے اصرار رہا کہ روزمرہ کے پیش آمدہ مسائل ومعاملات علیحدہ ایک جلد میں مرتب کردیئے جائیں تو مصروف حضرات کیلئے نہایت سہولت کا باعث ہوگا۔

قارئین کے اصرار اور اہل علم کی مشاورت سے زیرنظر کتاب جدید مسائل کا حل آپ کے سامنے ہے جس میں تقریباً اڑھائی ہزار سے زائد ان مسائل جدیدہ کا شرعی حل پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق ہر مسلمان کی شب وروز سے ہے۔ بالخصوص وہ امور جو شرعاً نہایت ضروری ہیں اور عوام ان کے بارہ میں زیادہ غفلت یا لاعلمی کا شکار ہے۔

مثلاً حقوق العباد، معاملات اور جدید فیشن اور معاشرت کے احکام جیسے امور کو زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔ معاشرہ میں دین کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کیلئے صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اہل علم سے برابر رابطہ رکھیں اور تمام امور میں شریعت کے احکام کو مدنظر رکھیں۔ آج کے ماحول میں ہمیں دین پر عمل پیرا ہونے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا ایک بنیادی سبب ماحول ہے جو افراد ہی کے مجموعہ کا نام ہے اگر ہر ہر فرد اپنی خواہشات کو شریعت کے تابع کرلے تو یہی ماحول ہمیں کھلی آنکھوں دین کی برکات دکھادے۔ ہر فرد تک دین کے جدید مسائل کا حل پیش کرنے کیلئے زیرنظر کتاب مرتب کی گئی ہے تاکہ مصروف ترین حضرات گھر بیٹھے دینی احکام کا مستند علم حاصل کرسکیں اور خواتین بھی اس مجموعہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے شب وروز کو شریعت کے مطابق ڈھال سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس جدید کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہم سب کو دین کا بنیادی علم سیکھنے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق سے نوازیں آمین یارب العالمین۔

وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه اجمعين.

والسلام محمد اسحٰق غفرلہ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری ۲۰۰۹ء

اجمالی فہرست

عقائد	۳۳
قرآن حکیم	۵۶
طہارت	۷۲
نماز	۸۶
روزہ	۱۱۴
حج	۱۲۲
زکوۃ	۱۳۲
معاملات	۱۳۹
شفع	۳۰۷
شراکت	۳۱۰
معاشرت	۳۱۶
نکاح	۳۲۳
طلاق	۳۴۲
کھانے پینے کے مسائل	۳۷۰
لباس	۳۹۰
سود	۴۲۶
تفریحی اُمور	۴۵۳
طب و میڈیکل سائنس	۴۷۶
شکار و ذبیحہ	۵۴۴
جہاد اور اسکے احکام	۵۵۶
متفرقات	۵۶۸

فہرست عنوانات

عقائد	۳۳
مسلمان کی تعریف	۳۳
اسلام اور کفر کا معیار کیا ہے؟	۳۳
ضابطہ تکفیر	۳۳
کسی کافر ملک کا ویزا حاصل کرنے کیلئے ویزا فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھنے کا حکم	۳۴
کلمہ طیبہ کیساتھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنا	۳۵
کلمہ طیبہ میں اضافہ کرنے والے کا حکم	۳۵
کفریہ عقائد واعمال	۳۶
اسلامی سوشلزم	۳۶
"اسلامی سوشلزم" سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت	۳۷
کمیونزم	۳۸
غیر خدا کو رب کہنا کفر ہے یا نہیں؟	۳۸
فقہاء کے اس قول کے معنی کہ ننانوے وجوہ کفر پر ایک وجہ ایمان کو ترجیح ہے	۳۹
اہل قبلہ ہونے کا مطلب	۳۹
شش کلمات پر اعتقاد کافی ہے	۳۹
کلمہ طیبہ کو گالی دینے والا کافر ہے	۴۰
کسی عالم کو "خدا کا بھائی" کہہ دینا کفر ہے	۴۰
تماشا کرنیوالا کہے کہ میں خدا ہوں تو وہ مرتد ہے	۴۰
جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا	۴۰
جدید سائنسی تحقیق انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت	۴۱
مسلم اور غیر مسلم محققین کی آراء	۴۵
خلاصہ کلام	۴۶
محالات کے اتصاف سے اللہ پاک ہے	۴۶
کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟	۴۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی تحقیق	۴۷
حضور ﷺ خدا کے جسم کا نوری مظہر ہیں	۴۷
مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑا سکتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں؟	۴۸
امام کا یہ کہنا کہ الٹی نماز پڑھا دوں گا	۴۹
نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم	۴۹
اذان کی آواز کو سانپ سے تشبیہ دینا کفر ہے	۴۹
اذان کی گستاخی کا حکم	۴۹
اذان اور مؤذن کی توہین کرنیوالے کا حکم	۵۰
اذان کے بعد یا مقابر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۵۰
کونڈا کھچڑا صحنک گیارہویں توشہ سہ منی کا حکم	۵۰

قرآن مجید کو چومنا جائز ہے	۵۱
کفار کے میلہ میں چندہ دینا	۵۱
سنت نرنکاری منڈل فرقہ کا حکم	۵۱
بانی تحریک خاکسار کافر ہے	۵۲
منکرین حدیث اسلام سے خارج ہیں	۵۲
جماعت اہل حدیث کا حکم	۵۳
فرقہ آغاخانی کا کافر ہونا	۵۳
قادیانیوں سے تعلقات رکھنے کا حکم	۵۴
جھاؤ کا استعمال کرنا	۵۴
روزہ کیوں رکھوں؟ مجھے اللہ نے رزق دیا ہے	۵۴
اہل سنت والجماعت کی تعریف	۵۵
جمعرات کے دن یا چالیس روز تک روحوں کا گھر آنا	۵۵
کٹے ہوئے ناخن چلیوں کا پھڑکنا اور کالی بلی کے راستہ کاٹنے کا عقیدہ	۵۵
قرآن حکیم	۵۶
قرآنی آیات والے اخبارات کی بے حرمتی کرنا	۵۶
قرآن پاک کی توہین کرنیوالے کی سزا	۵۶
قرآن وحدیث وفقہ کو شیطانی کتابیں کہنا	۵۷
تفسیر بالرائے جو اصول عربیہ کے خلاف ہو	۵۷
آیت، رکوع اور سورۃ کی وجہ تسمیہ	۵۷
مکی اور مدنی سورتوں میں فرق	۵۸
مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان	۵۸
مکی سورتوں کی علامات	۵۸
مدنی سورتوں کی علامات	۵۹

قرآن میں رکوع اور پارے کس نے ترتیب دئے؟	۵۹
تعداد حروف قرآن کریم	۶۰
تعداد آیات قرآن کریم	۶۰
حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں؟	۶۱
تعداد آیات قرآنی کی حکمت	۶۱
قرآن کریم میں سات زمینوں کا تذکرہ	۶۲
ارض کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟	۶۲
قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے تو کیا کرے؟	۶۲
بوسیدہ مقدس اوراق کو کیا کیا جائے؟	۶۳
قرآن مجید میں مور کا پَر رکھنے کا حکم	۶۳
ٹیپ ریکارڈر وغیرہ سے آیت سجدہ سننا	۶۳
سجدہ تلاوت کا طریقہ	۶۴
سجدہ سے بچنے کیلئے آیت سجدہ چھوڑنا	۶۴
کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا	۶۴
ریڈیو پر قرآن پاک پڑھنا	۶۴
لاؤڈ سپیکر اور ریڈیو ٹیلی ویژن سے آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت	۶۵
قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا	۶۵
ریڈیو کے دینی پروگرام چھوڑ کر گانے سننا	۶۶
تلاوت کلام اور گانے ریڈیو یا کیسٹ سے سننا	۶۶
کیا ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت ناجائز ہے؟	۶۶
ٹیپ ریکارڈر پر صحیح تلاوت وترجمہ سننا	۶۶
تلاوت کی کیسٹ کافی ہے یا خود بھی تلاوت کرنی چاہئے؟	۶۷

ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت کا ثواب نہیں تو پھر گانوں کا گناہ کیوں؟	۶۷
پی آئی اے کو فلائٹ میں بجائے موسیقی کے تلاوت سنانی چاہئے	۷۰
برتنوں میں قرآن کریم کی آیتیں	۷۱
طہارت	۷۲
ناخنوں میں میل ہونے پر وضو کا حکم	۷۲
وضو کے دوران عورت کے سر کا ننگا رہنا	۷۲
مصنوعی دانت کے ساتھ وضو کا حکم	۷۲
بغیر کلی وضو کرنا درست ہے	۷۲
برش مسواک کی سنت کا متبادل نہیں	۷۲
خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش	۷۳
وضو کے بعد رومال سے ہاتھ منہ پونچھنا	۷۳
ناخن پالش اور سرخی پر وضو کا حکم	۷۳
پھایہ (سنی پلاسٹ) پر مسح کرنا	۷۳
ناپاک چربی والا صابن	۷۴
دانت سے خون نکلنے پر وضو کب ٹوٹتا ہے	۷۴
خون تھوک پر غالب ہو تو ناقض وضو ہے نہیں؟	۷۴
آنکھ سے نکلنے والے پانی کا حکم	۷۴
ناخن پر سوکھے ہوئے آٹے کیساتھ وضو کا حکم	۷۵
وضو کے درمیان سلام کا جواب دینا	۷۵
گٹر لائن کی آمیزش اور بدبو والے پانی کا استعمال	۷۵
ناخن پالش لگانا کفار کی تقلید ہے اس سے نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل نہ نماز	۷۶
ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں	۷۶
نیل پالش اور لپ سٹک کے ساتھ نماز	۷۶
دانتوں پر سونے کے خول چڑھانے سے غسل کا حکم	۷۷
مہندی کے رنگ کے ساتھ غسل کا حکم	۷۷
ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے وجوب غسل کا مسئلہ	۷۷
انجکشن اور جونک کے ذریعے خون نکالنا ناقض وضو ہے یا نہیں؟	۷۸
انجکشن کے ذریعہ خون کا نکالنا ناقض وضو ہے	۷۸
مصنوعی بالوں کا وضو و غسل میں حکم	۷۸
انجکشن کے ذریعے عورت کے رحم میں مادہ منویہ پہنچانا تو عورت پر غسل واجب ہے یا نہیں	۷۹
کٹے ہوئے اعضاء کا حکم	۷۹
خروج ریح اس قدر ہو کہ وضو تک کی مہلت نہ ہو تو کیا کرے؟	۷۹
واشنگ مشین سے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم	۷۹
مٹی، المونیم، سٹیل وغیرہ کے برتن دھونے سے پاک ہو جائیں گے	۸۰
ڈرائی کلینر سے کپڑے پاک ہونیکا حکم	۸۰
روئی اور فوم کا گدا پاک کرنیکا طریقہ	۸۰
چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا؟	۸۱
لڑکیوں کے بڑے ناخن	۸۱
ٹائلٹ پیپر سے استنجاء کرنے کا حکم	۸۱

کیا کلوخ عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے؟	۸۱
مغربی طرز کے بیت الخلاء میں پیشاب کرنا	۸۲
بیت الخلاء میں قرآنی آیات یا احادیث کے اوراق سمیت جانا	۸۲
پانی نہ ملنے پر تیمم کیوں ہے؟	۸۲
جو قفل میں قید ہو اس کے لئے تیمم کا حکم	۸۳
سرد ملکوں میں تیمم کرنے کا حکم	۸۳
ریل میں تیمم جنابت کی شرط	۸۴
آپریشن کے ذریعے ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم	۸۴
انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم	۸۴
حائضہ عورت کیلئے مہندی کا استعمال جائز ہے	۸۵
حالت جنابت میں کمپیوٹر سے قرآن لکھنے کا حکم	۸۵
حیض ونفاس کے دوران چہرے پر کسی کریم کا استعمال کرنا	۸۵
نماز	۸۶
تحویل قبلہ میں اہل قبلہ کا گھومنا کس طرح ہوا؟	۸۶
اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں	۸۷
حدیث قضاعمری کے متعلق	۸۷
اذان یا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا	۸۷
اذان کے جواب میں کلمۂ توحید کے بعد محمد رسول اللہ کہنا	۸۸
اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا	۸۸
اذان جمعہ کے بعد الصلوٰۃ سنت رسول اللہ پکارنا	۸۹
نماز سے پہلے اجتماعی اذانیں	۸۹
سنت فجر کے بعد مسجد میں لیٹنا بدعت ہے	۸۹
کیا پہلے اخلاق کی درستی ہو پھر نماز پڑھنی چاہیے؟	۸۹
تعلیم کیلئے عصر کی نماز چھوڑنا درست نہیں	۹۰
خواتین کو اذان کا جواب دینا چاہئے	۹۰
اذان کے وقت ریڈیو سے تلاوت سننا	۹۰
ریڈیو وغیرہ سے اذان کا حکم	۹۱
ٹیپ ریکارڈ سے دی ہوئی اذان	۹۱
دوران اذان تلاوت کرنا یا نماز پڑھنا	۹۱
سینما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی اذان واقامت	۹۱
اہل تشیع کی اذان کا جواب دیا جائے؟	۹۲
وقت سے پہلے نماز پڑھنا درست نہیں	۹۲
صبح صادق کے بعد نوافل پڑھنا	۹۲
دو وقتوں کی نمازیں اکٹھی ادا کرنا صحیح نہیں	۹۲
ٹرین میں حتی الوسع استقبال قبلہ ضروری ہے	۹۳
چارپائی پر نماز پڑھنا درست ہے؟	۹۳
سجدے میں دونوں پاؤں اُٹھنے کا حکم	۹۳
بچہ اگر ماں کا سر درمیان نماز ننگا کردے تو کیا نماز ہوجائے گی؟	۹۳
خواتین کیلئے اذان کا انتظار ضروری نہیں	۹۴
عورتوں کا اذان سے کتنی دیر بعد نماز پڑھنا	۹۴

مورتیوں کے سامنے نماز	۹۴
ٹی وی والے کمرے میں نماز یا تہجد پڑھنا	۹۴
قالین اور فوم کے گدوں پر نماز کا حکم	۹۴
پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی	۹۵
پچاس سال کی قضا نمازیں اور اسکی ادائیگی	۹۵
نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟	۹۶
کیا عورت تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے؟	۹۶
روزہ اور تراویح کا آپس میں کیا تعلق ہے؟	۹۷
جو شخص روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ بھی تراویح پڑھے	۹۷
قرآن سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی	۹۷
کتنی مالیت کی چیز ضائع ہو رہی ہو تو نماز توڑنا درست ہے؟	۹۷
سیلاب میں عورت بہہ کر آئی ہو تو کفن دفن اور نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟	۹۸
لڑکی کا غسل	۹۸
بیوہ کو تیجا پر نیا دوپٹہ اوڑھانا	۹۹
اگر عورت اپنی آبرو بچانے کیلئے ماری جائے تو شہید ہوگی	۹۹
انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور اس پر تجربات کرنا جائز نہیں	۹۹
حاملہ عورت کا ایک ہی جنازہ ہوتا ہے	۱۰۰
نماز جنازہ میں عورتوں کی شرکت	۱۰۰
عورت کے پیٹ سے بچہ کا کچھ حصہ نکلا اور وہ مرگئی	۱۰۰
نماز جنازہ پڑھانے کی اجرت لینا	۱۰۰
رفاہی پلاٹ پر مسجد بنانا	۱۰۱
منارہ بنانا کیسا ہے؟	۱۰۱
خنزیر کے بالوں کے برش بنانے کی اجرت مسجد میں لگانا	۱۰۲
مسجد کا کنواں نل ڈول رسی استعمال کرنا	۱۰۲
محراب مسجد میں آیات وغیرہ لکھنا	۱۰۲
مسجدوں میں قمقمے لگانا	۱۰۳
مسجد کے اسپیکر سے دنیاوی اعلانات	۱۰۳
مسجد کی دیوار پر نقش ونگار کرنا	۱۰۳
مسجد کے نیچے دکانیں بنانے کی شرطیں	۱۰۴
مسجد کے متصل فرش پر جوتے پہن کر جانا	۱۰۴
مسجد میں سلور جوبلی منانا اور چراغاں کرنا	۱۰۵
مسجد میں کیلنڈر اور اشتہار لگانا	۱۰۵
مسجد میں جگہ روکنا	۱۰۵
مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا	۱۰۵
مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننا	۱۰۶
مسجد میں چھپکلی مارنا	۱۰۶
مسجد میں تولیہ آئینہ اور منبر پر غلاف رکھنا	۱۰۷
مسجد میں تمباکو کھانا اور نسوار لینا	۱۰۷
مسجد میں مائک سے اذان دینا	۱۰۷
مساجد وغیرہ کا بیمہ کرانا	۱۰۸
مسجد کی حفاظت کیلئے جہاد کرنا	۱۰۸
نقشہ مسجد نبوی کی طرف رخ کرکے درود پڑھنا	۱۰۸

مدارس ومساجد کی رجسٹریشن کا حکم	۱۰۹
حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتوی	۱۰۹
مفتی زین العابدین کا فتوی	۱۱۲
مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی کا فتوی	۱۱۲
مفتی ولی حسن ٹونکی کا فتوی	۱۱۳
صوم......روزہ	۱۱۴
سحری قائم مقام نیت کے ہے یا نہیں؟	۱۱۴
روزہ کی نیت کب کرے؟	۱۱۴
سحری کے وقت نہ اُٹھ سکے تو کیا کرے؟	۱۱۴
سحری کا وقت سائرن پر ختم ہوتا ہے یا اذان پر	۱۱۵
سائرن بجتے وقت پانی پینا	۱۱۵
دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ	۱۱۵
اگر ایام میں کوئی روزہ کا پوچھے	۱۱۵
عورت نصف قامت پانی سے گزر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا	۱۱۶
وریدی انجکشن مفسد صوم نہیں؟	۱۱۶
انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۱۱۶
شدت پیاس سے جان پر بن آئے	۱۱۷
آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ میں کچھ نقصان تو نہیں آتا	۱۱۷
حاملہ طبی معائنہ کرائے تو روزے کا حکم	۱۱۷
روزہ کی حالت میں منجن ومسواک کرنا درست ہے یا نہیں؟	۱۱۷
سحری کے بعد پان کھا کر سو جانا	۱۱۸

مسوڑھوں کا خون اندر جانے سے روزے کا حکم	۱۱۸
ذیابیطس شوگر کے مریض کے روزے کا مسئلہ	۱۱۸
زچہ دودھ پلانے والی عورت کیلئے افطار کا حکم	۱۱۹
روزہ دار کا روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن دیکھنا	۱۱۹
کئی سالوں کے قضاء روزے کس طرح رکھیں	۱۱۹
قضاء روزے ذمہ ہوں تو نفل روزے	۱۲۰
اگر کسی کو الٹیاں آتی ہوں تو روزوں کا کیا کرے؟	۱۲۰
اعتکاف میں حیض آجائے تو کیا حکم ہے	۱۲۰
عورت کا اعتکاف میں کھانا پکانا	۱۲۱
حج	۱۲۲
فریضہ حج اور بیوی کا مہر	۱۲۲
بیوی ناراض ہو کر میکے بیٹھی ہو تو حج کا حکم	۱۲۲
ارکان حج ادا کرنے کی نیت سے حیض روکنے والی دوا استعمال کرنا	۱۲۲
حج وعمرہ کے دوران ایام حیض کو دوا سے بند کرنا	۱۲۳
کیا ہجوم کے وقت خواتین کی کنکریاں دوسرا مار سکتا ہے؟	۱۲۳
رمی جمار کے وقت پاکٹ گر گیا	۱۲۳
شوہر یا باپ کا اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹنا	۱۲۴
حج بدل کا طریقہ	۱۲۴
حج بدل کی شرائط	۱۲۴
حج بدل کون کرسکتا ہے؟	۱۲۵
والدہ کا حج بدل	۱۲۵
حج بدل کوئی بھی کرسکتا ہے غریب ہو یا امیر	۱۲۵

عورتوں کا احرام میں چہرے کو کھلا رکھنا	۱۲۶
عورت کا ماہواری کی حالت میں احرام باندھنا	۱۲۶
حج میں پردہ	۱۲۶
حالت احرام میں بام ٹوتھ پیسٹ وغیرہ	۱۲۶
قربانی کی شرعی حیثیت	۱۲۷
قربانی کرنے والے روزہ رکھنا	۱۲۸
عشرۂ ذی الحجہ میں ناخن وغیرہ کاٹنے کی حیثیت	۱۲۸
ایام اضحیہ میں مقیم مسافر ہوگیا	۱۲۸
غنی نے جانور خریدا اور ایام نحر میں فقیر ہوگیا	۱۲۸
سات سال مسلسل قربانی واجب ہونے کی بات غلط ہے	۱۲۹
کیا پیدائشی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے	۱۲۹
قربانی کیلئے موٹاپا عیب نہیں	۱۲۹
دو تھن والی بھینس کی قربانی	۱۲۹
قربانی کا بکرا ایک سال کا ہونا ضروری ہے دو دانت ہونا علامت ہے	۱۳۰
کانجی ہاؤس سے جانور خرید کر قربانی کرنا	۱۳۰
ہرن اور نیل گائے کی قربانی کا حکم	۱۳۱
اگر رات کو روشنی کا انتظام نہ ہو تو یہ ذبح اضطراری ہے	۱۳۱
زکوٰۃ	۱۳۲
مہر پر زکوٰۃ کا حکم	۱۳۲
زکوٰۃ کے ڈر سے غیر مسلم لکھوانا	۱۳۲
اگر نابالغ بچیوں کے نام سونا کردیا تو زکوٰۃ کس پر ہوگی؟	۱۳۳
زیور کی زکوٰۃ	۱۳۳
بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کا مطالبہ کس سے ہوگا؟	۱۳۳
شوہر بیوی کے زیور کی زکوٰۃ ادا کرسکتا ہے	۱۳۴
بیٹی کیلئے زیور پر زکوٰۃ	۱۳۴
زیور کے نگ پر زکوٰۃ نہیں سونے کے کھوٹ پر ہے	۱۳۴
بغیر بتائے زکوٰۃ دینا	۱۳۵
تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ دینا	۱۳۵
استعمال شدہ چیز زکوٰۃ کے طور پر دینا	۱۳۵
اشیاء کی شکل میں زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۳۶
پیسے نہ ہوں تو زیور بیچ کر زکوٰۃ ادا کرے	۱۳۶
بیوی خود زکوٰۃ ادا کرے چاہے زیور بیچنا پڑے	۱۳۶
لڑکے کے پاس رقم ہو مگر اس کی والدہ محتاج غریب ہو تو اس کی والدہ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟	۱۳۷
بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۱۳۷
شادی شدہ عورت کو زکوٰۃ دینا	۱۳۷
مالدار اولاد والی بیوہ کو زکوٰۃ	۱۳۸
فلاحی ادارے زکوٰۃ کے وکیل ہیں جب تک مستحق کو ادا نہ کردیں	۱۳۸
معاملات	۱۳۹
دین کا ایک اہم شعبہ "معاملات"	۱۳۹
معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ	۱۳۹
دنیا میں تاجروں کے ذریعے اشاعت اسلام	۱۴۱
ان اصولوں کی پابندی غیر مسلم تاجروں کے ہاں	۱۴۱

ایک واقعہ	۱۴۲
حق میں سرنگوں اور باطل میں اُبھرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے	۱۴۴
دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا معمول	۱۴۵
حضرت شیخ الہندؒ کی تنخواہ	۱۴۶
یہاں تو آدمی بنائے جاتے ہیں	۱۴۷
حرام مال حلال مال کو بھی تباہ کردیتا ہے	۱۴۷
حرام مال سے بچنے کی ضرورت	۱۴۸
دو معاشی نظریے	۱۵۰
مسلم اور غیر مسلم میں تین فرق ہیں	۱۵۰
تاجروں کی دو قسمیں	۱۵۱
دوسری ہدایت	۱۵۲
یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں	۱۵۲
چوتھی ہدایت	۱۵۳
تجارت میں سچ بولنا	۱۵۳
بیچی ہوئی چیز کا واپس لے لینا	۱۵۳
اپنے معاملات صاف رکھیں	۱۵۴
معاملات کی صفائی۔ دین کا اہم رکن	۱۵۴
تین چوتھائی دین معاملات میں ہے	۱۵۴
معاملات کی خرابی کا عبادت پر اثر	۱۵۵
معاملات کی تلافی بہت مشکل ہے	۱۵۵
حضرت تھانویؒ اور معاملات	۱۵۵
ایک سبق آموز واقعہ	۱۵۶
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک اور واقعہ	۱۵۶
معاملات کی خرابی سے زندگی حرام	۱۵۷
حرام کی دو قسمیں	۱۵۸
ملکیت متعین ہونی چاہئے	۱۵۸
باپ بیٹوں کے مشترک کاروبار	۱۵۸
باپ کے انتقال پر میراث کی تقسیم فوراً کریں	۱۵۹
مشترک مکان کی تعمیر میں حصہ داروں کا حصہ	۱۵۹
امام محمدؒ اور تصوف پر کتاب	۱۶۰
دوسروں کی چیز اپنے استعمال میں لانا	۱۶۱
ہر ایک کی ملکیت واضح ہونی چاہئے	۱۶۱
چوری یہ بھی ہے	۱۶۲
حکیم الامت کا ایک واقعہ	۱۶۲
ایک اور واقعہ	۱۶۳
دوسروں کی اشیاء استعمال کرنے میں اسلامی تعلیمات	۱۶۴
دعوت فکر	۱۶۵
چوری کی مروجہ صورتیں	۱۶۵
کمائی میں شرکت کا حکم	۱۶۷
کوٹ پتلون پہننا	۱۶۷
باعزت طریقے سے غیر ملک سے مال لانا	۱۶۸
بے پردہ عورت کی کمائی حلال ہے یا حرام؟	۱۶۸
لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا	۱۶۸
مسلم اور غیر مسلم کا مائک و گراموفون مشترک خریدنا	۱۶۸
غیر مسلموں کی متروکہ جائیداد فروخت کا حکم	۱۶۹

غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت	۱۶۹
رمضان میں دن کے وقت ہوٹل کھولنا	۱۷۰
ضرورت کے لیے غلہ روکنا	۱۷۰
ایکسیڈنٹ ہونیکی صورت میں سرکار سے معاوضہ	۱۷۰
چکی والوں کا گردہ کے نام سے آٹا کاٹنا	۱۷۱
پریس میں خبروں کے ساتھ تصویر چھاپنا	۱۷۱
گانے کا پیشہ کرنا	۱۷۲
آلات موسیقی کی خرید وفروخت	۱۷۲
میراثیوں کا مشرکوں کی شادی میں ڈھول بجانا	۱۷۲
بینڈ باجا	۱۷۲
ڈیوٹی کے اوقات میں نماز کا وقت آجائے؟	۱۷۳
پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت	۱۷۳
لقطہ سے تجارت کرنا	۱۷۳
ہڈیوں کی تجارت کا حکم	۱۷۴
ٹیلی ویژن وغیرہ کی مرمت وتجارت کا حکم	۱۷۴
ہارمونیم کی تجارت	۱۷۴
خنزیر کے بالوں کی تجارت کا حکم	۱۷۴
کتے کی خرید وفروخت کرنا	۱۷۵
آنکھوں کی خرید وفروخت	۱۷۵
حفاظت نظر کیساتھ بازار سے خرید فروخت	۱۷۵
شراب کے لیے بوتل فروخت کرنا	۱۷۵
شراب کی خالی بوتلوں کی بیع	۱۷۶
خنزیر کے بالوں کے برش کی خرید وفروخت	۱۷۶
حق تصنیف کو خاص کرنا اور اسکی بیع وشراء	۱۷۶

تعلیمی تاش بیچنا	۱۷۶
مرغیوں کو تول کر فروخت کرنا	۱۷۷
ڈالر کی بیع کی زیادتی کے ساتھ کرنا	۱۷۷
دودھ میں پانی ملا کر بیچنا	۱۷۷
بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا	۱۷۸
کیمیاوی طریقہ سے برتن میں شامل خنزیر کے گوشت کا حکم	۱۷۸
حشرات الارض فروخت کرنا	۱۷۸
سانپ کی کھال کی بیع کرنا	۱۷۸
دودھ سے بالائی نکال کر بیچنا کیسا ہے؟	۱۷۹
کافر کے ہاتھ گوشت کی خرید کرانا	۱۷۹
آٹے میں ملاوٹ ہو تو کیا کرے؟	۱۷۹
لاٹری کا ٹکٹ خریدنا	۱۸۰
کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا	۱۸۰
نوٹوں کی فقہی حیثیت	۱۸۰
زمین کا راستہ نہ ملے تو مشتری ثمن کم کرسکتا ہے	۱۸۱
بذریعہ بینک مکان خریدنا	۱۸۲
ہاؤس فائنانسنگ کے جائز طریقے	۱۸۲
بیع موجل	۱۸۳
شرکت متناقصہ	۱۸۸
فروخت کردہ مکان میں خریدار کا شراب فروشی کرنا	۱۹۶
بیع کے بعد پیمائش میں زمین زیادہ نکلے	۱۹۷
جائیداد کی خرید وفروخت پر کمیشن	۱۹۷

تصویردار برتن فروخت کرنا	۱۹۸
بڑی سڑک اور گلی کوچوں میں حقوق کا فرق اور بیع کا حکم	۱۹۸
باپ کا مال چرا کر فروخت کرنا	۱۹۹
شرکاء کے درمیان بیع وشراء کی ایک صورت	۱۹۹
شیئرز ہولڈر خریدنا کیسا ہے؟	۲۰۰
شیئرز کی خرید وفروخت	۲۰۱
شیئرز کی ابتداء	۲۰۱
شیئرز کی حقیقت کیا ہے؟	۲۰۱
نئی کمپنی کے شیئرز کا حکم	۲۰۲
خرید وفروخت کی حقیقت	۲۰۳
چار شرطوں کیساتھ خرید وفروخت جائز ہے	۲۰۳
یہ سود ہو جائے گا	۲۰۴
شیئرز خریدنے کے دو مقصد	۲۰۸
شیئرز اور کیپیٹل گین	۲۰۹
ڈیفرنس برابر کرنا سٹہ بازی ہے	۲۰۹
شیئرز کی ڈیلیوری سے پہلے آگے فروخت	۲۰۹
شیئرز کا قبضہ	۲۱۰
رسک کی منتقلی کافی ہے	۲۱۰
''بدلہ'' کا سودا جائز نہیں	۲۱۱
شیئرز پر زکوۃ کا مسئلہ	۲۱۲
حصص کمپنی خریدنے کی ایک صورت	۲۱۳
کارخانوں کے نام فروخت کرنا	۲۱۳
سرکاری نرخ پر غلہ خریدنا	۲۱۴
نیلام میں سرکاری مال خریدنا	۲۱۴
مُردار یا مخلوط جانوروں کی چربی خریدنا	۲۱۴
ضمانت کمیشن پر ایجنٹ بنانا	۲۱۵
کپڑا روئی اور ٹرام ریلوے کے حصص خریدنا	۲۱۵
سرکاری درختوں کا ملازم سرکار کو نیلام میں خریدنا	۲۱۵
کافر سے گھاس کی بیع وشراء کرنا	۲۱۵
چوری کی چیز کو خریدنا	۲۱۶
قسطوں پر خرید وفروخت کرنا	۲۱۶
خریدتے وقت چیزیں چکھنا کیسا ہے؟	۲۱۶
عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا	۲۱۶
افیون کی بیع اور کاشت	۲۱۷
اجارہ پر لی ہوئی زمین میں افیون کاشت کرنا	۲۱۷
کفار کے میلوں میں بغرض سوداگری جانا	۲۱۸
آم کا عشر بائع کے ذمہ یا مشتری کے	۲۱۸
انعامی سکیموں کا حکم	۲۱۸
حکومت کی طرف سے الاٹ شدہ زمین کا حکم	۲۱۸
شراب کی قیمت کا حکم	۲۱۹
بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت کرنا	۲۱۹
برآمدات کے شرعی احکام	۲۲۰
بیع منعقد ہونے کے وقت کا تعین	۲۲۰
''بیع'' اور ''وعدۂ بیع'' کے درمیان فرق	۲۲۰
آرڈر موصول ہونے کے وقت مال کی کیفیت	۲۲۲
آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود	۲۲۲
آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود نہیں	۲۲۳

مال کا رسک کب منتقل ہوتا ہے؟	۲۲۴
ایگریمنٹ ٹو سیل کی تکمیل نہ کرنا	۲۲۵
وعدہ خلافی کی وجہ سے نقصان کی تفصیل	۲۲۶
نقصان کی شرعی تفصیل	۲۲۷
ایکسپورٹ کرنے کیلئے سرمایہ کا حصول	۲۲۷
ایکسپورٹ فائینانسنگ کے طریقے	۲۲۸
پری شپمنٹ فائینانسنگ اور اسکا اسلامی طریقہ	۲۲۸
پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ اور اسکا اسلامی طریقہ	۲۲۹
بل ڈسکاؤنٹنگ کا جائز طریقہ	۲۲۹
فارن ایکس چینج کی پیشگی بکنگ	۲۳۱
کرنسی کی خرید وفروخت کے اصول	۲۳۱
فارن ایکس چینج کی بکنگ فیس	۲۳۳
گوشت کی تجارت کرنا	۲۳۴
کمپنی کی ایک تجارتی سکیم کا حکم	۲۳۴
بندر، بلی، چوہے وغیرہ کی بیع کرنا	۲۳۵
درخت پر آم کو فروخت کرنا	۲۳۵
کنٹرول کی چیز کو بلیک سے خریدنا	۲۳۵
فون پر بیع کرنا	۲۳۵
نیلام بولنے پر کمیشن لینا	۲۳۶
نوٹ سے سونے اور چاندی کی بیع	۲۳۶
پولہ خس کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟	۲۳۷
جس زمین میں قبریں ہوں اس کی بیع	۲۳۷
صرف زمین کے پانی کی بیع کرنا	۲۳۷
متعین وزن کے ڈبوں کی بیع کا کیا حکم ہے؟	۲۳۷

بیع سلم کی سات شرطیں	۲۳۸
بیع سلم کی تین صورتیں	۲۳۸
پیسوں کی بیع سلم جائز ہے	۲۳۹
کرنسی نوٹوں میں بیع سلم کی اجازت	۲۴۰
جوس کے کریٹوں میں بیع سلم کا حکم	۲۴۰
افیون میں بیع سلم جائز ہے	۲۴۰
اقالہ اور بیع بالخیار کی تعریف	۲۴۱
پھل کے ظاہر ہونے سے پہلے اسکی بیع	۲۴۱
بیع المرابحہ اور تولیہ کیا ہے؟	۲۴۳
بیع مرابحہ یعنی نفع کے ساتھ بیچنا	۲۴۳
بیع مرابحہ میں شبہ خیانت سے اجتناب	۲۴۳
سیل ٹیکس قیمت خرید میں ملانے کا حکم	۲۴۳
ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، محصول چونگی وغیرہ اخراجات اصل قیمت میں ملانا	۲۴۴
قسطوں میں اشیاء کی خرید وفروخت	۲۴۴
مشترکہ ٹیوب ویل کے پانی سے کسی شریک کو روکنا جائز نہیں	۲۴۵
مچھلی کا شکار کرنے میں شرکت کا حکم	۲۴۶
مشترکہ ایئر کنڈیشنر فروخت کرنیکا حکم	۲۴۶
مشترکہ مال سے حج کرنے کا حکم	۲۴۶
کسی کی گائے بطور شرکت پالنا	۲۴۷
مشترکہ زمین میں شرکاء کی اجازت کے بغیر مکان بنانا	۲۴۷
خودرو گھاس مشترک ہوتا ہے	۲۴۷

آمدن واخراجات میں شریک بھائیوں کی کمائی	۲۴۸	بینک میں سودی کاروبار کی وجہ سے ملازمت	۲۵۸
مشترکہ ندی سے انتفاع کا حکم	۲۴۸	بینک کی ملازمت کرنیوالا گناہ کی شدت کوکم کرنے کیلئے کیا کرے؟	۲۵۸
بت کے نام ذبح کرنیوالے کے ہاتھ فروخت کرنا	۲۴۸		
شراب بنانیوالے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا	۲۴۹	بینک کی تنخواہ کے ضرر کوکم کرنیکی تدبیر	۲۵۹
منی آرڈر اور ہنڈی کا فرق	۲۴۹	بینک کی ملازمت کی تنخواہ کا کیا کریں؟	۲۶۰
بیعانہ کا مسئلہ	۲۴۹	جس کی ۹۰ فیصد رقم سود کی ہو وہ اب توبہ کس طرح کرے؟	۲۶۰
بونڈ کے طریقے پر گنے خریدنا	۲۴۹		
گندم کی بیع گندم سے کرنا	۲۵۰	بینک میں ملازم ماموں کے گھر کھانا اور تحفہ لینا	۲۶۱
ایک فصل میں ادھار دے کر دوسری فصل میں قیمت لینا	۲۵۰	بینک میں ملازم عزیز کے گھر کھانا	۲۶۱
		اضرار کفار کیلئے ان کی مصنوعات کی بیع	۲۶۱
پاسپورٹ پر فی سواری پیسے لینا	۲۵۰	اسٹامپ کو اسکی مقررہ قیمت سے زیادہ میں بیچنا	۲۶۲
جائز آمدنی بچانے کیلئے بیمہ کرانا	۲۵۰	آب زمزم کی تجارت کا حکم	۲۶۲
جائز ملازمت چھوڑ کر بیمہ کمپنی میں ملازمت کرنا	۲۵۱	ڈپو ہولڈر قیمت مقررہ کا پابند ہے	۲۶۳
حجاج کا اختیاری بیمہ پالیسی پر عمل کرنا	۲۵۱	بیمہ کی رقم وارث کس طرح استعمال کریں	۲۶۳
بھینس کے نومولود بچہ کی بیع	۲۵۱	بوقت ذبح نکلنے والے خون کی بیع حرام ہے	۲۶۳
بائع کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سستا سامان خریدنا	۲۵۲	غیر طبیب کو دوائیں بیچنے کا حکم	۲۶۳
سیمنٹ کی تصویر دار جالی بنا کر بیچنا	۲۵۲	جہالت ثمن مفسد بیع ہے	۲۶۳
ایک خاص قسم کے بینک کی ملازمت	۲۵۲	پنشن بیچنا جائز نہیں	۲۶۴
سود کو منافع قرار دینے کے دلائل کے جوابات	۲۵۳	بونس واؤچر کی بیع جائز نہیں	۲۶۴
کوئی محکمہ سود کی آمیزش سے پاک نہیں تو بینک کی ملازمت حرام کیوں؟	۲۵۶	آلات لہو کی بیع کرنا	۲۶۴
		دیہات سے غلہ خرید کر شہر میں گراں فروخت کرنا	۲۶۵
غیر سودی بینک کی ملازمت جائز ہے	۲۵۶	افیون کی بیع وکاشت بلا کراہت جائز ہے	۲۶۵
زرعی ترقیاتی بینک میں نوکری کرنا	۲۵۷	کلابتو کی خرید وفروخت کرنا	۲۶۵
بینک کی تنخواہ کیسی ہے؟	۲۵۷	کمیشن لینے کی شرعی حیثیت	۲۶۶

مال رشوت سے بنے ہوئے مکان کی قیمت	۲۶۶
پولیس کیساتھ مل کر لوگوں کا مال کھانا	۲۶۷
رشوت کی چند صورتیں اوران کا حکم	۲۶۷
تحصیل حق کیلئے رشوت دینا	۲۶۹
کسٹم افسران کو رشوت دینا	۲۶۹
کسٹم پر قلی کو رشوت دینا	۲۶۹
قرض دے کر کمیشن وصول کرنا	۲۷۰
مال حرام سے قرض ادا کرنا	۲۷۰
بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے	۲۷۰
دکان کا بیعانہ اپنے پاس رکھنا جائز نہیں	۲۷۱
مکان کا ایڈوانس واپس کر لینا	۲۷۱
بیعانہ کی رقم کا کیا کریں جبکہ مالک واپس نہ آئے؟	۲۷۱
مسجد میں بیع ہوجانے پر حق شفعہ طلب کرنا	۲۷۲
قبل بیع شفیع کا خاموش رہنا معتبر نہیں	۲۷۲
حکومت کے "یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا" میں شرکت کا حکم	۲۷۳
مسلم فنڈ سے متعلق بعض سوالات	۲۷۳
جواب مذکورہ پر اشکال کا جواب	۲۷۵
شراکتی کمپنیوں کی شرعی حیثیت	۲۷۶
سودی کاروبار والی کمپنی میں شراکت	۲۷۷
مضاربت کے مال کا منافع کیسے طے کیا جائے؟	۲۷۸
شراکت میں مقررہ رقم بطور نفع نقصان طے کرنا	۲۷۸
شراکت کے کاروبار میں نفع ونقصان کا تعین قرعہ سے کرنا جوا ہے	۲۷۸
شراکت کی بنیاد پر کیے گئے کاروبار میں نقصان کیسے پورا کریں گے؟	۲۷۹
مضاربت کی بعض شرائط اوران کا حکم	۲۷۹
جانوروں میں مضاربت کی چند صورتیں	۲۸۰
بکری کو پالنے کی شراکت کرنا	۲۸۰
عقد مضاربت میں کام کی تقسیم کرنا	۲۸۰
اجارے کی تعریف کیا ہے؟	۲۸۰
اجرت مثل کی تعریف کیا ہے؟	۲۸۱
بلا تعیین اجرت کام کرنا	۲۸۱
ناتمام عمل کی اجرت کا حکم	۲۸۱
بوقت بیع اجرت متعین نہ کرنا	۲۸۱
کیا ذابح کی روح سختی سے نکالی جائیگی	۲۸۲
ناجائز ملازمت کی پنشن کا حکم	۲۸۲
امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت	۲۸۲
کتابت کی کاپی اجرت پر دینا	۲۸۳
افیون کاشت کرنے پر اجرت لینا جائز ہے	۲۸۳
کام کیے بغیر اوورٹائم کی اجرت جائز نہیں	۲۸۳
روٹی پکانے کی اجرت میں روٹی دینا	۲۸۴
آڑت اور دلالی کی اجرت کا حکم	۲۸۴
جہاز کے زائد ٹکٹ کو واپس کرنا	۲۸۴
شراب یا سود کی رقم سے تنخواہ لینا	۲۸۵
کرایہ دار کی موت سے فسخ اجارہ کا حکم	۲۸۵

بینکنگ کے معاملات میں "احتراز" کا استعمال	۲۸۶
اجارہ فاسدہ کا حکم	۲۸۷
اجارہ فاسدہ کی ایک صورت	۲۸۷
ڈرائیونگ لائسنس بنوانے کی اجرت	۲۸۷
کسی کو لاکھ کی گاڑی دلوا کر ڈیڑھ لاکھ لینا	۲۸۸
کیا گاڑی خریدنے کی یہ صورت جائز ہے؟	۲۸۹
گاڑی پر قبضے سے پہلے اس کی رسید فروخت	۲۸۹
مسئلہ قفیز الطحان کا حکم	۲۸۹
عدالتی فیس کے متعلق چند اصول	۲۹۰
محصول چونگی نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟	۲۹۱
چندہ جمع کرنیوالے کو چندے میں سے فیصد کے حساب سے کمیشن دینا	۲۹۱
خلاف شرع ملازمت چھوڑنا	۲۹۲
عقد اجارہ مکمل ہونے کے بعد انکار کر دینا	۲۹۲
کرائے دار کا دوسرے کو دکان کرائے پر دینا	۲۹۳
ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے کا کاروبار کرنا	۲۹۳
پگڑی سسٹم کی شرعی حیثیت	۲۹۳
زمین بٹائی پر دینا جائز ہے	۲۹۴
پرندوں کو پرورش دینے کی ایک صورت	۲۹۴
لنچہ سواری اور اس کی اجرت کا حکم	۲۹۵
خدمات دینیہ پر تنخواہ کے جواز کی وجہ	۲۹۵
مرض ذیابیطس میں کیے گئے وقف کا حکم	۲۹۶
بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا	۲۹۷
مسجد کی جگہ سنیما کیلئے کرایہ پر دینا	۲۹۸
قبروں پر گانا وغیرہ بجانا	۲۹۸
نشیب کی وجہ سے وقف زمین کو بدلنا	۲۹۸
قبرستان کے درخت کاٹنا	۲۹۸
نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے مقبرہ کیلئے رقم لینا	۲۹۹
وعدہ وقف پر ووٹ دینا	۲۹۹
اوقاف کی ملازمت جائز ہے	۲۹۹
مشروط ہبہ کی ایک صورت کا حکم	۳۰۰
کتب کا حق تصنیف ہبہ یا بیچ کرنا	۳۰۰
میونسپلٹی کی زمینوں پر قبضہ کرنا	۳۰۰
کسی کی زمین ناحق غصب کرنا سنگین جرم ہے	۳۰۰
بلا کرایہ سفر کرنے پر ذمہ سے فارغ ہونیکا طریقہ	۳۰۱
ظلماً ٹیکس وصول کرنا	۳۰۲
کیا مزارعت کی مندرجہ ذیل صورتیں جائز ہیں	۳۰۲
بٹائی پر درخت لگوانا	۳۰۳
زمین اور درخت وغیرہ بٹائی پر دینا	۳۰۳
پھلوں کے باغ کو خاص رقم پر مزارع کو دینا	۳۰۳
تمباکو کی کاشت جائز ہے	۳۰۴
بھنگ کی کاشت کا حکم	۳۰۴
رہن کی تعریف اور اس کا ثبوت	۳۰۴
رہن شدہ نوٹ سے نفع حاصل کرنا	۳۰۵
پنشن کی رقم میں میراث کا حکم	۳۰۵
شفعہ	۳۰۷
شفعہ سے بچنے کیلئے مناسب حیلہ کیا ہے	۳۰۷

مواضعات میں حق شفعہ کی ایک صورت	۳۰۷	حرام کمائی والے کو تجارت میں شریک کرنا	۳۱۵
حق شفعہ کے دعوے میں خرچہ عدالت	۳۰۸	**معاشرت**	۳۱۶
کسی کے حق شفعہ کو ختم کرنے کیلئے اصل رقم سے زائد لکھوانا	۳۰۹	حقوق العباد کی اہمیت اور ناحق دوسروں کا مال لینے کا وبال	۳۱۶
شیعہ باپ کی زمین پر سنی لڑکے کا شفعہ کرنا	۳۰۹	ربڑ کی عورت سے مباشرت کا حکم	۳۱۷
شراکت	۳۱۰	انجکشن کے ذریعے اولاد حاصل کرنا	۳۱۸
شرکت اور مضاربت کی تعریف	۳۱۰	عورت کے رحم میں شوہر کی منی انجکشن کے ذریعہ پہنچانا	۳۱۸
شرکت مع مضاربت جائز ہے	۳۱۰		
مضارب کے نفقہ کا حکم	۳۱۰	انجکشن کے ذریعے مادہ جانوروں کو حاملہ کرنے کا حکم	۳۱۹
شرکت مع مضاربت کا حکم	۳۱۱		
مشترک مال میں بدون اذن تجارت کی تو نفع ونقصان کا حکم	۳۱۱	ابن انجکشن کس کی طرف منسوب ہوگا؟	۳۱۹
		آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا	۳۲۰
شرکت میں مرغوں کی تجارت کرنا	۳۱۲	تبدیل جنس سے پہلے اور بعد والی اولاد	۳۲۰
باپ اور بیٹے کی مشترک جائیداد کا حکم	۳۱۲	بعض درست اور نادرست نام	۳۲۱
اہل سنت اور شیعہ کے مشترک خریدے ہوئے گورستان کا حکم	۳۱۲	پڑوس کے ناچ گانے والوں کے گھر کا کھانا	۳۲۱
دکان چلانے کے عوض میں شرکاء سے ہدیہ لینا	۳۱۳	تکلیف دینے والے پڑوسی سے کیا سلوک کیا جائے؟	۳۲۱
چک بندی میں باغ کو مشترک قرار دئے جانے کی صورت	۳۱۳	عورت کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر ہے	۳۲۲
		نکاح	۳۲۳
ہوٹل کے ایک شریک کا اپنے دوستوں کو مشترکہ کھانا کھلانا	۳۱۳	جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر شرعی ان کا نکاح نہ کرنا	۳۲۳
آڑھتی کو مضاربت پر رقم دینا جائز نہیں ہے	۳۱۴	عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم	۳۲۳
سامان میں شرکت عنان صحیح نہیں	۳۱۴	شوہر بیوی سے کتنے عرصہ تک جدا رہ سکتا ہے؟	۳۲۴
شرکت عنان کی ایک صورت کا حکم	۳۱۵	ٹیلیفون پر نکاح کی جائز صورت	۳۲۵

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا	۳۲۵
بغیر ولی کی اجازت کے نکاح	۳۲۶
عیسائی عورت سے نکاح کا حکم	۳۲۶
اپنی بیوی کو بغیر پردہ کے نچوانا	۳۲۷
نابالغ کا نکاح اور بلوغت کے بعد اختیار	۳۲۷
اگر والدین کورٹ کے نکاح سے خوش ہوں تو نکاح صحیح ہے	۳۲۸
جبراً نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟	۳۲۸
کیا ایام مخصوص میں نکاح جائز ہے	۳۲۹
کسی کی منکوحہ سے نکاح	۳۲۹
رضامند نہ ہونے والی لڑکی کا بیہوش ہونے پر انگوٹھا لگوانا	۳۲۹
کیا بغیر عذر شرعی منگنی کو توڑنا جائز ہے	۳۳۰
موجودہ دور میں جہیز کی لعنت	۳۳۰
جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے	۳۳۱
میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا	۳۳۱
سالی سے زنا کرنے کے بعد بیوی سے کب تک الگ رہا جائے؟	۳۳۱
دلہن کی رخصتی قرآن کے سائے میں کرنا	۳۳۲
دلہا کا دلہن کے آنچل پر نماز پڑھنا اور ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا	۳۳۳
چمچہ سے بچہ کو دودھ دینا موجب رضاعت	۳۳۳
خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم	۳۳۴

| خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم | ۳۳۴ |

لاپتہ شوہر کی بیوی کا دوسرا نکاح	۳۳۴
مفقود الخبر سے متعلق احکام	۳۳۵
ظہار کی تعریف اور اس کے احکام	۳۳۵
بیوی کو بیٹا کہنے کا حکم	۳۳۶
غیر مسلم جج کا فسخ نکاح کا فیصلہ معتبر نہیں	۳۳۶
تنسیخ نکاح کی صحیح صورت	۳۳۷
کیا فیملی کورٹ کے فیصلے کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟	۳۳۸
کیا عدالت تنسیخ نکاح کر سکتی ہے؟	۳۳۸
کورٹ صرف عورت کی درخواست پر فسخ نکاح یا طلاق کا فیصلہ	۳۳۹
شوہر نس بندی کرالے تو عورت کو تفریق کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟	۳۴۰
زنا سے حمل کے بعد نکاح ہو اور چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو	۳۴۰
حاملہ من الزنا سے نکاح کے بعد بچہ کا نسب	۳۴۱
بلاوجہ ماں باپ کے ہاں بیٹھنے والی عورت کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں	۳۴۱
طلاق	۳۴۲
پولیس کی سختی سے میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی	۳۴۲
شرعاً یونین کونسل طلاق کی مجاز نہیں	۳۴۲
زبردستی کی طلاق کا حکم	۳۴۳
طلاق بائن کی تعریف	۳۴۴

میں آزاد کرتا ہوں صریح طلاق کے الفاظ ہیں	۳۴۵
کیا "آج سے تم میرے اوپر حرام ہو" کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟	۳۴۵
تین طلاق کے بعد ہمیشہ کیلئے تعلق ختم	۳۴۶
کیا طلاق رجعی کے بعد رجوع کے لیے نکاح ضروری ہے؟	۳۴۶
اگر کوئی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق متفرق دے تو ایک واقع ہوگی	۳۴۶
گونگے کی بیوی طلاق کیسے حاصل کرے؟	۳۴۶
انگریزی میں "ڈائی ورس" Divorce تین مرتبہ لکھا تو کتنی طلاق واقع ہونگی	۳۴۷
گمشدہ شخص کی بیوی نے دوسری شادی کر لی شوہر اول واپس آیا کیا حکم ہے؟	۳۴۸
لاپتہ ہونے والے شخص کی بیوی کے لیے شریعت کا حکم	۳۴۹
طلاق معلق کا ایک مسئلہ	۳۵۰
خلع کسے کہتے ہیں؟	۳۵۰
طلاق اور خلع میں فرق	۳۵۱
ظالم شوہر کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے	۳۵۱
خلع سے طلاق بائن ہو جاتی ہے	۳۵۲
عائلی قوانین کا گناہ کس پر ہوگا؟	۳۵۲
عدت میں زنا سے حمل ٹھہر جائے تو عدت "وضع حمل" ہوگی یا نہیں؟	۳۵۳
ایک عورت سے دو مردوں کا شادی کا دعویٰ	۳۵۳

عدت کے ضروری احکام	۳۵۴
ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ	۳۵۵
ایک مجلس کی تین طلاقیں	۳۵۸
خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کا فتویٰ	۳۶۳
خلیفہ راشد حضرت علیؓ کے آثار	۳۶۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتوی	۳۶۵
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ:	۳۶۵
حضرت علی، حضرت عبداللہ اور حضرت زیدؓ کا فتویٰ	۳۶۵
حضرت عبداللہ بن مسعود کا فتوی	۳۶۵
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ	۳۶۶
حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا فتویٰ	۳۶۶
حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا فتوی	۳۶۷
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فتوی	۳۶۷
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اثر	۳۶۷
حضرت عمران بن حصینؓ کا اثر	۳۶۸
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر	۳۶۸
حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا اثر	۳۶۹
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اثر	۳۶۹
کھانے پینے کے مسائل	۳۷۰
کوکین کھانا	۳۷۰

جس دعوت میں گانے بجانے اور لہو ولعب کا اہتمام ہو اس میں شرکت کا حکم	۳۷۰
افیون کا استعمال بوقت اضطرار	۳۷۰
افیون کا استعمال بطور دوا	۳۷۱
زہر کھالیا تھا گناہ کیسے معاف ہو؟	۳۷۱
تاڑی سے آٹا گوندھنا	۳۷۱
ریا کا کھانا	۳۷۱
ہڈی چوسنا' دانتوں سے گوشت چھڑا کر کھانا	۳۷۲
ہڈیاں چبانا	۳۷۲
ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا	۳۷۲
دستر خوان پر کھانے کا طریقہ	۳۷۲
گرم کھانا پینا کیسا ہے؟	۳۷۳
چمچے کے ساتھ کھانا	۳۷۳
تیجے دسویں کا کھانا	۳۷۳
تقسیم ترکہ سے پہلے کھانا کھانا	۳۷۳
حقہ بیڑی' سگریٹ وغیرہ پینا کیسا ہے؟	۳۷۳
تمباکو' پان' سگریٹ کا حکم	۳۷۴
بھنگ کے استعمال کا حکم	۳۷۵
پان سگریٹ وغیرہ کا راستہ میں استعمال کرنا	۳۷۵
پان میں چونا کھانا	۳۷۵
پان' تمباکو' حقہ	۳۷۵
پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر	۳۷۶
تاڑ اور کھجور کا رس پینا	۳۷۶
دعوت ولیمہ کا وقت کب تک ہے؟	۳۷۶
خنزیر کی چربی استعمال کرنے والے ہوٹل میں کھانا	۳۷۶
تارک زکوٰۃ کی دعوت قبول کرنا	۳۷۷
ہندوؤں کے تہوار کا کھانا	۳۷۷
ہندو کے ہوٹل سے کھانا کھانا	۳۷۷
غیر مسلم باورچی کے پکائے ہوئے کھانے	۳۷۷
غیر مسلم کے کھانے کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا	۳۷۸
پنیر کے اقسام واحکام	۳۷۸
شیر خوار بچوں کو افیون کھلانا	۳۷۹
شراب اور اسپرٹ کیا چیز ہے؟	۳۷۹
بیئر پینا	۳۷۹
شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا	۳۷۹
شراب کے بارے میں شرعی حکم	۳۸۰
مریض کیلئے شراب کا حکم	۳۸۰
کیا شراب کسی مریض کو دی جاسکتی ہے؟	۳۸۱
رنگ رلیوں کی چوکیداری کرنا اور شراب کی بوتل لا کر دینا	۳۸۱
شراب کی خالی بوتل میں پانی رکھنا	۳۸۱
شراب کے اشتہار کیساتھ ملازمت کا حکم	۳۸۲
الکحل کی تحقیق	۳۸۲
عرقیات ڈاکٹری "ٹنکچر" کا استعمال	۳۸۲
تاڑی کا ٹھیکہ ناجائز ہے	۳۸۲
کھجور اور نارجیل کی تاڑی	۳۸۲
بھنگ پینا	۳۸۳
گانجا' افیون' تاڑی پینا	۳۸۳

کیا حقہ پینے والے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیں گے؟	۳۸۳
زہر ملی ہوئی تاڑی پینے سے کیا خودکشی کا گناہ ہوگا؟	۳۸۳
چرٹ پینا	۳۸۴
کوکا کولا پینا	۳۸۴
کبوتر کا حکم	۳۸۴
بگلہ، گرسل، نیل کنٹ کا حکم	۳۸۴
ریگ ماہی کھانے کا حکم	۳۸۴
اوجھڑی کی حلت بھنگے کی حرمت	۳۸۵
جو مرغی اذان دے اس کا کھانا	۳۸۵
کیا مسلمان غیر مسلم مملکت میں حرام گوشت استعمال کرسکتے ہیں؟	۳۸۵
بائیں ہاتھ سے کھانا	۳۸۶
کرسیوں اور ٹیبل پر کھانا کھانا	۳۸۶
تقریبات میں کھانا کھانے کا سنت طریقہ	۳۸۶
پانچوں انگلیوں سے کھانا آلتی پالتی بیٹھ کر کھانا شرعاً کیسا ہے؟	۳۸۷
کھانے کے دوران خاموشی رکھنا	۳۸۷
چمچے کے ساتھ کھانا	۳۸۷
حرام جانوروں کی شکلوں کے بسکٹ	۳۸۷
غیر شرعی امور والی مجلس میں شرکت کرنا	۳۸۸
کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟	۳۸۹
تفاخر کی نیت سے کھلائے ہوئے کھانے سے گریز کرنا چاہیے	۳۸۹
غیر مسلموں کے برتنوں میں کھانا پینا	۳۸۹
غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا	۳۸۹
لباس	۳۹۰
گلے میں ٹائی لٹکانے کی شرعی حیثیت	۳۹۰
پتلون، قمیص، علی گڑھ پاجامہ وغیرہ کا حکم	۳۹۰
لباس میں تین چیزیں حرام ہیں؟	۳۹۱
نائیلون کا استعمال	۳۹۱
گیرو میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا	۳۹۱
مردوں کا رنگین کپڑے وغیرہ پہننا	۳۹۲
اظہار ماتم کیلئے سیاہ لباس پہننا	۳۹۲
سیاہ رنگ کی چپل یا جوتا پہننا	۳۹۲
خون میں رنگے ہوئے کپڑے کو بچے کے گلے میں ڈالنا	۳۹۳
کامدار ٹوپی اور جوتا	۳۹۳
گاندھی کیپ ٹوپی کا حکم	۳۹۳
عورتوں کو نیم آستین کا کرتہ پہننا	۳۹۳
نیکر پہن کر کھیلنا سخت گناہ ہے	۳۹۴
سکول، کالج میں انگریزی یونیفارم کی پابندی	۳۹۴
غرارہ پہننے کا حکم	۳۹۵
ننگے سر پھرنا	۳۹۵
عورتوں کا مردوں جیسے بال بنانا	۳۹۵
سر پر بال "پٹھے" رکھنا	۳۹۵

انگریزی بال کو سنتی بنانا	۳۹۶
لڑکیوں کے بڑے ناخن	۳۹۶
داڑھی رکھنا واجب ہے	۳۹۶
"مجھے داڑھی کے نام سے نفرت ہے" کہنے والے کا شرعی حکم	۳۹۶
داڑھی کا جھولا بنے ہوئے کارٹون سے شعائر اسلام کی توہین	۳۹۷
اکابرین اُمت نے داڑھی منڈانے کو گناہ کبیرہ شمار کیا ہے	۳۹۷
عورت کے داڑھی مونچھ نکل آئے تو کیا حکم ہے؟	۳۹۸
سینٹ اور انگریزی تیل	۳۹۸
سینٹ کا استعمال میں لانا	۳۹۹
جوسات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے	۳۹۹
لڑکیوں کے کان چھدوانا کیا مسنون ہے؟	۳۹۹
عورتوں کے لیے پازیب پہننا	۳۹۹
پی ٹی (P.T) میں نیکر پہننے کا حکم	۴۰۰
خواتین کیلئے ہاکی کھیلنے کے جواز پر فتویٰ	۴۰۱
کھیل کیلئے کونسا لباس ہو؟	۴۰۲
پردے کا صحیح مفہوم	۴۰۲
کیا صرف برقعہ پہن لینا کافی ہے؟	۴۰۳
پردہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات	۴۰۶
اجنبی عورت کو بطور سیکرٹری رکھنا	۴۰۷
عورت بازار جائے تو کتنا پردہ کرے؟	۴۰۷
بے پردگی والی جگہ پر عورت کا جانا جائز نہیں؟	۴۰۸
گھر میں نوجوان ملازم سے پردہ کرنا	۴۰۸
عورتوں کو تبلیغ کیلئے پردہ اسکرین پر آنا	۴۰۹
پردہ کے ضروری ہونے کی عقلی و عرفی دلیل	۴۰۹
عورت کی کلائی پردہ میں شامل ہے	۴۰۹
کیا پردہ عورت کیلئے قید ظلم ہے؟	۴۱۰
عورت کا مرد ڈاکٹر سے پوشیدہ جگہوں کا علاج کرنا	۴۱۱
لیڈی ڈاکٹر کو ہسپتال میں کتنا پردہ کرنا چاہیے؟	۴۱۲
برقعہ یا چادر میں صرف آنکھیں کھلی رکھنا	۴۱۲
عورت اپنے محرم کے سامنے کتنا جسم کھلا رکھ سکتی ہے؟	۴۱۲
لڑکوں کا عورت لیکچرار سے تعلیم حاصل کرنا	۴۱۲
عورتوں کا آفس میں بے پردہ کام کرنا	۴۱۳
مزدور عورتیں اور نوکرانیاں جو گھروں میں کام کرتی ہیں ان سے پردہ ہے یا نہیں؟	۴۱۳
عورتوں کا فیشن کیلئے بال اور بھنویں کٹوانا	۴۱۳
عورتوں کیلئے کس قسم کا میک اپ جائز ہے؟	۴۱۴
کیا عورت چہرے اور بازوؤں کے بال صاف کر سکتی ہے؟ نیز بھنوؤں کا حکم	۴۱۴
بھنوؤں کو صحیح کرنا	۴۱۴
عورت کو پلکیں بنوانا کیسا ہے؟	۴۱۵
بڑھتے ہوئے ناخن مکروہ ہیں	۴۱۵
بیوٹی پارلرز کی شرعی حیثیت	۴۱۵

عورتوں کو بال چھوٹے کرنا موجب لعنت	۴۱۶
عورت کو آڑی مانگ نکالنا	۴۱۶
عورتوں کیلئے بلیچ کریم کا استعمال جائز ہے	۴۱۶
عورت کو مردوں والا روپ بنانا	۴۱۷
ٹائی لگا کر نماز کا حکم	۴۱۷
عورتوں کیلئے بلیچ کریم کا استعمال	۴۱۷
ناخن پالش لگانے کا حکم	۴۱۷
لپ اسٹک کا حکم	۴۱۸
آنکھوں میں کاجل لگانے کا حکم	۴۱۸
پلکوں اور بھنوؤں پر میک اپ کا حکم	۴۱۸
بیوٹی سپاٹ کا حکم	۴۱۸
مصنوعی بالوں کا حکم	۴۱۹
عورتوں کے مہندی لگانے کا حکم	۴۱۹
چہرہ کے رنگ نکھارنے کیلئے دوائی کا استعمال	۴۲۰
دانتوں کے تراشنے کا حکم	۴۲۰
مانگ نکالنے کا حکم	۴۲۰
مردوں کو دنداسہ استعمال کرنا	۴۲۱
مردوں کو چہرے کے کریم استعمال	۴۲۱
انگریزی بال اور فوجی کٹنگ	۴۲۱
بچوں کے بال انگریزی بنانا	۴۲۱
بڑی مونچھیں رکھنے کا حکم	۴۲۱
ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ	۴۲۲
ہاتھ کے ناخن کاٹنے کا دوسرا افضل طریقہ	۴۲۲
پاؤں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ	۴۲۳
ہاتھ پاؤں ناخنوں پر مہندی لگانا	۴۲۳
بالوں کو سیاہ خضاب اور ہیئر کلر استعمال کرنا	۴۲۳
عورت کا ہیئر کلر یا سیاہ خضاب لگانا	۴۲۴
پلاسٹک سرجری کا حکم	۴۲۴
الٹراوائلیٹ ریز کے نقصانات	۴۲۴
فقہائے کرام رحمہم اللہ کے کلام میں مکروہ کا مطلب	۴۲۵
سود	۴۲۶
سودی قرض لینا	۴۲۶
شادی اور کاروبار کیلئے سود پر قرض لینا	۴۲۶
سودی رقم میں حیلہ کرنا	۴۲۶
فلوس میں ربا کی ایک صورت کا حکم	۴۲۷
ہندوستان میں ربا کا حکم	۴۲۷
سود سے بچنے کی بعض تدبیریں	۴۲۸
سود کی رقم سے انعام تقسیم کرنا	۴۲۹
مجبوری میں سود دینے والا بھی گناہ گار ہے	۴۲۹
بیوہ بچوں کی پرورش کیلئے بینک سے سود کیسے لے؟	۴۳۰
سودی کمپنی کے حصص خریدنا	۴۳۰
سود کی رقم سے ہدیہ دینا لینا جائز ہے یا ناجائز؟	۴۳۱
سود کی رقم سے بیٹی کا جہیز خریدنا جائز نہیں	۴۳۱
شوہر اگر بیوی کو سود کی رقم خرچ کیلئے دے تو وبال کس پر ہوگا؟	۴۳۱
سود کی رقم کسی اجنبی غریب کو دے دیں	۴۳۲

سود کی رقم استعمال کرنا حرام ہے تو غریب کو کیوں دی جائے؟	۴۳۲
سود کی رقم ملازمہ کو بطور تنخواہ دینا	۴۳۲
سود کی رقم رشوت میں خرچ کرنا دہرا گناہ ہے	۴۳۳
رسالہ رافع الضنک عن منافع البنک	۴۳۳
بینک کے سود کی ایک خاص صورت کا حکم	۴۳۶
بینک کے سود سے انکم ٹیکس ادا کرنا	۴۳۷
یتیم کا مال بینک میں رکھ کر سود لینا	۴۳۷
بینک کے تین کھاتوں میں سے کسی ایک میں رقم جمع کرنا	۴۳۷
نیشنل بینک سیونگ سکیم کا شرعی حکم	۴۳۸
ساٹھ ہزار روپے دے کر تین مہینے بعد اسی ہزار روپے لینا	۴۳۸
بینک سے سود نکالنے پر اشکال اور اس کا جواب	۴۳۸
بینک کا سود غیر مسلم کو دینا	۴۳۹
بینک کے سود سے غریب کے گھر کا بیت الخلاء بنوانا	۴۳۹
سود کو بینک میں رہنے دیں یا نکال کر غریبوں کو دے دیں؟	۴۴۰
سرکاری بینک سے سود لینا	۴۴۱
گاڑی بینک خرید کر منافع پر بیچ دے تو جائز ہے؟	۴۴۲
لاٹری کا شرعی حکم کیا ہے؟	۴۴۲
پیسوں کی کمیٹی ڈالنے کی ایک صورت	۴۴۲
بازی میں حاصل شدہ جانور کا حکم	۴۴۲
ربا اور قمار کی ایک صورت	۴۴۲
جوئے کی ایک صورت	۴۴۳
بیمہ کرانا سود اور قمار سے مرکب ہے	۴۴۳
بیمہ اور انشورنس کا شرعی حکم	۴۴۳
انشورنس کمپنی کی ملازمت کرنا	۴۴۳
کیا انشورنس کا کاروبار جائز ہے؟	۴۴۵
میڈیکل انشورنس کی ایک جائز صورت	۴۴۵
بیمہ کمپنی میں بطور ایجنٹ کمیشن لینا	۴۴۶
دس ہزار روپے والی بیمہ سکیم کا شرعی حکم	۴۴۶
اگر بیمہ گورنمنٹ کی مجبوری سے کروائے تو کیا حکم ہے؟	۴۴۷
بیمہ کیوں حرام ہے؟ جبکہ متوفی کی اولاد کی پرورش کا ذریعہ ہے	۴۴۷
زندگی کا بیمہ کرانا	۴۴۷
سود کی رقم بیمہ میں ادا کرنا	۴۴۷
جہاز کے بیمہ کرنے کی صورتیں اور ان کا جواز وعدم جواز	۴۴۸
بیع میں کٹوتی کی شرط لگانا	۴۴۹
اخبار کے لائف ممبر بننا	۴۴۹
گھوڑ دوڑ کے شرعی احکام اور اس میں قمار کی حرمت	۴۵۰
گھوڑ دوڑ کے شرعی احکام	۴۵۰
گھوڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں	۴۵۲
تفریحی امور	۴۵۳

قوالی کی مضرتیں	۴۵۳
تاش کا کھیل	۴۵۳
کرکٹ کھیلنا شرعاً کیسا ہے؟	۴۵۴
شطرنج کھیلنا	۴۵۴
شطرنج کھیلتے ہوئے ہاتھ خون خنزیر میں ڈوبنا	۴۵۵
گڑیوں سے کھیلنا	۴۵۵
والی بال کھیلنا	۴۵۶
ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور یوگا سیکھنا	۴۵۶
کشتی کرنا، فٹ بال اور کبڈی کھیلنا	۴۵۶
خواتین کیلئے ہاکی کھیلنے کے جواز پر فتویٰ	۴۵۶
گانوں کے ذریعے تبلیغ کرنا	۴۵۷
ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کا دینی مقاصد کیلئے استعمال	۴۵۷
"فجر اسلام" نامی فلم دیکھنا کیسا ہے؟	۴۵۷
"اسلامی فلم" دیکھنا	۴۵۸
ٹی وی پر بھی فلم دیکھنا جائز نہیں	۴۵۸
حیات نبویؐ پر فلم، ایک یہودی سازش	۴۵۹
ٹی وی میں عورتوں کی شکل وصورت دیکھنا	۴۶۰
ٹی وی اور ویڈیو پر اچھی تقریریں سننا	۴۶۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بنی ہوئی فلم دیکھنا	۴۶۱
ٹیلی ویژن دیکھنا کیسا ہے؟ جبکہ اس پر دینی پروگرام بھی آتے ہیں	۴۶۱
فلم دیکھنے کے لیے رقم دینا	۴۶۱
بیوی کو ٹی وی دیکھنے کی اجازت دینا	۴۶۲
ویڈیو کیسٹ بیچنے والے کی کمائی ناجائز ہے	۴۶۲
ٹیلی ویژن میں کام کرنے والے سب گنہگار	۴۶۳
ٹی وی اور ویڈیو فلم	۴۶۳
اخباروں کی تصویروں کا حکم	۴۶۵
تصویر بنانے اور رکھنے میں فرق	۴۶۵
ترکیب نماز تصویروں کیساتھ شائع کرنا	۴۶۶
تصویر کشی سے متعلق علمائے مصر سے سوال و جواب	۴۶۶
اپنا فوٹو اپنے پاس رکھنا	۴۶۷
شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ	۴۶۷
شناختی کارڈ جیب میں بند ہو تو مسجد جانا صحیح ہے	۴۶۸
مداری کا کھیل دیکھنا دکھانا	۴۶۸
ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھنا	۴۶۸
کفار کے تہواروں میں کرتب دکھانا	۴۶۹
کیرم کھیلنے کا حکم	۴۶۹
روپے کو بطور زیور ہار بنا کر گلے میں ڈالنا	۴۶۹
نعت یا حمد کے اشعار بلند آواز سے پڑھنا	۴۶۹
کیا قوالی جائز ہے؟	۴۷۰
کیا قوالی سننا جائز ہے؟	۴۷۰
کیمرے کی تصویر کا حکم	۴۷۰
تالی اور گھونگھرو وغیرہ کی بیع اور انکا استعمال	۴۷۲
شکار کھیلنا اور اس کا پیشہ بنانا	۴۷۳
چیل وغیرہ کا شوقیہ شکار کرنا	۴۷۳
گڑیوں کا گھر میں رکھنا	۴۷۳

گھروں میں اپنے بزرگوں اور قرآن پڑھتے بچے یا دعا مانگتی ہوئی عورت کی تصویر	۴۷۵
جاندار کی اشکال کے کھلونے گھر میں رکھنا	۴۷۵
طب و میڈیکل سائنس	۴۷۶
ہسپتال میں بچہ کی ولادت	۴۷۶
مانع حمل دوا کا استعمال کرنا	۴۷۶
مانع حمل تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا	۴۷۶
خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم	۴۷۷
مانع حمل دوا غیر مسلم کو دینا	۴۷۸
اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں؟	۴۷۸
نفخ روح سے پہلے اسقاط کرانا	۴۷۸
سخت بیماری میں اسقاط کرانا	۴۷۸
زنا کے حمل کو ساقط کرانا	۴۷۹
پوسٹ مارٹم کا حکم	۴۷۹
طبی تجربہ کیلئے لاش چیرنا	۴۷۹
کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا	۴۸۰
آپریشن کے ذریعے تبدیل جنس کرانا	۴۸۱
زائد انگلی کا کٹانا	۴۸۱
اعضاء انسانی کی پیوند کاری	۴۸۱
حرام دوا کا استعمال	۴۸۲
جراح کا زخم اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لینا	۴۸۲
بطور علاج عورت کا دودھ استعمال کرنا	۴۸۲
انگریزی ادویات کے استعمال کا حکم	۴۸۲
بچہ کا تولد نہ ہوتا ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا	۵۴۳
شکار و ذبیحہ	۵۴۴
عیسائی ملکوں کا ذبیحہ	۵۴۴
شوقیہ طور پر شکار کھیلنے کا حکم	۵۴۵
باز کے شکار کا حکم	۵۴۵
طوطا، بگلا، ہدہد، لالی حلال ہیں یا نہیں ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے بغیر وضو اذان دینا	۵۴۶
گردن مروڑی ہوئی مرغی حلال ہے یا نہیں؟	۵۴۷
جو گائے سور سے حاملہ ہوئی اور اس کے دودھ، گھی کا کیا حکم ہے	۵۴۷
مشتبہ ذبیحے کی ایک صورت کا حکم	۵۴۷
بیرونی ممالک کی مذبوحہ مرغیوں کا حکم	۵۴۸
بندوق کے شکار کا حکم	۵۴۸
شکاری کتے کے شکار کا حکم	۵۴۹
مجوسی کی شکار کردہ مچھلی	۵۴۹
قصاب کا ذبیحہ اور بیمار جانور ذبح کرنیکا حکم	۵۴۹
مچھلی کا بندوق سے شکار کرنا	۵۵۰
دریائی جانور اُود بلاؤ کے انڈوں کا حکم	۵۵۰
جھینگا کھانا اور اس کا کاروبار کرنا	۵۵۰
فوق العقدہ ذبح کئے ہوئے جانور کا حکم	۵۵۱
جس جانور کی چار رگیں کٹ گئی ہوں لیکن ذبح گھنڈی سے اوپر ہو تو کیا حکم ہے	۵۵۱
حائضہ، نفساء، جنبی کے ذبیحے کا حکم	۵۵۲
جس مرغی کا سر بلی نے الگ کرلیا ہو کیا اس کا ذبح جائز ہے	۵۵۲

عورت کا ذبیحہ حلال ہے	۵۵۲	قتل اور مفضی الی القتل کی تفصیل	۵۶۱
ذبح شدہ جانور کے خون کے چھینٹوں کا شرعی حکم	۵۵۳	کمیونسٹوں کے ساتھ رہنے والے مسلمانوں کے احکام	۵۶۲
چرم قربانی کا گوشت سے تبادلہ کرنا	۵۵۳	اسلام میں مغربی جمہوریت	۵۶۲
امام مسجد کو چرم قربانی دینا کیسا ہے	۵۵۳	آلات حرب یا عسکری قوت کو ضائع کرنے یا ان کو منجمد کرنے پر وعید یں	۵۶۵
چرم قربانی وغیرہ کو مفاد عامہ میں خرچ کرنا	۵۵۴		
قربانی کی کھالوں کی رقم سول ڈیفنس پر خرچ	۵۵۴	حکومت کیخلاف ہنگاموں میں مرنے والے اور افغان چھاپہ مار کیا شہید ہیں؟	۵۶۷
فلاحی کاموں کیلئے قربانی کی کھالیں جمع کرنا	۵۵۵		
جہاد اور اسکے احکام	۵۵۶	اس دور میں شرعی لونڈیوں کا تصور	۵۶۷
جہاد کی تعریف	۵۵۶	**متفرقات**	۵۶۸
جہاد کی ذمہ داری کا حکم	۵۵۶	مصافحہ دونوں ہاتھوں سے مسنون ہے یا ایک ہاتھ سے؟	۵۶۸
بوسنیا میں جہاد کا شرعی حکم	۵۵۷		
جہاد میں شرکت کیلئے والدین کی اجازت	۵۵۷	مصافحہ بالیدین کا طریقہ	۵۶۸
مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور اعانت مسلم ارباب اقتدار کی ذمہ داری ہے	۵۵۷	مصافحہ کا مسنون وقت	۵۶۸
		ساز و قوالی اور راہ طریقت	۵۶۹
امیر جماعت کے شرعی احکام	۵۵۸	انگریزی ممالک کو تباہ کرنے کیلئے ان کا شعار اختیار کرنا	۵۶۹
مظلومین کشمیر کی امداد میں قید ہونا	۵۵۸		
جہاد کشمیر کی فرضیت کا حکم	۵۵۹	مسجد کے پاس آلات لہو ولعب کے استعمال کا حکم	۵۷۰
برما کے مظلوم مسلمانوں پر جہاد کا حکم	۵۵۹		
بضرورت جہاد ڈاڑھی منڈانا جائز نہیں	۵۶۰	جوڈو کراٹے سنٹر کا سلام میں جھکنے کا قانون خلاف شرع ہے	۵۷۰
جہاد کے دوران مونچھیں بڑھانا	۵۶۰		
کنیزوں کا حکم	۵۶۰	سرکاری اداروں میں افسران کو سلیوٹ (سلام) کرنے کی شرعی حیثیت	۵۷۱
کیا ہنگاموں میں مرنے والے شہید ہیں	۵۶۱		
خودکشی کے بعد بھی مغفرت کی امید	۵۶۱	غیر مسلم کو سلام کرنا اور اسکے سلام کا جواب	۵۷۲

عید کے روز معانقہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟	۵۷۲
ووٹ کی شرعی حیثیت	۵۷۲
عورت کے ووٹ دینے اور ممبر اسمبلی بننے کا حکم	۵۷۴
مسلمان ملک میں کتوں کی نمائش	۵۷۴
کتا رکھنے کیلئے اصحاب کہف کے کتے کا حوالہ غلط ہے	۵۷۵
آلہ مکبر الصوت کا حکم	۵۷۷
ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر سے وعظ کرنا	۵۷۷
ڈرامہ کے ذریعہ نماز کی تعلیم	۵۷۷
تعلیم کیلئے لاؤڈ اسپیکر پر لڑکیوں کی تقریر کرانا	۵۷۷
قبر پر تخفیف عذاب کیلئے پھول ڈالنے کا حکم	۵۷۸
قرآن مجید کی قسم کھانا شرعاً معتبر نہیں	۵۷۹
سودا بیچنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا	۵۷۹
ناجائز اشیاء بیچ کر نذر و نیاز کرنا	۵۸۰
مجلس مولود، تقسیم شیرینی اور چادر پوشی کی نذر	۵۸۰
گالی پر تعزیر اور گالی کے بدلے گالی دینا	۵۸۱
غیبت اور سود خور کی سزائیں	۵۸۱
شرابی کی سزا کا ثبوت	۵۸۱
نسوار کی شکل میں تمباکو کے استعمال کا حکم	۵۸۱
شراب نوشی کی کیا سزا ہے	۵۸۲
شراب اور بھنگ کے استعمال میں فرق؟	۵۸۲
سیون اپ اور کوکا کولا پینے کا حکم	۵۸۲
گنے کے رس سے کشید کی گئی شراب	۵۸۲
زانی کو باپ کے قتل کرنے سزا	۵۸۳
زانیہ بیوی کو زہر دے کر مارنے کی سزا	۵۸۳
جس نے سور کا دودھ استعمال کیا اس کی سزا	۵۸۳
والدین کو زدوکوب کرنے کی سزا	۵۸۳
سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال	۵۸۴
وکلاء کی جرح کے خوف سے گواہی چھپانا	۵۸۴
شرعی پردہ نہ کرانیوالے کی شہادت مردود ہے	۵۸۴
تصویر رکھنے والے کی شہادت مردود ہے	۵۸۵
ٹی وی دیکھنے والے کی شہادت مردود ہے	۵۸۵
پیشۂ وکالت اور تصرف وکیل وکالت کی تعریف اور اس کا ثبوت	۵۸۶
پیشہ وکالت جائز ہونے کی تحقیق	۵۸۶
گارنٹی سے کوئی چیز خریدنے یا بیچنے کا حکم	۵۸۷
حکومت کی طرف سے مقرر کردہ جج کی شرعی حیثیت	۵۸۸
تانبا، پیتل وغیرہ دھات کے جانور بنانا	۵۸۸
کتے، بلی کو مارنا	۵۹۰
چوہے وغیرہ کو زہر دے کر مارنا	۵۹۰
کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا	۵۹۰
مجنون (پاگل) اور نابالغ کی وصیت کا حکم	۵۹۰
اولاد کو عاق کرنا محض بے اصل ہے	۵۹۰
کالرہ بل کی شرعی حیثیت اور حکم	۵۹۱

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے (حدیث)

نجات کے چار اصول

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: "نجات کے چار اصول ہیں۔ ایک علم دوسرا عمل، تیسرا اخلاص اور چوتھا اپنی آخرت کی فکر۔ یہ چار بنیادیں ہیں جس سے آدمیت بنتی ہے اور انسان کی انسانیت ترقی کرتی ہے۔ گویا کہ جس طرح انسان کا بدن چار چیزوں سے مل کر بنتا ہے (آگ، پانی، ہوا اور مٹی) اسی طرح انسان کی روح بھی چار چیزوں سے مل کر بنتی ہے علم، عمل، اخلاص اور فکر۔ اگر یہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی نہ ہو تو انسانی جسم ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ چار چیزیں نہ ہوں تو یہ روح ختم ہو جائے گی"۔

ترقی کا پہلا درجہ تعلیم

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: "قومی ترقی کی دفعات میں سب سے پہلی چیز "تعلیم" ہے۔ جس سے کسی قوم کا دل و دماغ بنایا جاتا ہے۔ تمام کامیابیاں اور ہر نوع کی عزت و سربلندی کا ابتدائی زینہ "علم" ہے۔ حق تعالیٰ نے انبیاء مرسلین علیہم السلام کا سلسلہ اسی علم کی نشر و اشاعت کے لئے قائم فرمایا۔ اسلام میں سب سے پہلی آیت ہی اقرأ نازل ہوئی جو حصول علم پر ابھارتی ہے اسی لئے دینی تقاضوں کے اعتبار سے سب سے پہلا اور اہم ترین مسئلہ تعلیم کا ہے"۔

علماء اور عوام

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں تو ایک مختصر بات کرتا ہوں کہ عالم کیلئے کتاب و سنت حجت ہے ان میں وہ مسائل تلاش کرے عوام کے لئے حجت خود وہ عالم ہے عوام کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ براہ راست قرآن و حدیث کو سمجھیں انہیں تعلیم نہیں وہ اسے کیا سمجھیں؟ عوام کا کام یہ ہے کہ عالم ربانی جو فتویٰ دیں اس پر عمل کریں"۔ (جواہر حکمت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقائد

مسلمان کی تعریف

سوال: مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو ماننے والا مسلمان ہے۔ دین اسلام کے وہ امور جن کا دین میں داخل ہونا قطعی تواتر سے ثابت اور عام و خاص کو معلوم ہو ان کو ''ضروریات دین'' کہتے ہیں۔ ان ''ضروریات دین'' میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔ (جامع الفتاویٰ ج ا ص ۴)

اسلام اور کفر کا معیار کیا ہے؟

سوال: کفر و اسلام کا معیار کیا ہے؟ اور کس وجہ سے کسی مسلمان کو مرتد یا خارج از اسلام کہا جا سکتا ہے؟ مختصر اور جامع جواب سے نوازا جائے

جواب: ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ مرتد ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ صاف طور سے مذہب تبدیل کر کے اسلام سے پھر جائے۔ جیسے عیسائی، یہودی، آریہ وغیرہ مذہب اختیار کرے، یا خداوند عالم کے وجود کا انکار کرے، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے۔

دوسری صورت یہ کہ صاف طور سے تبدیل مذہب یا توحید و رسالت کا انکار تو نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو قرآن کریم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کے برابر ہوں، جیسے اسلام کے کسی ایسے ضروری اور قطعی حکم کا انکار کر دے جس کا ثبوت قرآن کریم یا حدیث متواترہ سے ہو یہ صورت بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے۔ اگرچہ اسلام کے دوسرے احکام پر شدت کے ساتھ عامل ہو۔ (جواہر الفقہ ج ا ص ۲۳)

ضابطہ تکفیر

سوال: کسی مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں آج کل ایک عجیب افراط و تفریط ہے۔ ایک

جماعت ادنیٰ سے معاملات پر کفر کا حکم لگاتی ہے اور ذرا سی بات خلاف شرع ہو جانے پر اسلام سے مسلمانوں کو خارج کہنے لگتی ہے اس کے خلاف دوسری نو تعلیم یافتہ آزاد خیال جماعت جس کے نزدیک کوئی قول و فعل خواہ کتنا ہی شدید اور عقائد اسلامیہ کے خلاف ہو کفر کہلانے کا مستحق نہیں، جب تک کہ وہ کلمہ گو ہو اور توحید و رسالت کا قائل ہو، صحیح ضابطہ کیا ہے؟

جواب: جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف آئمہ مجتہدین میں ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں (ضروریات دین کی وضاحت آگے آرہی ہے) سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تحریف جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کرے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۲۵)

کسی کافر ملک کا ویزا حاصل کرنے کیلئے ویزا فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھنے کا حکم

سوال: خدا کرے حضرت بعافیت کاملہ ہوں، ان دنوں یہ مسئلہ زیر غور ہے کہ بعض مسلمان کسی کافر ملک کا ویزا سہولت سے حاصل کرنے کے لیے یا کسی اور دنیاوی مصلحت کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کے فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھ دیتے ہیں، اتنی بات تو طے شدہ ہے کہ یہ انتہائی قبیح حرکت اور بڑا گناہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ یہاں دارالافتاء میں اس سلسلے میں استفتاء بھی آیا ہوا ہے اس سلسلے میں غور کرنے سے جو نقطہ نظر سامنے آیا ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ آخر میں چند متعلقہ عبارات بھی ذکر کر دی گئی ہیں۔ جناب سے درخواست ہے کہ اپنی رائے گرامی سے مطلع فرمائیں؟

۱- کسی کلمے کے موجب کفر ہونے، نہ ہونے میں اختلاف ہو تو احتیاط عدم تکفیر میں ہوتی ہے۔

۲- جو کلمہ فی نفسہ موجب کفر ہو اس کے تلفظ و تکلم کی کئی صورتیں ہیں۔

۱- ناسیا یا خاطئاً تکلم ہو، اس صورت میں بالاتفاق تکفیر نہیں کی جائے گی۔

۲- عامداً تکلم ہو، معلوم ہوتا ہے کہ عمد سے مراد یہ ہے کہ تکلم کا قصد بھی ہو، اس کلمے کے موجب کفر ہونے کا علم بھی ہو اور کفر کا ارادہ بھی ہو، اس صورت میں بالاتفاق تکفیر کی جائے گی۔

۳- جاہلاً تکلم ہو یعنی تکلم تو ارادے سے ہو مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا

ہے۔اس صورت میں اختلاف ہے، تکفیر وعدم تکفیر دونوں قول ہیں۔

۴-ہازلاً تکلم ہو یعنی تکلم تو ارادے سے ہو اور اس کے موجب کفر ہونے کا علم بھی تھا مگر ایقاع حکم یعنی کفر کا ارادہ نہیں تھا اس صورت میں تکفیر کی جاتی ہے۔

۵-لاعباً تکلم ہو یعنی بطور استہزاء کے کلمہ کفر کہا جائے یہ استخفاف ایمان ہے اور اس کی بھی تکفیر کی جاتی ہے۔

اس تفصیل کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے آپ کو قادیانی لکھتے ہوئے اگر علم ہو کہ یہ باعث کفر ہے لیکن اعتقاد کفر نہ ہو تو یہ لاعباً یا ہازلاً تکلم قرار پائے گا اور اس صورت میں تکفیر ہوگی اور اگر موجب کفر ہونے کا علم نہ ہوتے ہوئے لکھا گیا ہے تو اختلاف کی بناء پر احتیاط اس میں ہے کہ تکفیر نہ کی جائے۔

یہ جواب احقر کی ہدایت پر لکھا گیا ہے۔ دراصل کوئی کلمہ کفر کہنا اور بات ہے اور اپنے آپ کو کسی معروف کافر مذہب کی طرف منسوب کرنا اور بات ہے جو عبارات تحریر کی گئی ہیں وہ اول الذکر صورت سے متعلق ہیں ثانی الذکر سے نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ پاسپورٹ پر مذہب کے خانے میں اپنے آپ کو "مسلمان" کے بجائے قادیانی یا کسی اور مذہب کا پیرو لکھوانا جو ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے موجب کفر ہے جس سے توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۷۲ تا ۷۵)

کلمہ طیبہ کے ساتھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنا

سوال: کیا کلمہ طیبہ کے ساتھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنا جائز ہے یا کلمہ طیبہ صرف (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ) ہی ہے؟ بندہ کلمہ کے ساتھ زیادتی کی بناء پر (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنے سے روکتا ہے صرف اس خدشے سے کہ کلمہ میں اضافہ جائز نہیں ہے کیا میرا یہ روکنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: کلمہ تو (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ) ہی ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی جب بھی لیا جائے تو اس پر درود شریف پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔ اس لیے اگر کلمہ کے بعد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اس میں یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ (صلی اللہ علیہ وسلم کہتے وقت لہجہ کچھ بدل لیا جائے تا کہ کلمہ پر اضافے کا شبہ نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۵۳ تا ۵۵)

کلمہ طیبہ میں اضافہ کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کلمہ طیبہ شریف یعنی

(لاالٰہ الاّ اللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ) میں زیادتی کرے۔ یعنی علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وغیرہ کلمات بڑھائے ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمادیں؟

جواب: ایسا شخص گمراہ اور بے دین ہے توبہ اور استغفار اس پر لازم ہے اور کافر نہیں فقط والسلام واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ص ۲۰۹)

کفریہ عقائد و اعمال

سوال: زید ایک فوجی افسر ہے' تصویر کھینچنے کا آلہ رکھا ہے جس سے بہت سے لوگوں کے گھر اور اپنا فوٹو اور تصویروں سے بھر دیا ہے۔ نیز تصویروں کو جائز بتا کر مسلمانوں کو گمراہ بھی کرتا ہے' گراموفون سے عشقیہ غزلیں مع اہل خانہ کے سنتا ہے' زکوٰۃ کے معاملہ میں بہت زیادہ بخیل ہے' بہو بیٹیاں لیڈی فیشن قیص پہنتی ہیں' ایک زید کا بیٹا ہے جس نے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اسلام پر بیسیوں نکتہ چینیاں کرسکتا ہوں' کہتا ہے کہ تمام مذاہب حق ہیں' کوئی قریب کوئی بعید راہ سے خدا تک پہنچتے ہیں' خود زید سفید داڑھی ہر صبح جڑ سے مونڈھتا ہے' امام مسجد سے اپنی حمد چاہتا ہے' وعدہ خلافی' جھوٹی شہادتیں' تکبر اس کا خاصہ ہے اور اس طرح کی بہت سی برائیاں ہیں' ایسے شخص سے ترک موالات ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص نہایت خطرناک ہے' اہل اسلام کو اس سے دور رہنا لازم ہے ورنہ اس کے زہریلے اثرات سے ایمان کا خطرہ ہے' دین اسلام کے علاوہ آج کوئی دین حق موجود نہیں' نجات صرف دین اسلام میں منحصر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰: ص ۵۵)

اسلامی سوشلزم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں زید ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو کہ اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات چاہتی ہے' مساوات سے مراد یہ کہ غریب انسان اور عوام کو روٹی وغیرہ اور اپنا اپنا حق اسلام کی روشنی میں ملے۔ جماعت کا ہر فرد اور زید بھی خدا' رسول' یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' کچھ علماء دین نے اسلامی سوشلزم چاہنے والوں کو کافر مرتد قرار دیا ہے' کچھ علماء دین نے اسلامی مساوات کو جائز قرار دیا ہے اور کچھ علماء نے اس کی مخالفت کی ہے۔ ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہیں' میں کس کی بات تسلیم کروں؟

جواب: کسی مسلم فرد یا مسلم جماعت کو کافر یا مرتد قرار دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ جب تک نصوص قطعیہ سے اس کا کفر ثابت نہ ہو اس پر اقدام نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ ان

دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ آپ دونوں علماء دین کی وہ مکمل تحریرات یہاں بھیجیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوسکے گا کہ کس کے دلائل کس درجہ کے ہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج:۱ص۱۰۱)

''اسلامی سوشلزم'' سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت

سوال: اسلامی سوشلزم کیا ہے؟ اور کیا موجودہ حالات میں اس کو قبول کرنا ہمارے لیے دُرست ہے؟ (قاضی نذیر احمد سونڈا ضلع ٹھٹھہ)

جواب: کچھ عرصے سے ہمارے معاشرے میں یہ وبا چل نکلی ہے کہ مغرب سے آئے ہوئے ہر غلط یا صحیح نظریے کے ساتھ صرف ''اسلامی'' کا نام لگا کر اسے بزعم خود ''مشرف بہ اسلام'' کرلیا جاتا ہے' پھر اس کی تبلیغ شروع کردی جاتی ہے۔اسلامی سوشلزم کا نعرہ بھی ایسا ہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور سوشلزم زندگی کے دو بالکل مختلف نظام ہیں جن میں مطابقت ممکن نہیں' سوشلزم درحقیقت سرمایہ دارانہ نظام کی ہلاکت آفرینیوں کا ایک جذباتی ردعمل ہے جو بجائے خود اتنا ہی مضر اور خطرناک ہے جتنا سرمایہ دارانہ نظام' سوشلزم کی بنیاد انفرادی ملکیت کے انکار پر ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں غریبوں کے خون چوسنے کا جو ظالمانہ کھیل کھیلا گیا اس سے متاثر ہوکر سوشلزم کے علم برداروں نے انفرادی ملکیت کا سرے سے انکار کردیا حالانکہ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوسکا کہ چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار ختم ہوگئے اور ان سب کی جگہ ایک بڑا سرمایہ دار وجود میں آگیا جو پورے استبداد کے ساتھ دولت کے ایک بڑے ذخیرے سے کھیلتا ہے' رہا بیچارا مزدور سو وہ سوشلزم میں بھی اتنا ہی بے بس ہے جتنا سرمایہ داری میں تھا۔

اسلامی نقطہ نظر سے سرمایہ داری کی خرابیوں کا علاج انفرادی ملکیت کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ انفرادی ملکیت کی خودغرضی اور بے لگامی کو ختم کرنا ہے۔چنانچہ اسلام میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن سود کی حرمت اور زکوٰۃ' صدقات' نفقات' کفارات' عشر وخراج اور وراثت وغیرہ کے احکام کے ذریعے اس نے اس ملکیت کو حدود کا پابند بنادیا ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ سوشلزم کی بنیاد جس نظریے پر قائم ہے اسلام اس بنیاد ہی کو تسلیم نہیں کرتا اس لیے دونوں میں نظریاتی مصالحت کا کوئی امکان نہیں' اسلام سوشلزم نہیں بن سکتا اور سوشلزم اسلام نہیں کہلاسکتا۔لہٰذا ''اسلامی سوشلزم'' کا نعرہ ایک مہمل نعرہ ہے جو دونوں معاشی نظاموں یا کم از کم اسلامی نظام معیشت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔پاکستان میں ہماری ضرورت ''اسلام'' ہے ''سوشلزم'' نہیں۔واللہ اعلم (یہ فتویٰ ماہنامہ ''البلاغ'' کے شمارہ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ سے لیا گیا۔(مرتب)

کمیونزم

سوال: ہم لوگ کمیونسٹ پارٹی ہیں جو چین و روس میں ہے اور جس کا موجد ''لینن'' اور ''مارکس'' ہیں۔ اس کے موجدین کے کیا کیا اصول وضوابط ہیں' اس پارٹی میں قرآن حکیم اور حدیث کی عظمت ووقار باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اسلامی نقطہ نظر سے اس میں فتویٰ عنایت فرمائیں؟

جواب: حامداً ومصلیاً: کمیونزم کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ انسان کو مذہب سے لڑایا جائے۔ چنانچہ واٹ کمیونزم از دیب ص ۸۱۲ میں ہے کہ کمیونزم کا ممبر اس شخص کے علاوہ کوئی نہیں بن سکتا جو صدق دل سے صاف صاف اس کا اعلان نہ کردے کہ وہ دُہریہ ہے یعنی منکر خدا ہے۔ یہ کمیونزم کا اجمالی خاکہ ہے جس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اعتقاد کے اعتبار سے بھی وہ صراحتاً اسلام کے خلاف ہے' سیاسی حیثیت سے اس میں شرکت وقتی طور پر اگر مفید بھی نظر آتی ہو پھر بھی دینی حیثیت سے اس کا ضرر واضح ہے۔ ''اس لیے ہرگز ایسی پارٹی میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔'' (م'ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۰۲)

غیر خدا کو رب کہنا کفر ہے یا نہیں؟

سوال: زید نے اپنی تالیف تصوف میں یہ فقرات تحریر کیے ''بس طالبان خدا پر واجب ولازم ہے کہ اس رسالہ کو حرز جان بنائیں اور بموجب تحریر رسالہ موصوف عمل پیرا ہو کر اپنے رب مجازی اور حقیقی کی خوشنودی اور قربت حاصل کریں' عمرو کہتا ہے کہ اپنے تئیں رب مجازی کہا جس کی یہاں کوئی تاویل نہیں' لہٰذا کفر کیا۔ خالد کہتا ہے کہ مجاز ضد حقیقت اور ایک قسم کا نقص ہے جو ذات باری کی صفت نہیں ہوسکتا۔ پس غیر خدا کو رب مجازی کہنا جائز ہے اور جو رب مجازی کہنے والے کو کافر کہے اس کی نسبت خود خوف کفر ہے' ہم لوگ عامی ہیں لہٰذا ہدایت کی جائے کہ حق کیا ہے؟ آیا رب مجازی غیر خدا کو کہنا کفر ہے یا نہیں؟ اور اگر کفر نہیں تو جو شخص رب مجازی غیر خدا کو کہنے والے کی تکفیر کرے اس کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟

جواب: عربی لغت میں تو لفظ رب کے معنی میں عموم ہے۔ وہاں قرائن کی بناء پر مطلق مربی و مالک کے معنی میں استعمال کی گنجائش ہے مگر اردو میں خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اس میں مجازی کی قید ایسی ہے جیسی خدائے مجازی میں حالانکہ فارسی میں لفظ خدا عام ہے۔ جیسے کتخدا یا کسی کو خالق مجازی' یا رازق مجازی کہنا۔ اس بناء پر کہ قرآن میں ''اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ' وَخَیْرُ الرَّازِقِیْنَ'' آیا ہے مگر ہمارے محاورے میں عام نہیں اس لیے جائز نہیں۔ غرض اس لفظ کا استعمال مخلوق کے لیے جائز نہیں لیکن پھر بھی اس کو کفر نہ کہیں گے' صرف معصیت کہیں گے اور جو کفر کہتا ہے وہ بھی تاویل سے کہتا ہے اس لیے اس کو کفر کہنا بھی کفر نہیں' معصیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۲۶)

فقہاء کے اس قول کے معنی کہ ننانوے وجوہ کفر پر ایک وجہ ایمان کو ترجیح ہے

سوال: اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی پائی جائیں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہ کہا جاوے گا' نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جاوے گا' نیز ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا؟

اب علماء کرام سے عرض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہے' علماء دین اس پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں؟

جواب: جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی کافر کہا جاوے گا اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جن میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو۔ مرزا کے کلام میں اپنے نبی نہ ماننے والے پر کفر کا فتویٰ ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور دعویٰ نبوت واہانت انبیاء دونوں کفر ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸۶)

اہل قبلہ ہونے کا مطلب

سوال: کلمہ گو اور اہل قبلہ کی شرعاً کیا تعریف ہے؟ قادیانی' مرزائی' لاہوری' اہل قبلہ ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟

جواب: کلمہ گو اور اہل قبلہ ایک خاص اصطلاح ہے' اسلام اور مسلمانوں کی جس کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں کہ جو کلمہ پڑھ لے خواہ کسی طریقہ سے پڑھے یا جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے بلکہ یہ لفظ اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو' جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایم اے ہے تو ایم اے ایک اصطلاحی نام ہے ان تمام علوم کا جو اس درجہ میں سکھائے جاتے ہیں' اسی طرح اہل قبلہ کے معنی بھی باتفاق اُمت یہی ہیں کہ جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو۔ (امداد المفتین ص ۱۱۳)

"یعنی ضروریات دین کو مانتا ہو" (م'ع)

شش کلمات پر اعتقاد کافی ہے یاد کرنا ضروری نہیں

سوال: چھ کلموں کے الفاظ میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے' نیز ان کلموں کو یاد کرنا ضروری ہے یا صرف اعتقاد کافی ہے؟

جواب: کلمات اسلام وغیرہ پر اعتقاد رکھنا بہر حال ضروری ہے اور ان کو پڑھتے رہنا موجب خیر و برکت ہے۔ ایک دفعہ پڑھنا علی سبیل الاقرار فرض ہے' آپ نے جو الفاظ یاد کیے ہیں اور جو موجودہ

نماز میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں یہ ایسا اختلاف نہیں ہے کہ جس سے معانی یا مفہومات بدل جائیں۔ لہٰذا جو الفاظ آپ کو یاد ہیں پڑھتے رہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ص ۱۳۲)

کلمہ طیبہ کو گالی دینے والا کافر ہے

سوال: اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ کو گالی دے تو از روئے شرع اس شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص کلمہ طیبہ کو گالی دے تو اس سے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ "کلمہ طیبہ" کو گالی دینا دین اسلام کے ساتھ استخفاف ہے اور استخفاف دین موجب کفر وارتداد ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ص ۱۳۸)

کسی عالم کو "خدا کا بھائی" کہہ دینا کفر ہے

سوال: ہندہ نے اپنے معتقد عالم کے بارے میں کہا کہ "وہ فرشتے ہیں" وہ خدا کے بھائی ہیں' پھر اپنی بات پر ندامت کا اظہار کیا اور اپنی بات سے رجوع کر لیا' اس صورت میں ہندہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر کفر لاحق ہوا۔ اس پر لازم ہے کہ پہلے خالص توبہ و استغفار کرتی ہوئی تجدید ایمان کرے اور پھر اسی شوہر سے نکاح کرے۔ (احیاء العلوم ج ۱ص ۹۲)

"عدت کی ضرورت نہیں" (م'ع)

تماشا کرنے والا کہے کہ میں خدا ہوں تو وہ مرتد و کافر ہے

سوال: تماشا کرنے والا تماشے کے وقت اپنے آپ کو (نعوذ باللہ) خدا کہتا ہے اور دوسروں کو سجدہ کرنے کو کہتا ہے' کیا وہ مسلمان ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ اس تماشہ کے اندر عبرت دکھائی جاتی ہے اور ناحق کو شکست اور حق کو فتح اس کا نتیجہ ہوتا ہے' ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفر و ارتداد صریح ہے' اس میں تاویل کی گنجائش نہیں' نیز یہ قول غلط ہے اور تاویل باطل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ص ۳۰۰)

جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا

سوال: جو لوگ شہادت کا ذمہ ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس مقدمہ میں سچ کہوں گا' جھوٹ نہ کہوں گا' یا سچ کہا میں نے جھوٹ نہ کہا' یا سچ کہتا ہوں میں' جھوٹ نہیں کہتا ہوں میں' پھر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہوا اور اس کے خلاف کہا تو اس صورت میں یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر؟

جواب: فعل گزشتہ پر حق تعالیٰ کو شاہد کر کے جھوٹ بولنا کفر ہے اور یہ کہنا کہ "جھوٹ نہ کہوں

گا" استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے کا وعدہ کرتا ہے اور استقبال کے معنی مراد ہونے کی صورت میں کفر نہ ہوگا اور ماضی کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۷)

جدید سائنسی تحقیق انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! آج کل اردو، انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل و جرائد میں کلوننگ کا مسئلہ بہت زور و شور سے آرہا ہے اس مسئلہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسکاٹ لینڈ کے ایک سائنسدان ڈاکٹر ولمٹ نے کلوننگ کے ذریعے کئی بھیڑوں اور مختلف حیوانات کو پیدا کیا ہے اور اب وہ انسانی کلوننگ کا تجربہ کر رہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی جنس سے اس جیسی دوسری جنس پیدا کی جائے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق میں مداخلت ہے یا نہیں؟ جبکہ خالقیت اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے، کیا یہ صفت کسی انسان میں پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور دیگر حیوانات کی تخلیق خلیہ (سیل) سے ہوتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی پیدائش کی ابتداء دو خلیوں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک خلیہ باپ کا ہوتا ہے اور دوسرا ماں کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں خلیے یکجان ہو کر جراثیمی نظام کے ذریعے نشو و نما پاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خود بخود ٹوٹ کر کئی خلیوں کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایک سو بیس دنوں تک ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ دو جنسوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

تو گویا انسان کی پیدائش بھی خلیوں سے ہوتی ہے اور ایک انسان لاتعداد خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے جن میں سے ہر خلیہ ایک مکمل فیکٹری کا کام کرتا ہے مگر یہ بات حقیقت ہے کہ ان خلیوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، کوئی مخلوق ان خلیوں کو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ مردہ خلیوں سے کسی حیوان کی پیدائش کا کام لیا جا سکتا ہے۔ سائنسدان تو کائنات کے ظاہری مشاہدات پر غور و فکر کر کے پھر اس پر عملی تجربہ کرتے ہیں جس میں کبھی تو وہ کامیاب ہوتے ہیں اور کبھی ناکام۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر سائنسدان کسی تجربہ میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر جن اجزاء پر انہوں نے تجربہ کیا ہے وہ تو سائنس کی پیداوار نہیں ہوتے ان کا خالق تو لامحالہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لیے کسی کامیاب تجربہ میں بھی سائنس کو خالق کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے کہ خالق حقیقی ایک تو اپنی تخلیق میں کبھی ناکام نہیں ہوتا اور دوسری وہ معدوم چیز کے ہر مادہ کو خود پیدا کرتا ہے اور کسی دوسرے پیدا کردہ مادہ پر بنیاد قائم نہیں کرتا۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ "ھل من خالق غیر اللہ (الآیۃ)" کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور

خالق ہے؟ "لن یخلقوا ذباباً. (الآیۃ) "وہ معبودان باطلہ تو ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی بھی صفت خالقیت سے متصف نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا اسکاٹ لینڈ کے سائنسدان ڈاکٹر ایان ولمٹ اور اس کی جماعت نے جو بھیڑ اور بندر کو خلیوں سے پیدا کرنے کا تجربہ کیا ہے اس سے ان کے بارے میں خالقیت کا عقیدہ نہ رکھا جائے اور یہ تخلیق بھی نہیں بلکہ ایک کامیاب تجربہ ہے اس لیے کہ کسی چیز کا کلون اس کی ڈی این اے یا کروموسوم کی ترقی یافتہ شکل ہوتی ہے۔ جس میں قدرتی طور پر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ولمٹ اور اس کی جماعت نے اس کی پرورش کی جس سے بھیڑ کے کلون یعنی ڈی این اے نے بھیڑ کی شکل اختیار کی۔ چنانچہ ڈاکٹر ولمٹ کا کہنا ہے کہ اس نے بھیڑ کے پستان کے ایک ڈی این اے کو ترقی دے کر اس ڈی این اے میں قدرت نے جو امکانات پوشیدہ رکھے تھے انہی کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہوا ہے۔ (ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۶)

لہٰذا اس ڈی این اے کو ترقی دینے یا پرورش کرنے سے وہ (ڈاکٹر ولمٹ) اس بھیڑ کا خالق نہیں بنا۔ جیسا کہ کوئی دائی یا نرس کسی بچے کو پالنے اور اس کی پرورش کرنے سے اس کی ماں نہیں ہو سکتی، بالکل اسی طرح سائنسی ایجادات سے کسی خلاف فطرت کارنامے پر وہ سائنسدان خالق نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ ان اجزاء کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا اور ان میں یہ تمام تر خصوصیات اسی نے پیدا کی ہیں۔ البتہ اس قسم کے تجربوں سے کسی جانور کا پیدا ہونا یا کسی خلاف فطرت امر کا سامنے آنا شرعاً ناممکن نہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو سائنسدانوں کے ان تجربات سے قدرت خداوندی کا ظہور اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت سامنے آتی ہے۔ مثلاً سائنس کی اس ایجاد سے حیات ثانی کے اسلامی عقیدے کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مادہ پرست اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے منکرین سے لاشعوری میں یہ بات لوگوں پر عیاں کرادی کہ جب ایک مخلوق اپنے تجربہ سے کسی جانور کے ایک خلیہ سے ایک اور جانور کو بالکل اسی شکل وصورت، رنگ ڈھنگ اور دیگر عادات واطوار کے ساتھ پیدا کر سکتی ہے تو خالق کائنات، مالک ارض وسماء بدرجہ اولیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔

سائنس کی اس ایجاد سے حیات بعد الموت کے بارے میں وارد بعض احادیث مبارکہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ جب کوئی انسان اس دار فانی سے انتقال کر کے قبر میں چلا جاتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء خاک ہو جاتے ہیں، علاوہ دُمچی کے (دُم کے سرے کی ایک ہڈی) اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی سے انسان کو دنیاوی شکل وصورت میں اٹھائے گا۔ (بخاری ومسلم)

اور دُمچی کے بارے میں ایک روایت میں ہے کہ دُمچی رائی کے ایک دانے کی طرح ہے۔ (فتح الباری)

تو سائنس کی اس قسم کی ایجادات سے اسلامی تعلیمات کی تائید و تصدیق ہوتی ہے البتہ انسانی کلوننگ کا عمل شرعی نقطہ نظر سے کئی وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے۔

۱-اس تجربے کی کامیابی سے لاشعور اور لاعلم انسانوں کے دل و دماغ میں کسی سائنسدان کے خالق ہونے کا عقیدہ راسخ ہونے کا خطرہ ہے جو نص قرآن کریم ناجائز و حرام ہے اس لیے کہ صفت خالقیت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ "کما قال اللہ تعالیٰ: هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (الآیة) وَلَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا. (الآیة)

۲-اس عمل میں تغیر لخلق اللہ کا عنصر نمایاں ہے جو کہ ایک شیطانی عمل ہے۔ جس کا شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے انسانوں کو گمراہ کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ (ولامرنهم فليغيّرن خلق الله. الآیة) میں انسانوں کو اس بات کی تعلیم دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل وصورت میں تغیر پیدا کریں اور اس کو بگاڑ دیں۔ کلوننگ میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی انسانی شکل وصورت تختہ مشق بن جائے گی اور اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا ہے: "لاتبديل لخلق الله. الآية"

۳-اس عمل میں غیر فطری طریقہ سے انسان کی پیدائش ہوگی اور توالد و تناسل کا جو طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی۔

۴-اس طریقہ عمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ابتداء ہی سے مادر پدر آزاد ہوگا اور ماں باپ کے پیار و محبت سے محروم ہوگا جبکہ اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے ماں باپ کا ہونا از حد ضروری ہے۔

۵-کلوننگ کے اس عمل سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں جھگڑے پیدا ہونے کا قوی امکان ہے اس لیے کہ کلوننگ میں ایک ہی اصل سے خلیہ لیا جاتا ہے اور اسے کسی دوسری عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے تو اب اس بچے پر اس عورت اور جس مرد سے خلیہ لیا گیا ہے کے مابین جھگڑا پیدا ہوگا جبکہ جنگ و جدال سے اسلام نے منع فرمایا ہے اور اس کے ذرائع کو بند کرنے کا حکم دیا ہے۔

۶-کلوننگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کے ثبوت نسب کا بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوگا کہ اس بچے کا نسب خلیہ والے مرد سے ثابت کیا جائے یا جس عورت کے رحم میں یہ خلیہ رکھا گیا ہے اس سے نسب ثابت کیا جائے جبکہ اسلام نے ثبوت نسب کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اور حتی الامکان کسی بچے کے نسب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً یہ کہ اگر ایک شادی شدہ عورت سے کسی نے زنا

کیا اور اس زنا سے اسے حمل ہوگیا تو بچے کا نسب عورت کے زوج سے ثابت ہوگا نہ کہ زانی سے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" (الحدیث)

۷- اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف رنگوں اور صورتوں میں پیدا کیا ہے۔ حتیٰ کہ ہر انسان کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی لکیریں بھی ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہیں' ان کی آواز میں باہمی اختلاف موجود ہے اور یہ اختلاف اس لیے ہے کہ ان کی پہچان میں آسانی ہو اور اگر کسی سے جرم کا ارتکاب ہو جائے تو اس تک قانون کی رسائی ہو سکے جبکہ کلوننگ میں ایسا نہیں ہوسکتا اس لیے کہ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والا انسان اپنے اصل کے ساتھ ہر ہر شے میں موافق ہوگا' دونوں میں کوئی امتیازی نشان نہیں ہوگا جس کی وجہ سے اصل اور نقل میں پہچان مشکل ہو جائے گی۔ اسی طرح ارتکاب جرم کی صورت میں مجرم تک قانون کی رسائی بھی محال ہو جائے گی جس سے لاقانونیت' بدامنی' جرائم کی کثرت اور دنیا میں فسادات کے زیادہ ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے اور اگر کسی جرم میں اصل کے بجائے اس کے کلون کو اور کلون کے بجائے اس کے اصل کو سزا دی جائے تو یہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

۸- اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس کے تحت وہ کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے اور کسی کو بیٹیاں جبکہ بعض کو دونوں اور کسی کو عقیم یعنی بے اولاد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًاؕ" (الآیۃ)

کلوننگ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مخالف و مقابل ہے اس لیے کہ ہر انسان میں بارآور خلیہ جات لاتعداد مقدار میں موجود ہیں جس سے کلون کا پیدا ہونا لازمی امر ہے تو اس عمل سے کوئی بھی عقیم (بے اولاد) کا مصداق نہ ہوگا اور لوگ صرف زینہ اولاد کا ہی تقاضا کریں گے جس سے "يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا" کا مصداق مفقود ہو جائے گا۔

۹- بعض لوگ صرف اس لیے شادی کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بچے پیدا ہوں جبکہ بچے پیدا کرنا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت اور شادی کرنا فی ذاتہ سنت مؤکدہ ہے اور شادی کے بعد بچوں کا پیدا ہونا کوئی ضروری نہیں۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ چار چار شادیاں کرنے کے باوجود ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ طبی لحاظ سے وہ بالکل تندرست ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کرنے کو جائز قرار دیا گیا تو لوگ کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کریں گے اور

امر مطلوب (شادی) کا سنت عمل ترک کر دیں گے جو شرعاً صحیح نہیں۔

۱۰-کلوننگ کے اس عمل میں اجنبی عورت کے رحم میں خلیہ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عمل کے لیے غیر محرم مرد کے سامنے اس عورت کا ستر عورت کھل جاتا ہے جو کہ خلاف شرع' خلاف فطرت اور حیا سوز عمل ہے۔ اسلام نے ہم جنس یا غیر جنس کے سامنے بلاضرورت شرعی کشف عورت کی اجازت نہیں دی ہے اور اپنے ستر کو چھپانا فرض قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر انسانی کلوننگ کا عمل ناجائز و حرام ہے۔

مسلم اور غیر مسلم محققین کی آراء اور تبصرے

ذیل میں انسانی کلوننگ کے اس غیر فطری' مخرب اخلاق' حیاء سوز اور غیر شرعی طریقہ تولید کے مضرات' نقصانات اور توالد و تناسل کے شرعی طریقہ (نکاح) کی تائید میں مسلم اور غیر مسلم محققین' مذہبی و حکومتی زعماء کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

۱-انسانی کلوننگ کے بارے میں مصر کے مشہور مفتی جناب فرید واصل صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ:

"ان الاجماع قائم من الناحية العلمية والطبية على استناخ البشر مرفوض وايضاً من الناحية الاخلاقية ومن الناحية العقلية ومن الناحية الاجتماعية" (المجتمع ۲۳/ذو القعده ۱۴۱۸ه)

(بحواله ماهنامه الحق شماره نمبر ۱۰' جلدنمبر ۳۲' جولائی ۱۹۹۷ء)

یعنی انسانی کلوننگ کے عدم جواز پر علمی' طبی' اخلاقی اور معاشرتی طور پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔

۲-اسی طرح جامعہ الازہر الشریف کے استاد پروفیسر عبدالمطیع نے بھی انسانی کلوننگ کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسانی کلوننگ پر تحقیق فوراً بند کر دی جائے اس لیے کہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ الحق شمارہ نمبر ۶' جلد نمبر ۳۲' مارچ ۱۹۹۶ء)

۳-اپنے تو کجا اغیار اور غیر مسلم حکومتی زعماء نے اس تحقیق کو بند کرنے کے اقدامات کیے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے ایسے تمام تحقیقی مراکز کے فنڈز روک لیے ہیں جہاں پر کلوننگ کے شعبے میں کام ہو رہا ہے اور جن کے بارے میں خیال ہے کہ وہاں انسان کی فوٹوسٹیٹ کاپی تیار کی جا سکتی ہے۔ بل کلنٹن نے نجی شعبے میں کام کرنے والے تحقیقی مراکز سے بھی کہا ہے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں سرکاری شعبے میں کام کرنے والے مراکز کی تقلید کریں۔ (ماہنامہ الحق جلد ۳۲' شمارہ نمبر ۷' اپریل ۱۹۹۷ء)

۴-عیسائیت کے روحانی پیشوا پوپ جان پال نے ۱۹۹۷ء کو یئی کن سٹی میں ہزاروں افراد

کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسانی حیات کا احترام خطرناک تجربات کا نشانہ بنا ہوا ہے اس لیے دنیا کے تمام ممالک انسانی کلوننگ کی بندش پر سخت اقدام کریں اور اس کے لیے سخت سے سخت قوانین کا اجراء کریں۔ اس لیے کہ غیر جنسی عمل کے ذریعے انسان کی تخلیق اخلاقیات کے منافی اور رشتہ ازدواج کے بندھن کے وقار کو پامال کرنے کے مترادف عمل ہے۔ (تلخیص از ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۲' شمارہ نمبر ۶' مارچ ۱۹۹۷ء)

۵- بلکہ اس ایجاد کی ٹیم میں شریک کار سائنسدان ڈاکٹر ایلن کولمین کا کہنا ہے کہ میں اپنی بیوی اور چودہ سالہ بیٹے کو اس کام کے بارے میں قائل نہ کر سکا۔ ان کا کہنا ہے کہ اخلاقیات کی رُو سے غیر معتبر کام ہے یہ خوفزدہ کر دینے والی سائنس ہے۔ (ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۲' شمارہ ۶' مارچ ۱۹۹۷ء)

۶- اور خود اس جماعت کے سربراہ ڈاکٹر ایان ولمٹ نے بھی انسانی کلوننگ کو غیر انسانی فعل قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ کلوننگ کے عمل سے حیوان تیار کرنے کا عمل تو ٹھیک ہے لیکن انسان تیار کرنے کا عمل ایک غیر انسانی فعل ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۲' شمارہ نمبر ۷' اپریل ۱۹۹۷ء)

خلاصہ کلام

شریعت مقدسہ اور غیر مسلم محققین اور دانشوروں کی آراء کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ کلوننگ کوئی غیر ممکنہ عمل نہیں اور نہ کوئی تخلیقی صفت ہے کہ جس سے کوئی سائنسدان صفت خالقیت سے متصف ہو جائے۔ البتہ اس تجربہ کو انسانی کلون پر بروئے کار لانا تفصیل میں ذکر کی گئی وجوہات کی بناء پر ناجائز' حرام اور غیر اخلاقی وغیر شرعی عمل ہے۔ لہٰذا بین الاقوامی سطح پر اس عمل کو فوراً بند کر دینا انسانیت کی بقاء کے لیے از حد ضروری ہے۔ (ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم) (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ ص ۳۲۳)

محالات کے اتصاف سے اللہ تعالیٰ پاک ہے

سوال: محال کے ساتھ ممکن ماننا گویا پھولوں کی خوشبو میں گھاس لپٹ کر وجود کو ماننا ہوا؟

جواب: ممکنات پر قادر ہونا صفت کمال ہے' عاجز ہونا نقص ہے' جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے' محالات سے پاک ہونا صفت کمال ہے' محالات سے متصف ہونا نقص ہے' جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۸۴)

کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: قرآن شریف میں صاف صاف آیا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگو لیکن پھر بھی

یہ وسیلہ بنانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟

جواب: وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں میری کتاب "اختلاف اُمت اور صراط مستقیم" حصہ اول میں ملاحظہ فرمالیں۔ بزرگوں کو مخاطب کر کے ان سے مانگنا تو شرک ہے مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ "یااللہ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کر دیجئے" یہ شرک نہیں۔

صحیح بخاری ج:۱ص: ۱۳۷ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

"اللّٰھمّ انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا" (آپ کے مسائل ج۱ص۴۲)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی تحقیق

سوال: حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا نہیں؟ آیت پاک "لَقَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ" میں نور سے کیا مراد ہے؟ نیز حدیث میں ہے: "کُلُّ نَبِیٍّ مُسْتَجَابٌ" اور حضور نے دعا فرمائی تھی "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا...... الخ" جس سے معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہوئے تو نور کا سایہ بھی نہ ہونا چاہیے لہٰذا حضور کا سایہ نہ تھا کیا ایسا ہی ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ایک نام نور بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تصریح شفائے قاضی عیاض خصائص کبریٰ وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے۔ ان حضرات نے وہی استدلال کیا ہے جو سائل نے لکھا ہے مگر کوئی روایت مرفوع پیش نہیں کر سکے۔ البتہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کا سایہ مبارک ہونا صاف صاف مذکور ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے یہ دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱ص۱۰۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے جسم کا نوری مظہر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جو کہ اپنے آپ کو عالم حقانی ہونے کا دعویٰ کر کے چند بھولے بھالے مسلمانوں کو دو ماہ یا کم وبیش عرصہ نماز پڑھائے مگر بعد میں کسی غیر شرعی کام کرنے پر جب اس سے دریافت کیا جائے تو وہ مندرجہ ذیل عقائد کا اظہار لسانی کرے تو وہ سیدھے سادھے مسلمان فوراً اپنی نماز علیحدہ علیحدہ ادا کریں اور پھر اس کی اقتداء نہ کریں

کیا ان کی لاعلمی میں اداشدہ نماز واجب الاداہوگی؟ براہ کرم ان سوالوں کا جواب دیں؟

۱-زید کہتا ہے کہ محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے جسم کا نوری مظہر ہیں؟

۲-حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان ہر جگہ حاضر وناظر ہیں؟

۳-آقائے نامدار اور اولیاء کرام کو عالم الغیب جانتا ہے؟

۴-قبروں کو پکا بنانا اور قبروں پر مسجدیں بنانا ثواب جانتا ہے؟

۵-نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھے چومنا' تیجا کرنا' دسواں' چالیسواں کرنا مستحب یا سنت جانتا ہے اور مندرجہ بالا مسائل خواہ عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں خواہ بدعت سے تو ایسے آدمی کو کیا مانا جائے؟ مفصل طور پر فتویٰ دے دیں جبکہ وہ مندرجہ بالا مسائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آئمہ اربعہ میں سے امام اعظم کی طرف منسوب کرتا ہے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے اور عالم الغیب ہونے کا اعتقاد کفر ہے۔ کلام پاک میں ہے: "**وهو الله فى السموات وفى الارض يعلم سركم وجهركم ويعلم ماتكسبون**" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے تمام جگہ کوئی حاضر وناظر نہیں۔ اسی طرح علم غیب باری تعالیٰ کا خاصہ ہے' غیر کا دخل نہیں ہے۔ اولیاء کرام وانبیاء عظام کو عالم بجمیع الاشیاء سمجھنا اور اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے اس سے توبہ کرے۔ "**لايعلم الغيب الا هو ...... قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله**" پختہ قبریں بنانا' تیجہ' دسواں' چالیسواں کرنا تمام امور بدعت ہیں۔

الحاصل اس شخص کے پیچھے جو نمازیں پڑھ لی ہیں ان کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۶۷)

مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑا سکتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں؟

سوال: بریلوی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن معصیت کے بارے میں جس شخص کو حضور سزا دینے کے لیے پکڑ لیں گے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور خدا جس کو سزا دینے کے لیے پکڑ لیں گے اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: بریلوی مکتبہ فکر کے بہت سے عقائد ایسے نرالے ہیں کہ قرآن کریم' حدیث شریف' آثار صحابہ' مجتہدین کے فقہ میں ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے' شاعرانہ مضمون کو عقیدہ قرار دینا بھی مشکل ہے' جن صاحبان کا یہ عقیدہ ہے ان ہی سے اس کی دلیل دریافت کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۳۴)

امام کا یہ کہنا کہ الٹی نماز پڑھادوں گا

سوال: ایک امام مسجد نے یہ الفاظ کہے کہ مجھے کچھ نہ دیا تو الٹی نماز پڑھادوں گا؟

جواب: نماز بہت باعظمت عبادت ہے واجب الاحترام اور ضروری الادب ہے گرے ہوئے الفاظ تحقیرانہ لب ولہجہ مکروہ اور قبیح ہیں لہٰذا مذکورہ سوال الفاظ نامناسب اور بیہودہ اور بے احترامی کے الفاظ ہیں۔ پس گزشتہ سے توبہ اور آئندہ کو احتیاط ضروری ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم

سوال: مولانا بی اے منشی فاضل صاحب فرماتے ہیں نماز عبادت نہیں اگر نماز عبادت نہیں تو آپ صاحبان تحریر فرمادیں عبادت کیا ہے؟

جواب: نماز بہت بڑی عبادت بلکہ ام العبادات ہے اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے ان میں سے نماز بہت بڑا رکن ہے نماز کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اس کے ساتھ استہزاء کفر ہے اس کا تارک فاسق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۸۶)

اذان کی آواز کو سانپ سے تشبیہ دینا کفر ہے

سوال: زید فاسق وفاجر ہے اور ہنود سے راہ ورسم رکھتا ہے عشاء کی اذان جب مؤذن نے کہی تو زید نے ایک ہندو سے کہا کہ کاکا ڈونڑھا بولا کھانا لاؤ اس طرف ڈونڑھا سانپ کو کہتے ہیں جو نہایت حقیر سمجھا جاتا ہے اس صورت میں زید کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ اور عمر اس کو سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید کس سزا کا مستحق ہے؟ عمر کہتا ہے کہ زید کو اول کلمہ پڑھنا چاہیے اور توبہ کرنا چاہیے؟

جواب: زید کے یہ کلمات کفر کے ہیں بیشک اس کو توبہ وتجدید ایمان اور تجدید اسلام کرنا چاہیے اور کچھ سزا عمر اس زمانہ میں نہیں دے سکتا اور نہ شرعاً موجودہ زمانے میں وہ مکلف سزا دینے کا ہے۔ لہٰذا صرف زید سے کہا جاوے کہ وہ توبہ کرے اور کلمہ پڑھے تاکہ پھر مسلمان ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۵۲)

اذان کی گستاخی کا حکم

سوال: ایک شخص نے مؤذن کے متعلق جو کہ پانچ وقت جامع مسجد میں اذان دیتا ہے ۵۔۶ دفعہ میرے سامنے کہا کہ "یہ مؤذن صبح کے وقت زیادہ بکواس کرتا ہے جس سے میری نیند میں خلل آتا ہے اس کو منع کرو کہ صبح کے وقت اذان نہ دیا کرے" ایک شخص نے اس شخص کو کسی بیمار کو انجکشن لگانے کا کہا تو اس نے کہا کہ

"جب تک موذن سے اذان بند نہیں کرائیں گے بیمار کو انجکشن نہیں لگاؤں گا" اس شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جس شخص نے اذان فجر کے بارے میں ایسے گستاخانہ کلمات کہے ہوں وہ انتہائی بدعقیدہ معلوم ہوتا ہے یہ کلمات کفر کے ہیں۔ اس شخص کو چاہیے کہ فوراً اپنے ان کلمات سے توبہ کر کے ایمان کی تجدید کرے اور جب تک وہ ایسا نہ کرے مسلمانوں کو اس سے خصوصی تعلقات نہ رکھنے چاہئیں۔ واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۸۰)

اذان اور موذن کی توہین کرنے والے کا حکم

سوال: ہمارے علاقے میں ایک آدمی مسجد میں اذان دے رہا تھا تو ایک عورت نے کہا یہ تو بکرا بول رہا ہے، اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اذان شعائر دین میں سے ہے اس سے استہزاء کفر ہے جبکہ غیر شعائر سے استہزاء کفر نہیں ہے اور اگر آواز کی قباحت کا اظہار مقصود ہو تو یہ فسق ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ ص ۲۵۱)

اذان کے بعد یا مقابر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

بجواب ایک سوال کے فرمایا کہ بعد اذان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ضروری نہیں اختیاری ہے اور مقابر میں بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ ہیئت داعی سے عوام کو شبہ نہ ہو کہ مردے سے کچھ مانگتے ہیں ورنہ میں نے اپنے دوستوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ دعاء کے وقت قبر کی جانب پشت کر لیا کریں تب ہاتھ اٹھا کر دعا کریں، یہ مسئلہ عالمگیریہ کتاب الحظر والاباحت کے باب سادس عشر کے شروع میں خزانۃ الفتاویٰ سے منقول ہے۔ (کلمۃ الحق ص ۱۳۵۔۱۳۶) (اشرف الاحکام ص ۶۲)

کونڈا، کھچڑا، صحنک، گیارہویں، توشہ، سہ منی کا حکم

سوال: یہ تعینات جیسے ربیع الاول میں کونڈا اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اور گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بوعلی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا، مذکورہ بالا میں طعام کی تخصیص اور ایام کی تعیین کہ اس کے خلاف ہرگز نہ ہوں، بدعت اور حرام ہیں یا نہیں؟ اور اس قسم کے طعام کا کھانا مکروہ ہے یا حرام؟ کیونکہ افعال جہال ان معاملات میں نہایت بذوحد کفر و شرک کو پہنچے ہوئے ہیں، نفع وضرر، توقع منافع، اپنے اپنے مرادات کی طلب، ان میں کی جاتی ہے تو ایسے لوگوں اور عقائد کی نسبت حکم کفر و شرک کا کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ تعینات بدعت ضلالہ ہیں اور طعام میں اگر نسبت ایصال ثواب کی ہے تو طعام جائز اور

صدقہ ہے اور جو بنام ان اکابر کے ہے تو (مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ) میں داخل ہو کر حرام ہے اور ایسے عقائد موجب کفر ہیں اور ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہیے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۹)

قرآن مجید کو چومنا جائز ہے

سوال: ہمارے گھر کے سامنے مسجد میں ایک دن ہمارا پڑوسی قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا' جب تلاوت کر چکا تو قرآن شریف کو چوما' تو مسجد کے خزانچی نے ایسا کرنے سے روکا اور کہا کہ قرآن شریف کو نہیں چومنا چاہیے' وضاحت کریں کہ یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟ میں بھی قرآن شریف پڑھ کر چومتا ہوں اور ہمارے گھر والے بھی؟

جواب: قرآن مجید کو چومنا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۳ ص ۲۲۳)

کفار کے میلہ میں چندہ دینا

سوال: کفار کے میلوں میں چندہ دینے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہیے تو ایسے لوگ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ جواب: یہ لوگ اسلام سے واقف نہیں' اس لیے ایسا کہتے ہیں ان کو مسئلہ سمجھا دیا جاوے کہ اسلام نے ہر ہر مسئلہ ضروریہ کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور اس کی اجازت نہیں دی کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۹۷)

سنت نرنکاری منڈل فرقہ کا حکم

سوال: سنت نرنکاری منڈل ایک فرقہ ہے جس کا صدر دفتر دہلی میں ہے اس کے مبلغ ملک کے مختلف حصوں میں جاتے ہیں اور تقریر کرتے ہیں' ان کی کتابوں سے چند عبارتیں بعینہ نقل کی جاتی ہیں تاکہ اس فرقہ کے عقائد و خیالات معلوم ہو سکیں۔

۱۔ ایشور کا گیان کسی مذہب یا ملک کی پابندی میں نہیں ہوتا' خدا پر کوئی بندش نہیں ہوا کرتی۔ (اصلیت ص ۱۰)

۲۔ مذہب کے تبدیل ہو جانے کا گیان نہیں' ایشور کی جان کاری کو گیان کہتے ہیں جو ہر جگہ موجود ہے۔ (بحوالا بالا)

۳۔ یہی وجہ ہے کہ نرنکاری مشن میں ہندو' سکھ' مسلمان' عیسائی کسی کے ظاہر رہن سہن پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا' صرف ان لوگوں کی غور و فکر کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ (اصلیت ص ۱۱)

اور بھی اسی طرح کے بہت سے عقائد ہیں' اس فرقہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: جس فرقہ کے یہ صریح کفر و شرک کے باطل عقائد ہیں' اس فرقہ والوں کی تقریریں سننا'

جلسے کرانا یا ان جلسوں میں شریک ہونا قطعاً حرام ہے چاہے یہ لوگ بظاہر قرآن وحدیث پڑھ کر قرآن و حدیث بیان کرتے ہوں چونکہ ان کی تقریر سننے سے عام مسلمانوں کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے جیسا کہ سوال میں ان کو عالم دین اور مقتدی سمجھ کر ان سے لوگوں کے مرید ہونے سے ظاہر ہے۔ پس جو لوگ اس فرقہ کے مذکورہ عقائد سے لاعلمی کی بناء پر ان کی تقریریں سنتے رہے یا ان کے مرید و معتقد ہو گئے اب معلوم ہو جانے پر ان کو توبہ کرنا لازم اور ضروری ہے اور آئندہ ان لوگوں کے قریب نہ لگیں ان سے ہر طرح دور اور نفور رہیں اور جو لوگ اس فرقہ کے ان عقائد باطلہ کے معلوم رہنے کے باوجود ان سے کسی وجہ سے مرید ہو گئے ان کے لیے توبہ کرنا اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

''اور اگر یہ لوگ تائب ہونے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوں تو دوسرے مسلمانوں کو ان سے مقاطعہ کر دینا چاہیے'' (م ع)

بانی تحریک خاکسار کافر ہے

سوال: عنایت اللہ خان المعروف علامہ مشرقی بانی تحریک خاکسار کے خیالات بذریعہ ''تذکرہ'' اور ارشادات وغیرہ عیاں ہو چکے ہیں اور ان کے متعلق جو کچھ مولویوں کے طبقہ میں اضطراب ہے وہ بھی جناب پر روشن ہو چکا ہوگا۔ لہٰذا علامہ مشرقی کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟ وہ کافر ہے یا مسلم؟ اگر کافر ہے تو جناب کے یہاں ان کے کفر کے متعلق کیا ثبوت ہے؟

جواب: بانی تحریک خاکساران کے عقائد جو اس کی کتاب تذکرہ وغیرہ سے ثابت ہیں جمہور اُمت محمدیہ کے اجماعی عقیدوں کے خلاف ہیں' وہ صرف عمل اور مادی ترقی کو اصل ایمان کہتے ہیں' نماز روزے حج کی یہ صورتیں ان کے نزدیک فضول ہیں' نماز ان کے نزدیک اطاعت امیر کا نام ہے' وہ ڈارون تھیوری کے قائل ہیں' وہ تمام نصاریٰ کو جنتی اور پکا مومن قرار دیتے ہیں' ان وجوہات سے مشرقی اور ان کے تمام معتقد جو ان کے عقائد کو حق سمجھتے ہیں' سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۳۱۳)

منکرین حدیث اسلام سے خارج ہیں

سوال: فرقہ منکرین حدیث (اہل قرآن) کے غلط عقائد اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں' احادیث کا صراحۃً انکار' ارکان اسلام میں نماز کی تضحیک یا ان کا انکار اور صرف دو یا تین وقتیہ فرض نماز کا قائل ہونا' بخاری و مسلم شریفین کی احادیث کو نقل کر کے نہایت گھناؤنے انداز میں مذاق اڑانا' یہ فرقہ ایسے خیالات کی اشاعت میں لگا ہوا ہے اور بھولے بھالے سادہ لوح انسانوں کو

بہکا کر دین اسلام کی بنیادیں ڈھانے میں مصروف ہے' اب سوال یہ ہے کہ ایسے خیالات کا حامل شخص "مسلمان" کہلایا جاسکتا ہے؟ ایسے خیالات والوں کو مسلمان کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے جنازے میں شریک ہونا ان سے شادی بیاہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: مدعیان اہل قرآن جو احادیث کا انکار کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں اور نماز کی تضحیک کرتے ہیں' پنجوقتہ نمازوں کا انکار کرتے ہیں' یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں' ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا یا ان سے شادی بیاہ وغیرہ میں کسی قسم کے تعلقات رکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۱)

جماعت اہل حدیث کا حکم

سوال: اہل حدیث جن کو عرف عام میں وہابی کہا جاتا ہے' کافر ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز کا پڑھنا اور ان کے کنوؤں سے پانی بھرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جماعت اہل حدیث کافر نہیں ہیں' ان میں جو لوگ مذاہب اربعہ کی تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک یا آئمہ کو برا کہتے ہیں وہ فاسق ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں صرف تارک تقلید ہیں اور محدثین کے مذہب پر ظاہر حدیث کے اتباع کو افضل سمجھتے ہیں اور خواہشات کی اتباع سے کام نہیں لیتے' وہ فاسق بھی نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں' غیر مقلد کو السلام علیکم کرنا تو عموماً جائز ہے لیکن نماز میں پہلے فرقہ کی اقتداء نہ کی جائے جو فاسق ہے کیونکہ فاسق کی اقتداء مکروہ ہے' دوسرے فرقہ کی اقتداء جائز ہے مگر قسم ثانی اہل حدیث کی ہندوستان میں بہت کم پائی جاتی ہے اور ان کے کنوؤں سے پانی بھرنا عموماً جائز ہے کیونکہ سب مسلمان ہیں۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۷۵)

فرقہ آغاخانی کا کافر ہونا

سوال: ایک شخص فرقہ اسماعیلیہ آغاخانیہ سے تعلق رکھنے والے نے ایک سنی حنفی لڑکی سے نکاح کیا اس سے تین بچے پیدا ہوئے اب زوجہ مذکورہ نے سنا کہ میرا نکاح اس سے صحیح نہیں ہوا لہٰذا اس نے اس آغاخانی کے پاس جانے سے انکار کر دیا اب سوال یہ ہے کہ مرد مذکور سے اس سنی لڑکی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ فرقہ ضروریات دین اور اسلام کے قطعی مسائل کا منکر ہے اور ایسے صریح مسائل کفریہ ان کے ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں' اس لیے یہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں' لہٰذا یہ نکاح باطل ہے اور اولاد والدہ کے حوالے کر دی جائے اور ان دونوں میں تفریق کرنا ضروری ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۴۲)

قادیانیوں سے تعلقات رکھنے کا حکم

سوال: ایک شخص صحیح العقیدہ ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے لیکن اس کے دنیوی تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہیں، کیا ایسے شخص سے مسجد کا چندہ لینا اور تعلقات رکھنا جائز ہے؟

اور ایسے شخص کو خنزیر سے بدتر کہنا اور سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر وہ شخص دل سے بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے اور بلاشبہ خنزیر سے بدتر ہے اور اس سے تعلقات رکھنا ناجائز ہے، اگر وہ مسجد کے لیے چندہ دیتا ہے تو اسے وصول کرنا جائز نہیں، اگر وہ قادیانیوں کے عقائد سے متفق نہیں اور نہ ہی ان کو اچھا سمجھتا ہے بلکہ صرف تجارت وغیرہ دنیوی معاملات کی حد تک ان سے تعلقات رکھتا ہے تو اس میں تفصیل ہے کہ وہ قادیانی جس سے ان کے تجارتی تعلقات ہیں، اگر پہلے مسلمان تھا، بعد میں العیاذ باللہ مرتد ہوا تو وہ قادیانی چونکہ اپنے مال کا خود مالک نہیں ہے اور اس کا کوئی عقد صحیح نہیں اس لیے یہ شخص اگر ان سے تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت ہی صحیح نہ ہوگی۔

اور اگر یہ قادیانی مرتد یا مرتد کا بیٹا نہیں بلکہ باپ دادا سے اس باطل عقیدے پر ہے تو ایسے قادیانی سے بھی تجارت کرنے سے مال کا مالک تو ہو جائے گا لیکن ایسے لوگوں سے تجارت کا معاملہ جائز نہیں کیونکہ اس سے ان کے ساتھ ایک قسم کا تعاون ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۶)

جھاؤ کا استعمال کرنا

سوال: مشہور ہے کہ درخت جھاؤ کو استعمال میں نہیں لانا چاہیے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس درخت سے آگ شروع ہوئی، آیا یہ کسی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: جھاؤ کے متعلق یہ عقیدہ اور ایسا خیال بے اصل ہے، حضرت تھانویؒ نے اغلاط العوام میں اس کی تردید کی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۷۰)

روزہ کیوں رکھوں، مجھے اللہ نے رزق دیا ہے

سوال: ایک شخص کو دوسرے بھائی نے کہا کہ روزہ رکھا کرو، اس نے جواب دیا روزہ کیوں رکھوں؟ مجھ کو اللہ نے رزق وطعام دیا ہے، اس جملہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: جملہ مذکورہ اس کے ہم معنی ہے کہ کون بھوکا مرے یا روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو، یہ سب الفاظ کفریہ ہیں جس کا حکم یہ ہے کہ زبان سے کہتے ہی ایمان ختم ہو جاتا ہے، اگرچہ ہنسی مذاق میں ہی کہے۔ پس اس کے کہنے سے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور نکاح بھی ختم ہو گیا، اسی وقت اس کی بیوی اس سے الگ ہو جائے یا الگ کر دی جائے اور مسلمانوں میں اعلان کر دیا جائے

کہ فلاں شخص کافر ہوگیا' اس پر اگر وہ شخص نادم وشرمندہ ہو اور توبہ کرے اور پھر سے اسلام وایمان قبول کرے تو بعد کے تفصیلی حالات اس وقت معلوم کرے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

"مختصر یہ کہ تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی ضروری ہے" (م'ع) (جامع الفتاوی ج ۲ ص ۲۰۲)

اہل سنت والجماعت کی تعریف

سوال: اہل سنت والجماعت کن لوگوں کو کہا جاتا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت میں تین لفظ ہیں' پہلا لفظ اہل ہے جس کے معنی اشخاص افراد اور گروہ کے ہیں۔ دوسرا لفظ سنت ہے جس کے معنی طریقہ کے ہیں۔ تیسرا لفظ جماعت ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی جماعت مراد ہے۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت اس گروہ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہؓ کے طریقے پر ہو اور حضرات فقہاء اور محدثین' متکلمین' اولیاء و عارفین سب اہل السنۃ والجماعت ہیں۔ اصول دین میں سب متفق ہیں اور اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ فروعی اور جزئی ہے۔ اصولی اختلاف نہیں۔ (عقائد الاسلام ص ۵۷ ج ۱)

جمعرات کے دن یا چالیس روز تک روحوں کا گھر آنا

سوال: کیا ہر جمعرات کو گھر کے دروازے پر روحیں آتی ہیں؟ اور کیا مرنے کے بعد چالیس دن تک روح گھر آتی ہے؟

جواب: جمعرات کو روح کے آنے کا عقیدہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں' نہ اس کا کوئی دوسرا شرعی ثبوت ہے' اسی طرح روحوں کا چالیس دن تک گھر آنے کا خیال غلط (اور من گھڑت) بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۱ ص ۳۱۰- خواتین کے فقہی مسائل ص ۵۳)

کٹے ہوئے ناخن پتلیوں کا پھڑکنا اور کالی بلی کے راستہ کاٹنے کا عقیدہ

سوال: ۱- بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر کاٹا ہوا ناخن کسی کے پاؤں کے نیچے آجائے تو وہ شخص اس شخص کا (جس نے ناخن کاٹا ہے) دشمن بن جاتا ہے؟

۲- جناب کیا پتلیوں کا پھڑکنا کسی خوشی یا غمی کا سبب بنتا ہے؟

۳- اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو کیا آگے جانا خطرے کا باعث بن جائے گا؟

جواب: یہ تینوں باتیں محض توہم پرستی کے زمرے میں آتی ہیں۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (خواتین کے فقہی مسائل ص ۵۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن حکیم

قرآنی آیات والے اخبارات کی بے حرمتی کرنا

سوال: مولانا احتشام الحق صاحب جو جمعہ کو اخبار میں آیتیں چھپواتے ہیں، وہ دُکاندار ردی میں پھینک دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

جواب: جن کاغذات پر اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا قرآنی آیات واحادیث لکھی یا چھپی ہوں ان کو بے حرمتی کی جگہ ڈالنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ عثمانی)

قرآن پاک کی توہین کرنے والے کی سزا

سوال: امیر خان کی اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے ساتھ کسی چھوٹی سی بات پر لڑائی ہوگئی تھی، امیر خان اور اس کے بیٹوں نے چھوٹے بھائی اور اس کے گھر والوں کو مارا پیٹا اور زخمی کیا۔ آخر پولیس تک نوبت پہنچی، کچھ عرصہ بعد امیر خان کے چھوٹے بھائی نے جرگے کے ساتھ قرآن لے کر بڑے بھائی سے معافی مانگی کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں جو غلطیاں آپ نے کی ہیں وہ بھی میں اپنے سر لیتا ہوں، آپ خدا کے لیے اور قرآن پاک کے صدقے مجھے معاف فرمائیں لیکن امیر خان نے پورے جرگے کے سامنے قرآن مجید کے لیے یہ توہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں: ”قرآن مجید کیا ہے؟ یہ تو صرف ایک چھاپہ خانے کی کتاب ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں، آپ مجھے سات ہزار روپے دیں یا میرے ساتھ کیس لڑیں۔“ (نعوذ باللہ)

الف: کیا یہ بندہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو کلام پاک کی توہین کرے؟

ب: کیا ایسا بندہ مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج: اس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، برتاؤ کرنا کیسا ہے؟

جواب: قرآن مجید کی توہین کفر ہے، یہ شخص اپنے ان الفاظ کی وجہ سے مرتد ہوگیا ہے اور اس کا نکاح باطل ہوگیا، اس پر توبہ کرنا لازم ہے، مرتد کا جنازہ جائز نہیں نہ اس سے میل جول ہی جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۱ ص ۶۷، ۶۸)

قرآن وحدیث وفقہ کو شیطانی کتابیں کہنا کفر وارتداد ہے

سوال: ایک مسلمان قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کے نزدیک اس کو بیان کرتا ہے اور عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے' ایسے شخص کو ایک مسلمان شیطان کہتا ہے اور قرآن وحدیث کو شیطان کی کتاب کہتا ہے' ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

جواب: پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس کے بارے میں قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا بتلایا گیا ہے وہ کہیں غیر مقلد تو نہیں' جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ دعویٰ تو ان کا قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ پورے عامل قرآن وحدیث کے نہیں ہیں کہ آئمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور اگر وہ عامل بالحدیث والقرآن حنفی ہے تو ایسے عالم حنفی متبع سنت کو برا کہنا نہایت مذموم وقبیح ہے اور بہر حال قرآن وحدیث اور فقہ کو شیطانی کتاب کہنا (العیاذ باللہ) کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۵۱)

تفسیر بالرائے جو اصول عربیہ کے خلاف ہو

سوال...... قرآن پاک کی تفسیر بالرائے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اسی تفسیر پر وہ مفسر بضد ہو تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب...... ائمہ تفسیر نے صحت تفسیر کے لئے جن امور کو لازم کیا ہے' ان کی پابندی کرتے ہوئے کلام اللہ کی تشریح کو تفسیر کہا جاتا ہے اور ان اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مضامین کی تشریح کو اصطلاح علماء میں تفسیر بالرائے اور تحریف قرآن کہتے ہیں اور تفسیر بالرائے پر مصر ضال اور مضل ہے۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۴۴ ج ۱)

آیت' رکوع اور سورۃ کی وجہ تسمیہ

سوال...... آیت کو آیت' رکوع کو رکوع اور سورۃ کو سورۃ کیوں کہتے ہیں؟

جواب...... لغت میں آیت علامت کو کہتے ہیں' اور آیت قرآنی بھی چونکہ اپنے مابعد کو ماقبل سے جدا کرنے کی علامت ہے' اس لئے اس کو آیت کہتے ہیں اور رکوع لغت میں ''اطمینان'' کے معنی میں ہے۔ اور قاری وہاں پہنچ کر کیوں کہ قرأت کے سفر سے مطمئن ہو جاتا ہے' اور تراویح وغیرہ میں وہاں پر رکوع کرتا ہے' اس لئے اس کو رکوع کہتے ہیں۔ سورۃ' سور البلد سے مشتق ہے' قرآن پاک کے ایک حصہ کو محیط ہونے کے باعث سورۃ کہتے ہیں (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۸ ج ۱)

مکی اور مدنی سورتوں میں فرق

سوال:۔قرآن کریم کی بعض سورتوں کو مکی اور بعض کو مدنی کہا جاتا ہے ان میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔قرآن کریم کی سورتیں دو قسم کی ہیں۔مکی اور مدنی، لیکن ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد منقول نہیں، اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کے زمانہ اقدس میں صحابہ کرامؓ وحی کے زمان و مکان وغیرہ کا مشاہدہ کرتے تھے لہذا ان کو مکی اور مدنی کی پہچان کی ضرورت نہیں پڑی۔لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا اور صحابہ کرامؓ کو ناسخ و منسوخ کی معرفت کی ضرورت پڑی تو اس کے بعد صحابہ کرامؓ کو مکی اور مدنی سورتوں کا جاننا ضروری ہوا تاکہ ناسخ و منسوخ کی معرفت میں آسانی ہو۔یہی وجہ ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان کے بارے میں صرف صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال دستیاب ہو سکتے ہیں۔

تاہم بعد ازاں مفسرین نے مضامین اور حالات و واقعات کی روشنی میں مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم کی ہے جس میں ہر ایک سورۃ کی مختلف خصوصیات شمار کی گئی ہیں، بعض کے نزدیک جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں انہیں مکی کہا جاتا ہے اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں انہیں مدنی کہا جاتا ہے اس میں مکان کا اعتبار نہیں ہے۔چاہے جہاں بھی نازل ہوئی ہوں۔ یہ اصطلاح سب سے زیادہ مشہور ہے۔

اصطلاح نمبر۲: جو سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں مکی کہلاتی ہیں نزول چاہے ہجرت سے پہلے ہو یا بعد میں، اور جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں اس صورت میں مکی اور مدنی سورتوں کے درمیان واسطہ ثابت ہوتا ہے اور وہ مکہ و مدینہ سے باہر والی سورتیں ہیں۔

اصطلاح نمبر۳: جن سورتوں میں خطاب اہل مکہ کے ساتھ ہوا ہو وہ مکی ہیں اور جن میں خطاب مدینہ والوں سے ہو وہ مدنی ہیں۔(البرہان فی علوم القرآن ج۱ص ۱۸۷ تا ۱۹۰) النوع التاسع معرفۃ المکی والمدنی)

مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان

سوال:۔مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان اور ان کی علامات کیا ہیں؟

جواب:۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی روایت مروی نہیں تاہم بعد میں مفسرین حضرات نے اپنی اپنی علمی استطاعت کے مطابق علامات بتائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مکی سورتوں کی علامات

۱۔جن سورتوں میں لفظ کلا کا ذکر ہو وہ مکی ہوں گی۔

۲--جس سورۃ میں آیت سجدہ ہو وہ مکی ہوگی۔
۳--جس سورۃ میں انبیاء کرام امم سابقہ کے قصے اور واقعات کا ذکر ہو وہ مکی ہوگی سوائے سورۃ البقرہ کے۔
۴--جس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کا ذکر ہو وہ مکی ہوگی سوائے سورۃ بقرہ کے
۵--جس سورۃ میں یاایھا الناس کے ساتھ خطاب ہو مکی ہوگی۔
۶--جس سورۃ کی ابتداء حروف تہجی سے ہو مکی ہوگی سوائے سورۃ بقرہ آل عمران کے۔

مدنی سورتوں کی علامات

۱--جس سورۃ میں حدود اور فرائض کا بیان ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔
۲--جس سورۃ میں جہاد اور احکام جہاد کا ذکر ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔
۳--جس سورۃ میں منافقین کا ذکر ہو وہ مدنی ہوگی سوائے سورۃ العنکبوت کے۔
۴--جس سورۃ میں یاایھا الذین امنوا کے ساتھ خطاب ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔

(البرھان فی علوم القرآن (بدرالدین زرکشیؒ) ج ۱ ص ۱۸۸ تا ۱۹۱ النوع التاسع معرفۃ المکی والمدنی' مناھل العرفان (محمد عبدالعظیم الزرقانیؒ) ج ۱ ص ۱۹۰ الطریق الموصلۃ الی معرفۃ المکی والمدنی (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۳۳'۱۳۴)

قرآن میں رکوع اور پارے کس نے ترتیب دئے؟

سوال.....قرآن کریم میں رکوع کس نے لگائے اور ان کا معیار کیا ہے؟ اسی طرح قرآن کریم کے تیس پارے کس نے کب اور کیسے شروع کئے؟

جواب.....رکوع اور پاروں کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا' مشائخ بخارا نے قرآن کریم میں پانچ سو چالیس رکوع لگائے تا کہ تراویح میں ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیس رمضان تک ایک ختم ہو جائے' جیسے کہ متقدمین نے ہر دس آیات کے بعد تعاشیر کی علامت لگائیں' جس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں اتنی مقدار پڑھنے سے پورے مہینے میں قرآن کریم ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ پورے ماہ میں رکعات تراویح کی تعداد چھ سو ہے اور کل آیات چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں۔ رکوع کی مقدار کے بارے میں کوئی واضح چیز نظر سے نہیں گزری' یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مشہور قاری نے تراویح میں قرآن کریم ختم کیا اور جتنی مقدار تلاوت کرنے کے بعد رکوع کرتے گئے' اتنی مقدار پر تلامذہ نے رکوع کی علامت لگا دی'' ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو' اشکال ذرا یہ ہے کہ بہت مقامات پر پہلی رکعت میں قرأت کم اور دوسری میں زیادہ قرأت ہوگی جو کہ مکروہ ہے''۔ (م'ع)

پاروں کی تعداد کے بارے میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کی تعیین قصداً نہیں کی گئی' بلکہ حضرت عثمانؓ نے جب قرآن کریم کو نقل کیا تو اتفاقاً تیس برابر پاروں میں تقسیم ہو گیا' مگر اس خیال کا ثبوت کہیں نظروں سے نہیں گزرا' بندے کے خیال میں ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ختم قرآن سے متعلق روایات مختلف ہیں' تین روز' سات روز اور ایک ماہ' ایک مہینے میں ختم کے پیش نظر اس کے تیس پارے متعین کر دیئے گئے جس طرح ایک ہفتہ میں ختم کرنے والوں کے لئے سات منزلیں بنا دی گئیں۔ (احسن الفتاوی ص۲۹۰-۲۹۲ ج۱)

تعداد حروف قرآن کریم

سوال:۔ قرآن کریم کے حروف کی صحیح تعداد کیا ہے؟

جواب:۔ جس طرح قرآن کریم کی آیات میں اختلاف ہے اسی طرح حروف کی تعداد میں بھی علماء کی آراء مختلف ہیں' چند مشہور اقوال تحریر کیے جاتے ہیں:۔

(۱) امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر "احکام القرآن" میں سلام ابو محمد الحمانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے میں اس کے حکم سے قرآن کریم کے حروف کو شمار کیا گیا تو کل تعداد ۳۴۰۷۴۰ ہوئی۔ (احکام القرآن للقرطبی ج۱ ص۶۴ باب ماجاء فی ترتیب سورۃ القرآن وایاتہ وشکلہ)

(۲) عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ قرآن کریم کے حروف کی تعداد ۳۲۳۰۱۵ ہے۔

(البرھان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۹ فصل فی عدد سور القرآن و آیاتہ و کلماتہ و حروفہ)

(۳) علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے ابن الجوزیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حساب کے مطابق قرآن مجید کے تمام حروف ۳۲۲۶۷۱ ہیں۔

(علوم القرآن ص۷۰ تعداد حروف)

تعداد آیات قرآن کریم

سوال:۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ کی تعداد کتنی ہے؟

جواب:۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ کی ابتداء اور انتہاء میں اختلاف کی وجہ سے ان کی تعداد کے بارے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار سے زائد ہیں۔ یہاں چند مشہور علماء کرام کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) علامہ شمس الحق افغانیؒ نے ابن جوزیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بشمار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آیات قرآن کریم کی کل تعداد ۶۶۶۶ ہے۔

(علوم القرآن ص ۷۰ ا تعداد آیات)

(۲) اہل مدینہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں' پہلے قول کے مطابق کل آیات مبارکہ ۶۲۱۷ ہیں جو حضرت نافع کی طرف منسوب ہے اور دوسرے قول کے مطابق ۶۲۱۴ ہیں۔

(۳) اہل مکہ کی رائے کے مطابق کل آیات ۶۲۲۰ ہیں جو کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

(۴) اہل کوفہ کے نزدیک کل آیات ۶۲۳۳ ہیں۔

(۵) اہل بصرہ سے دو قول منقول ہیں جن کے مطابق کل آیات ۶۲۰۵ یا ۶۲۱۹ ہیں۔

(۶) اہل شام سے ۶۲۲۵ اور ۶۲۲۶ کی روایات بھی مروی ہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۳۱٬ ۱۳۲)

حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں؟

سوال...... قرآن کریم میں اعراب اور نقطے عہد رسالت اور عہد خلفاء راشدین میں تھے یا نہیں' اگر نہیں تھے تو یہ بدعت ہے یا نہیں؟ جواب...... وہ زمانے جن کے بہتر ہونے کی شہادت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی' اسی زمانے میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا' تاکہ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے۔ یہ بدعت نہیں' بدعت کہتے ہیں "دین میں نئی بات پیدا کرنے کو" اور یہ تمام دین کی حفاظت کے لئے کیا گیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹ ج ۱)

تعداد آیات قرآنی کی حکمت

سوال...... قرآن کریم کی ۶۶۶۶ آیات میں سے ایک ہزار آیات امر' ایک ہزار آیات نہی' ایک ہزار آیات تمثیل' ایک ہزار آیات قصص' پانچ سو آیات حلال وحرام اور چیاسٹھ آیتیں منسوخ ہیں اور سو آیات دعائیہ ہیں' آیتوں کی اس تعداد میں کیا حکمت ہیں؟

جواب...... اصول دین تین ہیں' توحید' رسالت' قیامت اور قرآن شریف انہیں تین اصولوں کو قائم کرنے کے لئے آیا ہے ظاہر ہے کہ یہ وعدہ و وعید' امر و نہی اور تمثیل و قصص کے بغیر انجام نہیں پا سکتا اور ان میں سے ہر ایک کی یکساں ضرورت ہے اس لئے ان سب کے لئے ایک ایک ہزار آیات رکھی گئیں پھر اس کے بعد حلال وحرام کے مسائل بندوں کو بتائے ہیں جس کے لئے پانچ سو آیات کافی ہیں رہی دعاء کی آیتیں تو یہ عبادت کا تمہ ہے' سو آیتیں اس کے لئے کافی ہیں منسوخ آیتوں کی تعداد میں اختلاف ہے اس لئے تعیین کوئی قطعی نہیں کہ اس کی وجہ بیان کی

جائے باقی تعیین تعداد کی صورت میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ آیات کو منسوخ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ لفظ اللہ کا عدد بھی چھیاسٹھ ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ص ۱۹۴ ج ۱)

قرآن کریم میں سات زمینوں کا تذکرہ

سوال...... ارشاد باری ہے " اللہ الذی خلق سبع سمٰوات و من الارض مثلھن " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سات ہیں اسی طرح زمینیں سات ہیں مگر یہ زمینیں ہمارے اوپر ہیں یا نیچے؟

جواب...... بعض کہتے ہیں کہ زمین ایک ہی ہے اور مثلیت بعض صفات میں مراد ہے عدد میں نہیں مگر یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ سات زمینوں کا وجود احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مگر شریعت نے ان کی جگہ نہیں بتائی اس لئے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔

۱- سات زمین ایک دوسری کے اوپر ہیں' اور ہر دو کے درمیان فصل ہے۔

۲- پہلے آسمان کے اوپر دوسری زمین' دوسرے کے اوپر' تیسری زمین' وعلیٰ ہذا القیاس۔

۳- اقالیم سبعہ مراد ہیں۔

۴- معادن یا مٹی کے سات طبقے مراد ہیں' قول اول راجح ہے۔ کیونکہ یہ بعض احادیث سے ثابت ہے اور جمہور کا قول بھی یہ ہی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۰۴ ج ۱)

ارض کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟

سوال...... قرآن کے اندر زمین "ارض" کے متعلق جمع کا لفظ وارد نہیں' اور آسمان کے لئے آیا ہے۔ کیا زمین کے لئے طبقات نہیں ہیں؟ جیسے سات طبقات آسمان کے ہیں؟

جواب...... سات زمین ہونا حدیث سے صراحۃً ثابت ہے اور قرآن میں بھی ہے و من الارض مثلھن اس کی تفسیر جلالین شریف میں اس طرح ہے سبع ارضین سات اجزاء نہیں بلکہ سات طبق آسمانوں کی طرح ہیں بعض روایات میں ہر زمین کے کچھ حالات بھی علاحدہ علاحدہ منقول ہیں۔

جمع کا لفظ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح نہیں اور قرآن کریم میں اعلیٰ درجہ کے فصیح الفاظ آئے ہیں غیر فصیح نہیں آئے نیز لفظ ارض اسم جنس ہے قلیل وکثیر سب کے لئے مستعمل ہے اور بعض کا قول ہے کہ لفظ ارض خود جمع ہے۔ جس کا واحد نہیں آتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷ ج ۱)

قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے تو کیا کرے؟

سوال: اگر قرآن پاک ہاتھ سے گر جائے تو اس کے برابر گندم خیرات کر دینا چاہیے' اگر کوئی

دینی کتاب مثلاً حدیث فقہ وغیرہ ہاتھ سے گر جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم ہاتھ سے گر جانے پر اس کے برابر گندم خیرات کرنے کا مسئلہ جو عوام میں مشہور ہے یہ کسی کتاب میں نہیں' اس کوتاہی پر استغفار کرنا چاہیے اور صدقہ خیرات کرنے کا بھی مضائقہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

بوسیدہ مقدس اوراق کو کیا کیا جائے؟

سوال: قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو کیا کیا جائے؟ ہمارے لطیف آباد میں ایک واقعہ ایسا رونما ہوا کہ ایک مسجد کے مؤذن نے قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق ایک کنستر میں رکھ کر جلائے' مؤذن اپنے فالتو اوقات میں چھولے فروخت کرتا ہے اور محنت کر کے کماتا ہے' حج بھی کیا ہے اور عمرہ بھی ادا کیا ہے اور مسجد کا کام بھی خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے مگر قرآن پاک کے اوراق کو جلانے پر اس کے خلاف خطرناک ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا' اسے فوری طور پر مسجد سے نکال دیا گیا' بعد میں پولیس نے اسے گرفتار بھی کرلیا' اب آپ از روئے شریعت یہ بتائیں کہ واقعی مؤذن سے گناہ سرزد ہوا ہے؟ قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق از روئے شریعت کون کون سے طریقے سے ضائع کر سکتے ہیں؟ اس پر تفصیلی روشنی ڈالئے؟

جواب: مقدس اوراق کو بہتر یہ ہے کہ دریا میں یا کسی غیر آباد کنویں میں ڈال دیا جائے یا زمین میں دفن کر دیا جائے اور بصورت مجبوری ان کو جلا کر خاکستر (راکھ) میں پانی ملا کر کسی پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتے ہوں' ڈال دیا جائے' آپ کے مؤذن نے اچھا نہیں کیا لیکن اس سے زیادہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوا جس کی اتنی بڑی سزا دی گئی' لوگ جذبات میں حدود کی رعایت نہیں رکھتے۔ آپ کے مسائل ج ۴ ص ۳۳۴۔

قرآن مجید میں مور کا پَر رکھنے کا حکم

سوال: قرآن مجید میں مور کا پَر رکھنا کیسا ہے؟

جواب: نشانی کے لیے اگر مور کا پَر رکھا جائے تو جس طرح کاغذ یا دھاگے کے نشانی جائز ہے اس کے لیے بھی کوئی امر مانع نہیں' لہٰذا درست ہے۔ (ملخص) (جامع الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۸۷)

ٹیپ ریکارڈر وغیرہ سے آیت سجدہ سننے کا حکم

سوال: ٹیپ ریکارڈر' لاؤڈ اسپیکر یا ٹی وی پر سجدہ تلاوت سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: ٹیپ ریکارڈر سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں' ٹی وی سے ٹیپ شدہ پروگرام نشر ہو رہا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے' ہاں اگر براہ راست پروگرام نشر ہو رہا ہو تو سجدہ کیا جائے اور

اسپیکر سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدہ تلاوت کیا جائے۔ (جامع الفتاویٰ ج۴ ص۱۸۸)

سجدہ تلاوت کا طریقہ

سوال: سجدہ تلاوت ادا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

جواب: اگر خارج صلوٰۃ سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو تو اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں اور پھر سجدہ میں تسبیحات اور دعائیں جو چاہیں پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھالیں' دائیں' بائیں سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (بحرالرائق ج۲ ص۱۳۷) (مفتی محمد انور)

سجدہ سے بچنے کیلئے آیت سجدہ چھوڑنا

سوال: میرا معمول ہے کہ دوران کام تلاوت کرتی رہتی ہوں چونکہ زبانی پڑھنا ہوتا ہے تو بسا اوقات وضو بھی نہیں ہوتا تو کیا ایسی صورت میں سجدہ سے بچنے کیلئے آیت سجدہ چھوڑ سکتی ہوں تا کہ سجدہ واجب نہ ہو؟

جواب: ایسا کرنا مکروہ ہے چونکہ سجدہ فوراً ہی واجب نہیں ہوتا بعد میں جب باوضو ہوں تو ادا کرلیا کریں۔ (فتاویٰ کبیری ج۱ ص۴۷۰) (خیر الفتاویٰ)

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا

سوال..... قرآن پاک صحیح پڑھنے کے لئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ ساتھ پڑھتا رہے تو کیا ثواب ملے گا اور اگر آیت سجدہ آئے تو سجدہ ایک ہی ہوگا یا جدا جدا؟

جواب..... اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے اور اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب ملے گا اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا (فتاویٰ محمودیہ ص۴۵ ج۱۲)

"محض ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ سجدہ کی آیت سننے سے واجب نہیں ہوگا بلکہ اپنی تلاوت سے واجب ہوگا"۔

ریڈیو پر قرآن پاک پڑھنا

سوال..... ریڈیو پر قرآن شریف پڑھنے میں کیا حکم ہے؟

جواب..... ریڈیو دراصل مخصوص خبروں کی اشاعت کا ایک ذریعہ ہے لیکن یہاں اس کا استعمال بھی اگر فوٹو گراف کی طرح سے نہیں تو اس کے قریب قریب ضرور ہے جس میں بہت سی لغویات بھری ہوئی ہیں' مختلف قسم کے اشعار' تقریریں اور گانا بجانا ہوتا ہے۔

مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں' ابھی ایک بازاری عورت گا رہی ہے' ابھی ایک قاری صاحب نے قرآن شریف شروع کر دیا' یہ یقیناً احترام کلام اللہ کے خلاف ہے' فقہاء نے بیکار جگہوں اور بازار میں کلام اللہ شریف پڑھنے کو منع فرمایا ہے' اسی طرح ایسے لوگوں کے سامنے جو اپنے کاموں میں مشغول ہوں زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰ ج ۶)

لاؤڈ سپیکر اور ریڈیو ٹیلی ویژن سے آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت

سوال...... عام طور پر تراویح لاؤڈ اسپیکر پر پڑھائی جاتی ہے سجدہ کی جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اس کی آواز باہر بھی جاتی ہے اگر کوئی شخص باہر یا گھر میں سجدہ کی آیات سنے تو اس پر سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح ختم والے دن ریڈیو اور ٹی وی پر سعودی عرب سے براہ راست تراویح سنائی اور دکھائی جاتی ہیں اور لوگ کافی شوق سے (خاص طور پر خواتین) انہیں سنتے ہیں جبکہ آخری پارے میں دو سجدے ہیں' کیا عوام جب وہ آیات سجدہ سنیں تو ان پر سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ اکثریت صرف ذوق وشوق سے ہی دیکھتی ہے عملی طور پر کچھ نہیں' یعنی اکثر لوگ صرف سن اور دیکھ لیتے ہیں سجدہ وغیرہ ادا نہیں کرتے۔

جواب...... جن لوگوں کے کان میں سجدے کی آیت پڑے خواہ انہوں نے سننے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو ان پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے' بشرطیکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ آیت سجدہ تلاوت کی گئی۔ (اگر اسی تراویح کی ریکارڈنگ دوبارہ ریڈیو اور ٹی وی سے براڈ کاسٹ یا ٹیلی کاسٹ کی جائے تو سجدۂ تلاوت نہیں واجب ہوگا) البتہ عورتیں اپنے خاص ایام میں سنیں تو ان پر واجب نہیں۔ (جامع الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۷)

قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟

سوال...... فوٹو گراف کے اندر غایت درجہ خوش الحانی کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت کی جاتی ہے توحید کی تقریر پیغمبرؑ کے اوصاف حمیدہ' حضرت ابراہیمؑ کے احوال وغیرہ لہٰذا اس کا سننا اور مکان کے اندر رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب...... فوٹو گراف لہو ولعب کا ایک آلہ ہے' اس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے فحش اور مذاقیہ غزلیں بھی ہوتی ہیں' قرآن پاک خدائی کلام سب سے زیادہ معزز ہے اس کا گراموفون میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے اس سے احتراز لازم ہے اگر قرآن شریف کو آلہ لہو ولعب بنایا جائے تو یہ کلام الٰہیہ کا استہزا اور استخفاف ہوگا جو کفر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲ ج ۶)

ریڈیو کے دینی پروگرام چھوڑ کر گانے سننا

سوال...... میرے گھر میں ریڈیو ہے۔ مجھے نغمے سننے کا بہت شوق ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ریڈیو اسٹیشن سے تلاوت کلام پاک یا کوئی مذہبی پروگرام نشر ہو رہا ہوتا ہے تو دوسرے اسٹیشن سے میرے پسندیدہ گانے نشر ہو رہے ہوتے ہیں میں بلاآخر تمام مذہبی پروگراموں کو چھوڑ کر گانے سننے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے؟

جواب...... خود آپ کا ضمیر کیا اسے جائز کہتا ہے؟ گانے سننا بجائے خود حرام ہے تلاوت بند کر کے گانے سننا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل)

تلاوت کلام پاک اور گانے ریڈیو یا کیسٹ سے سننا

سوال...... اگر تلاوت کلام پاک کو کیسٹ یا ریڈیو سے سنا جائے تو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوتا تو اس اصول کے مطابق موسیقی اگر ریڈیو یا کیسٹ میں سنی جائے تو اس کا گناہ بھی نہ ہونا چاہئے!

جواب...... گانے کی آواز سننا حرام ہے اس کا گناہ ہوگا تلاوت کی آواز تلاوت نہیں اس لئے تلاوت سننے کا ثواب نہیں ہوگا البتہ اگر آپ قرآن کریم کے صحیح تلفظ کو سیکھنے کے لئے سنتے ہیں تو اس کا اجر ضرور ملے گا۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل)

کیا ٹیپ ریکارڈ پر تلاوت ناجائز ہے؟

سوال...... آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ٹیپ پر تلاوت کرنے سے تلاوت کا ثواب نہیں ملتا اور نہ اس کے سننے سے تلاوت کا سجدہ واجب ہوتا ہے تو گزارش ہے کہ اس زمانے میں تو ٹیپ ریکارڈ نہیں تھا اس لئے قرآن وسنت سے اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی لیکن آج کل کے دور میں تو یہ ایک آلہ ہے جس کو استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ جہاد میں ہوائی جہاز اور ٹینک وغیرہ قرآن وسنت کی روشنی میں وجوہات درج کیجئے۔

جواب...... ٹیپ پر تلاوت کو ناجائز تو میں نے بھی نہیں کہا مگر سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے لئے تلاوت صحیحہ شرط ہے اور ٹیپ سے جو آواز نکلتی ہے وہ عقلاً و شرعاً صحیح نہیں اس لئے اس پر تلاوت کے احکام بھی جاری نہیں ہوں گے۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل)

ٹیپ ریکارڈ پر صحیح تلاوت و ترجمہ سننا موجب برکت ہے

سوال...... میں قرآن کریم کے مکمل کیسٹ خریدنا چاہتا ہوں جو باترجمہ ہیں پوچھنا یہ ہے کہ ٹیپ ریکارڈ پر تلاوت و ترجمہ سننا کیسا ہے؟ ثواب ہوتا ہے کہ نہیں؟ آپ سے مشورہ لینا ہے کہ

"قرآن کے کیسٹ سیٹ" لوں یا نہ لوں۔

جواب..... اب یہ تو آپ نے لکھا نہیں کہ کیسٹ پر کس کی تلاوت اور ترجمہ ہے؟ ترجمہ و تلاوت اگر صحیح ہیں تو ان کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں، تلاوت سننے کا ثواب تو نہیں ہوگا، بہرحال قرآن کریم کی آواز سننا موجب برکت ہے۔ (آپ کے مسائل اور اُنکا حل)

تلاوت کی کیسٹ کافی ہے یا خود بھی تلاوت کرنی چاہئے؟

سوال..... میرا ایک دوست ہے جو خود قرآن شریف نہیں پڑھتا بلکہ ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ کے ذریعہ روز قرآن شریف سنتا ہے حالانکہ میری اس سے بحث ہوئی تو کہنے لگا کہ قرآن شریف پڑھنا کوئی ضروری نہیں مسلمان صرف سن کر بھی عمل کر سکتا ہے۔ یہ الجھن میرے ذہن میں گھومتی رہی اس کو دور کرنے کے لئے ایک مولوی صاحب سے ملا انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ خود پڑھنے اور سننے کا ثواب ایک ہی ہے۔ اب میرے ذہن میں بات نہیں آتی کہ جب ایک مسلمان خود قرآن شریف پڑھا ہوا ہے تو خود کیوں نہیں تلاوت کرتا ہے؟ آپ بتایئے اور میری الجھن دور کریں کہ کیا قرآن پاک صرف دوسروں کی زبان سے سننا چاہئے اور خود تلاوت نہ کی جائے؟ جبکہ وہ خود لکھا پڑھا ہو آخر کیوں؟

جواب..... قرآن مجید کے بہت سے حقوق ہیں، ایک حق اس کی تلاوت کرنا بھی ہے اور اس کے احکام کا سننا اور ان پر عمل کرنا بھی اس کا حق ہے، اسی طرح بقدر ہمت اس کو حفظ کرنا بھی اس کا حق ہے، ان تمام حقوق کو ادا کرنا چاہئے۔ البتہ قرآن مجید پڑھنا، قرآن مجید سننے سے زیادہ افضل ہے۔ اور ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت کو اکثر علماء نے تلاوت میں شمار نہیں کیا ہے۔

ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت کا ثواب نہیں تو پھر گانوں کا گناہ کیوں؟

سوال..... روزنامہ جنگ میں ہر ہفتہ آپ کا کالم تقریباً باقاعدگی سے پڑھتا رہا ہوں، اس میں بعض اوقات آپ کے جواب متعلقہ مسئلہ کے مزید الجھاؤ کا باعث بن جاتے ہیں، اور کبھی کبھی جواب وضاحت طلب رہ جاتے ہیں جس کی وجہ سے سائل ہی نہیں بلکہ دوسرے قارئین کی الجھن دور نہیں ہو پاتی۔ مثال کے طور پر آپ نے فرمایا ہے کہ ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت واقعتاً تلاوت نہیں ہے اس سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ نہ تلاوت کا ثواب ملے گا اگر یہ واقعتاً تلاوت نہیں ہے تو پھر ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے تلاوت کا جواز ختم ہو جائے گا یہی نہیں جب اس کا ثواب بھی نہیں ہے تو پھر ٹیپ ریکارڈ سے فحش گانے سننا بھی باعث عذاب نہیں ہوگا اور پھر فلمیں دیکھنے سے بھی کیا برائی پیدا ہو سکتی ہے؟ دوسری بات سجدۂ تلاوت کی ہے تو یہ ناچیز یہ سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی متعلقہ آیت کسی بھی ذریعہ سے

کسی مسلمان کے کان تک پہنچے یا وہ خود تلاوت کرے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا یہ آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو پھر عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں دور دور تک صف بند نمازی جو نماز ادا کرتے یا رکوع و سجود پیش امام کے ساتھ کرتے ہیں وہ بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گا اس لئے کہ ان نمازوں میں خصوصاً لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عام ہے۔ ہاں! ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت سے نماز ادا نہ کرنے کا جواز تو ہے اس لئے کہ باجماعت نماز کے لئے پیش امام کا ہونا لازم ہے، لیکن سجدۂ تلاوت کا واجب نہ ہونا اور اس کی سماعت کا کسی ثواب کا باعث نہ ہونا عقل و فہم سے بعید باتیں ہیں۔

جواب...... جناب کی نصیحتیں بڑی قیمتی ہیں، میں دل سے ان کی قدر کرتا ہوں اور ان پر جناب کا شکر گزار ہوں۔ یہ ناکارہ اپنے محدود علم کے مطابق مسائل حزم و احتیاط سے لکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر قلت علم اور قلت فہم کی بنا پر کبھی جواب میں غلطی یا لغزش کا ہو جانا غیر متوقع نہیں۔ اس لئے اہل علم سے بار بار التجا کرتا ہے کہ کسی مسئلے میں لغزش ہو جائے تو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

۱- اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ آنجناب کی نصیحت کے مطابق اس مسئلہ میں دوسرے اہل علم سے بھی رجوع کیا، ان کی رائے بھی یہی ہے کہ ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت سننے سے سجدۂ تلاوت لازمی نہیں آتا، پاکستان کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ''آلات جدیدہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ جو آیت سجدہ سنی جائے اس کا وہی حکم ہے جو گراموفون کے ریکارڈ کا ہے کہ اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، کیونکہ سجدۂ تلاوت کے وجوب کے لئے تلاوت صحیحہ شرط ہے اور آلہ بے جان بے شعور سے تلاوت متصور نہیں''۔ (ص: ۲۰۷)

۲- جناب کا یہ شبہ صحیح نہیں کہ: ''اگر یہ تلاوت نہیں تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے تلاوت کا جواز ختم ہو جائے گا۔'' ریڈیو پر جو تلاوت نشر ہوتی ہے وہ عموماً پہلے ریکارڈ کرلی جاتی ہے بعد میں نشر کی جاتی ہے اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو ٹیپ ریکارڈ کی آواز کا ہے کہ وہ تلاوت صحیحہ نہیں، مگر ریکارڈ کرانا جائز ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ ''آلات جدیدہ'' میں لکھتے ہیں: ''اس مشین پر تلاوت قرآن پاک اور دوسرے مضامین کا پڑھنا اور اس میں محفوظ کرانا جائز ہے''۔ (حوالہ بالا) پس اس کے تلاوت صحیحہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تلاوت کرنا ہی ناجائز ہو جائے۔ البتہ کسی اور سبب سے ممانعت ہو تو دوسری بات ہے، مثلاً: ٹیلی ویژن پر تصویر بھی آتی ہے اور یہ شرعاً حرام ہے، اور جو چیز حرام اور ملعون ہو اس کو قرآن مجید کے لئے استعمال کرنا بھی حرام ہے اور ریڈیو کا استعمال اکثر گانے بجانے کے لئے ہوتا ہے اس لئے بعض اہل علم نے اس پر تلاوت کو بے ادبی قرار دیا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جو برتن نجاست کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس میں

کھانا کھاتے ہوئے ایک سلیم الفطرت شخص کو گھن آئے گی۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اگرچہ ریڈیو کے استعمال کرنے والوں کی بدمذاقی نے زیادہ تر گانے بجانے اور بدمذاقی میں لگا رکھا ہے' اسی وجہ سے بعض علماء نے اس پر تلاوت قرآن کو درست نہیں سمجھا لیکن دوسرے مفید مضامین کی بھی اس میں خاصی اہمیت پائی جاتی ہے' اس لئے یہ صحیح ہے کہ اس کو آلات لہو و طرب کے حکم میں داخل نہیں کیا جاسکتا' اور ریڈیو کی جس مجلس میں تلاوت ہوتی ہے وہ مجلس بھی لہو و لعب اور لغو باتوں سے الگ ہوتی ہے۔'' (ص:۱۶۲)

۳- جناب کا یہ شبہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر ٹیپ ریکارڈر کی تلاوت' تلاوت صحیحہ نہیں نہ اس سے تلاوت سننے کا ثواب ہے تو گانے سننے کا گناہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ تلاوت کے خاص شرعی احکام ہیں جو تلاوت صحیحہ پر مرتب ہوتے ہیں' ٹیپ ریکارڈ کی آواز تلاوت صحیحہ نہیں' محض تلاوت کی آواز ہے' چنانچہ اگر اذان ٹیپ کر لی جائے تو موذن کی جگہ پانچوں وقت ٹیپ ریکارڈ بجا دینے سے گو اذان کی آواز تو آئے گی لیکن اس کو اذان نہیں کہا جائے گا نہ اس سے اذان کی سنت ادا ہوگی اسی طرح ٹیپ کی ہوئی تلاوت بھی تلاوت کے قائم مقام نہیں۔ لیکن شریعت نے گانے کی آواز سننے کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے' چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

''دو آوازیں ایسی ہیں کہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں' ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز' دوسری مصیبت کے موقع پر نوحے کی آواز''۔ (جامع صغیر)

اس لئے گانے کی آواز خواہ کسی ذریعے سے بھی سنی جائے اس کا سننا حرام ہے' لہٰذا تلاوت پر گانے کی آواز کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

۴- اور جناب کا یہ ارشاد ہے کہ: ''قرآن مجید کی آیت سجدہ خواہ کسی بھی ذریعے سے کسی مسلمان کے کانوں تک پہنچے یا وہ خود تلاوت کرے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا''۔ تلاوت صحیحہ کی حد تک تو صحیح ہے' مطلقاً صحیح نہیں' مثلاً: کسی سوئے ہوئے شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی' نہ اس پر سجدہ واجب ہے نہ اس کے سننے والے پر کیونکہ سونے والے کی تلاوت' تلاوت صحیحہ نہیں۔ اسی طرح اگر کسی پرندے کو آیت سجدہ رٹا دی گئی تو اس کے پڑھنے سے بھی سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں چونکہ پرندے کا پڑھنا تلاوت صحیحہ نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے آیت سجدہ تلاوت کی کسی شخص نے خود اس کی تلاوت تو نہیں سنی' مگر اس کی آواز پہاڑ یا دیوار یا گنبد سے ٹکرا کر اس کے کان میں پڑی تو اس صدائے بازگشت کے سننے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ الغرض اصول یہ ہے کہ تلاوت صحیحہ کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے' ٹیپ ریکارڈ کی

آواز تلاوت صحیح نہیں اس لئے اس کے سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے۔

۵- آپ نے جو لاؤڈ اسپیکر کا حوالہ دیا ہے وہ بھی یہاں بے محل ہے کیونکہ لاؤڈ سپیکر آواز کو دور تک پہنچاتا ہے اور مقتدیوں تک جو آواز پہنچتی ہے وہ بعینہ امام کی تلاوت و تکبیر کی آواز ہوتی ہے ٹیپ ریکارڈر اس آواز کو محفوظ کر لیتا ہے اب جو ٹیپ ریکارڈ بجایا جائے گا وہ اس تلاوت کا عکس ہوگا جو اس پر کی گئی وہ بذات خود تلاوت نہیں اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

جو باتیں اس ناکارہ نے گزارش کی ہیں اگر اہل علم اور اہل فتویٰ ان کو غلط قرار دیں تو اس ناکارہ کو ان سے رجوع کر لینے میں کوئی عار نہیں ہوگی اور اگر حضرات اہل علم اور اہل فتویٰ ان کو صحیح فرماتے ہیں تو میرا مؤدبانہ مشورہ ہے کہ ہم عامیوں کو ان کی بات مان لینی چاہئے فقہ کے بہت سے مسائل ایسے باریک ہیں کہ ان کی وجہ ہر شخص کو آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتی' واللہ الموفق۔

پی آئی اے کو فلائٹ میں بجائے موسیقی کے تلاوت سنانی چاہئے

سوال...... میں نے طویل عرصہ قبل ایک تجویز پی آئی اے کو پیش کی تھی کہ اندرون ملک ہر پرواز کے شروع میں کچھ منٹ (کم سے کم) پندرہ منٹ اور پرواز کے آخری وقت میں کچھ منٹ (کم سے کم) پندرہ منٹ کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کے ٹیپ مسافروں کو سنائے جائیں' کیونکہ اب تک ان وقتوں میں موسیقی کی فرسودہ دھنیں سنائی جاتی رہی ہیں۔ جبکہ ان وقتوں میں اگر مسافروں کو قرآن پاک کی تلاوت کے ٹیپ سنائے جائیں تو ان سے ایمان کو تقویت حاصل ہوگی اور سفر بخیر و خوبی گزر جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل سفر رہے گا۔ یہ تھی میری تجویز جو کہ ایک اسلامی مملکت کی فضائی سروس سے متعلق ادارے کو پیش کی گئی تھی جو کہ اسلامی شعائر کی ترویج کے سلسلے میں ایک اچھی کوشش ثابت ہو سکتی ہے لیکن اس کا جواب پی آئی اے نے جو دیا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس ادارے میں کس قسم کے ذہن مسلط ہیں جو یہ تو چاہتے ہیں کہ موسیقی کی دھنیں بجتی رہیں لیکن یہ نہیں چاہتے کہ خدا کا کلام مسافروں کو سنایا جائے بلکہ یہ عذر پیش کیا جا رہا ہے کہ اس سے بے حرمتی کا اندیشہ ہے' کیونکہ مسافروں میں سارے مسلمان تو سفر نہیں کرتے' چند غیر مذہب لوگوں کے سفر کرنے کی بنا پر باقی تمام مسلمانوں کو اس نیک عمل سے محروم رکھنا تو سمجھ میں نہیں آتا ہے اگر یہی طریقہ ہے اسلامی نظام اور اسلامی سوچ رائج کرنے کا تو اس پورے پاکستان میں بھی غیر مذہب کے لوگ رہتے ہیں چنانچہ ان کی بنا پر اسلامی نظام بھی رائج نہ کیا جائے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس سے بے حرمتی کا اندیشہ ہو' یہ کمزور دلیل سمجھ میں نہیں آئی۔ براہ کرم آپ میری تجویز کا مطالعہ کریں اور اگر میں درست ہوں تو اس کو رائج کروانے کے لئے آپ بھی کوشش کریں کہ آپ کی تحریر میری تحریر سے

بہت مضبوط ہے اس کارِ نیک میں ضرور حصہ لیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

جواب...... آپ کی تجویز بہت اچھی ہے۔ بے حرمتی کا عذر تو بالکل ہی لغو اور مہمل ہے البتہ یہ عذر ہو سکتا ہے کہ شاید غیر مسلم اس کو پسند نہ کریں مگر یہ عذر بھی کچا ہے۔ قرآن کریم کی حلاوت و شیرینی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی صحیح انداز میں پڑھنے والا ہو تو غیر مسلم برادری بھی اسے نہ صرف پسند کرتی ہے بلکہ اس سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ پی آئی اے کے اعلیٰ حکام کو اس پر ضرور توجہ دینی چاہئے اور موسیقی شرعاً ناجائز اور گناہ ہے اس کا سلسلہ بند کردینا چاہئے۔ آپ کے مسائل ج ۳ ص ۲۸۸ ص ۲۹۰۔

برتنوں میں قرآن کریم کی آیتیں

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر نمونہ کے طور پر برتن میں قرآن کریم کی آیتیں چھپوا کر امپورٹر کو دکھاتا ہے اور امپورٹر اس کو پسند کر کے آرڈر دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود امپورٹر آیت قرآنی لکھے ہوئے برتنوں کا آرڈر دیتا ہے اور ایکسپورٹر اور کاریگر پیسوں کی حرص میں آ کر تیار کر کے ارسال کرتا ہے شرعی طور پر اس میں قرآن کریم کی سخت ترین توہین اور اہانت ہے دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض برتنوں میں پوری سورۃ مزمل بعض میں پوری سورہ اخلاص اور بعض میں آیۃ الکرسی اور بعض میں سورۃ یٰسین اور بعض میں ایک دو آیتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں اس میں مختلف وجوہ سے متعدد خرابیاں لازم آجاتی ہیں جن کی وجہ سے قرآن کریم کو ان آلات واوانی میں چھاپنے کو ہرگز جائز نہیں کہا جاسکتا ہے۔

۱۔ قرآن کریم کی ایک آیت پکڑنے کے لئے بھی وضو کرنا فرض ہے یہاں مزدوروں میں یہ احتیاط نہیں ہوتی۔

۲۔ بعض دفعہ پالش اور چھلائی کرتے ہوئے پیر سے دباتے بھی ہیں یہ قرآن کریم کی سخت اہانت اور حقارت ہے جو سراسر حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

۳۔ برتن پیالہ وغیرہ انسان کی استعمالی اشیاء ہیں جنکی حیثیت شی محترم کی طرح نہیں ہوتی ہے انکو کہیں بھی رکھ دینا برا نہیں سمجھا جاتا ہے لہٰذا قرآن کریم کو ایسی اشیاء میں شامل کر لینا کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ جب قرآن کریم کو استعمالی آلات وغیرہ میں استعمال کیا جائے گا تو آہستہ آہستہ قرآن کریم کی بلند حیثیت اور اہم ترین عظمت مسلمانوں کے دلوں سے نکلنا شروع ہو جائے گی اس لئے قرآن کریم کی کوئی بھی آیت یا کوئی بھی ٹکڑا ان اشیاء میں استعمال جائز نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے کسی بھی بندہ کو رزق سے محروم نہیں کرتا اس لئے حرص میں آ کر ہمارے تاجر بھائی ایسا آرڈر ہرگز قبول نہ کیا کریں۔ کما فی (البحر الرائق ص ۷ سج ۲)

اور ایسا ہی کاغذ اور پرزہ کو لکھ کر دروازوں پر چسپاں کرنا اہانت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طہارت

ناخنوں میں میل ہونے پر وضو کا حکم

سوال: کام کرنے کے دوران ناخنوں میں میل چلا جاتا ہے' اگر ہم میل صاف کیے بغیر وضو کریں تو وہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: وضو ہو جائے گا مگر ناخن بڑھانا خلاف فطرت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۲ ص ۴۲)

وضو کے دوران عورت کے سر کا ننگا رہنا

سوال: کیا وضو کرتے وقت عورت کا سر پر دوپٹہ اوڑھنا ضروری ہے؟

جواب: عورت کو حتی الوسع (بقدر استطاعت) سر ننگا نہیں کرنا چاہیے مگر وضو ہو جائے گا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۲ ص ۴۳)

مصنوعی دانت کے ساتھ وضو کا حکم

سوال: مصنوعی دانت لگا کر وضو ہو جاتا ہے یا ان کا نکالنا ضروری ہے؟

جواب: نکالنے کی ضرورت نہیں ان کے ساتھ وضو درست ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۲ ص ۴۴)

بغیر کلی وضو کرنا درست ہے

سوال: کسی کو کلی کرتے وقت منہ سے خون نکلتا ہے اور تھوڑی دیر بعد بند ہوتا ہے تب اس کا وضو ختم ہوتا ہے چونکہ کلی کرنے سے وضو ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اس لیے اگر وہ کلی نہ کرے' نماز پڑھ لے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: اسی حالت میں کلی نہ کرنا درست ہے' بغیر کلی کیے نماز صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

برش مسواک کی سنت کا متبادل نہیں

سوال: ۔ مسواک سے عموماً دانتوں کی صفائی مقصود ہوتی ہے موجودہ دور میں برش سے یہ فائدہ اچھے طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیا یہ مسواک کا نعم البدل ہو سکتا ہے؟ یعنی برش کے

استعمال سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب۔ دانتوں کی صفائی بلاشک مسواک کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ ہے لیکن مسواک کا استعمال صرف دانتوں کی صفائی کیلئے نہیں، بنیادی عنصر اس میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، برش میں وہ خصوصیات اور صفات نہیں پائی جاتیں جو مسواک میں موجود ہوتی ہیں۔ اس لئے اس سے سنت ادا نہ ہوگی۔ تاہم برش کا نفس استعمال جائز ہے۔ (کبیری آداب الوضوء ص 37)

خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش کے استعمال کا حکم

سوال۔ آج کل دانتوں کی صفائی کیلئے جو برش استعمال کیا جاتا ہے بعض میں خنزیر کے بال استعمال ہوتے ہیں، کیا ایسے برش سے دانتوں کی صفائی کرنا جائز ہے؟

جواب۔ دانتوں کی صفائی کیلئے جو برش کیا جاتا ہے اگر اس میں خنزیر کے بال استعمال ہوتے ہوں تو اس کا استعمال جائز نہیں۔ (جامع الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۲۷)

وضو کے بعد رومال سے ہاتھ منہ پونچھنا

سوال: وضو کر کے رومال سے بدن سکھانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: وضو کے اعضاء کو رومال سے پونچھنا مستحب اور آداب میں سے ہے۔ درمختار میں اسے آداب میں شمار کیا ہے۔ شامی نے بھی اس کی بہت تفصیل لکھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رومال سے پونچھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۱ ج ۱)

ناخن پالش اور سرخی پر وضو کا حکم

سوال۔ جیسے کہ ناخن پالش لگانے سے وضو نہیں ہوتا اگر کبھی ہونٹوں پر ہلکی سی لالی لگی ہو تو کیا وضو ہو جاتا ہے؟ یا اگر وضو کے بعد لگائی جائے تو اس سے نماز درست ہے؟

جواب۔ ناخن پالش لگانے سے وضو اور غسل اس لئے نہیں ہوتا کہ ناخن پالش پانی کو بدن تک پہنچنے نہیں دیتی، لبوں کی سرخی میں بھی اگر یہی بات پائی جاتی ہے کہ وہ پانی کے جلد تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو تو اس کو اتارے بغیر غسل اور وضو نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی کے پہنچنے سے مانع نہیں تو غسل اور وضو ہو جائے گا۔ ہاں اگر وضو کے بعد ناخن پالش یا سرخی لگا کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن اس سے بچنا بہتر ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۲ ص ۷۶)

پھایہ (سنی پلاسٹ) پر مسح کرنا

سوال۔ چہرے پر پھنسی یا زخم ہے اس پر مرہم کا پھایہ (سنی پلاسٹ) لگا ہوا ہے اس کو ہٹا کر

وضو کرے یا پھایہ کے اوپر سے پانی بہائے؟

جواب۔ اگر زخم کو پانی نقصان پہنچاتا ہو یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو تو پھایہ ہٹائے بغیر اس کے اوپر مسح کرے۔ (احسن الفتاوی ج ۲ ص ۲۴)

ناپاک چربی والا صابن

سوال: مردار اور حرام جانوروں کی چربی کے صابن سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے، نمازیں وغیرہ درست ہیں؟

جواب: ایسے صابن کا استعمال کرنا جس میں یہ چربی ڈالی گئی ہو جائز ہے کیونکہ صابن بن جانے کے بعد اس کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۲ ص ۹۱)

دانت سے خون نکلنے پر وضو کب ٹوٹتا ہے

سوال۔ اگر دانت سے خون نکلتا ہو اور وضو بھی ہو تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب۔ اگر اس سے خون کا ذائقہ آنے لگے یا تھوک کا رنگ سرخی مائل ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۲ ص ۴۷۔ ۲۔ (خواتین کے فقہی مسائل ص 63 تا 73)

خون تھوک پر غالب ہو تو ناقض وضو (وضو کو توڑنے والی) ہے نہیں؟

سوال: دانتوں سے خون نکل آئے اور نماز میں ہوں تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر خون تھوک پر غالب ہو جائے یعنی زیادہ مقدار اس کی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اس کا اندازہ ذائقہ سے ہو سکتا ہے کہ خون کا ذائقہ تھوک میں محسوس ہونے لگے تو اس وقت خون کی مقدار تھوک سے زیادہ ہوگی۔ (کمافی الہدایہ والشامیہ) (ملخص) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۱۱ جلد ۱)

آنکھ سے نکلنے والے پانی کا حکم

سوال: بہشتی زیور حصہ اول نواقض وضو کے ذیل میں لکھا ہے کہ اگر آنکھیں آئی ہوں اور کھٹکتی ہوں تو پانی بہنے اور آنسو نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر آنکھیں نہ آئی ہوں اس میں کچھ کھٹک ہو تو آنسو نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آگے چل کر بطور قاعدہ کلیہ درج ہے کہ جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ نجس ہے، ایسی صورت میں جب بچوں کی آنکھیں دکھتی ہیں اور ان کی آنکھوں کا پانی اکثر ماں وغیرہ کے کپڑے کو تر کر دیتا ہے، کیا اس کپڑے سے بغیر دھوئے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں ایک قول یہ ہے جو بہشتی زیور میں منقول ہے اور قاعدہ مذکورہ بھی صحیح

ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آنکھیں دکھنے والے کی آنکھ سے جو پانی نکلے وہ ناقض وضو نہیں ہے۔ اس صورت میں وہ نجس بھی نہ ہوگا۔ شامی میں ''منیہ'' کے حوالے سے امام محمد سے پیپ کے خوف سے ہر وقت نماز کے لیے وضو کرنے کا قول منقول ہے۔ فتح القدیر میں اس قول کو استحباب پر معمول کیا ہے۔ (شامی)

لہٰذا اس بناء پر وہ پانی جو دکھتی آنکھ سے نکلے جب تک متغیر نہ ہو مثلاً اس میں سرخی وغیرہ نہ ہو بلکہ صاف پانی ہو تو وہ ناقض وضو نہ ہوگا اور نہ ہی نجس ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۹ جلد ۱)

ناخن پر سوکھے ہوئے آٹے کے ساتھ وضو کا حکم

سوال۔ کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ جائے اس پر وضو کرے تو یہ وضو کرنا درست ہے؟

جواب۔ اگر اس کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا جب یاد آئے آٹا دیکھے تو چھڑا کر پانی ڈال دے اور اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹا دے اور پھر سے پڑھے۔ (بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۰۔ (خواتین کے فقہی مسائل ص 73)

وضو کے درمیان سلام کا جواب دینا

سوال: وضو کرتے ہوئے اور کھانے کے دوران سلام کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟ جبکہ سلام کرنے والے کو مسئلہ معلوم نہ ہو تو وضو میں مصروف ہونے کی وجہ سے ناراضی اور غلط فہمی ہو سکتی ہے؟

جواب: وضو کے دوران سلام اور جواب میں کوئی حرج نہیں، کھانے کے دوران سلام نہیں کہنا چاہیے اور کھانے والے کے ذمہ سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

گٹر لائن کی آمیزش اور بدبو والے پانی کا استعمال

سوال: بعض مرتبہ ہم کسی مسجد میں جاتے ہیں اور وضو کے لیے نلکا کھولتے ہیں تو شروع میں بدبودار پانی آتا ہے پانی بظاہر صاف نظر آتا ہے اور کوئی رنگ کی آمیزش نہیں ہوتی لیکن پانی میں بدبو سی محسوس ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا اس پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے یا یہ پانی ناپاک تصور ہوگا اور اس پانی سے وضو نہیں ہوگا؟

جواب: نلکوں کے ذریعہ جو بدبودار پانی آتا ہے اور پھر صاف پانی آنے لگتا ہے اس بارے میں جب تک بدبودار پانی کی حقیقت معلوم نہ ہو یا رنگ اور بو سے ناپاکی کا پتہ نہ چلتا ہو اس وقت تک اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ پانی کا بدبودار ہونا اور چیز ہے اور ناپاک ہونا دوسری چیز ہے اور اگر تحقیق ہو جائے کہ یہ پانی گٹر کا ہے تو نل کھول دینے کے بعد وہ جاری پانی کے حکم میں ہو جائے گا اور پاک ہو جائے گا۔ بس بدبودار پانی نکال دیا جائے بعد میں آنے والے صاف پانی سے وضو اور غسل صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

ناخن پالش لگانا کفار کی تقلید ہے اس سے نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل نہ نماز

سوال: آج کل نوجوان لڑکیاں اس کشمکش میں مبتلا ہیں کہ آیا لڑکیاں جو ناخن کو پالش لگاتی ہے اس کو صاف کرنے کے بعد وضو کریں یا پالش کے اوپر سے ہی وضو ہو جائے گا' کئی سمجھدار اور تعلیم یافتہ لڑکیاں اور معزز نمازی عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ناخنوں کی پالش صاف کیے بغیر ہی وضو ہو جائے گا؟

جواب: ناخنوں سے متعلق دو بیماریاں عورتوں میں خصوصاً نوجوان لڑکیوں میں بہت ہی عام ہوتی جارہی ہیں ایک ناخن بڑھانے کا مرض اور دوسرا ناخن پالش۔

ناخن بڑھانے سے آدمی کے ہاتھ بالکل درندوں جیسے ہو جاتے ہیں اور پھر ان میں گندگی بھی رہ سکتی ہے جس سے ناخنوں میں جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور مختلف النوع بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کو فطرت سے شمار کیا ہے ان میں ایک ناخن تراشنا بھی ہے۔ پس ناخن بڑھانے کا فیشن انسانی فطرت کے خلاف ہے جس کو مسلم خواتین کافروں کی تقلید میں اپنا رہی ہیں۔

مسلم خواتین کو اس خلاف فطرت تقلید سے پرہیز کرنا چاہیے' دوسرا مرض ناخن پالش کا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے عورت کے اعضاء میں فطری حسن رکھا ہے' ناخن پالش کا مصنوعی لبادہ محض غیر فطری چیز ہے پھر اس میں ناپاک چیزوں کی آمیزش بھی ہوتی ہے' وہی ناپاک ہاتھ کھانے وغیرہ میں استعمال کرنا طبعی کراہت کی چیز ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ناخن پالش کی تہہ جم جاتی ہے اور جب تک اسے صاف نہ کر دیا جائے پانی نیچے نہیں پہنچ سکتا۔ پس نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل' آدمی ناپاک کا ناپاک رہتا ہے جو تعلیم یافتہ لڑکیاں اور معزز نمازی عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ناخن پالش کو صاف کیے بغیر آدمی پاک نہیں ہوتا نہ نماز ہوگی نہ تلاوت جائز ہوگی وہ اسی معنی میں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ (آپ کے مسائل جلد دوم)

ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں

سوال: اگر کہیں موت آ گئی تو ناخن پالش لگی ہوئی عورت کی میت کا غسل صحیح ہو جائے گا؟

جواب: اس کا غسل صحیح نہیں ہوگا اس لیے ناخن پالش صاف کر کے غسل دیا جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

نیل پاش اور لپ سٹک کے ساتھ نماز

سوال: چند روز قبل ہمارے گھر آیت کریمہ کا ختم تھا جن میں چند رشتہ دار عورتیں آئیں جن میں کچھ فیشن میں ملبوس تھیں' فیشن سے مراد ناخن پر نیل پالش' بدن پر پرفیوم' ہونٹوں پر لپ اسٹک وغیرہ تھا' جب نماز کا وقت ہوا تو نماز کے لیے کھڑی ہو گئیں' جب ان سے کہا گیا کہ ان چیزوں سے وضو نہیں رہتا تو نماز کیسے ہوگی؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نیت دیکھتا ہے' تو کیا مولانا صاحب

نیل پالش یا پرفیوم لپ اسٹک وغیرہ سے وضو برقرار رہتا ہے؟ کیا ان سب چیزوں کے استعمال کے بعد نماز ہو جاتی ہے؟ برائے مہربانی تفصیل سے جواب دیں، نوازش ہوگی؟

جواب: خدا تعالیٰ صرف نیت کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ جو کام کیا گیا وہ اس کی شریعت کے مطابق بھی ہے یا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص بے وضو نماز پڑھے اور یہ کہے کہ خدا نیت کو دیکھتا ہے تو اس کا یہ کہنا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے ہم معنی ہوگا اور ایسے شخص کی عبادت عبادت ہی نہیں رہتی۔ اس لیے فیشن ایبل خواتین کا یہ استدلال بالکل مہمل ہے کہ خدا نیت کو دیکھتا ہے، ناخن پالش اور لپ اسٹک اگر بدن تک پانی کو نہ پہنچنے دے تو وضو نہیں ہوگا اور جب وضو نہ ہوا تو نماز بھی نہ ہوئی۔ (جلد دوم آپ کے مسائل)

دانتوں پر سونے کے خول چڑھانے سے غسل کا حکم

سوال: بسا اوقات لوگ دانت کے جل جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے اس پر سونے کا خول چڑھاتے ہیں، سونے کے خول سے دانت مستور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے مضمضہ کرتے وقت ذات کو پانی نہیں پہنچتا، کیا ایسی صورت میں جنابت کے غسل پر کوئی اثر پڑے گا؟ علاوہ ازیں کبھی یہ خول ویسے حسن اور زینت کیلئے چڑھایا جاتا ہے تو اس حکم میں ضرورت اور عدم ضرورت مساوی ہے یا نہیں؟

جواب۔ دانت پر ضرورت کے وقت سونے کا خول چڑھانا از روئے شروع جائز ہے، غسل کیلئے اس خول کا ہٹانا حرج و تکلیف سے خالی نہیں، بلکہ بسا اوقات منہ کے زخمی ہونے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ لہٰذا اس مجبوری کی وجہ سے بوقت غسل اصلی دانت تک پانی پہنچانا معاف ہے اور اس خول کے ہوتے ہوئے نماز بھی ہو جاتی ہے۔ (ایضاً)

مہندی کے رنگ کے ساتھ غسل کا حکم

سوال۔ خواتین کا یہ کہنا کہ اگر ایام کے دنوں مہندی لگائی جائے تو جب تک حنا کا رنگ مکمل طور پر اتر نہ جائے پاکی کا غسل نہیں ہوگا۔ یہ درست ہے؟

جواب۔ عورتوں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ غسل ہو جائے گا۔ غسل کے صحیح ہونے کے لئے مہندی کے رنگ کا اتارنا ضروری نہیں۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل: ج ۲ ص ۵۲۔ خواتین کے فقہی مسائل ص 79)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے وجوب غسل کا مسئلہ

سوال: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے جو مادہ منویہ عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے، کیا اس

عمل سے عورت پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ وجوب غسل کا سبب نفس خروج منی یا دخول منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکین قلب ہوتی ہے جو شہوت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، ٹیسٹ ٹیوب میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے اور اس میں صرف مادہ منویہ عورت کے رحم میں بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ لذت و تسکین نہیں جو مرد کے جماع کرنے سے عورت کو حاصل ہوتی ہے۔

اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے یا غیر آدمی کے ذکر وغیرہ کو داخل کرنے کی ہے جو موجب غسل نہیں۔ البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب کے عمل کے وقت عورت کو انزال ہو جائے تب غسل واجب ہوگا اگرچہ بدون انزال کے غسل کرنا زیادہ احوط ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۵۳۳)

انجکشن اور جونک کے ذریعے خون نکالنا ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال: انجکشن کی (سرنج) کے ذریعے خون نکالتے ہیں اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نکلا ہوا خون بہہ پڑنے کی مقدار میں ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ کبیری میں ہے کہ ”اگر فصد لگایا اور بہت سارا خون زخم سے نکلا اور زخم کے ظاہری حصہ کو ذرا سا بھی خون نہ لگا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ الخ“ (صفحہ ۱۲۹)

انجکشن کے ذریعہ خون کا نکالنا ناقض وضو ہے

سوال: اگر کوئی شخص انجکشن کے ذریعہ بدن سے خون نکالے تو اس سے وضو پر کیا اثر پڑتا ہے؟ یہ خون سوئی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اور بدن کے کسی حصہ پر یہ خون نہیں لگتا۔ جوالیٰ موضع یلحقہ حکم التطہیر نہ ہونے کی وجہ سے بظاہر ناقض وضو نہ ہونے کا شبہ ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ مذکورہ صورت میں خون کا بدن کے کسی حصہ پر نہ لگنے کے باوجود ناقض وضو ہے کیونکہ اگر یہ خون تھیلے میں نہ جاتا تو اس کا جسم پر بہہ جانا لازمی امر تھا۔ تھیلا کا وجود ایک خارجی مانع ہے اس سے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۵۱۹)

مصنوعی بالوں کا وضو و غسل میں حکم

سوال:۔ موجودہ دور میں خواتین اپنے بالوں کو لمبا اور گھنا ظاہر کرنے کے لئے مصنوعی بال لگاتی ہیں۔ غسل یا وضو میں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ اگرچہ یہ عمل شرعاً ممنوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے عمل کو موجب لعنت قرار دیا ہے لیکن اگر یہ عمل کر بھی لیا جائے تو غسل میں چونکہ عورتوں پر صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا

ضروری ہوتا ہے اس لئے وضو اور غسل میں ان خارجی بالوں کا ہٹانا ضروری نہیں بشرطیکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح اصلی بالوں پر ہو۔ ہاں اگر مصنوعی بالوں پر مسح کیا جائے تو وضو جائز نہ ہوگا۔ (فتاوی حقانیہ ص۵۳۶)

انجکشن کے ذریعے عورت کے رحم میں مادہ منویہ پہنچانا تو عورت پر غسل واجب ہے یا نہیں

سوال: انجکشن کے ذریعے منی فرج کے راستے سے عورت کے رحم میں پہنچائی تو کیا عورت پر غسل واجب ہوگا؟

جواب: اگر اس عمل سے شہوت پیدا ہوئی تو وجوب غسل راجح ہے اور اگر مطلقاً شہوت پیدا نہ ہوئی تو غسل واجب نہیں، کر لینے میں احتیاط ہے اگر یہ عمل ڈاکٹر یا شوہر کرے تو شہوت کا گمان زیادہ ہے۔ لہٰذا اس صورت میں وجوب غسل کا حکم راجح ہوگا۔ (مگر ڈاکٹر سے یہ عمل کرانا قطعاً حرام ہے)۔ (ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ صفحہ ۶/۲۸۱)

بوقت ضرورت سوائے شوہر کے یہ عمل کسی سے نہ کرایا جائے۔ (فتاوی رحیمیہ ج۶ ص ۲۸۱)

کٹے ہوئے اعضاء کا حکم

مسئلہ:۔ اگر کسی کا ایک ہاتھ کہنی کے اوپر سے کٹ گیا یا پیر ٹخنہ کے اوپر سے کٹ گیا تو کٹے ہوئے ہاتھ پیر کے دھونے کا فرض بھی ساقط ہو گیا اور اگر کہنی یا ٹخنہ کے نیچے سے کاٹا گیا ہے تو جتنا حصہ باقی ہے اس کو دھونا واجب ہے۔ دونوں ہاتھ یا دونوں پیر کٹنے کا حکم بھی یہی ہے۔ (درمختار)

(فقہی مسائل ج ۱ صفحہ ۳۶، ۳۷)

خروج ریح اس قدر ہو کہ وضو تک کی مہلت نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال: بعض مرتبہ خروج ریح اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اطمینان سے پورا وضو بھی نہیں ہو پاتا، نماز تو درکنار اور بعض مرتبہ یوں ہوتا ہے کہ وضو بھی ہو جاتا ہے اور دو تین رکعت بھی پڑھ لیتے ہیں مگر ریاح نہیں آتی، ایسی حالت میں نماز کے بارے میں شارع علیہ السلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم معذور شرعی کا حکم ہے، ہر وقت نماز کے لیے الگ وضو کرے (یعنی ظہر کے لیے وضو کرے پھر جو چاہے فرض، نفل، تلاوت قرآن کرے اور ریاح بھی جاری رہے لیکن عصر کا وقت آتے ہی وضو ختم ہو جائے گا اور عصر کے وقت کا الگ وضو ہوگا۔ پھر مغرب کے لیے پھر عشاء کے لیے) اور وظائف تسبیح و تہلیل اور درود شریف کا ورد تو بغیر وضو بھی ہو سکتا ہے۔ فقط (دارالعلوم دیوبند ص ۲۲۳ ج۱)

واشنگ مشین سے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال:۔ واشنگ مشین میں کپڑے کچھ اس انداز سے دھوئے جاتے ہیں کہ ایک ہی بار

صابن یا سرف ڈال کر اس میں نجس اور پاک کپڑے ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے دھوئے جاتے ہیں' ان کپڑوں کی پاکیزگی کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر چہ پہلے نجس پانی سے جملہ کپڑے نجس ہو جاتے ہیں مگر اس دھلائی کے بعد اس نجس صابن کو نکالنے کے لئے مشین میں ہی یا باہر پانی میں کئی بار دھو کر ان سے یہ نجس صابن نکال دیا جاتا ہے جس کے بعد کپڑوں میں نجس پانی باقی نہیں رہتا اس لئے ازالہ نجس کے بعد کپڑے پاک ہو جاتے ہیں لہٰذا واشنگ مشین سے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۵۸۲)

مٹی' المونیم' سٹیل وغیرہ کے برتن دھونے سے پاک ہو جائیں گے

سوال: مٹی کے یا المونیم کے برتن ناپاک ہو جائیں تو کس طرح پاک کیے جائیں؟

جواب: ایسے برتن دھونے اور مانجھنے سے پاک ہو جائیں گے' مٹی کے برتن تین مرتبہ دھوئے جائیں۔ (دارالعلوم دیوبند)

ڈرائی کلینر سے کپڑے پاک ہونے کا حکم

سوال:۔ڈرائی کلینر کے ذریعے کپڑے پٹرول سے پاک کیے جاتے ہیں لیکن اس میں کپڑا نچوڑا نہیں ہوتا بلکہ حرارت سے کپڑا سوکھ جاتا ہے' کیا اس طریقے سے دھوئے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے؟

جواب:۔ اگر کپڑا پاک ہو صرف میل کچیل ڈرائی کلینر کے ذریعہ دور کی گئی ہو تو اس سے کپڑے کی طہارت متاثر نہیں ہوتی تاہم یہ ضروری ہے کہ مائع چیز میں اس کے ساتھ ناپاک کپڑا نہ ملایا گیا ہو اور اگر کپڑا ناپاک ہو تو پھر اگر اس پر اتنا پٹرول ڈالا جائے کہ اس سے کپڑے کو نچوڑا جا سکے تو ایسی صورت میں بھی کپڑا پاک ہوگا کیونکہ کپڑے کی نجاست ہر مائع مزیل سے پاک ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر میل کچیل حرارت کے ذریعہ سوکھ جاتا ہو اور کپڑا ناپاک ہو تو پھر میل کے چلے جانے کے بعد بھی کپڑا ناپاک ہی رہے گا۔ دوبارہ پانی سے دھونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۵۷۶)

روئی اور فوم کا گدا پاک کرنے کا طریقہ

سوال: فوم اور روئی کے گدے کو کس طرح پاک کیا جائے؟ اگر بستر کے طور پر استعمال کرنے سے وہ ناپاک ہو جائے کیونکہ عموماً چھوٹے بچے پیشاب کر دیتے ہیں؟

جواب: ایسی چیز جس کو نچوڑنا ممکن نہ ہو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھو کر رکھ دیا جائے' یہاں تک کہ اس سے قطرے ٹپکنا بند ہو جائیں اس طرح تین بار دھو لیا جائے۔ (آپ کے مسائل جلد ۲)

چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا؟

سوال: عام چھپکلی پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اس پانی سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔ (ہدایہ ج ا صفحہ ۲۰) (خیر الفتاویٰ)

لڑکیوں کے بڑے ناخن

سوال: ۔لڑکیوں کو ناخن لمبے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ہر ہفتہ نہیں تو پندرہویں دن ناخن اتار دے اگر چالیس روز گزر گئے اور ناخن نہیں اتارے تو گناہ ہوا۔ یہی حکم ان بالوں کا ہے جن کو صاف کیا جاتا ہے۔ اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ (آپ کے فقہی مسائل ص ۵۱۹)

ٹائلٹ پیپر سے استنجاء کرنے کا حکم

سوال: ۔آج کل خاص قسم کا کاغذ ملتا ہے جو لکھنے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا' صرف استنجاء کے لئے بنایا گیا ہے' کیا اس پر کاغذ کے نام کی وجہ سے استنجاء جائز ہے؟

جواب: ۔کاغذ سے استنجاء کے عدم جواز کی علت' عظمت اور تقدس ہے کیونکہ کاغذ عموماً لکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور ٹائلٹ پیپر چونکہ خصوصی طور پر استنجاء کے لئے تیار کیا گیا ہے اس لئے مروجہ ٹائلٹ پیپر میں کاغذ کی خصوصیات نہ ہونے کی وجہ سے اس سے استنجاء جائز اور مشروع ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۵۹)

کیا کلوخ عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے؟

سوال: کلوخ (مٹی کے ڈھیلے) سے استنجاء کرنا پیشاب و پاخانہ کی جگہوں پر جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: کلوخ وغیرہ سے استنجاء کرنا عورتوں کے لیے بھی ایسا ہی مستحب ہے جیسا کہ مردوں کے لیے ہے۔ شامی میں ہے کہ:

''میں کہتا ہوں بلکہ فتاویٰ غزنویہ میں تصریح ہے کہ عورت بھی ایسا ہی کرے گی جیسا کہ مرد استنجاء میں کرتا ہے۔ قضائے حاجت سے جب وہ فارغ ہو تو معمولی سا رُکے اور پھر آگے پیچھے کی شرمگاہوں کو ڈھیلے سے صاف کرکے پھر پانی سے استنجاء کرے۔ الخ''

شامی میں یہ بھی لکھا ہے کہ کپڑا ہو یا مٹی کا ڈھیلا سب برابر ہیں۔ (اس زمانے میں ٹشو پیپر کا

بھی یہی حکم ہے۔مرتب)

شامی ہی میں مرقوم ہے کہ اگر صرف پانی سے استنجاء کیا جائے تو سنت ادا ہو جائے گی مگر افضل یہ ہے کہ دونوں جمع کرے یعنی ڈھیلے یا کپڑے (یا ٹشو) سے استنجاء کر کے پانی سے استنجاء کرے۔الخ (دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۲ ج ۱)

مغربی طرز کے بیت الخلاء میں پیشاب کرنا

سوال:۔آج کل بعض مقامات پر مغربی طرز کے بیت الخلاء بنائے جاتے ہیں جن میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑتا ہے کیا اس قسم کے بیت الخلاء میں پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اگرچہ بوقت ضرورت جائز ہے لیکن بلاضرورت کھڑے ہو کر پیشاب کرنا خلاف سنت ہے۔البتہ آج کل مغربی تہذیب کے مطابق بنائے گئے بیت الخلاء کے استعمال میں ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اور دوسرے کفار کے ساتھ تشبہ کا لزوم اس لئے مغربی طرز کے مطابق بنائے گئے بیت الخلاء میں اسی تہذیب کے مطابق کھڑے ہو کر پیشاب وغیرہ کرنا مناسب نہیں۔(فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۲۹۳)

بیت الخلاء میں قرآنی آیات یا احادیث کے اوراق سمیت جانا

سوال:۔کیا قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں جاتے وقت جیب میں آیات قرآنی یا احادیث کے اوراق ہوں تو ایسی حالت میں بیت الخلاء میں جانا اور قضاء حاجت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔شریعت اسلامی میں ہر معظم شے کی تعظیم واحترام کا حکم ہے چونکہ آیات قرآنی اور احادیث وغیرہ کے اوراق انتہائی معظم ومکرم ہیں اور بیت الخلاء میں ساتھ لے جانے سے ان کی تحقیر ہوتی ہے اس لئے قصداً ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بیت الخلاء جاتے وقت اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے جس میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔البتہ اگر ایسے کاغذات جیب سے باہر رکھنے پر ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر ساتھ لے جانے میں کوئی قباحت نہیں۔(فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۰۱)

پانی نہ ملنے پر تیمم کیوں ہے؟

سوال: پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرایا جاتا ہے اس میں کیا مصلحت ہے؟

جواب: ہمارے لیے سب سے بڑی مصلحت یہی ہے کہ اللہ پاک کا حکم ہے اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ویسے قرآن کریم نے اس کی مصلحتوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے: اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت

پوری کردے تاکہ تم شکر کرو۔ (سورہ مائدہ)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی کو پاک کرنے والی بنایا ہے جس طرح پانی انسانی بدن کو پاک کرنے والا ہے اسی طرح پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں مٹی سے تیمم کرنا بھی پاک کرنے والا ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اپنے ترجمہ کے فوائد میں لکھتے ہیں مٹی طاہر (پاک) ہے اور بعض چیزوں کے لیے مثل پانی کے مطہر (پاک کرنے والی) بھی ہے۔ مثلاً خف (چمڑے کا موزہ) یا تلوار، آئینہ وغیرہ اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہوجاتی ہے وہ بھی پاک ہوجاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں عجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ سو جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لیے بوقت معذوری پانی کے قائم مقام کی گئی۔ اس کے سوا سہل الوصول ہو سو زمین کا ایسا ہونا ظاہر ہے کیونکہ وہ سب جگہ موجود ہے۔ مع ہذا خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہے۔ کافر بھی آرزو کریں گے کہ کسی طرح خاک میں مل جائیں، جیسا کہ پہلی آیت میں مذکور ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند سورہ نساء آیت ۴۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد دوم)

جو قفل میں قید ہو اس کے لئے تیمم کا حکم

سوال:۔ ایک مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ مثلاً کوئی اپنے مکان کے اندر ہے اور غلطی سے ملازم باہر سے قفل بند کر کے چلا گیا اب مالک مکان اندر ہے اور نماز کا وقت آ گیا اور مکان میں پانی موجود نہیں ہے اور حتیٰ الوسع مالک مکان نے کوشش کی کہ کسی کو آواز دیکر پانی لے مگر نہ ملا اور وقت نماز کا نکلا جاتا ہے آیا وہ تیمم سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر پڑھ سکتا ہے تو بعد پانی ملنے کے وہ اس تیمم والی نماز کو قضا کرے یا نہیں؟

جواب:۔ پڑھ سکتا ہے اور قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ کرے۔ لانہ محبوس من جہۃ العبد۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ ص ۳۶)

سرد ملکوں میں تیمم کرنے کا حکم

سوال:۔ اس جگہ برف باراں باری بشدت ہوتی ہے۔ سردی بھی بکثرت ہوتی ہے۔ ہوا نہایت تند چلتی ہے وضو کرنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ دست و پا اکڑ کر چند ساعت بالکل معطل رہتے ہیں۔ اس حالت میں تیمم یا مسح سے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ کہیں شاذ و نادر ایسی صورت ہو کہ وضو کرنے سے ہلاکت یا مرض کا غالب اندیشہ ہو اور گرم پانی کرنے کا بھی سامان نہ ہو۔ نہ ایسا کوئی کپڑا ہو کہ اس میں لپٹ کر بدن گرم کرلیں۔ ایسی صورت میں تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اور پاؤں دھونے کا بدل مسح خفین ہو سکتا ہے۔ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ (الامداد ج ۱ ص ۶) امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۱

ریل میں تیمم جنابت کی شرط

سوال:۔ ریل وغیرہ کے سفر میں کہیں ضرورت غسل کی ہو جاوے اور پانی بقدر غسل نہ ملے اور وضو وغیرہ جس میں ہو سکے اتنا ملتا ہو تو غسل کے لئے تیمم کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ اسٹیشن پر اگر چہ پانی ہر جگہ بکثرت مل سکتا ہے لیکن غسل کرنا اس کو ریل میں مشکل ہے تو تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ غسل اسٹیشن پر مشکل نہیں لنگی باندھ کر پلیٹ فارم پر بیٹھ کر سقہ کو پیسے دے کر کہہ دے کہ مشک سے پانی چھوڑ دے اور اس کے قبل ٹانکیں وغیرہ ریل کے پاخانہ یا غسل خانہ میں جا کر پاک کرے یا برتن میں پانی لے کر یا اگر نل میں پانی موجود ہو تو اس سے اس پاخانہ یا غسل خانہ میں بھی غسل ممکن ہے۔ ہمت کی ضرورت ہے ایسی حالت میں تیمم درست نہیں۔ (۱۳ صفر ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹) امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۱

آپریشن کے ذریعے ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم

سوال: بعض اوقات ولادت میں پیچیدگیوں کی وجہ سے بڑے آپریشن کے ذریعے پیٹ سے بچہ نکالا جاتا ہے تو اس صورت میں نفاس کے احکام کیا ہوں گے؟

جواب: اگر آپریشن کے بعد رحم سے خون جاری ہو جائے تو وہ نفاس کے حکم میں ہے اس پر نفاس والے احکام جاری ہوں گے اور اگر صرف آپریشن کی جگہ سے ہی نکلے اور رحم سے نہ آئے تو وہ زخم کے حکم میں ہے اس صورت میں نماز وغیرہ ساقط نہیں ہونگے۔ کمافی الشامیۃ (مفتی محمد انور)

انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم

سوال:۔ آج کل ایسے انجکشن ملتے ہیں جن کے لگانے سے خواتین کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ خصوصاً حج کے ایام میں خواتین وہ انجکشن لگواتی ہیں اگر ایک عورت کو حیض آنے کی میعاد مقرر ہو کہ ہر ماہ اس کو حیض آتا ہو اور اس انجکشن کے ذریعے اس ماہ اسے خون نہ آئے تو کیا یہ عورت اپنی میعاد حیض میں جبکہ انجکشن کی وجہ سے خون بند ہے نماز روزہ وغیرہ عبادات کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حیض کا تعلق اس خون کو دیکھنے سے ہے جو بلا کسی سبب کے رحم سے آئے گویا کہ

حیض نام ہے خون آنے کا' صورت مسئولہ میں چونکہ خون بذریعہ انجکشن بند ہے اس لئے صرف ایام کو حیض نہیں کہا جائے گا اور نہ اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے بلکہ اس قسم کی خاتون کو نماز' روزہ' طواف وغیرہ سب کچھ جائز اور لازمی ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۲ص۵۶۵)

حائضہ عورت کے لیے مہندی کا استعمال جائز ہے

سوال: میں نے سنا ہے کہ ماہواری کے دوران بالوں یا ہاتھوں پر مہندی لگانا جائز نہیں ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: ماہواری کے دوران عورت کے لیے بالوں اور ہاتھوں پر مہندی کا استعمال منع نہیں ہے۔ اس کا رنگ پاکی سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس کا کوئی جسم نہیں ہوتا۔ (جامع الفتاویٰ ج۵ص۲۰۶)

حالت جنابت میں کمپیوٹر سے قرآن لکھنے کا حکم

سوال:۔ جنابت کی حالت میں قرآنی آیات کی کتابت بذریعہ ٹائپ رائٹر یا کمپیوٹر کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ شریعت مقدسہ میں قرآن کریم کا احترام اصلاً مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنبی آدمی کے لئے قرات قرآن (تلاوت کرنا) درست نہیں۔ اسی طرح فقہاء کرام نے جب کے لئے قرآن کریم کا لکھنا بھی منع فرمایا ہے۔ چونکہ ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کے ذریعے حالت جنابت میں قرآن لکھنا ہوتا ہے اس لئے درست نہیں' البتہ بے وضو ان جدید ذرائع سے کتابت قرآن کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ قرآنی آیات کو ہاتھ نہ لگے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۲ص۵۶۶)

حیض ونفاس کے دوران چہرے پر کسی کریم کا استعمال کرنا

سوال: حیض ونفاس کے زمانے میں کریم وغیرہ جیسی چیزیں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا احادیث میں ایسی کوئی بات ملتی ہے؟

جواب: حضرت اُم سلمہؓ سے ترمذی میں مروی ہے کہ ہم چھائیاں دور کرنے کے لیے چہرے پر ورس ملا کرتے تھے۔ (یہ ایک قسم کی گھاس ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ نفاس کے زمانے میں نہانے دھونے کا موقع نہ ملنے کے باعث چہرہ پر چھائیاں پڑ جاتی ہیں اور مرجھانے کا اثر آ جاتا ہے اس کے لیے ورس ملا کرتے تھے۔ اس سے کھال درست ہو جاتی تھی۔ بعض علاقوں میں سنترہ (کینو) وغیرہ سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ اب اس کی جگہ کریم وپاؤڈر چل گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چہرے کو صاف ستھرا رکھنا اور اچھا بنانا بھی اچھی بات ہے مگر کافروں اور فاسقوں کے ڈھنگ پر نہ ہو۔ (مفتی عاشق الٰہی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز

تحویل قبلہ میں اہل قبلہ کا گھومنا کس طرح ہوا؟

سوال...... مفسرین لکھتے ہیں کہ عین حالتِ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل قبلہ فرمائی' مدینہ سے بیت المقدس شمال میں ہے' اور بیت اللہ جنوب میں ہے' تو تحویل قبلہ کے معنی یہ ہوئے کہ جسم مبارک کو پورا گھومنا پڑا ہوگا اور اس لئے مقتدی بجائے پشت میں رہنے کے بالکل سامنے کی جانب آگئے ہوں گے۔ اسی حالت میں نماز کیونکر ادا ہوئی؟

جواب...... سامنے تو جب آتے جب مقتدی حضورؐ کے گھومتے وقت اپنی جگہ کھڑے رہتے' جب حضورؐ نے گھومنا شروع کیا سب نے ساتھ ساتھ اس طرح گھومنا شروع کیا کہ آپ آگے ہی رہے اور سب پیچھے رہے اور یہ اس وقت ہے جب کسی روایت سے ثابت ہو کہ نماز کے درمیان تحویل کا حکم ہوا اور اگر نماز سے قبل تحویل کا حکم ہوگیا تھا تو کچھ بھی اشکال نہیں' بخاری اور کرمانی کی روایت میں ہے کہ پہلی نماز جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز ہے' البتہ اہل قبا کو نماز کے درمیان خبر ہوئی اس پر یہ سوال و جواب متوجہ ہوگا' اور اس ہیئت کی تائید کلمہ استدار وا سے ہوئی ہے' جو بخاری میں ہے۔ اس تحویل کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

شمال بیت المقدس امام برمقام اول برمقام اول

یہ مقتدی امام کے پیچھے پیچھے گھومتے رہے۔

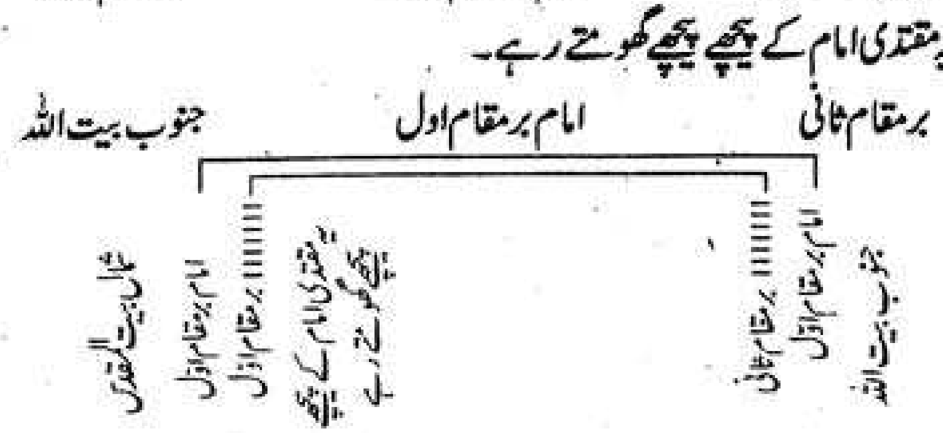

(جامع الفتاویٰ ج۱ص ۳۲۸)

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں

سوال...... ہمارے یہاں ہر اذان سے پہلے یا رسول اللہ کا درود شریف پڑھتے ہیں یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ جواب...... اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں' خلاف سنت ہے البتہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگنا حدیث شریف سے ثابت ہے' ہر کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۷۸ ج ۱۵)

حدیث قضا عمری کے متعلق

سوال...... دو رکعت یا جماعت قضا عمری اس خیال سے پڑھی کہ تمام سال کی نماز جو کہ فوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہو جاتی ہیں' یہ نماز فقہ و حدیث کی کون سی کتاب میں لکھی ہے؟

جواب...... یہ نماز شرعاً ثابت نہیں نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے جو فرض نماز فوت ہوئی ہیں وہ قضا کرنے سے ہی سے ادا ہو گی' مذکورہ طریقہ سے نہیں اور اس طرح کا اعتقاد کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہو جاتی ہیں اصل شرع کے خلاف ہیں۔

جو حدیث قضاء عمری کے لئے انیس الواعظین میں لکھی ہے وہ موضوع ہے' موضوعات کبیر' فوائد مجموعہ' عجالہ نافعہ وغیرہ میں اس کو موضوع لکھا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۷ ج ۱)

اذان یا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا

سوال...... ہمارے علاقے میں دستور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ساری مجلس دعا کرتی ہے' اور نہ کرنے والوں کو برا سمجھتے ہیں تو شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مطلق دعا کے لئے رفع یدین مستحب ہے' مگر جہاں شریعت نے خاص مواقع میں خاص الفاظ کے ساتھ دعا کی تعلیم دی ہے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت' سونے کے وقت' سونے سے اٹھ کر' بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت' سوار ہوتے وقت' اور بوقت جماع وغیرہ۔ ان مواضع میں ہاتھ اٹھانا شرعاً ثابت نہیں۔ کھانے کے بعد اور اذان کے بعد دعا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ مذکورہ مواقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے۔ پھر نہ کرنے والوں کو برا جاننا زیادہ قبیح ہے۔ التزام سے تو امر مستحب کا بھی ترک لازم ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۶۵)

اذان کے جواب میں کلمہ توحید کے بعد محمد رسول اللہ کہنا

سوال......اذان کے جواب میں آخر میں لا الٰہ الا اللہ کا جواب دے کر محمد رسول اللہ بھی کہہ دے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب......اذان کے جواب میں لا الٰہ الا اللہ کا جواب بعینہ وہی ہونا چاہئے۔ محمد رسول اللہ کا اضافہ کرنا دین میں زیادتی اور بدعت ہے۔

اگر موذن لا الٰہ الا اللہ کے بعد اسی طرح بلند آواز سے محمد رسول اللہ کہے تو اسے ہر شخص اذان پر زیادتی سمجھ کر ناجائز کہے گا۔ اسی طرح اذان سننے والے کا محمد رسول اللہ کہنا اذان کے جواب پر اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۷۸)

اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا

سوال......اذان میں کلمہ شہادت پر جو لوگ انگوٹھے چومتے ہیں وہ ثبوت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ علامہ نبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ روایت درج فرمائی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک خدا کی نافرمانی کی۔ مرنے کے بعد لوگوں نے اس کو گندی جگہ پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اسے اٹھا کر باعزت دفنانے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کا حکم دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ لوگ اس کے نافرمان ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا ٹھیک ہے وہ گنہگار تھا مگر وہ جب رات کو آنکھ کھولتا تھا اور میرے محبوب محمد کا نام دیکھتا تو وہ اس کا نام چومتا' اور اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا اس لئے وہ مجھے پیارا لگتا ہے۔ میں نے اس کے دو سو سال کے گناہ بخش دئے۔

جواب......علامہ شامی نے قہستانی وغیرہ کے حوالے سے اس چومنے کا استحباب ذکر کر کے جراحی سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔ لہٰذا اس کی سنیت پر کوئی دلیل نہیں اور چونکہ عوام اس کو سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھ کر نہ چومنے والے کو ملامت کرتے ہیں لہٰذا اس کا ترک ضروری ہوگیا۔

واقعہ مسلکہ سے متعلق جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے وہ غیر معروف ہے۔ اگر صحیح ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کہیں لکھا ہوا ہو تو اسے چومنا اور آنکھوں پر لگانا باعث برکت وثواب ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں یہ کیسے ثابت ہوا کہ ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا جائے۔ خصوصاً اذان کے وقت۔ (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۷۸)

اذان جمعہ کے بعد الصلوٰۃ سنت رسول اللہ پکارنا

سوال...... یہاں عام دستور ہے کہ نماز جمعہ میں اذان کے بعد الصلوٰۃ سنت رسول اللہ کا لفظ زور سے پکارا جاتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

جواب...... یہ فعل محض بے بنیاد اور بدعت ہے، جس کا کوئی ثبوت نہیں؛ جب تھویب للفرض میں اختلاف ہے حالانکہ یہ ائمہ سے ثابت بھی ہے تو تھویب للسنۃ عدم ثبوت کی وجہ سے یقیناً ناجائز ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۳۶)

نماز سے پہلے اجتماعی اذانیں

سوال...... ایک بستی میں عشاء کی اذان کے بعد اقامت سے پہلے روزانہ بلاناغہ امام سمیت تمام نمازی جو اس وقت موجود ہوتے ہیں ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور تین بار اذان دیتے ہیں اور پھر مسجد کے چاروں کونوں کو پھونکتے ہیں کیا یہ فعل درست ہے؟

جواب...... مذکورہ رسم و بدعت کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا نہ معلوم ان لوگوں نے کہاں سے گھڑ لیا ہے اس کا ترک ضروری ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ا ص ۵۵۴٬۵۳)

سنت فجر کے بعد مسجد میں لیٹنا بدعت ہے

سوال...... فجر کی سنت و فرض کے درمیان ایک شخص داہنی کروٹ پر لیٹ جاتا ہے ایک شخص نے منع کیا اور یہ کہا کہ اس کو حنفیہ نے منع کیا ہے۔ اس بارے میں شرعی تحقیق کیا ہے؟

جواب...... یہ لیٹنا کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے مگر مسجد میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں اور وہ بھی التزام کے ساتھ نہیں۔ یہی مراد ہے اس حدیث کی جو بخاری میں ہے۔ اگر کوئی ایسا ہی کرے تو حنفیہ اس کو منع کرتے ہیں۔ کیونکہ اول تو مسجد میں لیٹنا حضورؐ سے ثابت نہیں اور اگر ثابت بھی ہوتا تب بھی سنت و مستحب ہوتا۔ اب لوگ اس کو لازم و واجب سمجھنے لگے تو ایسی حالت میں ترک ہی اولیٰ (بلکہ ضروری) ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۲۰۴)

کیا پہلے اخلاق کی درستی ہو پھر نماز پڑھنی چاہیے؟

سوال: آج کل لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے اخلاق درست کیے جائیں پھر نماز پڑھنا چاہیے؟

جواب: یہ خیال درست نہیں بلکہ خود اخلاق کی درستی کے لیے بھی نماز ضروری ہے اور یہ

شیطان کا چکر ہے کہ وہ عبادت سے روکنے کے لیے ایسی اُلٹی سیدھی باتیں سمجھاتا ہے۔ مثلاً یہ کہہ دیا کہ جب تک اخلاق درست نہ ہو نماز کا کیا فائدہ؟ اور شیطان کو پورا اطمینان ہے کہ یہ شخص مرتے دم تک اپنا اخلاق درست نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا نماز سے ہمیشہ کے لیے محروم رہے گا حالانکہ سیدھی بات ہے کہ آدمی نماز کی بھی پابندی کرے اور ساتھ ساتھ اصلاح اخلاق کی کوشش کرے۔ نماز چھوڑ کر اخلاق کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے؟ (آپ کے مسائل جلد۲)

تعلیم کیلئے عصر کی نماز چھوڑنا درست نہیں

سوال: میں پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں اب کالج میں داخلہ لینے والی ہوں، کالج ٹائم ایسا ہے کہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکتی، کیا میں ہمیشہ مغرب کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز فرض پڑھ لیا کروں؟ کیا مجھے اتنا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: حدیث میں ہے کہ جس کی نماز عصر قضا ہو گئی اس کا گویا گھر بار لٹ گیا اور گھر کے سارے لوگ ہلاک ہو گئے اس لیے نماز قضا کرنا تو جائز نہیں اب یا تو کالج ہی میں نماز ٹھیک وقت پر پڑھنے کا انتظام کیجئے یا لعنت بھیجئے ایسے کالج اور تعلیم پر جس سے نماز غارت ہو جائے۔ (فقہی رسائل جلد اول ص ۱۰۵)

خواتین کو اذان کا جواب دینا چاہئے

سوال:۔ جس طرح مرد اذان کا جواب دیتے ہیں تو خواتین کے لئے بھی اسی طرح اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اذان کا جواب جس طرح مرد دیتے ہیں اسی طرح خواتین بھی اذان کا جواب دے سکتی ہیں بلکہ ان کی بھی یہ دینی ذمہ داری بنتی ہے کہ اذان کا جواب دیا کریں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۳ ص ۶۷)

اذان کے وقت ریڈیو سے تلاوت سننا

سوال: ایک طرف مسجد سے تلاوت یا اذان ہو رہی ہے اور دوسری طرف ریڈیو پر اذان یا تلاوت ہو رہی ہے تو کیا ریڈیو بند کر دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: ریڈیو کی تلاوت عموماً جو ریڈیو پر نشر کرنے سے پہلے ریکارڈ کر لی جاتی ہے، تلاوت کا حکم نہیں رکھتی اس لیے اذان سن کر فوراً بند کر دینا چاہیے اور یوں بھی اذان سن کر تلاوت بند کرنے کا حکم ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۳ ص ۵۹)

ریڈیو وغیرہ سے اذان کا حکم

سوال:۔ آج کل ریڈیو میں پانچ وقت اذان دی جاتی ہے۔ کیا اس اذان پر اکتفاء کر کے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں، اسی طرح ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کی کیسٹوں کے ذریعے دی گئی اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ شریعت مقدسہ میں اذان دینے والے کا عاقل ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ **صبی لایعقل کی اذان کالمعدوم** ہے۔ چونکہ ریڈیو ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی میں یہ شرائط موجود نہیں اس لئے ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو وغیرہ کی اذان اذان نہیں، اسی سے اذان کی سنیت ادا نہ ہوگی۔ (ایضاً)

ٹیپ ریکارڈ سے دی ہوئی اذان صحیح ہے یا نہیں

سوال:۔ ٹیپ ریکارڈ میں اذان ٹیپ کر لی جائے اور ہر نماز کے وقت اس کو چالو کر دیں تو اس طرح ٹیپ میں دی ہوئی اذان صحیح ہے یا نہیں؟ اور اسی ٹیپ پر دی ہوئی اذان پر نماز پڑھی جائے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا وا جروا۔

جواب:۔ ٹیپ ریکارڈ سے اذان دی جائے گی تو وہ اذان معتبر نہیں ہوگی۔

(ا) پھر سے اذان دینا ضروری ہے اگر صحیح طریقہ سے دوبارہ اذان نہ دی گئی تو وہ نماز بغیر اذان کے پڑھی ہوئی شمار ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ا) وجہ یہ ہے کہ اذان دینے والے کے لئے اہلیت شرط ہے وہ اوقات سے واقف ہو متورع ہو دین دار ہو یہ چیزیں ٹیپ ریکارڈ میں نہیں پائی جاتیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۹۹)

دوران اذان تلاوت کرنا یا نماز پڑھنا

سوال: دوران اذان نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: اگر نماز پہلے سے شروع کر رکھی ہو تو پڑھتا رہے ورنہ اذان کے بعد شروع کرے۔

(جامع الفتاویٰ ج۵ ص۲۲۴)

سینما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی اذان واقامت

سوال۔ ایک شخص نمازی ہے مگر سینما بینی میں مبتلا ہے اور قوالی سننے کا بھی شوقین ہے، گاہے گاہے وہ اذان واقامت کہے تو کوئی حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ مصلیوں میں اس سے افضل اور پرہیزگار شخص اذان واقامت کہنے والا کوئی موجود ہے تو وہ اذان واقامت کہے اور اگر اس سے کوئی افضل موجود نہیں تو اس کی اذان واقامت جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۱۱۰)

اہل تشیع کی اذان کا جواب دیا جائے؟

سوال: شیعہ کی اذان کا جواب دیا جائے یا نہیں؟

جواب: نہیں دیا جائے۔ (خیر الفتاویٰ)

وقت سے پہلے نماز پڑھنا درست نہیں

سوال: جس طرح وقت گزرنے کے بعد قضا نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح وقت سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نماز کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ اس نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو پھر جو نماز وقت کے اندر پڑھی گئی وہ تو ادا ہوئی اور جو وقت نکلنے کے بعد پڑھی گئی وہ قضاء ہوئی اور جو وقت سے پہلے پڑھی گئی وہ نہ ادا ہے اور نہ قضاء بلکہ سرے سے نماز ہوئی ہی نہیں؟ (مفتی یوسف لدھیانوی)

صبح صادق کے بعد نوافل پڑھنا

سوال:۔ ہماری مسجد کے بعض مصلی فجر کے فرض اور سنت سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو پڑھتے ہیں تو ان کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟ ان کو روکنے پر بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی قضا پڑھتے ہیں۔ تو کیا قضا نماز پڑھنے کی اجازت ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب:۔ مذہب حنفی میں صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک فجر کی فرض وسنت کے علاوہ تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو وغیرہ نوافل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قضا نماز پڑھنا جائز ہے لیکن لوگوں سے چھپ کر پڑھی جائے۔ لوگوں کے سامنے پڑھنا ممنوع ہے۔ لہٰذا ان حضرات کو اگر اس وقت قضا نماز پڑھنا ہی ہے تو گھر میں پڑھیں مسجد میں لوگوں کے سامنے نہ پڑھیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۳ ص۸۶)

دو وقتوں کی نمازیں اکٹھی ادا کرنا صحیح نہیں

سوال: کیا بارش یا کسی عذر کی بناء پر دو نمازیں اکٹھی پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: سفر میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرنے کی متعدد احادیث ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں بغیر سفر کے بغیر خوف کے بغیر بارش کے اکٹھی پڑھیں۔ اس قسم کی تمام احادیث ہمارے نزدیک اس پر محمول ہیں کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے اس کے اخیر وقت میں پڑھا اور عصر کی نماز کو اول وقت میں ادا کیا۔ اسی طرح مغرب اس

کے اخیر وقت میں پڑھی اور عشاء اس کے اول وقت میں، گویا دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا کی گئیں۔ بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا کسی حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ علامہ شوکانی نے "نیل الاوطار" میں اس کی سختی سے تردید کی ہے۔ (مفتی یوسف لدھیانویؒ)

ٹرین میں حتی الوسع استقبال قبلہ ضروری ہے

سوال: ٹرین میں نماز کے دوران قبلہ رخ ہونا ذرا مشکل ہوتا ہے تو وہاں قیام فرض ہے یا نہیں؟

جواب: ٹرین میں نماز پڑھنے میں حتی الوسع کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے اور قبلہ رخ ہونا ضروری ہے لیکن عورت پردے کے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھے اور کھڑی نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ (دار العلوم دیوبند جلد ۲ ص ۱۱۲)

چارپائی پر نماز پڑھنا درست ہے؟

سوال: چارپائی پر نماز درست ہے یا نہیں؟ ڈھیلی پر یا سخت پر پڑھیں؟

جواب: چارپائی پر ہر حالت میں نماز درست ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ بہت سخت نہ ہو کیونکہ اگر وہ ڈھیلی بھی ہے تو جس وقت گھٹنے سجدہ کے لیے لگائیں گے تو سجدے کی جگہ سخت ہو جائے گی۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۲ ص ۱۱۳)

سجدے میں دونوں پاؤں اُٹھنے کا حکم

سوال: سجدے میں اگر دونوں پیر زمین سے اُٹھ جائیں تو نماز ہو گی یا نہیں؟ اگر تھوڑی دیر تک اُٹھے رہیں تو کچھ خلل تو نہیں آئے گا؟

جواب: دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں ضروری ہے لیکن اگر زمین پر رکھنے کے بعد پھر دونوں قدم زمین سے اُٹھ گئے یا اُٹھنے کے بعد پھر زمین پر رکھ دیئے تو نماز ہو جائے گی۔ (لیکن مجبوری اور حالت حمل میں گنجائش ہے) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۲ ص ۱۱۴)

بچہ اگر ماں کا سر درمیان نماز ننگا کر دے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

سوال: چھ ماہ سے لے کر تین سال کی عمر کے بچے کی اماں نماز پڑھ رہی ہے، بچہ ماں کے سجدے کی جگہ لیٹ جاتا ہے، جب ماں سجدے میں جاتی ہے تو بچہ ماں کے اوپر پیٹھ پر بیٹھ جاتا ہے اور سر سے دوپٹہ اتار دیتا ہے اور بالوں کو بھی بکھیر دیتا ہے، کیا اس حالت میں ماں کی نماز ہو جاتی ہے؟

جواب: نماز کے دوران سر کھل جائے اور تین بار سبحان اللہ کی مقدار تک کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جائے اور اگر کھلتے فوراً ڈھک لیا تو نماز ہو گئی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

خواتین کیلئے اذان کا انتظار ضروری نہیں

سوال: کیا خواتین گھر پر نماز کا وقت ہو جانے پر اذان سے بغیر نماز پڑھ سکتی ہیں یا اذان کا انتظار کرنا ضروری ہے؟

جواب: وقت ہو جانے کے بعد خواتین کے لیے اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ان کو اذان کا انتظار ضروری نہیں۔ البتہ اگر وقت کا پتہ نہ چلے تو اذان کا انتظار کریں۔ (آپ کے مسائل جلد۲)

عورتوں کو اذان سے کتنی دیر بعد نماز پڑھنی چاہیے؟

سوال: عورتوں کو اذان سے کتنی دیر بعد نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ عام طور پر سننے میں آیا ہے کہ پہلے مرد نماز پڑھ کر گھر آجائیں تو اس کے بعد عورتوں کو پڑھنی چاہیے؟

جواب: فجر کی نماز تو عورتوں کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ دوسری نمازیں مسجد کی جماعت کے بعد پڑھنا افضل ہے۔ (آپ کے مسائل جلد۲)

مورتیوں کے سامنے نماز

سوال: پلاسٹک کے کھلونے، ہاتھی، شیر وغیرہ جانوروں کی مورتیوں کی شکل میں ہوتے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر ہم نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: یہ بت پرستی کے مشابہ ہے اس لیے جائز نہیں اور ان مورتیوں کی خرید اور فروخت بھی ناجائز ہے۔

(جامع الفتاوی ج۵ ص۲۳۶)

ٹی وی والے کمرے میں نماز یا تہجد پڑھنا

سوال: کیا جس کمرہ میں ٹی وی رکھا ہو اور شام کے بعد ٹی وی بند کر دیا جائے تو رات کو نماز یا نماز تہجد پڑھنا جائز ہے؟ یعنی جس کمرہ میں ٹی وی پڑا ہوا ہو؟

جواب: گھر میں ٹی وی رکھنا ہی جائز نہیں ہے جہاں تک مسئلے کا تعلق ہے جس وقت آپ نماز پڑھ رہے ہیں اس وقت ٹی وی بند ہے تو اس کمرے میں آپ کی نماز بلا کراہت صحیح ہے۔ اگر ٹی وی چل رہا ہے تو ایسی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جو جگہ لہو ولعب کے لیے مخصوص ہو اس میں بھی نماز مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل جلد۲)

قالین اور فوم کے گدوں پر نماز کا حکم

سوال۔ ہمارے محلے کی مسجد میں ایک صاحب خیر نے نمازیوں کیلئے قالین بچھایا ہے

جو بہت نرم ہے' کیا اس قالین پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ نماز میں زمین پر سجدہ کرنا ضروری ہے یعنی زمین کی صلابت اور سختی کا ادراک ضروری ہے۔ لہٰذا اگر قالین پر سجدہ کے دوران نیچے کی زمین کی سختی کا ادراک ہوسکتا ہے تو نماز جائز ہو ورنہ نہیں' چونکہ آج کل کے قالینوں میں زمین کی سختی کا ادراک ہوتا ہے۔ اس لئے قالین کارپٹ' دری وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز ہے البتہ موٹے اور لچکدار فوم پر نماز جائز نہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۳ ص ۸۳)

پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی

سوال: ایک شخص کی جیب میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا اسے ٹیسٹ کرانے لے جا رہا تھا' نماز کا وقت ہوگیا تو اس نے بھول سے جیب میں شیشی ہونے کی حالت میں ہی نماز پڑھ لی' شیشی بالکل بند تھی' نماز ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی' واجب الاعادہ ہے کیونکہ یہ شخص حامل نجاست ہے۔ کتب فقہ میں ہے کہ نجاست لے کر نماز پڑھی تو نہ ہوگی۔ عمدۃ الفقہ میں ہے کہ اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی۔ پس اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں شیشی ہو جس میں شراب یا پیشاب ہو تو نماز جائز نہ ہوگی' خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہیں اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو کیونکہ وہ پیشاب یا شراب اپنے معدن میں نہیں ہے۔

عمدۃ الفقہ (صفحہ ۲/۳۶) (معدن سے مراد جہاں وہ چیز بنے یا پیدا ہو) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۴ ص ۵۲)

پچاس سال کی قضا نمازیں اور اس کی ادائیگی

سوال۔ زید کی اکثر نمازیں ابتدائے شباب سے چالیس برس تک قضا ہوئی ہیں اور اب وہ توبہ کے بعد نمازی ہوگیا کیا ان قضا نمازوں کا تدارک توبہ وتضرع سے ہوسکتا ہے یا ہر نماز کے بعد بطور قضاء عمری نماز ادا کرنی چاہئے اور اگر اس کی زندگی تلافی مافات نہ کرسکے تو کیا باوجود توبہ یہ بار عظیم اس کی گردن پر رہے گا۔ حدیث میں تو التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ آیا ہے۔

جواب۔ زید کو گزشتہ تمام نمازوں کی قضاء کرنا لازم ہے اور جس طرح آئندہ کی نمازیں اس کے ذمہ فرض ہیں اسی طرح فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا لازم ہے۔ ان کی قضاء کی جو صورت سہل معلوم ہو اختیار کرے کہ ہر ایک وقت کے فرض کے ساتھ وہی نماز قضاء کرلیا کرے یا دو دو چار چار ایک وقت میں قضاء کرلیا کرے اور اگر زندگی میں تلافی مافات نہ ہوسکے تو آخر میں وصیت کرنا ادائے فدیہ کیلئے

لازم ہے تا کہ ورثہ بعد میں باقی ماندہ نمازوں کا فدیہ ادا کردیں اور حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له کا مطلب یہ ہے کہ نمازوں کی تاخیر کرنے اور وقت پر ترک کرنے کا جو گناہ ہوا وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا اور نیز واضح ہو کہ جیسے حقوق عباد کی توبہ ہے کہ وہ حقوق ادا کرے اور جس کا جو کچھ حق ہے وہ دے جب توبہ قبول ہوگی۔ اسی طرح حقوق اللہ مثل نماز و روزہ زکوٰۃ وغیرہ جو ادا نہیں ہوئی ان کی توبہ یہ ہے کہ انکو ادا کرے پس بدون ادا کئے وہ تائب ہی نہ ہوا جو التائب من الذنب کمن لا ذنب له کے حکم میں داخل ہو واللہ ولی التوفیق۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۴ ص ۲۵۷)

نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: میں نفل اکثر پڑھتی ہوں میں یہ آپ کو سچ بتادوں کہ نماز بہت کم پڑھتی ہوں لیکن جب بھی پڑھتی ہوں تو اس کے ساتھ نفل ضرور پڑھتی ہوں' گزارش یہ ہے کہ میں نفل کھڑے ہو کر جس طرح فرض اور سنت پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھتی تھی' لیکن میری خالہ اور نانی نے کہا کہ نفل ہمیشہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور اکثر لوگوں نے کہا کہ نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں' مجھے تسلی نہیں ہوئی آپ یہ بتائیں کہ نفل کس طرح پڑھنے چاہئیں؟

جواب: آپ کی نانی خالہ غلط کہتی ہیں یہ لوگوں کی اپنی ایجاد ہے کہ تمام نمازوں میں وہ پوری نماز کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں مگر نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ نفل بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ضرور ہے لیکن بیٹھ کر نفل پڑھنے سے ثواب آدھا ملتا ہے اس لیے نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ پنج وقتہ نماز کی پابندی ہر مسلمان کو کرنی چاہیے اس سے کوتاہی کرنا دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب و لعنت کا موجب ہے۔ (آپ کے مسائل)

کیا عورت تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے؟

سوال: اگر عورت پانچ وقت کی نمازوں کی پابند ہے' کیا وہ پانچوں نمازوں میں تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے اور کیا عصر اور فجر کی نماز سے پہلے تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے؟

جواب: عصر اور عشاء سے پہلے پڑھ سکتی ہے' صبح صادق کے بعد سے نماز فجر تک صرف فجر کی سنتیں پڑھی جاتی ہے' دوسرے نوافل درست نہیں۔ سنتوں میں تحیۃ الوضو کی نیت کرنے سے وہ بھی ادا ہو جائے گا اور مغرب سے پہلے پڑھنا اچھا نہیں کیونکہ اس سے نماز مغرب میں تاخیر ہو جائے گی اس لیے نماز مغرب سے پہلے بھی تحیۃ الوضو کی نماز نہ پڑھی جائے۔ بہر حال اس مسئلہ میں مرد عورت کا ایک ہی حکم ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۲)

روزہ اور تراویح کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

سوال: روزہ اور تراویح کا آپس میں کیا تعلق ہے؟
کیا روزہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تراویح پڑھی جائے؟

جواب: رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں دن کی عبادت روزہ ہے اور رات کی عبادت تراویح اور حدیث شریف میں دونوں کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک کے روزہ کو فرض کیا اور اس میں رات کے قیام کو نفلی عبادت بنایا ہے۔ (مشکوٰۃ' صفحہ ۱۷۳)

اس لیے دونوں عبادتیں کرنا ضروری ہیں۔ روزہ فرض ہے اور تراویح سنت مؤکدہ ہے۔
(آپ کے مسائل جلد ۳ ص ۳۱)

جو شخص روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ بھی تراویح پڑھے

سوال: اگر کوئی شخص بوجہ بیماری رمضان المبارک کے روزہ نہ رکھ سکے تو وہ کیا کرے؟ نیز یہ بھی فرمایئے کہ ایسے شخص کی تراویح کا کیا بنے گا' وہ تراویح پڑھے گا یا نہیں؟

جواب: جو شخص بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے' تندرست ہونے کے بعد روزوں کی قضاء رکھ لیا کرے اور اگر بیماری ایسی ہو کہ اس سے اچھا ہونے کی امید نہیں تو ہر روزے کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار فدیہ دے دیا کرے اور تراویح پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے تراویح ضرور پڑھنا چاہیے۔ تراویح مستقل عبادت ہے یہ نہیں کہ جو روزہ رکھے وہی تراویح پڑھے۔ (آپ کے مسائل جلد ۳ ص ۳۲)

قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی

سوال: کیا تراویح میں دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ یہاں پر اکثر مصری اصحاب اور دیگر عرب بھی ایسا کرتے ہیں' میرا خیال ہے کہ نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۶۸)

کتنی مالیت کی چیز ضائع ہو رہی ہو تو نماز توڑنا درست ہے؟

سوال: بہشتی زیور میں ہے جب ایسی چیز ضائع ہونے یا خراب ہونے کا ڈر ہو کہ جس کی قیمت تین چار آنے ہو تو اس کی حفاظت کے لیے نماز کا توڑ دینا درست ہے (ج ۲ صفحہ ۲۷) کیا

اب بھی یہی حکم ہے کہ اتنی مالیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ سکتے ہیں؟

جواب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک درہم کی مالیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو نماز توڑنا درست ہے۔ تالیف بہشتی زیور کے وقت درہم کی مالیت تین، چار آنے تھی کیونکہ چاندی کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تولہ تھا اور درہم کا وزن تقریباً تین ماشہ اور ایک رتی تھا۔ لیکن اب چاندی مہنگی ہے تو اب کے بھاؤ میں تین ماشہ ایک رتی قیمت لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر جیسا کہ آج کل چاندی ایک سو بیس (۱۲۰) روپے تولہ ہے تو درہم کی قیمت تقریباً ۲۹، ۳۰ روپے بنتی ہے۔ پس اتنی قیمت کی چیز ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱ صفحہ ۵۷)

سیلاب میں عورت بہہ کر آئی ہو تو کفن دفن اور نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال۔ سیلاب میں کوئی عورت بہہ کر آ گئی ہو اور بدن پر کپڑے نہ ہوں اور ایسی کوئی علامت نہ ہو جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم تو اس کے کفن کا کیا حکم ہے؟

نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ صورت مذکورہ میں جب مسلمان ہونے کی کوئی علامت نہ ہو تو مسنون طریقہ کی رعایت کئے بغیر اس کو نہلا کر کسی جگہ دفن کر دیا جائے اور اگر کسی قرینہ سے دل گواہی دیتا ہو کہ مسلمان ہوگی تو نماز پڑھی جائے اور مسلمان کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔

سوال: عورت کو نزع کی حالت میں مہندی لگانا مسنون ہے یا نہیں؟

جواب: نہ مسنون ہے نہ درست بلکہ ناجائز ہے۔ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ عورت کی اس وقت تزئین، بالوں میں کنگھی وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۵ ص ۱۷۵)

لڑکی کا غسل

سوال: لڑکی کو کون غسل دے؟ جواب: اگر لڑکی نابالغ ہے اس طرح کہ مراہقہ بھی نہیں تو عورت ہو یا مرد غسل دے سکتے ہیں (لیکن عورتوں کو دینا بہتر ہے) لیکن اگر لڑکی مراہقہ ہو تو اس کا حکم بھی بالغہ لڑکی کی طرح ہے کہ اسے صرف عورتیں ہی غسل دے سکتی ہیں کوئی مرد نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ شوہر بھی نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر کوئی عورت موجود نہ ہو تو اس کا کوئی محرم مرد ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اسے تیمم کرا دے اور کفن میں لپیٹ کر نماز کے بعد دفن کر دیں۔ (جیسا کہ تفصیل درمختار اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۱۷۸ ج ۵)

بیوہ کو تیجا پر نیا دوپٹہ اوڑھانا

سوال: ہماری طرف رواج ہے جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کی بیوی کو اس کے متعلقین نیا دوپٹہ تیجا میں اوڑھاتے ہیں' اس طرح ہر بیوی کے پاس نئے سفید دوپٹے کئی کئی آجاتے ہیں' اگر نئے سفید دوپٹہ کے عوض کچھ روپیہ نقد مدد کے لیے دے دیں تو اس میں کچھ حرج تو نہیں اور ہر شوہر کے انتقال پر چونکہ سوگ چار ماہ دس دن مناتے ہوئے زینت کرنا عورت کو منع ہے اس لیے دوپٹے اوڑھانے میں کیا راز پوشیدہ ہے؟ اس میں مسئلہ مذکورہ کی خلاف ورزی تو نہیں ہوتی' وضاحت فرمائیں؟

جواب: بیوہ کو تیجے میں نیا دوپٹہ اوڑھانے کی رسم جو آپ نے لکھی ہے یہ بھی غلط اور خلاف شریعت ہے۔ بیوی کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور اس دوران بیوہ کو نیا کپڑا پہننے کی اجازت نہیں۔ معلوم نہیں کہ اس رسم کے جاری کرنے والوں کا منشاء کیا ہوگا' ممکن ہے دوسری قوموں سے یہ رسم مسلمانوں میں آئی ہو یا مقصود بیوہ کی خدمت کرنا ہو' بہر حال یہ رسم خلاف شرع ہے۔ اس کو ترک کردینا چاہیے' بیوہ کی خدمت اور اشک شوئی کے لیے اگر نقد روپیہ پیسہ دے دیا جائے تو اس کا کوئی مضائقہ نہیں' رسم اس کو بھی نہیں بنانا چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۱۴۰)

اگر عورت اپنی آبرو بچانے کیلئے ماری جائے تو شہید ہوگی

سوال: اگر کوئی عورت اپنی عزت بچانے کیلئے اپنی جان قربان کردے تو کیا یہ خودکشی ہوگی؟ اور اسے اس بات کی آخرت میں سزا ملے گی یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی عورت اپنی عزت بچانے کے لیے ماری جائے تو شہید ہوگی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۱۴۹)

انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور اس پر تجربات کرنا جائز نہیں

سوال: آج کل جو ڈاکٹر بنتے ہیں مختلف قسم کے تجربات کرتے ہیں' جن میں پوسٹ مارٹم بھی شامل ہے' جس میں انسانی اعضاء کی بے حرمتی ہوتی ہے' کہاں تک درست ہے؟ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسلمان کی لاش پر تجربات نہیں کیے جاسکتے اور غیر مسلم کی لاش پر کرسکتے ہیں' یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: کسی انسانی لاش کی بے حرمتی جائز نہیں نہ مسلمان کی نہ غیر مسلم کی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۱۴۹)

حاملہ عورت کا ایک ہی جنازہ ہوتا ہے

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک عورت فوت ہوگئی اس کے پیٹ میں بچہ تھا' یعنی زچگی کی تکلیف کے باعث فوت ہوگئی' اس کا بچہ پیدا نہیں ہوا' ہمارے امام صاحب نے ان کا جنازہ پڑھایا' اب کئی لوگ کہتے ہیں کہ اس کے دو جنازے ہونے چاہئیں تھے' دلائل اس طرح دیتے ہیں کہ فرض کرو ایک آدمی حاملہ عورت کو قتل کرتا ہے تو اس پر دو قتل کا الزام ہے؟

جواب: جو لوگ کہتے ہیں کہ دو جنازے ہونے چاہئے تھے وہ غلط کہتے ہیں' جنازہ ایک ہی ہوگا اور دو مردوں کا اکٹھا جنازہ بھی پڑھا جا سکتا ہے جبکہ ماں کے پیٹ ہی میں مر گیا ہو اس کا جنازہ نہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۱۹۱)

نماز جنازہ میں عورتوں کی شرکت

سوال: کیا عورت نماز جنازہ میں شرکت کر سکتی ہے یعنی جماعت کے پیچھے عورتیں کھڑی ہو سکتی ہیں؟

جواب: جنازہ مردوں کو پڑھنا چاہیے' عورتوں کو نہیں' تاہم اگر جماعت کے پیچھے کھڑی ہو جائیں تو نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۲۰۵)

عورت کے پیٹ سے بچہ کا کچھ حصہ نکلا اور وہ مر گئی

سوال۔عورت کے پیٹ سے لڑکے کا ایک پیر پیدا ہوا اور دونوں مر گئے تو لڑکے کو اس کے پیٹ سے جدا کر دیا جائے یا ایک ہی غسل میں دفن کر دیں۔

جواب۔لڑکے کو جدا نہ کیا جائے صرف عورت کا غسل وکفن و نماز پڑھنا کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند' مسائل متفرقات' ج ۵ ص ۳۶۹۔خواتین کے فقہی مسائل ص ۱۱۹)

نماز جنازہ پڑھانے کی اجرت لینا

سوال: نماز جنازہ کی اجرت لینا دینا مؤذن مسجد وقف جو وقف سے تنخواہ پاتا ہو اگر وہ میت کے کام میں نہ لیا جائے اور دوسروں سے کام لیا جائے تو کیا اس مؤذن کو وہ حق دیا جا سکتا ہے؟ جو نگران اس مسجد نے مقرر کر لیا ہو اگر وہ حق نہ دیا جائے تو نگران مسجد وقبرستان میت کے دفن کرنے سے مانع ہوتا ہو' یہ مانع ممانعت کا حق شرعی رکھتا ہے؟

جواب: نماز جنازہ کی اس طرح اجرت لینا دینا کہ نماز کی پڑھائی اور اجرت لے لی' ناجائز ہے' ہاں اگر کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ملازم رکھ لیا جائے اور تنخواہ مقرر کر دی جائے تو

مضائقہ نہیں' مسجد کا امام و مؤذن جو تنخواہ مسجد سے پاتا ہے اس میں نماز جنازہ پڑھانے کی شرط بھی داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور جس وقف سے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں بھی ایسی شرط کرنے کی گنجائش ہو تو یہ ملازمت صحیح ہے پھر اگر یہ شخص اتفاقی طور سے کسی جنازہ کی نماز نہ پڑھائے تو اس کا اثر تنخواہ پر نہ پڑے گا' ہاں اگر یہ عادت کر لے کہ نماز جنازہ نہ پڑھایا کرے تو تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا' اس تنخواہ کے علاوہ کوئی اور حق اولیائے میت سے لینے کا اسے اختیار نہیں کیونکہ ان سے کوئی خاص عقد اجارہ نہیں کیا گیا اور تبرع کے طور پر دیا جائے تو اس میں جبر نہیں ہو سکتا' ان کی خوشی ہے دیں یا نہ دیں' اگر اولیائے میت مسجد کے امام و مؤذن کو کچھ نہ دیں اور صرف اس وجہ سے متولی مسجد ان کو قبرستان میں میت دفن کرنے سے روکے تو یہ متولی کا صریح ظلم ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۳۶)

رفاہی پلاٹ پر مسجد بنانا

سوال: ایک خالی پلاٹ اہل محلہ کے رفاہ کے لیے مخصوص ہے' لوگ اسے اپنی انفرادی یا اجتماعی تقاریب میں استعمال کرتے آرہے ہیں' ضرورت کے تحت اس پلاٹ کے ایک کونے میں چبوترہ بنا کر نماز باجماعت شروع کی گئی جو آج تک جاری ہے' اس کارروائی سے پہلے مقامی حکام سے اجازت حاصل نہیں کی گئی' اب اس کی کوشش جاری ہے' کیا اہل محلہ اس طرح مسجد تعمیر کر سکتے ہیں؟

جواب: حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ بوقت ضرورت اہل محلہ راستے کو بھی مسجد بنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ گزرنے والوں کو اس سے ایذا نہ ہو' اس لیے کہ راستہ بھی انہی لوگوں کی ضرورت کے لیے ہے' لہٰذا وہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔

اس بنیاد پر خالی پلاٹ میں جو اہل محلہ ہی کے مفاد کے لیے چھوڑا گیا ہے اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے مسجد کی تعمیر بطریق اولیٰ جائز ہے' مسجد مسلم آبادی کی بنیادی ضرورت ہے' حکومت پر ان لوگوں کا تعاون ضروری ہے نہ یہ کہ وہ اس کام میں رکاوٹ پیدا کرے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۴)

منارہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: مسجد میں منارہ بنانے کا ارادہ ہے' کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں منارہ تھا؟ یہ بدعت تو نہیں ہے؟

جواب: بے شک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں مسجد کے منارے کی یہ شکل نہ تھی جو آج ہے لیکن اذان بلند جگہ سے دی جاتی تھی۔ ابوداؤد میں ایک صحابیہ کا بیان منقول ہے کہ میرا مکان مسجد نبوی سے قریب تھا اور دوسرے مکانوں کی بہ نسبت بلند تھا جس پر چڑھ کر حضرت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے لیے بلند جگہ شرعاً مطلوب ہے' لہٰذا ضرورت ہو جہاں منارے کے بغیر اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اسکا بنانا جائز ہے' بدعت نہیں ہے مگر منارے بنانے میں نام ونمود مقصود نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہو اور اگر مصلحت نہ ہو اور منارے کے بغیر آواز پہنچتی ہو تو جائز نہیں۔ (سب سے پہلے منارہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے بنایا گیا اور سب سے پہلے منارے پر چڑھ کر اذان دینے والے شرحبیل بن عامر مرادی ہیں۔ "في الشامية وفي الشرح الشيخ اسماعيل عن الاوائل للسيوطي ان اول من رقي منارة مصر للاذان شرحبيل بن عامر المرادي و بني مسلمة المنائر للاذان بامر معاوية ولم تكن قبل ذالک' ردالمحتار ص ۲۵۹ ج ۱ ") (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۱۱۹)

خنزیر کے بالوں کے برش بنانے کی اجرت مسجد میں لگانا

سوال: سور کے بالوں کے برش بنانے والوں کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: محض برش بنانے کی اجرت اس طرح کہ اتنی دیر کام کرو' اس کا معاوضہ یہ ہوگا درست ہے' حرام نہیں' اس کا پیسہ مسجد میں لگایا جاسکتا ہے مگر فی نفسہ یہ معاملہ نہیں چاہیے کیونکہ سور کے بال سے انتفاع امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ ص ۲۳۵)

مسجد کا کنواں' نل' ڈول' رسی استعمال کرنا

سوال: اگر مسجد میں کنواں یا نل لگا ہوا ہو تو اس کنویں سے پانی فقط وضو برائے نماز ہی لے سکتے ہیں؟ اور نمازی ہی لے سکتے ہیں یا محلے کے لوگ بھی کام میں لاسکتے ہیں؟

جواب: ایسے کنویں کا پانی علاوہ نماز کے دوسرے کام میں بھی لانا درست ہے لیکن احتیاط ضروری ہے یعنی وہ کنواں اگر مسجد کے فرش پر ہے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسجد کا فرش نجاست سے ملوث نہ ہو نیز مسجد کے ڈول رسی کا استعمال درست نہیں' ہاں اگر ڈول رسی دینے والے نے عام اجازت دی ہو تو درست ہے اور مسجد کے نل کو اتنا زیادہ زور سے استعمال نہ کیا جائے کہ جلد خراب ہو جائے اور اگر مسجد کی آمدنی سے لگایا ہے تو ضروریات نماز کے علاوہ استعمال نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص ۱۶۰)

محراب مسجد میں آیات وغیرہ لکھنا

سوال: مساجد میں سنگ مرمر پر آیات قرآنی کندہ کرا کر لگانے کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو اچھا ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء نے بے ادبی کے احتمال کیوجہ سے مکروہ لکھا ہے لیکن اگر کندہ ہو کر لگ گئے ہوں تو اب اس کا اکھاڑنا بے ادبی ہے۔ لہٰذا اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹ے)

مسجدوں میں قمقمے لگانا

سوال: آج کل مساجد میں قمقموں اور دیگر آرائش کی چیزوں کا لگایا جانا بکثرت جاری ہے' شرعی نقطہ نظر سے ان چیزوں کا مساجد میں لگانا کیسا ہے؟

جواب: مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ قمقمے لگانا اسراف کے حکم میں ہے اور ضرورت کے مطابق لگانا جائز رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۴)

مسجد کے اسپیکر سے دنیاوی اعلانات

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے اندر نصب شدہ لاؤڈ سپیکر مسجد سے غیر متعلقہ دنیاوی اعلانات از قسم اعلانات گمشدگی مختلف اشیاء اعلان متعلقہ راشن ڈپو اعلان متعلقہ بلدیاتی انتخابات یا عام انتخابات وغیرہ کرنا از روئے شریعت مطہرہ کیسا ہے؟ نیز ایسا اعلان کرنا جو کہ مسجد ک اردگرد کی آبادی بستی یا معاشرے کے متعلق ہو لیکن مسجد کے متعلق نہ ہو مثلاً یہ اعلان کرنا کہ کسی بلدیاتی انتخاب کے سلسلہ میں یا کسی دوسرے دنیاوی سلسلہ میں تمام بستی والے فلاں مقام پر صلاح مشورہ کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ از روئے شریعت کیسا ہے؟ احادیث مبارکہ اور قرآن پاک کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:۔ مسجد کے اندر نصب شدہ لاؤڈ سپیکر پر اس قسم کے اعلانات ہرگز جائز نہیں۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کیا تھا تو اس کے جواب میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (لا ردّ اللہ علیک) الحدیث فرمایا۔ جو سخت ناراضگی کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۳۶)

مسجد کی دیوار پر نقش و نگار کرنا

سوال: مسجد کی آمدن سے اس کی زیب زینت' نقش و نگار' گنبد اور برجیاں وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی بیرونی دیواروں پر نقش و نگار جائز ہے' اندر کے حصے میں محراب اور قبلہ کی دیوار پر نقش و نگار مکروہ ہے اور دائیں بائیں کی دیواروں کے متعلق بھی ایک قول کراہت کا ہے۔ بہر کیف اندر کے حصے میں عقبی دیوار پر اور چھت پر نقش و نگار درست ہے' سامنے کی دیوار اور دائیں بائیں کی دیواروں پر بھی اگر اس قدر نقش و نگار کیا جائے کہ نمازی کی نظر وہاں نہ پڑے تو جائز ہے

مگر اس میں ان شرائط کی رعایت ضروری ہے۔

۱- اس میں بہت زیادہ تکلف نہ کیا جائے۔

۲- وقف کا مال نہ لگایا جائے' اگر لگا دیا تو متولی ضامن ہوگا۔

ان شرائط سے بھی یہ کام صرف جائز ہے' مسنون یا مستحب نہیں' اس کے بجائے یہ پیسہ مساکین پر صرف کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۹)

مسجد کے نیچے دکانیں بنانے کی کیا شرطیں ہیں؟

سوال: میں جے پور گیا' وہاں مسجد ہے' وہ چاہتے ہیں کہ اس مسجد کے دالان اور فرش کے بجائے دکانات تعمیر کرلیں جن سے اچھا کرایہ وصول ہوگا' دکانات کے اوپر منزل دوم میں مسجد بنائیں تو کیا یہ تبدیلی شرعاً جائز ہے؟

جواب: مسجد کے نیچے دکانیں چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ بانی اول بنائے مسجد کے وقت یہ نیت کرے اور لوگوں میں ظاہر کردے یا تحریر کردے کہ میں نے اتنے حصہ کو مسجد کے نیچے دکانیں بنانے کے لیے مخصوص کردیا ہے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ دکانیں خاص مسجد کے مصارف کے لیے وقف کی جائیں۔ صورت مرقومہ میں پہلی صورت مفقود ہے اس لیے اس مسجد کے نیچے کرایہ کی دکانیں یا کسی کے رہنے کا مکان وغیرہ بنانا اگرچہ مصالح مسجد ہی کے متعلق ہو جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۱۱)

مسجد کے متصل فرش پر جوتے پہن کر جانا

سوال: مسجد سے متصل پختہ فرش ہے جس پر عیدین کی بھی صفیں آجاتی ہیں اور گرمیوں میں اکثر لوگ سنتیں پڑھتے ہیں' یہاں دو شخص ایسے تھے جو ضداً اس فرش پر جوتے پہن کر جاتے ہیں' تو آپ فرمایئے کہ اس پر جوتے پہن کر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ فرش مسجد کا جز نہیں۔ لہٰذا اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوں گے لیکن جب کہ یہ حصہ مسجد کے ساتھ بالکل متصل ہے اور نمازی اس جگہ سنتیں بھی پڑھتے ہیں تو اس جگہ جوتا پہن کر نہیں جانا چاہیے بلکہ اس جگہ کو بھی پاک صاف رکھنا چاہیے' جیسے کہ کوئی شخص اپنے مکان میں نماز کے لیے کوئی جگہ یا چبوترہ مخصوص کرلے' اس کو بھی پاک صاف رکھتا ہے حالانکہ وہ جگہ اور چبوترہ بھی مسجد نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۰۰)

مسجد میں سلور جوبلی منانا اور چراغاں کرنا

سوال: ملک معظم کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں مساجد کو بقعۂ نور بنانا جس کا صرفہ خواہ مسجد کی رقوم سے ہو یا عامۃ المسلمین کے چندہ سے یا کسی شخص کی جیب خاص سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو مسجد کے جن متولیوں نے مسجد میں روشنی کا انتظام کیا اور خوب چراغاں منایا وہ شرعاً مجرم ہیں یا نہیں؟

جواب: سلور جوبلی یا گولڈن جوبلی یا اور کسی ایسی تقریب میں جس کا منشا اعلائے کلمہ توحید یا اظہار شوکت اسلام نہیں بلکہ کسی خاص شخص کے بقاء اقتدار و امتداد حکومت کی خوشی میں مظاہرہ کرنا ہو ایسی تقریبات میں مساجد کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں اور نہ مساجد اس قسم کے مظاہرات کے لیے موزوں ہے، متولیوں نے مساجد کو اس مظاہرہ کے لیے استعمال کرنے میں غلطی کی اور روشنی کے مصارف کے بھی وہ خود ضامن ہوں گے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۳)

مسجد میں کیلنڈر اور اشتہار لگانا

سوال: مسجد میں کیلنڈر یا کتابوں کے فروخت کرنے کا اشتہار یا مدرسہ کے جلسہ کا اشتہار لگانا کیسا ہے؟

جواب: ایسا نہ کریں قبلہ کی دیوار میں نقش و نگار کو بھی رد المحتار میں مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۳)

"تو جائے اشتہار بنانے میں کیونکر قباحت و کراہت نہ ہوگی" (م، ع)

مسجد میں جگہ روکنا

سوال: کیا مسجد میں رومال یا ٹوپی رکھنے سے اس جگہ کا آدمی مستحق ہو جاتا ہے اور کسی دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہوتا؟ مؤذن کے لیے عموماً جگہ روک کر امام کے پیچھے الگ مصلی بچھایا جاتا ہے اور اس جگہ کسی دوسرے کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص مسجد میں کسی جگہ کچھ دیر عبادت کرے پھر کسی ضرورت سے تھوڑی دیر کے لیے جانا چاہے اور رومال وغیرہ رکھ کر جگہ روک لے تو جائز ہے، کسی جگہ کچھ وقت ٹھہرے بغیر صرف رومال رکھ جانے سے اس جگہ کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔

یہی حکم مؤذن کے لیے ہے اس کے لیے جگہ مخصوص کرنے اور الگ مصلی بچھانے کی رسم صحیح نہیں، مسجد میں پہلے پہنچ کر جو شخص جس جگہ بیٹھ جائے وہی حقدار ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۷)

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا

سوال: ہمارے یہاں بعض نمازی اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو لاتے ہیں اور جماعت خانہ میں

بٹھاتے ہیں وہ بچے کبھی روتے ہیں شرارت کرتے ہیں اور گاہے پیشاب بھی کردیتے ہیں کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں چھوٹے بچوں کولانے کی اجازت نہیں مسجد کا ادب واحترام باقی نہیں رہے گا اور لانے والے کو بھی اطمینان قلب نہ رہے گا نماز میں کھڑے رہیں گے مگر خضوع نہ رہے گا بچوں کی طرف دل لگا رہے گا حدیث پاک میں ہے کہ اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔

فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ بچوں کو مسجد میں داخل کرنا اگر اس سے مسجد کے نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

ہاں اگر بچہ سمجھدار ہو نماز پڑھتا ہو مسجد کے ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے غالباً اسی بناء پر سات برس کی قید حدیث میں موجود ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص۱۲۰)

مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننا

سوال: آج کل باہر سے جو ٹیپ ریکارڈر آرہے ہیں اس میں دینی تقاریر کے علاوہ نماز و اذان وغیرہ بھرے ہوئے ہوتے ہیں تو امام صاحب نے مسجد میں رکھ کر عوام کو سنایا بعض لوگوں نے کہا کہ باہر رکھ کر سنایئے امام صاحب نے کہا مسجد میں رکھ کر سنا سکتے ہیں یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں ایک قوی اندیشہ تو یہ ہے کہ لوگ صرف ٹیپ ریکارڈر کو سننے پر کفایت کریں گے اور اسی سے شوق پورا کرلیا کریں گے خود تلاوت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔

اور پھر یہ بھی احتمال ہے کہ دوسرے لوگ غلط قسم کی چیزیں سنانے لگیں گے اور اس سے استدلال کریں گے۔ لہٰذا اس طریقہ کو بند کردیا جائے کیونکہ یہ چیز بڑھتے بڑھتے دور تک پہنچ جاتی ہے بعض جگہ یہ بھی ہے کہ نماز کا وقت آیا اور اذان کا ریکارڈ بجالیا اور سمجھ لیا کہ اذان ہوگئی پھر امامت کا ریکارڈ بجالیا اور اس کا بھی اقتداء کرلیا حالانکہ نہ اس طرح اذان ہوئی نہ امامت ہوئی نہ اقتداء صحیح ہوئی نہ نماز ادا ہوئی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۷ ص۲۲۲)

"ہاں ایسی اقتداء کرنے والوں کو مشقت محضہ ہوئی" (م ع)

مسجد میں چھپکلی مارنا

سوال: مسجد کے اندر چھپکلی کا مارنا کیسا ہے؟

جواب: نہیں مارنا چاہیے اس کو وہاں سے باہر نکال کر مارا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ ص۱۶۳)

"اگر مارنا ہی ہے" (م ع)

مسجد میں تولیہ' آئینہ اور منبر پر غلاف رکھنا

سوال: مسجد میں تولیہ اور آئینہ رکھنا' نیز منبر پر غلاف (کپڑا) ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب تکلفات ہیں' فی نفسہ یہ چیزیں نہ ضروری ہیں کہ مسجد کی طرف سے ان کا انتظام کیا جائے' نہ ممنوع ہیں کہ ان کو حرام کہا جائے' اصلی تو یہ ہے کہ اپنے مکان سے وضو کر کے آدمی مسجد جائے' اگر مسجد ہی میں وضو کرنا ہو تو اپنا تولیہ ساتھ لے جائے' وضو کے بعد آئینہ دیکھنا نہ کوئی شرعی چیز ہے نہ عرفی' اس عادت کو چھوڑ دینا بہتر ہے' منبر پر غلاف بھی ایک تکلف ہے' درودیوار کو کپڑے پہنانے کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے' ہاں اگر گرمی سردی سے تحفظ مقصود ہو تو مضائقہ بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۱۳۲)

مسجد میں تمباکو کھانا اور نسوار لینا

سوال: تمباکو کی نسوار لینا اور تمباکو کھانا مسجد کے اندر کیسا ہے؟

جواب: نسوار سونگھنا اور تمباکو کھانا مسجد کے اندر خلاف اولیٰ ہے جو کراہت تنزیہیہ سے خالی نہیں۔ (امداد الاحکام ج ۱ص ۳۰۷)

مسجد میں مائک سے اذان دینا

سوال: ایک مسجد میں مائک مسجد کی الماری میں اندر صف اول کے پاس نصب کر دیا گیا ہے اور اس سے متعلق تار پن وغیرہ دیوار میں مستقل طور پر لگادی گئی ہیں اور حفاظت کے پیش نظر مسجد میں رکھا گیا ہے' دوسری جگہ مسجد کے باہر رکھتے ہیں' چوری ہونے کا اندیشہ ہے تو اس حالت کے پیش نظر مسجد کے اندر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے آواز دور تک نہیں پہنچتی جس سے اذان کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا اس لیے بلند جگہ پر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور تک آواز پہنچے فی نفسہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہو۔

صورت مسئولہ میں اذان کی آواز آلہ سے دور تک پہنچے گی اور مقصد پوری طرح حاصل ہو جائے گا۔ البتہ مکبر الصوت کبھی خراب ہو کر اس کی آواز بند ہو جاتی ہے یا خراب وحشت ناک آواز نکلتی ہے اس لیے اسکا انتظام باہر ہی رہے تو اچھا ہے' قفل وغیرہ سے حفاظت کی جائے' مسجد کے علاوہ حجرہ وغیرہ ہو اس میں رکھا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۳۲)

مساجد وغیرہ کا بیمہ کرانا

سوال: یہاں مساجد ومدارس کے طریقے پر جتنی بھی عمارتیں ہیں وہ حکومت کے رجسٹر میں وقف کے نام سے نہیں بلکہ باشندوں کی منتظمہ کے نام سے رجسٹر کرائی جاتی ہے' یہاں عیسائی حکومت ہے' ملک کی ایک سیاسی پارٹی تشدد پسند ہے جو غیر ملکی لوگوں سے بہت بدسلوکی کرتی ہے ان کے مکان' دُکان' مساجد ومدارس کو نقصان پہنچاتے ہیں' جلا ڈالتے ہیں' شیشے توڑ دیتے ہیں' ان امور کے پیش نظر اس ملک میں مساجد ومدارس کا بیمہ کرالیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس پریشان حالی میں بیمہ اتارنے کی گنجائش ہے اور اس کا افشاء بھی مناسب ہے کہ مخالفین نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے کہ ان کو معاوضہ مل جائے گا تو نقصان پہنچانا بے کار رہے گا مگر جو رقم بیمہ کے ضمن میں ادا کی گئی ہے وہ رقم مسجد' مدرسہ اور عبادت گاہوں کی ہوگی اور زائد رقم غرباء کو تقسیم کرنا ہوگی' اگر ضرورت پڑ جائے تو مسجد ومدرسے اور عبادت گاہوں کی بیت الخلاء' پیشاب خانے' غسل خانے میں بھی لگا سکتے ہیں' تنخواہ وغیرہ اچھے کام میں استعمال نہیں کر سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۶)

"اولوالعزم حضرات کو اس کی حاجت نہیں' یہ کیا حرارت ایمان کہ دشمن کے زخم کو مرہم کی امید پر برداشت کیا جائے" (م'ع)

مسجد کی حفاظت کیلئے جہاد کرنا

سوال: یہاں چار کوس پر ایک موضع میں پرانی مسجد ہے' اس کو ایک کافر شہید کر کے بت خانہ بنوانا چاہتا ہے تو مسلمانوں پر اس کا روکنا فرض ہے یا مستحب؟

اور سب مسلمانوں پر فرض ہے یا خاص اس گاؤں والوں پر؟

جواب: اس مسجد کی صیانت سب مسلمانوں پر فرض ہے مگر لڑنا ہرگز درست نہیں ہے' حسب قاعدہ سرکاری طور سے سرکار کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۵)

نقشہ مسجد نبوی ﷺ کی طرف رخ کر کے دُرود پڑھنا

سوال: ہر نماز کے بعد (مسجد نبویؐ کے) نقشہ کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر دُرود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: یہ طریقہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں' نماز میں جو دُرود شریف پڑھا جاتا ہے وہ افضل ہے' نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے جس قدر بھی توفیق ہو بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر دُرود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۴۳)

مدارس ومساجد کی رجسٹریشن کا حکم

سوال: آج کل جو مدارس دینیہ ومکاتب قرآنیہ اور مساجد کو جو کہ وقف للہ ہوتے ہیں رجسٹرڈ کرایا جاتا ہے تو اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف للہ کی حیثیت پر باقی رہتا ہے؟ اس رجسٹریشن سے کیا وقف کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اس سلسلہ کے درج ذیل شبہات کا جواب مطلوب ہے؟

۱-کیا اس سے وقف للہ کا تحفظ مزید ہوجاتا ہے؟ ۲-اس سے مسلک کی حفاظت ہوجاتی ہے؟

۳-کیا اندرون وبیرون کے شرور سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقین ومتعلقات محفوظ ہوجاتے ہیں؟

۴-شوریٰ (یعنی رجسٹرڈ باڈی) کو اخلاص ویکسوئی سے کام کرنے کی سہولت ہوجاتی ہے؟

جب کہ رجسٹریشن کے عدم جواز کے سلسلہ میں ایک فتویٰ کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے؟

اس ضمن میں جب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب زید مجدہ جامعہ اشرفیہ لاہور' مولانا مفتی زین العابدین زید مجدہ دارالعلوم فیصل آباد' مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہ دارالعلوم کراچی' مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی زید مجدہ جامعہ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے درج ذیل تحریری جوابات دیئے:

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتویٰ

سوال: مدرسہ مظاہرالعلوم سہارن پور ہمارا قدیم مدرسہ ہے جس کی شوریٰ/سرپرستان ممبران واکابرین علمائے ہندوستان رہے ہیں۔ اس وقت بھی بفضلہ تعالیٰ شوریٰ کے اراکین جید علماء اور معروف دیندار اور مخیر تجار ہیں۔ مدرسہ کی اب تک رجسٹریشن نہیں ہوئی تھی' دارالعلوم دیوبند کے فتنہ کے بعد اراکین شوریٰ اور ہمدردان مظاہر علوم کی رائے ہوئی کہ مدرسہ مظاہرالعلوم کو استحکام بخشنے کے لیے اور اندرونی وبیرونی انسانی شرور سے محفوظ رکھنے کے لیے سبب کے طور پر رجسٹرڈ کرالیا جائے' چنانچہ مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس میں (جو کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کی بیماری کی وجہ سے نظام الدین میں ہوا) متفقہ طور پر طے پایا کہ مدرسہ مظاہرالعلوم کی شوریٰ کو رجسٹرڈ کرالیا جائے۔ سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے ضابطہ کے مطابق کسی بھی ادارہ کے تین عہدیداران ضروری ہوتے ہیں' نمبرا: صدر' نمبر۲: سیکرٹری' نمبر۳: خازن' سیکرٹری کی طرف سے رجسٹریشن آفس میں ادارہ کی رجسٹریشن کی درخواست پیش کرنی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کو سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ چنانچہ ان کے دستخط سے رجسٹریشن کی درخواست داخل کردی گئی جس کی کارروائی جاری ہے۔

سائل نے آج سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کرانے والے ماہرین اور وکلاء سے رجسٹریشن ایکٹ اور اس کے تحت رجسٹریشن کرانے یا ہونے والے اداروں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں، یہ تفصیلات بھی لف ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجسٹریشن سے کسی بھی ادارہ کے کسی بھی وقف کو نقصان پہنچنے کا قطعاً کوئی احتمال نہیں ہے نہ ہی اس میں حکومت کی کوئی مداخلت ہے بلکہ رجسٹریشن کے بعد ادارہ کی ملکی قانون کے اعتبار سے قانونی حیثیت اس درجہ میں بن جاتی ہے کہ واقعی یہ ایک باقاعدہ ادارہ ہے اور اگر کبھی اس کو اندرونی یا بیرونی شر سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو ملکی قانون کی طرف سے اس کو تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔

اندریں صورت آپ سے درخواست ہے کہ کیا رجسٹریشن موجودہ حالات میں کرانا شرعاً جائز بلکہ ضروری نہیں ہے؟ سائل صغیر احمد۔ لاہور

از احقر جمیل احمد تھانوی سابق مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور، مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون حال مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور یہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے استفتاء میں صرف دو چیزیں ہیں انہی کے متعلق تفصیل سے عرض ہے:

ا۔ رجسٹریشن شرعاً ضروری ہے اور نہ کرانے پر گناہ ہو، یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے مگر ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا، جیسے تمام بیع ناموں، ہبہ ناموں، وقف ناموں، اقرار ناموں اور اب ایک طویل عرصہ سے نکاح ناموں کا رجسٹریشن جائز ہے مگر شرعاً ضروری کہ جس کے بغیر صحیح ہی نہ ہو یا نہ ہونے پر گناہ ہو نہیں ہے، ہاں ایک قسم کی حفاظت کا قانونی ذریعہ ضرور ہے اور صدیوں سے تمام مسلمانوں کا اس پر تعامل بلانکیر ہے اور عرصہ سے تو نکاحوں، مسجدوں، انجمنوں، دینی وغیر دینی مدارس، رفاہ عام کے اداروں کی رجسٹریشن کا معمول ہے جو حفاظت کے لیے نہایت مستحسن ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ انگریزوں کے جمہوریت کے دلفریب پروپیگنڈہ نے اعلیٰ سے اعلیٰ دماغوں کو بھی متاثر کردیا ہے، اکثریت کے بل بوتہ پر یا حکومت کی طرف سے اس کی اعانت پر شخصی قومی بلکہ خدائی اوقاف پر بھی روز روز ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں، اگر رجسٹریشن سے ان کی حفاظت ہوسکتی ہے تو چونکہ ہر شخص پر اپنی مملوکات اور ہر مسلمان پر خدائی مملوکات یعنی اوقاف کی حفاظت واجب ہے حتیٰ کہ اس کی حفاظت میں "من قتل دون ماله فهو شهيد" تک جانے کی بھی اجازت ہے اور رجسٹریشن اسباب حفاظت میں سے ہے تو ایک درجہ میں استحساناً ضروری ہوجاتا ہے، خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب یہ ڈاکے عام ہو رہے ہیں، مقدمۃ الواجب واجب کہنے کی بھی گنجائش ہے مگر حفاظت کے طریقے دوسرے بھی ہیں۔

اس کو مداخلت فی الدین کہنا بے اصل ہے، صدیوں سے سب کو تمام رجسٹریوں کا تجربہ ہو رہا

ہے کہ رجسٹری سے کسی کی ملک نہ نکاح میں طلاق میں، کسی مسجد وادارہ میں کوئی مداخلت ہے اور نہ رجسٹری کے قانون میں اس کی گنجائش ہے، ہاں مخالفوں کی مداخلت سے ایک گونہ بچاؤ ہے اور یہ سب چیزوں میں ہے اور سب کے تجربہ سے ہے۔

۲۔ یہ فتویٰ بہ چند وجوہ نا قابل اعتبار ہے:

الف: مدرسہ کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمود حسن صاحب کے دستخط کے بغیر ہے کسی ناتجربہ کار نو آموز کی اپنی رائے ہے، حقیقت مفتی اعظم سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

ب: دستخط کرنے والوں میں کوئی فتوے کا ماہر نہیں، اس طرح ایرے غیرے کے تو ہزار دستخط بھی کالعدم ہیں۔

ج: مولانا محمد یحییٰ خود مدرسہ کے کہنہ مشق مفتی مدرسہ ہیں، برس ہا برس سے کام کرنے والے وہ کہہ رہے ہیں: ''احقر کو سوالات سے پوری لاعلمی ہے'' لہٰذا جن امور پر فتویٰ کی بنیاد ہے اگر وہ صحیح ہوتے تو مدرسہ میں برسوں کے مفتی صاحب کے لیے غیر معلوم کیسے ہو سکتے تھے؟

د: مفتی محمد یحییٰ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ''معلوم نہیں واقعہ ایسا ہی ہے یا اور کچھ ہے'' انہوں نے بتا دیا کہ جب تک واقعات کی تحقیق نہ ہو فتویٰ درست نہیں اس لیے دستخط سے معذوری کر دی۔

ہ: کوئی بات بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہو سکتی، جھوٹ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے خود جھوٹ بن کر رہ جاتا ہے۔

و: لاہور کے اس افسر سے جو اس محکمہ کا خوب ماہر ہے اس کی تحقیق منسلک ہے کہ ''ایسا کوئی اندیشہ نہیں کوئی مداخلت نہیں ہوتی بلکہ مخالفوں کے خطرے کا سد باب ہے'' جس سے اس کا ہونا ضروری بات ثابت ہے گو شرعی واجب نہ ہو احتیاطی واجب ہو گا اور برسوں کے سب کے تجربات الگ اور اگر کوئی اندیشہ ہوا تو علیحدگی کی کوشش بھی تو ممکن ہے وقتی مضرات سے تو حفاظت ہو گی۔

ز: فتویٰ کا مدار چار نمبروں پر ہے:

اول: سیکرٹری ہونا جھوٹ ہے مگر اس کے لیے ان سے ثبوت لیا جا سکتا ہے۔ اگر نظام الدین میں مجلس شوریٰ کا اجتماع اور سب کا ان کو سیکرٹری بنا دینا ثابت کر دیا گیا تو یہ دفعہ خود جھوٹ بن کر رہ جائے گی۔

دوم: اگر یہ صحیح ہو تو علم وتدبر تو ایک عام مفہوم ہے اس میں اس کے انواع داخل ہیں، علم دین کا مدرسہ بھی داخل ہے اسے جھوٹ کہنا خود جھوٹ ہو گا۔

سوم: سوسائٹی انگریزی لفظ ہے، جاننے والوں سے مفہوم معلوم کیا جائے، بظاہر چند افراد کا مجموعہ ہی تو ہے تو اس کے عموم میں مجلس شوریٰ بھی داخل ہے اس کو دینا، اس کے زیر اہتمام مدرسہ کو دینا ہے نہ کہ ان کی ذاتوں کو اور زیر اہتمام وقف ہے تو وقف کو ہی دینا ہوا جھوٹ کیسے ہوا؟

چہارم: ادارہ اور سوسائٹی کے معنی میں عام خاص کی نسبت ہے، عام ہر خاص پر مشتمل ہوتا ہے تو جھوٹ کیونکر ہوا؟

پھر انہی نمبروں کی بنیاد پر چند سوالات قائم کیے گئے ہیں:

سوال:۱...... کا جواب خلاف شرع کیوں ہے جب کہ مجلس شوریٰ اس کی نوع پر مبنی ہے۔

سوال:۲...... مداخلت فی الدین کا امکان، اب امکان تو ہر کافر بلکہ ہر غیر متدین حکومت میں ہر وقت ہر مسئلہ میں رہتا ہے آخر ہر حکومت حکومت ہی تو ہے، پھر زندگی ہی منقطع ہو کر رہ جائے گی۔ مگر ایسے امکانات حکم کے مدار نہیں ہو سکتے خصوصاً جب تجربات خلاف کا اعلان کر رہے ہیں۔

سوال:۳...... ٹھیک ہے مگر کذب وحلف کا ثبوت ضروری ہے، جو عدالت یا تحکیم سے ہو سکتا ہے۔

سوال:۴...... جی ہاں اگر ثبوت شرعی سے فسق ثابت ہو جائے اگر نہ پائے تو جھوٹا الزام لگانے والوں پر تعزیز لازم ہے۔

سوال:۵...... جب کہ زید کا کفر یا فسق ثابت ہوا اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو اور معاون کا کفر یا کبیرہ کی مدد اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو ورنہ عدم ثبوت پر الزام سے تعزیر تعذیر ہے۔

ح:...... جن مفتی صاحب کا فتویٰ ہے گو وہ بڑے مفتیوں کے اور ان کی تصدیق سے خالی ہوتے ہوئے ناقابل اعتبار ہے، پھر بھی ''اگر ایسا ہو'' سے مقید ہے اس لیے جب تک سوال کے مندرجات ثابت نہ ہوں گے یہ فتویٰ ہی نہیں ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط.

ط:...... ناواقف صاحبان کے دستخط اسی دھوکہ پر ہوئے کہ واقعہ ایسا ہے اگر وہ واقعات ثابت نہ ہوئے تو یہ کالعدم ہیں، لہٰذا کوئی چیز قابل اعتبار نہیں۔

ی:...... جب تک ثبوت عدالت یا تحکیم سے ثابت نہ ہوں ان کا الزام تعزیز کا مستحق ہے۔ واللہ اعلم

مفتی زین العابدین کا فتویٰ

جواب: رجسٹریشن حفاظت کا قانونی ذریعہ ہے اور تقریباً تمام علماء بلکہ پوری اُمت مسلمہ کا اس پر تعامل ہے، بریں بنا بلاتر دو صورت مسئولہ میں رجسٹریشن کرانا مستحسن امر ہے بلکہ بقول مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ العالی مقدمۃ الواجب واجب کہنے کی بھی گنجائش ہے۔

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی کا فتویٰ

حامداً ومصلیاً! دور حاضر میں رجسٹریشن کرانا حفاظت کا ایک قانونی ذریعہ ہے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے اس لیے مساجد ومدارس اور مکاتب قرآنیہ وغیرہ کو رجسٹرڈ کرانا نہ صرف جائز

ہے بلکہ مستحسن ہے اور رجسٹرڈ کرانے سے وقف کا وقف ہونا ہرگز متاثر نہیں ہوتا' وقف بدستور وقف ہی رہتا ہے بلکہ اس کی حفاظت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔ واللہ اعلم

مفتی ولی حسن ٹونکی کا فتویٰ

جواب: دینی اور مذہبی تعلیمی ادارے کی بقاء اور استحکام میں رجسٹریشن ممد اور معاون ہوتا ہے اور آئندہ پیش آنے والے نزاعات کا فیصلہ بھی اس سے ہوجاتا ہے اس لیے جائز ہی معلوم ہوتا ہے' رجسٹریشن ہوجانے کے بعد کے خطرات وہم کے درجہ میں ہیں اس لیے اعتبار نہیں جبکہ تجربہ اور عادت سے ثابت ہے کہ غیر مسلم حکومت کا دخل ادارے پر نہیں ہوتا اور وہ حسب سابق اپنی آزادی پر برقرار رہتا ہے اس لیے رجسٹریشن کی کارروائی جائز اور قابل لحاظ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: استفتاء چونکہ مظاہر العلوم سہارن پور سے متعلق ہے اس لیے اپنی رائے سے ضرور مطلع فرماویں۔

جواب: ان اکابر کے تفصیلی جوابات کے بعد میرے جواب کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر چونکہ آنجناب کا حکم ہے اس لیے تعمیل حکم میں چند کلمات پیش خدمت ہیں:

رجسٹریشن کی حقیقت یہ ہے کہ ''کسی ادارے کی طے شدہ حیثیت پر حکومت کے بااختیار ادارے کی مہر تصدیق ثبت کرانا'' تاکہ اس کی حیثیت کو تبدیل نہ کیا جاسکے۔ پس جس ادارے کی جو حیثیت بھی ہو وہ رجسٹریشن کے بعد نہ صرف یہ کہ بدستور باقی رہتی ہے بلکہ جو شخص اس کی حیثیت کو تبدیل کرنا چاہے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہوسکتی ہے۔

چونکہ فتنہ وفساد کا دور ہے اور بہت سے واقعات ایسے رونما ہوچکے ہیں کہ غلط قسم کے لوگ دینی ومذہبی اداروں کو لاوارث کا مال سمجھ کر ان پر مسلط ہوجاتے ہیں' کبھی اہل ادارہ کو غلط روی پر مجبور کرتے ہیں کبھی اسی نام سے دوسرا ادارہ قائم کرلیتے ہیں جس کا نتیجہ عام مسلمانوں کے حق میں انتشار وخلفشار اور اہل دین سے تنفر کے سوا کچھ نہیں نکلتا' اس لیے اکابر کے دور سے آج تک رجسٹریشن کرانے کا معمول بغیر نکیر اور بغیر کسی اختلاف کے جاری ہے اور فتنوں سے حفاظت کے لیے رجسٹریشن کرانا بلاشبہ مستحسن بلکہ ایک حد تک ضروری ہے۔ یہ ''تسجیل'' ہی کی ایک صورت ہے جو ہمیشہ اسلامی عدالتوں میں ہوتی رہی ہے اور جس کے مفصل احکام فتاویٰ عالمگیری جلد ششم میں موجود ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱۰ ص ۲۵۶)

واللہ اعلم وعلمہ أتم وأحکم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صوم......روزہ

سحری قائم مقام نیت کے ہے یا نہیں؟

سوال۔ بوقت سحری روزہ کی نیت کرنا بھول گیا تو روزہ ہوگا یا نہیں؟

جواب۔ سحری کے وقت یہ ارادہ نہ ہو کہ آج مجھے روزہ رکھنا نہیں ہے تو سحری کرنا یہ بھی روزہ کی نیت ہی ہے جوہرہ میں ہے **فالسحور فی شهر رمضان نية ذكره نجم الدين النسفي وكذا اذا تسحر لصوم اخر كان نية له وان تسحر على انه لا يصح صائما لا يكون نية** (جوہرۃ ج ۱ ص ۱۴۰ کتاب الصوم)

نوٹ۔ یاد رہے کہ ماہ رمضان میں روزہ کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے کر سکتے ہیں۔ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ ص ۲۴۱)

روزہ کی نیت کب کرے؟

سوال: رمضان المبارک کے روزے کی نیت کس وقت کرنی چاہیے؟

جواب: ۱۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزے کی نیت صبح صادق سے پہلے پہلے کر لی جائے۔

۲۔ اگر صبح صادق سے پہلے رمضان شریف کا روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا صبح صادق کے بعد ارادہ ہوا کہ روزہ رکھ ہی لینا چاہیے تو اگر صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہیں تو نیت صحیح ہے۔

۳۔ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے (یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے) تک رمضان شریف کے روزے کی نیت کر سکتے ہیں۔

۴۔ رمضان شریف کے روزے کی بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو نیت کرے کہ صبح روزہ رکھنا ہے۔ (دار العلوم دیوبند جلد ۶ ص ۳۴۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۳۶)

سحری کے وقت نہ اُٹھ سکے تو کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی سحری کے لیے نہ اُٹھ سکے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: بغیر کچھ کھائے پیئے روزہ کی نیت کر لے۔ (آپ کے مسائل جلد ۳ ص ۳۴۲)

سحری کا وقت سائرن پر ختم ہوتا ہے یا اذان پر

سوال: رمضان المبارک میں سحری کا آخری وقت کب تک ہوتا ہے؟ یعنی سائرن تک ہوتا ہے یا اذان تک' ہمارے یہاں بہت سے لوگ آنکھ دیر سے کھلنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اذان تک سحری کرتے رہتے ہیں' کیا ان کا یہ طرز عمل صحیح ہے؟

جواب: سحری ختم ہونے کا وقت متعین ہے' سائرن اذان اس کے لیے ایک علامت ہیں' آپ گھڑی دیکھ لیں' اگر سائرن وقت پر بجا ہے تو وقت ختم ہو گیا' اب کچھ کھا پی نہیں سکتے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۲۴۴)

سائرن بجتے وقت پانی پینا

سوال: ہمارے یہاں عموماً لوگ سائرن بجنے سے کچھ وقت پہلے سحری کھا کر فارغ ہو جاتے ہیں اور سائرن بجنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں' جیسے ہی سائرن بجتا ہے ایک ایک گلاس پانی پی کر روزہ بند کر لیتے ہیں' کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کہیں سائرن بجنے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا ہے؟

جواب: سائرن ایک منٹ پہلے شروع ہوتا ہے اس لیے اس دوران پانی پی سکتا ہے' بہر حال احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سائرن بجنے سے پہلے پانی پی لیا جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ رکھنا

سوال: رمضان شریف میں بعض خواتین دوائیاں وغیرہ کھا کر اپنے ایام کو روک لیتی ہیں' اس طرح رمضان شریف کے پورے روزے رکھ لیتی ہیں اور فخریہ بتاتی ہیں کہ ہم نے تو رمضان کے پورے روزے رکھے' کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: یہ تو واضح ہے کہ جب تک ایام شروع نہیں ہوں گے عورت پاک ہی شمار ہوگی اور اس کو رمضان کے روزے رکھنا صحیح ہوگا' رہا یہ کہ روکنا صحیح ہے یا نہیں تو شرعاً روکنے پر کوئی پابندی نہیں مگر شرط ہے کہ اگر یہ فعل عورت کی صحت کے لیے مضر ہو تو جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۲۷۸)

اگر ایام میں کوئی روزہ کا پوچھے تو کس طرح ٹالیں

سوال: خاص ایام میں جب میری بہنیں اور میں روزہ نہیں رکھتے تو والد' بھائی یا کوئی اور پوچھتا ہے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ روزہ ہے' ہم باقاعدہ سب کے ساتھ سابق سحری کرتے ہیں' دن میں اگر کچھ کھانا پینا ہوا تو چھپ کر کھاتے ہیں یا کبھی نہیں بھی کھاتے تو کیا ہمیں اس طرح کرنے

سے جھوٹ بولنے کا گناہ ملے گا جبکہ ہم ایسا صرف شرم وحیا کی وجہ سے کرتے ہیں؟

جواب: ایسی باتوں میں شرم وحیا تو اچھی بات ہے مگر بجائے یہ کہنے کے کہ ہمارے روزہ ہے کوئی ایسا فقرہ کہا جائے جو جھوٹ نہ ہو مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ ہم نے بھی تو سب کے ساتھ سحری کی تھی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ج ۳ ص ۳۵۹)

عورت نصف قامت پانی سے گزر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا

سوال: ایک مولوی صاحب نے فتوئی دیا ہے کہ اگر عورت جاری پانی سے گزر جائے اور وہ پانی گہرائی کے لحاظ سے اتنا ہو کہ عورت کی ناف تک گزرے تو اس عورت کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اگلے راستے میں پانی رسائی کرجاتا ہے؟

جواب: جب تک پانی اندر پہنچ جانے کا یقین نہ ہو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

والصائم اذا استقصی فی ...... الخ (ج ۱ صفحہ ۱۰۵)

(الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ) (خیر الفتاویٰ جلد ۴ ص ۶۷)

وریدی انجکشن مفسد (روزہ کو فاسد کرنے والی) صوم نہیں؟

سوال: کیا وریدی انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: مفسد صوم وہ چیز ہے جو جوف معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے اور وریدی انجکشن کے ذریعے جو دوا پہنچائی جاتی ہے وہ رگوں کے اندر رہتی ہے، جوف معدہ یا دماغ تک نہیں پہنچتی اور اس کو ناک یا منہ میں ڈالی جانے والی دوا پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان میں ڈالی جانے والی دوا براہ راست جوف تک پہنچ جاتی ہے۔

انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال۔ جناب مفتی صاحب! عصر حاضر میں طب کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ خاص کر دمہ جیسی خطرناک بیماری کے علاج میں انہیلر (ایک خاص قسم کی گیس) کامیاب ایجاد ہے جسے دمہ کے مریض بوقت ضرورت سانس کی رکاوٹ ختم کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ تو کیا اس کا استعمال روزے پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں؟

جواب۔ مذکورہ انہیلر پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر روزہ کی حالت میں انتہائی مجبوری کے وقت اس کو استعمال کیا گیا تو رمضان کے بعد اس روزے کی صرف قضا کرنا ہوگی

کفارہ نہیں۔تاہم اگر مریض کی حالت ایسی ہو کہ اس کے بغیر اس کا گزارہ نہ ہوتا ہو تو وہ روزہ نہ رکھے صرف فدیہ دینا ہوگا۔(فتاویٰ حقانیہ ج۴ص۱۷۰)

شدت پیاس سے جان پر بن آئے تو افطار کرنے کا حکم

سوال: ہمارے یہاں رمضان المبارک میں تین مختلف ایام میں مختلف اموات ہوئیں' مقامی مولویوں نے بغیر جنازہ کے دفن کرادیا' بقول ان کے جو حالت روزہ میں شدت پیاس کی وجہ سے فوت ہوا اور روزہ نہ توڑے تو گویا اس نے خودکشی کی' اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ کی حالت میں اگر پیاس اتنی شدید لگے کہ جان خطرہ میں پڑ جائے تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔اگر کوئی شخص روزہ افطار نہ کرے اور اسی وجہ سے فوت ہو جائے تو یہ خودکشی نہیں بلکہ خود اس پر بھی اجر وثواب ملے گا اسے خودکشی کہنا جہالت ہے۔بالفرض اگر یہ خودکشی بھی ہوئی تو بھی خودکشی کرنے والے پر عامۃ المسلمین کو نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔اس پر نماز جنازہ سے روکنے والوں نے غلطی کی ہے اب وہ اپنے لیے اور مرحومین کے لیے استغفار کریں۔

ویؤ جرلو صبرو مثلہ ...... الخ (شامی' ج ۲' صفحہ ۱۵۸)

(خیر الفتاویٰ جلد۴ ص۴۲)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد۶ ص۲۷۷)

آنکھ میں دواڈالنے سے روزہ میں کچھ نقصان تو نہیں آتا

سوال۔اگر روزہ کی حالت میں کوئی دواڈالی جائے تو روزہ میں نقصان آتا ہے یا نہیں؟

جواب۔اس صورت میں روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا۔روزہ صحیح ہے۔فقط۔

ولوا قطر شیئا من الدواء فی عینہ لا یفسد صومہ عندنا الخ (عالمگیری مصری کتاب الصوم باب رابع ج۱ص۱۹۰ط س ماجدیہ ج۲ص۲۰۳ظفیر فتاویٰ دار العلوم ج۶ص۲۵۸)

حاملہ طبی معائنہ کرائے تو روزے کا حکم

سوال: روزہ دار حاملہ عورت کا دائی معائنہ کرتی ہے۔جیسا کہ ان کا طریقہ کار ہے یعنی فرج کے اندر ہاتھ داخل کرنا وغیرہ۔اس صورت میں روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟ قضاء لازم ہے یا کفارہ؟

جواب: روزہ میں اس سے احتیاط کی جائے اور اگر انگلی کو پانی یا تیل لگا ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

شامی میں ہے: لو ادخل اصبعۃ (درمختار علی الشامیہ' صفحہ ۹۹' ج ۲)(خیر الفتاویٰ جلد۴ص۷۷' کتاب الصوم)

روزہ کی حالت میں منجن ومسواک کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: روزہ کی حالت میں مسواک کرنا یا مسوڑھوں سے خون نکلنے کی وجہ سے منجن کا استعمال

کیسا ہے؟ ان سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: روزے کی حالت میں مسواک یا منجن کا استعمال جائز ہے ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن منجن ملنے کے فوراً بعد منہ اندر سے دھو لینا چاہیے تاکہ اس کا اثر پیٹ میں نہ جائے اور منجن ایسا ہو کہ عادتاً پیٹ میں نہ جاتا ہو مگر بچنا بہر حال اچھا ہے کیونکہ یہ خلاف اولیٰ ہے جس کا مفاد مکروہ تنزیہی ہے۔ (ملخص) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۶ ص ۴۵۶)

سحری کے بعد پان کھا کر سو جانا

سوال: بعض عمر رسیدہ خواتین کو پان کھانے کی عادت ہوتی ہے اگر کوئی سحری کے بعد پان منہ میں رکھ کر سو جائے اور بعد میں بیدار ہوتے ہی منہ میں جو سرخی وغیرہ ہوا سے تھوک دے اور کلی کر لے تو روزہ درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: روزہ درست ہو گیا مگر احتیاطاً ایک قضا روزہ رکھ لے لیکن آئندہ ایسا نہ کریں۔ کیونکہ روزے میں کسی چیز کا چکھنا یا چبانا بلا عذر مکروہ ہے۔ (در مختار) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۶ ص ۴۵۶)

مسوڑھوں کا خون اندر جانے سے روزے کا حکم

سوال: مسوڑھوں کا خون یا مواد کے اندر چلے جانے سے روزہ قائم رہے گا یا نہیں؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا لازم ہوگی۔ اس کی مکمل تفصیل فتاویٰ شامی میں ہے۔ اصل اعتبار اس بات کا ہے کہ خون اور مواد عموماً تھوک سے زائد ہی ہو جاتا ہے۔ اگر ذائقہ وغیرہ محسوس ہو جائے تو روزہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر سوتے وقت داڑھ سے خون نکلا اور پیٹ میں چلا گیا تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۶ ص ۴۶۲)

ذیابیطس شوگر کے مریض کے روزے کا مسئلہ

سوال: زید کی عمر ۵۸ برس ہے اور کئی سال سے ذیابیطس میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے شدید کمزوری ہے اور پانی کی پیاس اس مرض میں سخت تنگ کرتی ہے روزہ رکھنا بڑا دشوار ہے خصوصاً سخت گرمی کے موسم میں کیا کریں؟

جواب: ایسے مریض پر کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے بوجہ ضعف اور مرض کے افطار کرنا یعنی روزہ نہ رکھنا رمضان میں درست ہے لیکن جب تک صحت کی توقع ہے فدیہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ صحت کے بعد قضاء لازم ہے لیکن اگر صحت کی امید نہ رہے اور مرض کا ازالہ نہ ہو تو ان روزوں کا فدیہ دے دے اور ہر روزہ کا

فدیہ صدقہ فطر کے برابر ادا کرے۔ (جیسا کہ درمختار میں مریض کے لیے خوف شدت مرض میں روزہ نہ رکھنے کا حکم ہے اور استطاعت نہ ہونے پر فدیہ ادا کرنے کا اور شامی نے لکھا ہے کہ جب مریض کو مرض سے صحت ہونے کی امید نہ ہے تو روزانہ کا فدیہ ادا کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۶ ص ۲۹۵)

زچہ دودھ پلانے والی عورت کیلئے افطار کا حکم

سوال: ایک عورت جس کی گود میں تین ماہ کی بچی ہے اور دودھ بہت کم ہے' سحری کا کھانا ہضم نہیں ہوتا وہ رمضان کے روزے نہ رکھے تو کیا حکم ہے' یا فدیہ دے؟ اور زچہ اگر کمزور ہو تو کیا کرے؟

جواب: ایسی عورت کے لیے روزوں کا افطار کرنا (نہ رکھنا) درست ہے مگر بعد میں قضاء کرنا ضروری ہے' جس وقت بچی بڑی ہو جائے اور اس کا دودھ چھوٹ جائے اس وقت قضاء کرے۔ اسی طرح زچہ کا جب وضع حمل ہو جائے اور طاقت آ جائے مذکورہ صورت نہ ہو تو وہ اس وقت روزے رکھے ورنہ صورت اول کی طرح کرے لیکن فدیہ دینا کافی نہ ہوگا۔ (جیسا کہ عالمگیری میں ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں جب اپنے نفس پر یا اولاد پر جان کا خوف کریں تو انہیں روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور قضاء واجب ہے اگر کسی دن اسی وجہ سے دن کے درمیان روزہ توڑ دیا تو بھی قضاء ہی واجب ہے کفارہ نہیں)۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۶ ص ۲۹۸)

روزہ دار کا روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن دیکھنا

سوال: رمضان المبارک میں افطار کے قریب جو لوگ ٹیلی ویژن پر مختلف پروگرام دیکھتے ہیں مثلاً انگریزی فلم' موسیقی کے پروگرام وغیرہ تو کیا اس سے روزے میں کوئی فرق نہیں آتا جبکہ ہمارے یہاں اناؤنسرز خواتین ہوتی ہیں اور ہر پروگرام میں بھی عورتیں ضرور ہوتی ہیں' اس ضمن میں ایک بات یہ ہے کہ جو مولانا صاحب افطار کے قریب تقریر (ٹیلی ویژن پر) فرماتے ہیں اور مسلمان بہو بیٹیاں جب انہیں دیکھتی ہیں تو کیا روزہ برقرار رہے گا اور یہ کسی طرح قابل گرفت نہیں ہوگا؟

جواب: روزہ رکھ کر گناہ کے کام کرنا روزے کے ثواب اور اس کے فوائد کو باطل کر دیتا ہے۔ ٹیلی ویژن کی اصلاح تو عام لوگوں کے بس کی نہیں جن مسلمانوں کے دل میں خدا کا خوف ہے وہ خود ہی اس گناہ سے بچیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد۳ ص ۳۱۴)

کئی سالوں کے قضاء روزے کس طرح رکھیں

سوال: اگر کئی سال کے روزوں کی قضاء کرنا چاہے تو کس طرح کرے؟

جواب: اگر یاد نہ ہو کہ کس رمضان کے کتنے روزے قضائے ہوئے تو اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے رمضان کا پہلا روزہ جو میرے ذمہ ہے اس کی قضاء کرتا ہوں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۳۷۶)

قضاء روزے ذمہ ہوں تو کیا نفل روزے رکھ سکتا ہے؟

سوال: میں نے سنا ہے کہ فرض روزوں کی قضاء جب تک پوری نہ کریں تب تک نفل روزے رکھنے نہیں چاہئیں' کیا یہ بات درست ہے؟ مہربانی فرما کر اس کا جواب دیجئے؟

جواب: درست ہے کیونکہ اس کے حق میں فرض کی قضاء زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ تاہم اگر فرض قضاء کو چھوڑ کر نفلی روزے کی نیت سے روزہ رکھا تو نفل روزہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۳۸۰)

اگر کسی کو اُلٹیاں آتی ہوں تو روزوں کا کیا کرے؟

سوال: حمل کے دوران مجھ کو پورے نو مہینے تک اُلٹیاں ہوتی رہتی ہے اور کوشش کے باوجود کسی بھی طرح کم نہیں ہوتیں' اب میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ خدا میرے روزے پورے کروائے' اُٹھ کر سحری کھاتی ہوں' اگر نہ کھاؤں تو ہاتھ پیروں میں دم نہیں رہتا اور بچوں کے ساتھ کام کاج ضروری ہے مگر صبح ہوتے ہی منہ بھر کر اُلٹی ہو جاتی ہے اور پھر اتنی جان نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ سکوں تو اب مولانا صاحب کیا میں یہ کر سکتی ہوں کہ ایک مسکین کا کھانا روزانہ دے دیا کروں جس سے میرے روزے کا کفارہ پورا ہو جائے؟

جواب: حمل کی حالت تو عارضی ہے اس حالت میں اگر آپ روزہ نہیں رکھ سکیں تو صحت کی حالت میں ان روزوں کی قضاء لازم ہے۔ فدیہ دینے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو نہ فی الحال روزہ رکھ سکتا ہو اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ ان روزوں کی قضاء رکھ سکے گا۔ آپ چونکہ دوسرے وقت میں ان روزوں کو قضاء کر سکتی ہیں اس لیے آپ کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کرنا صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۳ ص ۳۸۳)

اعتکاف میں حیض آجائے تو کیا حکم ہے

سوال۔ عورت رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اعتکاف کرنا ہو تو کہاں کرے؟ اعتکاف کی حالت میں اگر اسے حیض آجائے تو کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔ عورت بھی یہ مسنون اعتکاف کر سکتی ہے۔ عورت اپنے گھر کی مسجد (جو جگہ نماز کیلئے متعین کی ہے اگر متعین

نہ ہوتو اب کرلے) میں اعتکاف کرے اس اعتکاف کے صحیح ہونے کیلئے عورت کا حیض یا نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر اعتکاف کے درمیان حیض آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے۔ حیض کی حالت میں اعتکاف درست نہیں اور پاک ہونے کے بعد کم از کم ایک دن کی (جس روز حیض آیا) روزے کے ساتھ قضا کرے اور اگر ہمت ہو تو پورے دس دنوں یا بقیہ دنوں کے اعتکاف کی روزے کے ساتھ قضا کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ ص ۲۸۶)

عورت کا اعتکاف میں کھانا پکانا

سوال۔ اعتکاف کرنے والی عورت گھر کی مسجد میں کھانا پکا سکتی ہے یا نہیں؟ اذان اور وضو کیلئے باہر جانے کی اجازت ہے تو کافی کی اس عبارت کے خلاف ہے؟

جواب۔ اگر اس کا کوئی کھانا پکانے والا نہ ہو تو مسجد بیت میں کھانا پکا سکتی ہے، مسجد بیت پر تمام احکام مسجد کے جاری نہیں ہوتے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج

فریضہ حج اور بیوی کا مہر

سوال: ایک دوست ہیں وہ اس سال حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے والدین سے اجازت لی ہے مگر ان کے ذمہ بیوی کا مہر ۵۰۰۰۰ کا قرضہ ہے' کیا وہ بیوی سے اجازت لیں گے یا معاف کرائیں گے؟ کیونکہ ان کی بیوی پاکستان میں ہے اور وہ دبئی میں ہیں اب ان کا مہر کیسے معاف ہوگا؟

جواب: آپ کا دوست حج ضرور کرلے' بیوی سے مہر معاف کرانا حج کے لیے کوئی شرط نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۴ ص ۳۱)

بیوی ناراض ہوکر میکے بیٹھی ہو تو حج کرنے کا حکم

سوال: میری دو بیویاں ہیں جو باہم لڑتی ہیں' ایک غیر آباد ہے اب میرا حج کو جانے کا ارادہ ہے وہ اجازت نہیں دیتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں پہلے گھر آباد کرو پھر حج کو جاؤ' کیا حج کرنا ضروری ہے یا گھر آباد کرنا ضروری ہے؟ کئی مرتبہ گھر آباد کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا' آپ ہماری رہنمائی فرمائیں؟

جواب: حج اگر فرض ہے تو اس کی ادائیگی کیجئے' کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ بیوی سے اور نہ کسی اور سے۔ فرض کی ادائیگی ضروری ہے اور گھریلو معاملات کی درستگی کیلئے دوست احباب اور رشتہ داروں سے مشورہ کرکے صحیح صورتحال تک پہنچنے کی سعی کرنی چاہیے۔ (خیر الفتاویٰ)

ارکان حج ادا کرنے کی نیت سے حیض روکنے والی دوا استعمال کرنا

سوال۔ یہاں برطانیہ میں ماہواری (حیض) کو روکنے والی گولیاں ملتی ہیں بعض عورتیں رمضان المبارک اور ایام حج میں ان کو استعمال کرتی ہیں تاکہ روزہ قضا نہ ہو اور حج کے تمام ارکان ادا کرسکے تو اس نیت سے ان گولیوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ ماہواری (حیض) فطری چیز ہے اس کے روکنے سے صحت پر برا اثر پڑنے کا

اندیشہ ہے اس لئے رمضان میں گولیاں استعمال نہ کرے بعد میں روزوں کی قضا کر لے' حج میں بھی استعمال نہ کرنا چاہئے' طواف زیارت کے سوا تمام افعال ادا کر سکتی ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طواف زیارت بھی کر سکتی ہے البتہ اگر وقت کم ہو اور طواف زیارت کا وقت نہ مل سکتا ہو اور باوجود کوشش کے حکومت سے مہلت ملنے کا امکان نہ ہو تو استعمال کی گنجائش ہے مگر صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہے اس لئے حتیٰ الامکان استعمال نہ کرے' الا یہ کہ بالکل ہی مجبور ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۱۳۶)

حج وعمرہ کے دوران ایام حیض کو دوا سے بند کرنا

سوال: کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ عمرہ یا حج کے دوران خواتین کوئی ایسی دوا استعمال کریں کہ جس سے ایام نہ آئیں اور وہ اپنا عمرہ یا حج صحیح طور پر ادا کر لیں؟

جواب: جائز ہے لیکن جبکہ "ایام" حج وعمرہ سے مانع نہیں تو انہیں بند کرنے کا اہتمام کیوں کیا جائے؟ ایام کی حالت میں صرف طواف جائز نہیں باقی تمام افعال جائز ہیں۔ (ملخص)

کیا ہجوم کے وقت خواتین کی کنکریاں دوسرا مار سکتا ہے؟

سوال: خواتین کو کنکریاں خود مارنی چاہئیں' دن کو رش ہو تو رات کو مارنی چاہئیں' کیا خواتین خود مارنے کے بجائے دوسروں سے کنکریاں مروا سکتی ہیں؟

جواب: رات کے وقت رش نہیں ہوتا' عورتوں کو اس وقت (رمی کرنی چاہیے) خواتین کی جگہ کسی دوسرے کا رمی کرنا صحیح نہیں۔ البتہ کوئی ایسا مریض ہو کہ رمی کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کی جگہ رمی کرنا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۴ ص ۱۳۲)

رمی جمار کے وقت پاکٹ گر گیا تو کیا اس کو اٹھا سکتے ہیں

سوال۔ جمرات کی رمی کرتے وقت میرے گلے میں جو پاکٹ لٹکا ہوا تھا گر گیا' میں نے اسے اٹھا لیا یہ تو میں نے سنا تھا کہ کنکری گر جائے تو نہیں اٹھانی چاہئے کہ وہ مردود ہوتی ہے' لیکن ایک عورت مجھ سے کہتی ہے کہ جو بھی چیز وہاں گرے مردود ہوتی ہے' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً: جس کنکری سے رمی کی گئی ہو اور وہ کنکری جمرے کے قریب گری ہوئی ہو وہ کنکری وہاں سے اٹھا کر اس سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ وہ مردود ہے۔ معلم الحجاج میں ہے۔ "مسئلہ: مزدلفہ سے سات کنکریاں مثل کھجور کی گٹھلی یا چنے اور لوبئے کے دانے کے برابر

اٹھانا رمی کرنے کیلئے مستحب ہے اور کسی جگہ سے یا راستہ سے بھی اٹھانا جائز ہے مگر جمرے (جس جگہ پر کنکری ماری جاتی ہے) کے پاس نہ اٹھائے' حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکری اٹھالی جاتی ہیں اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں لہٰذا جو کنکریاں وہاں پڑی ہوتی ہیں وہ مردود ہیں ان کو نہ اٹھائے' اگر کوئی ان کو اٹھا کر مارے گا تو جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (معلم الحجاج ص ۱۸۴) مزدلفہ سے منی کو روانگی اور کنکریاں اٹھانا۔

ہر گری ہوئی چیز کو مردود کہنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ نے اپنا گرا ہوا جو پاکٹ اٹھایا ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۹۰)

شوہر یا باپ کا اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹنا

سوال: کیا شوہر یا باپ اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹ سکتا ہے؟

جواب: احرام کھولنے کے لیے شوہر اپنی بیوی کے اور باپ اپنی بیٹی کے بال کاٹ سکتا ہے۔ عورتیں یہ کام خود بھی کرلیا کرتی ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۴ ص ۱۴۴)

حج بدل کا طریقہ

سوال۔ ایک آدمی حج بدل کرنے جارہا ہے وہ کون سا حج کرے۔ حج تمتع کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر تمتع نہ کرسکتا ہو تو حج بدل کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ دوسری کون سی چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟ اس میں خاص ارکان کیا کیا ہیں' وہ بتلائیں۔

جواب۔ حج بدل کرنے والا "افراد کی نیت کرے" "قران اور تمتع" کی اجازت نہیں۔ ہاں جس کی طرف سے حج کرے اس نے "قران" (ایک ہی احرام سے حج و عمرہ کرنا) یا "تمتع"...... (کہ پہلے عمرہ کا احرم باندھے عمرہ سے فارغ ہوکر حج کا احرام باندھے اور حج کرے) اجازت دی ہو تو اس کے مطابق عمل کرسکتا ہے (مگر دم قران دم تمتع خود کے ذمہ ہے) مختصر یہ کہ بلا اجازت کے قران و تمتع نہیں کرسکتا۔ یہ بھی خیال رہے کہ حج بدل جانے والا قیام وطعام اور سفر وغیرہ کے خرچ میں احتیاط کرے۔ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ امانت ہے اس میں احتیاط ضروری ہے۔ غیر مناسب فضول خرچ نہ کرے۔ اجازت کے بغیر خیرات بھی نہ کرے۔ دم جنایت بھی اپنے ذمہ رکھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۱۴۳)

حج بدل کی شرائط

سوال: حج بدل کی کیا شرائط ہیں؟ کیا سعودی عرب میں ملازم شخص کسی پاکستانی کی طرف

سے حج کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟

جواب: جس شخص پر حج فرض ہو اور اس نے ادائیگی حج کے لیے وصیت بھی کی تھی تو اس کا حج بدل اس کے وطن سے ہو سکتا ہے' سعودی عرب سے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر بغیر وصیت کے یا بغیر فرضیت کے کوئی شخص اپنے عزیز کی جانب سے حج بدل کرتا ہے تو وہ حج نفل برائے ایصال ثواب ہے وہ ہر جگہ سے صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۴ص ۶۸)

حج بدل کون کرسکتا ہے؟

سوال: حج بدل کون شخص ادا کرسکتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج بدل صرف وہ آدمی کرسکتا ہے جس نے اپنا حج ادا کرلیا ہو اگر کسی کے ذمہ حج فرض نہیں تو کیا وہ شخص حج بدل ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حنفی مسلک کے مطابق جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کا کسی کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۴ص ۶۹)

والدہ کا حج بدل

سوال: میری والدہ محترمہ کا انتقال گزشتہ سال ہوگیا' کیا میں ان کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہوں؟ جبکہ میں نے اس سے قبل حج نہیں کیا ہے' کیا مجھے پہلے اپنا حج اور پھر والدہ کی طرف سے حج کرنا پڑے گا یا پہلے صرف والدہ کی طرف سے حج کرسکتا ہوں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل ایسا شخص کرے جس نے اپنا حج کیا ہو' جس نے اپنا حج نہ کیا اس کا حج بدل پر جانا مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' ج ۴ص ۷۳)

حج بدل کوئی بھی کرسکتا ہے غریب ہو یا امیر

سوال: حج بدل کا کیا طریقہ ہے؟ کون شخص حج بدل کے لیے جاسکتا ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کو حج بدل پر نہیں بھیجنا چاہیے کیونکہ غریب آدمی پر حج فرض ہی نہیں ہوتا تو حج بدل کے لیے بھی نہیں جاسکتا' امیر کا بھیجنا بہتر ہے یا غریب کا؟

جواب: جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا ہے اس کو حج بدل کے لیے بھیجنے سے حج بدل ادا ہو جاتا ہے لیکن ایسے شخص کو حج پر بھیجنا مکروہ ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو بھیجا جائے جو پہلے حج کر چکا ہو' خواہ وہ غریب ہو یا امیر' غریب یا امیر کی بحث اس مسئلہ میں نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد ۴ص ۶۷)

عورتوں کا احرام میں چہرے کو کھلا رکھنا

سوال: میں نے سنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ عورت کا احرام چہرے میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رکھنا چاہیے حالانکہ قرآن وحدیث میں عورت کو چہرہ کھولنے سے سختی سے منع فرمایا ہے؟ لہٰذا ایسی صورت کیا ہوگی جس سے اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور چہرہ بھی ڈھکا رہے؟ کیونکہ مجھے امید ہے کہ اس کی کوئی صورت شریعت مطہرہ میں ضرور بتائی گئی ہوگی؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ احرام کی حالت میں چہرے کو ڈھکنا جائز نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ احرام کی حالت میں عورت کو پردے کی چھوٹ ہوگئی' نہیں بلکہ جہاں تک ضروری ہو پردہ ضروری ہے یا تو سر پر کوئی چھجا سا لگایا جائے اور اس کے اوپر سے کپڑا اس طرح ڈالا جائے کہ پردہ ہو جائے مگر کپڑا چہرے کو نہ لگے یا عورت ہاتھ میں پنکھا وغیرہ رکھے اور اسے چہرے کے آگے کرلیا کرے' اس میں شبہ نہیں کہ حج کے طویل اور پرہجوم سفر میں عورت کے لیے پردہ کی پابندی بڑی مشکل ہے لیکن جہاں تک ہو سکے پردہ کا اہتمام کرنا ضروری ہے اور جو اپنے بس سے باہر ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ (جامع الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۶۲)

عورت کا ماہواری کی حالت میں احرام باندھنا

سوال: جدہ روانگی سے قبل ماہواری کی حالت میں احرام باندھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: حیض کی حالت میں عورت احرام باندھ سکتی ہے' بغیر دوگانہ پڑھے حج یا عمرہ کی نیت کرلے اور تلبیہ پڑھ کر احرام باندھ لے۔ (ایضاً)

حج میں پردہ

سوال: آج کل لوگ حج پر جاتے ہیں' عورتوں کے ساتھ' کوئی پردہ نہیں کرتا ہے' حالت احرام میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگر پردہ کرایا جائے تو منہ کے اوپر کپڑا لگے گا تو اس کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: پردہ کا اہتمام تو حج کے موقع پر بھی ہونا چاہیے۔ احرام کی حالت میں عورت پیشانی سے اوپر کوئی چھجا سا لگائے تاکہ پردہ بھی ہو جائے اور کپڑا چہرے کو لگے بھی نہیں۔ (ایضاً)

حالت احرام میں بام' ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا استعمال

سوال: وکس اور بام جو درد سر یا سردی کی وجہ سے لگایا جاتا ہے اور اسی طرح دوسرے بام یا دوائیں جن میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے مرض یا درد کی وجہ سے احرام کی حالت میں لگانا کیسا ہے؟ لگانے پر جزاء ہے یا نہیں؟ اسی طرح منجن یا ٹوتھ پیسٹ جس میں لونگ' کا فور یا الائچی

وغیرہ یا خوشبودار دوا ڈالی جاتی ہے ایسے ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: وکس بام خوشبودار چیز ہے اور اس کی خوشبو تیز ہے اگر پوری پیشانی پر لگایا تو دم لازم ہوگا۔ فقہاء نے ہتھیلی کو بڑا عضو شمار کیا ہے ہاتھ کے تابع نہیں کیا ہے۔ (دیکھئے معلم الحجاج ص ۲۴۴) اس لیے پیشانی بھی بڑا عضو ہونا چاہیے۔ غنیۃ الناسک میں ہے کہ خوشبودار دوا لگائی یا خوشبو بطور دوا لگائی اور وہ پکی ہوئی نہ تھی اور زخم پر لگائی تو صدقہ واجب ہے جبکہ زخم پورے یا اکثر عضو پر نہ ہو مگر اس نے اس پر بار بار لگایا تو دم واجب ہوگا۔ الخ۔ معلم الحجاج میں ہے کہ اگر زخم بڑے عضو کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو دم واجب ہے ورنہ صدقہ واجب ہے۔

اور درد کی وجہ سے بام لگایا تب بھی یہی حکم رہے گا۔ معلم الحجاج میں ہے کہ جنایت قصداً کی یا بھول کر یا خطا کی' جانتے بوجھتے کی یا لاعلمی میں' خوشی سے کی یا زبردستی کروائی گئی' سوتے کی یا جاگتے" نشہ میں ہو یا بے ہوش' مالدار ہو یا غریب' معذور ہو یا غیر معذور سب صورتوں میں جزاء واجب ہے۔ الخ (صفحہ ۲۴۲)

اور منجن ٹوتھ پیسٹ وغیرہ میں لونگ' کافور' الائچی یا خوشبودار چیز مغلوب ہو یعنی کم ہو تو ایسا منجن احرام کی حالت میں استعمال کرنا مکروہ ہوگا مگر صدقہ واجب نہ ہوگا اور اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں خوشبودار چیز غالب ہو تو چونکہ منجن یا ٹوتھ پیسٹ پورے منہ کے اندر لگ جائے گا لہٰذا دم واجب ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں مسواک ہی استعمال کرلے' منجن یا ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کریں اس سے سنت بھی ادا نہ ہوگی۔ لہٰذا مسواک ہی کو اختیار کرنا چاہیے۔

قربانی کی شرعی حیثیت

سوال...... قربانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب...... ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے مشرکین اور عیسائی بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں سورۃ کوثر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہئے دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے بیان فرمایا ہے" بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا ہر سال برابر قربانی کرتے تھے (ترمذی) جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں حج کے موقع پر واجب

نہیں بلکہ ہر شخص پر ہر شہر میں واجب ہوگی بشرطیکہ شریعت نے قربانی کے واجب ہونے کے لئے جو شرائط اور قیود بیان کی ہیں وہ پائی جاتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اسی لئے جمہور علمائے اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔(آپ کے مسائل ج ۴ ص ۱۷۱)

قربانی کرنے والے روزہ رکھنا

سوال...... قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب...... قربانی کے دن روزہ رکھنا حرام ہے البتہ سنت یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی دس تاریخ کو قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے نہ پئے کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت سے کرے۔ فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۰ ج ۱۷۔ مگر یہ روزہ نہیں جیسا کہ بعض نادان سمجھتے اور کہتے ہیں "م‘ع

عشرۂ ذی الحجہ میں ناخن وغیرہ کاٹنے کی حیثیت

سوال...... جس شخص پر قربانی واجب نہیں وہ اگر حجامت نہ کرے اور ناخن نہ کاٹے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب...... نہیں یہ استحباب صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے وہ بھی اس شرط سے کہ زیر ناف اور بغلوں کی صفائی اور ناخن کاٹے ۴۰ روز نہ گزرے ہوں اگر چالیس روز گزر گئے ہوں تو ان چیزوں کی صفائی واجب ہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۴۹۶ ج ۷)

ایام اضحیہ میں مقیم مسافر ہو گیا

سوال...... اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کا دن شروع ہونے کے بعد سفر پر چلا گیا یا کوئی مسافر بارہ ذی الحجہ کے غروب سے قبل وطن آ گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب...... وجوب قربانی میں آخر وقت کا اعتبار ہے لہٰذا پہلی صورت میں قربانی واجب نہیں دوسری صورت میں واجب ہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۵۹۴ ج ۷)

غنی نے جانور خریدا اور ایام نحر میں فقیر ہو گیا

☆سوال۔ زید مالدار تھا اس نے چھ ماہ پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدا پھر زید مسکین ہو گیا تو کیا اس جانور کی قربانی زید پر واجب ہے یا مستحب؟

جواب۔ واجب نہیں ہے۔(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۱۱)

سات سال مسلسل قربانی واجب ہونے کی بات غلط ہے

سوال..... قربانی کے مسائل کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں کہ انسان پر کتنی قربانیاں واجب ہیں کیونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ بلکہ عمل کرتے دیکھا ہے کہ جب کوئی آدمی قربانی دیتا ہے تو پھر اس پر لگاتار سات سال تک سات قربانیاں واجب ہو جاتی ہیں اور وہ سات قربانیوں کے بعد بری الذمہ ہے کیا یہ حد درست ہے؟

جواب..... جو شخص صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے اور جو صاحب نصاب نہ ہو اس پر واجب نہیں سات سال تک قربانی واجب ہونے کی بات بالکل غلط ہے اگر اس سال صاحب نصاب ہو تو قربانی واجب ہے اور اگلے سال صاحب نصاب نہ رہے تو قربانی بھی واجب نہ ہوگی۔
(آپ کے مسائل ج ۴ص ۱۸۴)

کیا پیدائشی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے

سوال..... چند جانور فروش یہ کہہ کر جانور فروخت کرتے ہیں کہ اس کی ٹانگ وغیرہ کا جو عیب ہے یہ اس کا پیدائشی ہے یعنی قدرتی ہے جبکہ عیب دار جانور عقیقہ و قربانی میں شامل کرنے کو روکا جاتا ہے۔

جواب..... عیب خواہ پیدائشی ہو اگر ایسا عیب ہے جو قربانی سے مانع ہے اس جانور کی قربانی اور عقیقہ صحیح نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ص ۱۸۹)

قربانی کیلئے موٹاپا عیب نہیں

سوال..... قربانی کا جانور اپنے موٹاپے کی وجہ سے چل نہ سکتا ہو یہاں تک کہ مذبح تک بھی نہ جا سکتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

جواب..... اتنا موٹا ہو جانا قربانی کے لئے عیب نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ص ۲۵۶ ج ۱۷)

دو تھن والی بھینس کی قربانی

سوال..... ایک بھینس ہے جس کے پیدائشی طور پر دو لڑ ہیں جو عام بھینس کی لڑوں سے کچھ موٹی معلوم ہوتی ہیں جن سے دودھ دوہنے کے وقت دو دھاریں گرتی ہیں اور عملاً چار لڑوں کا کام کرتی ہیں اور دودھ کی لڑوں میں چڑھتے وقت ایسا نشان ظاہر ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو لڑیں ہیں جو مل کر ایک ہو گئی ہیں مگر عام حالات میں ایک ایک معلوم ہوتی ہیں ایسی بھینس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

جواب..... بھینس کے اگر دو لڑ کسی آفت سے ضائع ہو جائیں یا پیدائشی دو ہوں تو قربانی درست نہیں لیکن صورت مسئولہ میں دو سے چار دھاریں نکلتی ہیں اور جثہ بھی بڑا ہے اور درمیان میں

نشان بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا جسم آپس میں مل گیا ہے جیسا کہ بعض آدمی کی دو انگلی ملی جاتی ہیں درمیان میں فصل نہیں رہتا مگر وہ دو ہی ہوتی ہیں اس لئے بظاہر یہ چارہی کے حکم میں ہے اوراس کی قربانی درست ہے ہمارے ذہن میں صریح جزئیہ تو نہیں لیکن اس جزئیے سے حکم مستفاد ہوتا ہے والشطور لاتجزی الیٰ قولہ بھذہ الصفة لایمنع ا ہ

(عالم گیری ص ۲۹۹ ج ۵) فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۹ ج ۱۷)

قربانی کا بکرا ایک سال کا ہونا ضروری ہے دو دانت ہونا علامت ہے

سوال...... بکرے کے دو دانت ہونا ضروری ہے یا تندرست توانا بکرا دو دانت ہوئے بغیر بھی ذبح کیا جاسکتا ہے یا یہ حکم صرف دنبے کیلئے ہے؟

جواب...... بکرا پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہے اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو قربانی نہیں ہوگی دو دانت ہونا اس کی علامت ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر عمر میں سال سے کم ہے لیکن اتنا موٹا تازہ ہے کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۱۸۹)

کانجی ہاؤس سے جانور خرید کر قربانی کرنا

سوال...... نیلام کانجی ہاؤس سے کوئی جانور خریدنا اور اس کی قربانی کرنا اور جانوروں کو کانجی ہاؤس میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر اہل حرب ہمارے اموال پر غلبہ کرلیں اور ان کو بہ حفاظت اپنے ملک میں لے جائیں تو وہ اسکے مالک ہوجائیں گے اور کانجی ہاؤس کا عملہ مستولین (حکومت) کے نائب ہیں پس اس استیلاء سے تملیکا وہ جانور ملک سرکار کی ہوجائے گا لہٰذا بیع کے وقت اس کو خریدنا جائز ہے اور جب یہ بیع صحیح سے ملک میں داخل ہوگیا قربانی بھی اس کی درست ہے البتہ عرفا بدنامی کا موجب ہے اس لئے بلاضرورت بدنام ہونا بالخصوص مقتدا کے لئے زیبا نہیں۔

اور کانجی ہاؤس میں داخل کرنا اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی جانور کھیت میں خود گھس گیا ہے اس کا داخل کرنا تو بالکل جائز نہیں کیونکہ اس میں مالک پر ضمان نہیں تو اس سے کچھ لینا یا لینے میں اعانت کرنا ظلم ہے اور اگر کسی نے قصداً جانور کو کھیت وغیرہ میں داخل کردیا ہے اس پر بہ قدر اتلاف ضمان ہے اس مقدار تک اگر کانجی ہاؤس میں یا ویسے ہی اس سے وصول کیا ہے تو جائز ہے اور اس سے زائد بطور جرمانے کے ناجائز ہے کیونکہ یہ تعزیر بالمال ہے جو حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴۱ ج ۳)

ہرن اور نیل گائے کی قربانی کا حکم

سوال...... کیا ہرن اور نیل گائے کی قربانی جائز ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے؟

جواب...... ہرن اور نیل گائے کی قربانی درست نہیں قربانی کے لئے جانوروں کی تعیین شرعی سماعی ہے قیاس کو اس میں دخل نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۹ ج ۸)

اگر رات کو روشنی کا انتظام نہ ہو تو یہ ذبح اضطراری ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بکری رات کو مرنے کے قریب ہوئی تو اس نے فوراً چراغ جلا کر چاقو تلاش کیا اور بکری کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا کہ بکری نے چراغ میں پیر مار کر گرا دیا اس نے فوراً اندھیرے میں بکری پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چاقو چلا دیا بکری سے خون کافی نکلا اور اس کی دونوں رگیں کٹ گئیں اس نے رات کو کپڑے میں لپیٹ کر بکری کو رکھ دیا صبح کو خود کھایا اور دوسروں کو کھلایا کیا یہ بکری حرام ہے یا حلال ہے۔

جواب...... یہ ذکوۃ اضطراری ہے اس لئے جب رگیں کٹ گئیں اور بکری کا خون کافی نکلا تو یہ بکری حلال ہو گئی ہے اور کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۵۵۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زکوٰۃ

مہر پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ دین مہر نکاح کی زکوٰۃ مرد عورت کے ذمہ واجب ہے یا نہیں اور مہر ادا نہیں ہوا لہٰذا کسی صورت سے ہو مہر کے اوپر زکوٰۃ کا ہونا لازم ہے یا نہیں؟

جواب۔ مرد جب دین مہر عورت کو دے دے اور وہ مقدار نصاب ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تب عورت کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر وہ مقدار نصاب نہیں بلکہ اس سے کم ہے اور عورت کے پاس اتنی مقدار موجود ہے جس کو مہر کے ساتھ ملا کر پورا نصاب ہو سکتا ہے تو اس کو ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اگر نصاب پورا نہیں ہو سکتا تو اس پر زکوٰۃ نہیں اسی طرح وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ باب زکوٰۃ الدین: ج ۳ ص ۸۷۔ خواتین کے فقہی مسائل ص ۱۳۲)

زکوٰۃ کے ڈر سے غیر مسلم لکھوانا

سوال: ایک صاحب نے ایک بیوہ عورت کو مشورہ دیا ہے کہ اگر وہ اپنے کو بینک میں غیر مسلم لکھوا دیں تو زکوٰۃ نہیں کٹے گی کیا ایسا کرنے سے ایمان پر اثر نہیں ہوگا؟

جواب: کسی شخص کا اپنے آپ کو غیر مسلم لکھوانا کفر ہے اور زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ایسا کرنا ڈبل کفر ہے اور کسی کو کفر کا مشورہ دینا بھی کفر ہے۔ پس جس شخص نے بیوہ کو غیر مسلم لکھوانے کا مشورہ دیا اسے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہیے اور اگر بیوہ نے اس کے کفریہ مشورہ پر عمل کر لیا ہو تو اس کو بھی از سر نو ایمان کی تجدید کرنی چاہیے اسی کے ساتھ حکومت کو بھی اپنے اس نظام زکوٰۃ پر نظر ثانی کرنی چاہیے جو لوگوں کو مرتد کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ حکومت مسلمانوں کے مال سے جتنی مقدار زکوٰۃ کے نام سے وصول کرتی ہے (یعنی اڑھائی فیصد) اتنی ہی مقدار غیر مسلموں کے مال سے رفاہی ٹیکس کے نام سے وصول کیا کرے۔ اس صورت میں کسی کو زکوٰۃ سے فرار کی راہ نہیں ملے گی اور غیر مسلموں پر رفاہی ٹیکس کا عائد کرنا کوئی ظلم و زیادتی بھی نہیں کیونکہ حکومت

کے رفاہی کاموں سے استفادہ میں غیر مسلم برادری بھی برابر کی شریک ہے اور اس فنڈ کو غیر مسلم معذوروں کی مدد و اعانت اور خبر گیری میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۳۳۳)

اگر نابالغ بچیوں کے نام سونا کر دیا تو زکوٰۃ کس پر ہوگی؟

سوال: میری تین بیٹیاں ہیں۔ عمر ۱۲ سال، ۱۰ سال اور ۸ سال ہے۔ میں نے ان کی شادی کے لیے ۲۰ تولہ سونا لے رکھا ہے اس کے علاوہ اور دوسری چیزیں مثلاً برتن، کپڑے وغیرہ بھی آہستہ آہستہ جمع کر رہے ہیں، کیا ان چیزوں پر بھی زکوٰۃ دینا پڑے گی، بچیوں کے نام پر کوئی پیسہ وغیرہ جمع نہیں ہے؟

جواب: اگر آپ نے اس سونے کا مالک اپنی بچیوں کو بنا دیا ہے تو ان کے جوان ہونے تک تو ان پر زکوٰۃ نہیں، جوان ہونے کے بعد ان میں جو صاحب نصاب ہوں ان پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر بچیوں کو مالک نہیں بنایا، ملکیت آپ ہی کی ہے تو اس سونے پر زکوٰۃ فرض ہے، برتن، کپڑے وغیرہ استعمال کی جو چیزیں آپ نے ان کے لیے لے رکھی ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۳۵)

زیور کی زکوٰۃ

سوال: جبکہ مرد حضرات پیسہ کماتے ہیں تو بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر کو دینی چاہیے یا بیوی کو اپنے جیب خرچ سے جوڑ کر اگر شوہر زکوٰۃ ادا نہ کریں اگرچہ بیوی چاہتی ہو اور بیوی کے پاس پیسہ بھی نہ ہو کہ زکوٰۃ دے سکے تو گناہ کس کو ملے گا؟

جواب: زیور اگر بیوی کی ملکیت ہے تو زکوٰۃ اسی کے ذمہ واجب ہے اور زکوٰۃ نہ دینے پر وہی گناہگار ہوگی، شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا لازم نہیں۔ بیوی یا تو اپنا جیب خرچ بچا کر زکوٰۃ ادا کرے یا زیورات کا ایک حصہ زکوٰۃ میں دے دیا کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۳۷)

بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کا مطالبہ کس سے ہوگا؟

سوال: اگر شوہر کی ذاتی ملکیت میں کوئی زیور ایسا نہ ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو لیکن جب اس کی بیوی شادی ہو کر اس کے گھر آئے تو اتنا زیور لے آئے کہ اس پر زکوٰۃ واجب الادا ہو اور بیوی شوہر کے یہ حالات جانتے ہوئے بھی کہ وہ مقروض بھی ہے اور اس کی اتنی تنخواہ بہر حال نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم نکال سکے تو کیا شوہر پر بغیر بیوی کی طرف سے کسی قربانی کے زکوٰۃ و قربانی واجب رہے گی اور اللہ تعالیٰ شوہر ہی کا گریبان پکڑیں گے اور کیا بیوی صاحبہ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائیں گی کہ شوہر ہی ان کے آقا ہیں اور انہی سے سوال و جواب کیے جائیں؟

جواب: چونکہ زیور بیوی کی ملکیت ہے اس لیے قربانی و زکوٰۃ کا مطالبہ بھی اسی سے ہوگا اور اگر وہ ادا نہیں کرتی تو گناہ گار بھی وہی ہوگی، شوہر سے اس کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل)

شوہر بیوی کے زیور کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے

سوال: میں نے شادی کے وقت اپنی بیوی کو حق المہر میں ۱۳ تولے سونا دیا تھا کیا یہ جائز ہے؟ اور ۳ تولے سونا وہ اپنے میکے سے لائی تھی چنانچہ کل سونا ۱۶ تولے پڑا۔ اب میری بیوی اگر زکوٰۃ ۱۶ تولے پر نہیں دے سکتی تو کیا اس کی یہ زکوٰۃ میں اپنے خرچہ سے دے سکتا ہوں اور پھر یاد رہے کہ یہ حق المہر بھی میں نے ہی ادا کیا تھا؟

جواب: چونکہ سونا آپ کی بیوی کی ملکیت ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ تو اسی کے ذمہ ہے لیکن اگر آپ اس کے کہنے پر اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دیں تو ادا ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۴۹)

بیٹی کیلئے زیور پر زکوٰۃ

سوال: میں زکوٰۃ کے بارے میں کچھ زیادہ محتاط ہوں اس لیے اس فرض کو باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتی ہوں تو قبلہ میں نے لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ ماں اگر اپنا زیور اپنی لڑکی کے لیے اٹھا رکھے یا یہ نیت کرے کہ یہ سونا میں اپنی بیٹی کو جہیز میں دوں گی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور جب یہ زیور یا سونا لڑکی کو ملے تو وہ اس کو پہن کر یا استعمال میں لا کر زکوٰۃ ادا کرے' آپ یہ وضاحت فرمائیں کہ لڑکی کے لیے کوئی زیور بنوا کر رکھا جائے تو زکوٰۃ دی جائے یا نہیں؟

جواب: اگر لڑکی کو زیور کا مالک بنا دیا تو جب تک وہ لڑکی نابالغ ہے اس پر زکوٰۃ نہیں۔ بالغ ہونے کے بعد لڑکی کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ صرف یہ زیور یا اس کے ساتھ کچھ نقدی نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے۔ صرف یہ نیت کرنے سے کہ یہ زیور لڑکی کے جہیز میں دیا جائے گا زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جب تک کہ لڑکی کو اس کا مالک نہ بنا دیا جائے اور لڑکی کو مالک بنا دینے کے بعد پھر اس زیور کا خود پہننا جائز نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۵۰)

زیور کے نگ پر زکوٰۃ نہیں سونے کے کھوٹ پر ہے

سوال: کیا زکوٰۃ خالص سونے پر لگائیں گے یا زیورات میں ان کے نگ وغیرہ کے وزن کو شامل کریں گے؟ اور سونے کے کھوٹ کا کیا حکم ہے؟

جواب: سونے میں جو نگ وغیرہ لگاتے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ ان کو الگ کیا جا سکتا ہے البتہ جو کھوٹ ملا دیتے ہیں وہ سونے کے وزن ہی میں شمار ہوگا' اس کھوٹ ملے سونے کی بازار میں جو قیمت ہوگی اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۷۴)

بغیر بتائے زکوٰۃ دینا

سوال: معاشرے میں بہت سے اصحاب ایسے ہیں جو زکوٰۃ لینا باعث شرم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ یہ نظریہ غلط ہے تو کیا اسے اصحاب کو بغیر بتائے اس مد میں سے کسی دوسرے طریقے سے ادا کی جا سکتی ہے۔ مثلاً ان کے بچوں کے کپڑے بنوا دیئے جائیں ان کے بچوں کی تعلیم میں امداد کی جائے اس صورت میں جبکہ زکوٰۃ دینے والے پر اور رقم ممکن نہ ہو؟

جواب: زکوٰۃ دیتے وقت یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے۔ ہدیہ یا تحفہ کے عنوان سے ادا کی جائے اور ادا کرتے وقت نیت زکوٰۃ کی کر لی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل جلد ۳ ص ۳۹۴)

سوال: کسی دوست احباب کی ہم زکوٰۃ کی رقم سے مدد کریں اور اس کو احساس ہو جانے کی وجہ سے ہم بتائیں نہیں تو زکوٰۃ ہو جائے گی؟

جواب: مستحق کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے اسے کسی بھی عنوان سے زکوٰۃ دے دی جائے اور نیت زکوٰۃ کی کر لی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۹۴)

تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ دینا

سوال: اگر کسی عورت نے اپنی کل رقم یا سونا جو اس کے پاس ہیں اس پر سالانہ زکوٰۃ نہ نکالی ہو بلکہ ہر مہینہ کچھ نہ کچھ کسی ضرورت مند کو دے دیتی ہو کبھی نقد کبھی اناج وغیرہ اور اس کا حساب بھی اپنے پاس نہ رکھتی ہو تو اس کا ایسا کرنا زکوٰۃ دینے میں شمار ہو گا یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کی نیت سے جو کچھ دیتی ہے اتنی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن یہ کیسے معلوم ہو گا کہ اس کی زکوٰۃ ہو گئی یا نہیں؟ اس لیے کہ حساب کر کے جتنی زکوٰۃ نکلتی ہو وہ ادا کرنی چاہیے۔ البتہ یہ اختیار ہے کہ اکٹھی دے دی جائے یا تھوڑی تھوڑی کر کے سال بھر میں ادا کر دی جائے مگر حساب رکھنا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا ضروری ہے جو چیز زکوٰۃ کی نیت سے دی جائے وقتاً فوقتاً دیتے رہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۳۹۴)

سوال: اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ سال کے آخر میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بجائے ہر ماہ کچھ رقم زکوٰۃ کے طور پر نکالتا رہے تو کیا یہ عمل درست ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؟

جواب: ہر مہینے تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ نکالتے رہنا درست ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

استعمال شدہ چیز زکوٰۃ کے طور پر دینا

سوال: ایک شخص ایک چیز چھ ماہ استعمال کرتا ہے چھ ماہ استعمال کے بعد وہی چیز اپنے دل میں

زکوٰۃ کی نیت کر کے آدھی قیمت پر بغیر بتائے مستحق زکوٰۃ کو دے دیتا ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: اگر بازار میں فروخت کی جائے اور اتنی قیمت مل جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل)

اشیاء کی شکل میں زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم مستحقین کو اشیاء کی شکل میں بھی دی جاسکتی ہے؟

جواب: دی جاسکتی ہے لیکن اس میں یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ ردی قسم کی چیزیں زکوٰۃ میں نہ دی جائیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

پیسے نہ ہوں تو زیور بیچ کر زکوٰۃ ادا کرے

سوال: زکوٰۃ دینا صرف بیوی پر فرض ہے وہ تو کما کر نہیں لاتی پھر وہ کس طرح زکوٰۃ دے جب کہ شوہر اس کو صرف اتنی ہی رقم دیتا ہے کہ جو گھر کی ضروریات کے لیے ہوتی ہے؟

جواب: اگر پیسے نہ ہوں تو زیور فروخت کر کے زکوٰۃ دیا کرے یا زیور ہی کا چالیسواں حصہ دینا ممکن ہو تو وہ دے دیا کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ ص ۵۰۳)

بیوی خود زکوٰۃ ادا کرے چاہے زیور بیچنا پڑے

سوال: میرے تمام زیورات کی تعداد تقریباً آٹھ تولہ سونا ہے لیکن اس کے علاوہ میرے پاس نہ تو قربانی کے لیے اور نہ ہی زکوٰۃ کے لیے کچھ رقم ہے لہٰذا میں نے ایک سیٹ اپنی بچی کے نام رکھ چھوڑا ہے وہ اب زیر استعمال بھی نہیں اور شوہر زکوٰۃ دینے پر راضی نہیں اور کہتا ہے تمہارا زیور ہے تم جانو، مگر اس میں میری صرف اتنی ملکیت ہے کہ پہن سکوں تبدیل یا فروخت بھی نہیں کر سکتی، اب بچی والے زیور کی زکوٰۃ کون دے گا؟ بھائی کے دیئے ہوئے اڑھائی ہزار روپے زکوٰۃ نکال دیتی ہوں؟

جواب: جو زیور آپ نے بچی کی ملکیت کر دیا ہے وہ جب تک نابالغ ہے اس پر زکوٰۃ نہیں لیکن ملکیت کر دینے کے بعد آپ کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں، باقی زیور اگر نقدی ملا کر حد زکوٰۃ تک پہنچتا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اگر نقد روپیہ نہ ہو تو زیور فروخت کر کے زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ اگر شوہر آپ کے کہنے پر آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دیا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر اس کے ذمہ فرض نہیں، فرض آپ کے ذمہ ہے، زکوٰۃ ادا کرنے کی گنجائش ہو تو اتنا زیور ہی نہ رکھا جائے جس پر زکوٰۃ فرض ہو یہ جواب تو اس صورت میں ہے کہ زیور آپ کی ملکیت ہے لیکن آپ نے جو یہ لکھا ہے اس میں میری صرف اتنی ملکیت ہے کہ میں پہن سکوں تبدیل یا فروخت بھی نہیں کر سکتی۔ اس فقرے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیور دراصل شوہر کی ملکیت ہے اور آپ کو صرف پہننے کے لیے دیا گیا ہے۔ اگر یہی مطلب ہے تو اس زیور کی

زکوٰۃ آپ کے شوہر پر فرض ہے آپ پر نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد۳ص ۵۰۳)

لڑکے کے پاس رقم ہو مگر اس کی والدہ محتاج غریب ہو تو اس کی والدہ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

سوال۔ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس کی بیوہ عورت اور دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے' عورت کے پاس ایک زمین ہے اس پر مکان بنانا چاہتی ہے مگر غریب محتاج ہے کچھ رقم نہیں ہے اس عورت کو زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟ ایک شخص نے عورت کے بیٹے کو رکشا خریدنے کیلئے بیس ہزار روپے دیئے ہیں وہ رقم اس لڑکے کے پاس موجود ہے تو اس حالت میں اس لڑکے کی والدہ کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ صورت مسئولہ میں بیس ہزار روپے لڑکے کو ہی دیئے ہوں اور لڑکے نے وہ رقم اپنے ہی پاس رکھی ہو اپنی والدہ کو مالک بنا کر نہ دیئے ہوں اور اس کی والدہ غریب محتاج ہو تو ایسی صورت میں اس عورت کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ البتہ یہ خیال میں رہے کہ یکمشت اتنی رقم نہ دی جائے جس سے وہ عورت صاحب نصاب بن جائے مکان بنانے کیلئے وقتاً فوقتاً تھوڑی رقم دیتے رہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ص ۱۸۷)

بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

سوال: ۱- عام طور پر بیوی کی کل کفالت شوہر کے ذمہ ہے' اگر بدنصیبی سے شوہر غریب ہو جائے اور بیوی مالدار ہو تو شرعاً شوہر کے بیوی پر کیا حقوق عائد ہوتے ہیں؟

۲- مذکورہ شوہر کی بیوی سے زکوٰۃ لے کر کھانا کیا درست ہوگا؟

جواب: (۱) عورت پر شوہر کے لیے جو حقوق ہیں وہ غربت اور مالداری دونوں میں یکساں ہے' شوہر کے غریب ہونے پر بیوی پر شرعاً یہ حق ہے کہ شوہر کی غربت کے پیش نظر صرف اس قدر نان ونفقہ کا مطالبہ کرے جس کا شوہر متحمل ہو سکے۔ البتہ اخلاقاً بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے مال سے شوہر کی امداد کرے یا اپنے مال سے شوہر کو کوئی کاروبار کرنے کی اجازت دے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد۳ص ۵۱۵)

شادی شدہ عورت کو زکوٰۃ دینا

سوال: ایک عورت جس کا خاوند زندہ ہے لیکن وہ لوگ محنت مزدوری کرتے ہیں کیا ان کو خیرات' صدقہ یا زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: اگر وہ غریب ہے اور مستحق ہے تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد۳ص ۵۱۶)

مالدار اولا د والی بیوہ کو زکوٰۃ

سوال: ایک عورت جو کہ بیوہ ہے لیکن اس کے چار پانچ لڑکے برسر روزگار ہیں، اچھی خاصی آمدنی ہوتی ہے، اگر وہ لڑکے ماں کی بالکل مالی امداد نہیں کرتے تو کیا اس عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ اگر بالفرض اولاد تھوڑی بہت امداد دیتی ہے جو اس کے لیے ناکافی ہے تب اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس خاتون کے اخراجات اس کے صاحب زادوں کے ذمہ ہیں لیکن اگر وہ نادار ہے اور لڑکے اس کی مالی امداد اتنی نہیں کرتے جو اس کی روزمرہ ضروریات کے لیے کافی ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۳ ص ۵۱۷)

فلاحی ادارے زکوٰۃ کے وکیل ہیں جب تک مستحق کو ادا نہ کردیں

سوال: کوئی خدمتی ادارہ یا کوئی وقف ٹرسٹ اور فاؤنڈیشن کو زکوٰۃ دینے سے کیا زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟

جواب: جو فلاحی ادارے زکوٰۃ جمع کرتے ہیں وہ زکوٰۃ کی رقم کے مالک نہیں ہوتے بلکہ زکوٰۃ دہندگان کے وکیل اور نمائندے ہوتے ہیں، جب تک ان کے پاس زکوٰۃ کا پیسہ جمع رہے گا وہ بدستور زکوٰۃ دہندگان کی ملک ہوگا، اگر وہ صحیح مصرف پر خرچ کریں گے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں۔ اس لیے جب تک کسی فلاحی ادارے کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو کہ وہ زکوٰۃ کی رقم شریعت کے اصولوں کے مطابق ٹھیک مصرف میں خرچ کرتا ہے اس وقت تک اس کو زکوٰۃ نہ دی جائے۔

سوال: اس طرح زکوٰۃ جمع کرنے والے ادارے جمع کی ہوئی زکوٰۃ کی رقم کے خود مالک بن جاتے ہیں یا نہیں اور اس طرح جمع ہوئی زکوٰۃ کی رقم کو وہ چاہیں اس طرح لوگوں کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں، مثلاً اس رقم میں سے صاحب زکوٰۃ شخص کو اور درمیانی طبقہ کے صاحب مال شخص کو مکان خریدنے کے لیے یا کاروبار کیلئے بنا منافع آسان قسطوں میں واپس ہونے والے قرض کے طور پر دے سکتے ہیں کیونکہ درمیان طبقہ کے صاحب مال زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہوتے اور زکوٰۃ لینا بھی نہیں چاہیے اس کے مطابق اس کو زکوٰۃ کی رقم قرض کے طور پر دینا مناسب ہے؟

جواب: یہ ادارے اس رقم میں مالکانہ تصرف کرنے کے مجاز نہیں بلکہ صرف فقراء اور محتاجوں کے بانٹنے کے مجاز ہیں اس لیے اس رقم کو قرض پر اُٹھانے کے مجاز نہیں، البتہ اگر مالکان کی طرف سے اجازت ہو تو درست ہے، کسی صاحب نصاب کو مکان خریدنے کے لیے رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ شخص کسی سے قرض لے کر مکان خریدے، اب اس کو قرضہ ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ دینا صحیح ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۳ ص ۵۳۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاملات

دین کا ایک اہم شعبہ ''معاملات''

معاملات' دین کا ایک بہت ہی اہم شعبہ ہے اور جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عبادات کا مکلف بنایا ہے اسی طرح معاملات میں بھی کچھ احکام کا مکلف بنایا ہے اور جس طرح ہمیں عبادات میں رہنمائی عطا فرمائی ہے اسی طرح معاملات میں بھی رہنمائی عطا فرمائی ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کے وقت کن باتوں کا خیال رکھیں' کون سی چیزیں حلال ہیں اور کون سی چیزیں حرام ہیں' افسوس یہ ہے کہ ایک عرصہ دراز سے مسلمانوں کے درمیان معاملات سے متعلق جو شرعی احکام ہیں ان کی اہمیت دلوں سے مٹ گئی ہے۔ دین صرف عقائد اور عبادات کا نام رکھ دیا ہے' معاملات کی صفائی' معاملات میں جائز و ناجائز کی فکر اور حلال و حرام کی فکر رفتہ رفتہ ختم ہو گئی ہے اس لئے بھی اس کی اہمیت زیادہ ہے کہ ان کے بارے میں غفلت بڑھتی جارہی ہے۔

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ چند سو سالوں سے مسلمانوں پر غیر ملکی اور غیر مسلم سیاسی اقتدار مسلط رہا اور اس غیر مسلم سیاسی اقتدار نے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس بات کی تو اجازت دی کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور مسجدوں میں عبادات انجام دیتے رہیں اپنی انفرادی زندگی میں عبادات کا اہتمام کریں لیکن زندگی میں تجارت (Business) و معیشت (Economy) کے جو عام کام ہیں وہ سارے کے سارے ان کے اپنے قوانین کے تحت چلائے گئے اور دین کے معاملات کے احکام کو زندگی سے خارج کر دیا گیا' چنانچہ مسجد و مدرسہ میں تو دین کا تذکرہ ہے لیکن بازاروں میں' حکمت کے ایوانوں میں اور انصاف کی عدالتوں میں دین کا ذکر اور اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب سے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوا اور غیر مسلموں نے اقتدار پر قبضہ کیا چونکہ اسلام کے جو معاملات سے متعلق احکام ہیں وہ عمل میں نہیں آرہے تھے اور ان کا

عملی چلن دنیا میں نہیں رہا' اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان کی اہمیت گھٹ گئی اور ان پر بحث ومباحثہ اور ان کے اندر تحقیق واستنباط کا میدان بھی بہت محدود ہو کر رہ گیا۔

فطری نظام ایسا ہے کہ جیسی جیسی ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کے حساب سے اسباب پیدا فرماتے رہتے ہیں' معاملات کا شعبہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب اس پر عمل ہو رہا ہو تو نئے نئے معاملات سامنے آتے ہیں' نئی نئی صورتحال کا سامنا ہوتا ہے' اس میں حلال وحرام کی فکر ہوتی ہے' فقہاء کرام ان پر غور کرتے ہیں' ان کے بارے میں استنباط کرتے ہیں اور نئی نئی صورتحال کے حل بتاتے ہیں' ان کے بارے میں شریعت کے احکام سے لوگوں کو باخبر کرتے ہیں۔ لیکن جب ایک چیز کا دنیا میں چلن ہی نہیں رہا تو اس کے بارے میں فقہاء سے پوچھنے والے بھی کم ہو گئے' اس کے نتیجے میں فقہاء کرام کی طرف سے استنباط کا جو سلسلہ چل رہا تھا وہ بھی دھیمہ پڑ گیا' میں یہ نہیں کہتا کہ رک گیا بلکہ دھیمہ پڑ گیا' اس واسطے کہ اللہ کے کچھ بندے ہر دور میں ایسے رہے ہیں کہ جو اپنی تجارت اور معیشت میں حلال وحرام کی فکر رکھتے تھے' وہ کبھی کبھی علماء کی طرف رجوع کرتے اور علماء ان کے بارے میں کچھ جوابات دیتے جو ہمارے ہاں فتاویٰ کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن چونکہ پورا نظام غیر اسلامی تھا اس واسطے غور وتحقیق اور استنباط کے اندر وسعت نہ رہی اور اس کا دائرہ محدود ہو گیا اور اس کی وجہ سے معاملات کے سلسلے میں فقہ کا جو ایک طبعی ارتقاء تھا وہ سست پڑ گیا اور اس کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ جب ہم دینی مدارس میں فقہ اور حدیث وغیرہ پڑھتے پڑھاتے ہیں تو سارا زور عبادات پر صرف کر لیتے ہیں اور جب معاملات کا باب آتا ہے تو چونکہ ذہن میں اس کی اہمیت کم ہو گئی ہے اور بازار میں اس کا چلن کم ہو گیا ہے اس لئے اس پر کچھ زیادہ توجہ اور اہمیت کے ساتھ بحث ومباحثہ کی ضرورت بھی نہیں سمجھی جاتی' عام طور سے معاملات کے ابواب بھاگتے دوڑتے گزر جاتے ہیں' اس وجہ سے معاملات کی فقہ کو جاننے والے کم ہو گئے ہیں اور جب وہ کم ہو گئے ہیں تو ایک طرف بازار میں نئے نئے معاملات پیدا ہو رہے ہیں اور نئی نئی صورتیں وجود میں آ رہی ہیں' دوسری طرف ان صورتوں کو سمجھنے اور ان کے حکم کا استنباط کرنے والوں کی کمی ہو گئی ہے۔

اب اگر ایک تاجر تجارت کر رہا ہے اور اس کو اس کے اندر روزمرہ نئے نئے حالات پیش آتے ہیں وہ کسی عالم کے پاس جاتا ہے کہ بھائی میری یہ صورت حال ہے اس کا حکم بتائیں؟ اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ تاجر عالم کی بات نہیں سمجھتا اور عالم تاجر کی بات نہیں سمجھتا کیوں کہ

دونوں کے درمیان ایک ایسا فاصلہ قائم ہوگیا ہے کہ ان کی بہت سی اصطلاحات اور بہت سے معاملات میں ان کے عرف اور ان کے طریق کار سے عالم ناواقف ہے۔ تاجر اگر مسئلہ پوچھے گا تو وہ اپنی زبان میں پوچھے گا اور عالم نے وہ زبان نہ سنی' نہ پڑھی' لہٰذا وہ اس کا مطلب نہیں سمجھ پاتا' عالم جواب دے گا تو اپنی زبان میں جواب دے گا جس سے تاجر محروم ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ علماء کے پاس جا کر ہمیں اپنے سوالات کا پورا جواب نہیں ملتا تو انہوں نے علماء کی طرف رجوع کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اس کی وجہ سے علماء اور کاروبار کرنے والوں کے درمیان ایک فاصلہ پیدا ہوگیا اور اس کے نتیجے میں خرابی در خرابی پیدا ہوتی چلی گئی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس "فقہ المعاملات" کو سمجھا جائے اور پڑھا جائے۔

دنیا میں تاجروں کے ذریعے اشاعت اسلام

دنیا کے بہت سے حصوں میں تاجروں کے ذریعے اسلام پھیلا کیونکہ اس کے لئے باقاعدہ کوئی جماعت نہیں گئی تھی کو جو جا کے لوگوں کو دعوت دے' تجارت کرنے گئے تھے لوگوں نے ان کے تجارتی معاملات کو دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ یہ کیسے با اخلاق لوگ ہیں ان کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ آج مسلمان چلا جائے تو لوگ ڈرتے ہیں کہ اس کے ساتھ معاملہ کیسے کریں' دھوکہ یہ دے گا' فریب یہ کرے گا' جھوٹ یہ بولے گا' بدعنوانیوں کا ارتکاب یہ کرے گا اور جو باتیں ہماری تھیں وہ غیر مسلموں نے اپنا لیں۔ تو اس کے نتیجے میں اللہ نے دنیا میں ان کو کم از کم فروغ دے دیا' اب بھی امریکہ میں یہ صورتحال ہے کہ آپ ایک دکان سے کوئی سودا خریدنے کے لئے گئے' ہفتہ گزر گیا' ایک ہفتہ گزرنے کے بعد آپ دکاندار کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ بھائی یہ جو سیٹ میں نے لیا تھا یہ میرے گھر والوں کو پسند نہیں آیا اگر اس چیز میں کوئی نقص پیدا نہ ہوا ہو تو کہتے ہیں لاؤ کوئی بات نہیں واپس کرلیں گے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "من اقال نادما بیعته اقال اللہ عثرته یوم القیامه" (اعلاء السنن) ہمارے ہاں اگر واپس کرنے کے لئے لے جائے تو جھگڑا ہو جائے گا جبکہ وہ واپس کر لیتے ہیں۔

ان اصولوں کی پابندی غیر مسلم تاجروں کے ہاں ہے

امریکہ سے پاکستان ٹیلیفون کیا اور آپ نے ایک ڈیڑھ منٹ بات کی اس کے بعد ایکسچینج کو فون کردیں کہ میں نے فلاں نمبر پر فون کرنا چاہا تھا مجھے رانگ نمبر مل گیا۔ جس نمبر کو میں چاہ رہا تھا وہ نمبر نہیں ملا تو کہتے ہیں کوئی بات نہیں ہم آپ کے بل سے یہ کال کاٹ دیں گے۔ اب ہمارے پاکستانی بھائی پہنچ گئے تو انہوں نے ٹائپ رائٹر خریدا

مہینے بھر اس کو استعمال کیا اس سے اپنا کام نکالا ایک مہینے کے بعد جا کر کہا کہ پسند نہیں آیا لہٰذا واپس لے لیں۔ شروع شروع میں انہوں نے واپس لے لیا لیکن دیکھا کہ لوگوں نے یہ کاروبار ہی بنالیا تو اب یہ معاملہ ختم کر دیا۔

ایک واقعہ

حضرت مولانا تقی عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا' میں لندن سے کراچی واپس آ رہا تھا اور لندن کا جو ہیتھرو ایئرپورٹ ہے وہاں ایئرپورٹ پر بہت بڑا بازار ہے مختلف اسٹال وغیرہ لگے رہتے ہیں' اس میں دنیا کی مشہور کتاب ''انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا'' کا اسٹال لگا ہوا تھا' میں وہاں کتابیں دیکھنے لگا تو مجھے ایک کتاب نظر آئی جس کی بہت عرصے سے میں تلاش میں تھا' اس کا نام ''گریٹ بکس'' ہے' انگریزی میں پینسٹھ (۶۵) جلدوں میں ہے اس کتاب میں ''ارسطو'' سے لے کر ''برٹرینڈ رسل'' تک جو ابھی قریب میں فلسفی گزرا ہے یعنی تمام فلسفیوں اور تمام بڑے بڑے مفکرین کی اہم ترین کتابیں جمع کر دیں اور سب کے انگریزی ترجے اس کتاب میں موجود ہیں۔ میں وہ کتاب اسٹال پر دیکھنے لگا اسٹال پر جو آدمی (Shop Keeper) یعنی دکان دار کھڑا تھا: کہنے لگا کہ کیا آپ یہ کتاب لینا چاہتے ہیں اور کیا آپ کے پاس ''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' پہلے سے موجود ہے؟ میں نے کہا جی ہاں لینا چاہتا ہوں اور پہلے سے موجود بھی ہے۔ اگر آپ کے پاس پہلے سے ''انسائیکلوپیڈیا'' موجود ہے تو آپ کو ہم یہ پچاس فیصد رعایت میں دے دیں گے یعنی جو اصل قیمت ہے اسکی آدھی قیمت پر دے دیں گے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس ہے تو سہی لیکن کوئی ثبوت نہیں ہے' جس سے ثابت کروں کہ میرے پاس ہے۔

دکاندار نے کہا کہ ثبوت کو چھوڑیں! بس آپ نے کہہ دیا ہے کہ ''ہے'' تو بس آپ پچاس فیصد کے حقدار ہیں۔ اب میں نے حساب لگایا کہ پچاس فیصد رعایت کے ساتھ کتنے پیسے بنیں گے تو پچاس فیصد رعایت کے ساتھ وہ تقریباً پاکستانی چالیس ہزار روپے بن رہے تھے۔ مجھے اپنے دارالعلوم کے لئے خریدنی تھی' دارالعلوم ہی کے لئے ''برٹانیکا'' پہلے بھی موجود تھی۔ میں نے کہا کہ میں تو اب جا رہا ہوں یہ کتاب میرے پاس کیسے آئے گی؟ دکاندار نے کہا کہ آپ فارم بھر دیجئے ہم یہ کتاب آپ کو جہاز سے بھیج دیں گے۔ جب میں نے وہ فارم بھر دیا تو دکاندار کہنے لگا کہ آپ اپنا کریڈٹ کارڈ کا نمبر دے کر دستخط کر دیجئے۔

(تو میں ذرا ٹھٹکا کہ دستخط کروں یا نہ کروں اس لئے کہ دستخط کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ادائیگی ہوگئی وہ چاہے تو اسی وقت جا کر فوراً پیسے نکلوا سکتا ہے مگر مجھے غیرت آئی کہ اس نے میری زبان پر اعتبار کیا اور میں یہ کہوں کہ نہیں میں نہیں کرتا' لہٰذا میں نے دستخط کر دیئے میرے دل میں ایک خیال آیا اور میں نے کہا کہ دیکھو یہاں آپ مجھے پچاس فیصد رعایت پر دے رہے ہیں لیکن بعض اوقات

ایسا ہوتا ہے بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ میں نے یہاں سے کتابیں بہت رعایت سے خریدیں اور پاکستان جا کر مجھے اس سے بھی سستی مل گئیں لوگ پتہ نہیں کس کس طرح منگوا لیتے ہیں اور سستی بیچ دیتے ہیں تو مجھے اس بات کا احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پاکستان میں مجھے اس سے سستی مل جائے۔

دکاندار نے کہا کہ اچھا کوئی بات نہیں' آپ جا کے پاکستان میں معلوم کر لیجئے اگر آپ کو سستی مل رہی ہوں گی تو ہمارا یہ آرڈر کینسل کر دیجئے گا اور اگر نہ ملے تو ہم آپ کو بھیج دیں گے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیسے بتاؤں گا؟ تو دکاندار کہنے لگا کہ آپ کو تحقیق کرنے میں کتنے دن لگیں گے' کیا آپ چار پانچ دن یعنی بدھ کے دن تک پتہ لگا سکیں گے؟ میں نے کہا ہاں انشاءاللہ۔

دکاندار نے کہا کہ میں بدھ کے دن بارہ بجے آپ کو فون کر کے پوچھوں گا کہ آپ کو سستی مل گئی کہ نہیں اگر مل گئی ہو تو میں آرڈر کینسل کر دوں گا اور اگر نہیں ملی ہوگی تو پھر روانہ کر دوں گا۔ تو اس نے حجت ہی نہیں چھوڑی' لہٰذا میں نے کہا کہ اچھا بھائی ٹھیک ہے اور میں نے دستخط کر دیئے اور فارم ان کو دے دیا لیکن سارے راستے میرے دستخط کر کے آ گیا ہوں وہ اب چاہتے تو اسی وقت جا کر بلا تاخیر چالیس ہزار روپے بینک سے وصول کر لے یعنی دل میں دغدغہ لگا رہا کہ میں اس میں تاخیر ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے' لہٰذا یہاں کراچی پہنچ کر میں نے دو کام کئے:

ایک کام یہ کیا کہ امریکن ایکسپریس میں جو کریڈٹ کارڈ کی کمپنی تھی اس کو خط لکھا کہ میں اس طرح دستخط کر کے آیا ہوں لیکن اس کی پیمنٹ (ادائیگی) اس وقت تک نہ کریں جب تک کہ میں دوبارہ آپ سے نہ کہوں۔ اور دوسرا کام یہ کیا کہ ایک آدمی کو بھیجا کہ یہ کتاب دیکھ کر آؤ' اگر مل جائے تو لے آؤ' میں پہلے یہاں تلاش کر رہا تھا لیکن مجھے ملتی نہیں تھی' ایسا ہوا کہ اس نے جا کر تلاش کی تو صدر کی ایک دکان میں یہ کتاب مل گئی اور سستی مل گئی یعنی وہاں چالیس ہزار میں پڑ رہی تھی یہاں تیس ہزار میں مل گئی جبکہ وہ پچاس فیصد رعایت کرنے کے بعد تھی' اب میرا دل اور پریشان ہوا' اللہ کا کرنا کہ یہاں سستی مل رہی ہے اور اس نے کہا تھا کہ بدھ کے دن میں فون کروں گا خدا جانے فون کرے نہ کرے' لہٰذا میں نے احتیاطاً خط بھی لکھ دیا کہ بھائی یہاں مل گئی ہے ٹھیک بدھ کا دن تھا اور بارہ بجے دوپہر کا وقت تھا اس کا فون آیا۔

دکاندار نے فون پر کہا کہ بتایئے آپ نے کتاب دیکھ لی' معلومات کر لیں؟ میں نے کہا جی ہاں کر لی ہیں اور مجھے یہاں سستی مل گئی ہے تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو سستی مل گئی میں آپ کا آرڈر کینسل کر دوں؟ میں نے کہا: جی ہاں' اس پر دکاندار نے کہا کہ میں آرڈر کینسل کر رہا ہوں اور آپ نے جو فارم پر کیا تھا اس کو

پھاڑ رہا ہوں اچھا ہوا کہ آپ کو سستی مل گئی ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

چار پانچ دن بعد اس کا خط آیا کہ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وہ کتاب آپ کو کم قیمت پر مل گئی لیکن افسوس ضرور ہے کہ ہمیں آپ کی خدمت کا موقع نہیں مل سکا لیکن وہ کتاب آپ کو مل گئی، آپ کا مقصد حاصل ہو گیا آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اور اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ ہمارے ساتھ رابطہ قائم رکھیں گے۔

ایک پیسے کا اس کو فائدہ نہیں ہوا فون لندن سے کراچی اپنے خرچ پر کیا پھر خط بھی بھیج رہا ہے!

ہم ان کو گالیاں والیاں بہت دیتے ہیں' اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے، جو ہم چھوڑ چکے ہیں' بہرحال کفر کی وجہ سے ان سے نفرت ہونی بھی چاہئے لیکن انہوں نے بعض وہ اعمال اپنا لئے ہیں جو درحقیقت ہمارے اپنے اسلامی تعلیمات کے اعمال تھے اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو فروغ دیا۔

حق میں سرنگوں اور باطل میں اُبھرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) ایک بڑی یاد رکھنے کی اور بڑی زریں بات فرمایا کرتے تھے کہ باطل کے اندر تو ابھرنے کی صلاحیت نہیں **إن الباطل كان زهوقا** لیکن اگر کبھی دیکھو کہ کوئی باطل پرست ابھر رہے ہیں تو سمجھو کہ کوئی حق والی چیز اس کے ساتھ لگ گئی ہے جس نے اس کو ابھار دیا ہے کیونکہ باطل میں تو ابھرنے کی طاقت تھی ہی نہیں' حق چیز لگ گئی اس نے ابھار دیا۔ اور حق میں صلاحیت سرنگوں ہونے کی نہیں **جاء الحق وزهق الباطل** تو جب حق اور باطل کا مقابلہ ہو تو ہمیشہ حق کو غالب ہونا ہے' اس میں صلاحیت نیچے جانے کی نہیں ہے اگر کبھی دیکھو کہ حق والی قوم نیچے جا رہی ہے تو سمجھ لو کہ کوئی باطل چیز اس کے ساتھ لگ گئی ہے جس نے اس کو گرایا ہے یہ بڑی کانٹے کی بات ہے۔ ہمارے ساتھ ان کے یہ سب باطل لگ گئے اور ان اقوام نے ان حق باتوں کو اپنا لیا ہے۔ تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے کم از کم دنیا میں تو اس کا بدلہ ان کو دیا کہ دنیا کے اندر ان کو فروغ حاصل ہوا' ترقی ملی' عزت ملی' لیکن آخرت میں معاملہ تو اور ہی معیار پر ہونا ہے یعنی وہاں کا معاملہ دوسرے معیار کا ہے لہٰذا وہاں کا معاملہ تو وہاں ہوگا لیکن دنیا کے اندر ان کو جو ترقی مل رہی ہے اور ہم جو نیچے گر رہے ہیں' اس کے اسباب یہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا دارالاسباب بنائی' انہوں نے یہ اخلاق اختیار کئے تو ان اخلاق کے اختیار کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تجارت کو فروغ دیا' صنعت کو فروغ دیا اور سیاست میں فروغ

دیا اور تم نے یہ چیزیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات چھوڑ دیئے لہٰذا اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں ہماری پٹائی کرادیتے ہیں۔ روز پٹائی ہوتی ہے۔

برطانیہ میں ایک بے روزگاری الاؤنس ہوتا ہے یعنی کوئی آدمی بے روزگار ہوگیا اور حکومت کو پتہ چل گیا کہ یہ بے روزگار ہے تو اس کا ایک الاؤنس جاری کردیتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جب تک وہ بے روزگار ہے تو بھوکا نہ مرے بلکہ اس کو ایک وظیفہ ملتا رہے اور اگر وہ معذور نہیں ہے تو روزگار کی تلاش میں لگا رہے کوشش کرتا رہے اور جب روزگار مل جائے تو اپنا روزگار خود سنبھالے اور اگر معذور ہے تو وظیفہ ملتا رہتا ہے۔

اب ہمارے مسلمان بھائیوں کی ایک بڑی تعداد وہاں پر ہے اس نے اپنے آپ کو بے روزگار ظاہر کر کے وہ ایک الاؤنس جاری کروا رکھا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہتے ہیں جب آرام سے گھر پر مل رہا ہے تو کمانے کی کیا ضرورت ہے اور بعض ایسے ہیں کہ جن کو روزگار ملا ہوا ہے یعنی چوری چھپے روزگار بھی کر رہے ہیں اور وہ الاؤنس بھی لے رہے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ ائمہ مساجد یہ کام کر رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ بنالی ہے کہ یہ تو کافر لوگ ہیں ان سے پیسے وصول کرنا ثواب ہے۔ لہٰذا ہم یہ پیسے وصول کریں گے۔ امامت کے پیسے بھی مل رہے ہیں اور ٹیوشن بھی چلا رہے ہیں اور ساتھ میں بے روزگاری الاؤنس بھی لے رہے ہیں۔ ہم اس عذاب میں مبتلا ہیں تو پھر کیسے رحمت نازل ہو؟ اور جب ہمارا حال یہ ہوگیا تو کیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت شامل حال ہو۔

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا معمول

دارالعلوم دیوبند کے حضرات اساتذہ کرام کو دیکھئے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ صحابہ کرام کے دور کی یادیں تازہ کرائیں، ان حضرات اساتذہ کرام کی تنخواہ دس ۱۰ روپے ماہانہ یا پندرہ روپے ماہانہ ہوتی تھی، لیکن چونکہ جب تنخواہ مقرر ہوگئی، اور اپنے اوقات مدرسے کے ہاتھ فروخت کردیئے، اس لئے ان حضرات اساتذہ کا یہ معمول تھا کہ اگر مدرسے کے اوقات کے دوران مہمان یا دوست احباب ملنے کے لئے آتے تو جس وقت وہ مہمان آتے تو فوراً گھڑی دیکھ کر وقت نوٹ کر لیتے۔ اور پھر ان کو جلد از جلد نمٹانے کی فکر کرتے۔ اور جس وقت وہ مہمان چلے جاتے، اس وقت گھڑی دیکھ کر وقت نوٹ کر لیتے۔ پورا مہینہ اس طرح وقت نوٹ کرتے رہتے پھر جب مہینہ پورا ہو جاتا تو وہ اساتذہ باقاعدہ درخواست دیتے کہ اس ماہ کے دوران ہم نے اتنا وقت مدرسے کے کام کے علاوہ دوسرے کاموں میں صرف کیا ہے۔ لہٰذا براہ کرام میری تنخواہ میں سے اتنے وقت کے

پیسے کاٹ لئے جائیں، وہ حضرات اساتذہ اس لئے ایسا کرتے تھے اگر ہم نے اس وقت کی تنخواہ لے لی اور تنخواہ ہمارے لئے حرام ہوگئی۔ اس لئے واپس کردیتے۔ آج تنخواہ لینے کے لئے تو درخواستیں دی جاتی ہیں۔ تنخواہ کٹوانے کے لئے درخواست دینے کا آج تصور بھی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تنخواہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ، جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں، جن کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم میں، تقویٰ میں، معرفت میں بہت اونچا مقام بخشا تھا۔ جس زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث تھے، اس وقت آپ کی تنخواہ ماہانہ دس روپے تھی، پھر جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی اور تجربہ بھی زیادہ ہوگیا، تو اس وقت دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ حضرت والا کی تنخواہ بہت کم ہے۔ جبکہ آپ کی عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ ضروریات بھی زیادہ ہیں، مشاغل بھی زیادہ ہیں، اس لئے تنخواہ بڑھانی چاہئے۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ اب آپ کی تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے ماہانہ کردی جائے، جب تنخواہ تقسیم ہوئی تو حضرت والا نے یہ دیکھا کہ اب دس کے بجائے پندرہ روپے ملے ہیں۔ حضرت والا نے پوچھا کہ یہ پندرہ روپے مجھے کیوں دیئے گئے۔ لوگوں نے بتایا کہ مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے کردی جائے، آپ نے وہ تنخواہ لینے سے انکار کردیا، اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کے نام ایک درخواست لکھی کہ حضرت! آپ نے میری تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے کردی ہے۔ حالانکہ اب میں بوڑھا ہوچکا ہوں، پہلے تو میں نشاط کے ساتھ دو تین گھنٹے سبق پڑھالیتا تھا۔ اور اب تو میں کم پڑھاتا ہوں۔ وقت کم دیتا ہوں۔ لہٰذا میری تنخواہ میں اضافے کا کوئی جواز نہیں، لہٰذا جو اضافہ آپ حضرات نے کیا ہے یہ واپس لیا جائے۔ اور میری تنخواہ اسی طرح دس روپے کردی جائے۔

لوگوں نے آکر حضرت والا سے منت سماجت شروع کردی کہ حضرت! آپ تو اپنے تقویٰ اور ورع کی وجہ سے اضافہ واپس کررہے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں کے لئے یہ مشکل ہوجائے گی کہ آپ کی وجہ سے ان کی ترقیاں رک جائیں گی۔ لہٰذا آپ اس کو منظور کرلیں۔ مگر انہوں نے اپنے لئے اس کو گوارا نہ کیا، کیوں؟ اس لئے کہ ہر وقت یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ یہ دنیا تو چند روز کی ہے۔ خدا جانے آج ختم ہوجائے۔ یا کل ختم ہوجائے۔ لیکن یہ پیسہ جو میرے پاس آرہا ہے، کہیں یہ پیسہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر وہاں شرمندگی کا سبب نہ بن جائے۔

دارالعلوم دیوبند عام یونیورسٹی کی طرح نہیں تھا کہ استاذ نے سبق پڑھا دیا۔ اور طالب علم نے سبق پڑھ لیا۔ بلکہ وہ ان اداؤں سے دارالعلوم دیوبند بنا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کی فکر سے بنا ہے۔ اس ورع اور تقویٰ سے بنا ہے۔ لہٰذا یہ اوقات جو ہم نے بیچ دیئے ہیں۔ یہ امانت ہیں۔ اس میں خیانت نہ ہونی چاہئے۔

یہاں تو آدمی بنائے جاتے ہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ خانقاہوں میں ذکر و شغل سیکھنے کے لئے جاتے ہیں اگر ذکر و شغل سیکھنا ہے تو بہت ساری خانقاہیں کھلی ہیں وہاں چلا جائے، لیکن ہمارے یہاں تو آدمی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور شریعت کے جو احکام ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی فکر پیدا کی جاتی ہے۔ چنانچہ ریلوے اسٹیشن پر اگر کوئی ڈاڑھی والا آدمی اپنا سامان وزن کرانے کے لئے بکنگ آفس پہنچتا تو وہ دفتر والے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیتے کہ اس کا تعلق تھانہ بھون سے ہے، لہٰذا اس سے خود پوچھ لیتے کہ آپ تھانہ بھون جا رہے ہیں؟

چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے تعلق رکھنے والوں میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے معمولات چھوٹ گئے ہیں تو مجھے زیادہ دکھ اور شکایت نہیں ہوتی لیکن اگر کسی کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے حلال و حرام کو ایک کر رکھا ہے اور اس کو معاملات کے اندر حلال و حرام کی فکر نہیں ہے تو مجھے اس شخص سے نفرت ہو جاتی ہے۔

حرام مال حلال مال کو بھی تباہ کر دیتا ہے

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنا جائزہ لے کہ جو پیسے اس کے پاس آ رہے ہیں اور جو کام وہ کر رہا ہے ان میں کہیں حرام مال کی آمیزش تو نہیں ہے۔ حرام مال کی آمیزش کی چند مثالیں میں نے آپ کے سامنے سمجھانے کے لئے پیش کر دیں ورنہ نہ جانے کتنے کام ایسے ہیں جن کے ذریعہ نادانستہ طور پر اور غیر شعوری طور پر ہمارے حلال مال میں حرام مال کی آمیزش ہو جاتی ہے اور بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جب کبھی کسی حلال مال کے ساتھ حرام مال لگ جاتا ہے تو وہ حرام حلال کو بھی تباہ کر کے چھوڑتا ہے، یعنی اس حرام مال کے شامل ہونے کے نتیجے میں حلال مال کی برکت، اس کا سکون اور راحت تباہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر شخص اس کی فکر کرے اور ہر شخص اپنے ایک ایک عمل کا جائزہ لے اور اپنی آمدنی کا جائزہ لے کہ ہمارے حلال مال میں کہیں کوئی حرام مال تو شامل نہیں ہو رہا ہے۔

حرام مال سے بچنے کی ضرورت

سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوابھا الی الحکام لتا کلو ا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون.**

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ' اور ان (کے جھوٹے مقدمے) کو حکام کے پاس اس غرض سے مت لے جاؤ کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ گناہ کے طریقے پر کھا جاؤ' جبکہ تم کو اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو۔ قرآن کریم کی اس آیت میں حرام طریقوں سے مال حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی ممانعت بڑے جامع انداز میں بیان کی گئی ہے۔ یوں تو ہر قوم اور ہر مذہب وملت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مال حاصل کرنے کے کچھ طریقے پسندیدہ اور جائز ہیں اور کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع' مثلاً چوری' ڈاکہ' دھوکہ' فریب کو ساری ہی دنیا برا سمجھتی ہے۔ لیکن ان ذرائع کے جائز یا ناجائز ہونے کا کوئی ایسا معیار نہ کسی قوم کے پاس ہے اور نہ ہوسکتا ہے جو پوری دنیا کے لئے معقول اور قابل قبول ہو' اس کا صحیح اور معقول معیار صرف وہی ہوسکتا ہے جو رب العالمین کی طرف سے بذریعہ وحی بھیجا گیا ہو' کیونکہ خالق کائنات ہی اپنے بندوں کی حقیقی مصلحتوں سے باخبر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے حلال وحرام اور جائز وناجائز کا جو قانون بنایا ہے وہ صراحۃً وحی الٰہی سے مأخوذ یا مستفاد ہے اس قانون میں ہر قدم پر اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی جدوجہد کے مطابق ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے اور کوئی انسان دوسروں کے حقوق غصب کرکے یا دوسروں کو نقصان پہنچا کر سرمایہ کو محدود افراد میں مقید نہ کردے بلکہ جو بھی ملکیت کسی کو حاصل ہو وہ قانون الٰہی کے مطابق ہو۔ آیت مذکورہ ان تمام ناجائز صورتوں کو شامل ہے اس میں سود' قمار' رشوت خوری' ملاوٹ' دھوکہ' فریب' جھوٹے مقدمات غرض ان تمام ناجائز ذرائع آمدنی کو شامل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ناجائز قرار دیا ہے' ارشاد ہے (**ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل**) یعنی نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر۔

اس میں ایک بات تو یہ قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے ''اموالکم'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے اصلی معنی یہ ہیں کہ ''نہ کھاؤ اپنے مال'' اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم جو کسی دوسرے کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہو تو یہ غور کرو کہ دوسرے شخص کو بھی اپنے مال سے ایسی ہی محبت ہوگی جیسی تمہیں اپنے مال سے محبت ہے۔ اگر وہ تمہارے مال میں ایسا ناجائز تصرف کرتا تو تمہیں جو دکھ پہنچتا ایسا ہی دکھ دوسرے کو بھی پہنچے گا۔ اس بات کا احساس اس وقت بھی اسی طرح

کرو جیسے کہ وہ تمہارا مال ہے۔ اس کے علاوہ آیت کے ان الفاظ میں اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے مال میں ناجائز تصرف کرتا ہے اور یہ رسم چل پڑی ہے تو اس کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کے مال میں ایسا ہی ناجائز تصرف کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے کسی شخص کے مال میں ناجائز تصرف درحقیقت اپنے مال میں ناجائز تصرف کے لئے راستہ ہموار کرتا ہے۔ غور کیجئے کہ جب اشیاء ضرورت میں ملاوٹ کی رسم چل جائے تو ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص گھی میں تیل یا چربی ملا کر زائد پیسے حاصل کرتا ہے لیکن جب اس کو دودھ خریدنے کی ضرورت پڑتی ہے تو دودھ والا اس میں پانی ملا کر دیتا ہے' مسالے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس میں ملاوٹ ملتی ہے' دوا لینے جاتا ہے تو وہاں کھوٹ ملتا ہے' اس طرح جتنے زائد پیسے اس نے ایک جگہ ملاوٹ کر کے حاصل کئے' دوسرے افراد دسیوں جگہ ملاوٹ کر کے اس کی جیب سے نکال لیتے ہیں۔ یہ بے چارہ اپنی جگہ پیسوں کی زیادتی شمار کر کے خوش ہوتا ہے' مگر انجام نہیں دیکھتا کہ اس کے پاس کیا رہا؟ اور حقیقت میں جو کوئی شخص دوسرے کا مال غلط طریقے سے حاصل کرتا ہے' درحقیقت وہ خود اپنے مال کے ناجائز تصرف کا دروازہ کھولتا ہے۔

یوں تو یہ ناجائز ذرائع آمدنی ہر وقت اور ہر زمانے میں ناجائز ہیں' لیکن کسی مقدس زمانے میں یا مقدس مقام پر ان کا ارتکاب کیا جائے تو ان کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے خاص طور سے رمضان کے مبارک مہینے میں کیونکہ اس مہینے میں ایک مسلمان اللہ کے حکم کی خاطر ناجائز اور مباح چیزوں (مثلاً کھانے پینے) کو چھوڑ دیتا ہے تو یہ بات بڑی شرم کی ہے کہ جو چیزیں ہمیشہ سے حرام تھیں انہیں ترک نہ کرے' لہٰذا اس مبارک مہینے میں اکلِ حلال کا زیادہ اہتمام لازمی ہے۔ حرام سے بچنے اور حلال کے حاصل کرنے کے لئے قرآن وسنت میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں کی گئی ہیں' ایک آیت میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کے اعمال واخلاق میں بہت بڑا دخل حلال کھانے کو ہے' اگر اس کا کھانا پینا حلال نہیں تو اس سے اچھے اخلاق واعمال کی توقع مشکل ہے۔ ارشاد ہے: **یاایہا الرسل کلوامن الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون بصیر.** اے گروہ انبیاء! حلال اور پاک چیزیں کھاؤ' اور نیک عمل کرو' میں تمہارے اعمال کی حقیقت سے باخبر ہوں۔

اس آیت میں حلال کھانے کے ساتھ عمل صالح کا حکم فرما کر اشارہ کر دیا ہے کہ اعمال صالحہ کا صدور اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ انسان کا کھانا پینا حلال ہو' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حرام مال کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی' فرمایا کہ بہت سے آدمی

عبادت وغیرہ میں مشقت اٹھاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ دعا کے لئے پھیلاتے ہیں، اور یا رب یا رب پکارتے ہیں مگر کھانا ان کا حرام پینا ان کا حرام لباس ان کا حرام تو ان کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے یہ دعا فرما دیجئے کہ میری ہر دعا قبول ہوا کرے۔ آپ نے فرمایا اے سعد! اپنا کھانا حلال اور پاک بنالو۔ تمہاری دعائیں قبول ہونے لگیں گی، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس شخص کا گوشت حرام مال سے بنا ہو اس گوشت کیلئے تو جہنم کی آگ ہی زیادہ لائق ہے۔

دو معاشی نظریے

ہم اور آپ اس وقت ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جس میں یہ کہا اور سمجھایا جا رہا ہے کہ انسان کی زندگی کا سب سے بنیادی مسئلہ ''معاش کا مسئلہ'' ہے۔ اور اسی بنیاد پر اس دور میں دو معاشی نظریوں کے درمیان پہلے فکری اور پھر عملی تصادم رونما ہوا۔ ایک ''سرمایہ دارانہ معیشت'' کا نظریہ۔ اور دوسرا ''اشتراکی معیشت کا نظریہ'' ان دونوں نظریوں کے درمیان پچھلی نصف صدی سے زیادہ عرصے تک زبردست ٹکراؤ رہا، اور فکری اور عملی دونوں سطح پر یہ دونوں نظریے برسر پیکار رہے۔ دونوں کے پیچھے ایک فلسفہ اور ایک نظریہ تھا۔ چوہتر ۷۴ سال گزرنے کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اشتراکی معیشت کا جو نظریہ فریب ایوان تھا وہ بیٹھ گیا۔ اور دنیا نے پُر فریب نظریہ کی حقیقت کو عملی تجربہ گاہ میں پہچان لیا، اور اشتراکیت بحیثیت ایک انقلابی نظام کے فیل ہو گئی۔

مسلم اور غیر مسلم میں تین فرق ہیں

مسلم اور غیر مسلم میں تین فرق ہیں۔

پہلا فرق یہ ہے کہ مسلمان اپنی دولت کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتا ہے، جبکہ غیر مسلم اس دولت کو اللہ تعالیٰ کی عطا نہیں سمجھتا، بلکہ اس دولت کو اپنی قوت بازو کا کرشمہ سمجھتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ اس دولت کو آخرت کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنائے، اور دولت کو حاصل کرنے اور اس کو خرچ کرنے میں ایسا طرز عمل اختیار کرے کہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے خلاف نہ ہو، تاکہ یہ دنیا اس کے لئے دین کا ذریعہ بن جائے اور آخرت کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بن جائے۔ یہی دنیا ہے کہ اگر اس کے حصول میں انسان

کی نیت درست ہو اور اللہ تعالیٰ کے عائد کیے ہوئے حلال وحرام کے احکام کی پابندی ہو تو یہی دنیا دین بن جاتی ہے۔ اور یہی دنیا آخرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ ایک مسلمان بھی کھاتا ہے اور کماتا ہے، اور ایک غیر مسلم بھی کھاتا ہے اور کماتا ہے، لیکن غیر مسلم کے دل میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا تصور ہوتا ہے اور نہ اس کے احکام کی پابندی کا خیال ہوتا ہے، اور مسلمان کے دل میں یہ چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ دنیا دین بنادی۔ اگر ایک تاجر اس نیت کے ساتھ تجارت کرے کہ میں دو وجہ سے تجارت کر رہا ہوں۔ ایک تو اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ذمے کچھ حقوق عائد کئے ہوئے ہیں۔ میرے نفس کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ میرے بچوں کے میرے ذمہ کچھ حقوق ہیں، میری بیوی کے میرے ذمہ کچھ حقوق ہیں، ان حقوق کی ادائیگی کے لئے یہ تجارت کر رہا ہوں۔ دوسرے اس لئے میں تجارت کر رہا ہوں کہ اس تجارت کے ذریعہ میں معاشرے میں ایک چیز فراہم کرنے کا ذریعہ بن جاؤں، اور مناسب طریقے سے ان کی اشیاء ضرورت ان تک پہنچاؤں۔ اگر تجارت کرتے وقت دل میں یہ دو نیتیں موجود ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ حلال طریقے کو اختیار کرے اور حرام طریقے سے بچے تو پھر یہ ساری تجارت عبادت ہے۔

تاجروں کی دو قسمیں

۱- ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجارۃ)

یعنی ایک امانت دار اور سچا تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔ لیکن اگر تجارت کے اندر نیت صحیح نہ ہو اور حلال وحرام کی فکر نہ ہو تو پھر ایسے تاجر کے بارے میں پہلی حدیث کے برخلاف دوسری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۲- التجار یحشرون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقی وبر وصدق

یعنی تجار قیامت کے دن فجار بنا کر اٹھائے جائیں گے۔ "فجار" کے معنی ہیں: فاسق وفاجر، نافرمان، گناہ گار، سوائے اس تاجر کے جو تقویٰ اختیار کرے، نیکی اختیار کرے، اور سچائی اختیار کرے۔ اگر یہ تین شرطیں موجود نہیں ہیں تو وہ تاجر فجار میں شامل ہے۔ اور اگر یہ تین شرطیں موجود ہیں تو پھر وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی صف میں شامل ہے۔ ایسے تاجر کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام بخشا ہے۔

بہر حال، پہلا مرحلہ نیت کی درستی ہے۔ اور دوسرا مرحلہ عمل کے اندر حلال و حرام کا امتیاز ہے۔ یہ نہ ہو کہ مسجد کی حد تک تو وہ مسلمان ہے، لیکن مسجد سے باہر نکلنے کے بعد اس کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ میں جو کاروبار کرنے جارہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس دوسرے مرحلے پر مسلمان اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں۔ ایک غیر مسلم سودی کاروبار کررہا ہے تو مسلمان بھی سودی کاروبار کررہا ہے، غیر مسلم قمار کا کام کررہا ہے تو مسلمان بھی کر رہا ہے، اگر کسی مسلمان تاجر کے اندر یہ بات ہے تو پھر ایسا تاجر اس وعید کے اندر داخل ہے جو دوسری حدیث میں اوپر عرض کی۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر وہ تاجر پہلی حدیث میں بیان کی گئی بشارت کا مستحق ہے۔

دوسری ہدایت

اب دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اسلام نے ہماری تجارت کا راستہ بھی بند کر دیا اور یہ فرمادیا کہ بس آخرت ہی کو دیکھو، دنیا کو مت دیکھو، اور دنیا کے اندر اپنی ضروریات کا خیال نہ کرو۔ اس خیال کی تردید کے لئے قرآن کریم نے فوراً دوسرے جملے میں دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ:

ولا تنس نصیبک من الدنیا

یعنی ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم دنیا کو بالکل چھوڑ کر بیٹھ جاؤ، بلکہ تمہارا دنیا کا جو حصہ ہے اس کو مت بھولو، اس کے لئے جائز اور حلال طریقے اختیار کرنے کی کوشش کرو۔

یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں

لیکن قرآن کریم کے انداز بیان نے ایک بات اور واضح کر دی کہ تمہارا بنیادی مسئلہ اس زندگی کے اندر "معاش کا مسئلہ" نہیں۔ بیشک قرآن و حدیث میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاش کے مسئلے کو تسلیم کیا ہے، لیکن یہ معاش کا مسئلہ تمہاری زندگی کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔ ایک کافر اور مؤمن میں یہی فرق ہے کہ کافر اپنی ساری زندگی کا بنیادی مسئلہ اس کو سمجھتا ہے کہ میری پیدائش سے لے کر مرتے دم تک میرے کھانے کمانے کا کیا انتظام ہے، اس سے آگے اس کی سوچ اور فکر نہیں جاتی۔ لیکن ایک مسلمان کو قرآن و حدیث یہ تعلیم دیتے ہیں کہ بیشک معاشی سرگرمیوں کی تمہیں اجازت ہے، لیکن یہ تمہاری زندگی کا بنیادی مقصد نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ زندگی تو خدا جانے کتنے دنوں کی ہے، آج بھی ختم ہو سکتی ہے، کل بھی ختم ہو سکتی ہے۔ ہر لمحے اس زندگی کے ختم ہونے کا امکان موجود ہے۔ آج تک کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے موت سے

انکار کیا ہو، خدا کا انکار کرنے والے دنیا میں موجود ہیں لیکن موت سے انکار کرنے والا کوئی نہیں۔ اس دنیا سے ضرور جانا ہے۔ اور اگر تم مسلمان ہو تو یقیناً تمہارا یہ اعتقاد ہوگا کہ مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی آنے والی ہے۔ وہ زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔

چوتھی ہدایت

چوتھے جملے میں یہ ہدایت دی کہ: **ولا تبغ الفساد فی الارض**

زمین میں فساد مت پھیلاؤ، یعنی دولت کے بل بوتے پر دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ مت ڈالو۔ دوسروں کے حقوق غصب مت کرو۔ اگر تم نے ان چار ہدایات پر عمل کر لیا تو تمہاری یہ دولت، تمہارا یہ سرمایہ اور تمہاری یہ معاشی سرگرمیاں تمہارے لئے مبارک ہیں۔ اور تم انبیاء، صدیقین، اور شہداء کی فہرست میں شامل ہو۔ اور اگر تم نے ان ہدایات پر عمل نہ کیا تو پھر تمہاری ساری معاشی سرگرمیاں بیکار ہیں۔ اور آخرت میں اس کا نتیجہ سزا اور عذاب کی صورت میں سامنے آجائے گا۔

تجارت میں سچ بولنا

تجارت کو بظاہر دنیاداری کا کام سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر تجارت اس نیت سے کی جائے کہ اس کے ذریعہ رزق حلال حاصل کیا جائے گا اور اس سے اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کئے جائیں گے تو تجارت کا سارا کام اجر وثواب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں ناجائز کاموں سے پرہیز کیا جائے۔ چنانچہ تجارت میں سچائی اور امانت کو اپنا معمول بنانے والے کی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ** (ترمذی)

جو تاجر سچا اور امانت دار ہو وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔ (آسان نیکیاں)

بیچی ہوئی چیز کا واپس لے لینا

بعض اوقات ایک شخص کسی سے کوئی چیز خرید لیتا ہے لیکن بعد میں کسی وجہ سے وہ واپس کرنا چاہتا ہے ایسی صورت میں بیچنے والے کے ذمے یہ واجب تو نہیں ہے کہ وہ ضرور بیچی ہوئی چیز واپس لینا منظور کرے لیکن اگر وہ خریدار کی پشیمانی یا اس کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے واپسی منظور کر لے تو حدیث میں اس کی بھی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَقَالَ اَخَاهُ بَيْعًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جو شخص اپنے کسی بھائی سے کی ہوئی بیع کو واپس لے لے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی غلطیاں معاف فرمائیں گے۔ (مجمع الزوائد ۴:۱۱۰ بحوالہ معجم اوسط للطبرانی)

اپنے معاملات صاف رکھیں

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء:۲۹)

معاملات کی صفائی۔ دین کا اہم رکن

یہ آیت دین کے ایک بہت اہم رکن سے متعلق ہے، وہ دین کا اہم رکن "معاملات کی درستی اور اس کی صفائی" ہے۔ یعنی انسان کا معاملات میں اچھا ہونا اور خوش معاملہ ہونا، یہ دین کا بہت اہم باب ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ دین کا جتنا اہم باب ہے، ہم لوگوں نے اتنا ہی اس کو اپنی زندگی سے خارج کر رکھا ہے۔ ہم نے دین کو صرف چند عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عمرہ، وظائف اور اوراد میں منحصر کر لیا ہے، لیکن روپے پیسے کے لین دین کا جو باب ہے، اس کو ہم نے بالکل آزاد چھوڑا ہوا ہے، گویا کہ دین سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ اسلامی شریعت کے احکام کا جائزہ لیا جائے تو نظر آئے گا کہ عبادات سے متعلق جو احکام ہیں وہ ایک چوتھائی ہیں، اور تین چوتھائی احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں۔

تین چوتھائی دین معاملات میں ہے

فقہ کی ایک مشہور کتاب ہے جو ہمارے تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اور اس کتاب کو پڑھ کر لوگ عالم بنتے ہیں۔ اس کا نام ہے "ھدایہ" اس کتاب میں طہارت سے لے کر میراث تک شریعت کے جتنے احکام ہیں، وہ سب اس کتاب میں جمع ہیں۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں، پہلی جلد عبادات سے متعلق ہے جس میں طہارت کے احکام، نماز کے احکام، زکوٰۃ، روزے، اور حج کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور باقی تین جلدیں معاملات یا معاشرت کے احکام سے متعلق ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ دین کے احکام کا ایک چوتھائی حصہ عبادات سے متعلق ہے اور تین چوتھائی حصہ معاملات سے متعلق ہے۔

معاملات کی خرابی کا عبادت پر اثر

پھر اللہ تعالیٰ نے ان معاملات کا یہ مقام رکھا ہے کہ اگر انسان روپے پیسے کے معاملات میں حلال وحرام کا، اور جائز و ناجائز کا امتیاز نہ رکھے تو عبادات پر بھی اس کا اثر یہ واقع ہوتا ہے کہ چاہے وہ عبادات ادا ہو جائیں لیکن ان کا اجر و ثواب اور ان کی قبولیت موقوف ہو جاتی ہے، دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں اس حال کہ میں ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں، گڑگڑا کر اور رو رو کر پکارتے ہیں کہ یا اللہ! میرا یہ مقصد پورا کر دیجئے، فلاں مقصد پورا کر دیجئے، بڑی عاجزی سے، الحاح وزاری کے ساتھ یہ دعائیں کر رہے ہوتے ہیں، لیکن کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام، لباس ان کا حرام، اور ان کا جسم حرام آمدنی سے پرورش پایا ہوا، فانی یستجاب له الدعاء ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو؟ ایسے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

معاملات کی تلافی بہت مشکل ہے

دوسری جتنی عبادات ہیں، اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی آسان ہے مثلاً نمازیں چھوٹ گئیں، تو اب اپنی زندگی میں قضا نمازیں ادا کر لو، اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکے تو وصیت کر جاؤ کہ اگر میں مر جاؤں اور میری نمازیں ادا نہ ہوئی ہوں تو میرے مال میں اس کا فدیہ ادا کر دیا جائے اور توبہ کر لو۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تلافی ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھا لیا تو اس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک صاحب حق معاف نہ کرے۔ چاہے تم ہزار توبہ کرتے رہو، ہزار نفلیں پڑھتے رہو۔ اس لئے معاملات کا باب، بہت اہمیت رکھتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور معاملات

اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تصوف اور طریقت کی تعلیمات میں معاملات کو سب سے زیادہ اولیت حاصل تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنے مریدین میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اس نے اپنے معمولات، نوافل اور اوراد و وظائف پورے نہیں کئے تو اس کی وجہ سے رنج ہوتا ہے اور اس مرید سے کہہ دیتا ہوں کہ ان کو پورا کر لو۔ لیکن اگر کسی مرید کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے روپے پیسے کے معاملات میں گڑبڑ کی ہے تو مجھے اس مرید سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے، جن کو آپ نے خلافت بھی عطا فرمادی تھی اور ان کو بیعت اور تلقین کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ ایک مرتبہ وہ سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں تشریف لائے، ان کے ساتھ ان کا بچہ بھی تھا، انہوں نے آ کر سلام کیا اور ملاقات کی، اور بچے کو بھی ملوایا کہ حضرت یہ میرا بچہ ہے، اس کے لئے دعا فرما دیجئے۔ حضرت والا نے بچے کے لئے دعا فرمائی، اور پھر ویسے ہی پوچھ لیا کہ اس بچے کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اس کی عمر ۱۳ سال ہے، حضرت نے پوچھا کہ آپ نے ریل گاڑی کا سفر کیا ہے تو اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا تھا یا پورا ٹکٹ لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت آدھا ٹکٹ لیا تھا۔ حضرت نے فرمایا: کہ آپ نے آدھا ٹکٹ کیسے لیا جب کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچے کا تو پورا ٹکٹ لگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قانون تو یہی ہے کہ بارہ سال کے بعد ٹکٹ پورا لینا چاہئے، اور یہ بچہ اگرچہ ۱۳ سال کا ہے لیکن دیکھنے میں ۱۲ سال کا لگتا ہے، اس وجہ سے میں نے آدھا ٹکٹ لے لیا۔ حضرت نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف اور طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی، آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس اور ادراک نہیں کہ بچے کو جو سفر آپ نے کرایا، یہ حرام کرایا۔ جب قانون یہ ہے کہ ۱۲ سال سے زائد عمر کے بچے کا ٹکٹ پورا لگتا ہے اور آپ نے آدھا ٹکٹ لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ریلوے کے آدھے ٹکٹ کے پیسے غصب کر لئے اور آپ نے چوری کر لی۔ اور جو شخص چوری اور غصب کرے ایسا شخص تصوف اور طریقت میں کوئی مقام نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا آج سے آپ کی خلافت اور اجازت بیعت واپس لی جاتی ہے۔ چنانچہ اس بات پر ان کی خلافت سلب فرمالی۔ حالانکہ اپنے اوراد و وظائف میں، عبادات اور نوافل میں، تہجد اور اشراق میں، ان میں سے ہر چیز میں بالکل اپنے طریقے پر مکمل تھے، لیکن یہ غلطی کی کہ بچے کا ٹکٹ پورا نہیں لیا، صرف اس غلطی کی بناء پر خلافت سلب فرمالی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک اور واقعہ:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اپنے سارے مریدین اور متعلقین کو یہ ہدایت تھی کہ جب کبھی ریلوے میں سفر کرو، اور تمہارا سامان اس مقدار سے زائد ہو جتنا ریلوے نے تمہیں مفت لیجانے کی اجازت دی ہے، تو اس صورت میں اپنے سامان کا وزن کراؤ اور زائد سامان کا کرایہ ادا

کرو، پھر سفر کرو۔ خود حضرت والا کا اپنا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ریلوے میں سفر کے ارادے سے اسٹیشن پہنچے، گاڑی کے آنے کا وقت قریب تھا، آپ اپنا سامان لے کر اس دفتر میں پہنچے جہاں پر سامان کا وزن کرایا جاتا تھا اور جا کر لائن میں لگ گئے۔ اتفاق سے گاڑی میں ساتھ جانے والا گارڈ وہاں آ گیا اور حضرت والا کو دیکھ کر پہچان لیا، اور پوچھا کہ حضرت آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں سامان کا وزن کرانے آیا ہوں۔ گارڈ نے کہا کہ آپ کو سامان کا وزن کرانے کی ضرورت نہیں، آپ کے لئے کوئی مسئلہ نہیں، میں آپ کے ساتھ گاڑی میں جا رہا ہوں، آپ کو زائد سامان کا کرایہ دینے کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے پوچھا کہ تم میرے ساتھ کہاں تک جاؤ گے؟ گارڈ نے کہا کہ میں فلاں اسٹیشن تک جاؤں گا۔ حضرت نے پوچھا کہ اس اسٹیشن کے بعد کیا ہوگا؟ گارڈ نے کہا کہ اس اسٹیشن پر دوسرا آئے گا، میں اس کو بتا دوں گا کہ یہ حضرت کا سامان ہے، اس کے بارے میں کچھ پوچھ گچھ مت کرنا۔ حضرت نے پوچھا کہ وہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا؟ گارڈ نے کہا وہ تو اور آگے جائے گا، اس سے پہلے ہی آپ کا اسٹیشن آ جائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو اور آگے جاؤں گا یعنی آخرت کی طرف جاؤں گا اور اپنی قبر میں جاؤں گا، وہاں پر کونسا گارڈ میرے ساتھ جائے گا؟ جب وہاں آخرت میں مجھ سے سوال ہوگا کہ ایک سرکاری گاڑی میں سامان کا کرایہ ادا کئے بغیر جو سفر کیا اور جو چوری کی اس کا حساب دو۔ تو وہاں پر کونسا گارڈ میری مدد کرے گا؟

معاملات کی خرابی سے زندگی حرام

چنانچہ وہاں یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی شخص ریلوے کے دفتر میں اپنے سامان کا وزن کرا رہا ہوتا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہ شخص تھانہ بھون جانے والا ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے ہے۔ حضرت والا کی بہت سی باتیں لوگوں نے لے کر مشہور کر دیں، لیکن یہ پہلو کہ ایک پیسہ بھی شریعت کے خلاف کسی ذریعہ سے ہمارے پاس نہ آئے، یہ پہلو نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ آج کتنے لوگ اس قسم کے معاملات کے اندر مبتلا ہیں اور ان کو خیال بھی نہیں آتا کہ ہم یہ معاملات شریعت کے خلاف اور ناجائز کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے غلط کام کر کے چند پیسے بچا لئے تو وہ چند پیسے حرام ہو گئے، اور وہ حرام مال ہمارے دوسرے مال کے ساتھ ملنے کے نتیجے میں اس کے بُرے اثرات ہمارے مال میں پھیل گئے۔ پھر اسی مال سے ہم کھانا کھا رہے ہیں، اسی سے کپڑے بنا رہے ہیں، اسی سے لباس تیار ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں ہماری پوری زندگی حرام

ہو رہی ہے۔ اور ہم چونکہ بے حس ہو گئے ہیں، اس لئے حرام مال اور حرام آمدنی کے بُرے نتائج کا ہمیں ادراک بھی نہیں۔ یہ حرام مال ہماری زندگی میں کیا فساد مچا رہا ہے۔ اس کا ہمیں احساس نہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ احساس عطا فرماتے ہیں، ان کو پتہ لگتا ہے کہ حرام چیز کیا ہوتی ہے۔

حرام کی دو قسمیں

یہ جو آج ہمارے دلوں سے گناہوں کی نفرت مٹتی جا رہی ہے، اور گناہ کے گناہ ہونے کا احساس ختم ہو رہا ہے، اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارے مال میں حرام مال کی ملاوٹ ہو چکی ہے۔ پھر ایک تو وہ حرام ہے جو کھلا حرام ہے۔ جس کو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ حرام ہے۔ جیسے رشوت کا مال، سود کا مال، جوا کا مال، دھوکے کا مال، چوری کا مال وغیرہ۔ لیکن حرام کی دوسری قسم وہ حرام ہے جس کے حرام ہونے کا ہمیں احساس ہی نہیں ہے، حالانکہ وہ بھی حرام ہے اور وہ حرام چیز ہمارے کاروبار میں مل رہی ہے۔ اس دوسری قسم کی تفصیل سنئے۔

ملکیت متعین ہونی چاہئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ معاملات چاہے بھائیوں کے درمیان ہوں، باپ بیٹے کے درمیان ہوں، شوہر اور بیوی کے درمیان ہوں۔ وہ معاملات بالکل صاف اور بے غبار ہونے چاہئیں اور ان میں کوئی غبار نہ ہونا چاہئے۔ اور ملکیتیں آپس میں متعین ہونی چاہئیں کہ کونسی چیز باپ کی ملکیت ہے اور کونسی چیز بیٹے کی ملکیت ہے۔ کونسی چیز شوہر کی ملکیت ہے اور کونسی چیز بیوی کی ملکیت ہے۔ کونسی چیز ایک بھائی کی ہے اور کونسی چیز دوسرے بھائی کی ہے۔ یہ ساری بات واضح اور صاف ہونی چاہئے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ چنانچہ اہل عرب کا محاورہ ہے۔

تعاشروا كالاخوان، تعاملوا كالا جانب

یعنی بھائیوں کی طرح رہو، لیکن آپس کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو۔ مثلاً اگر قرض کا لین دین کیا جا رہا ہے تو اس کو لکھو کہ یہ قرض کا معاملہ ہے، اتنے دن کے بعد اس کی واپسی ہوگی۔

باپ بیٹوں کے مشترک کاروبار:

آج ہمارا سارا معاشرہ اس بات سے بھرا ہوا ہے کہ کوئی بات صاف ہی نہیں۔ اگر باپ بیٹوں کے درمیان کاروبار ہے تو وہ کاروبار ویسے ہی چل رہا ہے، اس کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی کہ بیٹے باپ کے ساتھ جو کام کر رہے ہیں وہ آیا شریک کی حیثیت میں کر رہے ہیں، یا ملازم کی حیثیت میں کر

رہے ہیں، یا ویسے ہی باپ کی مفت مدد کر رہے ہیں، اس کا کچھ پتہ نہیں مگر تجارت ہو رہی ہے، ملیں قائم ہو رہی ہیں، دکانیں بڑھتی جارہی ہیں، مال اور جائیداد بڑھتا جارہا ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں ہے کہ کس کا کتنا حصہ ہے۔ اگر ان سے کہا بھی جائے کہ اپنے معاملات کو صاف کرو، تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو غیریت کی بات ہے۔ بھائیوں بھائیوں میں صفائی کی کیا ضرورت ہے؟ یا باپ بیٹوں میں صفائی کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب شادیاں ہو جاتی ہیں اور بچے ہو جاتے ہیں، اور شادی میں کسی نے زیادہ خرچ کرلیا اور کسی نے کم خرچ کیا۔ یا ایک بھائی نے مکان بنالیا اور دوسرے نے ابھی تک مکان نہیں بنایا۔ بس اب دل میں شکایتیں اور ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہونا شروع ہو گیا، اور اب آپس میں جھگڑے شروع ہو گئے کہ فلاں زیادہ کھا گیا اور مجھے کم ملا۔ اور اگر اس دوران باپ کا انتقال ہو جائے تو اس کے بعد بھائیوں کے درمیان جو لڑائی اور جھگڑے ہوتے ہیں وہ لا متناہی ہوتے ہیں، پھر ان کے حل کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

باپ کے انتقال پر میراث کی تقسیم فوراً کریں

جب باپ کا انتقال ہو جائے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ فوراً میراث تقسیم کرو، میراث تقسیم کرنے میں تاخیر کرنا حرام ہے۔ لیکن آج کل یہ ہوتا ہے کہ باپ کے انتقال پر میراث تقسیم نہیں ہوتی، اور جو بڑا بیٹا ہوتا ہے وہ کاروبار پر قابض ہو جاتا ہے۔ اور بیٹیاں خاموش بیٹھی رہتی ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کیا حق ہے اور کیا نہیں ہے؟ یہاں تک کہ اسی حالت میں دس سال اور بیس سال گزر گئے۔ اور پھر اس دوران کسی اور کا بھی انتقال ہو گیا، یا کسی بھائی نے اس کاروبار میں اپنا پیسہ ملا دیا، پھر سالہا سال گزرنے کے بعد جب ان کی اولاد بڑی ہوئی تو اب جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ اور جھگڑے ایسے وقت میں کھڑے ہوئے جب ڈور الجھی ہوئی ہے۔ اور جب وہ جھگڑے انتہاء کی حد تک پہنچے تو اب مفتی صاحب کے پاس چلے آرہے ہیں کہ اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں۔ مفتی صاحب بیچارے ایسے وقت میں کیا کریں گے۔ اب اس وقت یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے کہ جس وقت کاروبار کے اندر شرکت تھی، اور بیٹے اپنے باپ کے ساتھ مل کر کاروبار کر رہے تھے، اس وقت بیٹے کس حیثیت میں کام کر رہے تھے؟

مشترک مکان کی تعمیر میں حصہ داروں کا حصہ

یا مثلاً ایک مکان بن رہا ہے، تعمیر کے دوران کچھ پیسے باپ نے لگا دیئے، کچھ پیسے ایک بیٹے نے لگا دیئے کچھ دوسرے بیٹے نے لگا دیئے، کچھ تیسرے بیٹے نے لگا دیئے۔ لیکن یہ پتہ نہیں کہ کون

کس حساب سے کس طرح سے کس تناسب سے لگا رہا ہے، اور یہ بھی پتہ نہیں کہ جو پیسے تم لگا رہے ہو وہ آیا بطور قرض کے دے رہے ہو اور اس کو واپس لو گے، یا مکان میں حصہ دار بن رہے ہو، یا بطور امداد اور تعاون کے پیسے دے رہے ہو، اس کا کچھ پتہ نہیں۔ اب مکان تیار ہو گیا اور اس میں رہنا شروع کر دیا۔ اب جب باپ کا انتقال ہوا یا آپس میں دوسرے مسائل پیدا ہوئے تو اب مکان پر جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ اب مفتی صاحب کے پاس چلے آ رہے ہیں کہ فلاں بھائی یہ کہتا ہے کہ میرا اتنا حصہ ہے، مجھے اتنا ملنا چاہئے۔ دوسرا کہتا ہے کہ مجھے اتنا ملنا چاہئے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ بھائی! جب تم نے اس مکان کی تعمیر میں پیسے دیئے تھے، اس وقت تمہاری کیا نیت تھی؟ کیا تم نے بطور قرض دیے تھے؟ یا تم مکان میں حصہ دار بننا چاہتے تھے؟ یا باپ کی مدد کرنا چاہتے تھے؟ اس وقت کیا بات تھی؟ تو یہ جواب ملتا ہے کہ ہم نے تو پیسے دیتے وقت کچھ سوچا ہی نہیں تھا، نہ تو ہم نے مدد کے بارے میں سوچا تھا، اور نہ حصہ داری کے بارے میں سوچا تھا، اب آپ کوئی حل نکالیں۔ جب ڈور الجھ گئی اور سرا ہاتھ نہیں آ رہا ہے تو اب مفتی صاحب کی مصیبت آ گئی کہ وہ اس کا حل نکالیں کہ کس کا کتنا حصہ بنتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ معاملات کے بارے میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ نفلیں ہو رہی ہیں، تہجد کی نماز ہو رہی ہے، اشراق کی نماز ہو رہی ہے، لیکن معاملات میں سب الم غلم ہو رہا ہے، کسی چیز کا کچھ پتہ نہیں۔ یہ سب کام حرام ہو رہا ہے۔ جب یہ معلوم نہیں کہ میرا حق کتنا ہے اور دوسرے کا حق کتنا ہے، تو اس صورت میں جو کچھ تم اس میں سے کھا رہے ہو، اس کے حلال ہونے میں بھی شبہ ہے۔ جائز نہیں۔

امام محمدؒ اور تصوف پر کتاب

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سارے فقہی احکام اپنی تصانیف کے ذریعہ ہم تک پہنچائے۔ ان کا احسان ہمارے سروں پر اتنا ہے کہ ساری عمر تک ہم ان کے احسان کا صلہ نہیں دے سکتے۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے بہت ساری کتابیں لکھیں ہیں لیکن تصوف اور زہد کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ میں نے تصوف پر کتاب نہیں لکھی، میں نے جو "کتاب البیوع" لکھی ہے، وہ تصوف ہی کی تو کتاب ہے۔ مطلب یہ تھا کہ خرید و فروخت کے احکام اور لین دین کے احکام حقیقت میں تصوف ہی کے احکام ہیں، اس لئے کہ زہد اور تصوف درحقیقت شریعت کی ٹھیک ٹھیک پیروی کا نام ہے۔ اور شریعت کی ٹھیک ٹھیک پیروی خرید و فروخت اور لین دین کے احکام پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔

دوسروں کی چیز اپنے استعمال میں لانا

اسی طرح دوسرے کی چیز استعمال کرنا حرام ہے مثلاً کوئی دوست ہے یا بھائی ہے، اس کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرلی تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ البتہ اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ اس کی چیز استعمال کرنے سے وہ خوش ہوگا اور خوشی سے اس کی اجازت دے دے گا، تب تو استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن جہاں ذرا بھی اس کی اجازت میں شک ہو، چاہے وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو، یا چاہے وہ بیٹا ہو اور اپنے باپ کی چیز استعمال کررہا ہو، جب تک اس بات کا اطمینان نہ ہو کہ خوش دلی سے وہ اجازت دے دے گا، میرے استعمال کرنے سے وہ خوش ہوگا، اس وقت تک اس کا استعمال جائز نہیں۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایحل مال امری مسلم الابطیب نفس منه (کنز العمال، حدیث: ۳۹۷)

کسی مسلمان کا مال تمہارے لئے حلال نہیں جب تک وہ خوش دلی سے نہ دے۔ اس حدیث میں ''اجازت'' کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ ''خوش دلی'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اجازت کافی نہیں بلکہ وہ اس طرح اجازت دے کہ اس کا دل خوش ہو، تب تو وہ چیز حلال ہے۔ اگر آپ دوسرے کی چیز استعمال کررہے ہیں، لیکن آپ کو اس کی خوش دلی کا یقین نہیں ہے، تو آپ کے لئے وہ چیز استعمال کرنا جائز نہیں۔

ہر ایک کی ملکیت واضح ہونی چاہئے

بہر حال! یہ اصول ذہن میں رکھو کہ جب تک دوسرے کی خوش دلی کا اطمینان نہ ہو، اس وقت تک دوسرے کی چیز استعمال کرنا حلال نہیں، چاہے وہ بیٹا کیوں نہ ہو، باپ کیوں نہ ہو، بھائی اور بہن کیوں نہ ہو، چاہے بیوی اور شوہر کیوں نہ ہو۔ اس اصول کو فراموش کرنے کی وجہ سے ہمارے مال میں حرام کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو کوئی غلط کام نہیں کرتا، رشوت میں نہیں لیتا، سود میں نہیں کھاتا، چوری میں نہیں کرتا، ڈاکہ میں نہیں ڈالتا، اس لئے میرا مال تو حلال ہے۔ لیکن اس کو یہ نہیں معلوم کہ اس اصول کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے مال حرام کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ اور مال حرام کی آمیزش حلال مال کو بھی تباہ کر دیتی ہے اور اس کی برکتیں زائل ہو جاتی ہیں، اس کا نفع ختم ہو جاتا ہے۔ اور الٹا اس حرام مال کے نتیجے میں انسان کی طبیعت گناہوں کی طرف چلتی ہے، روحانیت کو نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے معاملات کو صاف رکھنے کی کوشش کریں کہ

کسی معاملے میں کوئی الجھاؤ نہ رہے، ہر چیز صاف اور واضح ہونی چاہیے۔ ہر چیز کی ملکیت واضح ہونی چاہیے کہ یہ چیز میری ملکیت ہے، یہ فلاں کی ملکیت ہے۔ البتہ ملکیت واضح ہو جانے کے بعد آپس میں بھائیوں کی طرح رہو۔ دوسرے شخص کو تمہاری چیز استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئے تو دیدو، لیکن ملکیت واضح ہونی چاہئے، تا کہ کل کو کوئی جھگڑا کھڑا نہ ہو جائے۔

چوری یہ بھی ہے

حکیم الامت کا ایک واقعہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہے تھے، جب ریل میں سوار ہونے کیلئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تا کہ سامان بک کرا سکیں، کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا، وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولانا کو جانتا تھا، اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا، جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ "مولانا! رہنے بھی دیجئے، آپ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں، میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں، وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا"۔

مولانا نے فرمایا: "یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائیگا؟

"غازی آباد تک" ریلوے افسر نے جواب دیا۔

"پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟" مولانا نے پوچھا۔

"یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے بھی کہدیگا" اس نے کہا

مولانا نے پوچھا "وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائیگا؟"

افسر نے کہا "وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا"

"پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟" مولانا نے پوچھا۔

افسر نے کہا "کانپور کے بعد کیا ہونا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائیگا"

حضرتؒ نے فرمایا "نہیں، میرا سفر تو بہت لمبا ہے، کانپور پر ختم نہیں ہوگا، اس لمبے سفر کی انتہا تو آخرت میں ہوگی، یہ بتائیے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر

کیوں اور کس طرح لے گئے؟ تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کرسکیں گے؟"

پھر مولانا نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے، اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرائے کے بغیر ریل میں سوار کردیا کریں، لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرائے کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس گناہ کا جواب دینا پڑیگا، اور آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑیگی، لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کرلیجئے۔ ریلوے کا وہ اہل کار مولانا کو دیکھتا رہ گیا، لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے۔

ایک اور واقعہ

اسی طرح کا ایک واقعہ میرے والد ماجد (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ پیش آیا، وہ ایک مرتبہ ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے، لیکن دیکھا کہ جس درجے کا ٹکٹ لیا ہوا ہے، اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں، گاڑی روانہ ہونے والی تھی، اور اتنا وقت بھی نہ تھا کہ جا کر ٹکٹ تبدیل کروالیں، مجبوراً اوپر کے درجے کے ایک ڈبے میں سوار ہوگئے، خیال یہ تھا کہ ٹکٹ چیک کرنے والے آئیگا تو ٹکٹ تبدیل کرالینگے، لیکن اتفاق سے پورے راستے کوئی ٹکٹ چیک کرنے والا نہ آیا، یہاں تک کہ منزل آگئی، منزل پر اتر کر وہ سیدھے ٹکٹ گھر پہنچے، وہاں جا کر معلومات کیں کہ دونوں درجوں کے کرائے میں کتنا فرق ہے؟ پھر اتنی ہی قیمت کا ایک ٹکٹ وہاں سے خرید لیا، اور وہیں پر پھاڑ کر پھینک دیا، ریلوے کے جس ہندو افسر نے ٹکٹ دیا تھا، جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے ٹکٹ پھاڑ کر پھینک دیا ہے تو اسے سخت حیرانی ہوئی، بلکہ ہوسکتا ہے کہ والد صاحبؒ کی دماغی حالت پر بھی شبہ ہوا ہو، اس لئے اس نے باہر آکر ان سے پوچھ گچھ شروع کردی کہ آپ نے ٹکٹ کیوں پھاڑا؟ والد صاحبؒ نے اسے پورا واقعہ بتایا اور کہا کہ اوپر کے درجے میں سفر کرنے کی وجہ سے یہ پیسے میرے ذمے رہ گئے تھے، ٹکٹ خرید کر میں نے یہ پیسے ریلوے کو پہنچا دیئے، اب یہ ٹکٹ بیکار تھا، اس لئے پھاڑ دیا، وہ شخص کہنے لگا کہ "مگر آپ تو اسٹیشن سے نکل آئے تھے، اب آپ سے کون زائد کرائے کا مطالبہ کرسکتا تھا" والد صاحبؒ نے جواب دیا کہ "جی ہاں، انسانوں میں تو اب کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں تھا، لیکن جس حق دار کے حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو، اسکا مطالبہ اللہ تعالیٰ ضرور کرتے ہیں، مجھے ایک دن ان کو منہ دکھانا ہے، اس لئے یہ کام ضروری تھا"۔

یہ دونوں واقعات قیام پاکستان سے پہلے اس دور کے ہیں جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی، اور مسلمانوں کے دل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں، چنانچہ ملک کو انگریزی حکومت سے آزاد کرانے کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں، خود حضرت مولانا تھانویؒ برملا اس خواہش کا اظہار فرما چکے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی الگ حکومت ہونی چاہئے جس میں وہ غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہو کر شریعت کے مطابق اپنا کاروبار زندگی چلا سکیں، لیکن انگریزی کی حکومت سے متنفر ہونے کے باوجود اس کے قائم کئے ہوئے محکمے سے تھوڑا سا فائدہ بھی معاوضہ ادا کئے بغیر حاصل کرنا انہیں منظور نہ تھا۔

دوسروں کی اشیاء استعمال کرنے میں اسلامی تعلیمات

بات دراصل یہ ہے کہ چوری کی قانونی تعریف خواہ کچھ ہو، لیکن گناہ وثواب کے نقطہ نظر سے کسی دوسرے کی چیز اس کی آزاد مرضی کے بغیر استعمال کرنا چوری ہی میں داخل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسیوں احادیث میں مختلف انداز سے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے، چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے، ارشاد ہے کہ:

" حُرمَةُ مَالِ المُسلِمِ کَحُرمَةِ دَمِہٖ "

"مسلمان کے مال کی حرمت بھی ایسی ہی ہے جیسے اس کے خون کی حرمت"

(مجمع الزوائد ص:۱۷۲، ج:۴)

واضح رہے کہ حدیث میں اگرچہ "مسلمان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لیکن دوسری احادیث کی روشنی میں مسلمان حکومت کے غیر مسلم باشندے، جو امن کے معاہدے کے ساتھ رہتے ہوں، یا اس غیر مسلم حکومت کے غیر مسلم باشندے جس کے تحت مسلمان پر امن طور پر رہتے ہوں، ان کے جان ومال کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مسلمان کے جان ومال کا احترام، لہٰذا اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ غیر مسلموں کی جان ومال قابل احترام نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ "

کسی مسلمان شخص کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد ص:۱۷۲، ج:۴)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جو خطبہ دیا، اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

" لاَ یَحِلُّ امرِئٍ مِن مَالِ اَخِیہِ اِلّاَ مَا طَابَت بِہٖ نَفسُہٗ "

کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خوش دلی سے دیا ہو، (مجمع الزوائد ص:۱۷۱۔ ج:۴)

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" لَا يَحِلُّ لِمُسلِمٍ اَن يَّاخُذَ مَالَ اَخِيهِ بِغَيرِ حَقٍّ، وَذٰلِکَ لِمَا حَرَّمَ اللّٰهُ مَالَ المُسلِمِ عَلَى المُسلِمِ، وَاَن يَّاخُذَ عَصَا اَخِيهِ بِغَيرِ طِيبِ نَفسٍ "

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال ناحق طور پر لے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کیا ہے، اور اسکو بھی حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اسکی خوش دلی کے بغیر لے۔ (مجمع الزوائد ص:۱۷۱۔ ج:۴)

ان تمام احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی واضح فرمادی ہے کہ دوسرے کی کوئی چیز لینے یا استعمال کرنے کے لئے اس کا خوشی سے راضی ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر کسی وقت حالات سے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنی ملکیت استعمال کرنے کی اجازت کسی دباؤ کے تحت یا شرما شرمی میں دیدی ہے، اور وہ دل سے اس پر راضی نہیں ہے، تو ایسی اجازت کو اجازت نہیں سمجھا جائیگا، بلکہ اسکا استعمال بھی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

دعوت فکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو نظر آئیگا کہ نہ جانے کتنے شعبوں میں ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، ہم چوری اور غصب بس یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں چھپ کر داخل ہو اور اس کا سامان چرائے، یا طاقت کا باقاعدہ استعمال کر کے اس کا مال چھینے، حالانکہ کسی کی مرضی کے خلاف اسکی ملکیت کا استعمال، کسی بھی صورت میں ہو، وہ چوری یا غصب کے گناہ میں داخل ہے۔

چوری کی مروجہ صورتیں

اس قسم کی چوری اور غصب کی جو مختلف صورتیں ہمارے معاشرے میں عام ہوگئی ہین، اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بظاہر مہذب افراد بھی ان میں مبتلا ہیں، ان کا شمار مشکل ہے،

تاہم مثال کے طور پر اسکی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) ایک صورت تو وہی ہے کہ جس کی طرف حضرت مولانا تھانویؒ کے مذکورہ واقعے میں اشارہ

کیا گیا ہے، آج یہ بات بڑے فخر سے بیان کی جاتی ہے کہ ہم اپنا سامان ریل یا جہاز میں کرایہ دیئے بغیر نکال لائے، حالانکہ اگر یہ کام متعلقہ افسروں کو آنکھ بچا کر کیا گیا تو اس میں اور چوری میں کوئی فرق نہیں، اور اگر ان کی رضامندی سے کیا گیا، جبکہ وہ اجازت دینے کے مجاز نہ تھے، تو ان کا بھی اس گناہ میں شریک ہونا لازم آیا، ہاں اگر کسی افسر کو ریلوے یا ائیر لائنز کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ زیادہ سامان بغیر کرائے کے چھوڑ دے، تو بات دوسری ہے۔

(۲) ٹیلی فون ایکسچینج کے کسی ملازم سے دوستی گانٹھ کر دوسرے شہروں میں فون پر مفت بات چیت نہ صرف یہ کہ کوئی عیب نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اسے اپنے وسیع تعلقات کا ثبوت قرار دیکر فخریہ بیان کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ بھی ایک گھٹیا درجے کی چوری ہے، اور اس کے گناہ عظیم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(۳) بجلی کے سرکاری کھمبے سے کنکشن لے کر مفت بجلی کا استعمال چوری کی ایک قسم ہے، جس کا رواج بھی عام ہوتا جا رہا ہے، اور یہ گناہ بھی ڈنکے کی چوٹ کیا جاتا ہے۔

(۴) اگر ہم کسی شخص سے اسکی کوئی چیز مانگتے ہیں جبکہ ہمیں غالب گمان یہ ہے کہ وہ زبان سے تو انکار نہیں کر سکے گا، لیکن دینے پر دل سے راضی بھی نہ ہوگا، اور دیگا تو محض شرما شرمی اور بادل ناخواستہ دیگا، تو یہ بھی غصب میں داخل ہے، اور ایسی چیز کا استعمال حلال نہیں، کیونکہ دینے والے نے خوش دلی کے بجائے وہ چیز دباؤ میں آ کر دی ہے۔

(۵) اگر کسی شخص سے کوئی چیز عارضی استعمال کے لئے مستعار لی گئی اور وعدہ کر لیا گیا کہ فلاں وقت لوٹا دی جائیگی، لیکن وقت پر لوٹانے کے بجائے اسے کسی عذر کے بغیر اپنے استعمال میں باقی رکھا تو اس میں وعدہ خلافی کا بھی گناہ ہے، اور اگر وہ مقررہ وقت کے بعد اسکے استعمال پر دل سے راضی نہ ہو تو غصب کا گناہ بھی ہے۔ یہی حال قرض کا ہے کہ واپسی کی مقررہ تاریخ کے بعد قرض واپس نہ کرنا (جبکہ کوئی شدید عذر نہ ہو) وعدہ خلافی اور غصب دونوں گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۶) اگر کسی شخص سے کوئی مکان، زمین یا دوکان ایک خاص وقت تک کے لئے کرائے پر لی گئی، تو وقت گذر جانے کے بعد مالک کی اجازت کے بغیر اسے اپنے استعمال میں رکھنا بھی اسی وعدہ خلافی اور غصب میں داخل ہے۔

(۷) اگر مستعار لی ہوئی چیز کو ایسی بے دردی سے استعمال کیا جائے جس پر مالک راضی نہ ہو، تو یہ بھی غصب کی مذکورہ تعریف میں داخل ہے، مثلاً کسی بھلے مانس نے اگر اپنی گاڑی دوسرے کو

استعمال کرنے کی اجازت دیدی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسکے ساتھ "مال مفت دل بے رحم" کا معاملہ کرے، اور اسے خراب راستوں پر اس طرح دوڑائے پھرے کہ اس کے کل پرزے پناہ مانگنے لگیں، اگر کسی نے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس پر طویل فاصلے کی کالیں دیر دیر تک کرتے رہنا یقیناً غصب میں داخل اور حرام ہے۔

(۸) بک اسٹالوں میں کتابیں، رسالے اور اخبارات اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ ان میں سے جو پسند ہوں، لوگ انہیں خرید سکیں، پسند کے تعین کے لئے انکی معمولی ورق گردانی کی بھی عام طور سے اجازت ہوتی ہے، لیکن اگر بک اسٹال پر کھڑے ہو کر کتابوں، اخبارات یا رسالوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا جائے، جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو، تو یہ بھی ان کا غاصبانہ استعمال ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

یہ چند سرسری مثالیں ہیں جو بے ساختہ قلم پر آ گئیں، مقصد یہ ہے کہ ہم سب مل کر سوچیں کہ ہم کہاں کہاں چوری اور غصب کے گھٹیا جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ (از ذکر و فکر)

کمائی میں شرکت کا حکم

سوال: عبدالعزیز اور انکے برادر زادہ حقیقی محمد یعقوب و محمد وضاحت نے نوکری کی اور جو کچھ انہیں حاصل ہوا وہ یکجائی میں گھر بھیجا اور سب نے یکجائی میں زمین خرید کی، اسی حالت میں عبدالعزیز نے وفات پائی تو اب مال متروکہ میں مرحوم عبدالعزیز کی جو چیزیں مثل کتاب وغیرہ کے ہیں ان میں محمد یعقوب و محمد وضاحت کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ جواب: ایسی حالت میں وہ مال درمیان عبدالعزیز و محمد یعقوب و محمد وضاحت کے مشترک سمجھا جائے گا اور اثلاثاً تقسیم ہوگی، ایک حصہ محمد یعقوب کو اور ایک محمد وضاحت کو اور ایک عبدالعزیز کو۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۷۷)

کوٹ پتلون سینا

سوال: زید کا کام کپڑے سینے کا ہے جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کرتا ہے اور پتلون اس قسم کی تیار کی جاتی ہے جو رانوں میں پھنسی ہو تو اس طرح کوٹ پتلون سینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشاف ستر کا تو احتمال نہیں ہے یعنی اس میں مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا جس کا چھپانا فرض ہے، رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو تو کچھ اشکال نہیں، البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے تو اس وجہ سے ان

کے سینے میں بھی کراہت ہوگی لیکن اگر یہ لباس عامۃ مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۱۴ص ۳۶۸) ''جیسا کہ اب اس لباس میں عموم دیکھا جارہا ہے'' (م'ع)

باعزت طریقے سے غیر ملک سے مال لانا

سوال: دوسرے ملک سے اپنے ملک میں باعزت طریقے سے مال لانا کیسا ہے؟

جواب: خطرہ سے محفوظ رہنے کا یقین ہو تو فی نفسہ جائز ہے ورنہ قانون کے خلاف کر کے قانون کی زد میں آنے کی صورت میں حکومت کی مخالفت خطرناک ہے' پتہ لگنے پر مال وعزت دونوں کا خطرہ ہے' پس ایسا خطرہ مول لینے سے بچنا ہی چاہیے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج۱ص ۲۷۲)

''مومن کے لیے زیبا نہیں کہ ایسا قدم اٹھائے جس کے نتیجہ میں ذلت ہو۔'' (م'ع)

بے پردہ عورت کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

سوال: عورت کی محنت کی کمائی جس میں بے پردگی ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کے ذمہ پردہ لازم ہے تاہم بے پردگی کی وجہ سے اس کی حلال کمائی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۴ص ۳۷۷) ''جیسے بے نمازی کی حلال کمائی کو ناجائز نہیں کہتے'' (م'ع)

لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا

سوال: انگلینڈ میں سولہ سال کی عمر کے بعد اسکول کی طرف سے لڑکیوں کو فیکٹری میں کام ملتا ہے' اس میں صرف عورتیں ہی کام کرتی ہیں' مرد کا نام بھی نہیں' اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: بوقت حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ص ۳۷۸)

''اجازت کا موقوف علیہ شرعی حدود کی رعایت کرنا ہے'' (م'ع)

مسلم اور غیر مسلم کا مائک وگراموفون مشترک خریدنا

سوال: اگر کوئی مسلمان اور غیر مسلم دونوں مل کر مشترکہ لاؤڈ اسپیکر مع گراموفون خریدیں تاکہ کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں اور مسلمان اپنے جلسوں میں کرائے پر چلا کر آمدنی حاصل کریں اور غیر مسلم ناٹک وغیرہ میں چلا کر وصول کریں اور خود لے لیں' یہ دونوں صورتوں کی کمائی کو تقسیم کرلیں' یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر مالک صرف مسلمان ہوں اور یہ اشیاء ہندو کو کرائے پر دے دیں تو یہ کیسا ہے؟

جواب: اس طرح مل کر یہ دونوں چیزیں مشترک خریدنا درست نہیں' اگر صلح کر کے گراموفون

غیر مسلم کو دے کر لاؤڈ اسپیکر مسلمان خود رکھ لے اگر چہ کچھ نقد بھی دینا پڑے تو بہتر ہے پھر لاؤڈ اسپیکر جائز جلسوں اور تقریروں میں لے جا کر اس کا کرایہ وصول کرلیا کرے تو یہ آمدنی درست ہوگی اگر دونوں چیزیں مشترک ہیں اور مسلمان صرف جائز جلسوں میں اسپیکر کی آمدنی لیا کرے تب بھی درست ہے اگر آمدنی مشترک ہی رہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر زائد آمدنی جائز مقامات پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ہو اور کم آمدنی ناجائز ہو تو بھی مسلمان کے لیے نصف آمدنی بہ حصہ رسد اس آمدنی کا لینا درست ہے گراموفون کی آمدنی درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۰۸)

غیر مسلموں کی متروکہ جائیداد فروخت کا حکم

سوال: تقسیم ملک کے نتیجہ میں ہندوؤں کے یہاں سے چلے جانے کے بعد ان کی جائیدادیں وغیرہ رہ گئی ہیں ایک شخص نے کچھ حصہ پر قبضہ کر کے اسے اپنی ملکیت میں لے لیا ہے کیا اس کے لیے اس جائیداد کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غیر مسلم اقوام کی متروکہ جائیداد اور دیگر اشیاء چونکہ بیت المال اور قومی خزانہ کا حق بنتا ہے اس بناء پر ذاتی مفاد کے لیے اس پر قبضہ کرنا اور اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر حکومت کی باضابطہ اجازت سے فروخت کی جائے اور رقم قومی خزانہ میں جمع ہو تو اس صورت میں بیع جائز ہوگی۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۱۳۶ مطلب فی بیان معنی الغنیمۃ والفیئ) ومثلہ فی فتح القدیر ج ۵ ص ۲۷۲ کتاب البیوع) (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۸۷)

غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت

سوال: پہاڑی جنگلات میں کاشتکاری نہیں ہوتی بلکہ مویشی چرانے کا جنگل ہوتا ہے چھ ماہ کے لیے مویشی اس میں چرتے ہیں گورنمنٹ فی بھینس ۱۲ روپے چھ ماہ کا ٹیکس لیتی ہے جنگلی باشندے بعض جگہ سبزی وغیرہ لگا دیتے ہیں ان لوگوں کے لیے یہ سبزی لگانا کیسا ہے؟ افسران کہتے ہیں کہ تم ان کو نکال پھینکو تو ٹیکس والے لوگ ان کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: غیر مملوکہ زمین میں جس نے جو کچھ بو دیا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں لیکن اگر زمین کو مالک سے کسی نے کرایہ پر لیا ہے تو اس میں دوسرے شخص کو کاشت کرنے کا حق نہیں اس کو اجازت ہے کہ اس کی سبزی وغیرہ اکھاڑ پھینکے فی بھینس ٹیکس دینے پر سب زمین کرائے میں شمار نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۴۶) ''صورت مسئولہ میں سبزی لگانے کی اجازت نہ ہوگی ہاں اگر قطعہ زمین کا ٹھیکہ لیا ہے تو مدت متعینہ میں جس چیز کی کاشت کرنا چاہے کرے'' (م ع)

رمضان المبارک میں دن کے وقت ہوٹل کھولنا

سوال: ماہ رمضان المبارک میں غیر روزہ داروں کے لیے دن میں ہوٹل کھولنا کیسا ہے؟

جواب: ماہ مبارک کا احترام کرتے ہوئے دن کو کھانے پینے کا ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے' کھانے پینے والا چاہے جو بھی ہو'یہ مبارک مہینہ شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کا احترام ضروری ہے۔لہٰذا اگر دن میں ہوٹل کھولے گا تو ماہ مبارک کی حرمت باقی نہ رہے گی اور کھولنے والا گنہگار ہوگا' البتہ افطاری سے کچھ پہلے لوگ افطاری کی چیزیں حلیم' فیرنی' سموسے وغیرہ خرید کر اپنے گھر لے جاتے ہوں تو اس میں کوئی خرابی نہیں کہ افطاری کا سامان ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ج ٦ ص ۲۵۱)

ضرورت کے لیے غلہ روکنا

سوال: بیج کی نیت سے کہ وقت تخم ریزی کے فروخت کروں گا غلہ بیج کا روکنا کیسا ہے؟

جواب: اپنی ضرورت کے واسطہ غلہ کا روکنا درست ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵٦۳)''اور صورت مسئولہ میں بھی غلہ روکنا درست ہے'غلہ روکنے کی ممانعت خاص صورت میں ہے''(م'ع)

ایکسیڈنٹ ہونے کی صورت میں سرکار سے معاوضہ لینا

سوال: زید کا سرکاری بس سے ٹکراؤ ہو گیا اور جائے حادثہ پر شہید ہو گیا'اب اگر ڈرائیور کے خلاف عدالتی کارروائی کی جائے تو اس کو سزا بھی ہوگی اور اس کے بعد سرکار کچھ معاوضہ بھی دے گی تو ڈرائیور کے خلاف مقدمہ کرنا اور حکومت سے معاوضہ وصول کرنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

جواب: مقدمہ دائر کر دینا اور حکومت سے معاوضہ قبول کرنا دونوں درست ہیں اور معاف کر دینا بہتر ہے اس لیے کہ یہ حادثہ بہت سے بہت قتل خطا میں آ سکتا ہے اور قتل خطا میں قصاص یا قتل نہیں ہوتا'صرف دیت لازم آ سکتی ہے اور دیت میں ذمی' مستامن' مسلم سب برابر ہیں اور دیت میں صرف مال عوض میں لے سکتے ہیں' سزا جسمانی کرانا درست نہیں اور حق دار میت کو دیت کے معاف کرنے کا حق بھی ہوتا ہے اور معاف کر دینا جائز بلکہ اولیٰ ہے۔پس اگر حق دار دیت لے کر معاملہ صاف کر لے'یا صلح وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ صاف کر لے اور پھر مقدمہ دائر کرنے میں اس کی سزا کا ظن غالب ہو اور مقدمہ دائر کرنے میں اپنے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو(خواہ قانونی خواہ غیر قانونی) تو مقدمہ دائر نہ کرے۔(منتخبات نظام الفتاویٰ ج ا ص ۳۰۳)

چکی والوں کا گردہ (جلن) کے نام سے آٹا کاٹنا

سوال: آٹے کی چکی والے گیہوں پیسنے پر دو آنہ (جہاں جو بھی اجرت ہو) فی کلو کے حساب سے اجرت لیتے ہیں اور ایک من میں ایک کلو آٹا جلن کے نام سے کاٹتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پسائی کے وقت چکی چلنے کی گرمی سے اتنا آٹا اندازاً جل جاتا ہے تو یہ گردہ کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس مذکورہ طریقہ سے گردہ کاٹنا قفیز طحان ہے جس کی ممانعت حدیث پاک میں ہے اس لیے شرعاً اس طرح سے معاملہ کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اس کا آسان اور بہتر طریقہ جو شرعاً عام طرح سے جائز بھی ہے اور اس میں جتنا کام پہلے کرنا پڑتا تھا' تقریباً اتنا ہی کرنا پڑے گا' صرف تھوڑی توجہ کرنا پڑے گی۔

اس لیے کہ جب غلہ پسنے کے لیے آتا ہے تو چکی والا وزن کر کے سب غلہ پیس لیتا ہے اور بعد اسی پسے ہوئے میں سے گردہ کے نام پر جتنا لینا ہوتا ہے لے لیتا ہے' یہی قفیز طحان ہے جو منع ہے۔

پس اگر وہ پیسنے کے بعد بجائے کاٹنے کے یہ کرے کہ جب شروع میں غلہ وزن کرلے اسی وقت جتنا آٹا گردہ وغیرہ کے نام سے بعد میں نکالنا ہے پیسنے سے پہلے ہی نکال لے اور جتنا غلہ بچے اس کو پیس کر پورا کا پورا دے دے' اگر دوبارہ وزن کرنے میں کم وبیش ہو تو اپنے پاس سے ملا دے جیسے اس وقت کرتا تھا جب پیسنے کے بعد کم وبیش آٹا ہونے پر اپنے پاس سے ملانے یا نکالنے کا عمل کرتا تھا' مزید کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا اور معاملہ جائز ہو جائے ورنہ اگر وہ نہ کاٹے اور پسائی کی اجرت بڑھا دے تو پسانے والا اس کو بار اور غلط سمجھے گا اور آئندہ غلہ پسائی کے لیے نہیں لائے گا اور بدنام الگ کرے گا اور مذکورہ بالا تدبیر سے گاہک بھی مطمئن رہے گا اور پریشانی کی بھی کوئی بات نہ آئے گی اور قفیز طحان کی شرعی خرابی سے بھی حفاظت ہو جائے گی۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۷)

پریس میں خبروں کے ساتھ تصویر چھاپنا

سوال: ہندوستان میں مسلمان ملازموں کو خبر کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی چھاپنا پڑتی ہیں' یہ ملازمت اور اس کی کمائی کیسی ہے؟ جواب: جاندار کی تصویر شائع کرنا شرعاً جائز نہیں' اس کی ملازمت بھی ناجائز ہے لیکن اگر پریسوں میں دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جاتی ہیں اور اس میں تصویریں بھی ہوں اور تصویریں کم ہوں اور جائز چیزیں زائد ہوں تو ایسی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔" تاہم اگر دوسری ایسی ملازمت اختیار کرلیں جس میں زائد اور کم کی بحث نہ ہو خالص حلال ہو تو زیادہ بہتر ہے" (م'ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۱۹)

گانے کا پیشہ کرنا

سوال: جو لوگ گانے کا پیشہ کرتے ہیں یا سنتے ہیں' شریعت اس فعل کے کرنے والوں کو کیا حکم دیتی ہے؟

جواب: گانے کا کسب تو بہر صورت ممنوع ہے اور اگر اشعار کے مضامین خلاف شرع ہوں یا آلات لہو کا بھی اس کے ساتھ استعمال ہو تو سننا بھی جائز نہیں۔ "اور گانے کے عوض جو اجرت یا انعام ملتا ہے وہ حرام ہے" (م ، ع) (کفایت المفتی ج ۹ ص ۲۶۵)

آلات موسیقی کی خرید وفروخت

سوال: باجا' ستار اور دیگر آلات موسیقی کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: موسیقی چونکہ اسلام میں ناجائز اور حرام ہے اس لیے وہ آلات جو محض موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہوں اور بغیر کسی تغیر و تبدیلی کے ان سے موسیقی کا کام لیا جاتا ہو آلات معاصی ہونے کی وجہ سے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوگی کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے جواز کی گنجائش نہیں۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۶۸ کتاب السیر) (قال العلامۃ ابن نجیم: نظیرہ بیع المزامیر یکرہ عنا ان ماقامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ والا فلا۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۴۳ بتغییر یسیر۔ آخر کتاب البغاۃ) ومثلہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ج ۲ ص ۱۵۳ کتاب الاجارۃ) (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۳۶)

میراثیوں کا مشرکوں کی شادی میں ڈھول بجانا

سوال: مشرکوں کی شادیوں تیوہاروں پر اگر مسلمان میراثی پڑھائیں' ڈھول باجے بجائیں اور ان کو رسومات شرکیہ ادا کرائیں تو ان کا ایمان کیسا ہے؟

جواب: مسلمان میراثیوں کو ہندوؤں کے یہاں ان کی مشرکانہ تقریبات میں جانا ناجائز اور حرام ہے اور گانا بجانا تو مطلقاً خواہ شادی بیاہ کی تقریب ہو یا مذہبی تقریب میں ناجائز ہے تاہم چونکہ یہ لوگ مزدوری کی نیت سے جاتے ہیں اس لیے ان کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ "پیشہ یہ حلال نہیں' یہ کمائی حرام ہے" (م ، ع) (کفایت المفتی ج ۹ ص ۱۹۶)

بینڈ باجا

سوال: میری تمام گزر اس بات پر ہے کہ میں بینڈ باجا فروخت کرتا ہوں مگر گھر میں ہمیشہ بربادی رہتی ہے' ہر وقت جیب خالی' پیٹ خالی' میرے لیے کیا مشورہ ہے؟

جواب: بینڈ باجے کی ناجائز تجارت کی یہ نحوست ہے کہ آمدنی زیادہ ہونے کے باوجود خیر و برکت نہیں، اللہ کے سامنے رو کر توبہ کریں، حلال روزی مانگیں خواہ تھوڑی ہو، معمولی مزدوری کر لیں، اگرچہ اپنی شان کے خلاف ہو، فجر کی سنت و فرض کے درمیان الحمد شریف ۴۱ بار اول و آخر درود شریف ۱۱ بار، نماز فجر کے بعد اذا جاء نصر اللہ ۲۱ بار، ظہر کے بعد ۲۲ بار، عصر کے بعد ۲۳ بار، مغرب کے بعد ۲۴ بار، عشاء کے بعد ۲۵ بار پڑھا کریں، نیز کوئی ایک وقت مقرر کر کے باوضو قبلہ رو بیٹھ کر درود شریف ۵۰۰ بار پڑھا کریں، روزی فراغت سے ملے گی، خدائے پاک اپنا فضل فرمائے۔

"یہ صرف سائل کے لیے نہیں بلکہ ہر مبتلا کے لیے نسخہ ہے" (م،ع) (فتاوی محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۳۳)

ڈیوٹی کے اوقات میں اگر نماز کا وقت آ جائے؟

سوال: ہوٹل کے نوکر ہوتے ہیں، اگر وہ نماز نہ پڑھیں اور روزہ نہ رکھیں تو ہوٹل کے مالک پر اخروی اعتبار سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: ہوٹل کے اوقات میں اگر نماز کا وقت ہو جائے تو مالک پر ضروری ہے کہ اپنے ملازمین کو نماز کے لیے کہے، اگر وہ اپنے مفاد کی خاطر چشم پوشی کرے گا تو وہ بھی اخروی اعتبار سے جواب دہ ہوگا، لہٰذا مالک ہوٹل پر ضروری ہے کہ اخروی ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے خود بھی نماز کی پابندی کرے اور اپنے ماتحتوں کو بھی نماز کی پابندی کی تاکید کرے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۶ ص ۳۱۸)

پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت

سوال: پتنگ کی ڈور کا کاروبار اور آتش بازی کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو ڈور صرف پتنگ کے کام آتی ہے اور کسی کام نہیں آتی اس کا کاروبار مکروہ ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۳۹۰ ج ۱۲) "اور آتش بازی کی تجارت منع ہے" (م،ع)

لقطہ سے تجارت کرنا

سوال: کسی شخص نے راستہ میں ایک ہزار روپیہ پایا، اس وقت مالک کو دینے سے انکار کر دیا اور اس سے تجارت کی جس سے نفع ہوا اب مالک کا روپیہ واپس کرتا ہے تو مع نفع کے واپس کرے یا صرف ایک ہزار؟

جواب: اس کو ایسا کرنا جائز نہیں، یہ خیانت ہے، اس روپیہ سے جتنا نفع کمایا ہے اس کو غرباء پر صدقہ کر دے اور اصل روپیہ مالک کو واپس دے اور اپنی اس خیانت کی معافی بھی مانگے، توبہ و استغفار بھی کرے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۳۸۴ ج ۱۷) "تاکہ گناہ کا بوجھ بھی ختم ہو" (م،ع)

ہڈیوں کی تجارت کا حکم

سوال: زید حلال حرام اور مردار جانوروں کی ہڈی خرید و فروخت کرتا ہے' جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: سور کے علاوہ تمام جانوروں کی ہڈیوں کی تجارت جائز ہے' اگرچہ مردار کی ہڈیاں ہوں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ص ۲۹۴ ج ۱) "چونکہ ہڈی پاک ہے سوائے خنزیر کے" (م'ع)

ٹیلی ویژن وغیرہ کی مرمت وتجارت کا حکم

سوال: ٹیلی ویژن' وی سی آر' ریڈیو وغیرہ آلات لہو ولعب کی تجارت اور مرمت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے اور اس کی آمدنی حلال ہے یا حرام؟

جواب: ٹیلی ویژن' وی سی آر میں نامشروع اور لہو ولعب سے بچتے ہوئے محض جائز چیزوں کا دیکھنا یا سننا سب متعذر رہتا ہے اس لیے اس کا آلہ لہو ولعب ہونا ظاہر ہے اور اس کی ممانعت حدیث پاک میں ہے: "کل لهو لمسلم حرام الا ثلثة" اور یہ دونوں چیزیں الاثلثة میں داخل نہیں لہٰذا ان کی تجارت' مرمت وغیرہ شرعاً کچھ بھی جائز نہ رہے گی اور اس کی آمدنی بھی حلال نہ رہے گی' ہاں ریڈیو میں جائز کلام وغلط خبر وغیر لہو ولعب میں مبتلا ہوئے بغیر رہنا متعذر ہے اس لیے ریڈیو میں جائز باتیں اسطرح سننا کہ نامشروع چیزوں کا ارتکاب لازم نہ آئے درست رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ص ۲۷۰ ج ۱)

ہارمونیم کی تجارت

سوال: میں ہارمونیم بنا کر سب عیب بتا کر بیچتا ہوں' گاتا بجاتا نہیں ہوں' دستکار ہوں' یہ کیسا ہے؟

جواب: ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے اس کی تجارت مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۶۹)

خنزیر کے بالوں کی تجارت کا حکم

سوال: ایک مسلمان خنزیر کے بالوں کی تجارت کرتا ہے ان کو مشرک ملازم چھوتے ہیں' خود ہاتھ نہیں لگاتا لیکن نفع کا روپیہ حاصل کرتا ہے اور اس کیلئے خط وکتابت کرتا ہے تو اس تجارت کے نفع کا کیا حکم ہے؟

جواب: خنزیر کے بال ظاہر روایت اور مذہب مفتیٰ بہ کے موافق نجس اور ناقابل انتفاع ہیں اس لیے ان کی تجارت بھی ناجائز ہے' ہاں امام محمدؒ کی روایت کے بموجب اس میں اتنا شبہ پیدا ہوگیا کہ امام محمدؒ نے ضرورت کے وقت اس سے فائدہ اٹھانے کو جائز فرمایا ہے اس لیے تجارت کے حرام ہونے میں خفت آگئی ہے تاہم حرمت کا حکم ہی راجح اور احوط ہے۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۱۳۰)

کتے کی خرید وفروخت کرنا

سوال: مسلمان کے لیے کتے کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب کتا پالنا اور اس سے نفع اٹھانا' اس کو تعلیم دلانا اور اس کے ذریعے حاصل شدہ شکار کھانا نصوص قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو پھر اس کی بیع کا مسئلہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے' کتب فقہ بحر الرائق' درمختار میں اس کی بیع کو درست لکھا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۳)

آنکھوں کی خرید وفروخت

سوال: ایک ڈاکٹر صاحب دوسروں کی آنکھیں لے کر خراب شدہ آنکھیں نکال کر اس میں لگا دیتا ہے' کیا اس طرح زندگی میں' یا موت کے بعد آنکھوں کی خرید وفروخت جائز ہے؟ اور زید کے لیے اپنی خراب آنکھیں نکلوا کر صحیح آنکھیں لگوانا جائز ہے؟

جواب: زید کے لیے اس طرح دوسروں کی آنکھیں استعمال کرنا ناجائز ہے' زندہ آدمی کی آنکھوں کی بیع بھی ناجائز ہے' مردہ کی بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۷۰)

حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت کرنا

سوال: یہاں کے دُکاندار کروم خریدنے جاتے ہیں جن کے یہاں سے خریدتے ہیں ان کی عورتیں' بچوں کو دودھ پلاتے وقت چھاتی کو ننگی کر کے دودھ دیتی ہیں تو مسلم بیوپاری کو وہاں سے مال خریدنا ناجائز ہے یا نہیں؟

جواب: مال خریدنا تو درست ہے لیکن نامحرم پر نظر نہ کی جائے' جیسا کہ بازار میں بھی عورتیں سر وبازو کھولے ہوئے رہتی ہیں' ان کی طرف نظر ممنوع ہے اور نفس بازار سے اپنی ضروری اشیاء خریدنا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۰۱/۲)

شراب کے لیے بوتل فروخت کرنا

سوال: ایک شخص کباڑی کا کام کرتا ہے' پرانا لوہا' پلاسٹک' خالی بوتلیں وغیرہ' اس میں شراب کی بھی خالی شدہ بوتلیں آجاتی ہیں' وہ بوتلیں شراب فروخت کرنے والے لے جاتے ہیں' کیا مذکورہ کام کرنے والے کیلئے شراب کی بوتلیں فروخت کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر یہ بوتلیں صرف شراب ہی کیلئے استعمال ہوتی ہیں تو ان کو فروخت کرنا ایک حیثیت سے شراب فروخت کرنے والوں کی اعانت ہے اور حدیث میں شراب بیچنے والے پر بھی

لعنت آئی ہے، خریدنے والے پر بھی لعنت آئی ہے اگرچہ وہ پیتا نہ ہو اس لیے اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۱۵) ''اس کی دوسری جہت اگلے مسئلہ میں آ رہی ہے'' (م ع)

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

سوال: شراب کی خالی بوتلوں کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بوتل قیمت والی چیز ہے، اس کا خریدنا اور فروخت کرنا فی نفسہ درست ہے جو شخص اس میں شراب بھرتا ہے وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے، بعض آئمہ نے اس کو بھی منع فرمایا ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کا معاصی پر تعاون کرنا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۷ ص ۳۲۴) وھو الاحوط

خنزیر کے بالوں کے برش کی خرید وفروخت

سوال: خنزیر کے بالوں کے برش میں بالوں کے علاوہ لکڑی وغیرہ بھی ہوتی ہے، اس بناء پر بیع وشرا میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: لکڑی وغیرہ جو کچھ ہوتی ہے اس کی خریداری اصالتاً بالذات مقصود نہیں ہوتی، وہ تابع ہوتی ہے اس لیے لکڑی وغیرہ کی وجہ سے خنزیر کے بالوں کی بیع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۹۳) ''یہ ناجائز ہی کہا جائے گا'' (م ع)

حق تصنیف کو خاص کرنا اور اس کی بیع وشراء کا حکم

سوال: اپنی تصنیف کی طباعت واشاعت کو اپنے لیے خاص کر لینا کہاں تک درست ہے؟ بعض مصنفین اپنی تصنیف کا حق کتب خانہ والوں کو فروخت کر دیتے ہیں، اس طرح کی بیع وشراء کا حکم کیا ہے؟

جواب: بعض کتابوں سے مقصد محض دنیا کمانا یا دنیوی کاروبار کرنا ہوتا ہے، ایسی کتابوں کا حق تصنیف محفوظ کرانا اور پیسہ لے کر چھاپنے کی اجازت دینا کاروباری طریقہ میں شمار ہو کر درست رہے گا اور بعض کتابیں محض دینی علوم اور محض اشاعت دین کی ہوتی ہیں اور اشاعت دین شرعاً مطلوب ہے اور اس کا روکنا یا اس کو دنیوی کاروبار بنانا شرعاً درست نہیں۔ لہٰذا علوم دینیہ کا حق تصنیف محفوظ کرانا اور اس کی اشاعت سے روکنا درست نہیں ہوگا اور اگر کوئی کتاب علوم دنیوی و دینی دونوں قسم پر مشتمل ہو تو اکثر کا حکم جاری ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۶)

''اور اگر مساوی علوم ہوں تو ترجیح عدم منع کو دی جائے گی'' (م ع)

تعلیمی تاش بیچنا

سوال: تعلیمی تاش خواہ کسی زبان میں ہو اس کی خرید وفروخت جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: فی نفسہ یہ مال متقوم ہے' خرید وفروخت درست ہے لیکن یہ تاش اور اس کا کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ بن جاتا ہے' قمار اور سٹے بازی کا کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے اس لیے اس کی خرید وفروخت اور کھیل سے احتراز کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص۳۶۲)

مرغیوں کو تول کر فروخت کرنا

سوال: پولٹری فارموں میں مرغیوں کی فروختگی تول کر ہوتی ہے' کلوگرام کے حساب سے کیا اس کے دام گھٹا بڑھا کر لگانا جائز ہے؟

جواب: اگر مرغیوں کو اس طرح بیچنے میں' بیچنا' خریدنا' مرغیوں کا مقصود ہو یعنی مبیع مرغیاں قرار دی جائیں' محض ان کا گوشت ہی مبیع قرار نہ ہو تو چونکہ اصل مبیع ''مرغیاں'' معلوم ومتعین ہیں اس لیے ان کی بیع جائز رہے گی۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ص۲۴۴) ''صورت عددی ہو یا وزنی'' (م'ع)

ڈالر کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ کرنا

سوال: زید سعودیہ عرب میں ملازمت کے دوران ڈالر (کرنسی) خریدتا ہے اور ہندوستان میں جہاں بھی اس کو ڈالر کا بھاؤ اچھا ملتا ہے اسے فروخت کر دیتا ہے' ایسا کرنے سے اسے بینکوں کے سرکاری بھاؤں سے کہیں زیادہ فائدہ ڈالر میں مل جاتا ہے' کیا اس کو ایسا کرنا جائز ہے؟ جبکہ ہندوستان کی حکومت غیر اسلامی ہے؟

جواب: اگر ڈالر کی حیثیت وہ ہے جو کہ انڈیا میں نوٹ کی ہے کہ اصلاً وہ رسید اور حوالہ تھا' اس رقم کا جو اس میں درج ہے کہ اس کے ذریعے رقم وصول کی جاتی ہے لیکن رفتہ رفتہ اب رقم تقریباً معدوم ہو چکی ہے اور سب جگہ نوٹ ہی رقم کی طرح مستعمل ہے' پس یہ نوٹ بھی اب مبیع بن چکا ہے اس کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے تو ڈالر کی بیع بھی کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے' مگر اس کا خیال رہے کہ یہ قانونی جرم نہ ہو جس سے عزت اور مال دونوں خطرہ میں پڑ جائیں' اگر ڈالر کی حیثیت وہ نہیں جو ہندوستان میں نوٹ کی ہے تو اس کا حکم بھی دوسرا ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۱ص۳۰۹)

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا

سوال: آج کل جو لوگ دودھ کی تجارت کرتے ہیں' دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں وہ کہتے بھی ہیں کہ ہم پانی ملا کر دیں گے' اس دودھ کو بہ مجبوری لیتے ہیں مگر دل بہت دکھتا ہے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب وہ دھوکہ نہیں دیتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اس میں پانی ملا رکھا ہے تو یہ

شرعاً درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۵ص ۹۵)

"جس کا دل چاہے لے جس کا دل نہ چاہے نہ لے وہ لینے پر مجبور نہیں کرتے"(م'ع)

بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا

سوال: اگر کوئی شخص بازار سے ہمدرد کی دوائیں خرید کر مریضوں کو اس نام سے دے کہ گویا میں اپنی دوائیں دے رہا ہوں اور اصل محنت سے کئی گنا منافع حاصل کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: ہمدرد کا اگر وہ ایجنٹ نہیں بلکہ وہ اپنے پیسے سے خرید کر مالک بنا ہے اور پھر منافع لیتا ہے تو درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۸۶)

کیمیاوی طریقہ سے برتن میں شامل خنزیر کے گوشت کا حکم

سوال: خنزیر کے گوشت کو کیمیاوی طریقے سے بصورت تیل تحلیل کر کے پھر اس تیل کو ایک دھات میں شامل کیا جاتا ہے اور اس دھات سے زیور وغیرہ بنایا جاتا ہے تو اس آخری مرحلے میں تیار شدہ اشیاء جن میں خنزیر کے اجزاء کو محلول کر کے مخلوط کیا گیا ہے یا درمیانی مرحلے میں جبکہ خود خنزیر محلول شدہ ہے جیسے اس کا تیل وغیرہ تو ان کی خرید و فروخت یا ایسی چیزوں کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو تبدیلی جنس سے (جیسے گدھا نمک کی کان میں جا کر نمک بن جائے) حلت و حرمت کے احکام بدل جاتے ہیں' اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اگر خنزیر کے گوشت کو کیمیاوی طریقے سے تیل بنایا جائے تو وہ تیل بھی ناپاک ہوگا' مگر اس تیل کو دھاتوں کا زیور بنانے میں استعمال کیا جائے تو تیل باقی نہ رہے گا' اڑ جائے گا' یا فنا ہو جائے گا اور آگ دھات کو پاک کر دے گی۔ اس تیل کی خرید و فروخت ناجائز ہوگی اور اسی طرح ان چیزوں کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہوگی جن میں وہ تیل موجود رہے' گدھے کا تیل بننا اور اس کا نمک کی کان میں گر کر نمک بن جانا علیحدہ علیحدہ صورتیں ہیں اور ان کے احکام جدا جدا ہیں۔(کفایت المفتی ج ۹ص ۱۳۰)

حشرات الارض فروخت کرنا

سوال: حشرات الارض اگر بے قیمت نہ ملے' دوائی کے لیے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضرورت کے لیے جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۱)

سانپ کی کھال کی بیع کرنا

سوال: ہمارے یہاں سانپ کے چمڑے کی تجارت ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ غیر مسلم

قوم سانپ کو زندہ پکڑتی ہے اور سانپ کو بیہوش کر کے اس کا چمڑا نکال لیتی ہے اور مسلمان کچے چمڑے خریدتے ہیں اور دباغت کے بعد فروخت کرتے ہیں تو یہ خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے پہلے خریدنا' بیچنا درست نہیں' دباغت کے بعد خریدا بیچا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ص ۳۵۵)

دودھ سے بالائی نکال کر بیچنا کیسا ہے؟

سوال: دودھ سے بالائی نکال کر دودھ کو علیحدہ فروخت کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: دودھ خدائے پاک کی بڑی عمدہ نعمت ہے' خالص دودھ میں جو لذت ہوتی ہے وہ اس میں نہیں رہتی' لہٰذا اس کو اس طرح بگاڑ کر بیچنا مخلوق خدا کو خالص چیز سے محروم کرنے اور کفران نعمت کے برابر ہے' ہاں اگر ظاہر کر دے اور اس بناء پر قیمت بھی کم کر دے اور دھوکہ نہ دے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۲۲۰)

کافر کے ہاتھ گوشت کی خرید کرانا

سوال: افریقہ میں اکثر مسلمان اپنے کفار نوکروں کو مسلمان کی دکان پر گوشت خریدنے کے لیے بھیجتے ہیں' یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نوکر کسی کافر کی دکان سے خرید لائے اور دھوکہ دے دے کر مسلمان سے خریدا ہے' اگرچہ عموماً یہ واقع نہیں مگر امکان کے درجہ میں ہے تو کیا مسلمان کو ایسے دینی معاملہ میں کفار پر بھروسہ کرنا جائز ہے؟ اس کے عدم جواز میں درمختار کا یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے:

واصله ان خبر الكافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لافی الديانات

جواب: صورت مسئولہ کا حاصل گوشت خریدنے میں کافر کو وکیل بنانا ہے' سو بیع وشراء معاملات میں سے ہے نہ کہ دیانات میں سے' رہا شبہ! سو جب تجارت کے لیے کسی خاص دکان دار سے گوشت آنا طے ہو تو پھر نوکر کا کسی اور جگہ سے خرید لانا ایک احتمال بعید بلکہ ابعد ہے چونکہ وقتاً فوقتاً ملاقات تجار سے یہ بات فاش ہو جانے کا اندیشہ غیر دکان سے خرید لانے کو مانع ہوگا' لہٰذا آپ کا یہ شبہ محض احتمال اور نفس امکان پر مبنی ہے ایسے خیال واحتمال کو وہم اور وسوسہ کہتے ہیں' جس کا شریعت میں اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

آٹے میں ملاوٹ ہو تو کیا کرے؟

سوال: بنیا سے آٹا خریدا' پکانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں میل تھا' اس کو جب واپس کیا گیا تو اس نے اور آٹا زائد اسی میں کا دے دیا' یہ لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ ملاؤ اسی قدر تھا تو اس کا معاوضہ لینا درست ہے اور اگر یسر فرق تھا تو اس کے عوض میں اس قدر تاوان لینا درست نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۵۰۷)

لاٹری کا ٹکٹ خریدنا

سوال: حکومت ملایا کی جانب سے ایک لاٹری نکلتی ہے جس کا مقصد یتیموں کی امداد کرنا ہے اس میں ہار جیت بھی ہوتی ہے اس لاٹری کا ٹکٹ خریدنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۴ص ۲۱۹)

کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا

سوال: کانجی ہاؤس وغیرہ میں جب جانور زیادہ دنوں تک رہ جاتے ہیں تو سرکار کی جانب سے اس کو فروخت کردیتے ہیں سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس جانور کو خرید کرتے ہیں کیا شرعاً انکی ملک ہوجاتی ہے؟

جواب: اس جانور پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہوتی ہے تو اب خریدنے والا مالک سے ہی خریدتا ہے اور مالک سے خریدنے میں ثبوت ملک میں کوئی اشکال نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ج ۴ص ۱۷۹)

نوٹوں کی فقہی حیثیت

کاغذی نوٹوں کے احکام کا بیان اس کی تمام تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ شروع کرنے سے پہلے ان نوٹوں کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے کہ کیا یہ کسی قرض کے وثیقے ہیں؟ یا عرفی ثمن ہیں؟

جن لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ کاغذی نوٹ مالی دستاویز اور سند ہیں ان کے نزدیک یہ نوٹ اس قرض کی سند ہے جو اس کے جاری کرنے والے (بینک) کے ذمہ واجب ہے۔ لہٰذا اس رائے اور خیال کے مطابق یہ نوٹ نہ تو ثمن ہیں اور نہ مال بلکہ نوٹ اور وثیقے سے عبارت ہے جو مدیون نے دائن کو لکھ کر دیدیا ہے تاکہ جب وہ چاہے اس کے ذریعے اپنے دین پر قبضہ کرلے اس لیے ان حضرات کی رائے میں جو شخص بھی یہ نوٹ کسی دوسرے کو دے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا اس نے مال دیا ہے بلکہ یہ اپنے مال کا حوالہ اس مقروض (بینک) پر کررہا ہے جس نے یہ نوٹ بطور سند جاری کیے ہیں اس لیے اس پر فقہی اعتبار سے وہی احکام جاری ہوں گے جو "حوالہ" پر جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا دوسرے کا حق ان نوٹوں کے ذریعے ادا کرنا وہاں جائز ہوگا جہاں حوالہ جائز ہوتا ہے اور اگر یہ نوٹ سونے یا چاندی کی دستاویز اور سند ہیں (یعنی اگر انکی پشت پر بینک میں سونا یا چاندی ہے) تو اس صورت میں ان نوٹوں کے ذریعے سونا چاندی خریدنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ

سونے کا سونے سے تبادلہ کرنا یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کرنا ''بیع صرف'' ہے اور ''بیع صرف'' میں مبیع اور ثمن دونوں کا مجلس عقد میں قبضہ کرنا شرط ہے۔ لہٰذا اگر نوٹوں کے ذریعے سونا چاندی خریدی تو صرف ایک طرف سے قبضہ پایا گیا' دوسری طرف سے قبضہ نہیں پایا گیا۔ اس لیے کہ خریدار نے تو سونے پر قبضہ کر لیا لیکن دکاندار نے سونے کے قرض کی سند پر قبضہ کیا' سونے پر قبضہ نہیں کیا۔ لہٰذا جب ''بیع صرف'' کے جائز ہونے کے لیے مجلس عقد ہی میں دونوں طرف سے قبضہ کرنے کی شرط نہیں پائی گئی تو یہ بیع شرعاً ناجائز ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی مالدار شخص اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یہ کاغذی نوٹ کسی فقیر کو دے تو جب تک وہ فقیر ان نوٹوں کے بدلے میں اس سونے یا چاندی کو بینک سے وصول نہ کرلے جس کی یہ دستاویز ہے یا جب تک وہ ان نوٹوں کے ذریعے کوئی سامان نہ خرید لے' اس وقت تک اس مالدار شخص کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر استعمال کرنے سے پہلے یہ نوٹ فقیر کے پاس سے برباد یا ضائع ہو جائیں تو وہ مالدار شخص صرف وہ نوٹ فقیر کو دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔ اب اس کو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔

اس کے برخلاف دوسرے حضرات فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اب یہ نوٹ بذات خود ثمن عرفی بن گئے ہیں اس لیے جو شخص یہ نوٹ ادا کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے مال اور ثمن ادا کیا ہے' ان نوٹوں کی ادائیگی سے دین کا حوالہ نہیں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس رائے کے مطابق ان نوٹوں کے ذریعے زکوٰۃ فی الفور ادا ہو جائے گی اور ان کے ذریعہ سونا چاندی خریدنا بھی جائز ہوگا۔

لہٰذا کاغذی نوٹ اور مختلف کرنسیوں کے احکام بیان کرنے سے پہلے نوٹوں کے بارے میں مذکورہ بالا دو آراء میں سے کسی ایک رائے کو فقہی نقطہ نظر سے متعین کر لینا ضروری ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر کتب فقہ اور معاشیات کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے خیال میں ان نوٹوں کے بارے میں دوسری رائے زیادہ صحیح ہے۔ وہ یہ کہ نوٹ اب عرفی ثمن بن گئے ہیں اور اب یہ حوالے کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ (حوالہ فقہی مقالات جلد ا ص ۱۳)

زمین کا راستہ نہ ملے تو مشتری ثمن کم کرسکتا ہے

سوال: محمد ابراہیم کے ہاتھ محمد قاسم کو بیع کیا' اس بیع کی وجہ سے محمد ابراہیم کی حق تلفی ہوتی ہے' گفتگو کرنے پر محمد قاسم نے چند شخصوں کو ثالث مقرر کر دیا اور ان کے پاس ایک صد روپیہ اس لیے رکھا کہ میں عبداللہ مشتری سے محمد ابراہیم کے حقوق محفوظ کرا دوں گا' اگر میں کامیاب نہ ہوں تو

ثالث اور حکم اس روپیہ کو محمد ابراہیم کے اس نقصانات کے عوض میں بطور تاوان دیدیں' چنانچہ ابراہیم کے حقوق بحال نہیں ہوئے تو وہ سو روپیہ جو ثالثوں کے پاس رکھے ہوئے ہیں وہ ابراہیم لے سکتے ہیں اور دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سو روپیہ بمعاوضہ نقصان حقوق کے مشتری کو لینا اور ثالثوں کو اس کے حوالے کر دینا شرعاً جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۱)

بذریعہ بینک مکان خریدنا

سوال: زید کا کھاتا بلڈنگ سوسائٹی میں جاری ہے اور وہ مکان قیمتاً بیس ہزار کا خریدنا چاہتا ہے مگر رقم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے سوسائٹی کی طرف رجوع کیا اور شرط قرض یہ طے ہوئی کہ فی سال ۲۵ فیصد زیادتی لازم ہوگی' یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ پھر اس کھاتے سے جو رقم زیادہ ملتی ہے اس کو یہ سوچ کر لینا کہ دونوں طرف معاملہ برابر ہو جائے' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: معلوم ہوا ہے کہ سوسائٹی کے ذریعے مکان خریدنے کی مختلف صورتیں ہیں:

☆ایک یہ کہ زید نے خود مکان والے سے خریدا اور رقم سوسائٹی سے قرض لے کر دی اور اس قرض کو وہ مع سود ادا کرے گا تو یہ سودی قرض لینا جائز ہوا تو بہ و استغفار لازم ہے اور اس قرضہ کو جلد ادا کرے۔

☆ جو سود آپ کا بینک پر ہے اس کو اس سود میں دیدینا درست ہے' اس طرح کیا تو بینک میں رکھی رقم کٹوادی جائے یا بینک سے لے کر بعینہ دے دی جائے۔

☆دوسری صورت یہ ہے کہ کمپنی مکان خود خرید کر سود کے ساتھ دیتی ہے' مثلاً لاکھ کا مکان سوا لاکھ میں' یہ صورت بلاشبہ جائز ہے' صورۃً سود ہے اور حقیقتاً بیع مرابحہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ہاؤس فائنانسنگ کے جائز طریقے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد النبى الامين وعلى اله واصحابه الظاهرين و على كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين امابعد.

''مکان انسان کی بنیادی ضرورت میں داخل ہے اس کے بغیر انسان کے لئے زندگی گزارنا مشکل بلکہ ناممکن ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والله جعل لكم من بيوتكم سكنا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھر رہنے کی جگہ بنائی۔ (سورۃ النحل: ۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ثلاث من السعادۃ: المراۃ الصالحۃ، والمسکن الواسع، والمرکب الھنیئی"

تین چیزیں انسان کی نیک بختی کی علامت ہیں۔ نیک بیوی، کشادہ مکان، خوشگوار سواری"

(کشف الاستار عن زوائد البزار للہیثمی ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۱۴۱۲)

آج کے دور میں ایک مناسب اور کشادہ مکان کے حصول کے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور خاص طور پر گنجان آبادی والے شہروں میں اور زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کی زندگی بہت پیچیدہ ہو چکی ہے۔ آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے اور جو لوگ اپنے نئے مکان خریدنے یا بنوانے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت معمولی سی ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے موجودہ دور میں بہت سے بڑے بڑے شہروں میں "ہاؤس فنانسنگ" کے ادارے قائم ہو چکے ہیں جو لوگوں کے لئے مکان خریدنے یا بنوانے کی خدمات انجام دیتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر ادارے سودی نظام ہی کے تحت کام کرتے ہیں چنانچہ یہ ادارے ان مقاصد کے لئے اپنے گاہکوں کو قرضے فراہم کرتے ہیں اور پھر ان قرضوں پر ایک متعین شرح سے سود حاصل کرتے ہیں جس شرح پر فریقین معاہدہ کرتے وقت اتفاق کر لیتے ہیں۔

چونکہ یہ معاملہ سود کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور سود کا معاملہ، شریعت اسلامیہ میں ان بڑے محرمات میں داخل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں منع فرمایا ہے اس لئے کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کوئی ایسا معاملہ کرے جو سودی لین دین پر مشتمل ہو اس لئے علماء پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کی سہولت کے لئے ہاؤس فنانسنگ کا کوئی ایسا طریقہ تجویز کریں جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہو اور وہ طریقہ سودی نظام پر مشتمل طریقے کا متبادل بھی بن سکے۔

اس مقصد کے لئے ہم اس مقالے میں ہاؤس فنانسنگ کے چند شرعی طریقے بیان کریں گے اور اس میں اس کے جواز کے دلائل اور اس پر عمل کرنے کی صورت میں پیدا ہونے کے نتائج بھی پیش کریں گے۔ واللہ سبحانہ ھو الموفق للصواب۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں یہ بات داخل ہے کہ وہ عوام سے کسی نفع کا مطالبہ کئے بغیر ان کی بنیادی ضروریات پوری کرے اور وہ ضروریات ان کو فراہم کرے چونکہ مکان بھی ہر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں داخل ہے اس لئے ہر انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالی وسائل کی حدود میں

رہتے ہوئے اس بنیادی ضرورت کو حاصل کرے اور جس شخص کے مالی وسائل تنگ ہیں جس کی وجہ سے نہ تو وہ مکان خرید سکتا ہے اور نہ وہ اپنی جیب سے مکان تعمیر کرسکتا ہے تو اس صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل تین طریقوں سے میں سے کسی ایک طریقے سے اس کی یہ ضرورت پوری کرے نمبر ایک اگر وہ شخص مستحق زکوۃ ہے تو پھر زکوۃ فنڈ سے مدد کرتے ہوئے اس کی ضرورت پوری کرے دوسرے یہ کہ صرف واقعی اخراجات کی بنیاد پر اس کو مکان فراہم کرے اور اس پر کسی نفع کا مطالبہ نہ کرے تیسرے یہ کہ حکومت اس شخص کو قرض حسنہ فراہم کرے جس پر اس سے کسی نفع یا سود کا مطالبہ نہ کرے۔

ہاؤس فائنسنگ میں یہی تین طریقے اصل الاصول ہیں جو اسلامی رواج اور اس اسلامی معاشرے کے مزاج کے بالکل موافق ہیں جو معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور اچھے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی بنیاد پر قائم ہے اور جس میں دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور دوسروں کی راحت کو اپنی راحت تصور کیا جاتا ہے اور جس معاشرے میں کمزور کے ساتھ تعاون اور اس کی مدد کی جاتی ہے تا کہ وہ بھی ایک متوسط درجے کی خوشحال زندگی گزار سکے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا تین طریقوں یا کسی ایک طریقے پر عمل صرف اس حکومت کے لئے ممکن ہے جس کے پاس ذرائع آمدنی اور وسائل بہت بڑی تعداد میں موجود ہوں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک صورت بہت بھاری رقم چاہتی ہے اور خاص طور پر ہمارے اس دور میں جس میں آبادی بہت زیادہ ہو چکی ہے اور مہنگائی بھی بہت ہو چکی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت اپنے غیر پیداواری اسکیموں اور منصوبوں میں کمی واقع کر کے اس کے لئے بچت کر سکتی ہے۔ اور پھر اس بچت کو ہاؤس فائنسنگ میں استعمال کر سکتی ہے اسی طرح ان بھاری اخراجات میں کمی کر کے بھی ان وسائل کو بڑھایا جا سکتا ہے جن کا مقصد صرف دکھاوا اور خوش عیشی کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن ان اخراجات میں کمی کرنے کے باوجود بھی آج مسلم ممالک کی بڑی تعداد اس کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ تمام لوگوں کے لئے اس طریقے سے رہائش فراہم کرے۔

لہٰذا ان حالات میں ایسے طریقے اختیار کرنا ضروری ہے جس میں حکومت کو رہائش فراہم کرنے پر نہ تو تبرع محض اختیار کرنا پڑے اور نہ بھاری اخراجات برداشت کرنے پڑیں اور وہ طریقے سود اور دوسرے ممنوعات شرعیہ سے بھی پاک ہوں وہ طریقے مندرجہ ذیل ہیں۔

بیع موجل

پہلا طریقہ یہ ہے کہ سرمایہ کار (کمپنی) مکان خرید کر اس کی مالک بن جائے پھر گاہک کو نفع

کے ساتھ ادھار فروخت کردے اور پھر کمپنی گاہک سے عقد میں طے شدہ قسطوں کے مطابق قیمت وصول کرے اور اس میں نفع کا تناسب بیان کئے بغیر بھی ادھار فروختگی کا معاملہ کیا جاسکتا ہے اس صورت میں نفع کے تناسب کی تعیین کا اختیار سرمایہ کار (کمپنی) کو ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ادھار بیع کا معاملہ مرابحہ کے طریقے پر کیا جائے اور عقد کے اندر اس کی صراحت کردی جائے کہ کمپنی اس مکان پر آنے والے واقعی اخراجات سے اس قدر زائد نفع گاہک سے وصول کرے گی۔

پھر مندرجہ بالا طریقے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں اولاً یہ کہ اگر عقد کے وقت وہ مکان تیار موجود ہے پھر تو مندرجہ بالا طریقے پر کمپنی وہ مکان خود خرید کر گاہک کو ادھار فروخت کردے دوسرے یہ کہ عقد کے وقت وہ مکان تیار موجود نہیں ہے بلکہ کمپنی مکان تیار کرنا چاہتی ہے تو اس صورت میں یہ ہوسکتا ہے کہ کمپنی اس گاہک کو مکان بنانے کے لئے اپنا وکیل مقرر کردے اس صورت میں تعمیر کمپنی ہی کی ملکیت میں ہوگی اور گاہک صرف کمپنی کے وکیل کے طور پر اس تعمیر کی نگرانی کرے گا اور تعمیر مکمل ہونے کے بعد کمپنی وہ مکان گاہک کو ادھار فروخت کردے گی۔

یہ تو وہ صورت ہے جس میں گاہک کمپنی کے ساتھ مکان خریدنے یا تعمیر کرنے میں کسی بھی قسم کے مالی اشتراک کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

البتہ اگر گاہک میں مکان کی خریداری یا تعمیری اخراجات میں نقد رقم لگا کر اشتراک کی صلاحیت تو موجود ہے لیکن اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ اس رقم کے ذریعہ مکان خریدنے یا تعمیر کرنے پر آنے والے تمام اخراجات پورے کرسکے اس لئے گاہک یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی رقم لگانے کے بعد جتنی رقم کی مزید ضرورت ہو صرف اتنی رقم وہ کمپنی سے طلب کرے جیسا کہ آج کل اکثر ہاؤس فنانسنگ کمپنیوں میں یہی طریقہ رائج ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ کمپنی اور گاہک دونوں مل کر مشترک طور پر مکان خریدیں مثلاً اس مکان کی نصف قیمت گاہک ادا کرے اور نصف قیمت کمپنی ادا کرے اور اب یہ مکان دونوں کے درمیان نصف نصف کے اعتبار سے مشترک ہوجائے گا اور پھر کمپنی اپنا نصف حصہ قیمت خرید سے کچھ زیادہ قیمت پر گاہک کو ادھار فروخت کردے اور قسطوں میں اس سے قیمت وصول کرے۔

اور اگر گاہک پہلے خالی زمین خرید کر پھر اس میں تعمیر کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کچھ رقم موجود ہے تو اس صورت میں زمین کی خریداری کی حد تک تو وہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جو ہم نے اوپر مکان خریدنے کے سلسلے میں بیان کیا وہ یہ کہ گاہک اور کمپنی دونوں مشترک طور پر زمین

خرید لیں اور پھر کمپنی اپنا حصہ گاہک کو زیادہ قیمت پر ادھار فروخت کر دے۔

اور اگر زمین پہلے سے گاہک کی ملکیت میں موجود ہے یا مندرجہ بالا طریقہ پر زمین اس کی ملکیت میں آ چکی ہے اور اب گاہک اس زمین پر ہاؤس فنانسنگ کے واسطے سے مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے (اور گاہک کے پاس کچھ رقم موجود ہے) تو اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کمپنی اور گاہک دونوں مشترک طور پر اس کی تعمیر کریں مثلاً تعمیر پر آنے والے نصف اخراجات گاہک برداشت کرے اور نصف اخراجات کمپنی برداشت کرے اس صورت میں وہ تعمیر گاہک اور کمپنی کے درمیان مشترک ہو جائے گی۔ لہذا جب تعمیر مکمل ہو جائے تو اس کے بعد کمپنی اپنا حصہ گاہک کو اپنا نفع لگا کر ادھار فروخت کر دے اور شرعاً مشترک چیز کے ایک شریک کے لئے اپنا حصہ دوسرے شریک کو فروخت کرنا جائز ہے البتہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنے کے بارے اختلاف ہے۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ دار المختار میں فرماتے ہیں۔

"ولو باع احد الشريكين فى البناء حصته لاجنبى لايجوز ولشريكه جاز"

"کسی عمارت میں دو شریکوں میں سے کسی ایک شریک کے لئے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں البتہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے"۔

اور مندرجہ بالا صورت میں قیمت کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر کمپنی کے لئے جائز ہے کہ وہ گاہک سے رہن کا مطالبہ کرے اور کمپنی کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ مکان کے کاغذات اپنے پاس بطور رہن کے رکھ لے۔

مندرجہ بالا طریقہ شرعاً بالکل بے غبار ہے البتہ کمپنی اس قسم کے معاملات اس وقت تک نہیں کرتی جب تک کمپنی کو اس بات پر مکمل اعتماد نہ ہو جائے کہ جو مکان کمپنی خرید رہی ہے یا کمپنی جس مکان کی تعمیر کر رہی ہے گاہک اس مکان کو ضرور خریدے گا اس لئے کہ اگر کمپنی نے اپنی کثیر رقم خرچ کر کے اس مکان کو خرید لیا اور بعد میں گاہک نے اس کو خریدنے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں صرف یہ نہیں کہ کمپنی کا نقصان ہو جائے گا بلکہ پورا نظام ہی سرے سے ناکام ہو جائے گا۔

اور چونکہ مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف نسبت کر کے فروختگی کا معاملہ (FUTURESALE) کرنا جائز نہیں اس لئے مندرجہ بالا طریقے کو کامیاب بنانے کی یہی صورت ہے کہ گاہک اس بات کو یقین دہانی کرائے کہ وہ اس مکان یا زمین کی خریداری یا تعمیر کے بعد کمپنی کے حصے کو ضرور خریدے گا۔

گاہک کی طرف سے کمپنی کے حصے کو خریدنے کی یقین دہانی ایک وعدہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک "وعدہ" قضاءً لازم نہیں ہوتا لیکن فقہاء کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو "وعدہ"

کو دیانۃ اور قضاء دونوں طریقے سے لازم سمجھتی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے چنانچہ وہ وعدہ کو لازم قرار دیتے ہیں خاص طور پر اس وقت جب اس وعدہ کی وجہ سے موعود لہ (جس سے وعدہ کیا گیا ہے) کسی مشقت میں پڑ جائے چنانچہ شیخ محمد علیش مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعدہ پورا کرنا بلا اختلاف مطلوب ہے البتہ قضاء وعدہ پورا کرنے کے واجب ہونے میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں چار اقوال ہیں علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جامع البیوع اور کتاب العاریہ اور کتاب العدۃ میں ان اقوال کو ذکر فرمایا ہے اور بہت سے فقہاء نے ان سے نقل کیا ہے پہلا قول ہے کہ اس وعدہ کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس وعدہ کے مطابق بالکل فیصلہ نہیں کیا جائے گا تیسرا قول یہ ہے کہ اگر اس وعدہ کا کوئی سبب موجود ہو تو قضاء وہ وعدہ لازم ہو جائے گا اگرچہ موعود لہ اس وعدہ کی وجہ سے کسی عمل میں داخل نہ ہو (کوئی کام نہ کیا ہو) مثلاً آپ کسی شخص سے کہیں کہ میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے یا فلاں چیز خریدنے کا ارادہ ہے تم مجھے اتنی رقم قرض دے دو (اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اس کے بعد کسی وجہ سے اس نے شادی کا ارادہ ختم کر دیا یا اس چیز کی خریداری کا ارادہ ختم ہو گیا تب بھی ادھار دینے کے وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا) چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اس وعدہ کا کوئی سبب موجود ہو اور موعود لہ اس وعدہ کی وجہ سے کوئی کام کر بیٹھے تو قضاء اس وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہے تمام اقوال میں سے یہ آخری قول زیادہ مشہور ہے۔ (فتح العلی المالک للشیخ محمد علیش، مسائل الالتزام ج ۱ ص ۲۵۴)

امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو وعدہ لازم ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے کسی سے یہ وعدہ کیا کہ تم اپنا مکان گرا دو میں مکان بنانے کے لئے تمہیں قرض فراہم کر دوں گا۔ یا یہ کہا کہ تم حج کے لئے چلے جاؤ میں قرض دوں گا یا آپ نے کہا کہ تم فلاں چیز خرید لو یا کسی عورت سے شادی کر لو میں قرض فراہم کروں گا، ان تمام صورتوں میں وعدہ پورا کرنا لازم ہے اس لئے کہ تم نے اس سے وعدہ کر کے اس کو اس کام میں داخل کیا ورنہ جہاں تک مجرد وعدہ کا تعلق ہے تو اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے البتہ ایسے وعدے کو بھی پورا کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے۔ (الفروق للقرافی، الفرق الرابع عشر بعد المائتین، ج ۴ ص ۲۵)

علامہ ابن الشاط رحمۃ اللہ علیہ ''الفروق'' کے حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں۔

میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ مطلقاً ہر وعدے کو پورا کرنا لازم ہے لہٰذا اس اصول کے خلاف جو بات ہو گی اس کی تاویل کی جائے گی۔ (حاشیۃ الفروق لابن الشاط ج ۴ ص ۲۴، ۲۵)

اسی طرح متاخرین حنفیہ نے بھی چند مسائل میں ''وعدہ'' کو قضاء لازم قرار دیا ہے جیسا کہ ''بیع بالوفاء'' کے مسئلے میں۔ چنانچہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ ''بیع بالوفاء'' کے مسئلے میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر بیع بغیر شرط کے کی جائے اور اس کے بعد "شرط" کو بطور "وعدہ" کے بیان کردیا جائے تو بیع جائز ہو جائے گی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ باہمی وعدہ بھی لازم بھی ہوتا ہے لہذا اس وعدہ کو لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے لازم قرار دیا جائے گا۔" (الفتاوی الخانیۃ فصل فی الشروط المفسدۃ فی البیع ج ۳ ص ۱۳۶)

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جامع الفصولین" میں بھی یہ عبارت موجود ہے کہ اگر بائع اور مشتری بلا کسی شرط کے بیع کریں اور پھر شرط کو بطور وعدہ کے ذکر کریں تو بیع جائز ہوگی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ آپس کے باہمی وعدے بعض اوقات لازم ہوجاتے ہیں لہذا یہاں بھی لوگوں کی ضرورت کی بناء پر لازم قرار دیا جائے گا"۔ (رد المحتار، باب البیع الفاسد، مطلب فی الشروط الفاسدۃ اذا ذکر بعد العقد، ص ۱۳۵ ج ۴)

بہر حال مندرجہ بالا عبارات فقہیہ کی بنیاد پر اس قسم کے وعدوں کو قضاء لازم قرار دینا جائز ہے۔ لہذا زیر بحث مسئلے میں جس ایگریمنٹ پر دونوں فریق کے دستخط ہیں اس ایگریمنٹ کے مطابق گاہک نے جو یہ "وعدہ" کیا ہے کہ زمین یا عمارت میں کمپنی کا جتنا حصہ ہے وہ اس حصے کو خریدے گا یہ "وعدہ" قضاء اور دیانۃ پورا کرنا لازم ہوگا۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ کمپنی کے حصے کی بیع اس وقت ہو جب وہ کمپنی اپنے حصے کی مالک بن جائے اس لئے کہ "بیع" کو زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کرنا (FUTURE SALE) جائز نہیں۔ لہذا جب کمپنی اپنے حصے (زمین یا عمارت) کی مالک بن جائے اس وقت کمپنی مستقل "ایجاب وقبول" کے ذریعہ گاہک کے ساتھ بیع کا معاملہ کرے۔

۲۔ شرکت متناقصہ

ہاؤس فنانسنگ کا دوسرا طریقہ "شرکت متناقصہ" پر مبنی ہے جو مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہوگا۔

۱۔ سب سے پہلے گاہک اور کمپنی "شرکت ملک" کی بنیاد پر مکان خریدیں گے۔ جس کے بعد وہ مکان مشترک ہو جائے گا اور جس فریق نے اس کی خریداری میں جس تناسب سے رقم لگائی ہوگی اس تناسب سے وہ اس مکان کا مالک ہوگا لہذا اگر دونوں فریقوں نے نصف نصف لگائی ہوگی تو وہ مکان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہوگا اور اگر ایک فریق نے ایک تہائی رقم لگائی اور دوسرے فریق نے دو تہائی رقم لگائی تو وہ مکان اسی تناسب سے دونوں کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

۲۔ پھر کمپنی ماہانہ یا سالانہ کرایہ طے کرکے اپنا حصہ اس گاہک کو کرایہ پر دے دے گی۔

۳۔ پھر اس مکان میں کمپنی کا جتنا حصہ ہے اس کو چند متعین حصوں میں مثلاً دس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۴۔ اس کے بعد فریقین آپس میں ایک متعین عرصہ (پیریڈ) طے کرلیں (مثلاً چھ ماہ یا سال کا عرصہ) پھر گاہک ہر پیریڈ میں کمپنی کی کل ملکیت کے ایک حصے کو اس کی قیمت ادا کر کے خرید لے گا' مثلاً اس مکان میں کمپنی کا جو حصہ ہے اس کی قیمت دو لاکھ روپے ہے پھر جب اس کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا تو ہر ایک حصے کی قیمت بیس ہزار روپے ہوگی۔ لہذا گاہک ہر چھ ماہ بعد کمپنی کو بیس ہزار روپے ادا کر کے اس کے ایک ایک حصے کا مالک بنتا رہے گا۔

۵۔ گاہک جس قدر حصے خریدتا رہے گا' اسی حساب سے اس کی ملکیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اور کمپنی کی ملکیت اس مکان میں کم ہوتی چلی جائے گی۔

۶۔ چونکہ گاہک نے کمپنی کا حصہ کرایہ پر لیا ہوا تھا اس لئے جس قدر وہ کمپنی کے حصے خریدتا رہے گا اسی حساب سے کرایہ بھی کم ہوتا چلا جائے گا۔ مثلاً اگر کمپنی کے حصہ کا کرایہ ایک ہزار روپے طے ہوا تھا تو گاہک جس قدر حصے خریدے گا ہر حصے کی خریداری کے بعد ایک سو روپے کرایہ کم ہو جائے گا لہذا ایک حصے کی خریداری کے بعد کرایہ نو سو روپے ہو جائے گا اور دو حصوں کی خریداری کے بعد کرایہ آٹھ سو روپے ہو جائے گا۔

۷۔ حتیٰ کہ جب گاہک کمپنی کے دس کے دس حصے خرید لے گا تو وہ پورا مکان گاہک کی ملکیت ہو جائے گا اور اس طرح یہ شرکت اور کرایہ داری کے دونوں معاملے بیک وقت اپنے انتہا کو پہنچ جائینگے۔

بہر حال' ہاؤس فنانسنگ کا مندرجہ بالا طریقہ تین معاملات پر مشتمل ہے نمبر ایک فریقین کے درمیان شرکت ملک کا قیام' نمبر دو کمپنی کے حصے کو گاہک کا کرایہ پر لینا نمبر تین کمپنی کے حصے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے گاہک کے ہاتھ ایک ایک کر کے فروخت کر دینا۔ ان تین معاملات کو پہلے علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کے بعد پھر مجموعی لحاظ سے ہاؤس فنانسنگ کے اس طریقے کا شرعی جائزہ لیں گے۔

جہاں تک پہلے معاملے کا تعلق ہے یعنی کمپنی اور گاہک کا مشترکہ طور پر مکان خریدنا تو شرعی لحاظ سے اس میں کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ اس خریداری کے نتیجے میں دونوں فریقوں کے درمیان ''شرکت ملک'' قائم ہو جائے گی اور اس ''شرکت ملک'' کے فقہاء نے مندرجہ ذیل تعریف کی ہے۔

"شرکة املک هنی ان یملک متعدد عینا او دینا بارث الوبیع اور غیرهما"

''شرکت ملک'' یہ ہے کہ متعدد افراد وراثت یا بیع وغیرہ کے ذریعہ کسی چیز یا دین کے

(مشترک طور پر) مالک بن جائیں" (تنویر الابصار مع رد المحتار ج ۳ ص ۳۶۴)

بہر حال' زیر بحث مسئلے میں وہ مکان دونوں کے ماشترک مال سے خریدنے کے نتیجے میں اس کے اندر "شرکت ملک" وجود میں آ گئی۔

جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق ہے یعنی اس مکان میں کمپنی کے حصے کو گاہک کا کرایہ پر لینا تو کرایہ داری کا یہ معاملہ بھی شرعاً جائز ہے۔ اس لئے مشترکہ چیز کو شریک کے علاوہ دوسرے کو کرایہ پر دینے کے جواز اور عدم جواز میں تو فقہاء کا اختلاف ہے لیکن مشترک چیز کو شریک کو کرایہ پر دینے کے جواز پر فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں چنانچہ علامہ ابن قدامۃ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مشترک چیز کو شریک کے علاوہ دوسرے کو کرایہ پر دینا جائز نہیں' البتہ اس وقت جائز ہے جب دونوں شریک ایک ساتھ (ایک آدمی کو) کرایہ پر دیں' یہ امام ابوحنیفہ اور امام زفر رحمہما اللہ کا قول ہے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس چیز کے مشترک ہونے کی وجہ سے ایک شریک اپنا حصہ کرایہ دار کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے' اس لئے یہ اجارہ درست نہیں۔

البتہ ابوحفص العکبری رحمہ اللہ نے اس اجارہ کے جواز کا قول اختیار کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور امام مالک امام شافعی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے اس کی وجہ جواز یہ ہے کہ وہ مشترک حصہ معلوم اور متعین ہے اور جب اس متعین حصے کو بیع جائز ہے تو اس کا اجارہ بھی جائز ہونا چاہئے' جیسا کہ علیحدہ کئے ہوئے حصے کی بیع او اجارہ جائز ہوتا ہے' دوسرے کہ وہ شریک اپنی ہی ملک کے اندر معاملہ کر رہا ہے لہذا جس طرح شریک کے ساتھ جائز ہے غیر شریک کے ساتھ بھی جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ ج ۶ ص ۱۳۷)

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ "در مختار" میں فرماتے ہیں۔

"وتفسد (ای الاجارة) ایضا بالشیوع...... الا اذااجر کل نصیبه او بعضه من شریکه) فیجوز' وجوازه بکل حال" (الدر المختار مع ج ۶ ص ۴۷'۴۸)

شرکت کی وجہ سے "اجارہ" فاسد ہو جاتا ہے البتہ اگر مشترکہ چیز کا ایک شریک اپنا کل حصہ یا بعض حصہ دوسرے شریک کو اجارہ پر دے تو یہ جائز ہے' اور اس کی ہر صورت جائز ہے۔

اور چونکہ زیر بحث صورت میں مشترک مکان کا ایک شریک دوسرے شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دیتا ہے اس لئے باجماع فقہاء یہ صورت جائز ہے۔

جہاں تک تیسرے معاملے کا تعلق ہے کہ یعنی کمپنی کا اپنے مشترک حصے کو گاہک کے ہاتھ

ایک ایک حصہ کر کے فروخت کرنا' تو یہ معاملہ بھی شرعاً جائز ہے اس لئے اگر اس مکان کی زمین اور عمارت دونوں مبیع میں داخل ہیں تب تو بیع کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اگر اس مکان کی صرف عمارت مبیع میں داخل ہے زمین داخل نہیں تب اس عمارت کو شریک کے ہاتھ فروخت کرنا بالاجماع جائز ہے لیکن کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنے کے جواز میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمہم اللہ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:۔

"ولو باع احد الشریکین فی البناء حصته لاجنبی' لایجوز والشریکه جاز"

(ردالمحتار' کتاب الشرکۃ' ج ۳ ص ۳۶۵)

"اگر کسی عمارت کے دو شریکوں میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع جائز نہیں' البتہ شریک کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

اور چونکہ زیر بحث مسئلے میں وہ عمارت شریک ہی کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہے' اس لئے اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

بہرحال' مندرجہ بالا تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ تینوں معاملات یعنی شرکت ملک اجارہ اور بیع ان میں سے ہر ایک فی نفسہ جائز ہے اگر ان معاملات کو مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ کیا جائے اور ایک معاملے کے اندر دوسرے معاملے کو مشروط نہ کیا جائے تو ان کے جواز میں کوئی غبار نہیں۔

البتہ اگر یہ معاملات فریقین کے درمیان کسی سابقہ معاہدہ اور ایگریمنٹ کے مطابق انجام پائے ہوں تو اس میں "صفقة فی صفقة" کے اصول کی بنیاد پر یا ایک معاملے کے اندر دوسرے معاملے کے مشروط ہونے کی وجہ سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ "صفقة فی صفقة" ہونے کی وجہ سے یہ تینوں معاملات بھی ناجائز ہو جائیں گے "صفقة فی صفقة" فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے' حتی کہ ان فقہائی کے نزدیک بھی یہ ناجائز ہے کہ جو بیع کے اندر بعض مشروط کے جواز کے قائل ہیں جیسے فقہاء حنابلہ چنانچہ علامہ ابن قدامۃ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

شرط کی دوسری قسم فاسد ہے' اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ فریقین میں سے ایک دوسرے فریقین پر اس معاملے کے ساتھ دوسرے معاملے کو مشروط کر دے' مثلاً مسلم' یا بیع' یا اجارہ کو بیع کے ساتھ مشروط کر دے' یا حاصل ہونے والے ثمن کے ساتھ بیع صرف وغیرہ کو مشروط کر دے تو یہ شرط اس بیع کو باطل کر دے گی اور احتمال اس بات کا بھی ہے کہ صرف شرط باطل ہو جائے (اور بیع درست ہو جائے) لیکن مشہور مذہب یہی ہے کہ یہ شرط فاسد ہے' جو بیع کو باطل کر دے گی'

اس لئے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیع اور قرض کو جمع کرنا حلال نہیں اور نہ بیع میں شرط لگانا حلال ہے...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ **فهى عن بيعتين فى بيعه**"

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع کے اندر دوسری بیع کرنے سے منع فرمایا ہے" یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اور اوپر بیان کردہ حدیث بھی اس معنیٰ میں ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ شرط جو اس معنیٰ میں ہو وہ بھی اس بیع کو باطل کردے گی مثلاً فریقین میں سے ایک یہ کہے کہ اس شرط پر یہ معاملہ کرتا ہوں کہ تو اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کردے یا اس شرط پر کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کروں گا اور یہ تمام کا تمام صحیح نہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک معاملے کے اندر دوسرا معاملہ داخل کرنا سود ہے، امام حنیفہؒ امام شافعی اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور شرط کے اندر جس عوض اور بدل کا ذکر ہے اس کو فاسد قرار دیا ہے۔" (الشرح الکبیر علی المقنع لشمس الدین ابن قدامہؒ ج ۴ص ۵۳) (ذکر الموفق لابن قدامہ فی المغنی ج ۴ص ۲۹۰)

لیکن "صفقۃ فی صفقۃ" کی خرابی اس وقت لازم آئے گی جب ایک عقد کے اندر دوسرا عقد مشروط ہو، جب کہ زیر بحث مسئلے میں فریقین آپس میں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ دونوں فلاں تاریخ کو عقد اجارہ کریں گے اور فلاں تاریخ کو عقد بیع کریں گے اور پھر یہ دونوں معاملات اپنے اپنے وقت پر کسی شرط کے بغیر منعقد ہو جائیں تو اس صورت میں "صفقۃ فی صفقۃ" کی خرابی باہر لازم نہیں آئے گی، اس لئے کہ فقہاء کرام نے کئی مسائل میں اور خاص طور پر "بیع بالوفاء" کے مسئلے میں اس کی صراحت کی ہے چنانچہ فتاویٰ خانیہ کی یہ عبارت پیچھے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ:

اگر بیع بغیر کسی شرط کی جائے اور پھر شرط کو بطور وعدہ کے ذکر کیا جائے تو بیع جائز ہو جائے گی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا اور اس لئے کہ آپس کے وعدے بعض اوقات لازم بھی ہوتے ہیں لہٰذا اسی وعدے کو بھی لوگوں کی ضرورت کے لئے لازم قرار دیا جائے گا" (الفتاوی الخانیہ، ص ۱۳۸ ج ۲)

علماء مالکیہ نے بھی "بیع بالوفاء" کے مسئلے میں جس کو وہ "بیع الثنایا" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اس بات کی تصریح کی ہے کہ "بیع بالوفاء" ان کے نزدیک جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ خطاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "بیع الثنایا" جائز نہیں ہے "بیع الثنایا" یہ ہے کہ بائع یہ کہے کہ اپنی یہ

ملک یا یہ سامان میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر اتنی مدت کے اندر اندر میں تیرے پاس اس کی قیمت لے آؤں یا جب بھی میں تیرے پاس اس کی قیمت لے آؤں تو اس وقت یہ بیع مجھ پر واپس لوٹ جائے گی'' (تحریر الکلام فی مسائل الالتزام للحطاب ص ۲۳۳)

البتہ اگر بیع شرط کے بغیر ہو جائے' اس کے بعد مشتری بائع سے یہ وعدہ کر لے کہ جب وہ قیمت لائے گا اس وقت وہ اس کو واپس فروخت کر دے گا اس صورت میں یہ وعدہ درست ہو جائے گا اور مشتری کو یہ وعدہ پورا کرنا لازم ہوگا علامہ خطاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معین الحکام میں فرمایا کہ مشتری کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ عقد ہونے کے بعد بائع کو بطور احسان یہ کہے کہ اگر وہ اتنی مدت تک ثمن لے آئے گا تو یہ مبیع اس کی ہو جائے گی لہٰذا اگر مدت کے اندر اندر یا مدت پوری ہونے پر یا مدت پوری ہونے کے فوراً بعد بائع ثمن لے آئے تو مشتری کو اپنا وعدہ پورا کرنا لازم ہوگا اور مشتری کے لئے جائز نہیں کہ وہ مدت کے اندر اس مبیع کو بیع یا ھبہ وغیرہ کے ذریعہ آگے چلتا کر دے اگر مشتری ایسا کرے گا تو اس کا یہ معاملہ ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ بائع کا اس کو واپس لینے کا ارادہ ہو اور قیمت واپس کر دے۔ (تحریر الکلام للحطاب ص ۲۳۹)

یہ اس وقت ہے جب بیع کسی شرط کے بغیر وجود میں آ جائے اور آپس کا وعدہ بیع مکمل ہونے کے بعد کیا جائے...... بعض فقہاء نے اس کی بھی صراحت کر دی ہے کہ اگر بیع منعقد ہونے سے پہلے بائع اور مشتری آپس میں کوئی وعدہ کر لیں اس کے بعد بیع کسی شرط کے بغیر منعقد کر لیں تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ قاضی ابن سماوۃ حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شرطا شرطا فاسدا قبل العقد' ثم عقدا' لم یبطل العقد و یبطل لو تقارنا'' (جامع الفصولین' ۲:۲۳۷)

عاقدین نے عقد بیع سے پہلے آپس میں کوئی شرط فاسد کر لی' اس کے بعد آپس میں عقد بیع کی (اس عقد کے اندر کوئی شرط نہیں لگائی) تو اس صورت میں وہ شرط اس عقد کو باطل نہیں کرے گی البتہ اگر وہ شرط عقد بیع کے اندر ہوتی تو اس صورت میں یہ شرط اس عقد کو باطل کر دیتی''

''بیع الوفاء'' کے مسئلے میں قاضی ابن سماوہؒ فرماتے ہیں:۔

وکذا لو تواضعا الوفاء قبل البیع' ثم عقدا بلاشرط الوفاء فالعقد جائز' ولا عبرة بالمواضعة السابقة'' (جامع الفصولین: ۲:۲۳۷)

اگر عاقدین عقد بیع سے پہلے کوئی وعدہ کر لیں پھر وفاء کی شرط کے بغیر عقد بیع کر لیں تو یہ عقد

جائز ہے اور سابقہ وعدہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا''

البتہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں جامع الفصولین کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اس پر اعتراض کیا ہے وہ فرماتے ہیں: جامع الفصولین میں ہے کہ اگر عاقدین نے عقد بیع کرنے سے پہلے آپس میں کوئی شرط فاسد ٹھہرالی پھر عقد کیا تو اس صورت میں یہ عقد باطل نہ ہوگا...... میں کہتا ہوں کہ اگر عاقدین نے اس عقد کو سابقہ شرط کی بنیاد پر کیا ہے تو اس صورت یہ عقد فاسد ہونا چاہئے جیسا کہ کتاب البیوع کے آخر میں ''بیع الھزل'' میں اس کی صراحت کی ہے'' (ردالمحتار ۴:۱۳۵)

لیکن علامہ محمد خالد الاتاسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بحث جامع الفصولین کی عبارت سے متصادم ہے جیسا کہ تجھ کو معلوم ہے اور علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ کو ''بیع الھزل'' پر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ صاحب منار کے مطابق ''ھزل'' کا مطلب یہ ہے کہ لفظ بول کر ایسی چیز مراد لی جائے جس کے لئے وہ لفظ وضع نہیں ہوا' اور نہ ہی بطور استعارہ کے اس لفظ کا اس معنی پر اطلاق ہوتا ہو' اور اس کی نظیر ''بیع التلجئۃ'' ہے' درمختار میں ''بیع التلجیۃ'' کی تعریف یہ ہے کہ عاقدین آپس میں کسی عقد کا اظہار کریں جبکہ دونوں کا عقد کرنے کا ارادہ نہ ہو اور یہ حقیقت میں بیع ہی نہیں ہے لہٰذا اگر یہ دونوں عاقدین اس عقد کی بنیاد پر کوئی دوسرا عقد کرلیں تو ایسا کرنا عاقدین کی طرف سے اس بات کا اعتراف ہوگا کہ انہوں نے اصلاً بیع کرنے کا ارادہ یہ نہیں کیا تھا اب ظاہر ہے کہ اس مسئلے کا ہمارے مسئلے سے کیا تعلق ہے بہر حال جامع الفصولین میں ذکر کردہ مسئلے کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔ (شرح المجلۃ للاتاسی ۲:۶۱)

چنانچہ متاخرین حنفیہ کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی وعدہ عقد بیع سے بالکل جدا ہو چاہے وہ عقد بیع سے پہلے کیا جائے یا بعد میں کیا جائے دونوں صورتوں میں وہ وعدہ اصل عقد بیع کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا' اور اس وعدہ کی وجہ سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ یہ بیع شرط کے ساتھ ہوئی' اور نہ یہ لازم آئے گا کہ یہ ''صفقۃ فی صفقۃ'' ہے لہٰذا اب اس معاملے کے جائز ہونے میں کوئی مانع باقی نہ رہا۔

البتہ ایک اشکال یہ رہ جاتا ہے کہ جس صورت میں بیع سے پہلے آپس میں کوئی وعدہ کرلیا گیا ہو اس صورت میں اگرچہ ایجاب و قبول کے وقت اس وعدہ کا زبان سے اظہار نہیں کیا جاتا لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ وعدہ فریقین کے نزدیک عقد کے وقت ضرور ملحوظ ہوگا اور اسی سابقہ وعدہ کی

بنیاد پر عاقدین یہ موجودہ عقد کریں گے لہذا پھر تو زیر بحث معاملہ جس میں عقد بیع سے پہلے آپس میں کوئی وعدہ ہوگیا ہو اور اس معاملے میں کوئی فرق نہیں رہے گا جس میں صراحتا دوسرا عقد مشروط ہو اور حکم معاملے کی حقیقت پر ہونا چاہئے اس کی ظاہری صورت پہ نہ ہونا چاہئے لہذا سابقہ کیا ہوا وعدہ بھی شرط کے درجے میں ہو کر اس بیع کو ناجائز کردے گا۔

میرے علم کی حد تک اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ ان دونوں مسئلوں میں صرف ظاہری اور لفظی فرق نہیں ہے، بلکہ حقیقی طور پر ان دونوں میں باریک فرق ہے وہ یہ کہ اگر ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط ہو جس کو اصطلاح میں ''صفقۃ فی صفقۃ'' کہتے ہیں اس میں پہلا عقد مستقل اور قطعی نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ پہلا عقد دوسرے عقد پر اس طرح موقوف ہوتا ہے کہ یہ اس کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوسکتا جس طرح ایک معلق عقد ہوتا ہے۔

لہذا جب بائع نے مشتری سے کہا کہ میں یہ مکان تمہیں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم اپنا فلاں مکان مجھے اتنے کرایہ پر دو گے' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیع آئندہ ہونے والے اجارہ پر موقوف رہے گی اور جب عقد کسی آئندہ کے معاملے پر موقوف ہو تو اس صورت میں اس عقد کو مستقل عقد نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ عقد معلق کہا جائے گا اور عقود معارضہ میں تعلیق جائز نہیں۔

اور اگر اس بیع کو نافذ کردیں اس کے بعد مشتری عقد جارہ کرنے سے انکار کردے تو اس صورت میں عقد بیع خود بخود کالعدم ہوجائے گا اس لئے کہ عقد بیع تو عقد اجارہ کے ساتھ مشروط تھا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب شرط فوت ہوجائے تو مشروط خود بخود فوت ہوجائے گا۔

لہذا جب ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عقد اول عقد ثانی کے ساتھ معلق ہوجائے گا گویا بائع نے مشتری سے یہ کہا کہ اگر تم اپنا فلاں مکان مجھے اتنے کرایہ پر دو گے تو میں اپنا یہ مکان تمہیں اتنے پر فروخت کردوں گا ظاہر یہ کہ یہ عقد کسی امام کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع تعلیق کو قبول نہیں کرتی ہے۔

برخلاف اس کے کہ بائع اور مشتری ابتداء عقد اجارہ کو بطور ایک وعدہ کے طے کرلیں پھر مطلق غیر مشروط پر عقد بیع کریں تو اس صورت میں یہ عقد بیع مستقل اور غیر مشروط ہوگی اور عقد اجارہ پر موقوف نہیں ہوگی لہذا اگر عقد بیع مکمل ہوجانے کے بعد مشتری عقد اجارہ کرنے سے انکار کردے تو اس صورت میں عقد بیع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ عقد بیع اپنی جگہ پر مکمل اور درست ہوجائے گی۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ چونکہ وعدہ پورا کرنا بھی لازم ہوتا ہے اس لئے مشتری کو

اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے' اس لئے کہ اس نے اس وعدے کے ذریعے بائع کو اس بیع پر آمادہ کیا ہے چنانچہ مالکیہ کے نزدیک قضا بھی اس وعدے کو پورا کرنا مشتری کے ذمے ضروری ہے البتہ اس وعدے کا اس بیع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جو بیع غیر مشروط پر ہوئی ہے لہٰذا اگر مشتری اپنا وعدہ پورا نہ بھی کرے تب بھی بیع اپنی جگہ پر تام سمجھی جائے گی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر بیع کے اندر کوئی دوسرا عقد مشروط ہو تو اس صورت میں وہ عقد مکمل ہونے اور فسخ ہونے کے درمیان متردد رہتا ہے اور اس تردد کی وجہ سے اس عقد کے اندر فساد آ جائے گا۔ بخلاف اس کے کہ بیع تو مطلق اور غیر مشروط ہو۔ البتہ اس بیع سے پہلے عاقدین آپس میں کوئی وعدہ کر لیں تو اس صورت میں اس بیع کے مکمل ہونے میں کوئی تردد باقی نہیں رہے گا وہ ہر حال میں مکمل ہو جائے گی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ جن حضرات فقہاء کے نزدیک وعدے کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے' ان کے نزدیک اس سابقہ وعدے کو پورا کرنا مشتری کے ذمے لازم ہوگا۔

بہر حال شرکی متناقصہ" کا جائز اور بے غبار طریقہ یہ ہے کہ تینوں معاملات اپنے اپنے اوقات میں دوسرے معاملے سے بالکل علیحدہ علیحدہ کئے جائیں اور ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط نہ ہو' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ عاقدین کے درمیان وعدہ اور ایگریمنٹ ہو جائے جس کے تحت آئندہ کے معاملات طے پائیں۔

چنانچہ عاقدین (گاہک اور کمپنی) اس بات پر اتفاق کر لیں کہ فلاں مکان دونوں مل کر مشترکہ طور پر خریدیں گے۔ اور پھر کمپنی اپنا حصہ گاہک کو کرایہ پر دے دے گی پھر گاہک کمپنی کے حصے کو مختلف قسطوں میں خریدے گا حتیٰ کہ گاہک اس پورے مکان کا مالک ہو جائے گا۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ گاہک اور کمپنی کے درمیان یہ معاہدہ صرف وعدہ کی شکل میں ہو اور ہر عقد اپنے اپنے وقت پر مستقل ایجاب و قبول کے ساتھ کیا جائے۔ اس صورت میں یہ عقد غیر مشروط ہوگا لہٰذا کرایہ داری میں بیع کا معاملہ مشروط نہ ہوگا اور نہ بیع کے اندر کرایہ داری کا معاملہ مشروط ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (جامع الفتاویٰ ج ۶ ص ۶۲،۶۳)

فروخت کردہ مکان میں خریدار کا شراب فروشی کرنا

سوال: ایک مسلمان نے اپنی دکان ہندو کو فروخت کر دی' اس نے شراب کا کاروبار شروع کر دیا تو بیچنے والا مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب: مسلمان نے جب شراب فروشی کے لیے نہیں دی' شراب فروشی ہندو کا فعل اور پیشہ ہے' مسلمان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' لہٰذا یہ گنہگار نہیں ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۵)

بیع کے بعد پیمائش میں زمین زیادہ نکلے

سوال: خلاصہ سوال یہ ہے کہ زید نے عمر سے ایک زمین خریدی اور جانبین سے ثمن ومبیع پر قبضہ بھی ہوگیا بعد میں خانگی طور پر عمر نے اس قطعہ کی پیمائش کرائی تو سرکاری پیمائش سے کچھ گز زائد برآمد ہوئے لہٰذا عمر کا مطالبہ ہے کہ اس زیادتی کے ثمن کا بھی مجھے حسب تناسب حق ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا عمر قطعہ محدودہ کی سالم ثمن وصول لینے کے بعد ان زائد گزوں کی قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے اور شرع شریف میں جس مقدار کے مقابلے میں ثمن ذکر کیے جائیں اس کی کسر بھی مقابل ثمن ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: عمر کا مطالبہ زائد ذراع کی قیمت کا فضول ہے کیونکہ فن کی معتبر کتابوں میں صاف صاف پایا جاتا ہے کہ جس مقدار کے حساب سے ثمن کا اندازہ لگایا گیا ہے اس مقدار کے تابع وصف ہوا کرتی ہے اس کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوا کرتے' اگر مجموعہ قطعہ زمین رقم معین کے عوض فروخت کیا تھا تو جواب مذکور صحیح ہے یعنی زائد قیمت لینے کا بائع کو حق نہیں لیکن اگر اس قطعہ زمین کی قیمت بحساب گز مقرر کی گئی تھی مثلاً یوں کہاں گیا تھا کہ یہ قطعہ سو گز ہے اور ہر گز تین روپے میں فروخت کرتا ہوں تو اس صورت میں جس قدر گز مکرر پیمائش میں زائد ثابت ہوں گے اس کی زائد قیمت کا بائع حق دار ہوگا' مشتری کے ذمہ ادا کرنا ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۵)

جائیداد کی خرید وفروخت پر کمیشن لینے کی شرعی حیثیت

سوال: ایک آدمی نے "جائیداد کی خرید وفروخت کا با اعتماد ادارہ" کے نام سے ایک دفتر کھول رکھا ہے جہاں وہ زمین کی خرید وفروخت کا کام کرتا ہے اور اس پر وہ جانبین (یعنی خریدنے اور فروخت کرنے والے) سے دو فیصد کمیشن لیتا ہے تو کیا اس طرح پر جانبین سے کمیشن لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت مقدسہ نے ایک ہی شخص کو بائع اور مشتری دونوں کی جانب سے وکالت کی ذمہ داری اپنانے کی اجازت نہیں دی ہے لیکن جانبین کی طرف سے دلال بن سکتا ہے۔ وکیل اور دلال میں بنیادی فرق یہ ہے کہ وکیل کو مبیعہ میں جائز تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے جبکہ دلال کی ذمہ داری مال خریدنے کی طرف ترغیب دلانا ہوتی ہے اور مبیعہ میں کسی قسم کے تصرف کا اس کو حق حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ شخص چونکہ دلال کی حیثیت سے کام کرتا ہے اس لیے اس کو جانبین سے مناسب کمیشن لینا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ تاہم ایسے ادارے کو پہلے سے مناسب کمیشن کی وضاحت کردینا ضروری ہے تاکہ بعد میں جھگڑے اور کبیدہ خاطری کا سبب نہ بنے۔ لما قال العلامة ابن عابدين رحمه الله فتجب الدلالة على البائع او المشتري عليهما بحسب العرف (ردالمحتار ج ۴ ص ۴۶ كتاب البيوع)

تصویردار برتن فروخت کرنا

سوال: تصویردار بکس وڈبہ وغیرہ کے اندر جو اشیاء فروخت ہوتی ہیں کہ خریدار اور فروخت کنندہ کو مقصود تصویر نہیں ہوتا بلکہ مجبوراً مارکہ (نشان) تصویردار لینا پڑتا ہے لہٰذا یہ خرید وفروخت درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ڈبیہ پر تصویر ہو اور اصل مقصود وہ شئی ہے نہ کہ ڈبیہ تو اس بیع میں مضائقہ نہیں اور اگر بالفرض ڈبیہ بھی مقصود ہو تو اس پر جو تصویر ہے وہ مقصود نہیں ہے اس لیے اس کی بیع میں مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۲)

بڑی سڑک اور گلی کوچوں میں حقوق کا فرق اور بیع کا حکم

سوال: ایک شخص نے مختلف شرکاء کا وکیل بن کر ایک باغ کو محلّہ کی صورت میں آباد کرنے کے لیے خریدا اور پھر اس میں مختلف ایسی وسیع سڑکیں اور کوچے قائم کیے ہیں جن پر تانگے، ٹھیلے وغیرہ بخوبی چل سکیں اور جملہ باغ کو قطعہ کی شکل میں کیا اور مختلف خریداران کے ہاتھ فروخت کردیا اور سڑکوں وکوچوں کی شارع عام قرار دے کر میونسپلٹی کے قبضہ میں دے دیا جس نے ساکنان محلّہ کی آسائش کے لیے نالیاں، پانی کا نل، بجلی، پختہ سڑکیں بنوادیں، اس صورت میں اگر صاحب جائیداد کرایہ دار اور میونسپلٹی کے خلاف محلّہ کی شارع عام کے خلاف کسی ایسی قسم کی پابندی عائد کرنا چاہے جس کی وجہ سے تانگے، ٹھیلے وغیرہ اندر نہ جاسکیں جن کے لیے جانے کی بوجوہ چند سخت ضرورت ہے تو کیا ان کے حقوق عامہ میں یہ مداخلت بروئے شرع جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: گلی کوچے دو قسم کے ہوتے ہیں اور دونوں میں احکام کا تفاوت ہے اور وہ کوچہ جو اہل محلّہ کی مخصوص ملک ہے، شارع عام نہیں، اس کو فقہاء سکنہ خاص کے نام سے تعبیر کرتے ہیں مگر اکثر اس قسم کے کوچے غیر نافذ ہوتے ہیں، دوسرے وہ جو شارع عام ہیں خواہ ابتداء آبادی سے ہی حکومت نے ان کو شارع عام قرار دیا ہو یا کسی شخص کی ملک تھا مگر اس نے رفاہ عام کیلئے وقف کردیا اور شارع عام بنادیا۔

قسم اول کا حکم یہ ہے کہ کوچے کے تمام شرکاء کی اجازت سے اس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہے، خواہ اس تصرف سے گزرنے والوں کو تنگی ہو یا نہ ہو اور شرکاء کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں اگرچہ اس میں گزرنے اور رہنے والوں کا کوئی ضرر بھی نہ ہو اور اس معاملہ میں عام آدمی اور شریک سب برابر ہیں، اس لیے کوئی شریک بھی بغیر دوسرے شرکاء کی اجازت کے اس میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔

اور قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ اس میں تصرف کرنے کے لیے قاضی یا حاکم کی اجازت ضروری ہے

اور حاکم کو بھی اجازت دینے کا حق اس وقت ہے جبکہ وہ دیکھ لے کہ اس میں عام لوگوں کا نقصان نہیں۔

خلاصہ یہ کہ باغ اور راستے ابتداء مملوک تھے۔ پھر شارع بنا دیئے گئے اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ شارع عام بنانے سے شرکاء کی غرض وقف عام کرنا تھا یا محض گزرنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنی ملک میں رکھنا' پہلی صورت میں اب اس کو بند کرنے یا کسی قسم کی پابندی جو گزرگاہ عام کے لیے مضر ہو عائد کرنے کا کوئی حق نہیں رہا' اگرچہ تمام شرکاء اس پر متفق ہوں اور دوسری صورت میں اگر تمام شرکاء متفق ہو کر بند کرنا چاہیں تو جائز ہے۔ اگرچہ گزرنے والوں کو تکلیف ہو اور کرایہ داران کا بھی یہی حکم ہے اور جس صورت میں کہ یہ جگہ مملوک ہو اور سکہ خاصہ ثابت ہو تو کرایہ داران اگر سب مالکان کے خلاف کوئی چارہ جوئی کریں تو یہ جائز نہیں' البتہ ان کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے عقد کرایہ کو فسخ کردیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۰_۸۳۹ ج)

باپ کا مال چرا کر فروخت کرنا

سوال: ایک تاجر چرم سولہ ہزار بکری کے چمڑے ایک یورپین تاجر کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا' رات میں اس کے لڑکے نے اس میں چرا کر چمڑا فروخت کر ڈالا اور مشتری کو بھی علم ہے' اس مشتری کا باوجود چوری کے علم کے خریدنا شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ نیز لڑکے کا باپ کا مال چرا کر بیچنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مشتری حاجی' نمازی ہے' اس خریداری سے اس کی دینداری میں کوئی نقصان لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اس مال مسروقہ کا نفع مشتری کے مال حلال میں مخلوط ہو جائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شرعی قباحت لازم ہوگی یا نہیں؟

جواب: لڑکے کا یہ فعل حرام ہے اور اگر مشتری کو یہ علم تھا تو اس کو خریدنا بھی حرام تھا اور بیع و شراء دونوں ناجائز واقع ہوئیں اور مشتری کی صلاحیت اس فعل سے خراب ہوگئی اور اس مال کا نفع بھی اس کے لیے حلال نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۷ ج ۸)

شرکاء کے درمیان بیع وشراء کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک جنگل کے نیلام کا اعلان ہوا' ایک جماعت اس کی خریداری کیلئے تیار ہوئی اور طے پایا کہ متفقہ طور پر کسی ایک کے نام خرید لیا جائے اور سب شریک رہیں' اس کے بعد آپس میں بولی بولی جائے جو شخص جتنے نفع پر خریدار ہو اس کا منافع وہیں ختم ہو جائے گا' اسی طرح باقی شرکاء کریں گے مثلاً اس نیلام کو زید نے سو روپے میں لیا جس میں دس شریک ہیں' اب عمر نے اس جنگل کی قیمت ڈیڑھ سو

روپے تجویز کی کہ اتنے میں میں خریدار ہوں زیادہ میں نہیں' تیسرے شریک نے دوسو روپے تجویز کی' اسی طریقے سے سلسلہ وار ہر شخص بولی بولے گا یا انکار کریگا' اس معاہدے کے موافق جو شخص جتنی قیمت تک خریدار ہوگا وہ اسی نفع کا شریک ہوگا جو اس وقت ہے' اگر دوسرے شرکاء اس کے منافع میں اضافہ کریں تو یہ شخص اس زیادہ منافع میں شریک نہیں' یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کے بعد ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ دس میں سے دو شخص شریک ہو کر پھر متفقہ طور سے خریدار ہوتے ہیں اور وہ بھی آپس میں یہی طے کرتے ہیں کہ ہم پھر آپس میں طے کرلیں گے' اب دونوں میں جو نفع ہوگا اس میں ان آٹھ میں سے کوئی شریک ہوگا یا نہیں؟

جواب: جب خریدنے میں برابر کے شریک ہیں تو نفع میں بھی برابر ہی کے شریک رہیں گے۔ محض قیمت زیادہ تجویز کرنے سے نفع کی زیادتی ناجائز ہے' ہاں اگر کوئی شریک دوسرے شرکاء کے حصے بھی خریدلے تو ان کے حصوں کا نفع بھی یہی لے گا جو حکم مجموعہ دس شرکاء کا ہے وہی دو شریکوں کا ہے۔

اور جس شریک کا حصہ جتنے میں خریدے گا اسی حساب سے نفع دے گا اور خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ بیع قطعی ہو کر معاملہ طے ہو جائے' صرف بولی بولنا کافی نہیں اور مجموعہ میں تمام شریک ہیں' اس لیے جو خریدے گا وہ اپنے حصہ کے علاوہ دوسرے کے حصہ کو خریدے' مجموعہ خریدنا جس میں اپنا حصہ بھی داخل ہے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۹۰)

شیئرز ہولڈر خریدنا کیسا ہے؟

سوال: مقام والی میں ایک شوگر فیکٹری قائم کرنے کا پروگرام بنایا جارہا ہے' اس میں ایک شیئر ہولڈر کا پانچ سو روپیہ ہے' اب ایسی صورت میں جبکہ ایک بڑی رقم ہو جائے گی پھر اس کے بعد فیکٹری چالو ہوگی جو شیئر ہولڈر ہوں گے ان کو نفع اور نقصان میں بھی برابر رکھا جائے گا' اس فیکٹری کو چالو کرنے میں قرض کا روپیہ سود کے ساتھ حاصل ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں جو شیئر ہولڈر ہیں ان کو کوئی مجبوری بھی نہیں ہے اور اس کے بغیر بھی روزی ملتی ہے تو ایسی حالت میں جو نفع ہوگا وہ ہمارے لیے جائز ہوگا یا نہیں؟ اس صورت حال میں یہ معاملہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس فیکٹری کے نفع کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں' اس کا نفع لینا تو جائز رہے گا' البتہ یہ بات تو صحیح طلب ہے کہ جب بڑی رقم ہو جائے گی تو اس کو دکھا کر بینک سے لون کون لے گا' آیا یہی شیئر ہولڈر خود لیں گے یا یہ شیئر ہولڈر خرید کر اپنا روپیہ فیکٹری میں دیدیں گے اور پھر فیکٹری والے خود بینک سے لون لیں گے۔ اگر شیئر ہولڈر کو خود اپنا روپیہ دکھا کر بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے' جب تو ان

لوگوں کو ایسا کرنا جائز نہ ہوگا جن کے پاس اپنا دوسرا جائز کاروبار ہے اور وہ مجبور نہیں ہیں اور اگر شیئر ہولڈر خود بینک سے لون نہیں لیتا ہے بلکہ فیکٹری کا عملہ یہ سب کام خود انجام دیتا ہے اور وہ اکثر یا کل غیر مسلم ہیں تو ایسی صورت میں یہ شیئرز خریدنا بھی جائز رہے گا منع نہ ہوگا۔ (نظام الفتاوٰی ج ا ص ۱۹۹)

شیئرز کی خرید وفروخت

الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین

موجودہ دور کی تجارت میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہوا ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں ''شیئر'' (Share) کہتے ہیں چونکہ شیئرز کا کاروبار آخری صدیوں میں پیدا ہوا اس لیے قدیم فقہاء کی کتابوں میں اس کا حکم اور اس کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں اس لیے اس وقت ''شیئرز'' اور سٹاک ایکس چینج میں ہونے والے دوسرے جدید معاملات کے بارے میں مختصراً عرض کرنا ہے۔

شیئرز کی ابتداء

پہلے زمانہ میں جو ''شرکت'' ہوتی تھی وہ چند افراد کے درمیان ہوا کرتی تھی جس کو آج کل کی اصطلاح میں پارٹنر شپ (Partnership) کہتے ہیں لیکن پچھلی دو تین صدیوں سے شرکت کی ایک نئی قسم وجود میں آئی جس کو جائنٹ سٹاک کمپنی (joint Stock Company) کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے کاروبار میں نئی صورت حال پیدا ہوئی اور اس کے حصص (شیئرز) کی خرید فروخت کا نیا مسئلہ وجود میں آیا۔ اس کی بنیاد پر دنیا بھر میں سٹاک مارکیٹیں (Stock Markets) کام کر رہی ہیں اور ان سٹاک مارکیٹس میں کروڑوں بلکہ اربوں روپے کا لین دین ہوتا رہتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

شیئرز کی حقیقت کیا ہے؟

لیکن پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیئرز کیا چیز ہیں؟ کمپنی کے شیئرز کو اردو میں ''حصے'' سے تعبیر کرتے ہیں اور عربی میں اس کو ''سہم'' کہتے ہیں۔ یہ شیئرز در حقیقت کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈرز (Share Holder) کی ملکیت کے ایک متناسب حصے کی نمائندگی کرتا ہے۔ مثلاً اگر میں کسی کمپنی کا شیئر خریدتا ہوں تو وہ شیئر سرٹیفکیٹ جو ایک کاغذ ہے وہ اس کمپنی میں میری ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہٰذا کمپنی کے جو اثاثے اور املاک ہیں شیئرز خریدنے کے نتیجے میں میں ان

کے متناسب حصے کا مالک بن گیا۔

پہلے زمانے میں تجارت چھوٹے پیمانے پر ہوتی تھی کہ دو چار آدمیوں نے مل کر سرمایہ لگا کر شرکت کی اور کاروبار کر لیا لیکن بڑے پیمانے پر تجارت اور صنعت کے لیے جتنے بڑے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے بسا اوقات چند افراد مل کر اتنا سرمایہ مہیا نہیں کر پاتے' اس واسطے کمپنی کو وجود میں لانا پڑا اور اس کے لیے جو طریق کار عام طور پر معروف ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی کمپنی وجود میں آتی ہے تو پہلے وہ اپنا لائحہ عمل اور خاکہ شائع کرتی ہے اور اپنے شیئرز جاری (Issue) کرتی ہے اور شیئرز جاری کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کمپنی لوگوں کو اس کمپنی میں حصہ دار بننے کی دعوت دے رہی ہے۔

جب کمپنی ابتداء وجود میں آتی ہے تو اس وقت وہ کمپنی بازار میں اپنے شیئرز فلوٹ (float) کرتی ہے اور لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ یہ شیئرز خریدیں۔ اب اس وقت جو شخص بھی ان شیئرز کو خریدتا ہے وہ شخص درحقیقت اس کمپنی کے کاروبار میں حصہ دار بن رہا ہے اور اس کمپنی کے ساتھ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔ اگرچہ عرف عام میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے شیئرز خریدے لیکن شرعی اعتبار سے وہ خرید وفروخت نہیں ہے بلکہ جب میں نے پیسے دے کر وہ شیئرز حاصل (Subscribe) کیے تو اس کے نتیجے میں مجھے کوئی سامان نہیں مل رہا ہے اس لیے کہ کمپنی نے ابھی تک کام شروع نہیں کیا اور نہ ہی اب تک کمپنی کی املاک اور اثاثے وجود میں آئے ہیں بلکہ کمپنی تو اب بن رہی ہے۔ لہٰذا جس طرح ابتداء میں دو چار آدمی مل کر پیسے جمع کر کے کاروبار شروع کرتے ہیں اسی طرح کمپنی ابتداء لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ تم اس کاروبار میں ہمارے ساتھ شریک بن جاؤ۔ لہٰذا جو شخص اس وقت میں شیئرز حاصل کر رہا ہے وہ گویا کہ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔

اب شرکت کا معاملہ کرنے کے نتیجے میں اس کو جو شیئرز سرٹیفکیٹس حاصل ہو وہ شیئرز سرٹیفکیٹس درحقیقت اس شخص کی اس کمپنی میں متناسب حصے کی ملکیت کی نمائندگی کر رہا ہے۔ یہ ہے شیئرز کی حقیقت۔

نئی کمپنی کے شیئرز کا حکم

لہٰذا جب کسی کمپنی کے "شیئرز" ابتداء میں جاری ہو رہے ہوں اس وقت ان شیئرز کو ایک شرط کے ساتھ لینا جائز ہے وہ یہ کہ جس کمپنی کے یہ شیئرز ہیں وہ کوئی حرام کاروبار شروع نہ کر رہی ہو۔ لہٰذا اگر کسی حرام کاروبار کے لیے وہ کمپنی قائم کی جا رہی ہے' مثلاً شراب بنانے کی فیکٹری قائم کی جا رہی ہے یا مثلاً سود پر چلانے کے لیے ایک بینک قائم کیا جا رہا ہے یا انشورنس کمپنی قائم کی جا رہی ہے تو اس قسم کی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر بنیادی طور پر حرام کاروبار نہیں ہے بلکہ کسی

حلال کاروبار کے لیے کمپنی قائم کرنے کے لیے شیئرز جاری کیے گئے ہیں مثلاً کوئی ٹیکسٹائل کمپنی ہے یا آٹوموبائل کمپنی ہے تو اس صورت میں اس کمپنی کے شیئرز خریدنے میں کوئی قباحت نہیں جائز ہے۔

خرید وفروخت کی حقیقت

جب ایک آدمی نے وہ شیئرز خرید لیے تو اب وہ آدمی اس کمپنی میں حصہ دار بن گیا لیکن عام طریق کار یہ ہے کہ وہ شیئرز ہولڈر وقتاً فوقتاً اپنے شیئرز سٹاک مارکیٹ میں بیچتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جب کمپنی قائم ہوگی اور ایک مرتبہ اس کمپنی کے تمام شیئرز سبسکرائب (Subscribe) ہوگئے اس کے بعد جب اس کمپنی کے شیئرز کا سٹاک مارکیٹ میں لین دین ہوگا وہ شرعاً حقیقت میں "شیئرز کی خرید وفروخت" ہے۔ مثلاً جب ابتداء ایک کمپنی قائم ہوئی۔ اس وقت میں نے اس کے دس شیئرز حاصل کیے اب میں ان شیئرز کو سٹاک مارکیٹ میں فروخت کرتا ہوں اب جو شخص وہ دس شیئرز مجھ سے خرید رہا ہے حقیقت میں وہ میری ملکیت کے اس متناسب حصے کو خرید رہا ہے جو میرا کمپنی کے اندر ہے۔ لہٰذا اس خرید وفروخت کے نتیجے میں وہ شخص میری جگہ اس حصے کا مالک بن جائے گا شیئرز کے خرید وفروخت کی حقیقت بس یہی ہے۔

چار شرطوں کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے

لہٰذا اگر کسی شخص کو "سٹاک مارکیٹ" سے شیئرز خریدنے ہوں تو اس کو ان شیئرز کی خریداری کے لیے چار شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کمپنی حرام کاروبار میں ملوث نہ ہو۔ مثلاً وہ سودی بینک نہ ہو سود اور قمار پر مبنی انشورنس کمپنی نہ ہو شراب کا کاروبار کرنے والی کمپنی نہ ہو یا ان کے علاوہ دوسرے حرام کام کرنے والی کمپنی نہ ہو ایسی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں جائز نہیں نہ ابتداء جاری ہونے کے وقت لینا جائز ہے اور نہ ہی بعد میں سٹاک مارکیٹ سے لینا جائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کمپنی کے تمام اثاثے اور املاک سیال اثاثوں (Liquid Assets) یعنی نقد رقم کی شکل میں نہ ہو بلکہ اس کمپنی نے کچھ فکسڈ اثاثے (Fixed Assets) حاصل کر لیے ہوں۔ مثلاً اس نے بلڈنگ بنائی ہو یا زمین خرید لی ہو۔ لہٰذا اگر اس کمپنی کا کوئی فکسڈ اثاثہ وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کے تمام اثاثے ابھی سیال (Liquid) یعنی نقد رقم کی شکل میں ہیں تو اس صورت میں اس کمپنی کے شیئرز کو فیس ویلیو سے کم یا زیادہ (Above paor below par) میں فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ برابر سرابر خریدنا ضروری ہے۔

یہ سود ہو جائے گا

اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے لوگوں نے اس کمپنی میں اپنی رقم سبسکرائب (Subscribe) کی ہے اس رقم سے ابھی تک کوئی سامان نہیں خریدا گیا اور نہ اس سے کوئی بلڈنگ بنائی گئی' نہ کوئی مشین خریدی گئی اور نہ ہی کوئی اور اثاثہ وجود میں آیا بلکہ ابھی وہ تمام پیسے نقد کی شکل میں ہیں تو اس صورت میں دس روپے کا شیئرز دس روپے ہی کی نمائندگی کر رہا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے دس روپے کا بانڈ دس روپے ہی کی نمائندگی کرتا ہے یا جیسے دس روپے کا نوٹ دس روپے کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہٰذا جب دس روپے کا شیئر دس روپے کی نمائندگی کر رہا ہے تو اس صورت میں اس شیئر کو گیارہ روپے میں یا نو روپے میں خریدنا یا فروخت کرنا جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو دس روپے کے نوٹ کو گیارہ روپے میں فروخت کرنا یا نو روپے میں فروخت کرنا ہو جائے گا جو سود ہونے کی وجہ سے قطعاً جائز نہیں۔

لیکن اگر کمپنی کے کچھ اثاثے منجمد (Fixed Assets) کی شکل میں ہیں۔ مثلاً اس رقم سے کمپنی نے خام مال خرید لیا یا کوئی تیار مال خرید لیا یا کوئی بلڈنگ بنالی یا مشینری خرید لی تو اس صورت میں دس روپے کے اس شیئر کو کمی یا زیادتی پر فروخت کرنا جائز ہے۔

اس کے جائز ہونے کی وجہ ایک فقہی اصول ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب سونے کو سونے سے فروخت کیا جائے یا پیسے کا پیسے سے تبادلہ کیا جائے تو برابر سرابر ہونا ضروری ہے لیکن بعض چیزیں مرکب ہوتی ہیں۔ مثلاً سونے کا ایک ہار ہے اور اس میں موتی بھی جڑے ہوئے ہیں تو اب سونے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ بالکل برابر سرابر کر کے خریدنا اور فروخت کرنا ضروری ہے لیکن یہ حکم موتیوں کے بارے میں نہیں ہے اس لیے دس موتی کے بدلے بارہ موتی لینا جائز ہے۔ لہٰذا اگر ایک ایسا ہار خریدنا ہو جو سونے اور موتی سے مرکب ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس ہار میں جتنا سونا ہے اس سے تھوڑا سا زیادہ سونا دے کر اس کو خریدنا درست ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ اس ہار میں ایک تولہ سونا ہے اور کچھ موتی لگے ہوئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس ہار کو ایک تولہ اور ایک رتی سونے کے عوض خریدنا چاہے تو اس کے لیے خریدنا جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ کہا جائے گا کہ ایک تولہ سونا تو ایک تولہ سونے کے عوض میں آ گیا اور ایک رتی سونا موتیوں کے مقابلے میں آ گیا' اس طرح معاملہ درست ہو گیا۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ اگر کمپنی کے کچھ اثاثے نقد روپے کی شکل میں ہوں اور کچھ اثاثے فکسڈ اسسٹس (Fixed Assets) یا خام مال کی شکل میں ہوں تو وہاں بھی فقہ کا یہی اصول جاری ہوتا ہے۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے سمجھیے۔ فرض کریں کہ ایک کمپنی نے سو روپے کے شیئرز جاری کیے اور دس آدمیوں نے وہ شیئرز خرید لیے' ایک شیئر دس روپے کا تھا' ہر شخص نے دس دس روپے کمپنی کو دے کر وہ شیئرز حاصل کر لیے۔ اس کے بعد کمپنی نے ابھی تک اس رقم سے کوئی سامان نہیں خریدا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دس شیئرز جو سو روپے کے ہیں وہ سو روپے کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر فرض کریں کہ ایک شخص (A) کے پاس ایک شیئر ہے اب وہ اس شیئر کو دس کے بجائے گیارہ میں فروخت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے دس روپے دے کر گیارہ روپے لے لیے کیونکہ کمپنی نے ابھی تک اس رقم سے کوئی چیز نہیں خریدی ہے بلکہ ابھی تک وہ رقم نقد کی شکل ہی میں اس کے پاس موجود ہے۔

لیکن اگر کمپنی نے یہ کیا کہ جب اس کے پاس سو روپے آئے تو اس نے چالیس روپے کی مثلاً بلڈنگ خرید لی اور بیس روپے کی مشینری خرید لی اور بیس روپے کا خام مال خرید لیا اور دس روپے اس کے پاس نقد موجود ہیں اور دس روپے لوگوں کے ذمے مال فروخت کرنے کی وجہ سے واجب الاداء ہو گئے' اسی بات کو نقشے سے سمجھ لیں:

کمپنی کی کل رقم =/۱۰۰ روپے

واجب الوصول قرضے	بلڈنگ	مشینری	مال	نقد
=/۱۰ روپے	=/۴۰ روپے	=/۲۰ روپے	=/۲۰ روپے	=/۱۰ روپے

اب اس صورت میں کمپنی کے اثاثے پانچ حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ اب (A) کے پاس جو دس روپے کا شیئر ہے وہ اسی تناسب سے تقسیم ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ (A) کے پاس جو دس روپے کا شیئر ہے اس میں سے ایک روپیہ واجب الوصول قرض کے مقابل ہے' ایک روپیہ نقد کے مقابل ہے چار روپے بلڈنگ کے ہیں۔ دو روپے مشینری کے ہیں اور دو روپے خام مال کے ہیں۔

اب اگر (A) دس روپے کا شیئر =/۱۲ روپے میں فروخت کرنا چاہے تو اس کے لیے جائز ہے اس لیے کہ اس کو فروخت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (A) نے ایک روپیہ میں ایک روپے کا قرض فروخت کیا' ایک روپیہ نقد ایک روپیہ کے عوض فروخت کیا اور باقی دس روپے کے عوض دوسری چیزیں فروخت کیں اور اس طرح (A) کا یہ سودا درست ہو گیا اس لیے (A) جو دو روپے نفع لے رہا ہے نقد اور قرض کے مقابلے میں نہیں لے رہا ہے بلکہ دوسری اشیاء پر نفع لے رہا ہے اور ان پر نفع لینا جائز ہے۔

لیکن اگر کسی وقت نقد رقم اور واجب الوصول قرضہ دس روپے سے زیادہ ہو جائے تو اس

صورت میں (A) کے لیے دس روپے کا شیئر دس روپے سے کم یعنی =/۹ روپے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً فرض کیجئے کہ جب کمپنی کا کاروبار آگے بڑھا اور کمپنی نے ترقی کی تو اس کے نتیجے میں واجب الوصول قرضہ سو روپے ہوگیا اور سو روپے نقد ہو گئے اور چالیس روپے کی بلڈنگ، بیس روپے کا مال، بیس روپے کی مشینری۔ اس طرح کمپنی کے کل اثاثوں کی مالیت =/۲۸۰ روپے ہوگئی۔ اور ایک شیئر کی بریک اپ ویلیو (Break up Value) اب =/۲۸ روپے ہوگئی۔

مندرجہ ذیل نقشے سے سمجھ لیجئے

کمپنی کی موجودہ کل مالیت =/۲۸۰ روپے

ایک شیئر کی موجودہ قیمت =/۲۸ روپے

بلڈنگ	مشینری	خام مال	نقد	قرضے واجب الوصول
=/۴۰ روپے	=/۲۰ روپے	=/ ۲۰ روپے	=/ ۱۰۰ روپے	=/۱۰۰ روپے

اس صورت میں اگر (A) اپنا شیئر فروخت کرنا چاہتا ہے تو =/۲۱ روپے سے کم میں اس کے لیے فروخت کرنا جائز نہیں اس لیے کہ اب دس روپے ان قرضوں کے مقابلے میں ہوں گے جو لوگوں کے ذمے واجب الادا ہیں اور دس روپے نقد دس روپے کے مقابلے میں ہو جائیں گے اور ایک روپیہ دوسرے اثاثوں کے مقابلے میں ہو جائے گا۔ اس طرح یہ معاملہ درست ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر (A) نے اس شیئر کو =/۲۱ روپے کے بجائے =/۱۹ روپے میں فروخت کردیا تو یہ اس کے لیے جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو ایسا ہو جائے گا جیسے =/۲۰ روپے کے عوض =/۱۹ روپے وصول کر لیے جو جائز نہیں۔

لہٰذا جب تک کمپنی نے اثاثے نہیں خریدے بلکہ تمام رقم ابھی تک نقد Liquid شکل میں ہے یا واجب الوصول قرض (Receiveable) کی شکل میں ہے اس وقت تک اس کمپنی کے شیئر کو کمی زیادتی (Above Par or Below Par) کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ فیس ویلیو (Face Value) پر خریدنا اور بیچنا ضروری ہے۔

لہٰذا جس کمپنی کا ابھی تک کوئی وجود نہیں ہے لیکن سٹاک مارکیٹ میں اس کے شیئرز کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے جیسے پروویژنل لسٹڈ کمپنی (Provisional ListedCompany ہوتی ہے اور عام طور پر اس کمپنی کا ابھی تک وجود نہیں ہوتا ایسی کمپنی کے شیئرز کو بھی کمی زیادتی پر فروخت کرنا جائز نہیں۔ مثلاً ابھی کچھ عرصہ پہلے سٹاک مارکیٹ میں بہت تیزی آ گئی تھی اور بہت سی

کمپنیاں فلوٹ (Float) ہو رہی تھیں اور زبردست سودے ہو رہے تھے۔ اس وقت ایک کمپنی نے اپنے شیئرز دس روپے میں جاری کیے اور ابھی تک اس کمپنی کی کوئی چیز وجود میں نہیں آئی تھی مگر سٹاک مارکیٹ میں اس کا شیئر =/۱۸۰ روپے میں فروخت ہو رہا تھا۔ بہر حال! دوسری شرط کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کسی کمپنی کے منجمد اثاثے (فکسڈ ایسٹ) (Fixd Assets) وجود میں نہ آ جائیں اس وقت تک اس کے شیئرز کو کمی زیادتی پر فروخت کرنا جائز نہیں۔

تیسری شرط سمجھنے سے پہلے اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ آج جتنی کمپنیاں اس وقت قائم ہیں ان میں سے اکثر کمپنیاں ایسی ہیں کہ ان کا بنیادی کاروبار تو حرام نہیں ہے مثلاً ٹیکسٹائل کمپنیاں ہیں، آٹو موبائل کمپنیاں ہیں وغیرہ۔ لیکن شاید ہی کوئی کمپنی ایسی ہوگی جو کسی نہ کسی طرح سودی کاروبار میں ملوث نہ ہو، یہ کمپنیاں دو طریقے سے سودی کاروبار میں ملوث ہوتی ہیں۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ یہ کمپنیاں فنڈ بڑھانے کے لیے بینک سے سود پر قرض لیتی ہیں اور اس قرض سے اپنا کام چلاتی ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کے پاس جو زائد اور فاضل سرپلس (Surplus) رقم ہوتی ہے وہ سودی اکاؤنٹ میں رکھواتی ہیں اور اس پر وہ بینک سے سود حاصل کرتی ہیں، وہ سود بھی ان کی آمدنی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں ایسی کمپنی کے شیئرز خریدوں جو کسی بھی طریقے سے کسی سودی کاروبار میں ملوث نہ ہوں تو یہ بہت مشکل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر تو کسی کمپنی کے شیئرز کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہونی چاہیے؟

ایسی کمپنیوں کے بارے میں موجودہ دور کے علماء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ علماء کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یہ کمپنیاں حرام کاموں میں ملوث ہیں اب چاہے تناسب کے لحاظ سے وہ حرام کام تھوڑا ہے لیکن چونکہ حرام کام کر رہی ہیں لہٰذا ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کمپنی کے ساتھ حرام کام میں حصہ دار بنے۔ اس لیے کہ جب اس نے شیئر خرید لیا تو وہ اس کے کاروبار میں شریک ہو گیا اور کاروبار کا ایک شریک دوسرے شریک کا وکیل اور ایجنٹ ہے۔ اب گویا کہ شیئر ہولڈر ان کو اس کام کے لیے ایجنٹ بنا رہا ہے کہ تم سودی قرضے لو اور سودی آمدنی بھی حاصل کرو۔ اس لیے ان علماء کے نزدیک کسی کمپنی کے شیئرز اس وقت تک خریدنا جائز نہیں جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ یہ کمپنی نہ سود لیتی ہے اور نہ سود دیتی ہے۔

علماء کرام کی دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ اگرچہ ان کمپنیوں میں یہ خرابی پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کمپنی کا بنیادی کاروبار مجموعی طور پر حلال ہے تو پھر دو شرطوں کے ساتھ اس

کمپنی کے شیئرز لینے کی گنجائش ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے اور ان دونوں حضرات کی اتباع میں میں بھی اسی موقف کو درست سمجھتا ہوں وہ دو شرطیں یہ ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شیئر ہولڈر اس کمپنی کے اندر سودی کاروبار کے خلاف آواز ضرور اٹھائے۔ اگر چہ اس کی آواز مسترد ہو جائے اور میرے نزدیک آواز اٹھانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کی جو سالانہ میٹنگ ہوتی ہے اس میں یہ آواز اٹھائے کہ ہم سودی لین دین کو درست نہیں سمجھتے سودی لین دین پر راضی نہیں ہیں اس لیے کہ اس کو بند کیا جائے۔ اب ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں یہ آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز ہوگی اور یقیناً اس کی یہ آواز مسترد ہوگی لیکن جب وہ یہ آواز اٹھائے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ایسی صورت میں وہ انسان اپنی ذمہ داری پوری ادا کر دیتا ہے۔

چوتھی شرط جو حقیقت میں تیسری شرط کا ایک حصہ ہے وہ یہ ہے کہ جب منافع ڈیویڈنڈ (Dividend) تقسیم ہو تو وہ شخص انکم سٹیٹ منٹ کے ذریعے یہ معلوم کرے کہ آمدنی کا کتنا فیصد حصہ سودی ڈیپازٹ سے حاصل ہوا ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ اس کمپنی کو کل آمدنی کا ۵ فیصد حصہ سودی ڈیپازٹ میں رقم رکھوانے سے حاصل ہوا ہے تو اب وہ شخص اپنے نفع کا پانچ فیصد حصہ صدقہ کر دے۔

لہٰذا کمپنی کا اصل کاروبار اگر حلال ہے لیکن ساتھ ہی وہ کمپنی بینک سے سودی قرضے لیتی ہے یا اپنی زائد رقم سودی اکاؤنٹ میں رکھ کر اس پر سود وصول کرتی ہے تو اس صورت میں اگر ان مذکورہ بالا دو شرطوں پر عمل کر لیا جائے تو پھر ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت کی گنجائش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواز کا موقف معتدل اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے لوگوں کے لیے سہولت کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

اوپر کی تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ شیئرز کی خرید و فروخت کے جواز کے لیے کل چار شرطیں ہوگئیں:

(۱) اصل کاروبار حلال ہو۔ (۲) اس کمپنی کے کچھ منجمد اثاثے (فکسڈ ایسٹس) وجود میں آ چکے ہوں رقم صرف نقد کی شکل میں نہ ہو۔ (۳) اگر کمپنی سودی لین دین کرتی ہے تو اس کی سالانہ میٹنگ میں آواز اٹھائی جائے۔ (۴) جب منافع تقسیم ہو اس وقت جتنا نفع کا جتنا حصہ سودی ڈیپازٹ سے حاصل ہوا ہو اس کو صدقہ کر دے۔ ان چار شرطوں کے ساتھ شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہے۔

شیئرز خریدنے کے دو مقصد

آج کل سٹاک مارکیٹ میں شیئرز کے جو سودے ہوتے ہیں وہ دو مقصد کے تحت ہوتے ہیں۔

نمبر ایک بعض لوگ انویسٹمنٹ کی غرض سے شیئرز خریدتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم شیئرز خرید

کر کسی کمپنی کے حصہ دار بن جائیں اور پھر گھر بیٹھے اس کا سالانہ منافع ملتا رہے۔اس کی تفصیل تو میں نے اوپر بیان کردی کہ ایسے لوگوں کے لیے چار شرطوں کے ساتھ شیئرز خریدنا جائز ہے۔

شیئرز اور کیپٹل گین

دوسری طرف بعض لوگ شیئرز کی خرید وفروخت انویسٹمنٹ کی غرض سے نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصد کیپٹل گین (Capital Gain) ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس کا اندازہ کرتے ہیں کہ کس کمپنی کے شیئرز کی قیمت میں اضافہ ہونے کا امکان ہے۔ چنانچہ اس کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور پھر چند روز بعد جب قیمت بڑھ جاتی ہے تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کر لیتے ہیں اور یا کسی کمپنی کے شیئرز کی قیمت گھٹ جاتی ہے تو اس کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور بعد میں فروخت کر دیتے ہیں اس طرح خرید وفروخت کے ذریعے نفع حاصل کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے۔اس کمپنی میں حصہ دار بننا اور اس کا سالانہ منافع حاصل کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا بلکہ خود شیئرز ہی کو ایک سامان تجارت بنا کر اس کا لین دین کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے شرعاً اس طریقہ کار کی کہاں تک گنجائش ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح شیئرز خریدنا جائز ہے اسی طرح ان کو فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ان شرائط کو پورا کر لیا جائے جو ابھی اوپر ذکر کی گئی ہیں اور جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک چیز آپ آج خرید کر کل فروخت کر دیں اور کل خرید کر پرسوں فروخت کر دیں بالکل اسی طرح شیئرز کی بھی خرید وفروخت جائز ہے۔

ڈیفرنس برابر کرنا سٹہ بازی ہے

لیکن اس خرید وفروخت کو درست کہنے کی دشواری اس سٹہ بازی کے وقت پیش آتی ہے جو سٹاک ایکس چینج کا بہت بڑا اور اہم حصہ ہے۔ جس میں بسا اوقات شیئرز کا لین دین بالکل مقصود نہیں ہوتا بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (ڈیفرنس Difference) برابر کر لیا جاتا ہے اور شیئرز پر نہ تو قبضہ ہوتا ہے اور نہ ہی قبضہ پیش نظر ہوتا ہے۔ لہٰذا جہاں یہ صورت ہو کہ قبضہ بالکل نہ ہو اور شیئرز کا نہ لینا مقصود ہو اور نہ دینا مقصود ہو بلکہ اصل مقصد یہ ہو کہ اس طرح سٹہ بازی کر کے آپس کے ڈیفرنس کو برابر کر لینا مقصود ہو تو یہ صورت بالکل حرام ہے اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

شیئرز کی ڈیلیوری سے پہلے آگے فروخت کرنا

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک شخص شیئرز خرید لیتا ہے لیکن ابھی تک اس

شیئرز پر قبضہ اور ڈیلیوری نہیں ہوتی۔اس سے پہلے وہ ان شیئرز کو آگے فروخت کر دیتا ہے۔مثلاً ایک کمپنی کے شیئرز آج بازار میں جاری ہوئے لیکن ابھی اس کے شیئرز کے اجراء کا عمل مکمل نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے ہی ان شیئرز پر دسیوں سودے ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے کہ عام طور پر شیئرز کی خریداری کے بعد حاضر سودوں میں بھی ڈیلیوری ملنے میں کم از کم ایک ہفتہ ضرور لگ جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح قبضہ اور ڈیلیوری ملنے سے پہلے ان کو آگے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں پہلے ایک اصول سمجھ لیں' اس کے بعد صورت واقعہ کا جائزہ لینا آسان ہوگا وہ اصول یہ ہے کہ جس چیز کو آپ نے خریدا ہے اس چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں لیکن قبضہ کے اندر ہمیشہ حسی قبضہ ضروری نہیں ہوتا بلکہ حکمی قبضہ بھی اگر ہو جائے یعنی وہ چیز ہمارے ضمان (رسک) میں آجائے تو اس کے بعد بھی اس چیز کو آگے فروخت کرنا جائز ہے۔

شیئرز کا قبضہ

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ شیئرز کا قبضہ کیا ہے؟ اس پر قبضہ کس طرح ہوتا ہے؟ یہ کاغذ جس کو ہم شیئرز سرٹیفکیٹ کہتے ہیں اس سرٹیفکیٹ کا نام "شیئر" نہیں بلکہ "شیئرز" اس ملکیت کا نام ہے جو اس کمپنی کے اندر ہے اور یہ سرٹیفکیٹ اس ملکیت کی علامت اور اس کا ثبوت اور اسکی شہادت ہے۔ لہٰذا اگر فرض کریں کہ ایک شخص کی ملکیت تو اس کمپنی میں ثابت ہوگئی لیکن اس کو ابھی تک سرٹیفکیٹ نہیں ملا تب بھی شرعی اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص اس کا مالک ہو گیا۔

اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھئے۔مثلاً آپ نے ایک کار خریدی' وہ کار آپ کے پاس آگئی لیکن جس شخص سے آپ نے خریدی ہے وہ کار اب تک اسی کے نام پر رجسٹرڈ ہے' رجسٹریشن تبدیلی نہیں کرائی۔اب چونکہ آپ کا قبضہ اس کار پر ہو چکا ہے اس لیے صرف آپ کے نام پر رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ کا قبضہ مکمل نہیں ہوا۔

رسک کی منتقلی کافی ہے

اس طرح شیئرز سرٹیفکیٹ ایسے ہی ہیں جیسے رجسٹرڈ کار' اب سوال یہ ہے کہ کمپنی کا وہ اصل حصہ جس کی یہ شیئر نمائندگی کر رہا ہے وہ اس کی ملکیت میں آگیا یا نہیں؟ اب ظاہر ہے کہ وہ حصہ ایسا نہیں ہے کہ وہ شخص کمپنی میں جا کر اپنا حصہ وصول کرلے اور اس پر قبضہ کرلے' ایسا کرنا تو ممکن نہیں ہے لہٰذا اصل حصے کے مالک بننے کا مطلب یہ ہے کہ اس حصے کے فوائد اور نقصانات اس حصے کی

ذمہ داریاں اور اس کے منافع کا حق دار بن گیا یا نہیں؟

مثلاً آج میں نے سٹاک مارکیٹ سے ایک شیئر خریدا اور ابھی تک شیئر سرٹیفکیٹ کی وصولیابی ڈیلیوری نہیں ہوئی' اس دوران وہ کمپنی بم گرنے سے تباہ ہو گئی اور اس کا کوئی اثاثہ باقی نہیں بچا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نقصان کس کا ہوا؟ اگر نقصان میرا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شیئر کا رسک میں نے لے لیا' اس صورت میں اس کو آگے فروخت کر سکتا ہوں اور اگر نقصان میرا نہیں ہوا بلکہ بیچنے والے کا نقصان ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شیئر کا رسک میری طرف منتقل نہیں ہوا تھا۔ اس صورت میں میرے لیے اس شیئر کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں' جب تک شیئر سرٹیفکیٹ پر قبضہ نہ کرلوں۔

اب سوال یہ۔ ہے کہ حقیقی صورت حال کیا ہے؟ واقعۃً شیئرز کے خریدنے کے فوراً بعد اس کا رسک منتقل (ٹرانسفر) ہو جاتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک سوال ہے جس کے جواب میں مجھے ابھی تک قطعی صورت حال معلوم نہیں ہو سکی اس لیے اس کے بارے میں کوئی حتمی بات اب تک نہیں کہتا اور اصول میں نے بتا دیا کہ رسک (Risk) منتقل ہونے کی صورت میں آگے بیچنا جائز ہے۔ البتہ احتیاط کا تقاضا بہر صورت یہی ہے کہ جب تک ڈیلیوری نہ مل جائے اس وقت تک آگے فروخت نہ کیا جائے۔

''بدلہ'' کا سودا جائز نہیں

سٹاک ایکس چینج میں شیئرز کی خرید و فروخت کا ایک اور طریقہ بھی رائج ہے۔ جس کو ''بدلہ'' کہا جاتا ہے یہ بھی فنانسنگ کا ایک طریقہ ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو پیسوں کی ضرورت ہے اور اس کے پاس شیئرز موجود ہیں وہ شخص دوسرے کے پاس وہ شیئرز لے کر جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں یہ شیئرز آج آپ کو اتنی قیمت پر فروخت کرتا ہوں اور ایک ہفتہ کے بعد میں قیمت بڑھا کر اتنے میں خرید لوں گا۔ گویا کہ فروخت کرتے وقت یہ شرط ہوتی ہے کہ یہ شیئرز قیمت بڑھا کر واپس کرنے ہوں گے۔ دوسرے شخص کو آپ فروخت نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ''بدلہ'' کی صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب ظاہر ہے کہ یہ صورت جائز نہیں اس لیے کہ فقہ کا اصول ہے کہ کسی بھی بیع کے اندر ایسی شرط لگانا جو مقتضاء عقد کے خلاف ہو جائز نہیں اور خاص طور پر قیمت بڑھا کر واپس لینے کی شرط لگانا حرام ہے اور یہ شرط فاسد ہے۔ لہٰذا ''بدلہ'' کی یہ صورت خالصتاً سود ہی کا ایک دوسرا عنوان ہے' شرعاً اس کی اجازت نہیں۔

شیئرز پر زکوۃ کا مسئلہ

ایک مسئلہ شیئرز پر زکوۃ کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان شیئرز پر زکوۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر زکوۃ واجب ہے تو پھر کس طرح اس کا حساب کیا جائے؟ اور کس طرح ادا کی جائے؟ جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ شیئرز اس حصے کی نمائندگی کرتا ہے جو کمپنی کے اندر ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے شیئرز صرف اس مقصد کے تحت خریدے ہیں کہ میں اس کو آگے فروخت کر کے اس سے نفع حاصل کروں گا۔ گویا کہ کیپٹل گین مقصود ہے۔ ان شیئرز کا سالانہ منافع وصول کرنا مقصود نہیں تو اس صورت میں ان شیئرز کی مارکیٹ قیمت کے حساب سے اس پر زکوۃ واجب ہے۔

لیکن اگر خریدتے وقت اس کا مقصد کیپٹل گین نہیں تھا بلکہ اصل مقصد سالانہ منافع حاصل کرنا تھا لیکن ساتھ میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر اچھا منافع ملا تو بیچ بھی دیں گے تو ایسی صورت میں زکوۃ اس شیئرز کی مارکیٹ قیمت کے اس حصے پر واجب ہوگی جو قابل زکوۃ اثاثوں کے مقابل میں ہوگی۔ اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھ لیجئے:

مثلاً شیئرز کی مارکیٹ ویلیو سو روپے ہے؟ جس میں سے =/۶۰ روپے بلڈنگ اور مشینری وغیرہ کے مقابل میں ہیں اور =/۴۰ روپے خام مال' تیار مال اور نقد روپے کے مقابلے میں ہے تو اس صورت میں چونکہ ان شیئرز کے =/۴۰ روپے قابل زکوۃ حصوں کے مقابلے میں ہیں اس لیے =/۴۰ روپے کی زکوۃ اڑھائی فیصد کے حساب سے واجب ہوگی۔ =/۶۰ روپے کی زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ نقشے سے یہ بات اور واضح ہو جائے گی۔

شیئرز کی مارکیٹ قیمت =/۱۰۰ روپے

ناقابل زکوۃ: بلڈنگ: =/۳۰ روپے' مشینری: =/۳۰ روپے

قابل زکوۃ: تیار مال: =/۱۵ روپے' خام مال: =/۱۵ روپے' نقد: =/۱۰ روپے

کل اثاثے: =/۱۰۰ روپے

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صرف ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہے جن کا بنیادی کاروبار جائز اور حلال ہو اور ان شرائط کے ساتھ جائز ہے جو اوپر ذکر کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (جامع الفتاویٰ ج ۶ ص ۸۰ تا ۹۲)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حصص کمپنی خریدنے کی ایک صورت

سوال: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ شریک ہو کر کمپنی بناتے ہیں اور تجارتی کاروبار کرتے ہیں ان کمپنیوں کے حصص اکثر فروخت ہوتے رہتے ہیں جو لوگ حصص خریدتے ہیں ان پر سالانہ منافع جس قدر کمپنی کو ہو تقسیم کر دیا جاتا ہے' کبھی کم کبھی زیادہ' اسی طرح اگر کمپنی کو نقصان ہو تو حصہ داران اپنے حصوں کی نسبت سے نقصان کے ذمہ دار ہوتے ہیں' ایسے حصص خریدنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: تجارتی کمپنی جس میں مختلف کاروبار ہوتے ہیں اور سودی معاملات بھی ہوتے ہیں اور جس کے حصے فروخت ہوتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ چوں کہ ہر حصہ دار اپنے حصہ کا مالک ہے اور عملہ کاروبار میں ان حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے اور شرعاً ان کا فعل حصہ داروں کی طرف منسوب ہوگا' اگر وہ کوئی ناجائز تجارت کریں گے اور یقیناً کرتے ہیں حتیٰ کہ مسلمانوں سے بھی سود لیا جاتا ہے تو ایسا ہی ہوگا جیسے خود حصہ دار کریں اس لیے ایسی کمپنی میں شرکت ناجائز ہے' اسی طرح حصص خریدنا چونکہ یہ روپیہ کا مبادلہ روپیہ سے ہے اور دست بدست نہیں اس لیے جائز نہیں اور قرض کی تاویل بھی قواعد پر منطبق نہیں ہوتی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۰)

نوٹ: (از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم) کمپنیوں کے حصص بصورت عروض تجارت یا مشینری ہوتے ہیں اس لیے روپیہ کا مبادلہ روپیہ سے نہیں بلکہ عروض سے ہے جو کہ نسیئۃً بھی جائز ہے۔

کارخانوں کے نام فروخت کرنا

سوال: برخوردار فلاں سلمہ کی خواہش ہے کہ مجھ کو کلکتہ کی دکان کا نام علیحدہ اپنے بھائیوں کے دیدیا جائے اور مطبع فلاں سلمہ کو دیدیا جائے' مال کی برابر تقسیم چاہتے ہیں' اس میں شرعاً جیسا کہ میں نے بذریعہ بیع نامہ تینوں لڑکوں کے برابر دیا' اس میں کمی بیشی نہیں چاہیے نہ میں دے سکتا ہوں' وہ کام اپنا علیحدہ کرنا چاہتے ہیں' اس تقسیم میں صرف نام ان کو دینا شرعاً گناہ نہ ہوگا؟ اگر شرعاً کوئی گناہ نہ ہو تو سوچوں گا کہ تقسیم کر دینا اچھا ہے' قانوناً نام تنہا ان کو دینے میں کچھ معاوضہ زر نقد ان کو دینا ہوگا اور میں منجانب دیگر بھائیوں نابالغ پدر ولی ہونے کے معاوضہ کر سکتا ہوں اور مال تقسیم تو غالباً برابر کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا؟

جواب: نام ایک حق محض ہے' جو شرعاً متقوم نہیں اور اس کا عوض لینا بھی جائز نہیں۔ **کحق الشفعۃ** لیکن علامہ شامی نے حموی سے بعض حقوق کے عوض لینے کے جواز کی بعض فروع سے تائید کی ہے: حیث

قَالَ فَرُبَمَا يُشْهِدُ هٰذَا لِلنُّزُوْلِ عَنِ الْوَظَائِفِ اس کے بعد حق شفعہ میں اوراس میں کچھ فرق کیا ہے۔

اور کارخانے کا نام بھی حق وظائف کے مشابہ ہے کہ ثابت علیٰ وجہ الاصالۃ ہے نہ کہ دفع ضرر کے لیے اور دونوں بالفعل امور اضافیہ میں سے ہیں اور مستقبل میں یہ دونوں تحصیل مال کا ذریعہ ہیں، پس اس بناء پر اس کے عوض دینے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، گو لینے والے کے لیے لینا خلاف تقویٰ ہے مگر ضرورت میں اس کو بھی اجازت ہو جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۹)

سرکاری نرخ پر غلہ خریدنا

سوال: ضلع میں غلہ کا نرخ پانچ سیر پونے پانچ سیر کا تھا، اب اس کا نرخ منجانب چھ سوا چھ سیر سنا جارہا ہے، شریعت کا کیا حکم ہے اس زیادتی کے ساتھ خریدا جائے یا نہیں؟ ان کی نیت میں تو غلہ خریدتے وقت یہی بات ہوتی ہے کہ گراں ہوگا، تب بیچیں گے جو ارشاد عالی ہو تعمیل کی جائے؟

جواب: صورت مسئولہ میں جواز متردد فیہ ضرور ہے لیکن جواز کے لینے میں گنجائش ہے، اور اگر کوئی احتیاط کرے تو اس کی ہمت ہے۔ خلاصہ یہ کہ فتویٰ جواز پر ہے اور میں اپنی ضعف ہمتی کی بناء پر اس قول جواز کو اختیار کرتا ہوں اور تقویٰ اس سے بچنے میں ہے اور میرے بعض احباب نے قوت ہمت کی بناء پر اسی شق تقویٰ کو اختیار کیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۰۔۱۳۹)

نیلام میں سرکاری مال خریدنا

سوال: نیلام سرکاری خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ وجہ شبہ یہ ہے کہ بائع اور مبیع اور کی؟

جواب: کسی کے حق واجب کے استیفاء کے لیے کسی کا مال نیلام کردینا بقول صاحبین کے جائز ہے اور اس کے مفتی بہ ہونے کے سبب اسی پر عمل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۱)

مُردار یا مخلوط جانوروں کی چربی خریدنا

سوال: چربی کی تجارت کا دستور ہے اور اس میں مرے ہوئے حلال جانوروں کی بھی چربی اور ذبح کیے ہوئے جانوروں کی بھی چربی ملا جلا کر خرید و فروخت کی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور فقط مُردار حلال جانوروں کی چربی کا کیا حکم ہے؟

جواب: مخلوط کا خریدنا اور اس سے انتفاع غیر اکل میں جائز ہے جبکہ خالص حلال کی نہ ملتی ہو لیکن بیچنا جائز نہیں اور صرف مرے ہوئے حلال جانوروں کی بیع اور اس سے ہر قسم کا انتفاع حرام ہے اور اگر حلال جانور کی چربی ناپاک چربی کے ساتھ بدون قصد و ارادہ کے اتفاقاً نجس ہو جائے تو اس کی بیع بھی جائز ہے اور غیر اکل میں انتفاع بھی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۶)

ضمانت کمیشن پر ایجنٹ بنانا

سوال: زید غیر مسلم نے عمرو مسلم کو کہا کہ اگر تم مجھے دو ہزار روپے بطور ضمانت دے دو تو میں تم کو اپنا مال فروخت کرنے کے لیے ایجنٹ مقرر کردوں گا اور فی عدد ایک آنہ کمیشن دوں گا' عمرو نے منظور کر کے دو ہزار روپیہ زید کو دے دیا اور دو ہزار روپیہ سے دو چند سہ چند مال فروخت کے واسطے دینے کا وعدہ کر کے دیتا ہے اور عمرو اس کو فروخت کرتا ہے' یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے' مگر شرط یہ ہے کہ اس غیر مسلم کو جو روپیہ بطور ضمانت دیا ہے اس میں دینے والے کی یہ اجازت نہ ہو کہ اس سے تجارت وغیرہ کر کے منتفع ہو' اگر وہ بدون اس کی اجازت کے ایسا کرے گا تو اس کا بار خود اس کے ذمہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

کپڑا' روئی اور ٹرام ریلوے کے حصص خریدنا

سوال: (۱) کپڑے اور روئی بنانے کے ملوں کے شیئر یعنی حصص خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور (۲) ٹرام ریلوے کے حصص خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۲٫ اگر حصہ صرف نقد روپیہ تھا تو اس کے خریدنے کے لیے برابر سرابر ہونا شرط ہے اور اگر حصہ میں آلات کا جزو بھی ہے تو بدون اس شرط کے بھی درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۰)

سرکاری درختوں کا ملازم سرکار کو نیلام میں خریدنا

سوال: سرکاری درخت جو سڑک کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں جس وقت خشک ہو جاتے ہیں' نیلام کر دیئے جاتے ہیں' ایسے درخت یا عام طور پر کل سرکاری چیزوں کے لیے قانوناً ممانعت ہے کہ کوئی سرکاری ملازم نیلام میں نہ خریدے' اگر کسی افسر نے ایک درخت کو بلا رو رعایت نیلام کیا اور جلسہ عام میں جتنی قیمت اس کی بولی میں آسکتی تھی وہ بولی گئی اور پھر اس نے اخیر قیمت پر اضافہ کر کے دوسرے کے نام سے بولی بلوائی اور خود خرید لیا تو اس افسر نیلام کنندہ کا یہ فعل شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: جب ممانعت ہے تو خریدنا جائز نہیں' البتہ یہ درست ہے کہ کوئی اور خریدے' پھر یہ ملازم اس سے خریدے مگر اس خریدار کے ساتھ رعایت درست نہیں کہ درحقیقت مقصود اپنے نفس کے ساتھ رعایت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۳)

کافر سے گھاس کی بیع وشراء کرنا

سوال: (۱) خودرو گھاس کو کفار یا سرکار سے خریدنا کیسا ہے؟ (۲) اور کفار کے ہاتھ بیچنا کیسا ہے؟

جواب: (۱) درست نہیں (۲) بعض کے نزدیک درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۳)

چوری کی چیز کو خریدنا

سوال: ایک لڑکا مراہق بازار میں چلا جا رہا تھا اور اس کے پاس قیمتی شے ہے، وہ کہتا ہے کہ میں اس کو بیچتا ہوں، قیمت بہت کم بتلائی اور انتہائی کم قیمت میں وہ شئی خریدی گئی اس سے معلوم کیا کہ چوری کی تو نہیں، اس نے انکار کیا لیکن قرائن سے اغلب یہی ہے کہ وہ چوری کی شئی تھی، اب کیا کریں، آیا صدقہ کریں یا کچھ اور کریں؟

جواب: جس شئی کے متعلق قرائن سے غالب خیال یہ ہو کہ یہ چوری کی ہے اس کو خریدنا درست نہیں، اگر خرید چکا ہے تو واپس کر دے، اگر مالک کا علم ہو جائے تو اس کے حوالے کر دے، پھر چاہے تو اس سے معاملہ کر کے خرید لے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۷۹)

قسطوں پر خرید و فروخت کرنا

سوال: مشین، ریڈیو، پنکھا وغیرہ دکان دار سے قسطوں پر خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لینے والے کو اس میں آسانی ہے، مگر قسطوں پر ادھار لینے میں نقد لینے سے کچھ زیادہ رقم ادا کرنا پڑتی ہے اس میں یہ بھی شرط ہے کہ تمام اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں سابقہ اقساط ضبط کر کے مبیع واپس لے لی جائیگی؟

جواب: ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت لینا جائز ہے مگر تمام اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں مبیع کی واپسی اور ادا کردہ اقساط ضبط کرنے کی شرط فاسد ہے اس لیے یہ معاملہ جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۹)

خریدتے وقت چیزیں چکھنا کیسا ہے؟

سوال: تاجر کے پاس کھانے کی چیزیں آم، خربوزہ، تربوز وغیرہ کا چکھنا کیسا ہے؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو منع اور مکروہ ہے، نقصان کا بدلہ دے۔ (۲) خریدنے کا عزم تھا، چکھنے کے بعد پسند آئی، پھر ارادہ بدل گیا تو نقصان کا بدلہ دے یا مالک سے معافی چاہے۔ (۳) چکھنے کے بعد پسند نہ آیا تو نہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۰)

عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا

سوال: تبلیغی جماعت میں یا کسی اور وجہ سے باہر جانا ہوتا ہے تو مرد کی عدم موجودگی میں عورتیں تجارت کرتی ہیں، تو شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ بے حجاب ہو کر دکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ تجارت کریں' ان کے مرد تبلیغی جماعت کو جائیں یا حج کو یا کسی اور مقصد سے سفر کریں' بے پردگی کسی بھی حالت میں جائز نہیں' اس طرح کی بے حجابانہ دکان داری میں دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں ذمیوں کے ہجوم میں گھسیں' اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جس میں غیرت نہ ہو۔

مجالس الابرار میں ہے کہ عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے اس کا دین محفوظ رہے گا' جبکہ نبی علیہ السلام نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ عورت کے لیے خوبی کی بات کیا ہے؟ لاڈلی بیٹی نے (جو جنتی عورتوں کی سردار تھیں) جواب دیا کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ اسے کوئی مرد دیکھے۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغی کام کی وجہ سے بھی عورتوں کو دکان پر بیٹھنے کی' بے پردہ ہونے اور غیر محرم سے باتیں کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی' عورت نماز میں قرأۃ بالجہر نہیں کر سکتی' عورت حج میں "لبیک" زور سے نہیں کہہ سکتی تو دکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ آزادی سے باتیں کرنے کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اگرچہ کمائی ہوئی رقم حرام نہیں لیکن کمائی کا طریقہ ناجائز اور گناہ کا باعث ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۶۷)

افیون کی بیع اور کاشت

سوال: افیون کی کاشت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کی تجارت کے لیے کیا حکم ہے' اس کا حکم شراب کے مثل ہے یا اس سے جدا؟

جواب: افیون کا کھانا حرام ہے' اگرچہ اس کی حرمت شراب سے کم درجہ کی ہے' یہی وجہ ہے کہ اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کرتی ہے اور افیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی۔ البتہ تعزیری سزا دی جاتی ہے' کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں' اس کی تجارت بھی جائز ہے' البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی تجارت مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۳۸)

اجارہ پر لی ہوئی زمین میں افیون کاشت کرنا

سوال: ایک شخص نے کسی کو اپنی زمین اجارہ پر دیدی' مستاجر نے اس پر افیون کاشت کر دی تو کیا اس پر اجرت لینا جائز ہے؟

جواب: صورت مسئولہ کے مطابق اس طرح زمین پر اجرت لینا حرام نہیں ہے' جب فقہاء کی عبارات سے واضح ہے کیونکہ مالک زمین نے ارتکاب معصیت کے لیے زمین تو نہیں دی ہے جبکہ

افیون کی ایک خاص مقدار کا ادویات میں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۱۸)

کفار کے میلوں میں بغرض سوداگری جانا

سوال: ہندوؤں کے میلہ میں تجارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی چیز سوائے اس میلہ کے کہیں نہ بکتی ہو اس کی خرید و فروخت کے واسطے جانا بضرورت جائز ہے اور بلا ضرورت جانا بہتر نہیں کہ ایسے مجمعوں میں جانا شان مغضوبیت کی ہوتی ہے ان میں شریک ہونا غضب الٰہی سے حصہ لینا' اگرچہ اس مجمع والوں کے برابر گناہ نہ ہو مگر خالی نہ رہے گا تو جب باوجود کراہت کے عذاب میں شریک ہو گئے تو جو خوشی سے جائیں گے وہ کیونکر بچ جائیں گے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۶۹)

آم کا عشر بائع کے ذمہ یا مشتری کے

سوال: آم کے درخت میں عشر کیسے نکالا جائے اور اگر باغ فروخت ہو جائے تو اس کے عشر کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنی کھیتی یا پھلا ہوا باغ بیچ ڈالے تو اگر قبل پکنے کے بیچا ہے تو عشر مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر پکنے کے بعد بیچا ہے تو عشر بائع کے ذمہ ہوگا۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۳۹)

انعامی سکیموں کا حکم

سوال: کسی انعامی سکیم یا دیگر انعامی ٹکٹوں کا کاروبار کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس میں ملنے والے انعام کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس قسم کی انعامی سکیموں پر جوئے کی تعریف صادق آتی ہے اس لیے کسی انعامی سکیم یا دیگر کسی بھی قسم کی انعامی ٹکٹوں کا کاروبار شرعاً جائز نہیں اور اس سے ملنے والی انعامی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

(کمافی رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۹)

حکومت کی طرف سے الاٹ شدہ زمین کا حکم

سوال: آج کل جو زمینیں زرعی اصلاحات کے تحت حکومت پاکستان زمین داروں اور کسانوں کو اقساط پر الاٹ کر رہی ہے۔ جس کی مقررہ قسطیں بیس سال میں ختم ہوں گی' تمام قسطیں ادا کرنے کے بعد زمین دار زمین کا مالک بنے گا' اس سے پہلے اس کو صرف آباد کرنے کا حق ہوگا' بیچنے یا ہبہ کرنے کا حق وغیرہ حاصل نہیں' لیکن اب ہو یہ رہا ہے کہ تمام قسطیں ادا کرنے سے پہلے ہی زبانی یا جعلی دستاویزات کے ذریعہ ایسی زمینوں کی بیع وشراء ہو رہی ہے' کیا یہ جائز ہے؟ اور اس بیع کی وجہ سے مشتری قبضہ کرنے

کے بعد زمین کا مالک بنے گا یا نہیں؟ اور بائع رقم وصول کرنے کے چند سال بعد اپنے نام الاٹ ہونے کی بناء پر مشتری سے زمین واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی زمین میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ بیع بالشرط ہونے کی وجہ سے فاسد ہے اور قبض مشتری کی وجہ سے اس کی ملک ہے اور بیع ثانی صحیح ہے، مشتری ثانی کی رضا کے بغیر اس کی واپسی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

شراب کی قیمت کا حکم

سوال: زید کافی مقروض تھا مگر اس کے پاس سوائے شراب کے کوئی چیز نہ تھی، لہٰذا اس نے شراب فروخت کر کے لوگوں کا قرض ادا کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس رقم سے اپنا قرض وصول کیا ہے یہ ان کے حق میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شراب کی بیع باطل ہے اس کا ثمن واجب الرد ہے، بائع اور قرض خواہ پر حرام ہے۔
(احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت کرنا

سوال: آج کل بیرونی ممالک سے مال منگانے کی صورت میں خریدار مال کی قیمت بینک کے ذریعے ادا کرتا ہے، مثلاً کراچی کا ایک تاجر جاپان کے ایک تاجر سے مال منگاتا ہے تو جاپان کا تاجر کراچی کے تاجر سے کہے گا کہ تم اپنی کسی مقامی بینک کے ذریعے میرے حق میں ایک لیٹر آف کریڈٹ کھول دو، کراچی کا بینک اپنی جاپان کی شاخ کو اس لیٹر آف کریڈٹ کے ذریعے ہدایت کر دے گا کہ جاپان کے تاجر سے مال کے جہاز سے روانہ کرنے کے متعلق ضروری کاغذات وصول کر کے اس مال کی قیمت ادا کر دے، علاوہ ازیں جو مال باہر کے ملک سے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے انوائس (بیجک جس پر مال کی تفصیل اور قیمت وغیرہ درج ہوتی ہے) کی ایک نقل خریدار کو بھیج دی جاتی ہے، بعض اوقات مال آنے سے ہی صرف بیجک کے ذریعے اصل خریدار دوسرے خریدار کو اور دوسرا تیسرے کو نفع لے کر مال فروخت کرتا ہے حالانکہ مال سامنے موجود نہیں ہوتا، کیا اس طرح بینک کے ذریعے قیمت ادا کرنا اور باہر کا مال سامنے نہ ہونے کی صورت میں یہاں کے خریدار کا مال خریدنا اور پھر محض بیجک دکھا کر اس مال کو دوسرے دکاندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے؟ نیز یہ کہ چھوٹے دکاندار جو ان بڑے دکانداروں سے مال نقد یا قرض خرید کر اپنی دکانوں وغیرہ پر فروخت کرتے ہیں ان کے کاروبار میں تو کوئی خرابی نہیں آتی؟

جواب: بینک خریدار کا وکیل ہے لہٰذا مال کے جاپانی شاخ کے قبضہ میں آ جانے کے بعد اس کی بیع جائز ہے۔ "فان قبض الوکیل کقبض المؤکل" (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۳)

برآمدات کے شرعی احکام

الحمدلله رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمّدٍ خاتم النبیین وعلیٰ آله واصحابه اجمعین، وعلیٰ کل من تبعهم باحسان الی یوم الدین. اما بعد

آج کا یہ سیمینار خاص طور پر برآمدات (ایکسپورٹ) کے موضوع پر منعقد کیا جارہا ہے اور یہ سیمینار اپنے موضوع پر پہلا سیمینار ہے۔ لہٰذا اس سیمینار کے منعقد کرنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اس میں برآمدات کے بارے میں شرعی مسائل اور احکام کو بیان کریں۔

بیع منعقد ہونے کے وقت کا تعین

سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ "برآمد یا ایکسپورٹ" میں بیع منعقد ہونے کے وقت کا تعین شرعی نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے اور قانونی نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے۔ یعنی وہ پوائنٹ آف ٹائم کیا ہے، جس میں بیع (سیل) حقیقتاً منعقد ہو جاتی ہے؟ اور وہ پوائنٹ آف ٹائم کیا ہے جس میں ضمان (رسک) ایکسپورٹر سے امپورٹر کی طرف منتقل (پاس ان) ہو جاتا ہے؟ اس وقت کا تعین اسلیے ضروری ہے کہ بہت سے قانونی مسائل پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے اور بہت سے شرعی مسائل پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ لہٰذا پوائنٹ آف ٹائم کے تعین کے لیے دو چیزوں کے درمیان ایک واضح فرق ذہن میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

"بیع" اور "وعدۂ بیع" کے درمیان فرق

بیع (سیل) اور "وعدۂ بیع" (ایگریمنٹ ٹو سیل) دونوں کے درمیان فرق کا ذہن میں رکھنا انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر "برآمد" کے مسائل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ شریعت میں بھی "بیع" علیحدہ چیز ہے اور "وعدۂ بیع" علیحدہ چیز ہے اور قانون کے اعتبار سے بھی "سیل" (Sale) اور چیز ہے اور "ایگریمنٹ ٹو سیل" علیحدہ چیز ہے۔ آج کل عام بول چال میں "کنٹریکٹ" معاہدہ کا جو لفظ بولا جاتا ہے اس کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے اس لیے "کنٹریکٹ" (معاہدہ) سیل (بیع) کا بھی ہو سکتا ہے اور ایگریمنٹ ٹو سیل کا بھی، کنٹریکٹ (معاہدہ) ہو سکتا ہے لیکن دونوں کنٹریکٹس (معاہدوں) میں بڑا فرق ہوتا ہے اور یہ فرق شریعت اور قانون دونوں میں الگ الگ طریقے سے متعین کیا گیا ہے۔ اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلا فرق یہ ہے کہ جب ایگریمنٹ ٹو سیل (وعدۂ بیع) کیا جاتا ہے تو جو سامان فروخت کیا

گیا ہے اس کا ٹائٹل (حق ملکیت) خریدار کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ (بیع) حقیقتاً وجود میں نہ آ جائے بلکہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ دونوں پارٹیاں آپس میں ایگری (وعدہ) کرتی ہیں یعنی بائع (سیلر) کہتا ہے کہ میں سامان خریدار کو مہیا کروں گا اور خریدار کہتا ہے کہ میں قیمت ادا کروں گا لیکن محض اس ایگریمنٹ کے نتیجے میں دونوں کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ موجودہ قانون کے اعتبار سے جب کسی چیز کی سیل (بیع) ہو جاتی ہے تو اس سیل کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ملکیت منتقل ہو جاتی ہے بلکہ عام حالات میں اس کا رسک (ضمان، خطرہ) بھی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں نے ایک ٹیپ ریکارڈر خریدا اور ابھی یہ ٹیپ ریکارڈر بائع (سیلر) ہی کے قبضے میں رہنے دیا لیکن اس ٹیپ ریکارڈر کی بیع ہو چکی اور اس بیع کے نتیجے میں اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی تو اس صورت میں موجودہ قانون کے اعتبار سے اس ٹیپ ریکارڈر کا رسک (ضمان) بھی میری طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اب اگر سیلر (بائع) کے قبضے میں وہ ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے یا خراب ہو جائے تو نقصان میرا ہو گا بائع کا نہیں ہو گا اس لیے کہ موجودہ عام قانون میں رسک (ضمان، خطرہ) کی منتقلی قبضے پر موقوف نہیں ہے بلکہ جیسے ہی ملکیت منتقل ہو گی۔ رسک (ضمان) بھی منتقل ہو جائے گا لیکن اسلامی قانون میں یہ صورت نہیں ہے بلکہ اسلامی قانون میں دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک ہے ٹائٹل اور ملکیت کا منتقل ہونا اور دوسرا ہے اس کا رسک اور ضمان منتقل ہونا اسلامی شریعت کا حکم یہ ہے کہ صرف بیع ہو جانے اور ملکیت منتقل ہونے سے رسک (ضمان، خطرہ) منتقل نہیں ہوتا۔ جب تک اس پر خریدار کا قبضہ نہ ہو جائے۔ لہٰذا جب تک اس ٹیپ ریکارڈر کو میں اپنے قبضے میں نہ لے لوں، یا میرا وکیل اور نمائندہ اس پر قبضہ نہ کر لے چاہے وہ قبضہ حقیقی ہو یا عرفی ہو، اس وقت تک اس کا ضمان میری طرف منتقل نہیں ہو گا، موجودہ قانون اور شرعی قانون میں یہ فرق ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ اگر ابھی تک کسی چیز کا ''وعدۂ بیع'' ہوا ہے اور حقیقی بیع ابھی تک نہیں ہوئی اس ''وعدۂ بیع'' کے بعد بائع وہ چیز کسی اور کو فروخت کر دے تو کہا جائے گا کہ اس نے اخلاقی اعتبار سے اچھا نہیں کیا لیکن قانونی اعتبار سے یہ بیع درست سمجھی جائے گی اور خریدار اس چیز کا مالک بن جائے گا۔ مثلاً میں نے یہ معاہدہ کر لیا کہ میں یہ ٹیپ ریکارڈر خالد سے خریدوں گا اور ابھی صرف معاہدہ ہوا حقیقی بیع نہیں ہوئی اس کے بعد خالد نے وہ ٹیپ ریکارڈر میرے بجائے زید کو فروخت کر دیا تو اب یہ کہا جائے گا کہ خالد نے ایک معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اخلاقی اعتبار سے اس نے اچھا نہیں کیا لیکن

قانونی اعتبار سے زید اس ٹیپ ریکارڈر کا مالک بن گیا۔ اب میرے لیے زید کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ یہ ٹیپ ریکارڈر تو میرا تھا تم نے کیوں خرید لیا۔ البتہ مجھے خالد کو صرف یہ کہنے کا حق ہے کہ تم نے مجھ سے بیع کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اب تم نے یہ ٹیپ ریکارڈر زید کو فروخت کر کے اس وعدہ کی خلاف ورزی کی اور اس کے نتیجے میں میرا یہ نقصان ہوا۔ لہٰذا یہ نقصان ادا کرو اس سے زیادہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم وہ ٹیپ ریکارڈر بھی زید سے واپس لے کر میرے حوالے کرو لیکن اگر حقیقتاً بیع ہو جاتی' اس کے بعد خالد زید کو وہ ٹیپ ریکارڈر فروخت کر دیتا تو پھر مجھے یہ دعویٰ کرنے کا حق تھا کہ چونکہ بیع ہو چکی ہے اس لیے یہ ٹیپ ریکارڈر میرے حوالے کرو اور دوسری بیع کالعدم ہو جاتی۔

چوتھا فرق "سیل" اور "ایگریمنٹ ٹو سیل" میں چوتھا فرق یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کی ابھی حقیقتاً بیع نہیں ہوئی بلکہ صرف یہ معاہدہ ہوا ہے کہ تم مجھے یہ چیز فروخت کرو گے۔ اس دوران اگر بائع دیوالیہ (مفلس) ہو جائے تو خریدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چیز چونکہ میں خرید چکا ہوں۔ لہٰذا یہ چیز مجھے دیدی جائے بلکہ وہ چیز بدستور بائع کی ملکیت ہوگی اور بحکم عدلیہ اس چیز کو بھی دوسرے سامان کے ساتھ فروخت کر کے بائع کے قرضے ادا کیے جائیں گے لیکن اگر حقیقتاً بیع ہو گئی تھی تو اس صورت میں خریدار وہ سامان اپنے قبضے میں لے سکتا ہے جس کی بیع پہلے ہی ہو چکی ہے۔ یہ فرق شرعی احکام میں بھی ہے اور موجودہ قانون میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

یہ چند بنیادی فرق ہیں جو "بیع اور وعدۂ بیع" کے اندر پائے جاتے ہیں۔ انہی بنیادی فرق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم "ایکسپورٹ" کا شرعی جائزہ لیتے ہیں۔

آرڈر موصول ہونے کے وقت مال کی کیفیت

جب ہم کوئی سامان ایکسپورٹ کرتے ہیں تو پہلے ہمیں بیرون ملک سے "امپورٹر" کی طرف سے اس کا آرڈر وصول ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آرڈر موصول ہونے کے وقت ہمارے پاس وہ سامان موجود نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات وہ سامان یا تو ہمیں اپنے کارخانے میں تیار کرنا پڑتا ہے۔ کبھی دوسروں سے تیار کرانا پڑتا ہے اور کبھی بازار سے خریدنا پڑتا ہے اور بعض اوقات وہ سامان پہلے سے ہمارے پاس موجود ہوتا ہے۔

اگر آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود ہے

اگر وہ سامان ہمارے پاس پہلے سے تیار موجود ہے تو اس صورت میں ہمیں "امپورٹر" کے ساتھ "ایگریمنٹ ٹو سیل" کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسی وقت "سیل" کر سکتے ہیں اور اس سے کہہ سکتے ہیں کہ

ہم نے یہ سامان تمہیں فروخت کیا ہے اور اس نے وہ سامان خرید لیا۔ اس صورت میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

اگر آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود نہیں ہے

لیکن اگر وہ سامان پہلے سے ہمارے پاس تیار موجود نہیں ہے بلکہ وہ سامان یا تو خود تیار کرتا ہے یا دوسرے سے تیار کراتا ہے یا وہ سامان کسی اور سے خریدتا ہے تو اس صورت میں موجودہ قانون کے لحاظ سے اس سامان کے آگے بیچ کرنے میں کوئی قباحت نہیں اس لیے کہ موجودہ قانون کے اعتبار سے جس چیز کو ہم فروخت کر رہے ہیں اس کا وجود میں ہونا یا اپنی ملکیت میں ہونا یا قبضے میں ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانونی اعتبار سے "فارورڈ سیل" میں کوئی قباحت نہیں لیکن شرعی احکام کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ جس چیز کو آپ فروخت کر رہے ہیں وہ وجود میں آ چکی ہو اور وہ چیز "سیلر" (بائع) کی ملکیت میں ہو اور اس کے قبضے میں بھی ہو۔ البتہ چاہے اس پر حقیقی قبضہ ہو یا حکمی و عرفی قبضہ ہو۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک چیز ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور اس چیز کا آرڈر ہمارے پاس آیا ہے تو اب اس صورت میں ہم اس سے کیا معاملہ کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہم اس آرڈر دینے والے کے ساتھ "سیل" (بیع) کا معاملہ نہیں کریں گے بلکہ "ایگریمنٹ ٹو سیل" (وعدۂ بیع) کا معاملہ کریں گے اور اس صورت میں ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے گا جن کا ذکر اوپر تفصیل سے آ گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ہمارے پاس کسی دوسرے ملک سے ایسی چیز کا آرڈر آیا جو ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے آرڈر دینے والی پارٹی کے ساتھ "ایگریمنٹ ٹو سیل" (وعدۂ بیع) کر لیا تو یہ ایگریمنٹ ٹو سیل حقیقی سیل میں کس وقت تبدیل ہوگا؟ اور کس مرحلے پر ہم یہ کہیں گے کہ اب سیل (بیع) ہو گئی اور ملکیت خریدار کی طرف منتقل ہو گئی؟ اور اس کا "رسک" (خطرۂ ضمان) خریدار کی طرف منتقل ہو گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایگریمنٹ ٹو سیل (وعدۂ بیع) کے بعد ہم نے آرڈر کا سامان بازار سے خرید لیا یا وہ سامان خود تیار کر لیا یا کسی اور سے تیار کرا لیا اور اب وہ سامان ہمارے قبضے میں آ گیا اور اس مرحلے میں ہے کہ ہم وہ سامان "امپورٹر" کو بھیج دیں اور اس کو جہاز پر چڑھا دیں۔ اس وقت "حقیقی سیل" کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ جس وقت وہ تیار ہو کر ہمارے قبضے میں آ گیا اس وقت ہم ایک جدید "اوفر" (ایجاب) کریں یہ اوفر چاہے فون کے ذریعے ہو یا فیکس کے ذریعے یا ٹیلکس کے ذریعے ہو یا کسی اور ذریعہ سے ہو اور خریدار اس اوفر کو قبول کرے اس وقت حقیقی سیل منعقد ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات ایجاب و قبول کے بغیر محض چیز لینے اور

دینے سے بھی حقیقی بیع منعقد ہو جاتی ہے، جس کو "بیع تعاطی" کہا جاتا ہے چونکہ پہلے سے خریدار کے ساتھ "وعدۂ بیع" کا معاملہ ہو چکا ہے اور جب وہ سامان تیار ہو کر ہمارے قبضے میں آ گیا اس وقت ہم نے خریدار (امپورٹر) کی طرف روانہ کر دیا تو جس وقت ہم وہ سامان "شپنگ کمپنی" کے حوالے کر دیں گے تو یہ حوالہ کر دینا بیع تعاطی کے طور پر ایجاب وقبول سمجھا جائے گا اور اس وقت "بیع" منعقد ہو جائے گی اور "بیع" منعقد ہونے کے ساتھ ساتھ اس سامان پر قبضہ بھی خریدار کا ہو گیا۔ (اس لیے کہ "شپنگ کمپنی" بحیثیت خریدار کے وکیل کے اس سامان پر قبضہ کرتی ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) لہٰذا اس سامان کا "ضمان" (رسک) بھی خریدار (امپورٹر) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیع کے وقت سامان تیار بائع کے پاس موجود ہے تو اس صورت میں فوراً اسی وقت "بیع" منعقد ہو جائے گی اور اگر سامان اس وقت موجود نہیں تھا بلکہ بعد میں تیار کیا گیا تو جس وقت "ایکسپورٹر" (بائع) وہ سامان "شپنگ کمپنی" کے حوالے کرے گا اس وقت حقیقی بیع منعقد ہو جائے گی۔ گویا کہ بیع منعقد ہونے کے لیے یہ "پوائنٹ آف ٹائم" ہے۔

مال کا رسک کب منتقل ہوتا ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عام طور پر اس سامان کے "شپمنٹ" (سامان کو جہاز کے ذریعے امپورٹر کی طرف منتقل کرنے) کے تین طریقے ہوتے ہیں۔ پہلا طریقہ ایف او بی (F.O.B) دوسرا طریقہ (Cand F) تیسرا طریقہ (C.I.F) ہوتا ہے۔

پہلے طریقے میں "ایکسپورٹر" کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کرا دے، آگے اس کا کرایہ اور دوسرے مصارف خود "امپورٹر" ادا کرتا ہے اس صورت میں "شپنگ کمپنی" امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے۔ لہٰذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان کی ڈیلیوری (قبضہ) لے گی تو اس کا قبضہ "امپورٹر" کا قبضہ سمجھا جائے گا اور اس سامان کا "رسک" (ضمان) اسی وقت امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر دوسرے طریقے یعنی (C and F) کے طریقے سے مال روانہ کیا تو اس صورت میں اس سامان کو بھیجنے کا کرایہ "ایکسپورٹر" بائع ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں تاجروں کے درمیان تو موجودہ "عرف" یہ ہے کہ سی اینڈ ایف کی صورت میں بھی "شپنگ کمپنی" کو امپورٹر (خریدار) ہی کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت کے اعتبار سے اس کا کیا حکم ہے؟ تو ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے علماء کرام کی ایک مجلس منعقد کی تھی۔ اس مجلس میں بھی بحث ومباحثہ کے بعد

اس نتیجے پر پہنچے کہ اس (عرف) میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ یعنی اس دوسرے طریقے میں بھی جب کہ کرایہ (ایکسپورٹر) ادا کر رہا ہے شپنگ کمپنی ہی کو (امپورٹر) کا ایجنٹ سمجھا جائے۔ لہٰذا جس وقت (ایکسپورٹر) نے وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالے کر دیا اسی وقت اس سامان کا ضمان (رسک) امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر تیسرے طریقے کے ذریعے ہو تو چونکہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے اور اس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹ بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا۔ گویا عرف عام کی وجہ سے (ایف او بی)، (سی اینڈ ایف) اور (سی آئی ایف) تینوں طریقوں میں شپمنٹ کے بعد مال کا رسک امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہو جاتا ہے۔

ایگریمنٹ ٹوسیل کی تکمیل نہ کرنا

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر امپورٹر اور ایکسپورٹر کے درمیان ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدہ بیع) ہوا ہے اور ابھی حقیقی بیع نہیں ہوئی اس صورت میں اگر ایکسپورٹر اس وعدہ بیع کو پورا نہ کرے اور اس وعدہ کو پورا کرنے سے انکار کر دے تو اس صورت میں امپورٹر کسی قسم کی چارہ جوئی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا ایکسپورٹر تو اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے لیکن امپورٹر اس سامان کو لینے سے انکار کر دے اور اس وعدہ کی خلاف ورزی کرے تو اس صورت میں ایکسپورٹر کیا چارہ جوئی کر سکتا ہے؟

موجودہ قانون میں یہ بات ہے کہ ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدہ بیع) کی خلاف ورزی کی صورت میں کسی بھی دوسرے فریق کو پہنچنے والے حقیقی نقصانات کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ نقصانات کی تلافی نہ کرے تو اس کے خلاف مقدمہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرعی نقطہ نظر سے ایگریمنٹ ٹوسیل چونکہ ایک وعدہ ہے اور وعدہ کو پورا کرنا شرعی اور اخلاقی فریضہ ہے، وعدے کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اس وعدہ کو پورا کرے لیکن اگر کوئی شخص اپنے وعدے کو پورا نہ کرے تو اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ شخص گناہگار تو ہوگا لیکن دنیا کے اندر اس سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا نہ اس پر دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال "منگنی" ہے۔ یہ "منگنی" ایک وعدہ نکاح ہے اور "نکاح" ایک حقیقی معاملہ ہے۔ اب اگر ایک شخص نے "منگنی" کر لی لیکن بعد میں اس نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تو ایسا شخص گنہگار ہے۔ اس نے وعدہ خلافی کے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اخلاقی اعتبار سے اس نے ایک بہت برا کام کیا اور معاشرے میں اس کو بری نگاہ سے دیکھا جائے گا لیکن

اس کے خلاف عدالت میں یہ مقدمہ دائر نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اب یہ اس وعدہ سے مکر گیا ہے۔ لہٰذا عدالت کے ذریعے اس کو نکاح پر اور اس وعدہ کے پورا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ عدالت میں یہ مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔ لہٰذا عام حالات میں وعدہ کا حکم یہ ہے کہ وہ عدالت کے ذریعے زبردستی پورا نہیں کرایا جاسکتا۔

لیکن تجارت میں چونکہ وعدے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور تاجر وعدہ کی بنیاد پر بعض اوقات بہت سے ایسے اقدامات کرلیتا ہے، جس پر اس کے پیسے بھی خرچ ہوتے ہیں اور محنت بھی خرچ ہوتی ہے اب اگر وعدہ کرنے والا بعد میں یہ کہہ دے کہ میں تو اس وعدہ کو پورا نہیں کرتا تو اس صورت میں دوسرے آدمی کا شدید نقصان واقع ہوسکتا ہے اس لیے بعض فقہاء کرام نے اس کی اجازت دی ہے کہ "دعوے" کو عدالت کے ذریعے بھی زبردستی پورا کرایا جاسکتا ہے اور عدالت اس کو دو باتوں پر مجبور کرسکتی ہے ایک یہ کہ یا تو وہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ مثلاً اگر سامان بیچنے کا وعدہ کیا ہے تو وہ سامان بیچے اور اگر سامان خریدنے کا وعدہ کیا ہے تو اس کو خریدے۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص کسی وجہ سے اپنے اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس صورت میں بعض فقہاء نے اس سے "نقصان" (ڈیمج) وصول کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

وعدہ خلافی کی وجہ سے نقصان کی تفصیل

لیکن آج کل تجارت کے اندر نقصان (ڈیمجز) کا جو تصور ہے اس میں اور شرعی اعتبار سے جس نقصان کے وصول کرنے کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

آج کل کے عدالتی نظام میں جن "نقصانات" (ڈیمجز) کو وصول کرنے کی اجازت اور گنجائش ہوتی ہے اس کی بنیاد متوقع نفع "اپرچونیٹی کاسٹ" پر ہوتی ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ میں نے ایک شخص سے یہ وعدہ کرلیا کہ میں یہ سامان تم کو فروخت کروں گا۔ اس نے وعدہ کرلیا کہ یہ سامان خریدلوں گا لیکن بعد میں اس نے خریدنے سے انکار کردیا۔ اگر وہ میرے سے وہ سامان خرید لیتا تو اس صورت میں مجھے کتنا نفع ہوتا اور اس کے نہ خریدنے کی صورت میں مجھے کتنا نقصان ہوا' اس لیے کہ وہ سامان مجھے تیسرے شخص کو کم دام میں فروخت کرنا پڑا' اب قیمتوں کے درمیان فرق کو "نقصان" تصور کرکے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عدالت میں اس نقصان کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

یا مثلاً ایک رقم میں نے ایک مہینے تک اپنے پاس اس وعدہ کی بنیاد پر روک کر رکھ لی کہ فلاں شخص سے وہ سامان خریدلوں گا۔ سامان کے مالک نے بھی یہ وعدہ کرلیا کہ وہ سامان فروخت کردے گا۔ بعد میں اس نے سامان فروخت کرنے سے انکار کردیا تو اس صورت میں میرا نقصان

ہوا کیونکہ اگر میں یہ رقم کسی ''انٹرسٹ بیئر سکیم'' میں لگاتا تو مجھے اتنا نفع ملتا لیکن چونکہ اس نے وعدہ کرلیا تھا اور اس وعدہ کی وجہ سے میں نے وہ رقم سکیم میں نہیں لگائی تو اس کی وجہ سے اس نفع سے محروم ہوگیا' میں عدالت میں اس نقصان کا دعویٰ کرسکتا ہوں۔ اس قسم کے نقصانات کا متوقع نفع اپرچونیٹی کاسٹ کی بنیاد پر حساب (کلکولیٹ) کیا جاتا ہے۔

نقصان کی شرعی تفصیل

شریعت میں اس قسم کے نقصانات کا اعتبار نہیں بلکہ شریعت میں دو چیزوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے۔ ایک چیز ہے ''نفع کا نہ ہونا'' دوسری چیز ہے ''نقصان ہونا'' ان دونوں میں فرق ہے۔ ''نقصان'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ واقعتاً میرے کچھ پیسے خرچ ہوگئے اور (نفع نہ ہونے) کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے ذہن میں یہ تصور کرلیا تھا کہ اس معاملے میں اتنا نفع ہوگا لیکن بعد میں اتنا نفع نہیں ہوا' آج کل کے تاجروں کی اصطلاح میں اس نفع نہ ہونے کو بھی ''نقصان'' سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ شرعاً اس کو نقصان نہیں کہا جاسکتا۔

مثلاً ایک چیز آپ نے دس روپے کی خریدی۔ آپ نے اپنے ذہن میں تصور کرلیا کہ میں اس چیز کو پندرہ روپے کی فروخت کرکے پانچ روپے نفع کماؤں گا۔ اب ایک خریدار آیا اور اس نے وہ چیز پندرہ روپے کے بجائے ۱۲ روپے میں خرید لی تو آپ کی نظر میں اور تاجروں کی نظر میں اس کو نقصان سمجھا جائے گا کہ تین روپے کا نقصان ہوگیا لیکن شرعاً اس کو نقصان نہیں کہا جائے گا بلکہ شرعاً نقصان اس وقت متصور ہوگا جب آپ اس چیز کو ۹ روپے میں فروخت کردیں۔ لہٰذا آج کل ''اپرچونیٹی کاسٹ'' (متوقع نفع) کی بنیاد پر حساب کتاب کرکے نقصان کا تعین کرلیا جاتا ہے۔ شریعت میں ایسے نقصان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بہرحال یہ تفصیل ''وعدہ'' کے بارے میں تھی۔

ایکسپورٹ کرنے کیلئے سرمایہ کا حصول

''ایکسپورٹ'' کے معاملے میں ایک اہم حصہ ''ڈاکومنٹ کریڈٹ'' کا ہوتا ہے۔ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ ''آدمی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے''۔ معاشیات کا بھی یہی اصول ہے اور شریعت نے بھی ہمیں یہ اصول سکھایا ہے لیکن آج کل عملی طور پر لوگوں نے اس اصول کے برخلاف یہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ ''آدمی پاؤں پہلے پھیلائے اور چادر بعد میں تلاش کرے'' چنانچہ ''ایکسپورٹ'' کے اندر بھی یہ کیا جاتا ہے کہ آدمی مال بھیجنے کا آرڈر پہلے حاصل کرلیتا ہے جبکہ نہ اس کے پاس مال ہوتا

ہے اور نہ ہی مال خریدنے کے لیے پیسے موجود ہوتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ طریقہ اخلاقی اعتبار سے پسندیدہ نہیں پھر بھی ہم رائج طریقے کی شرعی حیثیت پر غور کرتے ہیں۔

''ایکسپورٹر'' کو مال خریدنے کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کسی بینک یا کسی مالیاتی ادارے سے رجوع کرتا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کرے اور پیسے فراہم کرے اور اس پیسے سے ''ایکسپورٹر'' مال تیار کر کے آرڈر سپلائی کرے۔ جس کو آج کل ''ایکسپورٹ فائینانسنگ'' کہا جاتا ہے۔

پوری دنیا میں اس وقت جو نظام رائج ہے اس کے مطابق ہر بینک ہر ادارہ اس کام کے لیے سرمایہ فراہم کر دے گا لیکن اس کی بنیاد ''انٹرسٹ'' (سود) پر ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ چاہے کہ اس مقصد کے لیے مجھے غیر سودی سرمایہ حاصل ہو جائے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم ایسی معیشت قائم کرنا چاہیں جو اسلامی بنیادوں پر قائم ہو تو ایسی معیشت میں ''ایکسپورٹ فائینانسنگ'' کس طرح ہو سکے گی؟

ایکسپورٹ فائینانسنگ کے طریقے

ایکسپورٹ ''فائینانسنگ'' کے دو طریقے رائج ہیں:

(۱) پری شپمنٹ فائینانسنگ (۲) پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ

پری شپمنٹ فائینانسنگ اور اس کا اسلامی طریقہ

''پری شپ منٹ فائینانسنگ'' کا طریقہ یہ ہے کہ ایکسپورٹر پہلے آرڈر وصول کرتا ہے جبکہ اس کے پاس مال سپلائی کرنے کے لیے رقم نہیں ہوتی' آرڈر وصول ہونے کے بعد وہ پہلے رقم کے حصول کی فکر کرتا ہے' اب اگر ایکسپورٹر یہ چاہے کہ وہ غیر سودی طریقے سے کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے پیسے حاصل کرے تو اس کا طریقہ بہت آسان ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس ''فائینانسنگ'' کو مشارکہ کی بنیاد پر عمل میں لایا جائے اس لیے کہ ''ایکسپورٹر'' کے پاس معین طور پر ایک آرڈر موجود ہے اور آرڈر میں عام طور پر اس سامان کی قیمت بھی متعین ہوتی ہے کہ اس قیمت پر اتنا سامان فراہم کیا جائے گا اور اس قیمت کی بنیاد پر بینک میں ''ایل سی'' (LC) کھلی ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سامان کے فراہم کرنے پر اتنا نفع ملے گا اور ''کاسٹ'' (خرچہ) بھی طے شدہ ہے۔ اس لیے کہ کاسٹ ہی کی بنیاد پر قیمت کا تعین کیا جاتا ہے۔ لہٰذا کاسٹ بھی تقریباً متعین ہے' قیمت بھی تقریباً متعین اور اس پر ملنے والا منافع تقریباً متعین ہے۔ اب اگر کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ اس خاص معاملہ (ٹرانزکشن) کی

حد تک "ایکسپورٹر" کے ساتھ مشارکہ کرے اور ایکسپورٹر سے یہ کہے کہ ہم آپ کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں' آپ آرڈر کے مطابق مال تیار کر کے ایکسپورٹ کریں اور پھر امپورٹر کی طرف سے جو رقم آئے گی اور جو منافع ہوگا وہ ہم اس تناسب کے ساتھ آپس میں تقسیم کرلیں گے تو اس طرح بہت آسانی سے سود کے بغیر فائینانسنگ حاصل ہو جائے گی۔

البتہ مشارکہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ رقم ایکسپورٹر بھی لگائے اور باقی رقم بینک یا مالیاتی ادارہ لگائے لیکن اگر ایکسپورٹر اپنی طرف سے کوئی رقم نہ لگائے بلکہ ساری رقم بینک یا مالیاتی ادارے کی ہو تو اس صورت میں "مضاربہ" کا معاملہ کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ (مضاربہ) کے اندر ایک فریق کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے فریق کا کام اور عمل ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر بھی اپنا کچھ نہ کچھ سرمایہ ضرور لگاتا ہے اس لیے اس کو مشارکہ ہی کہا جائے گا اور منافع کی شرح بھی باہمی رضامندی سے متعین کی جاسکتی ہے۔ بہرحال "پری شپمنٹ فائینانسنگ" میں بہت آسانی کے ساتھ مشارکہ کیا جاسکتا ہے۔

پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ اور اس کا اسلامی طریقہ

دوسرا طریقہ "پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ" کا ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ "ایکسپورٹر" آرڈر کا سامان روانہ کر چکا ہے اور اس کے پاس بل موجود ہے لیکن اس بل کی رقم آنے میں کچھ مدت باقی ہے لیکن ایکسپورٹر کو فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ بل لے کر بینک کے پاس جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اس بل کی رقم وقت آنے پر امپورٹر سے تم وصول کر لینا اور مجھے اس بل کی رقم تم ابھی دیدو۔ چنانچہ بینک اس بل میں سے کچھ کٹوتی کر کے باقی رقم ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے۔ جس کو "بل ڈسکاؤنٹنگ" کہا جاتا ہے۔ مثلاً ایک لاکھ روپے کا بل ہے تو اب بینک دس فیصد کٹوتی کر کے ۹۰ ہزار روپے ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے اور بعد میں امپورٹر سے بل کی پوری رقم ایک لاکھ روپے وصول کر لیتا ہے۔ "بل ڈسکاؤنٹنگ" کا یہ طریقہ شریعت کے مطابق نہیں ہے' ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں "سودی" معاملہ پایا جارہا ہے۔

بل ڈسکاؤنٹنگ کا جائز طریقہ

اس "بل ڈسکاؤنٹنگ" کو اسلامی طریقے پر کرنے کے لیے دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ جس "ایکسپورٹر" کا پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ" کرنے کا ارادہ ہو وہ شپمنٹ اور سامان بھیجنے سے پہلے بینک کے ساتھ مشارکہ کرلے جس کی تفصیل اوپر گزری۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایکسپورٹر امپورٹر کو سامان بھیجنے سے پہلے وہ سامان بینک یا کسی مالیاتی ادارے کو "ایل سی" کی قیمت سے کم قیمت پر فروخت

کردے اور پھر بینک یا مالیتی ادارہ ''امپورٹر'' کو ایل سی کی قیمت پر فروخت کردے اور اس طرح دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا وہ بینک کا نفع ہوگا۔ مثلاً ایل سی ایک لاکھ روپے کی کھولی ہے تو اب ایکسپورٹ بینک کو وہ سامان مثلاً پچانوے ہزار روپے میں فروخت کردے اور بینک امپورٹر کو ایک لاکھ روپے میں فروخت کرے اور پانچ ہزار روپے نفع کے بینک کو حاصل ہو جائیں گے۔

لیکن یہ دوسری صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ ابھی تک امپورٹر کے ساتھ ''حقیقی بیع'' نہیں ہوئی بلکہ ابھی تک (وعدۂ بیع) ایگریمنٹ ٹو سیل ہوا ہے۔ لہٰذا اگر امپورٹر کے ساتھ حقیقی بیع ہو چکی ہے تو پھر یہ صورت اختیار کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال اس طرح سے ایکسپورٹر کو اپنی لگائی ہوئی رقم فوراً وصول ہو جائے گی اور اس کو مدت آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ البتہ بینکوں میں ''بل ڈسکاؤنٹ'' کرنے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے وہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

بل ڈسکاؤنٹنگ کے سلسلے میں ایک اور تجویز بھی دی گئی ہے۔ وہ تجویز بھی چند شرائط کے ساتھ قابل عمل ہو سکتی ہے لیکن عام طور پر وہ شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ اس وجہ سے اس تجویز پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی لیکن اگر کوئی شخص شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اس تجویز پر عمل کرنا چاہے تو اس کا راستہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص بینک سے ''بل ڈسکاؤنٹ'' کرانا چاہتا ہے' وہ بینک کے ساتھ دو معاملات (ٹرانزکشن) علیحدہ علیحدہ کرے۔ ایک معاملہ یہ کرے کہ ایکسپورٹر بینک کو امپورٹر سے سامان کی قیمت وصول کرنے کے لیے اپنا ایجنٹ بنائے کہ تم میری طرف سے امپورٹر سے پیسے وصول کر کے مجھے دیدو اور بینک ایجنٹ بننے اور امپورٹر سے قیمت وصول کرنے پر ایکسپورٹر سے ''سروس چارج'' وصول کرے۔ دوسرا معاملہ یہ کرے کہ بینک ''ایل سی'' کی رقم سے کچھ کم رقم کا غیر سودی قرضہ ایکسپورٹر کو فراہم کرے۔

مثلاً فرض کریں کہ ایکسپورٹر جو بل ڈسکاؤنٹ کرانا چاہتا ہے وہ بل ایک لاکھ روپے کا ہے۔ اب ایکسپورٹر بینک سے ایک معاملہ یہ کرے کہ بینک کو اپنا ایجنٹ بنائے اور اس سے کہے کہ تم یہ رقم امپورٹر سے وصول کر کے مجھے فراہم کرو میں اس پر تمہیں پانچ ہزار روپے ''سروس چارج'' ادا کروں گا۔ دوسرا معاملہ یہ کرے کہ وہ بینک سے پچانوے ہزار روپے کا غیر سودی قرضہ حاصل کرے اور بینک سے یہ کہے کہ جب میرے بل کی رقم تمہیں وصول ہو جائے تو اس میں سے تم پچانوے ہزار روپے کا اپنا قرض وصول کر لینا اور پانچ ہزار روپے سروس چارج کے وصول کر لینا۔ اس طرح یہ معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا تجویز پر عمل کرنا ممکن ہے لیکن اس میں ایک شرط نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ معاملہ شریعت کے مطابق نہیں رہے گا وہ یہ کہ ''سروس چارج'' کی جو رقم آپس میں طے کی جائے

گی وہ بل کی ادائیگی کی مدت سے منسلک نہیں ہوگی۔ یعنی سروس چارج بل کی میچوریٹی کی پیریڈ سے ریلیٹڈ نہیں ہوگا۔ مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر بل کی ادائیگی کی مدت تین ماہ ہے تو سروس چارج چار ہزار روپے ہوگی اور اگر ادائیگی کی مدت چار ماہ ہے تو ''سروس چارج'' چھ ہزار روپے ہوگی' گویا کہ بل کی ادائیگی کی مدت میں اضافے سے ''سروس چارج'' میں اضافہ نہیں کیا جاسکے گا۔ البتہ ایک لم سم ''سروس چارج'' مقرر کی جاسکتی ہے۔ اس شرط کے ساتھ اس تجویز پر بھی عمل کرنا شرعاً جائز ہے۔

''ایکسپورٹ فائینانسنگ'' کے بارے میں یہ چند وضاحتیں تھیں۔ اب فارن ایکس چینج کی پیشگی بکنگ پر غور کرتے ہیں۔

فارن ایکس چینج کی پیشگی بکنگ

یہاں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فارن ایکس چینج کو پہلے سے بک کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں پہلے کرنسی کی خرید وفروخت کے چند اصول سمجھ لیں' پھر ان اصولوں کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لینا آسان ہوگا۔

کرنسی کی خرید وفروخت کے اصول

پہلا اصول یہ ہے کہ ایک کرنسی کا دوسری کرنسی سے تبادلہ کرنا شرعاً جائز ہے اور تبادلہ کے وقت باہمی رضامندی سے کرنسی کی جو قیمت چاہیں مقرر کرسکتے ہیں۔ البتہ جن ملکوں میں اس ملک کی کرنسی کی کوئی قیمت سرکاری طور پر مقرر کردی گئی ہے اور اس قیمت سے کم وبیش پر کرنسی کو خریدنا اور فروخت کرنا قانوناً منع ہوتا ہے ایسے ملکوں میں قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے کمی زیادتی پر کرنسی کو تبدیل کرنا شرعاً بھی منع ہوگا اس لیے کہ بلاوجہ کسی قانون کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں ہوتی لیکن اس تبادلے میں سود کا عنصر نہیں پایا جائے گا اور نہ سود کیوجہ سے عدم جواز کا حکم لگے گا۔

مثلاً فرض کریں کہ پاکستان میں ڈالر کی قیمت تیس روپے سرکاری طور پر مقرر کردی گئی ہے۔ اب دو آدمی آپس میں ڈالر کی خرید وفروخت کا معاملہ کریں' فروخت کنندہ کہے کہ میں اکتیس روپے کے حساب سے ڈالر فروخت کروں گا تو اس کو سودی معاملہ نہیں کہا جائیگا لیکن چونکہ حکومت نے ڈالر کی قیمت تیس روپے مقرر کردی ہے اور قانون کا احترام حتی الامکان ضروری ہے اس لحاظ سے اس معاملے میں کراہت آجائیگی کہ انہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی لیکن اگر حکومت نے اوپن مارکیٹ میں کرنسی کے تبادلے کی کمی بیشی کیساتھ اجازت دیدی ہو تو پھر شرعاً بھی یہ تبادلہ جائز ہوگا۔ جیسا کہ آج کل ہورہا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ جب دو کرنسیوں کا باہم تبادلہ کیا جا رہا ہو تو اس وقت یہ ضروری ہے کہ معاملے کے وقت مجلس میں ایک فریق کرنسی پر ضرور قبضہ کر لے چاہے دوسرا فریق اس وقت قبضہ نہ کرے بلکہ بعد میں کر لے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر ایک فریق نے تو نقد ادائیگی کر دی ہو۔ دوسرے فریق نے ادائیگی کے لیے مستقبل کی تاریخ مقرر کر دی ہو تو اس صورت میں کرنسی کی جو قیمت آپس میں طے کی ہو وہ قیمت بازار کی قیمت سے کم وبیش نہ ہو۔ مثلاً آج میں نے ایک ہزار روپے پاکستانی دوسرے فریق کو دیدیے اور اس سے یہ کہا کہ تم ایک ماہ بعد مجھے اتنے ڈالر واپس کر دینا۔ اس صورت میں ڈالر کی جو قیمت مقرر کریں تو وہ قیمت بازار کی قیمت سے کم وبیش نہ ہونی چاہیے کیونکہ اگر مارکیٹ کی قیمت سے کم وبیش قیمت مقرر کر لیں گے تو اس کے ذریعے سود کا دروازہ کھل جائے گا اور بہت آسانی کے ساتھ سود حاصل کیا جا سکے گا۔ مثلاً میں نے اس سے کہا کہ بازار میں ڈالر کی قیمت تو تیس روپے ہے اور تیس روپے کے حساب سے ایک ہزار روپے کے تقریباً ۳۳ ڈالر بنتے ہیں لیکن میں تم سے ایک ماہ بعد چالیس ڈالر وصول کروں گا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ اس طرح سود حاصل کرنا آسان ہو جائے گا اور سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

مندرجہ بالا تینوں اصول یا شرائط کا لحاظ اس وقت ضروری ہے جب کرنسی کی حقیقی بیع ہو رہی ہو لیکن اگر حقیقی بیع نہیں ہو رہی ہے بلکہ (وعدۂ بیع) ہو رہا ہے۔ یعنی دو فریق آپس میں یہ وعدہ کر رہے ہیں کہ مستقبل کی فلاں تاریخ کو ہم دونوں پاکستانی روپے کا ڈالر کے ساتھ تبادلہ کریں گے اور وعدہ کے وقت نہ اس نے کرنسی دی اور نہ اس نے دی تو اس صورت میں مندرجہ بالا اصول اور شرائط اس وعدہ بیع پر لاگو نہیں ہوں گی۔ لہٰذا اس وقت نہ تو یہ ضروری ہے کہ آپس میں مقرر کردہ قیمت بازاری قیمت سے کم وبیش نہ ہو بلکہ وعدہ کے وقت باہمی رضامندی سے جو قیمت چاہیں طے کر لیں۔ بشرطیکہ وعدہ بیع ہو حقیقی بیع نہ ہو۔ لیکن حقیقی بیع کے وقت جبکہ ایک طرف سے ادائیگی اسی وقت ہو رہی ہو اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو اس صورت میں بازاری قیمت سے کم وبیش قیمت مقرر کرنا درست نہیں ہوگا۔

لہٰذا اگر میں کسی دوسرے فریق کے ساتھ یہ معاملہ کروں کہ فلاں تاریخ پر میں تم سے اتنے ڈالر اتنے روپے میں خریدوں گا تو اس وقت باہمی رضامندی سے ہم جو ریٹ بھی مقرر کر لیں تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ اس لیے کہ یہ وعدہ بیع ہے حقیقی بیع نہیں ہے لیکن اتنی بات ذہن میں رہے کہ کوئی بھی پارٹی محض وعدہ کی بنیاد پر کوئی ''فیس'' چارج نہیں کر سکتی۔ مثلاً کوئی فریق یہ نہیں کہہ سکتا

کہ میں نے چونکہ آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ فلاں تاریخ کو اس ریٹ پر اتنے ڈالر فراہم کروں گا لہٰذا اپنے اس وعدہ پر اتنی فیس تم سے وصول کروں گا' چاہے تاریخ آنے پر آپ مجھ سے ڈالر خریدیں یا نہ خریدیں۔ یہ فیس وصول کرنا شرعاً درست نہیں۔ البتہ ڈالر کا جو ریٹ چاہیں مقرر کر سکتے ہیں۔ بہر حال کرنسی کی خرید و فروخت کے بارے میں یہ چند اصول ہیں جو میں نے ذکر کر دیئے۔

فارن ایکس چینج کی بکنگ فیس

اب اصل موضوع کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ ''فارن ایکس چینج'' کی بکنگ مختلف طریقوں سے ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو بینک فارن ایکس چینج کی بکنگ کرتا ہے وہ بکنگ کرنے کی فیس الگ سے وصول کرتا ہے۔ اگر بکنگ کی فیس علیحدہ سے وصول کرتا ہے تب تو یہ معاملہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں لیکن اگر بینک بکنگ کی کوئی فیس علیحدہ سے وصول نہ کرے' البتہ ڈالر کا ریٹ آپس کی باہمی رضا مندی سے جو چاہے مقرر کرے اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ریٹ بازار کے ریٹ کے مطابق ہو تو یہ بکنگ وعدہ کی صورت میں جائز ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس معاملے میں کوئی اور فاسد شرط نہ لگائی گئی ہو۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں بینک فارن ایکس چینج کی بکنگ پر فیس وصول کرتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں مجھے متضاد اطلاعات ملی ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وصول کرتے ہیں جبکہ بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ کوئی فیس نہیں لیتے' مجھے اس کے بارے میں کوئی حتمی ثبوت نہیں مل سکا۔ البتہ اس کے بارے میں شرعی حکم میں نے بتا دیا کہ اگر فیس ہے تو یہ بکنگ درست نہیں اور اگر فیس نہیں ہے تو یہ بکنگ شرعاً جائز ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ بکنگ کرانے کی مقررہ تاریخ پر اگر فارن کرنسی وصول نہیں کی گئی تو اس وقت بینک کیا معاملہ کرتا ہے؟ مثلاً اگر بالفرض میں نے تین دن بعد کی تاریخ کے لیے فارن ایکس چینج بک کرایا لیکن تاریخ آنے پر میں نے بینک سے وہ فارن ایکس چینج وصول نہیں کیا تو کیا اس صورت میں میرے اوپر بینک کی طرف سے کوئی ہرجانہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ مجھے اس کے بارے میں متضاد اطلاعات ملی ہیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ آج کل سٹیٹ بینک آف پاکستان مختلف میعاد کے فارن ایکس چینج کی فارورڈ بکنگ کے لیے مختلف میعاد پر مختلف ریٹ مقرر کرتا ہے اور پھر سٹیٹ بینک آف پاکستان کے مقرر کردہ ریٹ پر دوسرے تمام بینک ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' بھی کرتے ہیں اور حقیقی بیع بھی کرتے ہیں اور مختلف پیریڈ کے ساتھ مختلف ریٹ کا تعین بھی کرتے ہیں۔ مثال کے

طور پر ایک شخص بینک میں جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تین مہینے کے لیے فارن ایکس چینج کی بکنگ کرانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ سٹیٹ بینک کے دیئے ہوئے ریٹ پر وہ بینک بک کرلے گا۔ اب اگر وہ شخص بعد میں کسی وقت بینک سے جا کر کہے کہ میں اپنی بکنگ کینسل کرنا چاہتا ہوں تو اب بینک یہ دیکھتا ہے کہ آج کا ریٹ کیا ہے؟ اس ریٹ کو سامنے رکھتے ہوئے وہ یہ دیکھتا ہے کہ کینسل کرنے میں بینک کا فائدہ ہے یا نقصان ہے؟ اگر بینک کا فائدہ محسوس ہوتا ہے تو بینک خاموشی سے بکنگ کینسل کردیتا ہے لیکن اگر بینک یہ دیکھتا ہے کہ کینسل کرنے کے نتیجے میں بینک کا نقصان ہے اور پارٹی کا فائدہ ہے تو بینک اس سے یہ کہتا ہے کہ آپ کی بکنگ کینسل کرنے کے نتیجے میں بینک کا اتنا نقصان ہورہا ہے۔ لہٰذا اتنے پیسے آپ ادا کریں البتہ بکنگ کے وقت کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی ہے اور یہ بکنگ محض ایک "وعدۂ بیع" ہوتا ہے۔

بہرحال برآمدات کے بارے میں جو ضروری احکام تھے وہ میں نے عرض کردیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین. (حوالہ فقہی مقالات جلد۳۔ص۷۱)

گوشت کی تجارت کرنا

سوال: کیا یہ تجارت شرعاً جائز ہے کہ ہر روز دس پانچ گائے ذبح کرکے گوشت فروخت کرے اس میں نفع زیادہ ہے؟

جواب: جائز ہے کیونکہ یہ خیر القرون سے معمول بہ ہے اور شرعاً وعرفاً اس پر کوئی نکیر بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۳ص۳۵۶)

کمپنی کی ایک تجارتی سکیم کا حکم

سوال: آج کل ایک موٹر سائیکل کمپنی اپنی مشہوری کے لیے ایک طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے کہ قسطوں پر موٹر سائیکل فروخت کررہی ہے، اکیس اقساط پر مقرر کی گئیں اور ہر قسط پانچ سو پچاس روپے ماہوار ادا کرنا ہوتی ہے اگر اقساط پوری کرنے سے پہلے درمیان میں کسی خریدار کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا (ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے) تو موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور بقیہ تمام اقساط معاف کردی جاتی ہیں، اگر بیس ماہ تک قرعہ اندازی میں خریدار کا نام نہ نکلے تو اکیس ماہ کے بعد موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور یہ اکیس اقساط کی رقم موٹر سائیکل کی وہ قیمت ہے جو مارکیٹ میں چل رہی ہے زیادہ نہیں، خرید وفروخت کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ قیمت کمپنی کی طرف سے رعایت ہے اور کسی خریدار کو رعایت دی جائے اس کا انتخاب وہ قرعہ اندازی کے ذریعے کرتی ہے اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں۔ لہٰذا یہ خرید و فروخت جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۸)

بندر، بلی، چوہے وغیرہ کی بیع کرنا

سوال: بندر، بلی، چوہا وغیرہ جیسے حرام جانوروں کی تجارت کر کے روزی کمانا کیسا ہے؟

جواب: اگر ان حرام جانوروں کی کھال، ہڈی وغیرہ کار آمد ہوں یا ان سے دوا بنائی جائے تو ان کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ **ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر وھو مختار.** (عالمگیری ص ۱۱۴ ج ۳) (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۵)

درخت پر آم کو فروخت کرنا

سوال: درخت پر لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے آموں کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور فصل آنے تک بائع کی اجازت سے آموں کا درخت پر چھوڑے رکھنا مشتری کے لیے صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: آموں کا پکنے سے پہلے بھی فروخت کرنا جائز ہے اور بیع ہو جانے کے بعد بائع کی اجازت سے ان کا درخت پر چھوڑنا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۳)

کنٹرول کی چیز کو بلیک سے خریدنا

سوال: میں ایک معمولی دُکاندار ہوں، کنٹرول سے تیل چینی اپنے کارڈ سے جو ملتی ہے وہ گھر کی ضرورت بھی پوری نہیں کرتی ہے تو دُکاندار پر فروخت کرنے کے لیے بلیک سے لیتا ہوں اور فروخت کرتا ہوں، تو یہ جائز ہے یا نہیں، کیونکہ کنٹرول والے تو عوام کا حق کاٹ کر ہی دیتے ہیں؟

جواب: کنٹرول سے فروختگی کے لیے جو مال آتا ہے وہ عوام الناس کی ملک نہیں ہوتا اس لیے اس کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے، یہ الگ بات ہے کہ انتظام حکومت کی خلاف ورزی کے باعث اور لوگوں کے طالب ہونے کے باوجود کنٹرول کی دُکان والے کو بلیک سے فروخت کرنا مناسب نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

فون پر بیع کرنا

سوال: ہمارے یہاں دکانیں کافی دور ہیں، فون پر سودا لکھا دیا، جب تیار ہو کر بوری بندھ گئی تو ملازم جا کر لاتا ہے، حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر خریدار مبیع کے وزن کرتے

وقت موجود نہ ہو تو اس کا ظرف ہونا چاہیے اور فرمایا کہ یہ امر تصدی ہے' حضرت مفتی شفیع صاحب نے فرمایا' اگر مشتری کے نزدیک بائع قابل اعتماد ہو تو خود موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور ظرف بائع کی طرف سے قید نہیں لگائی' اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں؟

جواب: اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ بیع بشرط الکیل والوزن نہ ہو بلکہ یہ کہہ دیا جائے کہ اتنے روپے کی فلاں چیز دے دو' ہمارا آدمی آ کر لے جائے گا یا آپ اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیں' یہ بحث ہی نہ ہو کہ کس نرخ کیا ہے' پھر بوری یا تھیلا کسی کا بھی ہو سب طرح درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۳۹)

نیلام بولنے پر کمیشن لینا

سوال: میرے ایک دوست کمیشن ایجنٹ ہیں کہ جو مال لوگ ان کی آڑت پر فروخت کرنے کو لاتے ہیں تو اس مال پر اپنے ملازموں سے بولی بلوا کر فروخت کراتے ہیں جس بیوپاری کی بولی زیادہ رقم کی ہوتی ہے اس خریدار کے نام ہی مال چھوڑ دیتے ہیں' اگر بیوپاری کے پاس اس وقت روپیہ ادا کرنے کے لیے نہیں ہے تو مالک آڑت اپنے پاس سے مالک مال کو روپیہ ادا کر دیتے ہیں اور خریدار سے ایک آنہ فی روپیہ بطور کمیشن مالک فرم لیتا ہے' مالک نے بولی بلوانے اور حساب وغیرہ کے لیے ملازم رکھے ہیں' ان سب کی تنخواہ اس کمیشن سے ادا کی جاتی ہے اور دکان کا خرچہ بھی اسی سے پورا کیا جاتا ہے تو یہ کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے' یہ سود نہیں ہے بلکہ دلالی کی اجرت ہے۔ جس کو شامی میں درست لکھا ہے' یہ روپیہ ملک میں داخل ہے' قاعدہ شرعی کے مطابق دیگر مملوکہ روپیہ کی طرف اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۳۵)

نوٹ سے سونے اور چاندی کی بیع

سوال: آج کل کے مروجہ نوٹ اور سکے جو حکومت کی طرف سے رائج ہیں جن کے ساتھ لوگ بیع وشراء کرتے ہیں کیا یہ سونے چاندی دونوں یا صرف سونے یا صرف چاندی کے حکم میں ہیں' کیا ان کے ساتھ سونے اور چاندی کی بیع زیادتی اور ادھار کے ساتھ یا صرف فضل وزیادتی کے ساتھ یا صرف ادھار جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رائج نوٹ اور سکے سونے اور چاندی کے حکم میں نہیں' نہ ہی سونے چاندی کی رسید ہیں' لہٰذا ان سے سونے چاندی کی بیع بہر کیف جائز ہے' کمی وزیادتی اور ادھار بھی جائز ہے' البتہ جنس کے ساتھ تبادلہ کرنے کی صورت میں ربوٰ کی حرمت واقع ہوگی اور زکوٰۃ کے فرض ہونے میں یہ سکہ چاندی کے حکم میں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۸)

پولہ خس کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: یہاں زمین میں پولہ خس جس سے چھپر وغیرہ بندھتے ہیں' پیدا ہوتا ہے اس کی حفاظت منجانب زمین دار ہوتی ہے جب تیار ہوتا ہے تو فروخت کردیا جاتا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ص ۱۰۸)

جس زمین میں قبریں ہوں اس کی بیع کرنا

سوال: ایک شخص نے ایک قطعہ زمین خرید کیا اور خریدنے والے کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس زمین میں بہت سی قبریں ہیں' اب صاحب مذکور نے اس زمین میں تالاب کھدایا ہے' کھودتے وقت مردوں کے سر ہاتھ کی ہڈی لاشیں پائی گئیں' سب ہڈیاں دوسری جگہ زمین میں دفن کردیں' آیا قبر والی زمین کو تالاب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب مالک سے کسی نے زمین خرید لی تو اب مالک کو اختیار ہے کہ اس میں تالاب بنائے یا کچھ اور کام کرے' البتہ ان ہڈیوں کو توڑنا درست نہیں بلکہ احتیاط سے ان کو ایک جگہ دفن کردیا جائے' فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی بیع اور اس میں تالاب بنانا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ص ۱۷۹)

صرف زمین کے پانی کی بیع کرنا

سوال: زمین کے بغیر صرف اس کے پانی کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ص ۵۰۵)

متعین وزن کے ڈبوں کی بیع کا کیا حکم ہے؟

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ کسی نے کچھ اناج' گھی' تیل وغیرہ کچھ نرخ طے کرکے خریدا تو اس کی تین صورتیں ہیں:

۱- دکاندار نے خریدار یا اس کے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کردیا ہے۔

۲- سامنے نہیں تولا بلکہ خریدار یا اس کے آدمی سے یہ کہدیا ہے کہ تم جاؤ' ہم تول کر گھر بھیج دینگے۔

۳- اس سے پہلے الگ تول کر رکھا ہوا تھا' دکاندار نے اسی طرح اٹھا کردیدیا پھر نہیں تولا۔

پہلی صورت میں گھر لا کر دوبارہ تولنا ضروری نہیں' بغیر تولے اس کا کھانا' پینا' بیچنا سب صحیح ہے دوسری تیسری صورت میں جب تک خریدار خود نہ تول لے اس کا کھانا' پینا' بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں' اگر بے تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہوگئی' پھر اگر تول بھی لے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی۔

آج کل متعدد چیزیں مختلف اوزان کے ڈبوں اور پیکٹوں میں بند رکھی ہوتی ہیں' گاہک دکاندار سے کہتا ہے کہ فلاں چیز ایک سیر دیدو' وہ ایک سیر کا ڈبہ یا پیکٹ اٹھا کر دے دیتا ہے نہ تو دکاندار خود تول کر دیتا ہے اور نہ وہ' گاہک کو اس طرح ڈبوں اور پیکٹوں میں مال خریدنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بائع اور مشتری دونوں کا مقصود وہ خاص ڈبہ اور لفافہ ہوتا ہے' اس پر لکھا ہوا وزن بیع میں مشروط نہیں ہوتا' اس لیے بدون وزن کیے اس میں تصرف جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۸)

بیع سَلَم کی سات شرطیں

سوال: زید نے دو چار ماہ قبل روپیہ دیا اور اقرار ہوا کہ جب فصل تیار ہوگی اور نیا غلہ فروخت کیا جائے گا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ جو نرخ ہوگا اس نرخ سے جَو یا گیہوں جو قرار پایا ہو لیا جائے گا اور زید نے وقت اور وزن کی قید نہ لگائی تو یہ صورت بیع سَلَم کی درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت بیع سلم کی نہیں' بیع سلم میں امام اعظمؒ کے نزدیک سات شرطیں لازمی ہیں' ہدایہ میں ہے کہ نہیں صحیح ہے بیع سلم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مگر اس وقت کہ سات شرطیں پائی جائیں' یعنی جنس معلوم ہو کہ کون سی چیز لی جائے گی اور نوع اس کی معلوم ہو کہ کس قسم کی چیز لی جائے گی اور صفت اس کی معلوم ہو کہ کس طرح کی وہ چیز لی جائے گی اور مقدار معلوم ہو کہ کس قدر وہ چیز لی جائے گی اور وقت معلوم ہو کہ کس تاریخ اور کس وقت وہ چیز لی جائے گی اور اس کے انداز کرنے کا طریقہ معلوم ہو کہ پیمانہ سے ناپ کر لی جائے گی یا وزن کر کے یا شمار کر کے اور وہ جگہ معلوم ہو کہ کس جگہ وہ چیز لی جائے گی' جب ایسی چیز ہو کہ اسکے لیے باربرداری کی ضرورت ہو اور جب شرط فوت ہوتی ہے تو مشروط بھی فوت ہوتی ہے اس واسطے سوال میں جو صورت بیع کی مذکور ہے درست نہیں۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۵۰)

بیع سَلَم کی تین صورتیں

سوال: ایک دکاندار سے دوسرے شخص نے دو من غلہ لیا اور کہا کہ دو ماہ بعد فصل گندم کٹنے پر اس کے عوض سوا دو من دوں گا' یہ لین دین جس میں تفاضل بھی ہے اور مہلت بھی' نہ یداً بید نہ بسواء ہے' یہ صورت بیع سلم میں داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۹)

سوال: ایک من غلہ جس کی قیمت مثلاً دو روپے ہے' دکاندار نے کہا کہ یہ ایک من غلہ جس کی قیمت اس وقت بازاری نرخ کے لحاظ سے دو روپے ہوتے ہیں' گویا تم کو دو روپے دے رہا ہوں'

گیہوں کی فصل کٹنے کے بعد ان دو روپیوں کا گندم سوا من لوں گا' اس صورت میں وہی گندم دیتا ہے اور گندم تفاضل کے ساتھ لیا ہے' نقد پھر بھی نہیں دیا' فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں گندم قیمت کر کے نہیں دیے تھے' اس میں قیمت پائی گئی اس صورت میں بھی لین دین جنس کا ہے' فقط ربا سے بچنے کے لیے بطور حیلہ کے یہ سلم میں داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں دو معاملے ہوئے ایک تو یہ کہ ایک من غلہ دو روپیہ میں فروخت کیا' دوسرا یہ کہ دو روپوں کے عوض فلاں وقت سوا دو من غلہ لوں گا' پہلا بیع اجل کا ہے' دوسرا بیع سلم کا ہے۔ پس اگر پہلا معاملہ پختہ اور ختم ہونے کے بعد مستقل طور پر دوسرا معاملہ کیا ہے اس طرح کہ اولاً ایک من غلہ فروخت کیا اور اس میں کوئی شرط خلاف مقتضائے عقد نہیں لگائی' البتہ قیمت موجل رہی جس کی اجل متعین کر دی پھر اس کے بعد دوسرا معاملہ کیا کہ تمہارے ذمہ دو روپیہ واجب الادا ہے ان کے عوض اس نرخ سے فلاں وقت گیہوں دے دینا' اس نے منظور کر لیا تو یہ معاملہ درست ہو گیا' اگر پہلے معاملے کے لیے دوسرے معاملے کو شرط قرار دیا ہے' مثلاً اس طرح معاملہ کیا کہ ایک من غلہ دو روپے کا اس شرط پر تمہارے ہاتھ فروخت کیا کہ فلاں ماہ میں اس دو روپے کے عوض تم سے سوا دو من غلہ لوں گا تو یہ ناجائز ہے اس سے نہ بیع اجل ہوئی نہ بیع سلم۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۸۹)

سوال: تیسری صورت قرض کی ہے کہ ایک قیمت کے دوسرے کو دو من گیہوں قرض دے' دو ماہ کے بعد پھر وہی دو من لے گا اس میں تفاضل و زیادتی تو نہیں' البتہ نسیہ ہے' ید اً بید نہیں ہے آیا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جائز ہے' یہ قرض ہے۔ اَلْاقْرَاضُ تُقْضٰی بِاَمْثَالِھَا. (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۹۰)

پیسوں کی بیع سلم جائز ہے

سوال: فلوس نافقہ (رائج سکے) میں بیع سلم جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح و مختار یہی ہے کہ فلوس میں بیع سلم جائز ہے' شیخین کے نزدیک فلوس رائجہ ثمن نہیں ہیں بلکہ من جملہ سامان و متاع و عروض کے ہیں' اسی وجہ سے شیخین کے نزدیک ایک پیسے کی بیع دو پیسوں سے جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگرچہ فلوس (سکے) سودی معاملات میں ثمن کا حکم رکھتے ہیں اور ایک سکے کی بیع دو سکوں کے ساتھ ایسی ہی (ناجائز) ہے جیسی ایک درہم کی بیع دو درہم کے ساتھ لیکن باب سلم میں امام محمدؒ نے بھی قوی روایت کے مطابق شیخین رحمہم اللہ کی موافقت اختیار کی ہے۔ پس بیع سلم فلوس میں باتفاق آئمہ ثلثہ جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۳۸)

کرنسی نوٹوں میں بیع سلم کی اجازت

سوال:۔ایک شخص نے کسی سے امریکی ڈالر وصول کر کے ان کے عوض میں پاکستانی کرنسی نوٹ دینے کی میعاد کر کے معاملہ طے کیا کہ تین ماہ بعد پاکستانی کرنسی نوٹ ادا کروں گا۔کیا مذکورہ طریقہ سے معاملہ طے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔کرنسی نوٹ چونکہ خلقی طور پر ثمن نہیں بلکہ عرف اور رواج کی وجہ سے ثمن کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اس لئے ثمن عرفی بننے کے بعد اس میں کوئی قدر نہ رہی بلکہ عددمتقارب کے حکم میں آ کر عقد سلم کے جواز کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔پس اگر سلم کی شرائط کی رعایت کر کے کوئی شخص ایسا معاملہ کرے تو بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں' تاہم اگر سود خوری کے لئے یہ طریقہ اپنایا جائے تو پھر اس سے اجتناب بہتر رہے گا۔(بدائع الصنائع ج۵ ص ۲۰۸ باب السلم' فصل: واما الذی یرجع الی المسلم فیہ فانواع)

جوس کے کریٹوں میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔شربت اور جوس بنانے والی کمپنیوں کا اپنی مصنوعات فروخت کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کمپنی اپنے کسی ڈیلر کو عام ریٹ پر مثلاً ۶۲ روپے فی کریٹ دیتی ہے۔لیکن اگر ڈیلر کمپنی کو یہ رقم سیزن سے کچھ مدت پہلے ادا کر دے تو کمپنی اسے ۵۲ روپے فی کریٹ دے دیتی ہے اس طرح سے ڈیلر کو دس روپے فی کریٹ بچت ہو جاتی ہے۔یہ طریقہ خرید وفروخت میعاد مقرر اور غیر مقرر دونوں طرح کا ہوتا ہے تو کیا یہ طریقہ بیع شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔اگر یہ بیع بیع سلم کے طریقہ سے ہو تو شرائط سلم کی موجودگی میں بیع درست ہوگی۔بیع سلم کی شرائط یہ ہیں۔نمبر۱ جنس معلوم ہو نمبر۲ مال کی قسم معلوم ہو نمبر۳ صفت معلوم ہو نمبر۴ مقدار معلوم ہو نمبر۵ مدت کا تعین ہو نمبر۶ مبیع کے ادا کرنے کی جگہ مقرر ہو۔(اشراق نوری شرح قدوری ص ۱۳۲ باب السلم)

اور اگر پیشگی کی یہ رقم کمپنی کو بطور قرض دی جاتی ہو تو بموجب حدیث کل قرض جر نفعاً فھو ربواً یہ سودی معاملہ ہوگا۔(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج۴ ص ۲۳۱ باب السلم)

افیون میں بیع سلم جائز ہے

سوال:۔ایک شخص مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مجھے ایک ہزار روپے دے دو اس کے بدلے میں میں آئندہ سال فصل کے موقع پر ایک سیر افیون دیدوں گا' جبکہ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اگلے

سال افیون کی قیمت تین ہزار روپے فی سیر ہو گی تو کیا یہ معاملہ سودی تو نہیں ہے یا جائز ہے؟

الجواب:۔ پہلے تو افیون کی بیع سے بلا ضرورت احتراز کرنا لازم ہے لیکن مال متقوم ہونے کی وجہ سے صورت مسئولہ میں جو عقد کیا گیا ہے یہ بیع سلم کی صورت ہے لہذا اگر بیع سلم کی تمام شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو جائز ہے۔ آئندہ سال افیون کی قیمت کی کمی یا زیادتی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص ۲۲۶ باب السلم)

اقالہ اور بیع بالخیار کی تعریف

سوال: بیع اقالہ اور بیع بالخیار کی کیا تعریف ہے؟ اور کیا فقہ میں اس سے بحث کی گئی ہے؟

جواب: اقالہ یہ ہے کہ ایک بیع تام ہو گئی، پھر مشتری یا بائع میں سے کوئی پچھتایا اور دوسرے شخص سے واپسی مبیع یا (ثمن) کی درخواست کی اور اس نے خوشی سے واپس کر لیا اور بیع بشرط الخیار یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم کو اسی مدت تک واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ تو تعریف ہے رہی بحث سو بہت سے مباحث اس کے متعلق لکھے ہیں، اگر کوئی خاص امر دریافت کیا جائے تو جواب ممکن ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۵)

پھل کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع کا حکم

سوال: باغوں کے پھل کی بیع جبکہ بور میں پھل اس قدر نکلا ہو کہ کالی مرچ یا چنے کے برابر ہو تو اسے قابل انتفاع کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے وقت اس کی بیع درست ہے یا نہیں؟ نیز بعض پھل یک لخت نہیں نکلتے مثلاً کیلا تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے اس کی بیع درست کب ہو گی؟ اگر جائز ہے تو جواز کے لیے کوئی حیلہ کارگر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس معاملہ میں ابتلاء عام اور اس سے احتراز کے تعسر بلکہ تعذر کے پیش نظر اہل فتویٰ پر لازم ہے کہ اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرما کر اس کا کوئی حل نکالیں ایسے اہل تقویٰ آم سے پرہیز کرتے ہیں مگر اس پرہیز سے عامۃ المسلمین کے لیے تو کیا سبیل نکلتی خود ان کے لیے بھی کارآمد نہیں اس لیے کہ یہ معاملہ صرف آم کے ساتھ مخصوص نہیں کہ اس کے ترک سے تقویٰ محفوظ رہے بلکہ سب پھلوں کی بیع میں یہی دستور ہے بالخصوص کیلے کا مسئلہ تو اور بھی زیادہ کٹھن ہے کیونکہ اس کے تو بہت سے پودے ہی بیع کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ایسی ضرورت شدیدہ کے مواقع میں عمل بالمرجوح بلکہ عمل بمذہب الغیر کی بھی گنجائش دی

جاتی ہے بلکہ بعض مواقع میں عمل بمذہب الغیر واجب ہو جاتا ہے۔ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے مواقع ضرورت کو کسی بعید سے بعید تاویل کے ذریعہ کسی کلیہ شرعیہ کے تحت لاکر گنجائش نکالنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ نے بیع ثمار کی گنجائش نکالنے کی اہمیت وضرورت پر زور دیا ہے اور بہت طویل بحث فرمائی ہے۔ بالآخر اس کو بیع سلم سے ملحق قرار دے کر جواز کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ التحریر المختار میں علامہ رافعی نے بھی علامہ شامی کی اس تحقیق پر کوئی اعتراض نہیں کیا مگر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے امداد الفتاویٰ میں مندرجہ ذیل اشکالات تحریر فرمائے ہیں:

۱- وقت عقد میں مسلم فیہ کا وجود ضروری ہے۔

۲- مقدار ثمار متعین نہیں۔ ۳- کوئی اجل متعین نہیں۔

۴- اجل پر مشتری بائع سے مطالبہ نہیں کرتا۔

۵- اکثر ثمار عددی متقارب یا وزنی متماثل نہیں۔

۶- اکثر پورا ثمن پیشگی یکمشت تسلیم نہیں کیا جاتا۔

اشکال اول کا جواب تو حضرت حکیم الامتؒ نے خود ہی تحریر فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بوقت عقد مسلم فیہ کا وجود ضروری نہیں۔ ثانی سے خامس تک کے اشکالات کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ امور مذکورہ کی شرط لگانے کے مفسد ہونے کی علت جہالت مفضیہ الی المنازعت ہے مگر بسبب تعارف احتمال نزاع منقطع ہوگیا۔

اشکال سادس کا حل یہ ہے کہ امام مالکؒ کے یہاں ثمن کو شرط لگا کر تین دن تک مؤخر کرنا اور بغیر شرط کے زیادہ مدت تک بھی جائز ہے۔

آئمہ ثلاثہ اس پر متفق ہیں کہ بوقت عقد مسلم فیہ کا وجود شرط نہیں اس لیے مسئلہ زیر بحث میں قول مالک اختیار کرنا چاہیے اس لیے کہ قول شافعیؒ اختیار کرنے پر تلفیق لازم آتی ہے جو حرام ہے۔

متعاقدین بوقت ضرورت تین روز سے زائد شرط تاخیر ثمن کے فساد سے احتراز کی یہ تدبیر کر سکتے ہیں کہ مشتری کل ثمن بروقت ادا کرنے پر قادر نہیں تو بائع ہی سے قرض لے کر اس کو بطور ثمن واپس کر دے۔ یہ تدبیر متعاقدین کے فائدہ کے لیے لکھ دی ہے ورنہ عوام پر یہ تجسس وتحقیق لازم نہیں بلکہ یہ تعمق جائز ہی نہیں کہ باغ کی بیع مطلق ہوئی ہے یا بشرط تاخیر ثمن؟ پھر تاخیر تین روز تک ہے یا اس سے زائد؟ ہاں جہاں بدون تجسس تین روز سے زائد شرط تاخیر متحقق ہو جائے یا اس کا دستور عام معروف ہو جائے وہاں احتراز لازم ہے۔

بیع المرابحہ اور تولیہ کیا ہے؟

سوال: بیع مرابحہ اور تولیہ کی کیا تعریف ہے؟

جواب: (قال في التنوير وشرحه المرابحة بيع ماملكه بماقام عليه وبفضل) مرابحہ یہ ہے کہ کسی چیز کو نفع لے کر فروخت کرنا' مثلاً مشتری بائع سے کہے کہ تم یہ چیز دس روپے نفع لے کر فروخت کردو' بائع منظور کرلے تو اب دس روپے سے زائد نفع لینا درست نہیں ہوگا اور اگر مشتری یوں کہے جس کی قیمت سے تم نے خریدا ہے اسی قیمت پر مجھے دے دو یا بائع کہے کہ خرید کی قیمت پر ہم یہ چیز دیتے ہیں اس کو شرعاً تولیہ کہتے ہیں اور اب نفع لینا درست نہیں ہوگا۔

"في التنوير والتولية بيعه بثمنه الاوّل" (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

بیع مرابحہ یعنی نفع کے ساتھ بیچنا

سوال: میں دکان داروں کو مال فروخت کرتا ہوں۔ وہ مجھے آرڈر دے دیتے ہیں' یہ بھی طے کرلیا ہے کہ کان پور والا مال جس کی خریداری ایک روپیہ کی ہوگی وہ ۱۷ آنے میں فروخت ہوگا اور دہلی کا ایک روپیہ کا مال ۲۵/۱ میں فروخت ہوگا' بشرطیکہ مال صحیح ہو تو اس طرح نفع لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح فروخت کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۲۶)

"جو نفع طے ہوا ہے اس سے زائد لینا درست نہیں" (م ع)

بیع مرابحہ میں شبہ خیانت سے اجتناب ضروری ہے

سوال: اگر کسی چیز کو ادھار سے خریدا جائے تو فروخت کرتے وقت اس کو یہ بتلانا ضروری ہے کہ میں نے اس کو اتنی قیمت میں ادھار خریدا ہے اور اتنے نفع میں فروخت کرتا ہوں؟

جواب: بیع مرابحہ کا دارومدار دیانت و امانت پر ہے۔ اس میں ہر اس قدم سے اجتناب ضروری ہے جس سے شبہ خیانت ہو چونکہ ادھار میں عموماً نقد کی نسبت سے قیمت زیادہ رکھی جاتی ہے اس لیے ادھار سے خریدی ہوئی چیز اگر گاہک کو قیمت خرید بتا کر فروخت کرے تو اصل قیمت کے ساتھ اُدھار کا اظہار بھی ضروری ہے۔ (وشلہ فی بدائع الصنائع ج ۵ ص ۲۲۴ باب المرابحہ والتولیہ)

سیل ٹیکس قیمت خرید میں ملانے کا حکم

سوال: حکومت تاجروں اور چھوٹے دُکانداروں سے سیلز ٹیکس کے نام سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے تو کیا بائع کے لیے اتنی مقدار رقم مبیعہ کی قیمت خرید میں ملانا اور مشتری سے وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس یا دیگر ٹیکس چونکہ جائز حدود سے نکل کر ظلم وتعدی کے دائرہ میں داخل ہیں اور اس میں کسی امیر یا غریب کی تمیز بھی نہیں، شرح ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے والا اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا ہے اس بناء پر سیلز ٹیکس بالکل اسی رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے ظلماً و جبراً وصول کی جاتی ہے اس لیے صورت مسئولہ میں مشتری کو قیمت خرید بتاتے وقت اس میں ٹیکس کا اضافہ ضم کرنے میں خیانت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے تاہم اگر بائع مشتری کو قیمت خرید بتائے بغیر جملہ ٹیکسوں کا حساب کر کے اس سے کسی قیمت پر اتفاق کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

(البحر الرائق ج۶ص۱۱۰، باب المرابحۃ والتولیۃ) ومثلہ فی الھندیۃ ج۳ص۱۶۷ کتاب البیوع۔ باب المرابحۃ والتولیۃ)

ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، محصول چونگی وغیرہ اخراجات اصل قیمت میں ملانا

سوال: پل ٹیکس، ضلع ٹیکس راہداری اور محصول چونگی وغیرہ کے اخراجات مبیعہ کی اصل قیمت سے ملانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آج کل حکومت کے عائد کردہ مذکورہ بالا ٹیکس ظالمانہ اور جابرانہ صورت اختیار کر چکے ہیں، ان اضافی اخراجات کا مبیعہ کی قیمت خرید میں ملانا یا نہ ملانا تجار کی عادت اور عرف پر موقوف ہوگا، پس اگر تجار کی عادت اور عرف ملانے کی ہو تو پھر ایسا کرنا جائز رہے ورنہ اضافی اخراجات کا اصل قیمت میں ملانا جائز نہیں۔ (البحر الرائق ج۶ص۱۱۰، باب المرابحۃ والتولیۃ) وَمِثْلُہٗ فی الھندیۃ ج۳ص۱۶۷ کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ)

قسطوں میں اشیاء کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل بعض کاروباری ادارے عوام کی سہولت کے لیے روزمرہ استعمال کی اشیاء قسطوں میں فروخت کرتے ہیں لیکن نقد ادائیگی کی نسبت اقساط میں خریدنے کی صورت میں زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے، تو کیا بذریعہ اقساط حکومتی یا بعض پرائیویٹ اداروں سے اشیاء ضروریہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دور حاضر میں اقساط کے ذریعے روزمرہ استعمال کی چیزوں کی خرید وفروخت کا رواج عام ہو چکا ہے کیونکہ کم آمدنی اور متوسط طبقہ کے لوگ مہنگائی اور تنگدستی کی وجہ سے اپنی ضرورت کی چیزیں نقد ادائیگی کر کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے، لہٰذا انہیں ضروری اشیاء اور دیگر سامان وغیرہ مجبوراً قسطوں میں خریدنا پڑتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بائع اسی وقت اپنا سامان خریدار کی طلب پر اس کے حوالے کر دیتا ہے جبکہ خریدار اس چیز کی قیمت نقد ادا نہیں کرتا بلکہ

طے شدہ قسطوں کی صورت میں ادا کرتا ہے' اس طریقہ پر کوئی چیز خریدنے کی صورت میں اس کی قیمت زیادہ لگائی جاتی ہے' اگر خریدار اس چیز کو نقد خریدنا چاہے تو مقررہ قیمت سے کم قیمت پر بازار سے خرید سکتا ہے جبکہ قسطوں میں ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت دینا پڑتی ہے۔

مذکورہ طریقہ بیع میں صرف یہی ایک پیچیدگی نظر آتی ہے کہ ادھار خریدنے کی صورت میں قیمت زیادہ اور نقد خریدنے کی صورت میں قیمت کم دینا پڑتی ہے۔ آئمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اُدھار بیع میں نقد بیع کے مقابلہ میں زیادہ قیمت لگانا شرعاً مرخص ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ عاقدین کسی ایک قیمت پر متفق ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بائع یہ کہے کہ یہ چیز میں نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں بیچتا ہوں اور طرفین کسی ایک نرخ پر اتفاق کیے بغیر جدا ہوئے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ البتہ اگر اسی مجلس میں نقد یا ادھار میں سے کسی ایک قیمت پر دونوں کا اتفاق ہو گیا تو بیع جائز ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نقد اور اُدھار کے بجائے مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف قیمتیں مقرر کی جائیں۔ مثلاً نقد سو روپے میں جبکہ ادھار ایک سو بیس روپے میں' اور یہ ادھار ایک ماہ کے لیے ہوگا اور اگر ادھار دو ماہ کا ہو تو ایک سو پچاس روپے میں اور اگر ادھار تین ماہ کے لیے ہو تو اور بھی زیادہ قیمت ہوگی تو جس طرح نقد اور ادھار کی بنیاد پر قیمتوں میں اختلاف جائز ہے تو اسی طرح مدتوں کے اختلاف کی بناء پر بھی قیمتوں میں اختلاف جائز ہے کیونکہ بیع کی ان دونوں قسموں میں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا' البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عاقدین کے درمیان عقد بیع میں مختلف مدتوں اور قیمتوں کے درمیان کسی ایک مدت اور قیمت کا تعین ہونا ضروری ہے اور اگر یہ کہا کہ ایک ماہ تک رقم ادا کرو گے تو اتنی قیمت' دو ماہ تک ادا کرو گے تو اتنی قیمت اور تین ماہ تک ادا کرو گے تو اتنی قیمت اور اگر تعین کیے بغیر جدا ہوئے تو جہالت لازم ہو کر بیع ناجائز ہے۔

(الهداية ج۳ص ۷۶باب المرابحة والتولية' كتاب البيوع) وَمِثْلُهُ فى البحر الرائق ج۶ ص ۱۱۴ باب المرابحة والتولية)

مشترکہ ٹیوب ویل کے پانی سے کسی شریک کو روکنا جائز نہیں

سوال: چند آدمیوں نے مشترکہ ٹیوب ویل نصب کرنے کے لیے کچھ پیسے اکٹھے کیے لیکن بدقسمتی سے جو جگہ انہوں نے ٹیوب ویل کے لیے منتخب کی تھی وہاں پانی نہ نکلا' ان میں سے ایک آدمی نے دوسری جگہ ٹیوب ویل کے لیے منتخب کی تو وہاں سے پانی نکل آیا' اب یہ آدمی باقی شرکاء کو پانی سے منع کرتا ہے' اس کا کہنا ہے کہ یہ جگہ وہ نہیں جس کا انتخاب باہمی مشورہ سے ہوا تھا تاہم اس کے

جملہ اخراجات مشترکہ رقم سے ادا کیے گئے ہیں تو کیا اس کا یہ اقدام شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: بشرط صحت سوال جب مشترکہ مال سے ٹیوب ویل لگایا گیا ہے تو جملہ شرکاء اس سے استفادہ کے حق دار رہیں گے، جگہ کی تبدیلی سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(الفتاویٰ الھندیہ ج۲ ص۳۰۱ کتاب الشرکۃ الباب الاول) ومثلہٗ فی تنقیح الحامدیہ ج۱ ص۸۷ کتاب الشرکۃ)

مچھلی کا شکار کرنے میں شرکت کا حکم

سوال: چند آدمی باہمی طور پر مچھلی کا شکار کرنے کے لیے معاہدہ کرتے ہیں، معاہدہ کے مطابق ضروری نہیں کہ جملہ شرکاء محنت کریں تاہم آلات شکار کی خریداری مشترکہ مال سے ہوتی ہے اور ملازم کا ماہانہ خرچہ بھی مشترکہ طور پر برداشت کرتے ہیں تو کیا شرکت کا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ مچھلی پکڑنے کی شراکت اور استیجار شرعاً ناجائز معاملہ ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت کا معاملہ بھی جائز نہیں اور اس میں مچھلی اس کا حق ہے جس نے پکڑی ہو۔ تاہم اگر وقتی طور پر چند افراد اکٹھے ہوں، مچھلی کا شکار کریں اور آخر میں باہمی طور پر تقسیم کریں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الھدایہ ج۲ ص۵۹۷ کتاب الشرکۃ) ومثلہٗ فی فتح القدیر ج۵ ص۴۰۹ کتاب الشرکۃ)

مشترکہ ایئر کنڈیشنر فروخت کرنے کا حکم

سوال: چند ساتھیوں نے مشترکہ طور پر ایک ایئر کنڈیشنر خریدا اور تمام ساتھی ایک ہی گھر میں اکٹھے رہتے تھے اب ان میں سے کچھ ساتھی اس گھر کو چھوڑتے ہیں اور ایئر کنڈیشنر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کی اول قیمت معتبر ہوگی یا مستعمل کی؟ کیونکہ ایئر کنڈیشنر غیر قابل قسمت چیز ہے؟

جواب: چونکہ ایئر کنڈیشنر غیر قابل قسمت چیز ہے اور مشترکہ طور پر خریدا گیا ہے اس لیے یہ تمام ساتھیوں کے مابین مشترکہ ہوگا، کچھ مدت گزرنے کے بعد اب اگر چند ساتھی اس گھر کو چھوڑنا چاہتے ہوں تو انہیں مستعمل ایئر کنڈیشنر کی قیمت کے لحاظ سے حصہ دیا جائے گا۔ (الدر المختار علی صدر ردالمحتار ج۶ ص۲۶۱ کتاب القسمۃ) ومثلہٗ فی شرح مجلۃ الاحکام تحت المادۃ ۱۱۳۲ ص۶۶۳ الکتاب الاشرکۃ)

مشترکہ مال سے حج کرنے کا حکم

سوال: زید اور عمرو دو بھائی ہیں اور مشترکہ گھر میں رہائش پذیر ہیں، جب ان پر حج فرض ہوا تو زید چونکہ بڑا بھائی تھا اس لیے اس نے مشترکہ مال سے فریضۂ حج ادا کیا، بعد میں دونوں جدا ہو گئے تو اب عمرو زید سے حج پر صرف شدہ رقم سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا عمرو کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت چونکہ شرکت ملک کی ایک صورت ہے لہٰذا اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے میں اجنبی ہے اس لیے زید عمرو کا ضامن ہوگا اور اس کے ذمہ عمرو کا نصف دین شرعاً لازم ہے۔ لہٰذا عمرو زید سے اپنے حصے کا شرعاً مطالبہ کر سکتا ہے تاہم اگر اس کی اجازت سے حج کیا ہو تو تبرع ہونے کی صورت میں دوبارہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں۔

(شرح مجلۃ الاحکام تحت المادۃ ۱۰۷۱ ص ۶۰۰ الکتاب العاشر) ومثلہٗ فی الھدایۃ ج ۲ ص ۵۹۹ کتاب الشرکۃ)

کسی کی گائے بطور شرکت پالنا

سوال: ایک شخص نے گائے خرید کر کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر پالنے کے لیے دے دی کہ دودھ سب تمہارا ہوگا اور اس سے جو بچے پیدا ہوں وہ میرے ہوں گے تو کیا اس قسم کی شرط لگانا اور ایسا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں گائے کا دودھ اور اس کے بچے سب مالک کے ہیں اور پالنے والے کو اجرت مثل دی جائے گی کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجارہ فاسد میں کام کرنے والے کو اجر مثل ملتا ہے۔ (الفتاویٰ الھندیۃ ج ۲ ص ۳۳۵ الباب الخامس فی الشرکۃ الفاسدۃ) ومثلہٗ حاشیہ منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۷ کتاب الشرکۃ)

مشترکہ زمین میں شرکاء کی اجازت کے بغیر مکان بنانا

سوال: ایک غیر آباد قطعہ اراضی چند افراد میں مشترکہ ہے ان میں سے ایک شریک نے بلا اجازت شرکاء کے اور تقسیم سے پہلے ہی اس میں ایک مکان تعمیر کیا تو کیا اس شخص کا بغیر شرکاء کی اجازت کے مکان تعمیر کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مشترکہ زمین میں کسی ایک شریک کا تصرف کرنا دیگر شرکاء کی اجازت پر موقوف ہے اور صورت مذکورہ میں اس شخص نے چونکہ شرکاء کی اجازت کے بغیر اور قبل از تقسیم مکان بنایا ہے اس لیے اس کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں۔ (فتاویٰ کاملیہ ص ۱۵۱ کتاب الشرکۃ) ومثلہٗ فی تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۸۸ کتاب الشرکۃ)

خودرو گھاس مشترک ہوتا ہے

سوال: ایک مشترکہ زمین جو کسی کی خاص ملکیت نہیں، گاؤں والوں میں سے ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس مشترکہ زمین میں اُگے ہوئے خودرو گھاس کو رہن پر دے دے یا فروخت کرے تو کیا اس شخص کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خودرو گھاس خواہ مملوکہ زمین میں ہو یا غیر مملوکہ زمین میں، ہر حال میں وہ کسی کی ملک

نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ بالا شخص کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں۔ (شرح مجلۃ الاحکام المادۃ ۱۳۳۳ ص ۶۷۹ الکتاب العاشر) وَمِثْلُہٗ فی الھدایۃ ج ۴ ص ۴۸۵ کتاب احیاء الموات)

آمدن واخراجات میں شریک بھائیوں کی کمائی کا حکم

سوال: دو بھائی آپس میں آمدنی اور گھر کے تمام اخراجات میں شریک تھے' ان میں سے ایک بھائی انگلینڈ چلا گیا' وہاں اس نے کافی مال جمع کیا اور واپس آ کر ایک مکان خریدا' اس بھائی کی عدم موجودگی میں دوسرا بھائی گاؤں میں ہی محنت مزدوری کر کے خود بھی کھاتا رہا اور اس کے اہل وعیال کو بھی کھلاتا رہا لیکن جس بھائی نے مکان خریدا ہے اب وہ اس میں دوسرے بھائی کے حصہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے' تو کیا شرعاً یہ دونوں بھائی اس مکان میں برابر کے شریک ہوں گے یا جس بھائی نے خریدا ہے اس کا ہی ہوگا؟

جواب: مذکورہ صورت میں جو شرکت ہے وہ شرکت فاسدہ ہے' لہٰذا اگر دونوں بھائیوں کے اموال آپس میں غیر متمیز ہوں تو ان میں مساوی انداز میں تقسیم ہوں گے اور اگر دونوں کے اموال متمیز ہوں تو ہر ایک بھائی اپنے اپنے حصے کا حق دار ہوگا اور اس بھائی کے مکان میں دوسرے بھائی کو حصہ دینا کوئی شرعی امر نہیں بلکہ محض رواجی امر ہے۔ (فتاویٰ کاملیہ ج ۱ ص ۵۰ کتاب الشرکۃ) وَمِثْلُہٗ فی تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۹۶ کتاب الشرکۃ)

مشترکہ ندی سے انتفاع کا حکم

سوال: ایک ندی دو آدمیوں کے مابین مشترکہ ہے' ان میں سے ایک شریک دوسرے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ اس ندی سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور میں آپ کا اس میں حق نہیں مانتا' اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ شریک اپنے ساتھی کی اجازت کے بغیر اس ندی سے نفع حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مذکورہ ندی کا مشترک ہونا مبرہن اور مسلم ہو تو ان شرکاء میں سے ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں مستقل تصرف کرنے کا مالک ہے اور ملک مشترک میں دوسرے ساتھی کی اجازت سے تصرف کرنے کا مجاز ہے۔ (تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۸۸ کتاب الشرکۃ) وَمِثْلُہٗ فی الھدایۃ ج ۲ ص ۵۹۹ کتاب الشرکۃ)

بت کے نام ذبح کرنے والے کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال: ایسے کافر کے ہاتھ بکری فروخت کرنا جس کے بارے میں معلوم ہے کہ بت کے نام

پر ذبح کرے گا' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع جائز ہے مگر اس میں کراہت ہے کیونکہ یہ بیع سبب معصیت بنے گی اور ظاہر ہے کہ ایسی بیع مکروہ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۵)

شراب بنانے والے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا

سوال: شراب بنانے والے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا جبکہ یہ یقین ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع جائز ہے مگر صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۵)

منی آرڈر اور ہنڈی کا فرق

سوال: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟ اور منی آرڈر اور ہنڈی کرنا اگر ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول وی پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے؟

جواب: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق نہیں' دونوں کا ایک حکم ہے' منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور کتابیں جو منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہو سکتا ہے کہ اس شے کی اُجرت محصول ویلیو پے ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عین شئی نہیں پہنچتی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۳)

بیعانہ کا مسئلہ

سوال: بیع نامہ اس لیے دینا کہ بائع یا مشتری معاملہ سے انکار نہ کریں یا ادائے ثمن یا تسلیم مبیع میں عذر نہ کریں ورنہ عہد شکنی کا ذمہ دار ہے اور بیع فسخ ہو جائے گی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع نامہ اس طرح دینا کہ اگر بیع ہوئی تو ثمن میں لگ جائے گی ورنہ ضبط ہو جائے گا' ناجائز ہے۔ **لقوله عليه السّلام نهى عن بيع العريان** (بیعانہ کی بیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا) مگر جو یہ ٹھہر جائے کہ بیع نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ واپس ہو جائے گا' درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۵)

بونڈ کے طریقے پر گنے خریدنا

سوال: ہمارے یہاں کولہو والے ایسا کرتے ہیں کہ اگر گنے کا بھاؤ دس روپے کوئنٹل چل رہا ہے تو وہ گیارہ بارہ روپے کوئنٹل کے حساب سے پچاس سو کوئنٹل کے حساب سے ایک ہی بار لے

کر لیتے ہیں' پھر چاہے گنے کبھی تک ڈالے جائیں اور بھاؤ کچھ بھی ہو اس میں کبھی تو بھاؤ چڑھ کر کولہو والوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کبھی بھاؤ کم ہو کر کسانوں کو فائدہ ہوتا ہے لیکن اس کے بعد بھی گنے طے کر کے ہی خریدتے ہیں وہ لوگ ایسا کرنے کو بونڈ کہتے ہیں تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں بیع نہیں ہے' وعدہ بیع ہے' اگر طرفین اس وعدہ کو پورا کریں بہتر ہے' پورا کرنا چاہیے جس وقت گنا تول کر مقررہ بھاؤ پر دیدیا جائے گا بیع درست ہو جائے گی لیکن چونکہ بیع حقیقی نہیں ہوئی اس لیے طرفین میں سے کوئی اس وعدہ پر ضابطے میں مجبور نہیں ہے۔ (فتاوی مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

گندم کی بیع گندم سے کرنا

سوال: دس سیر گندم یا آٹے کی بیع کرنا اسی مقدار کے مطابق دو سیر گندم یا آٹے سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع امام محمدؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۴)

ایک فصل میں ادھار دے کر دوسری فصل میں قیمت لینا

سوال: زید نے اپنا غلہ فروخت کیا مگر فی الحال خریدنے والوں کو غلہ دے دیا اور ان سے کہا کہ فلاں ماہ میں جو نرخ ہوگا اس نرخ پر روپیہ ادا کرنا' یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع جہالت ثمن کی وجہ سے جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۲۲)

پاسپورٹ پر فی سواری پیسے لینا

سوال: میرے ایک عزیز جو پابند شرع ہیں' پاسپورٹ کی ایجنسی کرتا ہے' فی سواری دس پندرہ ہزار روپیہ لیتا ہے حالانکہ اس کا صرف پانچ سو ہزار روپے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں زائد نفع لینا کیسا ہے؟

جواب: جب فریب بازی سے روپیہ حاصل نہیں کیے تو یہ مال حرام نہیں ہے' البتہ زیادہ منافع لینا خلاف مروت ہے اور ایک قسم کی زیادتی اور ظلم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۷۲)

جائز آمدنی بچانے کیلئے بیمہ کرانا

سوال: حکومت تاجروں کی آمدنی سے تین حصے بطور ٹیکس وصول کرتی ہے مگر زندگی کا بیمہ کرا لینے کی صورت میں دو حصے معاف کر دیتی ہے' تو کیا ایسی صورت میں زندگی کا بیمہ کرایا جا سکتا ہے؟ تاکہ حکومت ہماری جائز کمائی پر قبضہ نہ کرے؟

جواب: اپنی جائز کمائی کو بچانے کے لیے یہ ترکیب اختیار کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس معاملہ میں جو رقم زائد ملے اسے غرباء اور مساکین پر صرف کیا جائے، اپنے ذاتی کاموں میں ہرگز صرف نہ کیا جائے تاہم زندگی کا بیمہ تقویٰ اور احتیاط کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۶)

جائز ملازمت چھوڑ کر بیمہ کمپنی میں ملازمت کرنا

سوال: ایک شخص دوائی کی کمپنی میں ملازمت کرتا ہے، اسے سٹیٹ بینک اور بیمہ کمپنی میں ملازمت مل رہی ہے، یہاں تنخواہ بھی زیادہ ہے اور عہدہ ''بی آفیسری'' کا ہے تو یہ شخص اپنی موجودہ ملازمت چھوڑ کر سٹیٹ بینک ریزرو بینک اور انشورنس کمپنی میں ملازمت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب ان محکموں میں سودی لین کا معاملہ ہوتا ہے تو پھر موجودہ ملازمت چھوڑ کر اس ملازمت کو قبول کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، انسان کی سعادت مندی یہی ہے کہ وہ رزق حلال کی طلب میں رہے، پاک روزی پیٹ میں جاتی ہے تو اس سے قلب منور ہوتا ہے، اعمال صالحہ کی توفیق ہوتی ہے، عبادات میں دل لگتا ہے اور جب حرام اور مشتبہ روزی پیٹ میں جاتی ہے تو قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے، عبادات میں دل نہیں لگتا، نیک کاموں کی توفیق نہیں ہوتی، نیز حلال روزی میں برکت ہوتی ہے اس لیے موجودہ ملازمت چھوڑ کر ایسی ملازمت اختیار نہ کی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۹)

حجاج کا اختیاری بیمہ پالیسی پر عمل کرنا

سوال: حج کمیٹی نے حجاج کے لیے جان کے بیمہ کا ''اختیاری بیمہ پالیسی'' کا اجراء کیا ہے، ہر حاجی سے ۸۸ روپے وصول کیے جاتے ہیں اور انکی شرائط کے مطابق اگر کوئی حاجی حادثہ کا شکار ہو جائے تو ان کی مقرر کردہ رقم جو ایک ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپے ہوتی ہے یہ رقم اس شخص کے ورثاء کو دیں گے اور اگر گھر واپس آ گیا تو وہ ۸۸ روپے واپس نہیں ملیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیمہ کی حقیقت قمار اور سود ہے اور یہ دونوں حرام ہیں، لہٰذا حجاج کرام کے لیے اس کا ارتکاب قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۴۰)

بھینس کے نومولود بچہ کی بیع

سوال: مویشی پالنے والوں کے یہاں دستور ہے کہ گائے یا بھینس کا بچہ پیدا ہوتے ہی قصاب کے یہاں فروخت کر دیتے ہیں جس سے ان کا مقصد دودھ بچانا یا ان بچوں کی دیکھ بھال سے وقت بچانا ہوتا ہے، نتیجتاً گائے بھینس بچے کے فراق میں کئی کئی دن انجھتی رہتی ہے، کیا ان لوگوں کا یہ طریقہ جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا ظلم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے بچہ اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور اس کے عزیزوں کے درمیان جدائی ڈال دینگے۔

اگرچہ یہ حکم بنی آدم کے ساتھ مخصوص ہے اور حیوان کے بچے کی بیع وشراء واجب الرد نہیں مگر قباحت وقساوت قلب سے خالی نہیں، عمر کی کوئی قید نہیں، جب تک سخت صدمہ کا احتمال ہو اس وقت تک نہیں بیچنا چاہیے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۵)

بائع کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سستا سامان خریدنا

سوال: ایک شخص ضرورت کی بناء پر اپنی کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور خریدار اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بہت کم دام لگاتا ہے، مثلاً ایک گھڑی جس کی قیمت خرید دو سو روپے ہے اور بحالت موجودہ سو روپے میں فروخت ہو سکتی ہے لیکن خریدار پچیس سے زیادہ خریدنے کے لیے تیار نہیں تو کیا خریدار کا یہ عمل جائز ہے؟

جواب: یہ عمل جائز تو ہے مگر خریدار اگر صاحب استطاعت ہے اور بیچنے والا واقعۃً اگر مجبور ہے تو خریدار کو مروت سے کام لینا چاہیے اور حتی المقدور بائع کو صحیح قیمت ادا کرنا چاہیے، غرض بیع تو بہرصورت صحیح ہے مگر کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا اخلاق ومروت کےخلاف ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۰۲)

سیمنٹ کی تصویردار جالی بنا کر بیچنا

سوال: ایک شخص سیمنٹ کی جالیاں بنے بنائے فرموں میں بنا کر بیچنے کا کاروبار کرتا ہے، خریدنے والوں میں مسلم وغیر مسلم گاہک ہوتے ہیں، ان فرموں میں کچھ پلیٹیں ہوتی ہیں ذی روح، غیر ذی روح، اللہ، محمد، کلمہ، آیتیں اور ہندوؤں کی دیوی دیوتاؤں کی تصویر ہوتی ہیں، مسلم اپنے اعتبار سے جالیاں خریدتا ہے، غیر مسلم اپنے اعتبار سے، اگر جالیاں بھرنے میں ذی روح دیوی رانی کی تصویروں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو نقصان شدید ہوتا ہے کیونکہ مسلم خریدار کم ہیں اور غیر زیادہ، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: مزدوروں بالخصوص غیر مسلموں کو یہ کہہ دیا جائے کہ مختلف قسم کی جالیاں تیار کردو، پھر خریداروں سے اس طرح کہا جائے کہ جو جالیاں تم کو پسند ہوں لے لو، اس حساب سے ملیں گی تو اس صورت میں گنجائش ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ایک خاص قسم کے بینک کی ملازمت کا شرعی حکم

سوال: میں ایک سوسائٹی میں منیجر کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں، یہ سوسائٹی حکومت کے زیر انتظام

ہے اور اس کو چلانے والے یا ذمہ دار آٹھ افراد ہیں‘ ان ذمہ دار افراد کا کام بینک سے منافع پر روپے ایڈوانس کے طور پر دینا اور وصول کر کے فروخت کرنے کے بعد روپے مع منافع بینک میں داخل کرنا ہے‘ اس درمیانہ داری پر بینک سوسائٹی کو ۲ فیصد دیتا ہے جو اس کے دفتری اخراجات ہوتے ہیں‘ دیگر سوسائٹی کے طور پر آڑت کی طرح کمیشن حاصل کرتی ہے جو اس کا کاروباری ہوتا ہے‘ اب اس تمام کاروبار کو چلانے کے لیے سوسائٹی نے بعوض تنخواہ چار ملازم رکھے ہیں آیا مجھے یہ نوکری کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ذمہ دار جو بینک میں سودی قرض لینے اور سود دینے کا کام کرتے ہیں ان کا تو یہ کام ناجائز ہوگا‘ باقی چونکہ سود کا پیسا اپنے پاس آتا نہیں بلکہ سود کا پیسہ دینا پڑتا ہے اس لیے اس طرح قرض لینے میں جو پیسہ آئے گا وہ خود خبیث نہ ہوگا‘ البتہ خبیث طریقے سے آنے کی وجہ سے اس قرض لینے میں قدرے خباثت آئے گی‘ باقی وہ لیا ہوا روپیہ اور اس سے کمائی ہوئی آمدنی حرام نہ ہوگی‘ سب جائز و حلال رہے گی۔

جب یہ حکم ان ذمہ داروں کی آمدنی کا نکلا جو بینک سے سودی قرض لیتے اور سود دیتے ہیں تو جو لوگ اس ذمہ داری کے علاوہ ہیں اور بینک سے سودی قرض نہیں لیتے تو ان کا حکم بدرجہ اولیٰ نکل آیا کہ ان کی آمدنی اور نفع وغیرہ اس وجہ سے حرام و ناجائز نہ ہوگا بلکہ حلال و جائز رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۳)

بینک کے سود کو منافع قرار دینے کے دلائل کے جوابات

سوال: میں ایک بینک ملازم ہوں‘ تمام عالموں کی طرح آپ کا یہ خیال ہے کہ بینک میں جمع شدہ رقم پر منافع سود ہے اور اسلام میں سود حرام ہے‘ سود میرے نزدیک بھی حرام ہے لیکن سود کے بارے میں‘ میں اپنی رائے تحریر کر رہا ہوں‘ معاف کیجئے گا میری رائے غلط بھی ہو سکتی ہے‘ آپ کی رائے میرے لیے مقدم ہوگی‘ میرے نزدیک سود وہ ہے جو کسی ضرورت مند شخص کو دے کر اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دی ہوئی رقم سے زائد رقم لوٹانے کا وعدہ لیا جائے اور وہ ضرورت کے تحت زائد رقم دینے پر مجبور ہو۔

کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر زیادہ رقم وصول کرنا میرے نزدیک سود ہے اور اس کو ہمارے مذہب میں سود قرار دیا گیا ہے۔ میرے پاس اپنے اخراجات کے علاوہ کچھ رقم پس انداز تھی جس کو میں اپنے جاننے والے ضرورت مند کو دے دیا کرتا تھا لیکن ایک دو صاحبان نے میری رقم واپس نہیں کی جبکہ میں ان سے اپنی رقم سے زیادہ وصول نہیں کرتا تھا اور نہ ہی واپسی کی کوئی مدت مقرر ہوئی تھی۔ جب ان کے پاس ہو جاتے تھے وہ مجھے اصل رقم لوٹا دیا کرتے تھے لیکن چند صاحبان کی غلط حرکت نے مجھے رقم کسی کو بھی نہ دینے پر مجبور کر دیا۔

میرے پاس جو رقم گھر میں موجود تھی اس کے چوری ہو جانے کا بھی خوف تھا اور دوسرے یہ کہ اگر اسی رقم سے میں کچھ آسائش کی اشیاء خریدتا ہوں تو میرے اخراجات میں اضافہ ہو جائے گا جبکہ تنخواہ اس کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لیے میں نے بہتر یہی سمجھا کہ کیوں نہ اس کو بینک میں ڈیپازٹ کر دیا جائے لیکن سود کا لفظ میرے ذہن میں تھا' پھر میں نے کافی سوچا اور بالآخر یہ سوچتے ہوئے بینک میں جمع کروا دیا کہ اس رقم سے ملکی معیشت میں اضافہ ہوگا جس سے غریب عوام خوش ہوں گے اور دوسرے میری معاشی مشکلات میں کمی ہو جائے گی۔ میں بینک کے منافع کو سود اس لیے بھی نہیں سمجھتا کہ اس طرح سے کسی کی مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھا رہا' کسی کو نقصان نہیں پہنچا رہا اور پھر بینک میں جمع شدہ رقم سے ملکی معیشت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے بیروزگار افراد کو روزگار ملتا ہے اور پھر یہ کہ بینک اپنے منافع میں سے کچھ منافع ہمیں بھی دیتا ہے۔ میرے نزدیک یہ منافع سود اس لیے نہیں ہے کہ اس طرح سے کسی کی ضروریات سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا کیونکہ بعض دفعہ کسی کو اُدھار دی ہوئی رقم بڑھتے بڑھتے اتنی ہو جاتی ہے کہ اصل رقم لوٹانے کے باوجود بھی اصل رقم سے زائد قرض رہ جاتی ہے' میرے نزدیک صرف اور صرف یہ سود ہے' بینک کا منافع نہیں۔

دوسری بات میری بینک ملازمت ہے' بینک ملازمت کو آپ عالم حضرات ناجائز کہتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں جو روزی کما رہا ہوں وہ بھی ناجائز ہے' تو کیا میں ملازمت چھوڑ دوں اور ماں باپ اور بچوں کو اور خود کو بھوکا رکھوں؟ کیونکہ ملازمت حاصل کرنا بہت مشکل ہے اور پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر گورنمنٹ ملازم کو جو تنخواہ ملتی ہے اس میں بینک کے منافع کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ اس طرح سے تو ہر گورنمنٹ ملازم ناجائز روزی کما رہا ہے اور آپ یہ کہیں کہ وہ شخص محنت کر کے مزدوری کما رہا ہے تو ہمیں بھی بینک بغیر محنت کے تنخواہ نہیں دیتا' ہم جو تنخواہ بینک سے لیتے ہیں وہ ہماری محنت کی ہوتی ہے نہ کہ بینک اپنے منافع سے دیتا ہے اور آپ روزی کے اس ذریعہ کو کیا کہیں گے جو کوئی شخص کسی بینک ملازم کے ہاں رشوت خور' منشیات فروش' مشرک' طوائف اور ڈاکو کے ہاں کام کر کے روزی کماتا ہے؟ ان مندرجہ بالا باتوں سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو کہیں پر بھی ملازمت کرتا ہے اس کی تنخواہ میں ناجائز پیسہ ضرور شامل ہو جاتا ہے' لہٰذا میرے ان سوالوں کا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: روپیہ قرض دے کر اس پر زائد روپیہ وصول کرنا سود ہے' خواہ لینے والا مجبوری کی بناء پر قرض لے رہا ہو یا اپنا کاروبار چمکانے کے لیے اور وہ جو زائد روپیہ دیتا ہے خواہ مجبوری کے تحت دیتا ہو یا خوشی سے' اس لیے آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ سود محض مجبوری کی صورت میں ہوتا ہے۔

۱۔ یہ بینک کا سود جو آپ کو بے ضرر نظر آ رہا ہے اس کے نتائج آج عفریت کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ امیروں کا امیر تر ہونا اور غریبوں کا غریب تر ہونا' ملک میں طبقاتی کشمکش کا پیدا ہوجانا اور ملک کا کھربوں روپے کا بیرونی قرضوں کے سود میں جکڑا جانا' اسی سودی نظام کے شاخسانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سودی نظام کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا ہے' اسلامی معاشرہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کر کے جس طرح چور چور ہو چکا ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے' میرے علم میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کچھ لوگوں نے بینک سے سودی قرضہ لیا اور پھر اس لعنت میں ایسے جکڑے گئے کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں' ہمارے معاشی ماہرین کا فرض یہ تھا کہ وہ بینکاری نظام کی تشکیل غیر سودی خطوط پر استوار کرتے' لیکن افسوس کہ آج تک سود کی شکلیں بدل کر ان کو حلال اور جائز کہنے کے سوا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

۲۔ بینک کے ملازمین کو سودی کام (حساب و کتاب) بھی کرنا پڑتا ہے اور سود ہی سے ان کو تنخواہ بھی ملتی ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اکل الربا او موکلہ و کاتبہ" (مشکوٰۃ ص:۲۴۶)

ترجمہ: "اللہ کی لعنت! سود لینے والے پر' دینے والے پر' اس کی گواہی دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر۔"

جو کام بذات خود حرام ہو' ملعون ہو اور اس کی اجرت بھی حرام مال ہی سے ملتی ہو اس کو اگر ناجائز نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ فرض کریں کہ ایک شخص نے زنا کا اڈہ قائم کر رکھا ہے اور زنا کی آمدنی سے وہ قحبہ خانے کے ملازمین کو تنخواہ دیتا ہے تو کیا اس تنخواہ کو حلال کہا جائے گا؟ اور کیا قحبہ خانے کی ملازمت حلال ہوگی؟

آپ کا یہ شبہ کہ "تمام سرکاری ملازمین کو جو تنخواہ ملتی ہے اس میں بینک کا منافع شامل ہوتا ہے اس لیے کوئی ملازمت بھی صحیح نہیں ہوئی" یہ شبہ اس لیے صحیح نہیں کہ دوسرے سرکاری ملازمین کو سود کی لکھت پڑھت کے لیے ملازم نہیں رکھا جاتا بلکہ حلال اور جائز کاموں کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے' اس لیے ان کی ملازمت جائز ہے اور گورنمنٹ جو تنخواہ ان کو دیتی ہے وہ سود میں سے نہیں دیتی بلکہ سرکاری خزانے میں جو رقوم جمع ہوتی ہیں ان میں سے دیتی ہے اور بینک ملازمین کو ان پر قیاس کرنا غلط ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ "ملازمت چھوڑ کر والدین کو اور خود کو اور بچوں کو بھوکا رکھوں؟" اس کے

بارے میں یہی عرض کرسکتا ہوں کہ جب قیامت کے دن آپ سے سوال کیا جائے گا کہ: ''جب ہم نے حلال روزی کے ہزاروں وسائل پیدا کیے تھے تم نے کیوں حرام کمایا اور کھلایا'' تو اس سوال کا کیا جواب دیجئے گا؟ اور میں کہتا ہوں کہ اگر آپ بھوک کے خوف سے بینک کی ملازمت پر مجبور ہیں اور ملازمت نہیں چھوڑ سکتے تو کم سے کم اپنے گناہ کا اقرار تو اللہ کی بارگاہ میں کرسکتے ہیں کہ ''یا اللہ! میں اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے حرام کما اور کھلا رہا ہوں، میں مجرم ہوں، مجھے معاف فرما دیجئے'' اقرار جرم کرنے میں تو کسی بھوک، پیاس کا اندیشہ نہیں......! (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۴)

کوئی محکمہ سود کی آمیزش سے پاک نہیں تو بینک کی ملازمت حرام کیوں؟

سوال: بینک کی نوکری کا ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ اس کا جواب دے کر میرے اور دوسرے لوگوں کے شکوک وشبہات کو دور کردیں گے، میں ایک بینک میں ملازم ہوں اور اس ملازمت کو ایک سودی کاروبار تصور کرتا ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جو زمین سود کی دولت سے خریدی گئی ہو اس پر نماز بھی نہیں ہوسکتی، یعنی بینک کی زمین پر، میرے کچھ دوست اس بات سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سود میں اور جو سود حرام ہو چکا ہے، بہت فرق ہے، بنیے لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سود اٹھا لیتے اور بڑھاتے جاتے ہیں، اگر مقررہ وقت تک قرض نہیں ملتا تو سود مرکب لگا دیا جاتا ہے جبکہ بینک ایک معاہدے کے تحت دیتے ہیں اور قرض دار کو قرض واپس کرنے میں چھوٹ بھی دے دی جاتی ہے، بعض حالات میں سود کو معاف بھی کردیا جاتا ہے، بینک لوگوں کی جو رقم اپنے پاس رکھتے ہیں اسے کاروبار میں لگا کر کافی رقم کما لیتے ہیں اور پھر انہی لوگوں کو ایک منافع کے ساتھ وہ رقم واپس کردیتے ہیں۔ اگر بینک کی جائیداد سودی جائیداد ہے تو حکومت کی ہر ایک جائیداد بھی سودی ہے کیونکہ حکومت بینکوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ سود لے اور دے، حکومت اسی رقم سے معیشت کو چلاتی ہے، مثلاً کوئی ہسپتال، سکول یا جو بھی جائیداد حکومت خریدتی اور بناتی ہے اس میں سود کی رقم بھی شامل ہوتی ہے؟

جواب: آپ کے دوستوں نے ''حرام سود'' کے درمیان اور بینک کے سود کے درمیان جو فرق بتایا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا، یہ تو ظاہر ہے کہ سود کا لین دین جب بھی ہوگا کسی معاہدے کے تحت ہی ہوگا، یہی بینک کرتے ہیں۔ بہر حال بینک کی آمدنی سود کی مد میں شامل ہے، اس لیے اس پر سودی رقم کے تمام احکام لگائے جائیں گے۔ (ایضاً)

غیر سودی بینک کی ملازمت جائز ہے

سوال: بینک میں ملازمت جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس سلسلے میں آپ سے صرف یہ معلوم کرنا

چاہتا ہوں کہ میرے بہت سے دوست بینک میں کام کرتے ہیں اور مجھے بھی بینک میں کام کرنے کو کہتے ہیں لیکن میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ بینک میں سود کا لین دین ہوتا ہے اس لیے بینک کی سروس ٹھیک نہیں ہے کیونکہ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے' آخرت کی زندگی بہت لمبی ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگی' اس لیے ہر انسان کو دنیا میں خدا کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر زندگی گزارنی چاہیے۔ لہٰذا میں بینک کی ملازمت کے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ اس وقت بینک میں سود ہی پر سارا کاروبار ہوتا ہے' اس لیے اگر بینک کی ملازمت اس وقت کرنا ناجائز ہے تو جیسا کہ ہمارے ملک میں ابھی اسلامی نظام نافذ ہونے والا ہے اور اس میں سود کو بالکل ختم کر دیا جائے گا اس کی جگہ اسلامی نظام کے تحت کام ہوگا تو اس صورت میں اس وقت بینک میں سود کا نظام اگر ختم ہو جائے تو بینک کی ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ براہ مہربانی جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: جب بینک میں سودی کاروبار نہیں ہوگا تو اس کی ملازمت بلاشک وشبہ جائز ہوگی۔

(آپ کے مسائل ج۶ ص ۲۷۳)

زرعی ترقیاتی بینک میں نوکری کرنا

سوال: کیا میں زرعی ترقیاتی بینک میں نوکری کر سکتا ہوں؟

جواب: زرعی ترقیاتی بینک اور دوسرے بینک کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ آپ کے مسائل ج۶ ص ۲۷۳

بینک کی تنخواہ کیسی ہے؟

سوال: میں ایک بینک میں ملازم ہوں جس کے بارے میں شاید آپ کو علم ہوگا کہ یہ ادارہ کیسے چلتا ہے' ہم بے شک محنت تھوڑی بہت کرتے ہیں لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ ہماری تنخواہ حلال نہیں' بعض دوستوں کا خیال ہے کہ حلال ہے' اس لیے کہ ہم محنت کرتے ہیں۔ بہر حال گورنمنٹ نے سودی کاروبار ختم کرنے کا اعلان بھی کیا ہے اور کچھ کھاتے ختم بھی ہو رہے ہیں لیکن ابھی مکمل نجات نہیں ملی' آیا ہمارا رزق حلال ہے یا حرام؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: بینک اپنے ملازمین کو سود میں سے تنخواہ دیتا ہے' اس لیے یہ تنخواہ حلال نہیں۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لیجئے کہ کسی زانیہ نے اپنے ملازم رکھے ہوئے ہوں اور وہ ان کو اپنے کسب میں سے تنخواہ دیتی ہو' تو ان ملازمین کے لیے وہ تنخواہ حلال نہیں ہوگی' بالکل یہی مثال بینک ملازمین کی ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح سود لینے اور دینے والے پر لعنت آئی ہے اسی طرح اس کے کاتب وشاہد پر لعنت آئی ہے' اس لیے سود کی دستاویزیں لکھنا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے' حرام کو اگر آدمی چھوڑ۔

سکے تو کم از کم درجے میں حرام کو حرام تو سمجھے......! (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۵)

بینک میں سودی کاروبار کی وجہ سے ملازمت حرام ہے

سوال: آیا پاکستان میں بینک کی نوکری حلال ہے یا حرام؟ (دوٹوک الفاظ میں) کیونکہ کچھ حضرات جو صوم وصلوٰۃ کے پابند بھی ہیں اور پندرہ بیس سال سے بینک کی نوکری کرتے چلے آرہے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی اس میں لگادیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ سودی کاروبار مکمل طور پر حرام ہے مگر بینک کی نوکری (گو بینک میں سودی نظام ہے) ایک مزدوری ہے جس کی ہم اُجرت لیتے ہیں' اصل سود خور تو اعلیٰ حکام ہیں جن کے ہاتھ میں سارا نظام ہے ہم تو صرف نوکر ہیں اور ہم تو سود نہیں لیتے' وغیرہ وغیرہ؟

جواب: بینک کا نظام جب تک سود پر چلتا ہے اس کی نوکری حرام ہے' ان حضرات کا یہ استدلال کہ "ہم تو نوکر ہیں خود تو سود نہیں لیتے" جواز کی دلیل نہیں کیونکہ حدیث میں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر' کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔"

پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو ملعون اور گناہ میں برابر قرار دیا ہے تو کسی شخص کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ "میں خود تو سود نہیں لیتا' میں تو سودی ادارے میں نوکری کرتا ہوں۔"

علاوہ ازیں بینک ملازمین کو جو تنخواہیں دی جاتی ہیں وہ سود میں سے دی جاتی ہیں تو مال حرام سے تنخواہ لینا کیسے حلال ہوگا......؟ اگر کسی نے بدکاری کا اڈہ قائم کیا ہو اور اس نے چند ملازمین بھی اپنے اس ادارے میں کام کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہوں جن کو اس گندی آمدنی میں سے تنخواہ دیتا ہو' کیا ان ملازمین کی یہ نوکری حلال اور ان کی تنخواہ پاک ہوگی......؟

جو لوگ بینک میں ملازم ہیں ان کو چاہیے کہ جب تک بینک میں سودی نظام نافذ ہے اپنے پیشہ کو گناہ اور اپنی تنخواہ کو ناپاک سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں اور کسی جائز ذریعہ معاش کی تلاش میں رہیں' جب جائز ذریعہ معاش مل جائے تو فوراً بینک کی نوکری چھوڑ کر اس کو اختیار کرلیں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۵)

بینک کی ملازمت کرنے والا گناہ کی شدت کو کم کرنے کیلئے کیا کرے؟

سوال: میں عرصہ ۸ سال سے بینک میں ملازمت بطور اسٹینو کررہا ہوں جو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے حرام ہے۔ میں اس دلدل سے نکلنا چاہتا ہوں لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح جان

چھڑاؤں؟ گھر کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اور کوئی دوسرا روزگار بظاہر نظر نہیں آتا۔ اُمید ہے کوئی بہتر تجویز یا مشورہ عنایت فرمائیں گے؟

جواب: آپ تین باتوں کا التزام کریں:

اول: اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں کہ کوئی حلال ذریعہ معاش عطا فرمائیں۔

دوم: حلال ذریعہ معاش کی تلاش اور کوشش جاری رکھیں، خواہ اس میں آمدنی کچھ کم ہو، مگر ضرورت گزارے کے مطابق ہو۔

سوم: آپ بینک کی تنخواہ گھر میں استعمال نہ کیا کریں بلکہ ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کا خرچ چلایا کریں اور بینک کی تنخواہ قرض میں دے دیا کریں، بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۶)

بینک کی تنخواہ کے ضرر کو کم کرنے کی تدبیر

سوال: میں ایک بینک میں ملازم ہوں اس سلسلے میں آپ سے التماس ہے کہ آپ مجھے مندرجہ ذیل سوالات کا حل بتائیں:

۱۔ یہ پیشہ حلال ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم لوگ محنت کرتے ہیں اس کا معاوضہ ملتا ہے۔

۲۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تنخواہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر اس کو ادا کر دی جائے، اگر کوئی غیر مسلم جاننے والا نہ ہو تو اس کا دوسرا طریقہ کیا ہے؟

۳۔ حلال روزی کے لیے میں کوشش کر رہا ہوں مگر کامیابی نہیں ہوتی، کیا اس رقم کو کھانے والے کی دُعا قبول نہیں ہوتی؟ کیونکہ میں دُعا کرتا ہوں اگر دُعا قبول نہیں ہوتی تو پھر کس طرح میں دوسرا وسیلہ بنا سکوں گا؟

۴۔ میں نے اس پیسے سے دوسرا کاروبار کیا تھا، مگر مجھے سات ہزار روپے کا نقصان ہوا، اب میں کوئی دوسرا کام کرنے سے ڈرتا ہوں کیونکہ یہ رقم جہاں بھی لگاتا ہوں اس سے نقصان ہوتا ہے، برائے مہربانی اس کا حل بتائیں کہ کوئی کاروبار کرنا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

۵۔ کہتے ہیں کہ اس رقم کا صدقہ، خیرات قبول نہیں ہوتا، اس کا کیا طریقہ ہے؟

۶۔ برائے مہربانی کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ میری دُعا، نماز، صدقہ، خیرات قبول ہو؟

جواب: بینک کا سارا نظام سود پر چل رہا ہے اور سود ہی میں سے ملازمین کو تنخواہ دی جاتی ہے،

اس لیے یہ تو جائز نہیں۔ میں نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کا خرچ چلایا جائے اور بینک کی تنخواہ قرض میں دیدی جائے۔ اب اگر آپ اس تدبیر پر عمل نہیں کر سکتے تو سوائے توبہ و استغفار کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ حرام مال کا صدقہ نہیں ہوتا' اس کی تدبیر بھی وہی ہے جس پر آپ عمل نہیں کر سکتے۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد۶ ص ۲۷۷)

بینک کی ملازمت کی تنخواہ کا کیا کریں؟

سوال: میں جب سے بینک میں ملازم ہوا ہوں (مجھے تقریباً ۵ سال ہوگئے ہیں) زیادہ تر بیمار رہتا ہوں' اب بھی مجھے حلق میں اور سینے میں صبح فجر سے لے کر رات سونے تک تکلیف رہتی ہے' میں بینک کی ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن جب تک یہ تکلیف رہے گی میرے لیے اور ملازمت تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ اخبار "جنگ" میں "آپ کے مسائل اور ان کا حل" میں بھی ایک دفعہ اس سلسلے میں ایک جواب آیا تھا کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر تنخواہ اس قرض کی ادائیگی میں دے دی جائے' جب تک کہ دوسری ملازمت نہ ملے اور دُعا و استغفار کیا جائے لیکن میرے کسی غیر مسلم سے تعلقات نہیں ہیں' اس لیے میرے لیے اس سے قرض لینا اور پھر تنخواہ اس کی ادائیگی میں دینا بھی ممکن نہیں ہے۔ آپ ہی اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں؟

میں نے اپنی اس تکلیف کا علاج بھی مختلف حکیموں' ڈاکٹروں اور روحانی علاج بھی کروایا ہے لیکن ابھی تک افاقہ نہیں ہوا ہے؟

جواب: اپنے کو گنہگار سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں اور یہ دُعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رزق حلال کا راستہ کھول دیں اور حرام سے بچالیں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور انکا حل جلد۶ ص ۲۷۸)

جس کی ۹۰ فیصد رقم سود کی ہو' وہ اب توبہ کس طرح کرے؟

سوال: ایک صاحب تمام عمر بینک کی ملازمت کرتے رہے اور جو آمدنی ان کو ہوتی تھی اس میں سود کی ملاوٹ ہوتی تھی اور وہ آمدنی خود اور اسے اہل و عیال پر خرچ کرتے رہے' اب ریٹائر ہوگئے ہیں اور انہوں نے سود خوری اپنا پیشہ بنالیا ہے' اب صرف سود پر ان کا گزارہ ہے' اگر خدا کرے اس سود خوری سے وہ توبہ کرلیں تو اس وقت جو ان کے پاس سرمایہ ہے اس کا کیا کریں؟ کیا توبہ کے بعد وہ سرمایہ حلال ہوسکتا ہے؟ ۹۰ فیصد ان کا سرمایہ بطور سود کے بینکوں سے کمایا ہوا ہے؟

جواب: توبہ سے حرام روپیہ تو حلال نہیں ہوتا' حرام روپے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک موجود ہو تو اس کو واپس کر دے اور اگر نا جائز طریقے سے کمایا ہو تو بغیر نیت صدقہ کے کسی محتاج کو دے دیں اور اگر اس کے پاس ناپاک روپے کے سوا کوئی چیز اس کے اور اس کے اہل وعیال کے خرچ کے لیے نہ ہو تو اس کی یہ تدبیر کرے کہ کسی غیر مسلم سے قرضہ لے کر اس کو استعمال کرے اور یہ ناجائز روپیہ قرض میں ادا کرے' قرضے میں لی ہوئی رقم اس کے لیے حلال ہوگی' اگرچہ ناجائز رقم سے قرض ادا کرنے کا گناہ ہوگا۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۷۹)

بینک میں ملازم ماموں کے گھر کھانا اور تحفہ لینا

سوال: میرے ماموں بینک میں ملازمت کرتے ہیں جو کہ ایک سودی ادارہ ہے تو کیا ہم ان کے گھر کھانا کھا سکتے ہیں؟ اور اگر وہ تحفے وغیرہ دیں تو وہ استعمال کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی کمائی ناجائز اور حرام کی ہے' ان کے گھر کھانے سے ہماری نماز' روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

جواب: بینک کی تنخواہ حلال نہیں' ان کے گھر کھانے سے پرہیز کیا جائے اور جو کھا لیا ہو اس پر استغفار کیا جائے' وہ کوئی تحفہ وغیرہ دیں تو کسی محتاج کو دے دیا جائے۔

بینک میں ملازم عزیز کے گھر کھانے سے بچنے کی کوشش کریں

سوال: میرے عزیز بینک میں ملازم ہیں' ان کے گھر جب جانا ہوتا ہے تو ان کے ہاں چائے وغیرہ پینا کیسا ہے؟ اگرچہ میں دل سے اچھا نہیں سمجھتا مگر قریبی سسرالی رشتہ دار ہونے کے ناتے جاکر نہ کھانا شدید عجیب لگے؟

جواب: کوشش بچنے کی کی جائے اور اگر آدمی مبتلا ہو جائے تو استغفار سے تدارک کیا جائے' اگر ممکن ہو تو اس عزیز کو بھی سمجھایا جائے کہ وہ بینک کی تنخواہ گھر میں نہ لایا کریں بلکہ ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر میں خرچ دے دیا کریں اور بینک کی تنخواہ سے قرض ادا کر دیا کریں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۷۹)

اضرار کفار کیلئے ان کی مصنوعات کی بیع ترک کرنا

سوال: طرابلس پر اٹلی کا قبضہ ہونے کے بعد دہلی کے ایک جلسہ میں کہا گیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اٹلی کے ساتھ تجارتی لڑائی کریں' اٹلی کے ساخت کے کل سامان کا استعمال ترک کر دیں' جو ایسا نہ کرے گا وہ کافر ہے' سلطان کا خیر خواہ نہیں' اٹلی کا حامی ہے' لوگوں نے اسی جلسہ میں اٹلی

ساخت کی ترکی ٹوپیاں اتار اتار کر جلا دیں، میری دکان پر سامان اکثر فینسی ہوتا ہے جس میں بہت سی چیزیں اٹلی ساخت بٹوا، قینچی، چاقو، بٹن، استرہ وغیرہ وغیرہ بھی ہوتے ہیں، لوگوں نے بہت تنگ کرنا شروع کیا کہ ان چیزوں کا فروخت کرنا چھوڑ دو؟

جواب: کافر ہونے کی تو کوئی وجہ نہیں اور بلکہ بیع ناجائز بھی نہیں، لیکن افضل یہی ہے۔ بشرطیکہ اپنا ضرر اور اتلاف مال نہ ہو ورنہ افضل تو کیا جائز بھی نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۸۷)

اسٹامپ کو اس کی مقررہ قیمت سے زیادہ میں بیچنا

سوال: لائسنس دار جو اسٹامپ خزانہ سے بیچنے کے لیے لاتے ہیں تو ان کو ایک روپے پر تین پیسے کمیشن کے طور پر دیئے جاتے ہیں، یعنی ایک روپے کا اسٹامپ سوا پندرہ آنے پر ملتا ہے اور لائسنس داروں کو یہ ہدایت قانوناً ہوتی ہے کہ وہ ایک روپے سے زائد میں اس اسٹامپ کو نہ بیچیں، اب اگر یہ شخص اس اسٹامپ کو ایک روپے یا سترہ آنے میں فروخت کرے تو شرعاً جائز ہوگا یا ناجائز؟

جواب: حقیقت میں یہ بیع نہیں بلکہ معاملات طے کرنے کے لیے جو عملہ درکار ہے اس عملہ کے مصارف اہل معاملات سے بدیں صورت لیے جاتے ہیں کہ انہی کے نفع کے لیے اس عملہ کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے اس کے مصارف کا ذمہ دار انہیں کو بنانا چاہیے اور لائسنس دار بھی مصارف پیشگی داخل کر کے اہل معاملہ سے وصول کرنے کی اجازت حاصل کر لیتا ہے اور اس جلدی ادا کر دینے کے صلے میں اس کو کمیشن ملتا ہے، پس یہ شخص عدالت کا وکیل ہے، مبیع کا ثمن لینے والا نہیں، اس لیے مؤکل کے خلاف کر کے زائد وصول کرنا حرام ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۳)

آب زمزم کی تجارت کا حکم

سوال: مکہ معظمہ سے آب زمزم تجارت کے واسطے لا سکتے ہیں یا نہیں؟ وہاں سے بھر بھر لائیں یہاں اس کی تجارت کریں اور مقصود یہ ہے کہ نفع بھی ہو اور ثواب بھی ملے، تو بہ صورت اس تبرک پانی کی تجارت کی جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہونے کی صورت میں ہندو کافر کے ہاتھ بھی بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بظاہر اس تجارت سے کوئی امر مانع جواز نہیں، متقوم بھی ہے، محفوظ کر لینے سے ملک میں بھی داخل ہو جاتا ہے اور بلا نکیر زمزم یہاں بیچنے کا تعامل بھی ہے جس میں دونوں جز مبیع ہوتے ہیں اور متبرک ہونا بھی مانع نہیں ہو سکتا، قرآن مجید سب سے زیادہ متبرک ہے اور اس کی بیع وشراء سب جائز ہے اور مشتری کا کافر ہونا بھی بظاہر مانع صحت نہیں، ہاں اس احتمال پر کہ یہ بیع احترام میں خلل پیدا کرے گی، خلاف اولیٰ یا مکروہ کہا جا سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۵)

ڈپوہولڈر قیمت مقررہ کا پابند ہے

سوال: ڈپوہولڈر کو مقررہ قیمت کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ڈپوہولڈر کا حکومت سے عہد ہوتا ہے کہ وہ مقررہ قیمت پر فروخت کرے گا' اس لیے حکومت اسے رعایت دیتی ہے' لہٰذا اس عہد کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۴۹)

بیمہ کی رقم وارث کس طرح استعمال کریں

سوال: مرنے سے چند سال قبل ایک آدمی نے چند ہزار کا اپنی زندگی کا بیمہ کیا تھا' چار برس میں چار ہزار روپے قسط بہ قسط ادا کر دیے ہیں' اب کمپنی مرحوم کے ورثاء کو بیس ہزار روپے دے رہی ہے رقم لے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زندگی کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے لیکن جب مرحوم نے بیمہ کرالیا ہے تو بیمہ کمپنی جو رقم دے رہی ہے لے لی جائے' اس رقم میں سے چار ہزار روپے جو مرحوم نے ادا کیے مرحوم کے ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء کو ملیں گے اور جو رقم زائد ہے وہ واجب التصدق ہے' غریب محتاجوں کو یا کسی رفاہ عام کے کاموں میں دیدی جائے' زائد رقم ایک قسم کا سود ہے اس کو مرحوم کے ترکہ میں شامل نہیں کر سکتے' اس کو کار خیر میں بلانیت ثواب خرچ کر دینا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۹۰)

بوقت ذبح نکلنے والے خون کی بیع حرام ہے

سوال: حلال جانوروں کا وہ خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے اس کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

غیر طبیب کو دوائیں بیچنے کا حکم

سوال: باقاعدہ حکیم وطبیب بھی نہ ہو اور علاج بھی تشخیص مرض سے کرتا ہو' کتب طب سے ادویہ مرکبہ وکشتہ جات کے نسخے بھی دیکھ کر ان کا تیار کرنا اور ان کے اوصاف واثرات کا اشتہار دے کر ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

جواب: نفع مشروط کو غیر مشروط بتانا حرام ہے اس لیے یہ تجارت ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۶)

جہالت ثمن مفسد بیع ہے

سوال: اگر ناشر کتب فروش سے یہ کہے کہ مثلاً ایک سینکڑہ کتابیں خریدو گے تو تینتیس فیصد اور اگر کم از کم ایک درجن خریدو گے تو پچیس فیصد کمیشن ملے گا' پھر کتب فروش کہے کہ آپ ہمیں تھوڑی

کتابیں دیتے رہیں اور دام یکمشت بالاقساط لیتے رہیں، جب ایک سینکڑہ کی تعداد خریدی جا چکی تو اس کا کمیشن دے کر لین دین مکمل کر لیں، خریداری کی مدت بھی مقرر کردی جائے، مثلاً تین ماہ یا سال بھر تک، پھر اگر کتب فروش نے مقررہ مدت میں پورا سینکڑہ نہ خریدا تو درجن کے نرخ سے کمیشن کاٹ کر حساب کر لیا جائے اور پورا سینکڑہ خرید لیا تو پورا کمیشن دے دیا جائے، یہ معاملہ شرعاً جائز ہوگا؟

جواب: جہالت ثمن کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۵۲۷)

پنشن بیچنا جائز نہیں

سوال: میں ایک ریٹائرڈ آفیسر ہوں، حکومت مجھے ایک سو بیالیس روپے ماہوار پنشن دیتی ہے، حکومت نے ایک سہولت دے رکھی ہے کہ اگر ریٹائرڈ ملازم اپنی پنشن حکومت کے ہاتھ بیچنا چاہے تو اس کو نصف پنشن یکمشت دیدی جاتی ہے، عرض ہے کہ شریعت کی رو سے یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پنشن ایک قسم کا انعام ہے، جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو وہ اس کا مالک نہیں بنتا، اس لیے اس کی بیع جائز نہیں، البتہ حکومت سے اس کی بیع کرنا حقیقت میں بیع نہیں، صرف نام اور صورت بیع کی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے جو بڑا انعام قسط وار دینے کا وعدہ کیا تھا اب اس کو کم مقدار میں یکمشت دے رہی ہے، اس لیے حکومت سے یہ معاملہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۵۲۱)

بونس واؤچر کی بیع جائز نہیں

سوال: مال برآمد کنندہ حکومت کے پاس برآمد کا ثبوت پیش کرتا ہے، جس پر حکومت اسے بونس کے نام سے (منافع) کچھ دیتی ہے مگر انعام کی رقم نقد نہیں دی جاتی بلکہ اس کی رسید دی جاتی ہے جسے بونس واؤچر کہا جاتا ہے، برآمد کنندہ اسے بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے، مثلاً ایک سو روپے کا بونس واؤچر پر تقریباً دو سو روپے میں چونکہ حکومت نے بعض اشیاء کی درآمد کی اجازت بونس واؤچر کی خرید پر موقوف کردی ہے اس لیے بازار میں بونس واؤچر کی قیمت زیادہ ہے، کیا اس طرح بونس واؤچر کی خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب: برآمد کنندہ قبل القبض اس رقم کا مالک نہیں اس لیے اسکی خرید وفروخت جائز نہیں، نیز بونس واؤچر کی اصل رقم سے زیادہ قیمت وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۵۲۴)

آلات لہو کی بیع کرنا

سوال: زید ایک دکان کھولتا ہے جس میں اس قسم کا سامان فروخت کرے گا جس سے طبل ومز

امیر تیار ہوتے ہیں' مثلاً پیتل کی چادر، جس سے باجے بنتے ہیں' اسی قسم کا دیگر سامان جس سے باجے تیار ہوتے ہیں اور ایسے مقام پر کھولنا چاہتا ہے جہاں پر باجے بہت بنتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی جگہ ایسی تجارت کراہت سے خالی نہیں' اگرچہ اس کو بالکل ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۸۶)

دیہات سے غلہ خرید کر شہر میں گراں فروخت کرنا

سوال: اگر کسی شخص نے شہر کے قریب دیہات سے ارزاں غلہ خرید کر چند دن شہر میں رکھا اور پھر بازار کے نرخ پر فروخت کر دیا تو اس قسم کی خرید و فروخت اور اس کا نفع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع فی نفسہ جائز ہے کیونکہ رکن اور شرائط موجود ہیں لیکن اگر چند دن روکنے سے اہل شہر کو نقصان ہو تو پھر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۶)

افیون کی بیع و کاشت بلا کراہت جائز ہے

سوال: افیون کی کاشت کرنا اور بیع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زمان سابق میں افیون دوا میں زیادہ استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے (شوقیانہ) طور پر استعمال کی جاتی تھی' اس لیے بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے' مگر آج کل افیون دوا کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہنچ گئی ہے' لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے' البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کرے گا' اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۹۴ ج ۶)

کلابتو کی خرید و فروخت کرنا

سوال: کلابتو سنہرا جو بنتا ہے سو تولہ میں قریب باسٹھ روپے کے تو چاندی اور قریب پینتیس روپے ریشم اور قریب ایک تولہ کے سونا ہے' اگر دس روپے کا ہم نے آٹھ روپیہ بھر کلابتو خریدا تو اس کی وزن سے یہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اس زیادتی قیمت کے ہونے اور ریشم سے تاویل ہو جائے گی یا نہیں؟ اور بعض کلابتو میں بجائے ایک تولہ کے چھ ماشہ بھی ہوتا ہے یہ بھی درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: سونا اس کے اندر مستہلک ہو جاتا ہے اور وہ ریشم اس قدر قیمت کا نہیں کہ روپیہ دیا جاتا ہے' لہٰذا یہ معاملہ حرام تو نہیں' مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۸)

کمیشن لینے کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! عصر حاضر میں کمیشن کا بہت رواج ہے' مثلاً ایک کاریگر کسی شخص کے لیے دُکان سے سامان لینے جاتا ہے' وہ شخص کاریگر پر اعتماد کرتا ہے کہ میرے لیے عمدہ سامان کم قیمت پر خریدے گا جبکہ بائع (دُکاندار) کاریگر کو کمیشن دے کر کم قیمت کا سامان اس پر مہنگے داموں فروخت کرتا ہے' شرعاً اس کمیشن کا کیا حکم ہے؟

جواب: دُکاندار (بائع) کی طرف سے اس خریدار (کاریگر) کو کوئی رقم وغیرہ دینا ناجائز نہیں ہے' تجار کی طرف سے یہ اکرام تجارت کو فروغ دینے کے لیے کیا جاتا ہے اور یہ اصول تجارت میں شمار ہے' البتہ اس کاریگر کے لیے یہ رقم لینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ باقاعدہ تگ ودو سے وہ چیز خریدے اور پہلے سے کمیشن لینے کی شرط نہ لگائے اور طمع سے دل کو خالی کرے' یعنی دل میں یہ فیصلہ کرے کہ اگر یہ دُکاندار مجھے کمیشن نہ بھی دے تو میں سوائے طبعی بوجھ کے دیگر اثر سے متاثر نہ ہوں گا۔ (بدائع الصنائع ج ۴ ص ۱۹۳ کتاب الاجارۃ مطلب فیما یرجع الی المعقود علیہ) (بحوالہ فتاویٰ حقانیہ جلد ۶ ص ۲۷۲ ۔)

مال رشوت سے بنے ہوئے مکان کی قیمت کا حکم

سوال: کسی شخص نے رشوت وغیرہ ناجائز امور سے کوئی مکان بنایا یا کوئی موضع خریدا اور ایک مدت تک اس مکان اور موضع پر قابض رہا' وہ شخص چاہتا ہے کہ اس مکان اور موضع کو فروخت کرے تو اس مکان اور موضع کی قیمت اس شخص کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟

جواب: رشوت کا مال بلاشبہ حرام ہے لیکن جب اس شخص نے اس مال کو بدل ڈالا اور اس مال سے مکان بنایا تو اس مکان کا وہ مالک ہوگیا' اس کے لیے جائز ہے کہ اس مکان کو فروخت کرے لیکن اس مال میں خبث ہے' اس واسطے کہ وہ مال کسب حرام سے حاصل ہوا ہے۔

حاصل کلام جو چیز خرید کی جائے وہ اس شرط سے خریدار کی ملکیت میں آئے گی کہ وہ چیز بیچنے والے کی ملکیت میں رہی ہو اور یہ امر یہاں ثابت ہے اور مال کا حلال اور حرام ہونا کسب کے حلال اور حرام ہونے پر موقوف ہے جب کسب حرام ہوا تو مال بھی حرام ہوا' اگرچہ اس شخص کی ملکیت میں تغیر واقع ہوا' رشوت کا یہ مال بھی اس مال کے مانند ہے جو زنا کے عوض ملا ہو یا کاہن یعنی نجومی اور برہمن کو بطور نذر کر دیا گیا ہو اس غرض سے کہ وہ غیب کی باتیں بتلا دے' البتہ اگر وہ شخص وہ مال قرض خواہ کو دیدے تو قرض خواہ کے حق میں وہ مال حلال ہو جائے گا' ایسا ہی اگر کسی دوسرے معاملے میں کسی کو کچھ دینا ضرور ہو اور وہ مال دیا جائے تو وہ مال لینے والے کے حق میں حلال ہو جاتا ہے اور

کسب حرام کرنے والے کے حق میں مال کا خبث باقی رہتا ہے۔ لیکن احیاء العلوم کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ اگر وہ شخص اس فعل سے توبہ کرے تو وہ مال اس شخص کے حق میں حلال ہوجائے گا۔ بشرطیکہ اس شخص نے اس مال کو مالک کی رضامندی سے لیا ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کی ہو ورنہ جو چیز غصب سے ملی ہے اس کے حلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کا مالک اس پر راضی ہوجائے کہ جس نے غصب کیا ہے وہ اس کو بطور ملکیت اپنے مصرف میں لے آئے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۴۰)

پولیس کیساتھ مل کر لوگوں کا مال کھانا

سوال: یہاں پر دو شخص پولیس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، وہ یہ کارروائی کرتے ہیں کہ ملزم جو تھانے میں آتا ہے ہندو ہو یا مسلمان اس سے ٹھہرا کر سو یا دو سو جو ٹھہر گئے ان کا اس میں حصہ ہوتا ہے اس طرح لوگوں کا دل دکھا کر روپیہ لینا کیسا ہے؟

جواب: یہ رشوت ہے، حرام ہے، اور غریبوں کو ستانا اور ان سے روپیہ وصول کرنا سخت ترین ظلم ہے، ایسے ظالموں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۹۲)

رشوت کی چند صورتیں اور ان کا حکم

سوال: زید ملازم کمیٹی نے عمر کا کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے علاوہ چھٹی کے وقت میں انجام دیا اور عمر کا کام کرنے میں زید نے کمیٹی کی آمدنی اور وقت کا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ زید نے اس کام کو صرف جلدی کرنے کے بدلے میں عمر سے مقررہ اجرت کے علاوہ کچھ زائد روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا جو عمر کو بموجب قواعد واجب نہ تھا تو زید کو یہ روپیہ لینا حلال ہوا یا حرام؟

جواب: اگر زید کمیٹی کے مقررہ وقت میں یہ کام کرسکتا تھا مگر اس نے عمر سے روپیہ لینے کی وجہ سے اس وقت نہیں کیا بلکہ خارج وقت میں کیا اور کمیٹی کا وقت فضول ضائع کیا تو یہ کمیٹی کے ساتھ خیانت ہے اور رشوت لینے کا حیلہ ہے۔ اگر کمیٹی کا وقت پورا اس کے کام میں صرف کیا اور جو کام باقی رہ گیا تھا جس کو قانوناً دوسرے روز کرنا چاہیے تھا اور اپنے ذاتی وقت میں عمر کی رعایت سے وہ کام کردیا ہے اور قانوناً اس کی ممانعت بھی نہیں تو یہ روپیہ لینا درست ہے۔

تتمہ السوال: زید ملازم نے عمر کا قانوناً کچھ جائز کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے اندر انجام دیا، اگر کمیٹی کے قواعد کی رو سے زید کو یہ کام کمیٹی کے فرائض کے طور پر انجام دینا لازم تھا اور عمر کو اس کی کوئی اجرت دینا واجب نہ تھی لیکن زید نے عمر سے اس کام کے عوض بطور انعام یا ہدیہ کچھ روپیہ لے لیا تو یہ لینا بطور رشوت حرام ہوا یا بطور ہدیہ حلال؟

جواب: یہ روپیہ لینا جائز نہیں۔

تتمۃ السوال: زید نے دوسرے ملازم کے پاس عمر کے کسی کام کی بابت اس کے حق کے متعلق درخواست دلوائی اور پھر زید نے کوشش کر کے عمر کا جائز حق دلوایا اور اس کام کے بدلے میں زید نے عمر سے کچھ روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے تو ناجائز ہے اگر ملازم کرانے میں کوئی اور بھی ایسا عمل کیا ہے جس پر اجرت دی جاتی ہو تو جائز ہے۔

تتمۃ السوال: اگر بطور رشوت روپیہ حاصل ہوا اور اب زید تائب ہو گیا تو کیا زید کو اب وہ روپیہ واپس کرنا واجب ہے؟ اگر واجب ہے تو زید روپیہ عمر کو واپس کرنے سے عمر کے حق سے بری اور رشوت کے گناہ سے پاک ہو جائے گا اور قیامت کے مواخذہ سے نجات پا جائے گا؟

جواب: جو روپیہ بطور رشوت وغیرہ ناجائز طریقے پر کسی سے لیا جائے اس کی واپسی واجب ہوتی ہے' واپسی کے بعد حق العبد سے آدمی بری ہو جاتا ہے' صاحب حق سے معذرت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا بھی لازم ہے' پھر دنیا و آخرت میں اس پر ان شاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں۔

تتمۃ السوال: اگر زید کو بالکل یاد نہ آئے کہ رشوت دہندہ کون کون تھے؟ اور تلاش کرنے کے باوجود بھی ان کا پتہ نہ چلے' یا ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو پھر زید کیا کرے؟

جواب: اولاً ناجائز مال اصل مالک کو دیا جائے' وہ مر چکا ہو تو اس کے ورثاء کو دیا جائے' اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو اس کی طرف سے غرباء و مساکین پر صدقہ کر دیا جائے اور خداوند تعالیٰ سے توبہ کی جائے' ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے نجات ہو جائے گی۔

تتمۃ السوال: مذکورہ سوالات کے مطابق زید نے کمیٹی کی آمدنی یا روپے کا کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے مقررہ وقت اور کاموں کا بھی نقصان نہیں کیا اور زید نے عمر کے جائز کام کمیٹی کے قواعد کے مطابق انجام دیئے اور ملازم کمیٹی عمر کو بھی قانوناً جائز حق دلوایا تو ایسی صورت میں عمر سے مذکورہ بالا رشوت لینے کی وجہ سے کیا زید کے ذمے کمیٹی کی جانب سے کوئی مواخذہ ہوگا؟

جواب: جب کمیٹی کا کوئی حق تلف نہیں کیا تو تکمیل توبہ کے لیے کمیٹی سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں۔

تتمۃ السوال: زید ملازم اپنے افسر کو خوش کرنے کے لیے مٹھائی یا ترکاری وغیرہ کوئی چیز بطور نذرانہ پیش کرے یا تواضع کی غرض سے کوئی پان کھلائے یا افسر کسی چیز کی فرمائش کرے اور زید اس کی فرمائش پوری کر دے تاکہ افسر مہربانی اور نرمی سے پیش آئے تو کیا ایسے سب کام رشوت شمار

ہوں گے؟ اور زید بھی ایسی چیزیں دینے کی وجہ سے رشوت کا گنہگار ہوگا؟

جواب: اگر افسری ماتحتی کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں اور یہ ہدیہ وتواضع ودعوت محض اس لیے ہے کہ افسر نرمی سے پیش آئے اور قابل گرفت کاموں پر چشم پوشی کرے تو یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے۔

البتہ دفع ظلم کے لیے سخت مجبوری کے وقت رشوت دینا جائز مگر لینا جائز نہیں۔

تتمۃ السوال: مذکورہ سوال کے مطابق اگر زید بھی رشوت دینے کا گناہ گار ہے تو زید کو معافی کے لیے کیا عمل کرنا چاہیے؟ تاکہ زید دنیا میں توبہ کی تکمیل کر سکے اور آخرت میں عذاب سے نجات پا سکے؟

جواب: گزشتہ فعل پر ندامت کرے اور آئندہ کے لیے (نہ کرنے کا) پختہ عہد کرے اللہ پاک معاف فرمادیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ص ۵۱۔۲۴۷)

تحصیل حق کیلئے رشوت دینا

سوال: یہاں ہندوستان میں کسی بھی آفس میں بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں ملازمت وغیرہ حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا کیسا ہے؟

جواب: اپنا حق ''تجارت یا ملازمت وغیرہ'' حاصل کرنے کے لیے اگر مجبوراً رشوت دی جائے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۳۹)

کسٹم افسران کو رشوت دینا

سوال: ہم لوگ سمندر پار ممالک میں تجارت کرتے ہیں' کچھ لوگ مقامی طور پر اور کچھ لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک میں' دوسری صورت میں کسٹم بھی دینا پڑتا ہے اور کسٹم افسران کو اگر رشوت نہ دی جائے تو اصل کی کئی گنا زیادہ لگادیتے ہیں' نیز پریشان کر کے جرمانہ بھی لگادیتے ہیں تو اس لیے پہلے ہی ساز باز کرلی جاتی ہے تو اس صورت میں اس سامان اور سامان کی آمدنی کا فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں آمدنی اور سامان مذکورہ کا استعمال درست ہے' فتویٰ یہ ہے اور باقی رہا تقویٰ تو ظاہر ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ص ۳۱۵)

کسٹم پر قلی کو رشوت دینا

سوال: اپنا سامان چھپانے کے لیے کسٹم پر قلی کو اس کی اجرت سے زیادہ اجرت دی جاتی ہے تو یہ رشوت میں شمار ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا گورنمنٹ کی کسٹم ڈیوٹی کو جبریہ ٹیکس کہیں گے؟

جواب: اس کے رشوت ہونے میں کیا تامل ہے؟ رشوت کی وعید بھی اس پر برحق ہے' اپنا حق وصول کرنے کے لیے یا ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دینے والے پر **اَلرَّاشِی وَالْمُرْتَشِی کلاهما فی النّار** کی وعید نہیں' حکومت کا یہ ٹیکس سراسر ظلم ہے' پھر بلا ضرورت ایسا سامان لانا ہی کیا ضرور ہے' جس سے بچنے کے لیے رشوت دینی پڑی' نہ دی تو سخت بے عزتی' سامان بچالیا تو چوری' یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۲۲)

قرض دے کر کمیشن وصول کرنا

سوال: بکر نے کئی ہزار روپے ایک مشین میں جس میں کہ سرسوں کا تیل نکالا جاتا ہے' باستغراق مشین مذکور دے کر یہ شرط کرلی کہ اس روپے سے جس قدر سرسوں خریدی جائے گی اس پر کمیشن فیصدی ایک روپیہ دیا جائے گا اور تیل کی بکری پر بھی ایک روپیہ فیصدی کمیشن دیا جائے گا' غرض جس طرح پر اس کا دور خرید فروخت جاری رہے گا اور کمیشن بھی ملتا رہے گا اور سال دو سال میں روپیہ جس قدر دیا ہے وہ سب واپس کردیا جائے گا' کمیشن کا حساب ششماہی پر کر کے جو کچھ حساب سے برآمد ہوگا دیا جائے گا اور تا بیباقی اصل روپیہ بیچ میں مستغرق رہے گا' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: معاملہ مذکورہ قرض ہے' چنانچہ اصل روپے کی بیباقی کی شرط اس کی دلیل ظاہر ہے اور جو کچھ کمیشن پڑا ہے وہ قرض پر زیادتی ہے' پس یہ صریح سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۲)

مال حرام سے قرض ادا کرنا

سوال: ایک شخص کے پاس کل پیسہ شراب کی تجارت کا ہے' اب وہ شخص تائب ہو کر کسی سے بلا سودی قرض لے کر دوسرا کاروبار کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص شراب کے پیسے سے قرض ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب کوئی شخص مختلف آدمیوں کا مال غصب کر کے خلط کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے اور ضمان لازم ہوگا' لہٰذا اس مال سے قرض ادا کرنے کی گنجائش ہے' البتہ اتنی مقدار ضمان ادا کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۸۵)

بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے

سوال: میں نے اپنے پیارے دوست حاجی عبدالصمد صاحب کی دکان پر ایک مشین فروخت کرنے کے لیے رکھی' چار سو روپے قیمت مقرر کردی' حاجی صاحب کو فروخت کرنے کا مناسب معاوضہ دینے کا وعدہ بھی کیا' ان کے پاس دس دن کے بعد ایک گاہک نے مقررہ قیمت پر خریدی مگر

اس طرح کہ ۲۰ روپے بطور بیعانہ دے کر چار دن کے اندر قیمت ادا کر کے مال لے جانے کا وعدہ کر کے چلا گیا' دس دن گزرنے کے بعد آیا' اس عرصے میں وعدہ کے چار دن پورے ہونے پر مشین دوسرے گاہک کو فروخت کردی گئی' آپ ہمیں برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتادیجیے کہ بیعانے کے ۲۰ روپے واپس کرنے ہیں یا نہیں؟ اور حاجی صاحب کو فروخت کرنے کا معاوضہ (جس کو عرف عام میں دلالی یا کمیشن کہتے ہیں) شریعت کی رو سے کیا فیصد دینا چاہیے؟

جواب: بیعانے کی رقم واپس کرنا ضروری ہے' حاجی صاحب کا معاوضہ ان سے پہلے طے کرنا چاہیے تھا' بہرحال اب بھی رضامندی سے طے کرلیجیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۱)

دُکان کا بیعانہ اپنے پاس رکھنا جائز نہیں

سوال: میں نے ایک دُکان کرایہ پر دینے کے لیے ایک شخص عبدالجبار سے معاہدہ کیا اور بطور بیعانہ ایک ہزار روپے لیا' اب عبدالجبار سے معاہدہ ختم کرلیا ہے اور میں نے دُکان دوسرے کو دیدی ہے' کیا میں نے جو عبدالجبار سے بیعانہ کے ایک ہزار لیے تھے وہ واپس کردیے جائیں یا میں اپنے پاس رکھ لوں؟

جواب: وہ ایک ہزار روپیہ آپ کس مد میں اپنے پاس رکھیں گے؟ اور آپ کے لیے وہ کیسے حلال ہوگا؟ یعنی اس رقم کا واپس کرنا ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۱)

مکان کا ایڈوانس واپس کرلینا

سوال: عبدالستار نے ایک مکان کا سودا عبدالمجیب سے کیا' سودا طے ہوگیا' عبدالستار نے ایڈوانس پچیس ہزار روپے مکان والے کو دے دیے اور مہینے کے اندر قبضہ لینا طے ہوگیا' اس کے بعد عبدالستار کی مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے طے شدہ میعاد کے اندر مکان کا قبضہ نہ لے سکا اور نہ لے سکتا ہے' اب عبدالستار یہ چاہتا ہے کہ اس کی ایڈوانس رقم پچیس ہزار روپے واپس کی جائے' عبدالمجیب ایڈوانس رقم دینے سے ٹال مٹول کررہا ہے' شریعت کی رو سے بتایا جائے کہ کیا عبدالمجیب ایڈوانس رقم کھا سکتا ہے یا کہ نہیں؟ آج کل ایسے معاملات بہت لوگوں کو پیش آتے ہیں؟

جواب: یہ رقم جو پیشگی لی گئی تھی عبدالمجیب کے لیے حلال نہیں' اسے واپس کرنی چاہیے۔
(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۲)

بیعانہ کی رقم کا کیا کریں جبکہ مالک واپس نہ آئے؟

سوال: زید کے پاس ایک لوہے کا کارخانہ ہے جس میں لوگوں کے آرڈر پر مختلف قسم کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں اور آرڈر دینے والے لوگ کچھ پیسے بھی پیشگی دیتے ہیں اور مال تیار ہونے

پر مکمل قیمت ادا کر کے لے جاتے ہیں لیکن ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ مال کے لیے آرڈر دیئے اور ...لی دیئے جانے کے بعد پھر واپس نہیں آتے نہ مال لینے آتے ہیں اور نہ پیسہ لینے اور ...ںا مالک کارخانہ کو ان لوگوں کے پتے وغیرہ معلوم ہیں اس لیے ان کے گھر جا کر واپس کرنے کی صورت بھی نہیں تو کارخانہ کا مالک چاہتا ہے کہ جو پیسے اس کے پاس اس طریقے سے جمع ہو گئے ہیں، ازروئے شرع کسی صحیح مصرف میں خرچ کر دیئے جائیں اس لیے جواب طلب امر یہ ہے کہ ان رقومات کے صحیح مصرف بتا دیجئے تا کہ موصوف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکے؟

جواب: اگر مالک کے آنے کی توقع نہ ہو نہ اس کا پتہ معلوم ہو تو اس کی طرف سے یہ رقم کسی مستحق پر صدقہ کر دی جائے بعد میں اگر مالک آ جائے اور وہ اپنی رقم کا مطالبہ کرے تو اس کو دینا واجب ہو گا اور یہ صدقہ کارخانہ دار کی طرف سے شمار کیا جائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۱)

مسجد میں بیع ہو جانے پر حق شفعہ طلب کرنا

سوال: ایک شخص نے زمین مسجد سے متصل مسجد کو بیع کر دی تھی اب بعض شفعہ دار نے شفعہ کا تقاضا کیا ہے چونکہ تحریر اسٹامپ میں وہ بیع قطعی لکھ دی گئی ہے اور وہ سفید زمین مسجد کی بیع کے تحت وقف میں داخل کر دی گئی ہے، کیا بصورت مذکورہ شفعہ دار طلب شفعہ کر سکتا ہے؟

جواب: اس صورت میں شفیع اس زمین کو بحق شفعہ لے سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۱)

قبل بیع شفیع کا خاموش رہنا معتبر نہیں

سوال: زید نے اپنے مکان کو آٹھ سو روپے میں بکر کے ہاتھ طے کر کے خالد شفیع کو ایک تحریر ۲۶ ستمبر ۲۵ء کو دی کہ "میں بکر مشتری کو بقیمت مذکورہ اپنا مکان فروخت کر رہا ہوں، آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بحق شفعہ اگر آپ مکان مذکورہ قیمت کے ساتھ لینا چاہیں تو مجھے جلد اطلاع دیں ورنہ ۲۹ ستمبر کو میں بیعنامے کی تکمیل عدالت سے کرادوں گا"، شفیع نے کوئی اطلاع نہ دی، ۲۹ ستمبر کو ایجاب وقبول ہوا مگر رجسٹری نہ ہوئی پھر شفیع نے بائع سے ۱۵ اکتوبر کو کہا کہ میرے ساتھ بوجہ حق ہمسائیگی کچھ قیمت میں کمی کر دیجئے، بائع نے پچاس روپے کی کمی کرتے ہوئے کہا تھا کہ آج چار بجے تک آپ اس کا جواب دیں ورنہ کل رجسٹری بکر کے نام کرادوں گا، ۱۶ اکتوبر کو تعطیل تھی، ۱۷ اکتوبر کو عدالت سے رجسٹری کرادی گئی اور شفیع نے کوئی جواب نہ دیا اب سوال یہ ہے کہ شفیع کا حق شفعہ باطل ہوا یا نہیں؟

جواب: حق شفعہ کا ثبوت ولزوم دار مشفوعہ کی بیع سے ہے، قبل بیع اگر شفیع خاموش رہے یا انکار بھی کر دے تاہم وقوع بیع کے وقت اس کو مطالبہ حق شفعہ کا اختیار رہتا ہے اس لیے ۲۹ ستمبر سے پہلے کی

تمام کارروائی کالعدم ہے۔ ۲۹ ستمبر کو معاملہ بیع مکمل ہو چکا مگر خالد کو اس کی خبر ہونا سوال میں مذکور نہیں ۵ اکتوبر کو جو گفتگو زید اور شفیع کی مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خالد کو ابھی تک بیع ہو چکنے کا علم نہ تھا' اس لیے وہ زید سے بواسطہ حق ہمسائیگی تخفیف ثمن کی درخواست کرتا ہے اور زید کے کلام میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے اس کو بیع ہو چکنے کی خبر کا علم ہوتا ہو بلکہ اس نے یہ کہا کہ میں پچاس روپے کم کر کے بکر کو راضی کر کے (چونکہ میں اسے وعدہ کر چکا ہوں اس لیے اس کو راضی کرنے کی ضرورت ہے) تمہارے نام سات سو پچاس میں رجسٹری کرادوں گا اس سے خالد یہ سمجھا ہوگا کہ بیع ابھی تک واقع نہیں ہوئی' پھر ۱۸ اکتوبر تک جو اس نے جواب نہیں دیا اس سے حق شفعہ ثابت ہونے میں نقصان نہیں آتا' ممکن ہے کہ اس کو ۱۸ اکتوبر کو ہی اطلاع ہوئی ہو کہ معاملہ بیع مکمل ہو گیا اور اس نے فوراً جانتے ہی طلب مواثبت کی ہو۔ بہر حال اگر ہو چکنے کی اطلاع ہوئی ہو اور اس نے طلب مواثبت و طلب اشہاد نہ کی ہو تو حق شفعہ باطل ہو گیا۔ واقعات مذکورہ سوال سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا اور ارادہ بیع کی اطلاع ہونے اور طلب شفعہ طلب نہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲)

حکومت کے ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' میں شرکت کا حکم

سوال: حکومت ہند کی طرف سے ایک ادارہ بنام ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' ۳/۴ سال سے قائم ہے جو عوام سے سرمایہ حاصل کر کے اس کو کاروبار میں لگاتا ہے' اس کے ایک حصہ کی قیمت دس روپے ہے اور بازار میں دس روپے ۲۰ یا ۲۵ پیسے ہے۔ اس طرح کمی بیشی کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس میں لگائے ہوئے سرمایہ کے تحفظ کی ضامن حکومت ہے اور ہم جب چاہیں اس کو بازار میں فروخت کر سکتے ہیں یا حکومت کو واپس کر سکتے ہیں' اس کے منافع کا اعلان منجانب حکومت بذریعہ اخبارات کیا جاتا ہے جو کم و بیش ہوتا ہے' اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس ادارہ میں مسلمانوں کے لیے سرمایہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کی ایجنسی باقاعدہ قانونی طور پر لے کر کمیشن کی بنیاد پر مسلمانوں سے یا دیگر اقوام سے سرمایہ حاصل کر کے کیا اس ادارہ کو دینا جائز ہے؟

جواب: اس ادارہ میں مسلمانوں کے لیے سرمایہ لگانا بھی جائز ہے اور اس کی ایجنسی باقاعدہ اور قانونی طور پر لینا بھی جائز ہے' اسی طرح اگر کمیشن سے وہی صورت مراد ہے جو اوپر سوال میں مذکور ہے کہ مثلاً ۱۰ روپے کا حصہ ۱۰ روپے ۲۰/۲۵ پیسے میں فروخت کرنا ہوتا ہے تو اس کی بھی شرعاً اجازت ہے اور اگر کمیشن کی کوئی اور صورت ہے تو اس کو لکھ کر حکم شرعی معلوم فرمائیں۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۳)

مسلم فنڈ سے متعلق بعض سوالات

سوال: آج کل جا بجا مسلم فنڈ کا قیام ہوتا جا رہا ہے' مسلمانوں کے اس ملی کام کے لیے دفتر

کا قیام' ملازمین کی تنخواہ اور دیگر مصارف ضروری ہیں' اگر فارم یا معاہدہ نامہ کی قیمت دفتری ضرورت کے موافق نہ رکھی جائے بلکہ کم رکھی جائے تو کام چلنا مشکل ہے' اس لیے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا جائے' سوالات یہ ہیں:

(۱) قرض کے فارم' معاہدہ نامہ کی قیمت' ملازمین کی تنخواہ اور دیگر دفتری مصارف کے لحاظ سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فارم کی قیمت متعین کرنا درست ہے خاص کر جبکہ سود سے بچنے کے لیے دفتری طور پر یہ کام کیا جائے کہ کسی کو نفع اندوزی مقصود نہیں' فتح القدیر میں جزئیہ موجود ہے کہ ایک کاغذ کا پرزہ بڑی قیمت (ایک ہزار پر) فروخت کرنا درست ہے' یہاں تو یہ کاغذ صرف پرزہ بھی نہیں بلکہ ایک درجے میں چیک کی حیثیت رکھتا ہے' چیک کی بیع کے متعلق رد المحتار شرح در مختار میں بحث موجود ہے۔

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر فارم قرض' معاہدہ نامہ کی تجدید اور اس کی از سر نو قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قرض کی مدت ختم ہونے پر معاملہ ختم کر دیا جائے' مستقرض سے کہا جائے کہ اپنا رہن واپس لے لو' قرض ادا کر دو' اگر اس کے پاس ادا کرنے کے لیے نہ ہوں تو وہ کہیں سے قرض لے کر دے' پھر فنڈ سے مستقل معاملہ کرے لیکن پہلا معاملہ ختم کیے بغیر فارم تو وہی ہے فارم قرض کی قیمت از سر نو لی جائے' یہ درست نہیں۔

(۳) قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو' بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہے کہ میعاد پر قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائے گا تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے' وکیل کو فروخت کرنے کا اختیار ہے' پھر بقدر قرض رکھ کر زائد رہن کو واپس کر دے۔

(۴) فارم قرض و معاہدہ نامہ کی قیمت قرض دیتے وقت وضع کر لی جائے یا وہ اپنے پاس سے ادا کرے؟

جواب: فارم قرض' معاہدہ نامہ قیمت دے کر مستقل خریدا جائے تاکہ وہ معاملہ مستقل رہے۔

(۵) فارم و معاہدہ نامہ کی قیمت سے وصول شدہ رقم جو دفتری خرچ اور ضروریات مصارف سے بچ جائے اس کا مصرف کیا ہے' صرف فقراء پر اس کا صدقہ ضروری ہے یا مسلمانوں کے دیگر ملی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے؟

جواب: فارم و معاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ و ضروری مصارف

سے بچ جائے اس کو فنڈ کی توسیع میں خرچ کیا جاسکتا ہے اور بہتر تو یہ ہے جیسے جیسے رقم زائد بچتی جائے فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت میں تخفیف کردی جائے۔

(۶) قرض حاصل کرنے والے کی جو رقم مسلم فنڈ میں کسی دوسری قسط امانت وغیرہ میں جمع ہے اگر مستقرض یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا قرض اس مد سے وضع کرلیا جائے اور میری مرہونہ شئی مجھے واپس کردی جائے فروخت نہ کی جائے تو ایسی صورت میں شئی مرہونہ فروختگی جمع شدہ رقم سے وضع کیے بغیر جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: جبکہ راہن کی کوئی رقم دوسری مد میں فنڈ میں جمع ہے اور وہ کہتا ہے کہ مقدار قرض اس رقم سے وصول کرلیں اور میرا زیور واپس کردیں تو پھر شئی مرہونہ کے فروخت کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ مؤکل نے وکیل کو بیع مرہون سے معزول کردیا اب اس کو بیع کرنے کا حق نہیں۔

(۷) شئی مرہونہ پر قرض کی میعاد گزرنے کے بعد کرائے کے طور پر مزید کوئی رقم قرض گیرندہ سے وصول کرنا کیسا ہے؟ شئی مرہونہ کی حفاظت کا خرچہ کس کے ذمہ ہے مسلم فنڈ پر یا مستقرض پر؟

جواب: شئی مرہونہ واپس کرتے وقت قرض گیرندہ سے کوئی مزید رقم بنام کرایہ حفاظت وصول کرنے کا حق نہیں۔

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے سودی لین دین سے مسلمانوں کو بچانے کی نیت رکھیں یا اس سے حاصل شدہ آمدنی سے مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت رکھیں دونوں نیتوں میں کس کو اصل بنائیں؟

جواب: مسلم فنڈ چلانے والے مسلمانوں کو سودی لین سے بچانے کی نیت رکھیں مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت ہرگز نہ رکھیں بلکہ اگر فنڈ اس حیثیت میں جمع ہو جائے کہ اس کو قرض کے فارم ومعاہدہ نامے کی قیمت کی ضرورت نہ رہے تو فارم ومعاہدہ نامے بلا قیمت ہی دیا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۸_۲۲۲)

جواب مذکورہ پر اشکال کا جواب:

سوال: استفتاء کا جواب مل گیا لیکن طالب علمانہ دو خلجان ہیں پہلا یہ کہ مسلم فنڈ قرض اسی وقت دیتا ہے جب فارم خرید کرا لیا جائے یہ بات لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے اس پر تعامل ہے یہ قرض بشرط بیع معلوم ہوتا ہے: لا تحل سلف وبیع کی ممانعت معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا خلجان یہ ہے کہ دو معاملے جب الگ الگ درست ہوں تو مجموعہ بھی درست ہو یا قاعدہ مذکورہ سمجھ میں نہیں آیا۔" یہ

قاعدہ حضرت مفتی صاحبؒ نے جوابات مذکورہ کی تمہید میں تحریر فرمایا تھا'' کیونکہ بیع اور اعتاق یا بیع اور اجارہ یا بیع اور اعارہ دونوں الگ الگ صحیح ہوں اور ان سب کو بیع کے لیے شرط بنا دیا جائے اور مجموعہ صحیح ہو جائے' ایسا نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں مقتضاء عقد کے خلاف شرط لگنے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے' اس لیے قرض الگ صحیح ہو اور فارم کی بیع الگ صحیح ہو اور بیع قرض کے لیے شرط بن رہی ہو پھر بھی مجموعہ صحیح ہو محل اشکال ہے۔

جواب: بیع کا معاملہ ایک شخص سے ہے کہ اس سے فارم خریدیں' پھر اس کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ خریدار اس کو استعمال کرتا ہے یا نہیں' یہ بلا شرط درست ہے۔ اگرچہ بائع وکیل ہو مقروض کا' مگر حقوق بیع عقد (خیار اوبالعیب تسلیم بیع قبض ثمن وغیرهم) وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں' جب اصیل عاقد نہ ہو بلکہ وکیل عاقد ہو حتیٰ کہ اگر ملک مسلم میں کسی طرح ممنوع العقد چیز خمر' خنزیر مثلاً آجائے' وہ خود اس کو فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے حق میں وہ مال متقوم نہیں البتہ کسی ذمی کو توکیل کے ذریعہ بیع ہو سکتی ہے' قرض کا معاملہ مقروض سے ہے اس کی طرف سے اتنی شرط ہے کہ مخصوص فارم پُر کر کے دو' ایک طرح اس کا ثبوت نص میں بھی ہے: ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ الآية'' اگر کوئی کاتب اجرت کتابت لے اس کے لیے یہ بھی جائز ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ قرض شرط نہیں جس کی بناء پر معاملہ قرض ناجائز ہو جائے' کاتب وکیل مقروض ہو یا غیر' سب کا ایک حکم ہے۔

شخص واحد سے دو معاملے ہوں اور ایک کو دوسرے کے لیے شرط قرار دیا جائے پھر بھی مجموعہ درست ہو' اس پر جو خلجان ہے اس کا تعلق حضرت تھانویؒ کی منقولہ عبارت سے ہے۔ اس کا جواب آپ جس طرح میرے ذمہ سمجھ رہے ہیں آپ کے ذمہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ دو معاملوں میں سے ایک کو دوسرے کے لیے شرط قرار دیا جائے' تب ناجائز ہے جیسے پھلوں کی بیع درختوں پر اور پھل پکنے تک درختوں کو اجارہ پر لیا جائے' یہ شرط کر لی جائے۔

میں نے مسلم فنڈ کے ذمہ داروں کو یہی مشورہ دیا تھا کہ فارم فروش مستقل آدمی کو قرار دیا جائے' آپ یہ کام نہ کریں تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائے' اگر کوئی کتابت کو شرط قرار دے تو یہ درست ہے اور اس کی مہذب اور سہل صورت یہ فارم ہے اور اس کی قیمت بمنزلہ اجرت کتابت ہے اور فارم بھی متقوم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۲۸)

شراکتی کمپنیوں کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل جو کاروبار چلا ہوا ہے کہ رقم کسی کمپنی میں شراکت داری کے لیے دے دیں

اور ہر ماہ منافع لیتے رہیں' اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ ایک تو نفع ونقصان میں شراکت ہوتی ہے اور دوسرے مقررہ ہوتا ہے۔ مثلاً ۵ فیصد؟

جواب: اس سلسلے میں ایک موٹا سا اُصول ذکر کردینا چاہتا ہوں کہ اس کو جزئیات پر خود منطبق کرلیجئے۔

اول: کسی کمپنی میں سرمایہ جمع کرکے اس کا منافع حاصل کرنا دو شرطوں کے ساتھ حلال ہے' ایک یہ کہ وہ کمپنی شریعت کے اصول کے مطابق جائز کاروبار کرتی ہو' پس جس کمپنی کا کاروبار شریعت کے اصولوں کے مطابق جائز نہیں ہوگا اس سے حاصل ہونے والا منافع بھی جائز نہیں ہوگا۔

دوم: یہ کہ وہ کمپنی اصول مضاربت کے مطابق حاصل شدہ منافع کا ٹھیک حساب لگا کر حصہ داروں کو تقسیم کرتی ہو' پس جو کمپنی بغیر حساب کے محض اندازے سے منافع تقسیم کردیتی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ اسی طرح جو کمپنی اصل سرمائے کے فیصد کے حساب سے مقررہ منافع دیتی ہو مثلاً اصل رقم کا پانچ فیصد' اس میں بھی سرمایہ لگانا جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے' اب یہ تحقیق خود کرلیجئے کہ کون سی کمپنی جائز کاروبار کرتی ہے اور اُصول مضاربت کے مطابق منافع تقسیم کرتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۸)

سودی کاروبار والی کمپنی میں شراکت جائز نہیں

سوال: ہم نے پچھلے سال چراٹ سیمنٹ کمپنی میں کچھ سرمایہ لگایا تھا اور مزید لگانے کا خیال ہے' لیکن کمپنی کی سالانہ رپورٹ سے کچھ شکوک پیدا ہوئے' مبادا کہ ہمارا منافع سود بن جائے' اس لیے درج سوالوں کے جواب مرحمت فرمائیں:

الف: کمپنی کچھ رقم بیمہ کو مشترکہ رقم سے ادا کرتی ہے' گویا کمپنی بیمہ شدہ ہے۔

ب: کمپنی کچھ رقم سود کے طور پر ان بینکوں کو ادا کرتی ہے جن سے قرض لیا ہے۔

ج: کمپنی کو کچھ رقم سود کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔

د: حصہ داران اپنے حصے کسی دوسرے فرد کو نفع کی صورت میں جب فروخت کرتے ہیں' مثلاً دس روپے کا حصہ لیا تھا' اب پندرہ روپے کو فروخت کرتا ہے اس بارے میں کیا حکم ہوگا؟ خدانخواستہ اگر مذکورہ احوال شرع کے خلاف ہو' تو حصے کمپنی کو واپس کرنے بہتر ہوں گے یا کسی عام فرد کے ہاتھ فروخت کرنا بہتر ہوگا؟

جواب: جو کمپنی سودی کاروبار کرتی ہو اس میں شراکت درست نہیں کیونکہ اس سودی کاروبار میں تمام حصہ داران شریک گناہ ہوں گے' کمپنی کا حصہ زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے' آپ کی

مرضی ہے' کمپنی کو واپس کردیں یا فروخت کردیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۸۹)

مضاربت کے مال کا منافع کیسے طے کیا جائے؟

سوال: جیسا کہ آج کل ایک کاروبار بہت گردش میں ہے وہ یہ کہ آپ اتنے پیسے کاروبار میں لگائیے اور اتنے فیصد منافع حاصل کیجئے حالانکہ بیع مضاربت میں یہ ہے کہ نفع نقصان آدھا آدھا ہوتا ہے جبکہ دُکان میں ہزاروں قسم کی اشیاء موجود ہوتی ہیں اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نفع لگانا بہت مشکل ہوتا ہے' کیا ہم شریعت کی رو سے یہ کرسکتے ہیں کہ ہر ماہ اپنی بکری کے لحاظ سے نفع کا اندازہ لگالیں اور پھر اس سے ہر ماہ کا نفع مقرر کرلیں؟

جواب: مضاربت میں ہر چیز کے الگ الگ منافع کا حساب لگانا ضروری نہیں بلکہ کل مال کا ششماہی وسالانہ (جیسا بھی طے ہوجائے) حساب لگاکر منافع تقسیم کرلیا جائے (جبکہ منافع ہو)
(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۸۹)

شراکت میں مقررہ رقم بطور نفع نقصان طے کرنا سود ہے

سوال: ایک شخص لاکھوں روپے کا کاروبار کرتا ہے' زید اس کو دس ہزار روپے کاروبار میں شرکت کے لیے دے دیتا ہے اور اس کے ساتھ یہ طے پاتا ہے کہ منافع کی شکل میں وہ زید کو زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے ماہوار کے حساب سے دے گا' باقی سب نفع دُکاندار کا ہوگا۔ اسی طرح نقصان کی صورت میں زید کا نقصان کا حصہ زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے ماہوار ہوگا' باقی نقصان دُکاندار برداشت کرے گا' کیا ایسا معاہدہ شریعت میں جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کو کس شکل میں تبدیل کیا جائے تاکہ یہ شرعی ہوجائے؟

جواب: یہ معاملہ خالص سودی ہے' ہونا یہ چاہیے کہ اس دس ہزار روپے کے حصے میں کل جتنا منافع آتا ہے اس کا ایک حصہ مثلاً نصف یا تہائی زید کو دیا جائے گا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۹۰)

شراکت کے کاروبار میں نفع ونقصان کا تعین قرعہ سے کرنا جوا ہے

سوال: چند لوگ شراکت میں کاروبار کرتے ہیں اور سب برابر کی رقم لگاتے ہیں' طے یہ پاتا ہے کہ نفع ونقصان ہر ماہ قرعہ کے ذریعہ نکالا جائے گا جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ نفع ونقصان کا ذمہ دار ہوگا' خواہ ہر ماہ ایک ہی آدمی کے نام قرعہ نکلتا رہے اس کو اعتراض نہ ہوگا' کیا شرع ایسے کاروبار کی اجازت دیتی ہے؟

جواب: یہ جوا (قمار) ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۹۰)

شراکت کی بنیاد پر کیے گئے کاروبار میں نقصان کیسے پورا کریں گے؟

سوال: دو آدمی آپس میں شراکت کی بنیاد پر تجارت کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ایک کی رقم ہے اور دوسرے کی محنت اور آپس میں نفع کی شرح طے ہے' کاروبار میں نقصان کی صورت میں نقصان کس تناسب سے تقسیم کیا جائے گا؟

جواب: یہ صورت "مضاربت" کہلاتی ہے' مضاربت میں اگر نقصان ہو جائے تو وہ رأس المال (یعنی اصل رقم جو تجارت میں لگائی گئی تھی) میں شمار کیا جائے گا۔ پس نقصان ہو جانے کی صورت میں اگر دونوں فریق آئندہ کے لیے معاملہ ختم کرنے کا فیصلہ کرلیں تو رقم والے کی اتنی رقم اور دوسرے کی محنت گئی لیکن اگر آئندہ کے لیے وہ اس معاملے کو جاری رکھنا چاہیں تو آئندہ جو نفع ہوگا اس سے سب سے پہلے رأس المال کے نقصان کو پورا کیا جائے گا' اس سے زائد جو نفع ہوگا وہ دونوں نفع کی طے شدہ شرح کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۹۱)

مضاربت کی بعض شرائط اور ان کا حکم

سوال: ہمارے یہاں چند سرمایہ داروں نے بسلسلہ کاروبار شرعی مضاربت کی بنیاد پر درج ذیل شرائط تحریری طور پر اپنے تمام سرمایہ کاروں سے طے کر رکھی ہیں۔

(۱) اگر کسی معاملہ میں نا اتفاقی ہوگئی تو فیصلہ شریعت کے مطابق ہوگا۔

(۲) فریقین میں سے اگر کوئی فریق کام ختم کرنا چاہے تو ایک ماہ بیشتر اطلاع دینی ہوگی اور اس اطلاع کا نفع نہ مل سکے گا۔

(۳) رقم بالا پر جو نفع ہوگا اس نفع کا چالیس فیصد ہر ماہ کے حساب پر دیا جائے گا' آپ فرمائیں کیا یہ شرعی مضاربت جائز ہے؟ کیونکہ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ سرمایہ دار اس رقم کو کس قسم کے کاروبار میں لگاتے ہیں اور نہ ہی یہ کہ کتنی مقدار کے منافع پر چالیس فیصد دے رہے ہیں؟

جواب: اطلاع ماہ کا منافع نہ مل سکے گا' یہ شرط فاسد ہے اس لیے اس شرط کا اعتبار نہ ہوگا' پس اطلاعی ماہ کا نفع دینا بھی ضروری اور واجب ہوگا۔

(۲) چالیس فیصد کا نفع ہر ماہ پر دیا جائے گا' یہ شرط صحیح ہے اور جب اس میں مال کی مقدار کا کوئی ذکر نہیں تو کل مال کے کل منافع کا چالیس فیصد رب المال کا ہر ماہ کے حساب پر حق واجب ہوگا۔

(۳) یہ جو معلوم نہیں کہ کسی قسم کے کاروبار میں اس رقم کو مالک لگاتے ہیں سو جب رب

المال نے کوئی قید نہیں لگائی تو یہ مضاربت مطلقہ ہوگئی' ہر کاروبار اس سے کیا جانا صحیح ہوگا' البتہ یہ ضروری ہوگا کہ حرام اور سودی کاروبار میں رقم نہ لگائی جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

جانوروں میں مضاربت کی چند صورتوں کا حکم

سوال: مضاربت کے عقد میں رب المال اس شرط پر رقم دے کہ جانوروں کی تجارت کرو' خریدنا' چرانا تمہارے ذمے ہے تو جانوروں کی چرائی اس پر ڈالنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جانور خرید کر ان کی تجارت کرو اور ان کے فروخت ہونے تک ان کے چرانے کی نوبت پیش آئے تو خود چرا کر لاؤ' تو یہ شرط مقتضائے عقد کے موافق ہے اور صحیح ہے' اگر یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں کے لیے گھاس اپنی قیمت سے خریدو' میں قیمت نہیں دوں گا اور وہ قیمت مال مضاربت میں محسوب نہ کرے تو یہ شرط ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۸ ص ۲۳۸)

بکری کو پالنے کی شراکت کرنا

سوال: محمد اقبال نے عبدالرحیم کو ایک بکری آدھی قیمت پر دی' عبدالرحیم کو کہا کہ ''میں اس کی آدھی قیمت نہیں لوں گا' آپ صرف اس کو پالیں یہ بکری جو بچے دے گی ان میں جو مادہ ہوں گے ان میں دونوں شریک ہوں گے باقی جو نر (مذکر) ہوں گے اس میں میرا حصہ نہیں ہوگا'' شرع محمدی کے مطابق یہ محمد اقبال اور عبدالرحیم کی شراکت جس میں نر میں سے حصہ نہ دینے کی شرط لگائی ہے' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ شراکت بالکل غلط ہے' اول تو دو شریکوں میں سے ایک پر بکریوں کی پرورش کی ذمہ داری کیوں ڈالی جائے......؟ پھر یہ شرط کیونکہ بکری کے مادہ بچوں میں تو حصہ ہوگا' نر میں نہیں ہوگا......؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۹۱)

عقد مضاربت میں کام کی تقسیم کرنا

سوال: مضاربت میں رب المال دو شخصوں سے کہے کہ ایک تم میں سے مال خریدے اور دوسرا چرائے' یعنی مضاربت کی دوسری شرطوں کے ساتھ خریدنے اور چرانے کی تقسیم و تعیین بھی کرے تو رب المال کو یہ اختیار ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کی تقسیم جائز ہے لیکن خرچ جو کچھ ہوگا وہ رب المال کا ہی ہوگا' اس کو عامل کے ذمے لگانا شرعاً جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۸ ص ۲۳۸)

اجارے کی تعریف کیا ہے؟

سوال: اجارے کا شرعی مفہوم کیا ہے؟

جواب: تملیک المنفعة بالعوض (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۲۰)
"عوض مقرر کر کے کسی شئ کے نفع کا مالک بنا دینا" (م ع)

اجرت مثل کی تعریف کیا ہے؟

سوال: اجرت مثل کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ہر ایک اجارے میں یہ دیکھا جائے کہ اس اجیر جیسا دوسرا شخص بعینہ یہی کام کس اجرت پر کرتا ہے پس جو اجرت دوسرا لیتا ہے وہی اجرت مثل ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۱۰)

بلا تعین اجرت کام کرنا

سوال: اگر کسی صاحب حرفہ نے بلا تعین اجرت کسی شخص کا کوئی کام کر دیا تو اب کتنی اجرت لازم ہوگی؟

جواب: اجرت مثل لازم ہوگی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۷)

ناتمام عمل کی اجرت کا حکم

سوال: ایک پزاوہ لگوایا گیا تھا' اور پزاوہ گر سے یہ طے ہوا تھا کہ فی ہزار اینٹ ایک روپیہ ہوگا اور ایندھن وغیرہ ہمارا اور ان کی پکوائی اور چھوائی تمہارے ذمے' سو پھر جب اینٹیں پزاوے میں لگا چکا اور لگا کر آگ دے چکا' آگ دے کر اس کی دبائی میں کوتاہی کر کے اپنے گھر چلا گیا اور کچھ خبر نہ لی اور اس میں کو ہوا نکل گئی اور پزاوہ بالکل خراب ہو گیا' اور ہم سے چالیس روپے لے گیا' اس کے پچاس روپے چاہتے تھے' سو اب اگر ہم اس کے بقایا پیسے اور سامان کو ضبط کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جتنا کام اجیر ہونے کی حیثیت سے اس کے ذمے تھا پچاس روپے اسی مجموعی کام کی اجرت تھی' جب عمل پورا نہیں ہوا تو اجرت پوری واجب نہ ہوگی مگر اس نے جتنا کام کیا ہے اس کی کوئی خاص اجرت نہ ٹھہری تھی کہ اگر دبائی کم ہوگی تو اتنی اجرت دیں گے اور ایسی صورت میں شرعاً اجر مثل واجب ہوتا ہے' پس دو متدین تجربے کاروں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر مقرر کیے ہوئے کام میں اتنی کمی رہ جائے تو کتنی اجرت کم ہونا چاہیے' اگر چھ روپے یا زیادہ بتلا دیں تو پھر اس بقیہ کا ضبط کر لینا جائز ہے اور یہ رقم اس کمی کے لیے کافی نہ ہو تو اسباب کو محبوس کر لینا جائز ہے' جب تک کہ اس سے وہ وصول نہ ہو' اس کا مالک ہو جانا اصل مذہب میں درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۱)

بوقت بیع اجرت متعین نہ کرنا

سوال: ہمارا کام جو سلائی کا ہے اگر کپڑا بغیر سلائی ٹھہرائے سی دیں اور جو کچھ سلائی وہ دے

اس پر خوش ہو جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ "وقد ذکر الفقهاء نظیره عقد البیع بعد استهلاک المبیع والتاویل التاویل" (امداد الفتاوی ج۳ص۳۴۰)

کیا ذابح کی روح سختی سے نکالی جائیگی

سوال: قصاب لوگ زید سے اجرت پر ذبح کا کام کراتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ حلال کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کی روح سختی سے نکالی جائے گی' کیا یہ درست ہے؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں صراحتاً مذکور ہے کہ جانور ذبح کرنے کی اجرت شرعاً جائز ہے اس لیے کوئی فکر نہ کریں اور یہ بات کہ ذبح کرنے والے کی روح سختی سے نکالی جائے گی یہ شرعاً بے اصل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۳ص۳۹۵)

ناجائز ملازمت کی پنشن کا حکم

سوال: ایک شخص کو جو ناجائز ملازمت کر رہا تھا' پنشن مل رہی ہے کیا اس پنشن سے اس کو یا کسی دوسرے کو انتفاع جائز ہے؟

جواب: ایسی پنشن جائز ہے بشرطیکہ پنشن دینے والے ادارے کی ذرائع آمدن حلال ہوں ورنہ اصل تنخواہ کی طرح اس پنشن کا لینا بھی حرام ہوگا' جیسے بینک کی پنشن کی تنخواہ اور پنشن دونوں سود سے دی جاتی ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ص۳۱۶)

امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت کا حکم

سوال: اہل مدارس ممتحنین سے سوالات بنواتے ہیں جن میں ان صاحبوں کا وقت صرف ہوتا ہے اور پھر جوابات امتحان بھی ان حضرات کو دیکھنے پڑتے ہیں جس میں وقت کا کثیر حصہ صرف ہوتا ہے' نیز ان کی روانگی وغیرہ بھی ان کے ذمے ہوتی ہے تو کیا اس محنت کا معاوضہ جو ان حضرات کو تبرعاً دیا جاتا ہے اور اس صرف شدہ وقت کی بابت حق الخدمت جو عام طور سے مدارس کی جانب سے دیا جاتا ہے لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں دو عمل ہیں' ایک سوالات امتحان بنانا' دوسرے جوابات امتحان دیکھنا' اول پر معاوضہ لینا شرعاً درست ہے' اگر پہلے متعین کر لیا جائے' عمل کو بھی اور معاوضے کو بھی اس طرح کہ مثلاً اتنے بڑے کاغذ پر اتنی سطروں کا سوال لکھنا ہوگا اور اس کا یہ معاوضہ ہوگا تاکہ جہالت عمل مفضی الی النزاع نہ رہے تو اجر مسمی واجب ہوگا' اگر پہلے معاوضہ متعین نہیں کیا گیا تو اجر مثل ہوگا۔

عمل ثانی کے جواز کی کوئی نظیر کتب فقہ میں نہیں ملی لیکن شمس الائمہ سرخسیؒ نے قرأت پر اجارہ باطل ہونے کی جو علت بیان کی ہے اس سے بطور مفہوم مخالف کے اس جزئیہ کا جواز نکلتا ہے۔ کذالک الاستیجار علی الحداء الٰی قوله فلا یکون ذالک موجبا للاجرة علیه اه (مبسوط ص ۳۸ ج ۱۶)

اگر وقت کی تعیین کی جائے اور پھر اس وقت کا معاوضہ لیا جائے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اضافہ اگر عمل معلوم اور متعین ہو خواہ تعیین سے خواہ عرفاً' الغرض ایسی جہالت نہ رہے جو جھگڑا پیدا کرنے والی ہو تو جواز میں تردد نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۱۰)

کتابت کی کاپی اجرت پر دینا

سوال: ایک شخص نے ایک کتاب تالیف کی' اپنے خرچ پر اس کی کتابت وطباعت کرائی' اب ایک تاجر کتب اسے دوبارہ طبع کرانا چاہتا ہے' مؤلف اس شرط پر اسے کاپیاں دے کہ مؤلف کو اس کتابت کی سو دو سو کاپیاں اصل لاگت پر دے اور مؤلف کی تالیفات کے متعلق کچھ اشتہارات بھی لگائے' کیا اس قسم کی شرائط لگا کر کتاب کی دوبارہ طباعت کی اجازت دینا شرعاً جائز ہے؟

جواب: کتابت کی کاپی کا مؤلف چونکہ مالک ہے اور اس کے اجارے کا عرف عام بھی ہو چکا ہے لہٰذا اس کے استعمال کی اجرت کے طور پر تاجر سے کچھ نسخے لے سکتا ہے' البتہ اشتہارات کی شرط لگانا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۷)

افیون کاشت کرنے پر اجرت لینا جائز ہے

سوال: افیون کاشت کرنے کی مزدوری لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ افیون کا استعمال دوا میں قدر سکر سے کم جائز ہے اس لیے اس کی کاشت (اور کاشت پر) اجرت لینا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۹)

کام کیے بغیر اوور ٹائم کی اجرت جائز نہیں

سوال: ایک سرکاری ادارے کے ملازمین کوئی اوور ٹائم وغیرہ نہیں لگاتے مگر حکومت کی طرف سے نگران افسران اوور ٹائم کی اجرت دلواتے ہیں' تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ جبکہ ملازمین طبقے کے ہیں اور تنخواہ سے ان کے اخراجات پورے نہیں ہوتے؟

جواب: اگر اوور ٹائم میں مزید کام لے کر اس کے عوض اصل اجرت سے زائد رقم دی جاتی ہے تو یہ جائز ہے اور اگر زائد کام لیے بغیر ہی اوور ٹائم کا حیلہ بنا کر رقم دی جاتی ہے تو یہ حلال نہیں۔
(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۳)

روٹی پکانے کی اجرت میں روٹی دینا

سوال: پنجاب میں یہ رواج ہے کہ دانے بھنوانے کے لیے دیتے ہیں تو بھٹی والا اجرت میں ان میں سے کچھ دانے ہی رکھ لیتا ہے' نیز روٹیاں تنور پر لگوانے جائیں تو بجائے پیسے دینے کے ایک آدھ آٹے کا پیڑا یا کچھ آٹا ہی کچا رکھ لیتا ہے تو کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: یہ معاملہ جائز ہے' بظاہر اس میں دو اشکال ہیں:

(۱) اجرت عمل سے ہے (۲) اجرت مجہول ہے۔

اشکال اول کا جواب یہ ہے کہ دانے کچے لینے میں اور آٹا لینے میں اجرت عمل سے نہیں' ہاں روٹی اور بھنے ہوئے دانے لینے میں اجرت عمل سے ہے مگر چونکہ یہ شرط نہیں کہ اجرت انہی سے ہوگی اگر ان کے بجائے دوسرے دانے اور آٹا دے دے تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوتا' اجرت من العمل اس وقت ناجائز ہے جبکہ وہ مشروط ہو' یہاں مشروط نہیں اس لیے جائز ہے۔ "حالانکہ معروف ہے" (م'ع)

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جہالت اجرت سے جھگڑا پیدا نہ ہو تو اس سے اجارہ فاسد نہیں ہوتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۲) "اور خال خال کا اعتبار نہیں" (م'ع)

آڑت اور دلالی کی اجرت کا حکم

سوال: جو شخص آڑت کا کام کرتے ہیں اور آڑھت دونوں فریق سے لیتے اور چنگی مال میں سے علیحدہ لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ چنگی جو زمیندار کے مال میں سے نکال کر جمع کرتے ہیں پھر اس مال میں سے چنگی و آڑت لیتے ہیں' ایسی کمائی سے جو مال جمع ہو وہ حلال ہے یا حرام؟

جواب: دلالی کی اجرت کام اور محنت کے موافق دینا اور لینا جائز ہے بشرطیکہ ظاہر کر کے رضا سے لیا جائے اور جو خفیہ طور سے لیا جاتا ہے وہ جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۴)

جہاز کے زائد ٹکٹ کو واپس کرنا

سوال: ایک شخص جہاز میں سوار ہو کر جو کہ کسی کمپنی کا ہے' سرکار کا نہیں' ٹکٹ ماسٹر سے دو آدمیوں کا ٹکٹ مانگا کہ ایک میرا رفیق سفر ہے' رفیق آیا' اس نے بھی بلا اطلاع اس کے اپنا ٹکٹ لیا' اس لیے ایک ٹکٹ دہرا ہو گیا' ماسٹر سے کہا گیا کہ ایک ٹکٹ واپس لو کہ زیادہ ہو گیا' ماسٹر نے واپس نہیں لیا' اس لیے یہ شخص چاہتا ہے کہ کسی طرح اپنا حق (ایک ٹکٹ زائد کا محصول) کمپنی سے وصول کر لے' وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب: کر سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۳)

شراب یا سود کی رقم سے تنخواہ لینا

سوال: مسئلہ ذیل میں روزگار کے اعتبار سے مقابلۃً کون سی صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

ا۔ایک شخص مدرسے میں کسی ریاست کے ملازم ہے والئی ریاست نے ایک رقم کثیر سرکاری بینک میں جمع کر رکھی ہے کہ اس کے سود سے اس کے اخراجات نکلتے ہیں گو دوسری مد سے امداد آجائے مگر مستقل آمدنی سود والی ہے۔

۲۔ایک دوسرا مدرسہ جس میں کوئی آمدنی وقف نہیں اور تنخواہ ریاست کے سرکاری خزانے سے دی جاتی ہے جس میں محکمہ شراب کی آمدنی بھی شامل ہے لیکن اس ریاست کے سکے کا تبادلہ اگر سکہ انگریزی سے کرنا پڑے (مثلاً وطن روپیہ بھیجنا ہے اور وہ انگریزی علاقے میں ہے) اور اس کو اپنی تنخواہ کا قلیل حصہ کٹوا دینا پڑے جس کو والئی ریاست اس کو پنشن دیتے وقت مع کچھ اضافے کے واپس کرے جس کی نسبت یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ بینک میں جمع کیا جاتا ہے یا تجارت میں لگایا جاتا ہے بدرجہ مجبوری اور دیگر روزگار نہ ہونے کی حالت میں کون سی صورت قابل اختیار ہے؟

جواب: دوسری (امداد الفتاویٰ ج۳ ص ۳۶۱)

کرایہ دار کی موت سے فسخ اجارہ کا حکم

سوال: بکر کے بزرگان نے ایک زمین چار آنہ کرائے پر لے کر مکان تیار کیا جس کو عرصہ ہو گیا ہے آج کل وہ زمین قیمتی ہو گئی ہے مالکان موجودہ چاہتے ہیں کہ بکر زمین کو چھوڑ دے یا کرایہ بڑھائے مگر بکر نہ زمین چھوڑتا ہے نہ کرایہ بڑھاتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ میرے بزرگوں سے مقرر ہو چکا ہے اسی کرائے پر قابض رہوں گا بلکہ بعض سال اس کرائے کو بھی نہیں ادا کرتا اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: بکر کے بزرگوں نے اگر وہ زمین کرائے پر باقاعدہ لی تھی اس طرح پر کہ اصل مالک سے کرایہ اور مدت کرایہ داری کو طے کر لیا تھا تب تو یہ اجارہ صحیح تھا اور عقد اجارہ مالک یا کرایہ دار کے مرنے سے فسخ ہو جاتا ہے۔ پس اگر اصل معاملہ کرایہ کا کرنے والا مر چکا ہے تو یہ معاملہ فسخ ہو گیا اب از سر نو بکر سے یا جس سے دل چاہے معاملہ کرنا چاہیے جس کرائے پر بھی فریقین رضا مند ہوں معاملہ کر لیا جائے پہلے معاملے کا اب کوئی اعتبار نہیں اور جو مکان بکر نے بنایا ہے وہ بکر کا ہے اس کو اختیار ہے خواہ گرا کر اپنا سامان اٹھا لے خواہ مالک کے ہاتھ فروخت کر دے اور مالک اگر خریدنا چاہے تو اس کی قیمت دے دے اور قیمت گرے ہوئے مکان یعنی اینٹ وغیرہ کی معتبر ہوگی قائم اور تعمیر شدہ مکان کی قیمت معتبر نہ ہوگی اور جو بکر ہی اصل مالک سے وہ زمین از سر نو

کرائے پر لے لے تو مکان کو گرانے کی ضرورت نہیں۔

اور اگر بکر کے بزرگوں نے کوئی مدت کرایہ داری کی متعین نہیں کی تھی تو یہ اجارہ فاسد تھا جس کا فسخ کرنا واجب ہے۔

اضافہ: مرنے کی وجہ سے اصل قاعدے کے موافق اجارہ بے شک فسخ ہو جاتا ہے لیکن اگر ورثہ طرفین اس پر عملدرآمد رکھیں تو فسخ کا اثر ظاہر نہ ہوگا' اجارہ صحیح رہے گا' ہاں اگر طرفین کے ورثہ میں سے کوئی شخص اس کو باقی رکھنا نہ چاہے تو فسخ ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۳۶۶)

بینکنگ کے معاملات میں ''استجرار'' کا استعمال

بینکنگ کے معاملے میں ''استجرار'' سے کام لینے کا جہاں تک تعلق ہے تو آج کل اسلامی بینکوں میں جو معاملات رائج ہیں وہ چار قسم کے ہیں یعنی مرابحہ' اجارہ' مضاربت اور شرکت۔ ان چار میں سے آخری تین میں تو ''استجرار'' سے کام لیا جا سکتا ہے اور اس لیے کہ بینک کے جو ایجنٹس بینک سے سرمایہ وصول کر کے کاروبار چلاتے ہیں ان کے ساتھ ''استجرار'' کا معاملہ کرنا ممکن ہی نہیں لیکن بینک ''سپلائرز'' کے ساتھ ''استجرار'' کی بنیاد پر مرابحہ کا معاملہ اس طرح کر سکتا ہے کہ بینک مختلف تجارتی کمپنیوں کے ساتھ یہ سمجھوتہ کرے کہ وہ بازاری نرخ کی بنیاد پر عنقریب ان سے مختلف سامان اور آلات اور مشینریاں خریدے گا یا بازاری نرخ پر ایک معین ڈسکاؤنٹ کم کر کے بینک یہ سامان خریدے گا۔ پھر جب بینک کے پاس کوئی گاہک شرعی مرابحہ کرنے کے لیے آئے تو اس وقت بینک ''استجرار'' کی بنیاد پر گاہک کا مطلوبہ سامان ان تجارتی اداروں سے خریدلے گا اور پھر وہ سامان گاہک کو ''مرابحہ'' کے طریقے پر فروخت کر دے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ بینک ان کے ساتھ ''استجرار'' کے مشابہ ایک معاملہ کرے' وہ یہ کہ بینک ان سے یہ معاہدہ کرے کہ ایک سال کے دوران بینک ان کو فلاں فلاں اشیاء ''عقد مرابحہ'' کے طور پر اتنی مقدار میں فراہم کرے گا پھر ایجنٹ وہ تمام اشیاء ایک ہی دفعہ میں بینک سے وصول نہ کرے بلکہ سال کے دوران متفرق طور پر وصول کرے۔ مثلاً بینک نے ایجنٹ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ وہ ایک سال کے دوران دس ملین روپے کی قیمت کا سامان ایجنٹ کو فروخت کرے گا تو اب ایجنٹ یہ سامان ایک ہی مرتبہ میں نہ خریدے بلکہ مثال کے طور پر ابتداء میں ایک ملین کی اشیاء خریدے اور پھر سال کے دوران ضرورت کے مطابق وہ ایجنٹ بینک سے سامان خریدتا رہے۔ حتیٰ کہ اگر یمنٹ میں طے شدہ رقم (دس ملین) کی اشیاء سال بھر کے اندر وصول کر لے' اس وقت یہ معاہدہ مکمل ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا معاملہ "استجرار بثمن موخر" کی پہلی صورت کے موافق ہے اس لیے کہ ایجنٹ (گاہک) بینک سے کچھ کچھ وقفہ سے سامان لیتا رہتا ہے لیکن ہر مرتبہ لیتے وقت اس سامان کا ثمن معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں "بیع التعاطی" کے جواز کے قائلین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور ہم نے پیچھے "بیع التعاطی" کی بحث میں بیان کیا تھا کہ "مرابحہ" کے معاملہ میں "تعاطی" کو جاری کرنا اس معاملے کو "ربا" کے مشابہ بنا دیتا ہے۔ اس وجہ سے اس سے احتراز ہی مناسب ہے۔ اس لیے عقود مرابحہ میں بینک گاہک کی مطلوبہ اشیاء کو پہلے اپنی ملکیت میں لائے' اس کے بعد بینک اور گاہک ایجاب وقبول کے ذریعے مستقل عقد بیع کریں تا کہ کچھ عرصہ کے لیے وہ اشیاء بینک کی ملکیت اور اس کے ضمان میں آ جائے اور بینک کے لیے اس پر نفع لینا جائز ہو جائے۔

لہٰذا مندرجہ بالا شرط کے ساتھ "عقد مرابحہ" میں "استجرار" کے مشابہ مندرجہ بالا طریقے کو جاری کرنا جائز ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فقہی مقالات جلد۳ ص۲۳۵ تا ۲۶۰)

اجارہ فاسدہ کا حکم

سوال: اجارہ فاسدہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بوقت اجارہ اجرت متعین کر دی گئی تھی تو اس صورت میں اجرت مثل دلائی جائے گی' بشرطیکہ مقررہ اجرت سے زائد نہ ہو' اور اگر پہلے کوئی اجرت ہی متعین نہیں ہوئی تو پھر اجرت مثل جس قدر بھی ہو دلائی جائے گی۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۰۷)

اجارہ فاسدہ کی ایک صورت

سوال: زید اپنی گھوڑی عمر کے پاس چھوڑتا ہے اس لیے کہ اس کے پاس گدھا ہے۔ جس سے خچر پیدا ہوگا' پھر وہ اس کی کچھ روز تک پرورش بھی کرے گا' اس کے بعد حسب وعدہ حصہ ایک دوسرے کو روپے دے کر خچر کو رکھ لیتا ہے' یہ طریقہ منافع حاصل کرنے کا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ اگر چہ حصہ پر جانور دینے میں داخل نہیں مگر نا جائز ہے کہ اس میں معاہدہ ہے بچے کو بانٹ لینے کا' یہ بھی اجارہ فاسدہ ہے جیسے مرغیاں' بکریاں کسی کو دیں کہ جو کچھ بچے پیدا ہوں وہ آدھے آدھے دونوں کے ہوں گے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ڈرائیونگ لائسنس بنوانے کی اجرت

سوال: موٹر ڈرائیونگ سکول والوں کا ڈرائیور کو لائسنس بنا کر دینے کی اجرت کو مندرجہ ذیل

دوصورتوں میں سے کسی ایک میں داخل قرار دے کر جائز کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ا۔ سکول والا اپنی بھاگ دوڑ اور محنت کی اجرت لیتا ہے۔

۲۔ سکول والا دلال ہے اور دلال کی اجرت جائز ہے۔

بہرحال اس کے جواز کی صورت تحریر فرمائیں:

جواب: صورت ثانیہ یعنی اس معاملے کو دلالی قرار دینا صحیح نہیں' اس لیے کہ دلال کے دو مقصد ہوتے ہیں' ایک بائع کی تلاش' دوسرا بیع پر راضی کرنا' صورت سوال میں یہ دونوں مفقود ہیں کیونکہ بائع حکومت ہے جو متعین ہے اور قانوناً اس پر واجب ہے کہ ماہر ڈرائیور کو لائسنس جاری کرے۔ لہٰذا بیع پر رضامند کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

صورت اولیٰ صحیح ہے اس لیے کہ لائسنس حاصل کرنے میں تین قسم کی محنت ہے۔

(۱) درخواست دینا (۲) محکمے سے منظور کروا کر لائسنس وصول کرنا (۳) وصول کرنے کے بعد درخواست دہندہ تک پہنچانا۔

ان میں سے قسم اول وثالث پر اجرت کے جواز میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ یہ دونوں اجیر کے اختیار میں ہے۔ قسم ثانی پر اشکال یہ ہے کہ لائسنس منظور کروانا اور وصول کرنا اجیر کے اختیار میں نہیں اور قدرت بقدرۃ الغیر بحکم عجز ہے۔ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ محکمہ قانوناً لائسنس دینے کا پابند ہے اس لیے یہ کام قدرت اجیر سے خارج نہیں اس جواب میں تامل ہے اس لیے محنت کی قسم اول وثالث پر اجارہ کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۲)

کسی کو لاکھ کی گاڑی دلوا کر ڈیڑھ لاکھ لینا

سوال: میرے کچھ دوست زرعی اجناس کے علاوہ کاروں کا' ٹرکوں کا کاروبار بھی کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ کسی پارٹی کو وہ ایک کار خرید کر دیتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ ''اس ایک لاکھ کی رقم پر جس سے کار دلوائی گئی ہے اس پر مزید ۵۰ ہزار روپے زیادہ وصول کروں گا'' اس کے لیے وقت کم وبیش سال یا ڈیڑھ سال مقرر کرتے ہیں اور میرے خیال میں جو لوگ سود کا کاروبار کرتے ہیں وہ بھی رقم پر سود اور اس کی واپسی پہلے طے کرتے ہیں؟

جواب: اگر ایک لاکھ کی خود کار خرید لی اور سال ڈیڑھ سال اُدھار پر ڈیڑھ لاکھ کی کسی کو فروخت کردی تو جائز ہے اور اگر کار خریدنے کے خواہش مند کو ایک لاکھ روپے قرض دے دیے اور یہ کہا کہ ''ڈیڑھ سال

بعد ایک لاکھ پر پچاس ہزار زیادہ وصول کروں گا" تو یہ سود ہے اور قطعی حرام ہے۔ (جامع الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۹۶)

کیا گاڑی خریدنے کی یہ صورت جائز ہے؟

سوال: کچھ دن پہلے میں نے ایک عدد گاڑی درج ذیل طریقے سے حاصل کی تھی آپ بغیر کسی چیز کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا جواب تحریر فرمائیں تا کہ ہم حکم خداوندی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑنے والے نہ بنیں؟

گاڑی کی قیمت: ۹۵۰۰۰ روپے جو رقم نقد ادا کی گئی: ۲۰۰۰۰ روپے بقایا رقم: ۷۵۰۰۰ روپے

چونکہ جس شخص سے گاڑی لی گئی تھی اس سے گاڑی اس صورت میں لینا طے پائی تھی کہ گاڑی جتنی بھی قیمت کی ہوگی ہم گاڑی فروخت کرنے والے شخص کو ۵۰۰۰۰ کی رقم پر ۱۰۰۰ روپے مزید ادا کریں گے لہٰذا اس صورت میں جو ان کی ۷۵۰۰۰ روپے کی رقم تھی اس پر وہ ہم سے ۱۶۵۰۰ روپے اسی شرط کے مطابق وصول کریں گے جو رقم انہوں نے گاڑی خریدنے میں صرف کی۔ وہ ۷۵۰۰۰ روپے واجب الادا رقم جواب ہم ان کو ادا کریں گے ۹۱۵۰۰ روپے بنتی ہے اور یہ رقم ہم ان کو ۱۵ ماہ کے عرصے میں ادا کرنے کے مجاز ہوں گے؟

جواب: گاڑی کا سودا کرنے کی یہ صورت تو صحیح نہیں ہے کہ اتنے روپے پر اتنے روپے مزید لیں گے گاڑی والا گاڑی خریدے اس کے بعد وہ جتنے روپے کی چاہے بیچ دے اور اپنا نفع جتنا چاہے لگالے تو یہ صورت صحیح ہوگی۔ (ایضاً)

گاڑی پر قبضے سے پہلے اس کی رسید فروخت کرنا

سوال: اگر کوئی شخص ایک گاڑی دس ہزار روپے میں بک کرتا ہے اور وہ گاڑی اس کو چھ مہینے پہلے بک کرائی ہے تو جب اس کی گاڑی چھ مہینے میں نکلے تو اس کو اس وقت اس میں کچھ نفع ہو تو وہ گاڑی بغیر نکالے صرف "رسید" فروخت کرسکتا ہے؟ یا پورے پیسے بھر کر پھر گاڑی کو فروخت کرے؟ اس طرح دکان کا بھی گھر کا بھی اور پلاٹ کا بھی مسئلہ بیان کریں؟

جواب: جو چیز خریدی جائے جب تک اس کو وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کرلیا جائے اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں دکان مکان اور پلاٹ کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ جب تک ان پر قبضہ نہ ہوجائے ان کی فروخت جائز نہیں گویا اصول اور قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبضے سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنا صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۹)

مسئلہ قفیز الطحان کا حکم

سوال: جناب مفتی صاحب! ہمارے علاقے میں آٹا پیسنے والی مشینیں عام ہیں لوگ آٹا

پسوانے کے لیے گندم وغیرہ لاتے ہیں اور مالک مشین نقد کے بجائے بیسواں یا تیسواں حصہ آٹا پینے کے عوض اجرت کے طور پر لیتے ہیں' کیا ایسا اجارہ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت قبیلہ قفیز الطحان سے ہے یعنی کسی ایسی چیز کو اجرت میں متعین کرنا ہے جو اجیر کے عمل سے وجود میں آتی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اجارہ سے منع فرمایا ہے' اس کے صحیح یا ناجائز ہونے پر بہت سی صورتیں موقوف ہیں' ہاں اگر بغیر تعیین کے اسی جنس سے پہلے یا بعد میں اُجرت دی جائے تو بالاتفاق جائز ہے' مشائخ بلخ نے اپنے علاقہ میں ابتلاء عوام وخواص کی بناء پر روٹی کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کا ذکر ہے لیکن آج کل چونکہ اکثر بلاد میں یہ طریقہ مروج ہے مگر قفیز الطحان کا مسئلہ جوں کا توں رہے گا' عرف کی وجہ سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ (فتاویٰ حقانیہ جلد ۶ ص ۲۶۹)

عدالتی فیس کے متعلق چند اصول

سوال: عدالتی فیس کے بارے میں درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں؟

۱۔ کیا عدالت میں مقدمہ دائر کرتے وقت عدالت کوئی فیس وصول کر سکتی ہے؟

۲۔ قاضی کا دونوں فریقوں سے اپنے لیے فیس وصول کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اور قاضی کا حکومت سے تنخواہ لینا تقریباً بالاتفاق ناجائز ہے لیکن کیا حکومت کا متنازعین سے اس بناء پر فیس وصول کرنا کہ اس کے ذریعے عدالت کے اخراجات پورے کیے جائیں' جائز ہوگا؟

۳۔ پاکستانی عدالتوں میں صورت حال یہ ہے کہ عائلی مقدمات کی عدالتوں' حادثات کی عدالتوں' کرایہ داری کے مقدمات اور فوج داری کے مقدمات میں کوئی فیس نہیں ہے' بعض مقدمات میں پندرہ روپے معمولی فیس وصول کی جاتی ہے جس کو یقیناً کاغذ وغیرہ کا خرچہ کہا جا سکتا ہے' اسی طرح دیوانی مالی معاملات میں اگر مقدمہ پچیس ہزار روپے سے کم کا ہے تو اس پر بھی کوئی عدالتی فیس نہیں لی جاتی۔ البتہ ایسے مالی معاملات جس میں کسی کو پنجاب اور سرحد میں پچیس ہزار روپے سے زائد اور سندھ میں پچاس ہزار روپے سے زائد ملتے ہوں تو اس پر ساڑھے سات فیصد کے حساب سے فیس لی جاتی ہے۔ اس میں بھی اگر کوئی شخص درخواست دے دے کہ وہ اپنی تنگی کی وجہ سے فیس ادا نہیں کر سکتا تو اس کو عموماً اس فیس سے معاف رکھا جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ صرف دولت مند لوگوں سے عدالتی اخراجات کے لیے یہ فیس وصول کی جاتی ہے' اگر یہ فیس وصول نہ کی جائے تو عدالتی اخراجات پورے کرنے کے لیے ٹیکس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے جس کی زد بالآخر تمام باشندوں پر پڑے گی' خواہ وہ مقدمے بازی میں ملوث ہوں یا نہ ہوں۔

اس کے علاوہ اگر یہ فیس بالکل ختم کردی جائے تو اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ مقدمے بازی بے حد بڑھ جائے گی اور بے بنیاد مقدمات دائر کرنے کی ہمت افزائی ہوگی؟ کیا یہ باتیں عدالتی فیس کا جواز پیدا نہیں کرتیں؟

جواب: امن وامان قائم رکھنا اور انصاف کی فراہمی حکومت کے ذمے فرض ہے لہٰذا ادائے فرض کی عبادت پر انصاف طلب کرنے والوں سے اجرت لینا ناجائز اور حرام ہے۔

کورٹ فیس کے مسئلے میں لفظ ''فیس'' اجرت ہی کا متبادل لفظ ہے۔ لہٰذا عدالت کے لیے متنازعین سے مقدمے سننے پر ''کورٹ فیس'' وصول کرنا کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔

البتہ اگر قومی خزانے میں حقیقی اخراجات کی کثرت کی وجہ سے عدالتی اخراجات کے لیے رقم کی واقعتاً گنجائش نہ ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں اس کی گنجائش ہے کہ حکومت عدالت کے حقیقی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ملک کے مال دار باشندوں پر ان شرائط کے مطابق ٹیکس عائد کردے جن کی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے نشاندہی فرمائی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ ٹیکس مال دار باشندوں میں سے بھی صرف ان مال دار افراد پر عائد کیا جائے جو اپنے مسائل کے حل کے لیے عدالت سے رجوع کریں مگر اس میں بھی دو شرائط کی پابندی کا اہتمام ضروری ہے۔

۱۔ مال دار باشندوں سے لیا جانے والا یہ ٹیکس صرف عدالتی اخراجات پورے کرنے کے لیے بدرجہ مجبوری لیا جائے' اسے حکومت کی باقاعدہ آمدنی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

۲۔ یہ ٹیکس اس تناسب سے ہرگز زائد نہ وصول کیا جائے جو فی الحال کورٹ فیس اور حقیقی عدالتی اخراجات کے درمیان پایا جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۴)

محصول چونگی نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال: محصول چونگی لینا دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص مال چھپا کرلے گیا تو اس کے لیے وہ مال کیسا ہے؟ اور کیا چونگی ٹھیکیدار کو اس کی شکایت لگانا چاہیے؟

جواب: محصول چونگی شرعاً جائز نہیں' اگر مال وآبرو کا خطرہ نہ ہو تو نہ دی جائے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۱۲)

چندہ جمع کرنیوالے کو چندے میں سے فیصد کے حساب سے کمیشن دینا

سوال: کسی دینی مدرسے کے لیے کوئی سفیر مقرر کیا جائے اور وہ سفیر کہے کہ میں ۳۳ فیصد یا ۳۰ فیصد

لوں گا جبکہ خلفائے راشدینؓ کے دور میں زکوٰۃ‘ صدقات اکٹھا کرنے والے حضرات کو بیت المال سے مقررہ ماہانہ دیا جاتا تھا اور آج ایک سفیر دینی ادارے کے لیے کام کرنے کا ۳۰ فیصد یا ۳۳ فیصد لینا چاہتا ہے جبکہ ایک مفتی صاحب یہ فتویٰ دے چکے ہیں کہ یہ کمیشن لینا یعنی فیصد لینا ناجائز ہے اور میرا موقف ہے کہ یہ جائز ہے یا اسے تنخواہ دی جائے یا فیصد؟ اب آپ سے استدعا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل واضح اور مدلل جواب عنایت فرما کر اُمت مسلمہ پر احسان عظیم فرمائیں؟

جواب: سفیر کا فیصد کمیشن مقرر کرنا دو وجہ سے ناجائز ہے‘ ایک تو یہ اجرت مجہول ہوئی کیونکہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ مہینے میں کتنا چندہ کر کے لائے گا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ کام کرنے والے نے جو کام کیا ہو اسی میں سے اجرت دینا ناجائز ہے‘ اس لیے سفیر کی تنخواہ مقرر کرنی چاہیے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۰۶ تا ۳۰۸)

خلاف شرع ملازمت چھوڑنا

سوال: جس شخص کا دل ملازمت کو بسبب قواعد کے کہ نماز قضا ہوتی ہے‘ انگریزی زبان سیکھنی اور بولنی پڑتی ہے اور والدین چھوڑنے سے ناراض ہیں تو سائل کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اصل مقصود قواعد سے یہ ہے کہ جب کہیں لڑائی دَرپیش ہو تو قواعددان بھیجے جائیں؟

جواب: یہ نوکری اس وجہ سے کہ نماز فرض فوت ہوتی ہے اور کفار و مسلمین کے مقابلے کے وقت کفار کی تائید کرنا پڑتی ہے اور وقت پر انکار ہو نہیں سکتا‘ ناجائز ہے‘ اس کو چھوڑ دینا چاہیے اگرچہ والدین ناراض ہوں‘ خدائے تعالیٰ کے سامنے کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۳)

عقد اجارہ مکمل ہونے کے بعد انکار کر دینا

سوال: دکان نمبر ۹۴ دو سو روپے کرائے پر گواہوں کے روبرو تحریر ہوئی اور اقرار کیا کہ ایک ہفتہ میں قبضہ دے دوں گا‘ اب اسی کی دکان نمبر ۹۳ خالی ہے وہ دکان نمبر ۹۴ کے عوض میں اس شرط پر دیتا ہے کہ دکان نمبر ۹۴ خالی ہونے پر تم کو دیدی جائے گی چونکہ وہ دکان موقع کی تھی اور یہ کج میں دبی ہوئی ہے‘ اب مالک دکان اس بات پر حجت کرتا ہے کہ میں کرایہ پورا لوں گا‘ یعنی مبلغ دو سو روپے اور کچھ ہرجانہ وغیرہ نہیں دوں گا‘ اس صورت میں مالک دکان سے میں ہرجانہ لے سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: دکان نمبر ۹۴ جس کا کرایہ نامہ مکمل ہو کر عقد اجارہ سائل کے حق میں مکمل ہو چکا ہے‘ مالک دکان کے ذمہ شرعاً واجب ہے کہ اپنی تحریر کے موافق اس کرایہ دار کے حوالے کر دے اور سائل کو حق ہے کہ وہ بذریعہ عدالت یا پنچایت وغیرہ مالک دکان کو دکان نمبر ۹۴ کے دینے پر مجبور کرے لیکن

خلاف ورزی کی صورت میں سائل کو مالک سے کوئی مالی جرمانہ لینے کا حق نہیں' البتہ کرایہ اس دکان کا اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا اور مالک دکان اس حرکت کی وجہ سے سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہوگا۔

باقی رہا دکان نمبر ۹۳ کا قصہ سو یہ ایک مستقل معاملہ ہے اس کو پہلے معاملے سے کچھ تعلق نہیں' نہ سائل اس پر مجبور ہے کہ وہ اس دکان کو ضرور نئے یا اسی کرائے پر لے اور نہ ڈکاندار اس پر مجبور ہے کہ اس کو دے بلکہ طرفین کی رضامندی سے جو کرایہ طے ہو جائے وہی معتبر ہوگا۔ (امداد المفتیین ج ۳ ص ۸۶۵)

کرائے دار کا دوسرے کو دکان وغیرہ کرائے پر دینا

سوال: ایک آدمی کے قبضہ میں دکان کافی عرصہ سے تھی اب وہ شخص بیمار ہو کر چار پانچ سال سے گھر پڑا ہے' دکان بند ہے اور وہ شخص دکان کا کرایہ ادا کرنا مفت سمجھتا ہے چونکہ وہ بیمار گھر پڑا ہے تو کیا وہ شخص اس دکان کو پگڑی پر دے کر کرایہ وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کرائے دار کے لیے اس کی اجازت نہیں کہ جتنے کرائے پر خود دکان لی ہے اس سے زائد کرائے پر کسی کو دے یا مالک اگر خالی کرائے تو اس سے پگڑی لے' البتہ اگر کرائے دار نے دکان کی حیثیت کو بڑھا دیا' مثلاً اس میں الماریاں لگوا دیں یا کوئی اور ایسا تصرف کیا جس سے دکان کی شان بلند ہوگئی تو اس کے موافق پگڑی کے نام یا اضافہ کرایہ کے نام سے لینا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۷۲)

ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے کا کاروبار کرنا

سوال: کیا ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے والوں کا کاروبار جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا یہ کاروبار کرنے والے کی نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور دوسرے نیک اعمال قبول ہوں گے؟

جواب: فلموں کے کاروبار کو جائز کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس کی آمدنی بھی حلال نہیں' نماز' روزہ اور حج' زکوٰۃ فرائض ہیں' وہ ادا کرنے چاہئیں اور وہ ادا ہو جائیں گے مگر ان میں نور پیدا نہیں ہوگا' جب تک آدمی گناہوں کو ترک نہ کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۵۱)

پگڑی سسٹم کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل دکانوں کو پگڑی سسٹم پر فروخت کیا جا رہا ہے۔ یعنی ایک دکان کو کرایہ پر دینے سے پہلے کچھ رقم مانگی جاتی ہے' مثلاً ایک لاکھ روپیہ اور پھر کرایہ بھی ادا کرنا ہوگا لیکن پیشگی رقم دینے کے باوجود ڈکاندار کو مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے اور اگر مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں تو پھر کرایہ کس چیز کا مانگا جاتا ہے؟

جواب: پگڑی کا طریقہ شرعی قواعد کے مطابق جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل جلد ۶ ص ۱۵۱)

زمین بٹائی پر دینا جائز ہے

سوال: زمین داری یا بٹائی پر زمین کے خلاف اب تک جو شرعی دلائل سامنے آئے ہیں ان میں ایک دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ معاملہ سود سے ملتا جلتا ہے جس طرح سودی کاروبار میں رقم دینے والا فریق بغیر کسی محنت کے متعین حصے کا حق دار رہتا ہے اور نقصان میں شریک نہیں ہوتا' اسی طرح کاشت کے لیے زمین دینے والا جسمانی محنت کے بغیر متعین حصے (آدھا' تہائی) کا حق دار بنتا ہے اور نقصان سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ معاملہ "سود" کے ضمن میں آجاتا ہے۔ کاشتکاری میں مالک کی زمین بالکل محفوظ ہوتی ہے' پھر وہ جب چاہے کاشتکار سے زمین لے سکتا ہے' زمین میں کاشت کی وجہ سے زمین کی قیمت' زرخیزی اور صلاحیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی جس قباحت کی وجہ سے سود ناجائز ہے' یہی قباحت بٹائی میں بھی موجود ہے۔ مندرجہ بالا دلیل میرے خیال میں مکان کرائے پر دینے پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ مالک مکان بغیر کسی محنت کے متعین کرایہ وصول کرتا ہے اور ملکیت بھی محفوظ رہتی ہے؟

جواب: زمین کو ٹھیکے پر دینا اور مکان کا کرایہ لینا تو سب آئمہ کے نزدیک جائز ہے' زمین بٹائی پر دینے میں اختلاف ہے' مگر فتویٰ اس پر ہے کہ بٹائی جائز ہے' اس کو "سود" پر قیاس کرنا غلط ہے' البتہ "مضاربت" پر قیاس کرنا صحیح ہے اور مضاربت جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۹۶ تا ۹۷)

پرندوں کو پرورش دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: سندھ میں لوگ سفید پرندے پالتے ہیں' اس کی پشت کے پر تیس روپے تولے بیچتے ہیں جو لاکھوں روپے کی تجارت ہوتی ہے اور ان پرندوں میں اس طرح شرکت کرتے ہیں کہ کسی نے دوسو روپے کے پرندے خرید کر کسی کو اس شرط پر دیئے کہ ان کا پالنا تیرے ذمہ ہے' باقی ان کی خوراک خرچ آمدنی سے نکال کر جو باقی بچے گی اس سے پہلے میرے دوسو ادا کیے جائیں گے باقی دونوں کا آدھا آدھا ہوگا۔

یا دوسو ادا کر دینے کے بعد خود پرندوں میں مع آمدنی کے آدھا آدھا مالک کو دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کوئی صورت اس کے جواز کی بن سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ دونوں صورتیں نہ اجارہ ہیں نہ شرکت کیونکہ دونوں کی شرطیں موجود نہیں اور دوسرے عقود کا احتمال ہی نہیں' اس لیے ناجائز ہیں۔

البتہ اس طرح جواز ہوسکتا ہے کہ ان پرندوں کا مالک نصف یا کم وبیش اس عامل کے ہاتھ

فروخت کردے اور جو منافع ہو وہ دونوں میں مشترک ہوں گے اس عامل کے حصے کی قیمت یہ مالک اپنے ثمن میں لے لیا کرے اور جب سب ثمن ادا ہو جائے پھر منافع باہم تقسیم ہو جایا کرے لیکن اس صورت میں عامل پر جبر نہ ہوگا کہ وہی خدمت کرے وہ ہر وقت انکار کر سکتا ہے اور اپنی خوشی سے کرتا رہے تو جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۳)

رِنچہ سواری اور اس کی اجرت کا حکم

سوال: بعض جگہ رنچہ سواری عام ہے اور وہ مثل یکہ کے ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ یکہ ذرا بھاری ہوتا ہے اور رنچہ ہلکا کرسی نما ہوتا ہے جس پر دو آدمی بسہولت بیٹھ سکتے ہیں اور اس کو بجائے گھوڑے کے ایک آدمی آگے سے کھینچتا ہے تو اس رنچہ کی سواری جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں شاید وجہ اشتباہ یہ پیش آئی کہ اس کو بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہے اور آدمی شرعاً مکرم ہے اس لیے اس سے ایسی خدمت لینا ناجائز ہونا چاہیے۔

لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی استیجار و اجارے کی ایک قسم ہے جیسے کہاروں کا ڈولی اٹھانا ایک قسم کی مزدوری ہے اور جائز ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے، اس میں تو آدمی سواری کو صرف کھینچتا ہے، آدمی تو شراب اور میتہ اٹھانے کی بھی مزدوری کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۷۴)

خدمات دینیہ پر تنخواہ کے جواز کی وجہ

سوال: امام مؤذن اور مدرس کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اِشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا کا مصداق ہے اور احادیث میں تعلیم قرآن پاک پر اجرت لینے پر سخت وعیدیں وارد ہیں جن میں سے حدیث قدس زیادہ مشہور ہے۔ آپ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

جواب: امامت، اذان، کتب دینیہ و قرآن کریم کی تعلیم اور دوسری ہر قسم کی خدمات دینیہ پر تنخواہ لینا جائز ہے، حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے دور میں ان حضرات کو وظیفے اور تنخواہیں دیں اور خلفائے راشدین کا عمل ہمارے لیے حجت ہے۔

امام نووی و دیگر بہت سے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے تعلیم قرآن و درس و تدریس پر اجرت لینا مکروہ ممنوع نقل کیا ہے اس ممانعت کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں:

۱۔ آپ نے کمال ورع و تقویٰ کی وجہ سے امور دینیہ پر اجرت لینے کو ممنوع فرمایا۔

۲۔ مال دار لوگوں کے لیے مکروہ کہا۔

۳۔ جو لوگ دینی کاموں پر اجرت لینے کو مقصود بالذات سمجھیں ان کے لیے مکروہ ممنوع ہے۔

۴۔ چونکہ خیر القرون میں مفلس خدام دین کو بیت المال سے باقاعدہ تنخواہیں اور وظیفے ملتے تھے اس لیے ان کو الگ اجرت لینا مکروہ ہے۔

اب جب بیت المال کا نظام درہم برہم ہوگیا تو فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے متاخرین حضرات' آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرح جواز کا فتویٰ دیا جس کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

جن بعض آیات واحادیث سے تعلیم قرآن' اذان' امامت اور درس وتدریس پر اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا جاتا ہے وہ درج ذیل وجوہ کی بناء پر ممانعت میں صریح اور متعین المعنی نہیں ہیں۔

۱۔ اگر ممانعت میں صریح ہوتیں تو حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات آئمہ ثلاثہ وجمہور علمائے کرام اور فقہائے متاخرین احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ان کے خلاف جواز کا فتویٰ کبھی صادر نہ فرماتے۔

۲۔ یہ ممانعت اس کے لیے ہے' جس کا مقصد ان امور دینیہ سے دنیا کمانا ہو اور ان کو کسب معاش کا پیشہ بنانا ہو جس کا مقصد تعلیم وتدریس سے دین کی اشاعت وتبلیغ ہو اس کے لیے ممانعت نہیں۔

۳۔ یہ تعلیم وتدریس کا معاوضہ نہیں بلکہ حبس اوقات کا معاوضہ ہے جو جائز ہے۔

۴۔ ان احادیث میں اکثر ضعیف ہیں' اگر کچھ روایات صحیح بھی ہوں تو وہ مؤول یا منسوخ ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۸)

مرض ذیابیطس میں کیے گئے وقف کا حکم

سوال: زید نے عرصہ تخمیناً پانچ سال مرض ذیابیطس میں مبتلا رہ کر انتقال کیا' مرنے سے ڈیڑھ سال قبل ڈاکٹروں کا خیال ہوا کہ مرض دق ہوگیا ہے' وقت وفات زید نے تقریباً لاکھ سوا لاکھ کی جائیداد چھوڑی' مرنے سے پانچ سال پہلے زید نے ایک جائیداد تقریباً بارہ ہزار روپے کی وقف کی جو سرکار سے نوے سال کے لیے کرایہ پر لی ہوئی ہے' وقف نامہ میں لکھا کہ جائیداد مذکور کی جو آمدنی ہو بعد اخراجات ہاؤس ٹیکس وغیرہ امور مذہبی میں صرف کردی جائے' وقف نامہ خود کچہری میں جا کر رجسٹری کرادیا' زید کی اولاد دو قبیلہ سے ہے' قبیلہ اول کی اولاد کہتی ہے کہ یہ وقف شرعاً جائز نہیں کیونکہ ایک تو زید نے مرض الموت میں وقف کیا ہے' دوسرے جائیداد کی زمین سرکاری ہے' قبیلہ ثانی کہتا ہے کہ وقف شدہ جائیداد ایک ثلث سے بہت کم ہے' دوسرے یہ کہ عملہ اور عملہ مذکور کی آمدنی وقف ہے' تیسرے وقف کرتے وقت اس کی حالت مرض الموت کی نہ تھی کیونکہ وہ خود کچہری گیا ہے؟

جواب: مرض ذیابیطس امراض مزمنہ ممتدہ میں سے ہے اور ایسے امراض اس وقت تک مرض الموت کے حکم میں نہیں آتے جب تک ان میں اتنا اشتداد پیدا نہ ہو جائے کہ مریض اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے اور یہ سمجھ کر کہ اب میں بچنے والا نہیں ہوں' تصرفات کرنے لگے' پس اگر زید کے مرض قدیم میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور اشتداد نہیں ہوا تھا اور وقف کرنے کے وقت معمولی پرانی حالت میں تھا تو اس وقف کو مرض موت کا تصرف قرار نہیں دیا جائے گا اور مثل تصرفات صحت کے سمجھا جائے گا اور اگر بالفرض مرض موت بھی قرار پائے تو اگر مقدار موقوفہ ثلث ترکہ کے اندر رہے تو وقف جائز اور نافذ ہوگا' رہا یہ عذر کہ جائیداد موقوفہ سرکاری زمین پر ہے صرف عملہ وقف کیا گیا ہے' زمین وقف نہیں اس وجہ سے وقف جائز نہ ہونا چاہیے تو اسکا حکم شرعی یہ ہے کہ اگر زمین کی طرف سے یہ اطمینان ہو کہ یہ ہمیشہ وقف کے متولی کے قبضہ میں رہے گی گو کرائے پر ہی رہے اسکی زمین پر جو عملہ ہو اس کو وقف کرنا صحیح ہوتا ہے اور وقف کی آمدنی سے اس کا کرایہ ادا کیا جاتا ہے۔
(کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۳۴)

بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا

سوال: ایک جنگل مسجد کے نام وقف ہے جس کا کوئی خاص متولی نہیں' وقف نامہ میں یہ تحریر ہے کہ "جملہ نمبرداران دہ" بیس سال سے جملہ نمبرداران دہ کے اتفاق سے جنگل کو نیلام کیا جاتا تھا' امسال صرف چند افراد کے ذریعے نیلام ہوا' نمبرداران کی رائے سے نیلام نہیں ہوا' وقف ہونے سے اب تک جنگل کا ٹینڈر پولا وغیرہ نیلام ہو کر دیا جاتا تھا مگر مویشیوں پر جو وہاں پانی پینے اور چرنے جاتے تھے کوئی محصول نہیں تھا' اب ان چند آدمیوں نے بوقت نیلام محصول قائم کر دیا جس سے عوام کو تکلیف ہونے لگی' دور دور تک مویشیوں کو پانی پلانے کا موقع نہیں ہے' عموماً اس جنگل میں پانی پلانے جانا پڑتا ہے اور کاشت کار اپنے مویشیوں کو اپنے کھیتوں میں اسی راستہ سے لے جاتے ہیں کہ یہ عام گزرگاہ' پس پانی وغیرہ پر محصول قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ جملہ نمبرداران (حسب تصریح وقف نامہ) اس کے مہتمم و متولی ہیں تو پھر بعض کا اس کو بلا دوسروں کی رائے کے نیلام کرنا شرعاً جائز نہیں۔

نیز پانی پر ٹیکس قائم کرنا بھی ناجائز ہے اور جبکہ عام گزرگاہ کا اور کوئی راستہ نہیں صرف وہی راستہ ہے تو عام گزرگاہ میں گزرنے کا شرعاً سب کو حق ہوتا ہے' لہٰذا گزرنے والوں سے محصول لینا درست نہیں' گھاس جو خودرو ہو بغیر کاٹے اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے البتہ کاٹ کر فروخت کرنا

درست ہے جو تصرفات کیے جائیں وقف نامہ کی شرائط کے مطابق کیے جائیں اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ص ۲۶۸)

مسجد کی جگہ سینما کیلئے کرایہ پر دینا

سوال: ہماری مسجد کی مسجد سے الگ ایک جگہ پڑی ہے اس کو سینما والے کرایہ پر لینا چاہتے ہیں وہ اس جگہ پر اپنی فلم کا بورڈ لگائیں گے اور تیس روپے ماہانہ دیں گے تو کیا وہ کرایہ پر دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: (فلم) سینما معصیت ہے اس کے لیے یا اس کے بورڈ کے لیے مسجد کی جگہ کرایہ پر دینا اعانت معصیت ہے اس سے پرہیز کیا جائے اگر کسی قول پر گنجائش نکلتی بھی ہے تب بھی مسجد کا معاملہ ہونے کی وجہ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص ۳۱۷)

قبروں پر گانا وغیرہ بجانا

سوال: سرور یعنی راگ کا شغل قبروں پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: راگ کا شغل مزامیر اور آلات لہو کے ساتھ ہو تو منع اور حرام ہے قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ مزامیر اور آلات لہو کی حرمت کتب حدیث وفقہ میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔ البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے بشرطیکہ قبر کے پاس نہ ہو اور اگر قبر کے پاس ہو تو بدعت ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ عزیزی ج۱ص ۹۵)

نشیب کی وجہ سے وقف زمین کو بدلنا

سوال: جنازہ گاہ کی جگہ غیر موزوں یعنی نشیبی زمین میں واقع ہے اور غیر مسقف بھی ہے کیا اس کو متبادل زمین مناسب کی طرف منتقل کرنا درست ہے؟

جواب: اگر یہ زمین نماز جنازہ کے لیے وقف ہے تو اس کا بدلنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ص ۴۳۶)

قبرستان کے درخت کاٹنا

سوال: قبرستان کے درخت کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن درختوں کے متعلق لوگوں کا شرکیہ عقیدہ ہو کہ یہ فلاں بزرگ یا فلاں پیر صاحب کے درخت ہیں جو انہیں ہاتھ لگائے گا اس پر آفت آجائے گی ان کا کاٹنا عقیدہ شرکیہ کے ابطال کے لیے ضروری ہے مگر انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت اس قبرستان پر خرچ کی جائے اگر اس قبرستان میں کوئی مصرف نہ ہو تو دوسرے کسی قریب تر قبرستان پر لگائی جائے یہ حکم جب ہے کہ درخت خودرو

ہوں اگر کسی شخص نے لگائے ہیں تو وہ اس کی ملک ہوں گے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۸)

نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے مقبرہ کیلئے رقم لینا

سوال: قصبہ میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی ہے قصبہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار ہے اور حالت ہر اعتبار سے ناگفتہ بہ ہے قبرستان کی جگہ قریب قریب پر ہو چکی ہے قبرستان کے قریب کوئی سرکاری یا بنجر زمین نہیں ہے صرف کاشتکاروں کے کھیت ہیں اور وہ قیمتاً لیے جا سکتے ہیں لیکن خریدنے کے لیے روپے کی فراہمی ناممکن ہے اس لیے کوشش کی جا رہی ہے کوئی نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی جس میں ہندو مسلمان کی آمدنی کا روپیہ ہے جگہ خرید کر دے آیا کمیٹی کا قبرستان کے زمین خریدنے کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں مذکورہ کمیٹی سے قبرستان کے لیے روپیہ لینا اور اس سے زمین خریدنا اور مسلمانوں کے اموات کے دفن کے لیے استعمال کرنا جائز ہے اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے' ان کمیٹیوں میں اس قسم کی پبلک ضروریات کے لیے روپیہ فراہم کیا جاتا ہے اور اس مصرف میں اس کو صرف کرنا جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۷)

وعدہ وقف پر ووٹ دینا

سوال: زید اپنی ممبری کے لیے چند مسلمانوں سے اپنے موافق ووٹ دلانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں کچھ اصلاح و مرمت مسجد کی کرادوں گا اور صرف مسجد کے واسطے کوئی عمارت بنادوں گا اور اس کی آمدنی کرایہ میں وقف کردوں گا تو کیا ایسی رقم سے مسجد میں امداد لینا' تعمیر کرانا جائز ہے؟

جواب: اگر زید حقیقتاً ممبری کے لائق ہے تو اس کو رائے دے کر ممبر بنانا چاہیے اور زید اگر ثواب کی نیت سے خواہ ممبری کے شکرانے میں سہی مسجد کی تعمیر کرادے یا کچھ وقف کردے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب اجر و ثواب ہے' ممبری کی رائے دینے کے عوض میں اگر مسجد کی تعمیر کرادی اور اس کو رائے کی اجرت قرار دی تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ رشوت ہے' اگر زید ممبری کے لائق نہیں تو اس کو رائے دینا اور ممبر بنانا جائز نہیں اور اس پر روپیہ لینا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۰۸)

اوقاف کی ملازمت جائز ہے

سوال: اوقاف کی ملازمت امامت و خطابت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اوقاف کی اکثر مدات ناجائز ہیں اور حکومت نے اس محکمہ کو بالکل الگ رکھا ہے یا کہ سرکاری املاک میں پہنچنے کے بعد پھر وہاں سے اس محکمہ کے ملازمین کو تنخواہ ملتی ہے؟

جواب: اوقاف کی اکثر آمدن ناجائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اس لیے ملازمت جائز ہے، بشرطیکہ اس میں شرط خلاف شرع نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۱۶)

مشروط ہبہ کی ایک صورت کا حکم

سوال...... زید اپنی اولاد کو جائیداد اس شرط پر ہبہ کرتا ہے کہ تاحیات اس کی آمدنی کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کروں لڑکوں (موہب لہم) میں سے کوئی روکنے کا مجاز نہ ہوگا اور میری وفات کے بعد ہر شخص اپنے اپنے حصے میں خود تصرف کرنے کا مختار ہوگا آیا اس طرح ہبہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ ہبہ جائز اور صحیح ہے مگر شرط صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے اور ہبے میں شرط فاسد کا حکم یہ ہے کہ شرط خود باطل ہو جاتی ہے ہبے میں کوئی نقصان نہیں آتا اگر کسی نے بشرط مذکور ہبہ کیا تو ہبہ تام اور صحیح ہو جائے گا مگر اس شرط کا شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا بلکہ موہوب لہم کو کلی اختیار ہوگا جو چاہیں کریں اور ہبہ میں کوئی ایسی صورت نہیں کہ موہوب لہ واہب کی زندگی میں کوئی تصرف نہ کر سکے بجز اسکے کہ وہ کوئی اقرار نامہ لکھ دے لیکن اس اقرار نامے کی حیثیت فقط وعدے کی ہوگی جس کا پورا کرنا دیانۃً ضروری ہوگا مگر حکومت اسے مجبور نہیں کر سکتی۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۸۸۹)

کتب کا حق تصنیف ہبہ یا بیع کرنا

سوال...... حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع کرنا یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے **لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ الشباہ** (مجرد حقوق کا عوض لینا جائز نہیں) فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۸

میونسپلٹی کی زمینوں پر قبضہ کرنا

سوال...... اگر کوئی شخص سرکاری زمین کو حکومت کی اجازت کے بغیر قریب سے قبضہ کر کے شارع عام اور بعض مکانوں کے راستے روکے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... عام زمینیں جو آج کل میونسپلٹی یا نزول کی زمینیں کہلاتی ہیں یا شارع عام جس کے ساتھ عوام کا استفادہ متعلق ہوتا ہے بغیر اجازت کے اپنے تصرف خاص میں لے آنا اور عوام کو تکلیف اور مضرت پہنچانا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۸ ص ۱۷۲)

کسی کی زمین ناحق غصب کرنا سنگین جرم ہے

سوال...... ایک شخص کے منظور شدہ نقشے میں زمین آگے کی جانب ساڑھے تیس فٹ

چوڑی اور پشت کی جانب ساڑھے انتیس فٹ چوڑی اور اس کے پڑوسی کے نقشے میں آگے کی جانب دس فٹ گیارہ انچ اور پشت کی جانب تیرہ فٹ ہے لیکن وہ پڑوسی جس کے نقشے میں پشت کی جانب ساڑھے انتیس فٹ چوڑائی ہے اپنے پڑوسی سے یہ کہہ کر اس کی دیوار گرادے کہ "تمہارے مکان کی دیوار بوسیدہ ہے جس کی وجہ سے میرے مکان کی تعمیر میں مزدوروں پر گر جائے گی" لیکن جب تعمیر کے لئے بنیاد کھودے تو اپنی ساڑھے انتیس فٹ چوڑائی سے بڑھ کر تیس فٹ یا اس سے بھی زیادہ حد میں تعمیر کرلے اور اپنے اس پڑوسی کی زمین کم کردے جس کی منظور شدہ نقشے میں تیرہ فٹ چوڑائی ہے تو جناب مولانا صاحب! آپ بتائیں کہ کسی کی زمین دبانا اس کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اور دنیا اور آخرت میں ایسے آدمی کو کن کن عذاب سے گزرنا ہوگا؟ اس سلسلے میں کم از کم دو چار حدیثیں بمع حوالے کے جلد تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیجئے گا پڑوسی بیمار رہنے کے علاوہ مالی حالت میں بھی کمزور ہے اور رشوت کے زمانے میں انصاف کا ملنا مشکل اس لئے اس نے خاموش ہو کر خدا پر چھوڑ دیا۔

جواب...... کسی کی زمین ظلماً غصب کرنا بڑا ہی سنگین جرم ہے ایک حدیث میں ہے کہ "جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ناحق لی اسے قیامت کے دن ساتویں زمین تک زمین میں دھنسایا جائیگا" ایک اور حدیث میں ہے کہ "جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی قیامت کے دن سات زمینوں تک اس کا طوق اسے پہنایا جائیگا" (مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸)

بیمار پڑوسی نے بہت اچھا کیا کہ اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا' یہ ظالم اپنے ظلم کی سزا دنیا اور آخرت میں بھگتے گا۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ج ۶ ص ۶۷)

بلا کرایہ سفر کرنے پر ذمہ سے فارغ ہونے کا طریقہ

سوال...... میں دو تین بار کراچی سے پشاور تک ریل میں بغیر ٹکٹ کے آیا ہوں اس وقت مجھے کوئی خیال نہیں تھا کہ میں یہ کام جائز کر رہا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ اس حق غیر سے کسی طرح اپنا ذمہ فارغ کرسکوں مہربانی فرما کر اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں؟

جواب...... بس یا ریل میں بغیر کرایہ ادا کئے سفر کرنا جائز نہیں کرایہ کے پیسے ادا کرنا واجب ہے اور اگر کبھی بغیر کرایہ کے سفر کیا گیا تو اس کی ادائیگی اور ذمہ سے فارغ ہونے کا آسان طریقہ

یہ ہے کہ اس ادارے سے اتنی مسافت کا ٹکٹ خرید کر استعمال میں لائے بغیر اسے ضائع کردیا جائے تو اس سے حق ادا ہو جائے گا جہاں تک آپ کے مسئلہ کا تعلق ہے تو آپ اس طرح کریں کہ جتنی بار آپ کراچی سے پشاور بغیر کرایہ ادا کئے آئے ہیں اتنی دفعہ کرایہ کا حساب کر کے اتنی مالیت کی ٹکٹ خرید کر اسے ضائع کردیں اس طرح آپ کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

لماقال العلامة اشرف علی تھانویؒ:

جواب...... زید کو یہ دیکھنا چاہئے کہ میرے ذمہ کتنا کرایہ واجب ہے اسی قدر داموں کا ایک ٹکٹ اسی ریلوے کا خرید کر اس ٹکٹ کو ضائع کرے اس سے کام نہ لے حق واجب کمپنی کا ادا ہو جاوے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۶ کتاب الغصب) (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۳۹۶)

ظلماً ٹیکس وصول کرنا

سوال...... علاقہ پونیاں میں راجہ رہتا ہے بطور حاکم فیصلے کا نظم ونسق اس کے ہاتھ میں تھا اور زمین دار لوگ باری باری جا کر اس کی خدمت کرتے تھے تنگ آ کر لوگوں نے کہا کہ خدمت لینا معاف کردیں ہم آپ کو کچھ مال سالانہ دیں گے اس نے قبول کر لیا اب ہر زمین دار پر غلہ مقرر ہے لوگوں کا خیال ہے کہ جو چیز غلے کی صورت میں راجہ ہم سے وصول کرتا ہے وہ ناجائز ہے کیونکہ ہماری طاقت سے زائد ہے لہٰذا جو غلہ وہ لیتا ہے وہ حرام ہے اور جو ان سے خریدے گا وہ بھی حرام ہے آیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... راجہ کا وہاں کے باشندوں سے غلہ لینا جائز نہیں اور نہ ہی لینے کے بعد وہ مالک ہوتا ہے یہ غلہ مال مغصوب شمار ہوگا جس کا لوٹانا واجب ہے اسکی خرید وفروخت دونوں ناجائز ہیں۔

(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۹)

کیا مزارعت کی مندرجہ ذیل صورتیں جائز ہیں

سوال...... اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

(۱) زمین کاشت کیلئے مزارع کو مٹے پر دینا جائز ہے یا کہ محصول پر پوری تفصیل سے آگاہ کردیجئے۔

(۲) ہمارے علاقہ میں ایک قلعہ کا مٹہ ۲ من یا ڈھائی من مالک کو ڈھیری پر دیا جاتا ہے جائز ہے یا ناجائز۔

(۳) یا ایک چاہ کی زمین کاشت کے واسطے مزارع کو مٹہ پر دے دی جس کا مٹہ مثلاً ۳۰ من مقرر ہوا تو باقی ہر ایک فصل مزارع اپنی مرضی سے کاشت کر سکتا ہے اس میں مالک زمین کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وہ صرف تیس من گندم کا حقدار ہوتا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

جواب......(۱) دونوں طرح جائز ہے لیکن طریقہ مزارعت کا یہ ہو کہ جو پیداوار ہو اس میں نصف یا ثلث مثلاً مالک کو ملے اور باقی مزارع کو گویا مالک اور مزارع کے حصص متعین ہوں۔

(۲) اس طرح جائز نہیں کہ مالک کو ۲ من مثلاً دیئے جائیں اور باقی مزارع کے اس طرح تو ممکن ہے کہ فصل خراب ہو اور صرف دو من کی پیداوار ہو تو مزارع کو کیا ملا۔

(۳) نیز نمبر ۳ بھی جائز نہیں جواز کیلئے ضروری ہے کہ ایک ایک دانہ میں دونوں اپنے اپنے حصص کے مطابق شریک ہوں کوئی خاص فتویٰ ایک کیلئے مقرر نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۵۰۲)

سوال......۲۔ عمر نے زید کو اراضی سالانہ روپیہ مقرر کر کے کاشت پر دی مگر وقت مقررہ پر زید نے روپیہ ادا نہیں کیا یا تو زید نے اپنی ضروریات میں صرف کر لیا یا فصل کی کمی ہو گئی اور موجودہ جو قانون ہیں اسکے ماتحت عمر روپیہ وصول نہیں کر سکتا۔ فرمایئے کہ زید روپیہ ادا کرے کہ نہیں؟ کیا حکم ہے؟

جواب......زید کے ذمے شرعاً روپیہ ادا کرنا واجب ہے لیکن جس صورت میں کہ فصل کم ہوئی اگر اصل روپیہ کا مستحق کچھ روپے میں تخفیف کر دے تو یہ مروت کی بات ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص ۳۶۵)

بٹائی پر درخت لگوانا

سوال......زمیندار نے اپنی زمین کاشت کاری کیلئے کسان کو دیدی اس زمین میں کچھ درخت زمین دار لگوانا چاہتا ہے اگر چوتھایا پانچواں حصہ درختوں اور پھلوں کا مقرر کر دیا جائے تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب......درست ہے اگر کوئی مدت متعین کر دے ورنہ درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص ۵۲۲)

زمین اور درخت وغیرہ بٹائی پر دینا جائز ہے

سوال......قابضان اراضی جو کھیت کو خود جوت کر اور تخم ریزی کر کے کسی غیر شخص کو رکھوال اور حفاظت کے لئے دیتے ہیں اور حفاظت کنندہ کو بہ حساب پیداوار کچھ حصہ طے کر دیتے ہیں اور درختوں میں ایسی شکل کا کیا حکم ہے؟

جواب......صورت مذکورہ اراضی زراعت اور درختوں میں جائز ہے بشرطیکہ کھیتی پکنے اور پھل کی بڑھوتری بند ہونے سے پہلے پہلے معاملہ کر لیا جائے اس کے بعد معاملہ مذکور درست نہ ہوگا۔ (امداد المفتیین ج۳ ص ۵۲۰)

پھلوں کے باغ کو خاص رقم پر مزارع کو دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) کہ ایک شخص نے اپنا باغیچہ حصہ پر دے دیا اپنے مزارع کو یا کسی شخص کو یعنی چوتھائی وغیرہ پر اور اس نے یہ بات طے کرلی کہ جب پھل پک جائے گا اس وقت باغیچہ فروخت کریں گے اتنے تک اس باغیچہ کی دیکھ بھال اور رکھوالی میرے ذمہ ہے۔ جس وقت باغیچہ فروخت ہو جائے گا تو کل رقم کا ایک حصہ تجھے اور دو حصے میں لوں گا ایسا کرنا درست ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی زمین کا ٹھیکہ کرلیا مثلاً دس بیگھے زمین ہے جب گندم پک کر تیار ہو جائے تو اس میں سے بیس من گندم میری باقی مزارع کی ہوگی کہ یہ مزارعت جائز ہے۔

جواب...... (۱) اس طرح معاملہ کرنا کہ میوہ میں اتنا حصہ تمہارا اتنا میرا یہ جائز ہے پک جانے کے بعد خود فروخت کریں یا جو کچھ دونوں کی مرضی ہے۔

(۲) یہ مزارعت ناجائز ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۵۱۳)

تمباکو کی کاشت جائز ہے

سوال...... سگریٹ یا نسوار کے لئے جو تمباکو استعمال ہوتا ہے شرعی نقطہ نظر سے اس کی کاشت کا کیا حکم ہے؟

جواب...... بعض فوائد کے باوجود جدید تحقیق کی رو سے اگرچہ تمباکو نوشی کے مضر اثرات پائے جاتے ہیں لیکن کسی نتیجہ پر پہنچنا تا حال ثابت نہیں جس کی وجہ سے اس کو مضر محض شمار کرکے محرمات کی فہرست میں شمار کیا جائے اس لئے فقہاء کے احوال سے اباحت کا حکم معلوم ہوتا ہے دریں حال تمباکو کی کاشت اور خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں۔ (کمافی ردالمحتار ج۶ ص ۴۵۹ کتاب الاشربۃ)

بھنگ کی کاشت کا حکم

سوال...... بھنگ ایک نشہ آور بوٹی ہے جس کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا کیا اس کی کاشت جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... بھنگ چونکہ نشہ آور اشیاء کی فہرست میں شامل ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت اور مزارعت شرعاً ناجائز ہے۔ (جامع الفتاویٰ)

رہن کی تعریف اور اس کا ثبوت

سوال...... راہن کون ہوتا ہے اور مرتہن کسے کہتے ہیں اور رہن کی کیا تعریف ہے؟ اور کیا رہن کا شرعی ثبوت ہے؟

جواب...... راہن وہ شخص ہے جو اپنی چیز کسی کے پاس گروی (رہن) رکھے اور مرتہن وہ شخص ہے جس کے پاس رہن رکھا گیا ہو۔ حیث قال فی الشامیة والراهن المالک والمرتهن آخذ الرهن: اور رہن کے لغوی معنی کسی چیز کا روکنا اور شرعاً رہن یہ ہے کہ کسی مالیت والی شی کا روکے رکھنا اور اس طرح کہ اس شی مرہونہ سے وصولیابی ممکن ہو۔ قال فی التنویر وشرحه (هو) لغة حبس الشی وشرعاً (حبس شی مالی بحق يمكن استيفاء ومنه (ج ۵ ص ۳۰۷) مشروعیت رہن قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کمافی هامش الشامی هومشروع لقوله تعالیٰ فرهان مقبوضة وبماروی انه علیه السلام اشتری من یهودی طعاماورهنه به درعه وانعقد علیه الاجماع: نیز علامہ شامیؒ رہن کے فوائد پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ومن محاسنه النظرلجانب الدائن بامن حقه عن التوی ولجانب المدیون بتقلیل خصام الدائن له وبقدرته علی الوفاء منه ایک فائدہ یہ ہے کہ قرض دہندہ مطمئن ہوتا ہے اس بات سے کہ اس کا حق ہلاک وبربادی سے محفوظ رہے گا دوسرا فائدہ مقروض کا ہے وہ یہ کہ قرض دینے والا اس کی وجہ سے جھگڑے کم کرے گا اور تیسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ عاجز آنے کی صورت میں شی مرہونہ سے ادائیگی آسان رہے گی۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

رہن شدہ نوٹ سے نفع حاصل کرنا

سوال...... زید نے اپنا ایک نوٹ عمرو کے پاس اس شرط پر رکھا کہ عمرو اس کا منافع زید کو دیتا رہے گا تو اب نوٹ سے حاصل شدہ نفع زید کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ نفع صراحتاً سود اور حرام ہے کیونکہ نوٹ اگر چہ بظاہر کاغذ ہے مگر حقیقت اور استعمال کے اعتبار سے روپیہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا نوٹ ہلاک کردے تو اس پر نوٹ (کاغذ) کی قیمت واجب نہیں ہوتی بلکہ دس روپے واجب ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے پاس نوٹ کا رکھنا بعینہ روپے کا رکھنا ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا قطعی حرام ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۰۱)

پنشن کی رقم میں میراث کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! یہاں ایک آدمی کا انتقال ہوگیا ہے جو کہ فوج میں ملازم تھا اس نے اپنی پنشن بیوی کے نام پر اس عنوان سے کی تھی کہ میری وفات کے بعد میری پنشن میری بیوہ کو دی جائے اب اس کی وفات کے بعد اس کے دوسرے ورثاء پنشن میں وراثت کا دعویٰ کرتے

ہیں تو کیا مرحوم کی بیوہ کے علاوہ دیگر ورثاء کا بھی پنشن میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب...... پنشن کا وظیفہ مال مملوکہ نہیں بلکہ سرکار کی طرف سے ایک عطیہ ہوتا ہے بناء برایں وجہ یہ وظیفہ تقسیم میراث سے مستثنیٰ ہوگا سرکار جس کو چاہے اور جتنا چاہے دے سکتی ہے صورت مسئولہ میں چونکہ مرحوم کے کاغذات اس کی بیوہ کے نام ہیں اور سرکار بھی اس پر راضی ہے اس لئے یہ پنشن صرف بیوہ کا حق ہے۔

لما قال الشیخ اشرف علی التھانویؒ: چونکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے اور ☆ یہ وظیفہ محض تبرع واحسان سرکار کا ہے بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا لہٰذا آئندہ جو وظیفہ ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی سرکار کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے تقسیم کردے۔ الخ

(امداد الفتاویٰ جلد۴ص ۳۴۲ کتاب الفرائض فتاویٰ حقانیہ ج۶ص ۵۴۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شفع

شفعہ سے بچنے کیلئے مناسب حیلہ کیا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جس آدمی کی زمین نہ ہو یا جس موضع میں زمین نہ ہواور اس کو زمین خریدنے کی غرض ہو کیا وہ آدمی اراضی بیع رہن اس نیت سے کرے کہ شفیع شفعہ نہ کرے بیع اصلی رقم سے کئی گنا زیادہ رقم لکھوالے تاکہ یہ زمین دائمی میرے قبضہ میں رہے آیا یہ عمل از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں یا ایسی کوئی اور صورت فرمادیں جس سے خرید کر کے شفعہ کنندہ سے بچ جائے دوسرا دکان کرایہ میں زکوۃ دینی کیسی ہے اور دکاندار نفع کس حد تک اشیاء میں کرسکتا ہے۔

جواب...... دفع شفعہ کے لئے تدبیر کرنا جائز ہے جو تدبیر لوگوں میں مروج ہے زیادہ رقم لکھوانے کی یہ کتابوں میں نہیں ہے اور مناسب بھی نہیں ہے اس سے اچھی تدبیر ہے جو کتابوں میں لکھی ہے وہ یہ ہے جب کسی مکان کو سو روپیہ میں خریدنے کا خیال ہو تو اسے ہزار روپیہ میں خرید کرو پھر اس بائع کو ہزار روپیہ کی بجائے ایک کپڑا جو سو روپے کا ہو دے دے اب شفعہ کرنے والا جب حاضر ہوگا تو اسے ہزار روپیہ دینا ہوگا تب جا کر مکان پر شفعہ کر سکے گا ورنہ نہیں مثال عالمگیری کتاب الحیل الفصل العشر ون ص۴۲۳ ج۶ میں ہے اذاارادشراء الدار بماۃ درھم یشتر بھا فی الظاھر بالف درھم اواکثرویدفع الی البائع ثوباً قیمتہ ماۃ درھم فاذاجاء الشفیع لایمکنہ ان یاخذہ الابثمن الظاھر وھولایرغب فیہ لکثرتہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۴۹۵)

مواضعات میں حق شفعہ کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید ایک موضع الہداد پور کا مالک ہے۔ اس کے متصل دوسرا موضع پردرہ ہے اور موضع پردرہ کے متصل تیسرا موضع محکم پور ہے۔ موضع پردرہ و محکم پور کا ایک شخص دوسرا مالک ہے اس نے ان مواضع کو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ موضع پردرہ کا پانی بہہ کر الہداد پور میں جاتا ہے اور

الہداد پور کا پانی پردرہ کی زمینوں میں جاتا ہے اور اسی طرح الہداپور کے کھیتوں کی آب پاشی موضع پردرہ کے کنوؤں سے ہوتی ہے اور اس کے برعکس اور راستہ دونوں گاؤں کا ایک دوسرے میں کو ہوکر جاتا ہے۔ اور اسی طرح محکم پور کا راستہ موضع پردرہ کی زمینوں سے ہوکر گذرتا ہے اور پردرہ کا راستہ موضع محکم پور سے گذرتا ہے اور منافع آمد ورفت اور پانی وغیرہ کے راستے موضع پردرہ اور محکم پور کے متحد ہیں اس صورت میں الہداد پور کے مالک زید کو ان دونوں گاؤں کا حق شفعہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: ملک رجل .... ملک رجل

الہداد پور .... پردرہ محکم پور

وفی عالمگیریة صاحب الطریق اولی بالشفعة من صاحب مسیل الماء اذا لم یکن مسیل الماء ملکا له .

سوال کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الہداد پور کا مالک نفس مبیع میں تو شریک نہیں مگر اس مواضع میں باہمی تعلقات ثابت کر کے حق مبیع میں شریک ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر اول تو الہداد پور اور پردرہ میں اس کا احتمال ہوسکتا ہے۔ سوچوں کہ ان دونوں کا کوئی طریق یا مسیل وغیرہ مدعی شفعہ و بائع میں مشترک بملک متماثل نہیں اور عالمگیری کی روایت بالا سے اس کا اشتراط معلوم ہوتا ہے۔ لہذا خلط فی حق المبیع بھی ثابت نہیں۔ اب صرف حق جوار رہ گیا جو صرف موضع پردرہ میں حاصل ہے سو اس میں دعویٰ شفعہ کا ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی مبطل نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۱)

حق شفعہ کے دعوے میں خرچہ عدالت کا حکم

سوال: ایک شخص نے ایک مکان بیچ لیا اس مکان کے پڑوسی نے عدالت دیوان میں شفعہ دائر کر دیا اور مدعا علیہ کی تحریک پر فیصلہ ثالث شخص پر رکھا گیا اس میں سوال یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ مشتری نے کوئی کسی قسم کی لاگت مکان مبیعہ میں لگائی ہو تو اس کو کون برداشت کرے گا؟

۱.......... فریقین میں عدالت کا خرچہ کس طرح ڈالا جائے؟

جواب: شفیع کو حق شفعہ دلایا جائے۔

۲.......... جو لاگت مشتری نے لگائی ہے دیکھنا چاہئے اس کی کیا صورت ہے؟ اگر کوئی عمارت بڑھائی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے توڑنے پھوڑنے میں زمین کا کچھ نقصان ہے تب تو شفیع سے اصل قیمت اور ملبہ کی قیمت دونوں چیزیں دلائی جائیں گی مگر ملبے کی وہ قیمت دلائی جائے گی جو انہدام کے بعد قرار دی جائے اور اگر زمین کا کوئی نقصان نہیں تو شفیع کو اختیار ہے کہ خواہ مشتری سے کہہ دے کہ اپنی تعمیر جدا کر لے اور خواہ اصل زرثمن اور ملبے کی قیمت بقید

مذکور دے کر مکان لے لے اور اگر کوئی تعمیر نہیں بنائی، بلکہ کچھ لیپ پوت کیا ہے تو شفیع کو دو اختیار ہیں۔ خواہ حق شفعہ چھوڑ دے اور خواہ لاگت دے کر مکان لے لے۔

اور خرچہ عدالت آیا مشتری کی جواب دہی کے سبب ہوا یا ابتدائی درخواست میں شفیع کا صرف ہوا (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۳)

کسی کے حق شفعہ کو ختم کرنے کیلئے اصل رقم سے زائد لکھوانا

سوال...... آج کل مکان یا زمین کی خرید وفروخت میں یہ بات عام ہے کہ مشتری مبیعہ پر کسی کے شفعہ کرنے کے خوف سے بائع سے اصل رقم سے کئی گنا زائد رقم مثلاً دو لاکھ کی بجائے چار لاکھ روپے لکھوالیتا ہے اور بائع بھی اس پر راضی ہوتا ہے تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں مشتری کا ایسا کرنا شفیع کے حق شفعہ کو دھوکہ اور فریب سے ساقط کرنے کے مترادف ہے اس لئے اس کا یہ عمل موجب گناہ ہے۔ لما قال العلامۃ ظفر احمد العثمانی۔ اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ امدادالاحکام ج ۳ ص ۱۶۴۔

شیعہ باپ کی زمین پر سنی لڑکے کا شفعہ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص شیعہ نے اپنی زمین کسی دوسرے آدمی کو فروخت کردی اس بائع شیعہ کا لڑکا سنی ہے اور سنی لڑکے نے اپنے باپ کی فروخت کی ہوئی زمین پر شفعہ کردیا ہے اب یہ سنی لڑکا اپنے باپ شیعہ کی جائیداد کا حقدار ہے یا نہ۔ شرعی طور پر اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب...... اگر لڑکا باپ کے ساتھ زمین مذکور میں شریک حصہ دار ہے یا اس کے رقبہ زمین کے ساتھ لڑکے کی زمین ملی ہوئی ہے اور اس نے بیع کی اطلاع پاتے ہی فوراً کہہ دیا ہے کہ میں شفعہ کرتا ہوں اور اس کے بعد بائع یا مشتری کے پاس جا کر انہیں یہی اطلاع کردی ہو اور گواہ قائم کردیے ہوں تو وہ حکومت کے فیصلہ حاصل کرنے کے بعد اس زمین کا جائز مالک بن سکتا ہے ورنہ نہیں تمام شروط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۴۶۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شراکت

شرکت اور مضاربت کی تعریف

سوال..... شرکت اور مضاربت ہر دو کی تعریف کیا ہے؟

جواب..... شرکت نام ہے ایسے معاملہ کا جو دو ایسے شریکوں کے درمیان ہو جو اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں تنویر الابصار میں ہے "ھی عبارۃ عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح" اور مضاربت نام ہے ایسے عقد و معاملہ کا جس میں نفع میں شریک ہوں اور ایک کا مال ہو اور ایک کا کام ہندیہ میں ہے اما تفسیرھا شرعا فھی عبارۃ عن عقد علی الشرکۃ فی الربح بمال من احد الجانبین والعمل من الجانب الآخر (ہندیہ ج۴ ص۲۸۵) (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

شرکت مع مضاربت جائز ہے

سوال..... زید و عمر میں یہ طے پایا ہے کہ دونوں کاروبار میں برابر سرمایہ لگائیں گے عمر چونکہ کام بھی کریگا لہٰذا کام کے عوض نصف نفع عمر کا ہوگا اور باقی نصف اصل سرمائے کے مطابق دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا یہ صفقۃ فی صفقۃ یا عقد بشرط میں داخل نہیں؟

جواب..... شرکت میں عمل من الجانبین شرط ہے جو یہاں مفقود ہے اس لئے یہ شرکت نہیں مضاربت ہے پھر اگر رب المال کی طرف سے مال لگانا شرط کے درجہ میں نہ ہو کوئی اشکال نہیں اور اگر مشروط ہو تو بھی مضاربت و شرکت میں ملایمت کی وجہ سے جائز ہے چونکہ اس صورت میں مضاربت اصل ہے اور شرکت بالتبع اس لئے عمل من الجانبین کی شرط مرتفع ہوگئی۔ اسی طرح اشتراط العمل من الجانبین کے ساتھ تفاضل فی الربح بھی اس لئے جائز ہے کہ یہ صورت اولیٰ کے برعکس اصل میں شرکت ہے اور مضاربت بالتبع' اس لئے اشتراط العمل من الجانبین مضر نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۳۰۳)

مضارب کے نفقہ کا حکم

سوال..... دوران تجارت مضارب کی خوراک و پوشاک کا خرچہ کس کی ذمہ داری ہے؟

جواب...... مضارب مال کی تجارت اپنے شہر میں کرے تو اس کی خوراک وغیرہ کا خرچہ مال مضاربت سے نکالنا جائز نہیں ہاں اگر اپنے شہر سے باہر تجارت کرے تو خوراک و پوشاک کا خرچہ اور دیگر ضروریات زندگی مال مضاربت سے پورا کرنے کی اجازت ہے۔ (بدائع الصنائع ج ٦ ص ١٠٦ فصل واما بیان حکم المضاربۃ)

شرکت مع مضاربت کا حکم

سوال...... زید' عمر' بکر نے مساوی روپیہ لگا کر تجارت کی اور یہ کل رقم زید کو دیدی کہ تم کام کرو اور نفع میں تم چار آنے محنت پاؤ گے اور بارہ آنے حصہ مساوی بلحاظ روپیہ تینوں میں تقسیم ہو نگے اور اگر نقصان ہو گا تو تینوں برابر برداشت کریں گے نفع چار آنے میں تم مضارب ہو اور بارہ آنے میں شریک تو آیا یہ صورت جائز ہے کہ ایک شخص شرکاء میں مضارب بھی ہو اور شریک بھی؟

جواب...... ایک معاملہ میں دوسرے معاملہ کی شرط مفسد عقد ہے ایک معاملہ الگ ہو دوسرا اس طرح الگ ہو کہ وہ قبول کرنے نہ کرنے میں مختار رہے اور حساب دونوں رقموں کا الگ رہے یہ جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۱۸)

مشترک مال میں بدون اذن تجارت کی تو نفع و نقصان کا حکم

سوال...... زید کا انتقال ہوا وارثین میں ایک عورت' دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں زید کی املاک' مکان' زمین وغیرہ تخمیناً پندرہ ہزار روپیہ کی ہیں اور نقد آٹھ ہزار روپیہ ہیں زید کے انتقال کے بعد اس کے دونوں لڑکے باپ کے مال سے تجارت کرتے تھے تقریباً بیس ہزار روپے کا نفع حاصل کیا زید کے تمام ورثاء اپنی والدہ کے ماتحت اسی تجارت کی آمدنی سے گذارا کرتے تھے اور آپس میں ملے جلے رہتے تھے زید کی تینوں لڑکیوں کی شادیاں ہوئیں اور زیورات بھی ہر ایک کے لئے اسی مال تجارت سے بنائے گئے رفتہ رفتہ گھر کے کل کنبہ کے اخراجات کی برآمد اس مال تجارت سے تیس ہزار روپے کے قریب ہوگئی ادھر تجارت میں بھی گھاٹا ہونے لگا حتیٰ کہ پینتالیس ہزار کے مقروض ہو گئے' قرض خواہوں نے کورٹ میں دعویٰ کر کے زید کی کل املاک کو ضبط کر لیا اب لڑکیوں کا تقاضہ ہے کہ باپ کی املاک سے ہم کو بغیر شرکت نقصان حصہ ملنا چاہئے لڑکے کہتے ہیں کہ قرض ادا کر کے جو کچھ مال بچے اس میں سے حصہ لے لیں لڑکیاں نہیں مانتی اب حکم شرعی کیا ہے؟

جواب...... زید کے مال متروک میں اس کے ورثہ عورت' لڑکے' لڑکیاں تمام شریک ہیں اور یہ شرکت فی الملک ہے اور شرکت فی الملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے بلا اجازت اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ پس دونوں لڑکوں نے جب باپ کے مال متروک سے

تجارت شروع کی حالانکہ ابھی وہ تقسیم نہیں کیا گیا تھا تو اس وقت اگر دونوں نے دوسرے وارثوں کی اجازت لی ہے تو مذکورہ نقصان میں وہ بھی شریک ہوں گے ورنہ مذکورہ تجارت کے نفع ونقصان کے ذمہ دار فقط وہ دونوں لڑکے ہی ہوں گے۔

پس بلا اذن صریح ورثہ آپس میں ملے جلے رہ کر گذارا کرنے سے اجازت ثابت نہ ہوگی' اور زید کی لڑکیاں مذکورہ قرض سے بری ہونگی۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۲۷۵)

شرکت میں مرغوں کی تجارت کرنا

سوال...... مرغوں کی تجارت میں شرکت کا کون سا طریقہ جائز ہے کونسا ناجائز؟

جواب...... اگر دو شخص یا اس سے زیادہ رقم ملا کر مرغ خریدیں اور منافع میں دونوں شریک ہوں جائز ہے اور اگر مرغے ایک شخص کے ہوں اور خدمت وعمل دوسرے کی ہو اور نفع میں شرکت طے پائے تو ناجائز ہے اور اگر سائل کی مراد کوئی اور صورت ہے تو اس کو بیان کرنے کے بعد جواب ممکن ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۴)

باپ اور بیٹے کی مشترک جائیداد کا حکم

سوال...... رحیم بخش کے دو بیٹے ہیں کریم بخش' ذبی بخش دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں کریم بخش باپ کے ساتھ شریک ہو گیا اور اس شرکت کو عرصہ سولہ سال کا گذر گیا پھر رحیم بخش کی وفات ہو گئی اب مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... بوقت اشتراک دونوں کے اموال میں جو تناسب تھا اس کے مطابق ترکہ سے کریم بخش کے حصہ کا وہ مالک ہے' باقی ترکہ سب وارثوں پر بقدر سہام تقسیم ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۰۴)

اہل سنت اور شیعہ کے مشترک خریدے ہوئے گورستان کا حکم

سوال...... گروہ اثناء عشریہ کو بلا مدت اور بلا خرید نے دوسرے گورستان کے نکال دینا از روئے شرع انصاف ہے یا نہیں؟ اور تاوقتیکہ دوسرا گورستان نہ خریدا جائے اس وقت تک یہ اپنے مردے کہاں رکھیں چنانچہ ان کی جائے زر خرید نہیں ہے اور سرکاری جگہ پر دفن کرنا خلاف قانون سرکار ہے اس حالت میں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب...... جب وہ زمین فریقین کے مشترک روپے سے خریدی گئی ہے تو بقدر نسبت باہمی ہر دو رقم کے وہ زمین دونوں فریق میں شرعاً مشترک ہوگئی یعنی دونوں فریق اپنے اپنے حصہ رقم کے موافق اس زمین کے مالک ہونگے اور ہر مالک کو اپنی ملک میں تصرف کرنیکا حق حاصل ہے کوئی کسی کو نہیں روک سکتا نیز اہل تشیع سب خارج از سلام بھی نہیں تاوقتیکہ وہ ضروریات دین کا انکار نہ کریں اس پر بھی اگر مصلحت

یہی ہو کہ فریقین کے اموات مخلوط طور پر مدفون نہ ہوں تو بقدر حصص اس زمین کو تقسیم کرلیا جائے اور درمیان میں حد قائم کردی جائے تاکہ دونوں کا قبرستان الگ الگ ہو جائے گو باہم اتصال رہے اور اگر یہ زمین خرید کر سب مالکوں نے یا انکے وکیلوں نے صریح لفظوں سے وقف کردی ہے تو دوبارہ سوال کیا جائے اور وہ الفاظ وقف کے بھی سوال میں لکھے جائیں اس وقت جواب دیا جائیگا۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۱۷)

دکان چلانے کے عوض میں شرکاء سے ہدیہ لینا

سوال......اگر محمود راس المال میں بھی ان چاروں کے ساتھ شریک ہے اور دکان چلانے کے عوض بعنوان ہدیہ ہر مہینہ لیتا ہے اور نفع کا حصہ بھی چلانے کے عوض میں' مطلب یہ ہے کہ اس کو تین طریقے سے آمدنی ہوتی ہے ایک راس المال میں شرکت کی وجہ سے' اور ایک دکان چلانے کے عوض میں نفع کا نصف حصہ اور ہر مہینہ بعنوان ہدیہ' سو روپے' تو یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب......اس صورت میں بھی تنخواہ لینا جائز نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۴۲)

چک بندی میں باغ کو مشترک قرار دئیے جانے کی صورت

سوال......ایک مشترکہ چک میں زید' بکر' عمر' خالد برابر کے شریک تھے' پینتیس سال قبل اس حک میں ایک نمبر چار بیگہ کا ایسا آیا تھا جس میں کچھ آم کے پیڑ تھے پھر بھائیوں کے بٹوارے میں یہ نمبر زید پر چلا گیا اس نے کچھ پیڑ اس باغ میں اور لگائے اب پینتیس سال بعد چک بندی میں اسماعیل کے شریکوں نے اس کو صلاح دی کہ اس باغ والے کھیت کی قیمت چک بندی افسر سے لگوا لو تاکہ یہ باغ والا کھیت تم پر رہ جائے اور اس کے حصے کی زمین ہمیں خالی مل جائے رضامندی سے کھیت کی قیمت لگوائی گئی کئی روز کے بعد اسماعیل نے وہ قیمت کٹوادی کہ کبھی میرے پاس کاشت کی زمین بقیہ حصہ داروں سے کم رہ جائے چک بندی والوں نے اس باغ کو پھر مشترکہ حصہ داران کا رہنے دیا ایک سال ہو گیا ہے چاروں حصہ داران اپنے اپنے نئے چکوں پر چلے گئے اس باغ میں سبھی حصہ دار مع نام اندراج قائم ہیں زید فوت ہو گیا اب اس کے لڑکے بقیہ حصہ داروں کو آمد میں سے حصہ نہیں دیتے آیا ہمارا حصہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... چک بندی میں باغ کو سب بھائیوں میں مشترک قرار دے دیا تو اب مشترک ہی ہے اس لئے سب حصہ داروں کا باغ میں حصہ ہے آمدنی حصہ داروں میں تقسیم ہونا ضروری ہے۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ہوٹل کے ایک شریک کا اپنے دوستوں کو مشترکہ کھانا کھلانا

سوال......ایک ہوٹل میں زید' عمر' بکر شریک تھے زید کے ملنے والے آدمی ہوٹل آتے

ہیں اور چائے کھانا وغیرہ بعض مرتبہ کھلانا پڑتا ہے زید سوچتا ہے کہ شرکاء کہیں یہ نہ سوچیں کہ زید کے آدمی چائے وغیرہ پیتے ہیں لہٰذا زید نے شرکاء سے کہا کہ اگر چہ آپ کو کھلانا پلانا برا نہ لگتا ہو مگر میرے دل میں یہ بات گوارا نہیں لہٰذا زید چاہتا ہے کہ عمرو بکر شرکاء کو ایک ایک ہزار روپیہ ماہوار ادا کردے آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... زید کے ملنے والے آدمی چائے کھانا' تینوں کا مشترک کھا پی لیتے ہیں اور زید ان سے قیمت نہیں لیتا عمر' بکر بھی زید کے تعلق کی بنا پر اس کو برداشت کر لیتے ہیں یہ ان کا زید پر احسان ہے زید اگر اس احسان کے عوض بے ضابطہ ان کو کچھ رقم دیدیا کرے (ایک ہزار یا کم وبیش حسب صوابدید) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ص ۳۴۹)

آڑھتی کو مضاربت پر رقم دینا جائز نہیں ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کو زید آڑھت یعنی کمیشن کا کاروبار کرتا ہے جو ایک آنہ فی روپیہ لی جاتی ہے زید سے کہتا ہے کہ میرے پاس روپیہ کم ہے تم روپیہ کی امداد کرو تو نصف آڑھت تم کو دوں گا۔

اس شرط پر بکر زید کو روپیہ دے دیتا ہے اور نصف آڑھت یعنی کمیشن لے لیتا ہے ایسی صورت میں بکر کا نصف آڑھت لینا از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا سود کے تحت آجاتا ہے۔

جواب...... آڑھت کا کاروبار اگرچہ جائز ہے لیکن جس شخص سے آڑھتی نے رقم لی ہے اس نے فی الحقیقت یہ رقم مضاربت پر دی ہے مضاربت میں اس رقم سے کوئی چیز خریدی جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اسکے نفع کو تقسیم کیا جاتا ہے بظاہر آڑھتی اس رقم سے کوئی مال نہیں خریدتا بلکہ وہ تو دوسروں کا مال رکھ کر دلال کی حیثیت سے فروخت کرتا ہے اور اسکا کمیشن لیتا ہے اس لئے یہ مضاربت جائز نہیں اور نہ رقم دینے والے شخص کو اپنی رقم کے علاوہ کچھ لینے کی اجازت ہے البتہ اگر آڑھتی اس رقم سے کوئی چیز خود خرید کر فروخت کرتا ہے تو اسکے نفع میں رقم دینے والا شخص شریک ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۸ص ۱۵۸)

سامان میں شرکت عنان صحیح نہیں

سوال...... زید' بکر' عمرو مشترک کاروبار کرنا چاہتے ہیں زید کی ایک دکان ہے جو کرایہ پر چلائی ہوئی ہے جس کی قیمت تیرہ ہزار اور کرایہ پینتیس روپے ماہوار ہے بکر اور عمرو چار چار ہزار روپے شامل کرتے ہیں دکان سمیت یہ پوری مالیت اکیس ہزار روپے بن جاتی ہے اب فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اصل نفع کا نصف تو کام کرنے والے شرکاء کی محنت کا معاوضہ ہوگا اور باقی نصف شرکاء کے سرمائے کے مطابق شرکاء میں تقسیم ہوگا' شرعاً یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ شرکت عنان ہے جس میں نقد روپے کا وجود شرط ہے صورت سوال میں ایک طرف سامان اور دوسری طرف نقد ہے لہٰذا یہ شرکت صحیح نہیں اس کو صحیح کرنے کی شرط یہ ہے کہ پہلے زید، بکر اور عمرو کو مکان میں شریک کرے پھر برابر یا کم وبیش سرمایہ لگا کر عقد شرکت کرلیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۳۹۷)

شرکت عنان کی ایک صورت کا حکم

سوال...... مجھے قرض کی ضرورت ہے ایک صاحب دیتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ تجارت میں مجھ کو بھی شریک کرلو اسکے واسطے میں نے یہ صورت تجویز کی ہے کہ جس قدر روپیہ کی مجھے ضرورت ہو وہ لے لوں اور جن کتابوں کی خواہش ہو ان کو خرید کرلوں اور اپنی کل تجارت میں ان کو شریک کرلوں تا کہ روپیہ جلد ادا ہو جائے ورنہ اگر چند کتابوں میں شریک کروں گا تو روپیہ بہت دنوں میں ادا ہوگا اور فی روپیہ ۲/ نفع طے پایا ہے مثلاً میں نے ۱۶ روپیہ لے کر کتابیں منگوائیں اب ۲ کے حساب سے ۱۶ میں ۲ نفع کے ہوئے اصل و نفع ملا کر ۱۸ ہوئے اب اگر سولہ کی کتابیں علیحدہ دو چار رکھی جاویں تو مدت میں نکلیں گی اس لئے روپیہ لیکر میں کتابیں اپنی ضرورت کی منگواؤں گا باقی اس خیال سے کہ روپیہ جلدی ادا ہو جائے اپنی کل کتابوں میں انکی شرکت کئے لیتا ہوں کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟ اگر نا جائز ہو تو کوئی آسان صورت تجویز فرمائی جائے؟

جواب...... یہ صورت شرکت عنان کی ہے اور شرکت عنان میں دو شرطیں ہیں وہ یہاں نہیں ہیں کیونکہ ایک کا مال نقد ہے دوسرے کی کتابیں اور نقد والے کا نفع معین ہے لہٰذا یہ شرکت نا جائز ہے اور یہ نفع معین سود ہے جو کہ ایک حیلہ سے قرض لینا مقصود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸۵)

حرام کمائی والے کو تجارت میں شریک کرنا

سوال...... والد صاحب کی تجارت میں ایک شخص پولیس ملازم شریک ہونا چاہتے ہیں مال ان کا مشکوک بل کہ غالب خراب ہے ان کی شرکت کا کیا حکم ہے؟ نمک کی خریداری اس طرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری خزانہ میں ہر جگہ جمع کیا جا سکتا ہے وہاں سے رسید لے کر سرکاری پرمنٹ گودام واقع جھیل سانبھر کو بھیج دی جاتی ہے اور نمک وہاں سے آجاتا ہے یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیج دیئے جاتے ہیں وہ نمک خرید کر بھیج دیتا ہے ان صورتوں میں خراب روپیہ شامل کرنے میں کیا حکم ہے؟

جواب...... جن کا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لے کر شرکت کرلیں پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کردیں اور بدوں اس تدبیر کے خزانہ میں جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اس خرابی کو دور نہیں کر سکتا۔ لان البدل فی حکم المبدل عنه بخلاف القرض فانه لیس بمبادلة کمالا یخفی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۱۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرت

حقوق العباد کی اہمیت اور ناحق دوسروں کا مال لینے کا وبال

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن بندہ کو حق تعالیٰ کھڑا کر کے دریافت فرمائیں گے کہ جوانی کہاں خرچ کی؟ اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ (التبلیغ)

اور حدیث شریف میں ہے کہ حقوق کو دنیا میں ادا کر دو یا معاف کرالو اس دن سے پہلے جس میں روپیہ پیسہ کچھ نہ ہوگا۔

ظلم ہلکی چیز نہیں ہے۔ ساری عبادتیں اس وقت تک ناکافی ہیں جب تک ظلم سے برأت نہ ہوگی۔ درمختار میں لکھا ہے کہ ایک دانگ کے بدلہ میں جو درہم کا چھٹا حصہ ہے، جس کو تین پیسہ سمجھ لیجئے (اس کے بدلہ میں) سات مقبول نمازیں حق دار کو دلائی جائیں گی، کتنی سخت مصیبت ہوگی اول تو ہماری نمازیں مقبول ہی کتنی ہیں پھر تین تین پیسہ کے بدلہ میں وہ بھی جاتی رہیں تو بتلائیے قیامت میں کیسی حسرت ہوگی؟

مسلم شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا! تم مفلس کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ اس سے بڑھ کر مفلس وہ ہے جس نے نمازیں بھی بہت پڑھی تھیں، روزے بھی بہت رکھے تھے زکوٰۃ بھی دی اور صدقات بھی کیے تھے مگر اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی تھی، کسی کو مارا پیٹا تھا، کسی کا مال لے لیا تھا، اب قیامت میں ایک آیا وہ اس کی نمازیں لے گیا اور دوسرا روزے لے گیا، تیسرا آیا وہ حج لے گیا۔ چوتھا آیا وہ زکوٰۃ و صدقات لے گیا پھر بھی کچھ حق دار بچ گئے اور ان کو دینے کو نیکیاں نہ بچیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے گئے اور طاعات سے خالی ہو کر گناہوں میں لد کر جہنم داخل ہوگا یہ سب سے بڑا مفلس ہے۔

کیا یہ بات تھوڑی ہے کہ ذرا ذرا سے حقوق العباد کے بدلے میں ساری کی کرائی محنت دوسروں کو مل جائے۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ بعض اعتبار سے حقوق العباد نماز و روزہ سے بھی مقدم ہیں، ان کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ مگر افسوس لوگوں کو ان کا بالکل ہی اہتمام نہیں۔ (خیر الارشاد، حقوق و فرائض)۔ اصلاح خواتین ص ۱۲۷ تا ۱۲۸۔

ربڑ کی عورت سے مباشرت کا حکم

سوال: ایک شخص نیم پاگل ہے ایک حاذق حکیم نے علاج جماع کرنا بتلایا ہے مگر اس سے کوئی شادی کرنے کے لیے تیار نہیں تو کیا اس کو مصنوعی "ربڑ" کی عورت سے جماع کرنا جائز ہے وہ عورت امریکہ نے تیار کی ہے اس میں پھونک بھر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس میں عورت کی صورت اور جنسی اعضاء ابھر آتے ہیں اور بعینہ عورت معلوم ہوتی ہے اس میں ایسی صنعت ہے کہ وہ متحرک بھی ہوتی ہے اور ملازم جو اپنی بیویوں سے دور رہتے ہیں کیا وہ بھی اس کا استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب: مصنوعی عورت کے ساتھ جماع سے وہ فائدہ نہیں ہو سکتا جس کا ڈاکٹر یا طبیب نے مشورہ دیا ہے اس طبیب سے استصواب کر لیا جائے، جنسی خواہش جائز طور پر دو طرح سے پوری کی جا سکتی ہے جس کی قرآن نے صراحت کی ہے ایک بیوی دوسری لونڈی اور باندیاں۔ "اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَیْ مِنْ زَوْجَاتِھِمْ اَوْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ اَیِ السَّرَارِیُّ "جلالین" آگے قرآن کہتا ہے: "فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذَالِکَ ......الخ" امام مالک اور امام شافعی نے اس آیت سے ثابت کیا کہ مشت زنی حرام ہے اور فقہاء احناف نے مکروہ تحریمی کہا ہے "لحدیث ناکح الید ملعون" البتہ اگر کوئی دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ اس نے ایسا نہ کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے لیے کراہت تنزیہی کے ساتھ اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ حدیث نبوی میں ہے کہ اگر کوئی شادی پر قادر نہ ہو تو وہ روزے رکھے کہ اس سے شہوت ٹوٹتی ہے۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ جنسی خواہشات کی تکمیل کے طریقے شریعت میں دو ہی ہیں، بیوی یا اپنی باندی سے ہمبستری، تیسری کسی صورت کی اجازت نہیں دی گئی۔

اس میں بیلون کا استعمال بھی آتا ہے، از روئے شرع مصنوعی عورت سے شہوت زنی جائز نہیں ہے اگر کوئی استعمال کرے گا گنہگار ہوگا، البتہ اگر اس پاگل کا وہی علاج ہو جو سوال میں درج ہے اور کوئی دوسرا علاج کارگر نہ ہو اور حاذق مسلمان طبیب ذمہ داری قبول کرتا ہو تو تداوی بالمحرم کے قاعدہ سے علاجاً تجویز کیا جا سکتا ہے اگر دوسرا علاج ہے اور اس کے ملنے کی توقع بھی ہے تو پھر اس نیم پاگل کے لیے مصنوعی عورت "بیلون" سے مجامعت کی اجازت نہ ہوگی اس لیے کہ استمنا بالید کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ علامہ شامی نے بحث کی ہے کہ ہاتھ سے منی خارج کرنے میں گناہ کی وجہ آدمی کے ایک جز ہاتھ کا استعمال، پانی کا ضائع کرنا اور شہوت کا بھڑکانا ہے، اور لکھا ہے کہ ہاتھ کے سوا دوسری چیز کے ذریعے بھی منی خارج کرے گا تو بھی گنہگار ہوگا تو اس

سے معلوم ہوا کہ منی کو بے فائدہ قصداً ضائع کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ باقی ملازمت پیشہ لوگ جو اپنی بیویوں سے دور رہتے ہیں یا نوجوان طالب علموں کے لیے اس کی اجازت قطعاً نہیں ہے' وہ اپنی بیویوں کو لا سکتے ہیں' دوسری شادی کر سکتے ہیں' اسی طرح مجرد نوجوانوں کو بھی شادی کی اجازت ہے یا پھر بمطابق حدیث روزہ کو لازم کر لے' اس سے بھی شہوت ٹوٹتی ہے۔ اسلام نے بلوغ کے بعد شادی کی تاکید کی ہے' نیز جہاں باپ کی ذمہ داری لڑکے کے لیے تعلیم و تربیت کا انتظام ہے وہیں بالغ ہونے کے بعد شادی کا نظم کرنا بھی ہے۔

اگر مصنوعی مرد یا مصنوعی عورت کا استعمال لوگ شروع کر دیں گے تو فتنہ فساد زیادہ پھیل پڑے گا نہ مرد کو عورت کی ضرورت باقی رہے گی نہ عورت کو مرد کی' اس طرح انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ بتدریج رک جائے گا اور نسل کشی کی ایک نئی قسم عام ہو جائے گی۔ دراصل یورپ سے مذہب بیزاری کا جو طوفان چلا ہے وہ بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے اور لوگ اس کی گرفت میں آتے جا رہے ہیں' یہ بھی نسل بندی کی ایک نئی قسم ہے' جس کی علماء مخالفت کرتے آ رہے ہیں۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۴۰۷)

انجکشن کے ذریعے اولاد حاصل کرنا

سوال: میری شادی کو بارہ برس گزر گئے' میری منی میں جراثیم مردہ پائے گئے اس لیے بچہ پیدا نہیں ہوتا' ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ جس طرح ٹیوب سے مویشی کو حمل کرایا جاتا ہے اسی طرح تم اپنی عورت کو حاملہ کرالو' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورتوں کو اس طرح گھوڑی بنا کر اولاد حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں' ڈاکٹروں' حکیموں سے اپنا علاج کرائیں' حق تعالیٰ سے دعا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۴۵) ''مردہ جراثیم میں جان ڈالنا اس ذات کے لیے کچھ مشکل نہیں''۔ (م'ع)

عورت کے رحم میں شوہر کی منی انجکشن کے ذریعہ پہنچانا

سوال: ایک عورت کی اولاد نہیں ہوتی' ڈاکٹروں کی تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ عورت یا مرد میں کوئی خراب نہیں بلکہ مباشرت میں مادہ تولید رحم کے اندر اپنے مقام تک نہیں پہنچتا' اس لیے اگر مرد سے مادہ تولید لے کر عورت کے رحم کے اندر پہنچایا جائے تو استقرار ہو جائے' کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ اور اولاد جائز و صحیح النسب ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ طریقہ نہایت بے حیائی کا ہے جو شرعاً مذموم ہے۔ تقدیر پر قانع رہنا امر مستحسن ہے' باقی نفس جواز میں کلام نہیں' جب شوہر خود ہی یہ عمل کرائے' اس طریق عمل سے جو بھی اولاد ہوگی وہ

جائز اولاد اور صحیح النسب شمار ہوگی۔ بحکم حدیث پاک: ''اَلْوَالَدُ لِلْفِرَاشِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ'' (نظام الفتاویٰ ج اص ۳۷۹)

انجکشن کے ذریعے مادہ جانوروں کو حاملہ کرنے کا حکم

سوال: افزائش نسل کے لیے گائے بھینس وغیرہ کو انجکشن لگوانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ حیوانات میں نسب کا لحاظ رکھنا شرعی لحاظ سے ضروری نہیں اس لیے کہ ماں جانوروں میں اصل ہے اور بچہ بھی حلت وحرمت میں ماں کا تابع ہے' بنابریں جانوروں کو افزائش نسل کے لیے انجکشن لگوانا کوئی قبیح عمل نہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۳۹۹)

ابن انجکشن کس کی طرف منسوب ہوگا؟

سوال: ''قائم مقام ماں'' جس کی صورت یہ ہے کہ مرد کا مادہ لے کر بجائے بیوی کے کسی اجنبی عورت کو بطور اجیر حاصل کر کے رحم میں انجکشن سے پہنچایا جاتا ہے وہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے اس صورت کا کیا حکم ہے؟

اور اس طریقہ سے جو بچہ ہو وہ کس کا کہلائے گا؟ ان زوجین کا جن میں سے مردہ کا مادہ استعمال کیا گیا ہے یا اسی عورت کا جس کا رحم استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: وہ عورت جس کے رحم میں انجکشن سے شوہر کے علاوہ کسی مرد کا مادہ منویہ پہنچایا گیا ہو وہ عورت عقل سلیم کے نزدیک مزنیہ اور طوائف سے بھی زیادہ قبیح ومذموم ہوگی اور صورت تو اضطرار کی نہیں اس لیے اس کی اجازت بھی ہرگز نہ ہوگی۔

اس عمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ کس کا ہوگا؟ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ عورت اگر شوہر والی نہیں ہے تو جو بچہ پیدا ہوگا وہ اسی عورت کا کہلائے گا جس کے شکم سے وہ بچہ پیدا ہوا بالکل اسی طرح جس طرح طوائف جس کے پاس متعدد مرد آ کر زنا کر جاتے ہیں اور اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بچہ ان زنا کرنے والے مردوں میں سے کسی کا شمار نہیں ہوتا بلکہ اسی رنڈی کا شمار ہوتا ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں منسوب الی امہ اور صحیح النسب کہا جاتا ہے۔

اور اگر وہ عورت شوہر والی ہے تو وہ بچہ اگرچہ نامشروع طریقے سے آیا لیکن اس کے شوہر کا شمار ہوگا اور اس کی صورت ایسی ہی ہوگی جیسی یہ صورت کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی مرضی سے اس کے سامنے بھی زنا کرائے اور علوق ٹھہر جائے اور بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ اسی شخص کا شمار ہوگا جس

کی وہ بیوی ہے۔ لَحَدِيثِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ ...... الخ اور یہ حکم اس صورت کا بھی ہے جب کہ شوہر نے اس سے کبھی بھی وطی نہ کی ہو۔ لِاَنَّ الْفِرَاشَ لَهُ لہٰذا ہر حال میں یہی حکم ہوگا اور بچہ اسی شخص کا شمار ہوگا جس کی بیوی نے یہ حرکت کرائی ہے۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳۷)

آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

سوال: انگلینڈ کے سائنس داں مرد کے تخم کو آلات کے ذریعے عورت کے بطن میں داخل کرکے وجود انسانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں، کیا بغیر مرد و عورت کی مقاربت کے آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب: صورت محررہ فطرت کے خلاف ہے اور بہت سے مفاسد کو اپنے اندر لیے ہوئے، ایک مرد کی منی لی گئی اور اس کی بیوی کی منی لی گئی، دونوں کو مصنوعی بچہ دانی میں رکھا، پھر مختلف مراحل طے کرکے بچہ تیار ہوا، اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ مرد کی منی کو اس کی بیوی کے علاوہ غیر عورت کے ساتھ مخلوط کردیا جائے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جانور کے ساتھ مخلوط کردیا جائے، اس عمل کے ذریعے ایک اور قسم کی مخلوق تیار ہوگی، چنانچہ بعض جگہ بچے کتے اور بندر کی صورت لیے پیدا ہو رہے ہیں اور رات دن تجربات کیے جارہے ہیں کہ کس کس کی منی کو مخلوط کرنے سے کیسی کیسی صورت کے بچے بنتے ہیں، اسی طرح حرمت مصاہرت، بنوت، نسب، حق ولایت، پرورش اور حق وراثت وغیرہ کے مسائل بھی ایک کھلونا بن کر رہ جاتے ہیں جس قدر غور کیا جائے اسی قدر یہ عمل قباحتوں کا مجموعہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۶۲) ''اس لیے قطعاً اجازت نہ ہوگی'' (م ع)

تبدیل جنس سے پہلے اور بعد والی اولاد میں مناکحت

سوال: ایک عورت تھی وہ مرد بن گئی، عورت ہونے کے زمانے میں اس کے ایک لڑکا تھا، اب مرد بننے کے بعد اس کے چند بچے پیدا ہوئے، ان میں ایک لڑکی بھی ہے، کیا عورت ہونے کے زمانے میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا اس کی شادی اس لڑکی سے ہوسکتی ہے جو تبدیل جنس کے بعد میں پیدا ہوئی، نیز ان ہر دو اولاد میں بھائی چارہ کی کون سی نسبت ہوگی؟ وہ حقیقی بہن بھائی ہوں گے یا علاتی اخیافی؟

جواب: ایک ہی ذات سے جو لڑکا لڑکی پیدا ہوئے، اگرچہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت جداگانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاتی اور اخیافی بہن سے بھی حرام ہے، ہر ایک کی تولید

کے وقت جو مولود منہ کی صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۶۴)

بعض درست اور نادرست نام

سوال: کسی کا نام (۱) عبدالحبیب' (۲) غلام نبی' (۳) غلام مصطفیٰ' (۴) عبدالنبی' (۵) عبدالرسول' (۶) محمد رسول' (۷) شیخ محمد' (۸) محمد' (۹) احمد' (۱۰) رب الدین' ہو تو ایسا نام رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: ان میں ۲' ۳' ۷' ۸' ۹ نام درست ہیں' باقی نام رکھنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۱۴)

پڑوس کے ناچ' گانے والوں کے گھر کا کھانا کھانا

سوال: زکریا کے محلے میں ساتھ پڑوس میں ایسے افراد رہتے ہیں جن کا پیشہ ناچ گانا و بدکاری ہے لیکن یہ پیشہ محلے میں نہیں بلکہ اور جگہ کرتے ہیں' محلے والوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے ہیں' تو ایسی صورت میں محلے والوں کو طوائف کے خاندان سے میل جول جائز ہے یا نہیں؟ ان کے یہاں سے آیا ہوا کھانا قبول کرنا کیسا ہے؟ اور محلے والوں کے کیا فرائض ہونے چاہئیں؟

جواب: حرام کمائی کا کھانا پینا جائز نہیں' محلے والوں کو چاہیے کہ اپنی حد تک ان کو ترک گناہ کی فہمائش کریں اور اگر وہ اس کاروبار کو نہ چھوڑیں تو ان سے زیادہ تعلق نہ رکھیں' نہ ان کی دعوت میں جائیں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۲۴۷)

تکلیف دینے والے پڑوسی سے کیا سلوک کیا جائے؟

سوال: سید خاندان کے ایک صاحب عرصہ دس سال سے میرے پڑوس میں رہائش پذیر ہیں اور سرکاری عہدے ہم دونوں کے مساوی ہیں مگر وہ ہر وقت کسی نہ کسی کو پریشان اور تنگ کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں' مختلف انداز سے ذہنی کوفت پہنچاتے رہتے ہیں' کبھی بچوں کو مار دیا اور کبھی کوئی بہتان لگا دیا' غرضیکہ شیطانی حرکتیں کرتے رہتے ہیں' خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سے ہر طرح سے نبھانے کی کوشش کی مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ! ان کی اولاد' ان کی بیگم اور وہ خود حرام کی بے پناہ دولت کی فراوانی کے باعث غرور میں رہتے ہیں' آپ بتائیں کہ اسلام ان جیسے پڑوسیوں سے کس طرح کا سلوک روا رکھنے کی تلقین کرتا ہے؟

جواب: اپنی طرف سے ان کو کسی طرح ایذا نہ پہنچائی جائے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کیا جائے جن صاحب کا آپ نے تذکرہ کیا ہے اگر وہ واقعتاً سید ہوتے تو ان کا اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتا۔ حدیث میں ایسے لوگوں کو جو کہ پڑوسیوں کو ایذا پہنچاتے ہیں مومن کی

صف سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

"عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم: والله ! لایؤمن' والله! لایؤمن' والله! لایؤمن قیل: من یا رسول الله؟ قال: الذی لا یؤمن جاره بوائقه. رواه مسلم" (مشکوة ص: ۴۲۲)

ترجمہ:...... "اللہ کی قسم! مومن نہیں ہوگا اللہ کی قسم! مومن نہیں ہوگا' اللہ کی قسم! مومن نہیں ہوگا' عرض کیا گیا: کون؟ یا رسول اللہ! فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں۔" (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۲۴۷)

عورت کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر ہے

سوال: کیا اسلام عورتوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ دفتروں میں مردوں کے دوش بدوش کام کریں؟ حالانکہ اسلام کہتا ہے کہ ان کا اصل گھر اور کام گھر میں ہے جہاں ان کو رہ کر ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں آخر یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: کما کر کھلانے کی ذمہ داری اسلام نے مرد پر ڈالی ہے' عورتیں اس بوجھ کو اُٹھا کر اپنے لیے خود ہی مشکلات پیدا کر رہی ہیں' اسلام میں کمائی کے لیے بے پردہ ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۹۵ جلد ۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح

جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذرِ شرعی ان کا نکاح نہ کرنا

سوال:۔ کیا جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور بلا کسی شرعی رکاوٹ کے ان کے نکاح نہ کرنے سے سرپرست یا والد کی شرعی حیثیت متاثر ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ کفو ملنے کی صورت میں جوان بیٹیوں کا نکاح جلد از جلد کردینا ضروری ہے تاہم موزوں رشتہ کی تلاش میں تاخیر ہوجانا ممنوع نہیں اور اس سے سرپرست یا والد کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی' البتہ موزوں رشتہ ملنے کی صورت میں سازگار حالات کے باوجود بیٹیوں کو رسمی غیرت کی وجہ سے نکاح سے محروم رکھنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۴ ص۲۹۶)

عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی اور لڑکے نے اپنے ورثاء اور اولیاء کو بتائے بغیر چپکے سے عدالت میں جا کر کورٹ میرج (نکاح) کرلیا جبکہ مجلس نکاح میں سرکاری خطیب صاحب کے علاوہ صرف دو اور آدمی بطور گواہ موجود تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس نکاح سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں یا نہیں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ عقد نکاح خوب ظاہر کرکے علی اعلان کیا جائے چپکے سے بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کو شریعت مقدسہ نے باطل قرار دیا ہے چونکہ صورت مسئولہ کے مطابق اس نکاح میں لڑکے لڑکی کے علاوہ سرکاری خطیب اور دو آدمی اور بھی بطور گواہ شریک تھے اس لیے یہ نکاح جائز اور درست ہے مگر کراہت سے خالی نہیں تاہم اس عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں۔

کما قال العلامة ظفر احمد العثمانی : (الجواب) نکاح سر کہ ممنوع و باطل

است آن است کہ دو شاہدین علاوہ ناکح و منکوحہ نباشد و اگر شاہدین یا شہود حاضر باشند ایں چنیں نکاح نکاح سر کہ باطل نباشد اما خالی از کراہت نباشد۔ (فتاوی حقانیہ ج ۴ ص ۳۰۳)

شوہر بیوی سے کتنے عرصہ تک جدا رہ سکتا ہے؟

سوال: حضرت مفتی صاحب مدظلہ بعد سلام مسنون۔ یہاں دبئی میں ہندوستان کے بہت سے مسلمان بغرض ملازمت آئے ہوئے ہیں۔ بعض مقروض ہیں، شادی شدہ ہیں۔ ان کی عورتیں دیندار ہیں جن پر پورا اعتماد ہے اور خاندانی عزت کا پورا خیال ہے۔ اپنے خویش و اقارب کے ساتھ رہتی ہیں تاہم ان کے حقوق کا مسئلہ درپیش رہتا ہے جس سے پریشانی ہوتی ہے۔ قرض داری کا بوجھ ہلکا نہ ہو اور اپنی پوزیشن اچھی نہ ہو جائے اس وقت تک یہاں پر بلانا بھی مشکل ہے، وقتاً فوقتاً آمد و رفت بھی دشوار ہے جس بناء پر سال دو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک ان سے دور رہنا پڑتا ہے اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں بیویوں سے دور رہنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

جواب: عزیزان من! اسلمکم اللہ تعالی: بعد سلام مسنون عافیت طرفین مطلوب۔ بے شک عورت کی حاجت اور خواہش اور حقوق کا لحاظ از بس ضروری ہے۔ جس طرح مرد کو عورت کی خواہش ہوتی ہے عورت کو بھی مرد کی خواہش ہوتی ہے بلکہ نسبتاً بہت زیادہ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۳ ج ۱)

یعنی مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی جماع کا ترک کر دینا روا نہیں ہے اس لیے کہ عورت کا مرد پر اس بات کا حق ہے اور ترک جماع میں عورت کو ضرور نقصان پہنچتا ہے کیونکہ عورت کی خواہش بہ نسبت مرد کے زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ننانوے ۹۹ درجہ زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے ان پر شرم و حیاء کا پردہ ڈال دیا ہے (اس وجہ سے شہوت مغلوب اور دبی رہتی ہے) بعض لوگوں کا قول ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں، عورتوں کو نو حصے اور ایک حصہ مردوں کو اور بدون عذر کے عورتوں سے چار ماہ تک علیحدگی روا نہیں ہے اور اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت اس کو طلب کرے اور مرد باوجود استطاعت و قدرت کے نہ آوے تو حاکم کو چاہیے کہ عورت کے حسب خواہش دونوں میں تفریق کرادے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۳ ج ۱ فصل فی آداب النکاح)

اس لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مرد عورت کی بلا اذن و رضاء کے چار ماہ سے زائد جدا نہ رہے۔

"ویجب ان لا یلبغ له عدة الابر ضائها وطیب نفسها به الخ" (شامی ص ۵۴۷ ج ۲ باب القسم)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں (گلی کوچوں میں) گشت لگاتے تھے کہ ایک مکان سے جوان عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ فراق شوہر میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

فو اللہ لولا اللہ تخشی عواقبہ لزحزح من ھذا السریر جوانبہ

"یعنی قسم بخدا! اگر مجھ کو خوف خدا نہ ہوتا تو آج چارپائی کی چولیں ہلتی ہوئی ہوتیں۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگی کہ کافی عرصہ ہوا میرا شوہر جہاد میں گیا ہے۔ اس کے فراق میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محزون ہوئے۔ گھر آ کر اپنی بیٹی اُم المؤمنین حضرت حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت تک صبر کر سکتی ہے؟ عرض کیا کہ چار ماہ۔ چنانچہ آپؓ نے فرمان جاری کیا کہ شادی شدہ فوجی کو چار ماہ ہونے پر اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی جائے۔

ٹیلیفون پر نکاح کی جائز صورت

سوال: کیا ٹیلیفون پر نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: ٹیلی فون پر نکاح کئی وجوہات کی بناء پر جائز نہیں ہے۔ البتہ ایک صورت ایسی ہے کہ ٹیلی فون کے ذریعے نکاح کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ٹیلی فون پر نکاح کرنے والا (دُلہا) اپنے کسی جاننے والے کو جو اس کی آواز پہچانتا ہو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنا دے اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے تو یہ نکاح بالکل صحیح اور درست ہو جائے گا۔ جیسا کہ عالمگیری اور شامی میں غائب کے نکاح میں' نکاح بالکتابت اور توکیل کی صورتیں لکھی ہیں اُن کے مطابق اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (ملخص)

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا

سوال: عقد نکاح کے لیے بہترین جگہ کون سی ہے؟ آج کل یہ طریقہ چل رہا ہے کہ جہاں تبلیغی اجتماع ہوتا ہے وہاں دُلہا اور لڑکی کا وکیل اور شاہدین پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح ہر اجتماع میں کئی نکاح ہوتے ہیں' کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ یہ بدعت تو نہیں ہوگا؟ کہ اپنی بستی اور اپنے محلہ کو چھوڑ کر جہاں اجتماع ہوتا ہے وہاں جاتے ہیں اس کو سادگی کہا جاتا ہے وہاں علماء بھی ہوتے ہیں مگر کچھ نہیں کہتے' آپ اس پر روشنی ڈالیں؟ بینوا توجروا

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ اپنے گھر پر خوشی کی تقریب ہو قریبی رشتے دار بھی آسانی سے شریک ہو سکتے ہیں نکاح مسجد میں کیا جائے کہ یہ مستحب ہے مگر آج کل شادی کے رسوم ورواج اس قدر بڑھ

گئے ہیں کہ اکثر مستورات کی نماز قضا ہوتی ہے اور فضول خرچی ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس کی وجہ سے انسان مقروض بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر تبلیغی اجتماعات میں عقد نکاح کیا جائے تو غلط نہیں ہے، بہت سی خرابیوں سے بچ جاتے ہیں' اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی اس جگہ اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان اور اقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے اس لیے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہو سکتا ہے۔ غالباً اسی لیے علماء کچھ نہیں کہتے۔ فقط واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ص ۲۴۳)

بغیر ولی کی اجازت کے نکاح

سوال: ایک لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی اس نے عدت کے بعد تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح کیا' اس نے بھی طلاق دے دی اور عدت گزرنے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے نکاح کر لیا' دوبارہ نکاح میں لڑکی کے رشتہ دار شامل نہ ہو سکے کیونکہ صرف ماں راضی تھی' گو بھائی شامل نہ ہوا اور گواہ میں کوئی دوسرے شامل نہ ہوں تو نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو صورت آپ نے لکھی ہے اس کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح صحیح ہے خواہ بھائی یا رشتہ دار اس نکاح میں شامل نہ ہوئے ہوں' تب بھی یہ نکاح صحیح ہے۔ اولیاء کی رضامندی پہلی بار نکاح کے لیے ضروری ہے۔ اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کے لیے ضروری نہیں کیونکہ وہ ایک بار اس شوہر سے نکاح پر رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں بلکہ اگر لڑکی پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو اولیاء کو اس سے روکنے کی قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے۔ اس لیے اگر بھائی راضی نہیں تو وہ گناہگار ہیں' لڑکی کا نکاح پہلے شوہر سے صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۶ ج ۵)

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: میرے ایک عزیز کی شادی ایک عیسائی لڑکی سے ہوئی ہے' لڑکی کا باپ مسلمان ہے اور ماں عیسائی' باپ چونکہ ہندوستانی فوج میں میجر تھا اور مذہب کی بیگانگی اور شرافت سے بیگانگی کیوجہ سے لڑکی سے محبت ہوگئی' انہوں نے بزرگوں کی مرضی سے سول میرج کر لی' لڑکی کی ماں کہتی تھی کہ میں نکاح نہیں کرنے دوں گی' لڑکے کا باپ نکاح کرنے پر مصر تھا' لڑکی کے باپ نے کہا کہ "ابھی تو لڑکی کی ماں کا کہا مان لیں کیونکہ وہ بہت ضدی ہے' آپ اپنے گھر لے جا کر نکاح پڑھوا لیں" چنانچہ ایسا ہی ہوا' سب نے یہی سمجھا کہ لڑکا مسلمان ہے' لہٰذا لڑکی بھی مسلمان ہوگی'

جب دو بچے پیدا ہو گئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی اپنی ماں کے مذہب پر ہے یعنی عیسائی ہے اور لڑکی نے بھی اقرار کیا کہ عیسائی ہوں اب شرعاً کیا یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عیسائی عورت سے مسلمان کا نکاح شرعاً منعقد ہو جاتا ہے شرط یہ ہے کہ عورت واقعۃً عیسائی مذہب پر ہو۔ (وفی الدر المختار ج:۳ ص:۴۵)

آج کل کے عیسائیوں کی طرح نہ ہو جو نام کے تو عیسائی ہوتے ہیں اور ان کے عقائد دہریوں کے عقائد ہوتے ہیں کہ خدا رسول کسی کو نہیں مانتے نیز دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح شرعی طریقے پر دو گواہوں کے سامنے ہوا ہو۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۲۵۷)

اپنی بیوی کو بغیر پردہ کے نچوانا

سوال: ایک مجلس میں دو عالم نے وعظ کہا پہلے عالم پردہ کے متعلق وعظ فرما کر چلے آئے اس کے پیچھے دو شخصوں نے ان عالم صاحب کو برا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ وہی پڑھ کر آیا ہے اور کوئی عالم نہیں ہم اپنی بیوی کو لوگوں کے سامنے بغیر کپڑے کے نچوائیں گے اس بات کو دوسرے عالم صاحب نے سن کر قرآن و حدیث پڑھ کر بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے اس پر اس عالم صاحب نے کفر کا حکم فرمایا یہ حکم صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت کا حکم معلوم ہونے پر اس طرح اس کا انکار کرنا یہ شریعت کا مقابلہ کرنا ہے جو کہ مسلمان کا کام نہیں کافروں جیسا کام ہے اس لیے اس معنی کو کفر کہنا بھی درست ہے کیونکہ اس کا انجام عامۃً یہ ہوتا ہے کہ آدمی قرآن و حدیث کی بھی بے ادبی اور گستاخی کر بیٹھتا ہے اس لیے تجدید ایمان اور توبہ کر لینی چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۹۵)

نابالغ کا نکاح اور بلوغت کے بعد اختیار

سوال: ہمارے گاؤں میں نکاح کا ایک طریقہ رائج ہے جو کہ کم و بیش ہی پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی ابھی چھوٹی عمر کے ہی ہوتے ہیں یعنی بالکل نابالغ بچے ہوتے ہیں کہ ان کے والدین ان نابالغ بچوں کے نکاح کا آپس میں ایک معاہدہ کر لیتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ کیا یہ نکاح اسلام میں جائز ہے ہماری مقامی زبان میں اسے جابہ قبولہ کہتے ہیں کیونکہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہونا نہایت ہی ضروری ہے ورنہ جبراً نکاح نہیں ہوتا۔ اگر یہ جابہ قبولہ جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور یہ معاہدہ کون کر سکتا ہے؟ نیز بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کی رضامندی نہ ہو تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس معاہدہ یعنی جابہ قبولہ کا شریعت کی رو سے نام کیا ہے؟

جواب: نابالغی کا نکاح جائز ہے پھر اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے کرادیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے رکھے یا مسترد کردے مگر شرط یہ ہے جس مجلس میں لڑکی بالغ ہو اسی مجلس میں اعلان کردے ورنہ نکاح لازم ہوجائے گا اور بعد میں مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اختیار نہیں۔ الا یہ کہ واضح طور پر یہ نکاح اولاد کی رعایت وشفقت کی بناء پر نہیں بلکہ کسی لالچ کی بناء پر کیا ہو۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۵۹ ج ۵)

اگر والدین کورٹ کے نکاح سے خوش ہوں تو نکاح صحیح ہے

سوال: لڑکا لڑکی کی حیثیت کے برابر ہے' لڑکی کے والدین اس نکاح سے خوش ہیں لیکن یہ نکاح کورٹ کے ذریعے ہوا ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

جواب: صحیح ہے۔ بشرطیکہ نکاح کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۵۲۔

جبراً نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ؟

گواہ نکاح نمبر ۱: مسمٰی دوست محمد خان ولد مراد خان قوم بلوچ امیر خان ولد محمد بخش خان قوم بلوچ کے نکاح کے گواہوں میں سے گواہ ہوں۔ عورت نے ایجاب وقبول نہ کیا اور عورت سے انگوٹھا جبراً لگوایا گیا۔ میں یہ بیان مسجد میں بیٹھ کر سچ بول رہا ہوں کہ ایک گواہ نور خان اور دوسرا میں خود دوست محمد اور تیسرا محمد نواز خان بلوچ ہے اور عورت کا والی بھی بنا کیونکہ میں عورت کا چچا ہوں۔

گواہ نمبر ۲: مسمٰی نور خان ولد محمد بخش خان حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ آج ذی الحجہ کی ۹ اور عصر کا وقت ہے۔ مجھے جس چیز کا پتہ ہے عرض کرتا ہوں۔ یہ لڑکی جس طرف نکاح کے لیے تیار تھی اس طرف ہماری دشمنی تھی' ہم سب نے مل کر اس پر جبر کیا' عورت نے ایجاب وقبول نہیں کیا اور رجسٹر پر انگوٹھا بھی زدوکوب کر کے لگوایا گیا۔

گواہ نمبر ۳: مسمٰی محمد نواز خان ولد محمد خان قوم بلوچ حلفیہ بیان کرتا ہوں جبکہ میں اس وقت مسجد میں بیٹھا ہوں کہ میں امیر ولد محمد بخش کے نکاح میں موجود تھا اور امیر خان میرا چچا زاد بھائی ہے۔ میں جانتا ہوں سچ عرض کروں گا کہ اس عورت کا انگوٹھا جبراً لگوایا گیا' اس عورت نے ایجاب وقبول نہیں کیا۔

تو کیا ان گواہوں کی گواہی سے نکاح کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: گواہوں کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ تو شرعی اصول کے مطابق ثالث

کرسکتا ہے۔ اگر گواہ شرعاً معتبر ہوں اور لڑکی نے صراحۃً یا دلالۃً نکاح کی اجازت نہیں دی بلکہ زبردستی اس کا انگوٹھا لگوایا گیا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صورت مسئولہ میں یہ نکاح فضولی کا ہے۔ پس اگر عورت مذکورہ نے نکاح پڑھنے کے بعد اُسے رَد کردیا ہے تو نکاح رَد ہوگیا ہے اور اگر قبول کرلیا ہے تو پھر یہ نکاح صحیح ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ص ۵۸)

کیا ایام مخصوص میں نکاح جائز ہے

سوال: بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ ایام مخصوص میں عورت کا نکاح نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو پھر دوبارہ نکاح پڑھانا پڑتا ہے آپ یہ بتائیں کہ کیا ایام مخصوص میں نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: نکاح ہو جاتا ہے مگر میاں بیوی کی یکجائی صحیح نہیں، رخصتی ان ایام کے ختم ہونے کے بعد کی جائے گی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۶۷ ج ۵)

کسی کی منکوحہ سے نکاح' نکاح نہیں بدکاری ہے

سوال: میرے دو بچے ہیں۔ ۱۲ سال قبل شادی ہوئی تھی مجھ سے پہلے میری بیوی کی شادی ایک شخص سے ہوئی تھی اس شخص کو ایک مقدمہ میں ۱۶ سال سزائے قید ہوگئی تھی۔ دو سال کے بعد میں نے اس کی بیوی سے عدالت میں نکاح کرلیا جبکہ پہلے شوہر نے ابھی تک طلاق نہیں دی اُس سے بھی میری بیوی کے چار بچے ہیں' اب اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا ہے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے' خدا کے لیے قرآن کی روشنی میں بتایئے کہ یہ میری بیوی ہے یا پہلے شوہر کی یا اب ہم کیا کریں؟

جواب: یہ تو ظاہر ہے کہ جب یہ عورت پہلے ایک شخص کی منکوحہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ عورت اسی کی بیوی ہے اور یہ مسئلہ ہر عام وخاص کو معلوم ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس سے دوسرے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اس لیے یہ عورت آپ کی بیوی نہیں بلکہ پہلے شوہر کی بیوی ہے۔ آپ اس کو علیحدہ کردیں اور وہ عدت گزار کر پہلے شوہر کے پاس چلی جائے یا پہلے شوہر سے طلاق لے لی جائے اور عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے دوبارہ صحیح نکاح کریں۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۰۴۔

رضامند نہ ہونے والی لڑکی کا بیہوش ہونے پر انگوٹھا لگوانا

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہوگی اس کی شادی ایک ۳۵ سال سے زیادہ عمر کے شخص سے ہوئی۔ اس شخص کی پہلی بیوی سے بھی اولاد تھی جو اس لڑکی سے بھی زیادہ عمر کی تھی' نکاح کے وقت جب لڑکی سے اجازت نامہ پر دستخط کروانے گئے تو اس نے انکار کردیا کیونکہ لڑکی اس شادی پر تیار نہ تھی وہ مسلسل رو رو کر انکار کر رہی تھی اور روتے روتے بیہوش ہوگئی اور بے ہوشی کی حالت میں

اجازت نامہ پر انگوٹھا لگوایا گیا' یعنی گواہوں نے ہاتھ پکڑ کر لگایا آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ نکاح ہوگیا؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: نکاح کے لیے لڑکی کا اجازت دینا شرط ہے۔ آپ نے جو واقعات لکھے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت ہی نہیں ہوئی' اس لیے نکاح نہیں ہوا۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۱۳ ج ۵)

کیا بغیر عذر شرعی منگنی کو توڑنا جائز ہے

سوال: رشتہ یا منگنی طے ہوجانے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر منسوخ یا توڑ دینا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: منگنی' وعدہ نکاح کا نام ہے اور بغیر عذر کے وعدہ پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق کی علامتوں میں شمار فرمایا ہے۔ ہاں! اگر اس وعدہ کے پورا کرنے میں کسی معقول مضرت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو شاید اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرمائیں۔

موجودہ دور میں جہیز کی لعنت

سوال: ٹی وی پروگرام تفہیم دین میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مقرر نے غیر مشروط طور پر جہیز کو کافرانہ رسم اور رسم بد قرار دیا ہے۔

(۱) کیا قرآن وسنت کی رو سے جہیز کو کافرانہ رسم اور رسم بد کہنا صحیح ہے؟

(۲) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کو جہیز دیا تھا؟

جواب: جہیز ان تحائف اور سامان کا نام ہے جو والدین اپنی بچی کو رخصت کرتے ہوئے دیتے ہیں۔ یہ رحمت ومحبت کی علامت تھی' بشرطیکہ نمود ونمائش سے پاک ہو اور والدین کے لیے کسی پریشانی و اذیت کا باعث نہ بنتا ہو لیکن مسلمانوں کی شامت اعمال نے اس رحمت کو زحمت بنادیا ہے۔ اب لڑکے والے بڑی ڈھٹائی سے یہ دیکھتے ہی نہیں بلکہ پوچھتے بھی ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا ورنہ ہم رشتہ نہیں لیں گے۔ اسی معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ ہے کہ غریب والدین کے لیے بچیوں کا عقد کرنا وبال جان بن گیا ہے۔ فرمایئے کیا اس جہیز کی لعنت کو کافرانہ رسم اور رسم بد سے بھی زیادہ سخت الفاظ کے ساتھ یاد نہ کیا جائے؟

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت فرمایا ہے کہ کیا آپؐ نے اپنی صاحب زادیوں کو جہیز دیا تھا۔ جی ہاں دیا تھا لیکن کسی سیرت کی کتاب میں یہ پڑھ لیجئے کہ آپؐ نے اپنی چہیتی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کیا جہیز دیا تھا' دو چکیاں' پانی کے لیے دو مشکیزے' چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک چادر۔ کیا

آپ کے یہاں بھی بیٹیوں کو یہی جہیز دیا جاتا ہے۔ کاش ہم سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں اپنی سیرت کا چہرہ سنوارنے کی کوشش کریں۔ (آپکے مسائل اوران کا حل ص ۱۳۸ ج ۵)

جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے

سوال: ہمارے قبیلے کا یہ رواج ہے کہ ماں باپ لڑکی کو جو جہیز دیتے ہیں اسے سرعام دکھاتے ہیں جس میں عورت کے کپڑے بھی دکھائے جاتے ہیں اور یہاں بہت سے مرد بھی جہیز دیکھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، کیا عورت کے کپڑے اور زیور نامحرموں کو سرعام دکھانا دین اسلام میں جائز ہے؟

جواب: لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کا سرعام دکھانا جاہلی رسم ہے جس کا منشاء محض نمود و نمائش ہے اور مستورات کے زیور اور کپڑے غیر مردوں کو دکھانا بھی بری رسم ہے۔ شرفاء کو اس سے غیرت آتی ہے۔ (آپکے مسائل اوران کا حل ص ۱۳۸ ج ۵)

میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا گناہ کبیرہ ہے

سوال: شوہر کو اس کی بیوی سے بدظن کرنا کیسا فعل ہے؟

جواب: حدیث میں ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۹۴ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانا اور ایک دوسرے سے بدظن کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ فعل مسلمانوں کا نہیں اور قرآن کریم میں میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے کو یہودی جادوگروں کا فعل بتایا ہے۔ (فتاوی شامیہ میں ہے کہ ایسے شخص کی سزا عمر قید ہے۔ مؤلف) (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۵۰۷ ج ۵)

سوال: کیا خاوند اپنی بیوی کا برہنہ بدن جماع کے وقت یا اس کے علاوہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کریم کے انداز بیان "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان رشتہ ازدواج کی وجہ سے پردہ کی کیفیت باقی نہیں رہتی اس لیے میاں بیوی کے لیے ایک دوسرے کے بدن پر نظر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں تاہم فقہاء کرام نے شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے اجتناب کرنے کو بہتر لکھا ہے۔ (فتاوی حقانیہ ج ۴ ص ۴۴۰)

سالی سے زنا کرنے کے بعد بیوی سے کب تک الگ رہا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر ایک آدمی اپنی سالی

کے ساتھ زنا کرے تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پھر آدمی کو دوبارہ کیسے نکاح پڑھنا چاہیے؟ اگر رات کو آدمی اپنی عورت کے پاس جانے کا ارادہ رکھ کر اٹھتا ہے تو اُونگھ کی وجہ سے وہ اپنی عورت کے بجائے اپنی سالی کے بستر پر چلا جاتا ہے کہ جب وہ ہاتھ لگاتا ہے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ میری عورت نہیں ہے وہ پھر واپس چلا جاتا ہے' کیا ہاتھ لگانے سے بھی نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس کا جواب تفصیل سے دیں؟ ایک بات اور ہے وہ یہ کہ اگر آدمی نکاح ہونے سے ۳۶ گھنٹے قبل اپنی سالی سے زنا کر لیتا ہے تو اس کا کیا ہوگا؟ تفصیلاً جواب دیں؟ بینوا توجروا من اللہ

جواب: سالی کے ساتھ زنا کرنے سے زانی شخص پر اپنی بیوی حرام نہیں ہو جاتی۔ بیوی اس کے لیے حلال ہے اور اس کا نکاح بدستور قائم ہے' ویسے زنا گناہ کبیرہ ہے اور اس سے توبہ تائب ہونا لازم ہے۔ (الدر المختار علی ہامش تنویر الابصار ص ۳۴ ج ۳)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی منکوحہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوئی۔ البتہ جب تک مزنیہ کو ایک حیض نہ آچکے اس وقت تک اس کو منکوحہ بیوی سے علیحدہ رہنا واجب ہے۔ نیز جب زنا سے نکاح فاسد نہیں ہوتا تو ہاتھ لگانے سے تو یقیناً نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۵۵۹)

دلہن کی رخصتی قرآن کے سائے میں کرنا

سوال: آج کل اس اسلامی معاشرہ میں چند نہایت ہی غلط اور ہندوانہ رسمیں موجود ہیں۔ افسوس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب کسی رسم کو اجر و ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً لڑکی کی رخصتی کے وقت اس کے سر پر قرآن کا سایہ کیا جاتا ہے حالانکہ اس قرآن کے نیچے ہی لڑکی (دلہن) ایسی حالت میں ہوتی جو قرآنی آیات کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوا کرتی ہے یعنی بناؤ سنگھار کر کے غیر محرم کی نظر کی زینت بن کر کیمرہ کی تصویر بن رہی ہوتی ہے۔ اگر لڑکی کہتی ہے کہ یوں درست نہیں بلکہ باپردہ ہونا لازم ہے جو کہ اسی قرآن میں تحریر ہے۔ جس کا سایہ کیا جاتا ہے تو اسے قدامت پسند کہا جاتا ہے اور اگر کہا جاتا ہے کہ پھر قرآن کا سایہ نہ کرو تو اسے گمراہ کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ دلہنوں کا یوں قرآن کے سایہ میں رخصت ہونا غیر محرموں کے سامنے کیسا ہے؟ قرآن کیا اسی لیے صرف نازل ہوا تھا کہ اس کا سایہ کریں چاہے اپنے اعمال سے ان آیات کو اپنے قدموں تلے روندیں؟

جواب: دلہن پر قرآن کریم کا سایہ کرنا محض ایک رسم ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور دلہن کو سجا کر نامحرموں کو دکھانا حرام ہے اور نامحرموں کی محفل میں اس پر قرآن کریم کا سایہ کرنا قرآن کریم

کے احکام کو پامال کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۰۳ ج ۵)

دلہا کا دلہن کے آنچل پر نماز پڑھنا اور ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا

سوال: میری شادی کو تقریباً تین سال ہونے کو ہیں، شادی کی پہلی رات مجھ سے دو ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جس کی چبھن میں آج تک دل میں محسوس کرتا ہوں۔

پہلی غلطی یہ ہوئی کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دو رکعت نماز شکرانہ جو کہ بیوی کا آنچل بچھا کر ادا کی جاتی ہے نہ پڑھ سکا، یہ ہماری لاعلمی تھی اور نہ ہی میرے دوستوں اور عزیزوں نے بتایا تھا، بہر حال تقریباً شادی کے دو سال بعد مجھے اس بات کا علم ہوا تو ہم دونوں میاں بیوی نے اس نماز کی ادائیگی بالکل اسی طرح سے کی نماز کے بعد اپنے رب العزت سے خوب گڑگڑا کر معافی مانگی مگر دل کی خلش دور نہ ہوسکی۔

دوسری غلطی بھی لاعلمی کے باعث ہوئی ہماری دُور کی ممانی ہیں جنہوں نے ہمیں اس کا مشورہ دیا تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ ضرور پینا ہم (میاں بیوی) نے ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ بھی پیا مگر جب میں نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا ذکر کیا تو پتہ چلا کہ جو لوگ ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پیتے ہیں بھائی بھائی یا بھائی بہن کہلاتے ہیں۔

جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے دل میں عجیب عجیب خیالات آتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ ہمارے ان افعال کا کفارہ کس طرح ادا ہو سکے گا؟ جناب کی مہربانی ہوگی؟

جواب: آپ سے دو غلطیاں نہیں ہوئیں بلکہ آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ پہلی رات بیوی کی آنچل بچھا کر نماز پڑھنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب، یہ محض لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی بات ہے۔ لہٰذا آپ کی پریشانی بے وجہ ہے آپ کے دوست کا یہ کہنا غلط فہمی بلکہ جہالت ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا جھوٹا کھا پی لینے سے بھائی، بہن بن جاتے ہیں۔ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں لہٰذا آپ پر کوئی کفارہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۰ ج ۵)

چمچہ سے بچہ کو دودھ دینا موجب رضاعت ہے

سوال: اگر کسی بچے کو چمچہ کے ذریعے کسی عورت کا دودھ پلایا جائے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

جواب: جب دودھ بچے کے حلق کے نیچے چلا جائے چاہے کسی بھی طریقے سے ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی چونکہ صورت مسئولہ میں دودھ حالت صغر میں بچے کے بدن میں پہنچ چکا ہے اس لیے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۴۰۲)

خون دینے سے حرمتِ مصاہرت کا حکم

سوال:۔ اگر خاوند اور بیوی کے خون کا گروپ ایک ہو تو خاوند کا خون بیوی کو چڑھانے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ خاوند کا بیوی کو خون دینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ جیسے کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پی لے تو باوجود اس فعل کے حرام ہونے کے ان کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ وہ دودھ جزوِ بدن بنے گا۔

خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم

سوال: اگر خاوند اور بیوی کے خون کا گروپ ایک ہو تو خاوند کا خون بیوی کو چڑھانے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: خاوند کا بیوی کو خون دینے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی جیسے کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پی لے تو باوجود اس فعل کے حرام ہونے کے ان کے درمیان حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ وہ دودھ جزو بدن بنے گا۔

لاپتہ شوہر کی بیوی کا دوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے

سوال: میرے ایک دوست نے شادی کی اور شادی کے بعد وہ بیرون ملک چلے گئے۔ تقریباً چار سال سے نہ ان کا کوئی خط آیا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی حال احوال کچھ پتہ چلتا ہے کہ زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ اُدھر اس کی بیوی کے ماں اور بھائیوں نے اس کی دوسری شادی کرا دی اور اس دوران اس کے دو بچے بھی ہیں۔ پہلے والے شوہر کے ماں باپ نے بھی بیٹے کو مردہ سمجھ کر اس کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی اور یہ بھی یاد رہے کہ لڑکا بیرون ملک فوج میں ہے تاہم آج تک نہ اس کا کوئی خط آیا اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی چیز آئی جس سے اس کی موت کا پتہ چل سکے۔

(۱) قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ شادی ہو سکتی ہے؟

جواب: نہیں

(۲) لڑکی کا پہلا خاوند آجائے تو لڑکی کو کون سے شوہر کے پاس رہنا چاہیے؟

جواب: وہ پہلے شوہر کے نکاح میں ہے دوسرا نکاح اس کا ہوا نہیں۔

(۳) کیا اس طرح کرنے سے پہلا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: پہلا نکاح باقی ہے وہ نہیں ٹوٹا۔

(۴) اگر ٹوٹ جاتا ہے تو عدت کتنے دن بیٹھ جانا چاہیے؟

جواب: جب نکاح باقی ہے تو عدت کا کیا سوال؟

مسئلہ: جو شخص لاپتہ ہو اس کی موت کا فیصلہ عدالت کر سکتی ہے۔ محض عورت کا یا عورت کے گھر والوں کا یہ سوچ لینا کہ وہ مر گیا ہوگا اس سے اس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی اس لیے یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہے اس کا دوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے۔ ان دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ عورت کو لازم ہے کہ عدالت میں پہلے شوہر سے اپنا نکاح ثابت کرے اور پھر یہ ثابت کرے کہ اتنے عرصہ سے اس کا شوہر لاپتہ ہے اس کے بعد عدالت اس کو چار سال انتظار کرنے کی تلقین کرے اور اس عرصہ میں عدالت سرکاری ذرائع سے اس کے شوہر کو تلاش کرائے۔ اگر اس عرصہ میں شوہر مل جائے تو ٹھیک ورنہ عدالت اس کی موت کا فیصلہ کر کے شوہر کی موت کے فیصلہ کے دن سے عورت چار مہینے دس دن (۱۳۰ دن) شوہر کی موت کی عدت گزارے عدت ختم ہونے کے بعد عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۴۳ تا ۱۴۷۔

مفقود الخبر سے متعلق احکام

سوال: شوہر مفقود الخبر کی میعاد شرع شریف میں کس قدر ہے اور کب تک؟ مال متروکہ اس کا کس طرح تقسیم کیا جاوے؟

جواب: مفقود الخبر کی زوجہ کے نکاح میں حنفیہ نے قول امام مالک رحمۃ اللہ اختیار کیا ہے کہ بعد چار سال کے اس کی زوجہ عدت دس چار ماہ پورے کر کے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ کذا فی الشامی اور دوبارہ تقسیم میراث مفقود مذہب اصلی مذہب حنفیہ پر عمل درآمد ہوگا اور مذہب اصلی حنفیہ کا اس بارے میں ہے کہ جس وقت اقران اس کے مر جاویں اس وقت حکم موت مفقود کا دیا جاوے اور تقدیر اس کی نوے برس کے ساتھ کی گئی ہے اور اس میں دیگر اقوال بھی ہیں جو کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب المفقود ج ۳ ص ۴۵۸ ط۔س۔ ج ۴ ص ۲۹۸) ظفیر۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۱۸۲۔

ظہار کی تعریف اور اس کے احکام

سوال: ظہار سے کیا مراد ہے اور اس کے احکام علم فقہ میں کیا ہیں؟

جواب: ظہار کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہہ دے کہ "تو مجھ پر میری ماں یا

بہن جیسی ہے'' اس کا حکم یہ ہے کہ اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی لیکن کفارہ ادا کیے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ محتاجوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے' تب اس کے لیے بیوی کے پاس جانا حلال ہوگا۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۶ ج ۵)

بیوی کو بیٹا کہنے کا حکم

سوال: زید اپنی زوجہ کو بیٹا کہہ کر پکارتا ہے چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو جب بھی زید کو اپنی بیوی کو بلانا مقصود ہو یہی طریقہ اپنایا ہوا ہے جب کہ اس کے سب گھر والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں اور اکثر زید کی سالی زید سے پوچھ لیتی ہے کہ تمہارا بیٹا کہاں ہے جب کہ بیوی بھی اس کے مخاطب کرنے پر رجوع کرتی ہے یہاں پردیس میں بھی جب اس کو بیوی کا خط ملنے میں دیر ہو جائے تو وہ دوستوں سے یہی کہتا ہے کہ میرے بیٹے کا خط نہیں آیا' کیا زید اور اس کی بیوی کا رشتہ قائم رہا یا نہیں اور اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب: بیوی کو بیٹا کہنا لغو اور بیہودہ حرکت ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹا اور توبہ واستغفار کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۶ ج ۵)

غیر مسلم جج کا فسخ نکاح کا فیصلہ معتبر نہیں ہے

سوال: شفیق الرحمٰن کا بشریٰ سے نکاح ہوا تو تقریباً سات آٹھ سال دونوں ساتھ رہے' دو بچے بھی ہیں' پھر شفیق الرحمٰن کا بشریٰ اور اس کے والدین سے جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے بشریٰ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی اور اس نے بنگلہ دیش میں ایک کورٹ میں طلاق یعنی فسخ نکاح کے لیے درخواست پیش کی' کورٹ نے شوہر اور بیوی دونوں کی گفتگو سنی' ان دونوں کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شوہر کے انکار پر نکاح فسخ نہیں کیا' اس کے بعد بشریٰ کے والدین امریکہ چلے گئے وہاں غیر مسلم جج کے سامنے کورٹ میں فسخ نکاح کی درخواست پیش کی' وہاں کی کورٹ نے شوہر کا بیان یا اس سے تحقیق کیے بغیر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا' کیا وہاں کے غیر مسلم جج کے فسخ نکاح کا فیصلہ کرنے سے نکاح فسخ ہو جائے گا؟ امید ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں گے؟ بینوا توجروا

جواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً! غیر مسلم جج فسخ نکاح کا فیصلہ کرے تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا اور اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

الحیلة الناجزہ میں ہے: اگر کسی جگہ فیصلہ کنندگان حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے اس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ (لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقہ) حتیٰ کہ اگر روداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔......الیٰ قولہ......اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے۔ جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جیوری کے سپرد ہو جاتا ہے یا پنچ میں پیش ہوتا ہے یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو اس صورت میں ان سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے' کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں' ایسے فیصلہ سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی۔ الخ (الحیلة الناجزہ ص ۲۳' ص ۲۴' جزو دوم تفریق بین الزوجین بحکم حاکم)

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت کی درخواست پر غیر مسلم جج نے فسخ نکاح کا جو فیصلہ کیا ہے وہ معتبر نہیں اس فیصلہ سے نکاح شرعاً فسخ نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۸۹۔

تنسیخ نکاح کی صحیح صورت

سوال: میری بیوی نے میرے خلاف عدالت سے بمع مہر ۱۰۰۰ روپے کے طلاق حاصل کر لی ہے۔ عدالت میں میرے خلاف اس کی کوئی شہادت موجود نہیں اور نہ ہی عدالت نے شہادت طلب کی ہے میری بیوی کے اپنے بیان میرے حق میں جاتے ہیں اس کے باوجود بھی اس نے عدالت سے اثر و رسوخ کی بناء پر طلاق حاصل کر لی ہے۔ وجہ طلاق صرف یہ ہے کہ اس کے والدین مجھے پسند نہیں کرتے کیونکہ میں معمولی ملازم ہوں حالانکہ اس کے بطن سے ۵ سال اور ۳ سال کے میرے دو بچے بھی ہیں' کیا اس کو شرعاً طلاق ہو گئی یا نہیں؟ کیا وہ شرعاً دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: شرعی فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے اگر وہ عورت کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اس کے دعویٰ پر شہادتیں طلب کرے اور شوہر کو صفائی کا پورا موقع دے۔ اگر تمام کارروائی کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہو تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے۔ اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور مظلوم عورت کی گلو خلاصی پر راضی نہ ہو تو عدالت از خود تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر دے۔ اگر اس طریقہ سے فیصلہ ہوا ہو تو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔

لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ محض عورت کی درخواست پر فیصلہ کر دیا گیا نہ عورت سے گواہ طلب کیے اور نہ شوہر کو بلوا کر اس کا مؤقف سنا گیا ایسا فیصلہ شرعاً کالعدم ہے اور عورت بدستور اس شوہر کے نکاح میں ہے اس کو دوسری جگہ عقد کی شرعاً اجازت نہیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ص ۳۹۸ ج ۵)

کیا فیملی کورٹ کے فیصلے کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

سوال: اگر ایک عورت ناچاقی کی صورت میں فیملی کورٹ میں نکاح فسخ کا دعویٰ دائر کرتی ہے، جج فیملی کورٹ مقدمے کی سماعت کے بعد عورت کے حق میں ڈگری دے دیتا ہے یعنی عورت کو نکاح ثانی کی اجازت فیملی کورٹ سے مل جاتی ہے تو کیا ازروئے شریعت عورت نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہو تو وہ فیصلہ شرعاً بھی نافذ ہوگا اور اگر مقدمہ کی سماعت میں یا فیصلے میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تو شرعی نقطہ نظر سے وہ فیصلہ کالعدم ہے، شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت نہ ہوگی۔

شرعی قواعد کے مطابق فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے۔ اگر شوہر ان الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کیے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش نہیں کر سکتی تو شوہر سے حلف لیا جائے۔ اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور اگر عورت گواہ پیش کر دے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوق شرعیہ ادا کرنے کی تاکید کرے اور اگر عدالت اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو (جبکہ وہ عورت کے حقوق واجبہ بھی ادا نہیں کرتا) تو عدالت ازخود فسخ نکاح کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو ورنہ اگر جج غیر مسلم ہو (جیسا کہ پاکستان کی عدالتوں میں غیر مسلم جج بھی موجود ہیں) تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۴۰۰۔

کیا عدالت تنسیخ نکاح کر سکتی ہے؟

سوال: اگر ایک منکوحہ عورت کسی جج کی عدالت سے خاوند سے علیحدگی حاصل کرے اور اس عورت کے اعتراضات اس کے خاوند پر گواہان کی شہادت سے درست ثابت ہو جائیں مگر خاوند

عدالت وغیرہ میں شرعی حیثیت سے طلاق نہ دے بلکہ جج کسی عورت کی درخواست منظور کرے اور یوں اس عورت کو چھٹکارا مل جائے اس کی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس عورت کو واقعی طلاق ہوگئی یا نہیں؟ نیز یہ کہ بعد عدت طلاق کیا اس عورت کا نکاح ثانی حلال ہے؟

جواب: اگر عدالت معاملہ کی پوری چھان بین اور گواہوں کی شہادت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ عورت واقعی مظلوم ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کر رہا اور عدالت کے حکم کے باوجود وہ طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہے تو اس کا تنسیخ نکاح کا فیصلہ صحیح ہے اور عورت عدت کے بعد دوسرا عقد کر سکتی ہے اور اگر عدالت نے معاملہ کی صحیح تفتیش اور گواہوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ کیا یا شوہر کی غیر موجودگی میں محض عورت کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ طلاق کے قائم مقام نہیں ہوگا اور اس فیصلے کے باوجود عورت کے لیے دوسری جگہ عقد کرنا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۹ ج ۵)

کورٹ صرف عورت کی درخواست پر فسخ نکاح یا طلاق کا فیصلہ کرلے تو شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: مخدوم المکرم حضرت مفتی صاحب مدظلہم بعد سلام مسنون! مزاج اقدس بخیر ہوگا' احقر پر کینیڈا سے ایک سوال آیا ہے' آپ کی خدمت میں ارسال ہے' جواب عنایت فرمائیں؟

ایک عورت نے کینیڈا میں کورٹ میں درخواست دی کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی مگر شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا' یہی وجہ ہے کہ اس نے کورٹ میں نہ کسی تحریر پر دستخط کیے ہیں نہ طلاق نامہ لکھنے کے لیے کہا اور نہ زبان سے طلاق دی' عورت نے اپنے دستخط کر کے کورٹ میں جو درخواست پیش کی اسی درخواست کو بنیاد بناتے ہوئے کورٹ نے اپنا تحریری فیصلہ عورت کو دے دیا جس میں دونوں کے درمیان تفریق کر دینے کا تذکرہ ہے تو شرعی اعتبار سے عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان تفریق ہوگئی یا نہیں؟ نکاح باقی رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: صورت مسئولہ میں عورت نے اپنے طور پر شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے کورٹ میں درخواست دی مگر شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا' اسی وجہ سے نہ اس نے کسی تحریر پر دستخط کیے نہ خود طلاق نامہ لکھا نہ کسی کو لکھنے کے لیے وکیل بنایا اور نہ زبانی طلاق دی' کورٹ نے عورت کی درخواست پر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ شرعی اعتبار سے غیر معتبر ہے اور اس سے نہ نکاح فسخ ہوگا اور نہ عورت پر طلاق واقع ہوگی۔

اس قسم کے مقدمات کے فیصلہ کا حق شرعی قاضی کو ہوتا ہے اور جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمات کا شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو اور وہ مسلم مجسٹریٹ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے یا پھر دیندار مسلمانوں کی شرعی پنچایت (جماعت مسلمین) جس میں کم از کم ایک دو مستند عالم بھی ہوں یہ پنچایت شرعی تحقیق کے بعد فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی معتبر ہوتا ہے۔ غیر مسلم مجسٹریٹ کا فیصلہ ایسے معاملات میں معتبر نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت یا تو شوہر سے طلاق حاصل کرے، اگر وہ انکار کرے تو خلع کرلے یا پھر شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ پیش کر کے ان کے فیصلے کے مطابق عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۸۳۔

شوہر نس بندی کرالے تو عورت کو تفریق کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ دارالقضاء امارت شرعیہ کو عورتوں کی جانب سے ایسے استغاثے پیش ہو رہے ہیں کہ ان کے شوہروں نے نس بندی کرالی ہے اور اس عمل کی وجہ سے وہ قوت تولید سے محروم ہو چکے ہیں اس لیے انہیں شوہر کی زوجیت سے علیحدہ کر کے دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔

اس سلسلہ میں اہل علم حضرات سے یہ علمی استفتاء ہے کہ کیا نس بندی کی وجہ سے عورتوں کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ اہل قضا کیا اس بنیاد کو فسخ کی بنیاد قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ نس بندی کی وجہ سے مرد کی صرف ایک صلاحیت یعنی ''قوت تولید'' ختم ہو جاتی ہے بقیہ جماع پر قوت علی حالہ باقی رہتی ہے تو اس عمل کی وجہ سے عورت مقصد نکاح سے کماحقہ منتفع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اس کا یہ حق (اولاد کی چاہت) متاثر و مجروح ہوگا یا نہیں؟

جواب: محض قوت تولید مفقود ہونے کی وجہ سے تفریق نہ ہو سکے گی کیونکہ نہایہ میں ہے کہ اگر مرد کا پانی (منی) نہ ہو اور وہ جماع کر سکتا ہو لیکن انزال نہ ہو تو عورت کو خصومت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ (عالمگیری ج ۲ صفحہ ۱۵۶ الباب الثانی عشر فی العنین) لہٰذا عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق نہیں، البتہ خلع کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۸۱ ج ۸)

زنا سے حمل کے بعد نکاح ہو اور چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو

سوال: ایک عورت کے زنا سے حمل قرار دیا گیا اور اس کا نکاح کر دیا گیا، نکاح سے چھ ماہ کے اندر اندر بچہ پیدا ہوا اس کا نسب نکاح سے ثابت ہوگا یا نہیں؟

جواب: نکاح سے پہلے زنا سے جو حمل ہے اور بعد میں جو نکاح ہو اور نکاح سے چھ ماہ سے کم

میں بچہ پیدا ہو گیا تو نسب اس کا نکاح سے ثابت نہ ہو گا۔

البتہ جو بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہو تو وہ بچہ حلالی اور ثابت النسب ہو گا۔ چاہے عورت کا نکاح زانی سے ہو یا کسی دوسرے شخص سے ہو۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۱۸ جلد ۱۱)

حاملہ من الزنا سے نکاح کے بعد بچہ کا نسب

سوال: ایک شخص نے آزاد عورت سے زنا کیا' حاملہ ہونے کے بعد اس شخص نے مزنیہ سے نکاح کر کے معاملہ کو دبا دیا لیکن زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اور شخص مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے ہے تو کیا اس سے نسب ثابت ہو گا یا نہیں؟

جواب: زنا سے نسب کبھی ثابت نہیں ہوتا مذکورہ شخص کا دعویٰ نسب ناقابل التفات ہے تاہم اگر نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو پھر قضاء ناکح سے نسب ثابت ہو گا اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو تو پھر اگر خاوند یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے اگرچہ نسب کے ثبوت کے لیے یہ اقرار مفید نہیں لیکن اس کے اقرار نسب سے یہ بچہ میراث لے سکتا ہے جبکہ زنا کا اقرار کر کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرنے سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ میراث میں حصہ مل سکتا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۶۷)

بلاوجہ ماں باپ کے ہاں بیٹھنے والی عورت کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں

سوال: میری بیوی عرصہ سات ماہ سے اپنے والدین کے گھر ناراض ہو کر بیٹھ گئی ہے اور میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کا خرچہ اور بچوں کا خرچ مسلسل بھیج رہا ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک بھیجتا رہوں گا کیونکہ نہ ان کو میری فکر ہے اور نہ ہی لڑکی کے ماں باپ کو یہ فکر ہے کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے پاس بھیجیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کو خرچ وغیرہ بھیجتا رہوں یا نہیں؟

جواب: بیوی شوہر سے نان ونفقہ وصول کرنے کی اس وقت تک مستحق ہے جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر آباد ہو۔ اگر وہ شوہر کی اجازت ومنشاء کے بغیر بلاوجہ اپنے میکے میں جا بیٹھے تو وہ شرعاً ''ناشزہ'' (نافرمان) ہے اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۴۲۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلاق

پولیس کی سختی سے میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی

سوال: ایک دفعہ عورت کسی جگہ چلی گئی اور واپس لے آئے اور وہ تنگ کرتی رہی اور تنگ ایسا کیا کہ کنویں میں چھلانگ لگائی اور میرے بارے میں کہا کہ اس نے مجھے دھکا دیا ہے اور پھر پولیس لے گئی اور اس نے میرے خلاف پرچہ دلوایا اور مجھے بہت تکلیف دلوائی اور میں نے اس عورت فاطمہ کو تنگ آ کر طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی اور میں نے اس کو تین دفعہ طلاق دی اور میں گھر سے نکل گیا' دو سال تک گھر میں نہیں آیا اور جب آیا میں نے اپنے والد کو کہا کہ اس کو گھر سے نکال دو تب میں گھر رہوں گا ورنہ میں نہیں رہوں گا' عرصہ ڈیڑھ سال ہو چکا ہے از روئے شریعت مسئلہ واضح فرمادیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئی ہیں۔ اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ اس سابقہ خاوند کے ساتھ بغیر حلالہ دوبارہ قطعاً نکاح جائز نہیں۔ **لقوله تعالیٰ فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره الآیه.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۸۵۔

شرعاً یونین کونسل طلاق کی مجاز نہیں بلکہ خاوند ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ نذیر بیگم دختر کریم بخش قوم شادی خیل سکنہ اندرون پاک گیٹ ملتان شہر کی ہوں' میرا نکاح عرصہ اٹھارہ سال پہلے مسمی محمد اقبال ولد محمد رمضان قوم بھٹی پیشہ درزی سکنہ ملتان سے ہوا تھا مگر گھریلو جھگڑے اور نا چاقی کی صورت میں مسمی مذکور نے عرصہ تقریباً دس گیارہ ماہ قبل تین بار طلاق کا لفظ کہہ کر طلاق دیدی تھی اور اس طرح ہمارے جنسی تعلقات عرصہ دس گیارہ ماہ سے بالکل ختم ہو گئے اور باہمی میل میلاپ بند تھا۔ بعد ازیں مسمی مذکور محمد اقبال ولد محمد رمضان نے بمقام کچہری ملتان میں منظور شدہ عرضی نویس اور معتبر گواہان کے روبرو مبلغ دس روپے کے اسٹامپ پیپر پر تحریراً اور قانوناً باضابطہ طور پر مجھے طلاق نامہ لکھ کر دے دیا ہے اس طلاق کے عوض مسمی مذکور نے میری اپنی میکی جدی جائیداد والدین کی ملکیت رہائشی مکان

ودکان بچوں یعنی دولڑکوں کے نام تملیک کے بدلے مسمی مذکور نے مجھے طلاق دی ہے۔ میں بے سہارا ہوں والد اور والدہ فوت ہو چکے ہیں' طلاق نامہ کی ایک نقل اور ایک درخواست طلاق دینے والے کو محلہ کی یونین کمیٹی میں برائے اطلاع دینی پڑتی ہے تو مسمی مذکور محمد اقبال نے نقل واطلاع مورخہ ۸ کو دفتر یونین کمیٹی نمبر ۲۳ میں جا کر دی ہے جبکہ اصل میں طلاق تحریراً مورخہ ۶۷-۶-۵ کو بوقت ۹ بجے صبح کچہری ملتان میں دیدی تھی۔ طلاق نامہ میرے پاس موجود ہے۔ اس عرصہ کو بارہ ماہ گزر گئے ہیں مگر اب جب میں نے نکاح ثانی کیلئے یونین کمیٹی نمبر ۲۳ مذکور سے رجوع کیا تو جواب ملا کہ طلاق دہندہ یعنی محمد اقبال نے کمیٹی کو مورخہ ۲۶ کو مطلع کیا تھا اس لیے تاریخ عدت اسی تاریخ سے شروع ہوگی تو شرع محمدی کے تحت دین اسلام کی پابندی کو لازم سمجھتے ہوئے درخواست لکھ رہی ہوں کہ میں بے سہارا ہوں' میری تمام جائیداد چھین چکی ہے' میرا ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً تین چار سال ہے وہ میرے ساتھ ہے اور اس معصوم کا بوجھ بھی مجھ پر ہے' مہنگائی کا زمانہ ہے اس کے علاوہ مجھے میری عزت کا پاس بھی نہیں' زمانہ اور ہوس پرست لوگوں کی وحشی نظریں بھی میرے تعاقب میں ہیں اس صورت میں نکاح ثانی کرنا چاہتی ہوں' اجازت بروئے شرع محمدی فتویٰ دیا جائے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شرعاً طلاق کا وقوع یونین کونسل کو اطلاع دینے کی تاریخ سے یا ثالثی کونسل کی اجازت سے نہیں ہوتا بلکہ طلاق کے الفاظ زبان سے نکالتے ہی شرعاً طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسی تاریخ سے عدت شروع ہو جاتی ہے اسی طرح طلاق نامہ کی تحریر کی تاریخ سے ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسی وقت سے عدت شروع ہو جاتی ہے۔ عدت شرعیہ غیر حاملہ عورت کے لیے طلاق کی صورت میں مکمل تین ماہواریاں ہیں۔ صورت مسئولہ میں زبانی طلاق دینے کی تاریخ سے اگر اس عورت کو مکمل تین ماہواریاں آ گئی ہیں تو وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اس کو نکاح سے روکنا شرعاً گناہ ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۸۷)

زبردستی کی طلاق کا حکم

سوال: زید پر سخت تشدد کیا گیا کہ وہ اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دے چنانچہ مجبوراً اس نے لکھ دیا کہ میں تین طلاق دیتا ہوں اور پھر یہی الفاظ اس سے زبردستی کہلوائے گئے (تلوار کی نوک پر) کیا ایسی صورت میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر پر زبردستی وجبر کر کے ڈرا دھمکا کر طلاق دلوائی جائے تو واقع ہو جاتی ہے لیکن اگر جبراً طلاق لکھوائی جائے اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (کمافی الشامیہ) ''اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق لکھ دے اور اس نے لکھ دی تو

واقع نہ ہوگی'' (الخ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

طلاق بائن کی تعریف

سوال: طلاق بائن کی تعریف کیا ہے اگر تین مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ کہا جائے کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں یا میں نے تم کو آزاد کر دیا ہے تو کیا دوبارہ اسی عورت سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: طلاق کی تین قسمیں ہیں:

طلاق رجعی......طلاق بائن......اور طلاق مغلظہ

طلاق رجعی یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی طلاق میں عدت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رجوع کر لے۔ اگر اس نے عدت کے اندر رجوع کر لیا تو نکاح بحال رہے گا اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر اس نے عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو طلاق مؤثر ہو جائے گی اور نکاح ختم ہو جائے گا۔ اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ (لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کر چکا ہے وہ ختم ہو گئیں آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا) مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رجوع کر لیا تھا تو اب اس کے پاس صرف دو طلاقیں باقی رہ گئیں اور اگر دو طلاقیں دے کر رجوع کر لیا تھا تو اب صرف ایک باقی رہ گئی اب اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی تین طلاق کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

طلاق بائن یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ کے الفاظ) میں طلق دی ہو یا طلاق کے ساتھ کوئی صفت ایسی ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یا لمبی چوڑی طلاق' طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ البتہ عدت کے اندر بھی اور عدت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق مغلظہ یہ ہے کہ تین طلاق دے دے اس صورت میں بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

شوہر کا یہ کہنا کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں یہ طلاق کنایہ ہے اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور دوسری تیسری دفعہ کہنا لغو ہوگا اور میں نے تم کو آزاد کر دیا کے الفاظ اردو محاورہ میں صریح طلاق کے ہیں اس لیے یہ الفاظ اگر ایک یا دو بار کہے تو طلاق رجعی ہوگی اور اگر تین بار کہے تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۷ ج ۵)

میں آزاد کرتا ہوں صریح طلاق کے الفاظ ہیں

سوال: آج سے تقریباً دو سال قبل ہم میاں بیوی میں کچھ اختلاف ہو گیا تھا اور میں اپنے میکے پنڈی چلی گئی، وہاں میرے شوہر نے میرے والد کے پاس ایک خط لکھا جس میں ان کے الفاظ یہ تھے میں نے سوچا ہے کہ میں آج سے آپ کی بیٹی کو آزاد کرتا ہوں اور یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار اور ہوش وحواس میں کیا ہے اس کے بعد جب میں نے ان سے ملنا چاہا تو انہوں نے کہلوا دیا کہ آپ اب میرے لیے نامحرم ہیں اور ملنا نہیں چاہتا، پھر خاندان کے بزرگوں نے انہیں سمجھانا چاہا تو انہوں نے انہیں کہہ دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں لیکن پھر سب لوگوں کے سمجھانے سے وہ کچھ سمجھ گئے اور ان ہی بزرگوں میں سے ایک مولوی صاحب نے میرے شوہر کو کہا کہ کیونکہ تم نے طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں لہٰذا تم رجوع کر سکتے ہو جب سے اب تک ہم اکٹھے رہ رہے ہیں اور ہماری چند ماہ کی ایک بچی بھی ہے؟

جواب: اردو محاورہ میں آزاد کرتا ہوں کے الفاظ صریح طلاق کے الفاظ ہیں اس لیے مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کیے البتہ چونکہ یہ لفظ صرف ایک بار استعمال کیا اس لیے ایک طلاق واقع ہوئی اور شوہر کا یہ کہنا کہ اب آپ نامحرم ہیں اس بات کا قرینہ ہے کہ اس نے طلاق بائن مراد لی تھی اس لیے نکاح دوبارہ ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال بے علمی میں جو غلطی ہو چکی ہے اس کی تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور فوراً دوبارہ نکاح کرلیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۹ ج ۵)

کیا ”آج سے تم میرے اوپر حرام ہو“ کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

سوال: کچھ دن ہوئے میری بیوی والدہ صاحبہ سے لڑ کر اپنے میکے چلی گئی اور اکثر وہ میری والدہ سے لڑ کر میکے چلی جاتی ہے۔ اس دفعہ میں اسے لینے کے لیے گیا تو اس نے میری والدہ صاحبہ کو میرے سامنے گالیاں دیں تو میں نے وہاں پر اس کے والدین کے سامنے اس کو کہا کہ آج سے تم میرے اوپر حرام ہو؟ آپ براہ کرم مجھے بتائیں کہ آیا اسے طلاق ہو گئی ہے یا نہیں؟ اگر ہو گئی ہے تو ٹھیک اور اگر نہیں ہوئی تو میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں؟ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ ۷ ماہ کی حاملہ بھی ہے؟

جواب: ”آج سے میرے اوپر حرام ہے“ کے الفاظ سے ایک طلاق بائنہ ہو گئی۔ وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر آپ کا غصہ اُتر جائے تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ عدت کے اندر بھی اور عدت کے بعد بھی۔

(آپ کے مسائل ج ۵ ص ۲۲۸)

تین طلاق کے بعد ہمیشہ کیلئے تعلق ختم ہو جاتا ہے

سوال: تین طلاق کے بعد کیا ہمیشہ کے لیے تعلق ختم ہو جاتا ہے یا کوئی شرعی طرح رجوع ہے کہ نہیں؟

جواب: تین طلاق کے بعد نہ رجوع کی گنجائش رہتی ہے نہ دوبارہ نکاح کی' عدت کے بعد عورت دوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرکے ہم بستری کرے پھر دوسرا شوہر مر جائے یا از خود طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تب پہلے شوہر کے سابق نکاح کر سکتی ہے اس کے بغیر نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۳۴ ج ۵)

کیا طلاق رجعی کے بعد رجوع کے لیے نکاح ضروری ہے؟

سوال: کیا طلاق رجعی میں نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں درست ہے؟

جواب: طلاق رجعی میں عدت کے اندر نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں' صرف رجوع کر لینا کافی ہے اور عدت ختم ہو جانے کے بعد دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح درست ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۰ ج ۵)

اگر کوئی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق متفرق دے تو ایک واقع ہوگی

سوال: ایک شخص نے زوجہ غیر مدخولہ کو تین طلاق متفرق دیں' گواہوں کا بیان اس کی تصدیق کرتا ہے' اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟

جواب: غیر مدخولہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک کلمہ سے اس کو تین طلاق دے گا تو ہر سہ طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ **کمایقول انت طالق ثلاثا** اور اگر متفرق طور پر طلاق دے گا تو وہ ایک طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے' دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہیں ہوتی۔ "**وان فرق بوصف او خبر او جعل بعطف او غیرہ بانت بالا ولی لا الی عدۃ الخ**" (درمختار)۔ پس صورت مسئولہ میں جیسا کہ بیان شاہدوں کا ہے اس کے موافق اس کی زوجہ غیر مدخولہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

(ردالمحتار باب طلاق غیر مدخول بہا ج ۲ ص ۶۲۹ ط۔س۔ ج ۳ ص ۲۸۶) ظفیر۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ ص ۲۴۰

گونگے کی بیوی طلاق کیسے حاصل کرے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح بچپن میں ایک لڑکے سے کر دیا تھا' اس وقت لڑکے میں کوئی عیب نہ تھا' بالغ ہونے کے بعد لڑکے میں چند عیوب پیدا ہو گئے جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ

نامرد گونگا ہے اس لیے لڑکی کا والد چاہتا ہے کہ اس کا دوسرا نکاح کردے مگر لڑکا بوجہ گونگا ہونے کے طلاق نہیں دے سکتا' اس وجہ سے اس کا دوسرا نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: گونگے کی طلاق اشارے سے پڑ جاتی ہے اور تحریر سے بھی پڑ جاتی ہے اگر وہ لکھ سکتا ہے تو اس سے طلاق لکھوائی جائے ورنہ اشارے سے طلاق دلوائی جائے۔ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح اس لڑکی کا درست نہیں ہے۔ (کمافی الشامیہ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۸۳ جلد ۹)

انگریزی میں ''ڈائی ورس'' Divorce تین مرتبہ لکھا تو کتنی طلاق واقع ہونگی

سوال: میاں بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا' بیوی نے اپنے والد کو فون کیا' آپ آ کر مجھے یہاں سے لے جائیں' والد آ کر اپنی بیٹی کو اور نواسے کو لے گیا' بچہ کی عمر تین سال ہے' بیوی کے جانے کے بعد شوہر نے بیوی کو ایک خط لکھا جس میں اس نے تین مرتبہ Divorce ''ڈائی ورس'' ''ڈائی ورس'' ''ڈائی ورس'' لکھا لفظ ''طلاق'' نہیں لکھا۔ بعد میں یہ خبر عام ہونے لگی کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جب مرد نے یہ سنا تو اس نے ایک خط بیوی کو اور ایک خط سسر کو لکھا اس میں نے اس نے لکھا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دینے کا بالکل ارادہ نہیں کیا تھا صرف ڈرانے اور دھمکانے کے لیے وہ خط لکھا تھا' پس شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟ تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا (ساؤتھ افریقہ)

جواب: ھوالموفق للصواب: طلاق نامہ سامنے نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ لفظ Divorce ''ڈائی ورس'' وہاں (افریقہ) کے عرف میں طلاق صریح ہے یا کنایہ؟ یا اصل تو کنایہ ہے مگر طلاق میں غلبہ استعمال سے صریح کے حکم میں ہو گیا ہے؟ لہٰذا کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے یہ تو وہاں کے علمائے کرام کا کام ہے جو یہ جانتے ہوں کہ یہ لفظ طلاق صریح کا ہے یا کنایہ طلاق کا یا کثرت استعمال سے صریح کے حکم میں ہو گیا ہے۔

اگر لفظ ''ڈائی ورس'' وہاں کی زبان میں طلاق کے لیے موضوع ہے اور طلاق ہی میں مستعمل ہے تو اگرچہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے انگریزی کا ہے تاہم اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی دو مرتبہ کہنے سے دو طلاقیں رجعی اور تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی اور عورت مغلظہ بائنہ ہو جائے گی اور شوہر کا یہ قول کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی ڈرانا مقصود تھا' مسموع نہیں ہے۔

اور اگر یہ لفظ کنایہ طلاق ہے طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے مگر طلاق اور غیر طلاق کا احتمال

رکھتا ہے۔ یعنی اس لفظ سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی مستعمل ہو تو ایقاع طلاق کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے۔ طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی البتہ دلالت حال' مذاکرہ طلاق' نزاع زوجین شوہر کا غصہ وغیرہ قرائن قویہ سے ظن غالب ہو جائے کہ طلاق دینے کا ہی قصد تھا تو وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا ان قرائن قویہ کی موجودگی میں شوہر نیت طلاق کا انکار کرے تو اس کی بات قضاء معتبر نہ ہوگی۔

اور اگر لفظ ''ڈائی ورس'' اصل میں تو کنایہ ہے' طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے لیکن طلاق میں غلبہ استعمال سے صریح کے حکم میں ہو گیا ہے تو نیت کا محتاج نہیں ہے بلا نیت طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اگر بائن متعارف ہو جس طرح لفظ ''فارغ خطی'' میں بائن متعارف ہے ورنہ رجعی ہوگی جیسے لفظ ''چھوڑ دی'' میں رجعی متعارف ہے۔ (جامع الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۱۶۹)

گمشدہ شخص کی بیوی نے دوسری شادی کر لی' شوہر اوّل واپس آیا' کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص عرصہ نو سال مفقود الخبر رہا۔ پانچ سال کے بعد اس کی عورت نے عدالت میں برضا مندی برادری دعویٰ تنسیخ دائر کر کے اپنے استغاثہ کی تائید میں اپنے والد اور سسر کو عدالت میں طلب کرا کر استغاثہ کی تائید کروائی۔ صاحب بہادر نے باجود شہادت لینے کے عورت کے خاوند کے اشتہار جاری کیے ہیں لیکن وہ حاضر عدالت نہ ہوا اس کے بعد صاحب نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ میں یکطرفہ ڈگری بمعہ خرچہ بحق مدعیہ برخلاف مدعاعلیہ کرتا ہوں' یہ نکاح فسخ کیا جاتا ہے مگر اس فیصلہ کا اثر چھ ماہ میعاد کے بعد تصور ہوگا۔ اب جس کو پانچ سال گزر چکے ہیں' عورت نے برضا مندی برادری دوسری جگہ نکاح کر لیا جو قانونی طور پر درج رجسٹر ہو چکا ہے۔ اب مفقود الخبر دس گیارہ یوم سے گھر واپس آ گیا ہے' برادری میں مطالبہ کرتا ہے کہ وہی میری عورت مجھے واپس کرد' عورت سے دریافت کیا گیا اس نے بتایا کہ جس نے نو سال سے مجھے نان ونفقہ اور حقوق زوجیت سے محروم رکھا ہے مجھے اب اس پر کیا اعتبار ہے کہ میں اب اس کے پاس چلی جاؤں' میں اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتی ہوں کیونکہ اس نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے کہ درمیان عرصہ نہ کوئی میرے پاس خرچ بھیجا اور نہ ہی کوئی خیریت کا خط بھیجا۔ بذریعہ عدالت آزاد ہو کر دوسری جگہ نکاح کرایا ہوا ہے قانونی طور پر جو اس سے بن سکے کرے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ شریعت کا جو اصول ہے اب اس کو شرعی طور پر کس طرح نمٹایا جائے؟ اب جس کے ساتھ عورت کا نکاح ہے اس کو برادری نے

مجبور کر کے عورت دی تھی اور اس کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو رہا تھا کہ مفقود الخبر کی کبھی واپسی بھی ہوگی اور دوسرے طریقہ سے یعنی کہ دوسرا بازو دیا جائے گا۔ یہ معاہدہ بھی نہیں ہے اگر اب مفقود الخبر پر اعتبار نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ وہ پھر ایسا کرے نکل جائے اور پھر دوسری دفعہ خرابی پیدا ہو جائے۔ اس معاملہ میں فریقین کے درمیان بہت جلد فیصلہ کرانے کی آرزو ہو رہی ہے؟ بینوا توجروا

جواب: عورت اپنے خاوند سابق کے نکاح میں رہے گی اور اسی کی منکوحہ سمجھی جائے گی۔ شوہر دوئم کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ الحیلۃ الناجزۃ ص ۷۳ پر ہے:

وفی میزان الشعرانی ص ۱۲۴ ج ۲ ومن ذلک قول ابی حنیفة ان المفقود اذا قدم بعد ان تزوجت زوجته بعد التربص بطل العقد وھی للاول وان کان الثانی وطئھا فعلیه مهر المثل وتعتد من الثانی ثم تردالی الاول.

چونکہ پہلا نکاح قائم ہے اس لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ البتہ دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے۔ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں۔ پوری احتیاط لازم ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۵۳۵)

لاپتہ ہونے والے شخص کی بیوی کے لیے شریعت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (واقعہ بروئے حلف) بیان کرتا ہوں کہ میں ایک مہاجر ہوں۔ میرا نام محمد حنیف ولد کمال خان ہے میں نے اپنی دختر جس کا نام مسماۃ آمنہ بیگم ہے اس کا عقد بنام حیدر ولد بہادر سے کردیا تھا جس کو عرصہ سات سال گزر چکا ہے۔ اس دور میں جب لڑکی کے بال بچہ ہونے کو تھا اس کا شوہر حیدر میرے مکان پر چھوڑ کر چلا گیا جس کو عرصہ پانچ سال کا ہو گیا ہے اور لڑکی کے لڑکا پیدا ہوا وہ اب موجود ہے۔ مجبوراً میں نے ہی صرفہ برداشت کیا' اب پانچ سال سے میرے ہی پاس لڑکی رہتی ہے اس کے شوہر کا کہیں پتہ نہیں چلتا' کہاں گیا نہ خط وکتابت کرتا ہے' میں پانچ سال سے برابر پریشان ہوں' میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور بچہ کا صرفہ مجھ غریب پر ناحق پڑا ہوا ہے۔ علاوہ اس کے لڑکی جوان ہے' اب میں مجبور ہو کر آپ مفتیان شرع شریف سے درخواست کرتا ہوں' ایسی حالت میں لڑکی کا عقد ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ میں امید کرتا ہوں کہ بزرگان دین میری تکلیف پر غور فرماتے ہوئے جلد مسئلہ سے مطلع فرمائیں گے؟ (السائل فدوی محمد حنیف ولد محمد کمال سکنہ حال مقیم شکارپور سندھ)

جواب: لڑکی مذکورہ کسی مسلمان حاکم کے پاس دعویٰ دائر کر کے اپنے خاوند سے اپنے نکاح اور

اس کے مفقود الخبر ہونے کو ثابت کرے۔ پھر حاکم اس کی تفتیش کے لیے چار سال کی مہلت دے' اس چار سال میں حکومت بھی اس کی مکمل تفتیش جاری رکھے۔ چار سال کے بعد حاکم کے پاس پھر درخواست دے کر اس سے خاوند کی موت کا فیصلہ حاصل کرنے کے بعد حکم بالموت کے چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۵۴۱۔

طلاق معلق کا ایک مسئلہ

سوال: میرے میاں نے مجھے میری بہن کے گھر جانے سے منع کیا اور کہا کہ تم وہاں گئیں تو مجھ پر طلاق ہو جائے گی اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا اور اس کے دوسرے تیسرے دن ہی ہم وہاں چلے گئے' پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ زبان سے کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے' لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس طرح بھی طلاق ہو جاتی ہے جب کہ میاں نہیں مان رہے اور کہہ رہے ہیں کہ طلاق دینے کا میں نے وعدہ کیا ہے اور طلاق نہیں دی جب کہ یہی الفاظ جو ابھی لکھے ہیں میرے میاں نے مجھے کہے تھے' کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو اس کا حل کیا ہے؟

جواب: آپ کے وہاں جانے کے بعد شوہر نے دو لفظ استعمال کیے ہیں ایک یہ کہ اگر تم وہاں گئیں تو مجھ پر طلاق ہو جاؤ گی اس سے ایک طلاق ہو گئی مگر شوہر عدت کے اندر اگر زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لی یا میاں بیوی کا تعلق قائم کر لے تو رجوع ہو جائے گا' دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ دوسرا فقرہ آپ کے شوہر کا جسے انہوں نے تین بار دہرایا یہ تھا کہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا یہ طلاق دینے کی دھمکی ہے ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۳ ج ۵)

خلع کسے کہتے ہیں؟

سوال: خلع کیا ہے یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ زید نے اپنی بیوی گلشن کو شادی کے بعد تنگ کرنا شروع کر دیا' بیوی نے خلع کے لیے کورٹ سے رجوع کیا' دو سال کیس چلا اس کے بعد خلع کا آرڈر ہو گیا اور دونوں میاں بیوی علیحدہ ہو گئے لیکن بعد میں دونوں میاں بیوی میں پھر صلح ہو گئی اور بغیر نکاح یا حلالہ کے میاں بیوی پھر بن گئے کیا یہ سب جائز تھا؟

جواب: خلع کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بوقت ضرورت مرد کو طلاق دینا جائز ہے اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کر سکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر نے جو مہر وغیرہ دیا ہے اسی کو واپس کر کے اس سے گلو خلاصی کر لے اور اگر شوہر آمادہ نہ ہو تو عدالت کے ذریعے لے لے اور عدالت کے ذریعے جو

خلع لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہو سکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے اس کو طلاق دے دے اور اگر شوہر اس کے باوجود بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ خلع سے ایک بائن طلاق ہو جاتی ہے اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۰ ج ۵)

طلاق اور خلع میں فرق

سوال: اگر عورت خلع لینا چاہے تو اس صورت میں بھی کیا مرد کے لیے طلاق دینا ضروری ہے عورت کے کہنے پر ہی نکاح فسخ ہو جائے گا؟ اگر مرد کا طلاق دینا ضروری ہے تو پھر طلاق اور خلع میں کیا فرق ہے؟

جواب: طلاق اور خلع میں فرق یہ ہے کہ خلع کا مطالبہ عموماً عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور اگر مرد کی طرف سے اس کی پیشکش ہو تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے عورت قبول کرلے تو خلع واقع ہوتا ہے ورنہ نہیں جب کہ طلاق عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں وہ قبول کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کے خلع قبول کرنے سے اس کا مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ طلاق سے ساقط نہیں ہوتا البتہ اگر شوہر یہ کہے کہ تمہیں اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ تم مہر چھوڑ دو اور عورت قبول کرلے تو یہ بامعاوضہ طلاق کہلاتی ہے اور اس کا حکم خلع ہی کا ہے۔

خلع میں شوہر کا لفظ طلاق استعمال کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر عورت کہے کہ میں خلع (علیحدگی) چاہتی ہوں اس کے جواب میں شوہر کہے کہ میں نے خلع دے دیا تو بس خلع ہو گیا خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے یعنی شوہر کو اب بیوی سے رجوع کرنے یا خلع کے واپس لینے کا اختیار نہیں ہاں دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۰ ج ۵)

ظالم شوہر کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے

سوال: میری ایک رشتہ دار کو اس کا شوہر خرچ بھی نہیں دیتا اور نہ طلاق دیتا ہے وہ بہت پریشان ہے کہ کیا کرے؟ وہ بچوں کے ڈر سے کیس بھی نہیں کرتی کہ بچے اس سے چھن نہ جائیں اور تقریباً پانچ سال ہو گئے اگر وہ چھوڑ دیتا ہے تو دوسری شادی کر کے وہ عزت کی زندگی گزارتی تو آپ یہ بتائیں کہ شرعی رُو سے یہ نکاح اب قائم ہے کہ نہیں؟ اور وہ اس کے ساتھ رہتا بھی نہیں ہے؟

جواب: نکاح تو قائم ہے عورت کو چاہیے کہ شرفاء کے ذریعے اس کو خلع دینے پر آمادہ کرے۔ اگر شوہر خلع نہ دے تو عورت عدالت سے رجوع کرے اور اپنا نکاح اور شوہر کا نان نفقہ نہ دینا

- شہادت سے ثابت کرے' عدالت تحقیقات کے بعد اگر اس نتیجہ پر پہنچے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہے تو عدالت شوہر کو حکم دے کہ یا تو اس کو حسن و خوبی کے ساتھ آباد کرو اور اس کا نان نفقہ ادا کرو یا اس کو طلاق دو ورنہ ہم نکاح فسخ ہونے کا فیصلہ کر دیں گے۔ اگر عدالت کے کہنے پر بھی وہ نہ تو آباد کرے اور نہ تو طلاق دے تو عدالت خود نکاح فسخ کر دے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' ص ۳۹۱ ج ۵)

خلع سے طلاق بائن ہو جاتی ہے

سوال: ایک سوال کے جواب میں آپ نے طلاق اور خلع میں فرق کی یہ تشریح کی کہ خلع قبول کرنے پر مہر ساقط ہو جاتا ہے اور طلاق میں نہیں خلع قبول کرنا عورت کی مرضی پر ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ خلع کے بعد عدت بھی ضروری ہے یا نہیں اور اگر عورت دوبارہ اسی سابقہ شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو بغیر حلالہ شرعی کے نکاح ہو سکتا ہے کیونکہ شوہر نے طلاق نہیں دی ہے؟

جواب: خلع کا حکم ایک بائن طلاق کا ہے اگر میاں بیوی کے درمیان خلوت ہو چکی ہے تو خلع کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی اور سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے' حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ اگر عورت کے خلع کے مطالبہ پر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' ص ۳۹۲' ج ۵)

عائلی قوانین کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال: ایک سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایوب خان (سابق صدر پاکستان) کے عائلی قوانین کے مطابق کونسلر صاحب کو طلاق کی اطلاع دینا ضروری ہے اور شوہر تین طلاق کے بعد بھی اپنی بیوی سے بذریعہ کونسلر مصالحت کر سکتا ہے جب کہ تین طلاق کے بعد مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اگر مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو پھر ہمارے اسلامی ملک میں یہ غیر اسلامی قانون کیوں نافذ ہے۔ موجودہ دور میں کونسلر بھی موجود ہیں اور یقیناً اس قانون پر عملدرآمد بھی ہو رہا ہوگا اور بہت سے لوگوں کو قانون کے سائے میں گناہ کی زندگی کی طرف راغب کیا جا رہا ہوگا' اس گناہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا ہم پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ اس قانون کے نفاذ اور مقاصد کا جائزہ لیتے ہوئے یا تو اسلامی سانچے میں اس قانون کو ڈھلوائیں یا پھر اس کو ختم کروائیں؟ جہاں تک میری ناقص رائے کا تعلق ہے تو ایوب خان (سابق صدر) کے عائلی قوانین کا صرف ایک مقصد سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طلاق کے بڑھتے ہوئے رُجحان کو روکا جا سکے؟ یقیناً یہ ایک بڑی لعنت ہے لیکن برائی کا خاتمہ برائی سے کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ اگر عائلی قوانین کے نفاذ کا مطلب طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنا تھا

تو کیا اسے اس طرح نافذ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ہر شخص کو اس بات کا پابند کردیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے کونسلر کو مطلع کرے تا کہ طلاق دینے کی وجوہات معلوم کر کے دونوں فریقوں میں مصالحت کی کوشش کروائی جاسکے۔ یقیناً اس طرح طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکا جاسکتا ہے؟

جواب: آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ دراصل حضرات علماء کرام کی طرف سے ایوب خان (سابق صدر پاکستان) کو بھی اچھی اچھی تجاویز پیش کی گئیں تھیں اور موجودہ حکومت کو بھی پیش کی جاچکی ہیں لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ عائلی قوانین جس میں اسلامی احکام کو بالکل مسخ کردیا گیا ہے اب تک پاکستان پر مسلط ہیں بلکہ شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے بھی خارج ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کی کافر حکومت مسلمانوں کے عائلی قوانین کو فسخ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتی لیکن پاکستان میں خود مسلمان کے ہاتھوں اسلامی قوانین کی مٹی پلید کی گئی ہے۔ اب یہ ارکان اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ خدا کے غضب سے ڈریں اور اس خلاف اسلام قانون کو منسوخ کروائیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۸ ج ۵)

عدت میں زنا سے حمل ٹھہر جائے تو عدت ''وضع حمل'' ہوگی یا نہیں؟

سوال: اگر کسی عورت کے زمانہ عدت وفات میں زنا سے حمل ٹھہر جائے تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے؟ اور یہی صورت اگر مطلقہ کے ساتھ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: عدت وفات کی صورت میں حمل ٹھہر جانے پر عدت چار ماہ دس دن ہی رہے گی البتہ اگر مطلقہ عورت کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ بدائع میں امام کرخیؒ سے منقول ہے کہ معتدہ وفات اور معتدہ طلاق میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن امام محمدؒ سے منقول ہے کہ عدت طلاق میں تو عدت وضع حمل بن جائے گی لیکن عدت وفات میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہی صحیح قول ہے۔ (کذافی الشامیۃ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۰۷ ج ۱۰)

ایک عورت سے دو مرد شادی کا دعویٰ کریں اور تاریخ نہ بتائیں تو دونوں نکاح فسخ سمجھے جائیں گے

سوال: زید و عمرو دونوں اس بات کے مدعی ہیں کہ ہندہ ہماری منکوحہ ہے اور ہندہ ان دونوں کے ساتھ بزعم خود بطور نکاح صحیح آباد بھی رہی ہے۔ ان دونوں نے محکمہ شریعت میں دعویٰ کیا اور ہر ایک نے ثبوت بھی پیش کیا۔ قاضی نے دونوں نکاح ناجائز قرار دے کر دونوں سے عورت کو علیحدہ کردیا۔ اب یہ عورت دوسرے نکاح کے واسطے خواہ ان میں سے کسی کے ہمراہ کرے حسب قواعد شرعیہ کے تو عدت گزارے گی یا کہ نہیں؟

جواب: درمختار میں دو آدمیوں کے دعویٰ کے بارے میں جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

صورت میں جب کہ کسی نے ان دونوں میں سے کوئی تاریخ اپنے نکاح کی بیان نہ کی تو دونوں کا نکاح ساقط ہو جائے گا اور ان میں سے کسی کا بھی نکاح ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا نکاح کسی کا بھی ثابت نہ ہوا اس لیے نکاح ثانی کے لیے عورت کو عدت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۹۰ ج ۱۰)

عدت کے ضروری احکام

سوال: آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں عورت کو عدت کس طرح کرنا چاہیے' بڑی بوڑھیاں کہتی ہیں جس عورت کا شوہر مر جائے وہ عورت عدت کے اندر سر میں تیل نہیں ڈال سکتی' خواہ کتنا ہی سر میں درد ہو اور تینوں کپڑے عورت کو سفید پہننے چاہئیں' ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہننا چاہئیں وغیرہ' آپ سے گزارش ہے کہ شریعت میں جس طرح عورت کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں؟

جواب: عدت کے ضروری احکام یہ ہیں:

۱۔ شوہر کی وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہو تو مکمل چار قمری مہینے اور اس سے دس دن اوپر عدت گزارے۔ اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو انتقال ہوا ہو تو ایک سو تیس دن پورے کرے۔ (گنتی کے اعتبار سے ہر حال میں ایک سو تیس دن ہے)

۲۔ عدت گزارنے کے لیے گھر میں کسی مخصوص جگہ بیٹھنا ضروری نہیں' گھر بھر میں جہاں جی چاہے رہے چلے پھرے۔

۳۔ عدت میں عورت کو بناؤ سنگھار کرنا' چوڑیاں پہننا' زیور پہننا' خوشبو لگانا' سرمہ لگانا' پان کھا کر منہ لال کرنا' مسی ملنا' سر میں تیل ڈالنا' کنگھی کرنا' مہندی لگانا' ریشمی رنگنے اور پھول دار اچھے کپڑے پہننا جائز نہیں ایسے معمولی کپڑے پہنے جن میں زینت نہ ہو۔

۴۔ سر دھونا اور نہانا عدت میں جائز ہے اور سر میں درد ہو تو تیل لگانا بھی جائز ہے۔ ضرورت کے وقت موٹے دندانوں کی کنگھی کرنا بھی جائز ہے' علاج کے طور پر سرمہ لگانا بھی جائز ہے مگر رات کو لگائے دن کو صاف کر دے۔

۵۔ عدت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ اتنی غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے لیے خرچ نہیں تو پردہ کے ساتھ محنت مزدوری کے لیے جا سکتی ہے لیکن رات کو واپس اپنے گھر آ کر گزارے اور دن میں کام سے فارغ ہو کر فوراً آ جائے۔ بلا ضرورت باہر رہنا جائز نہیں۔

۶۔ اسی طرح اگر بیمار ہو جائے تو علاج کے لیے مجبوری سے حکیم ڈاکٹر کے پاس جانا بھی جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۱۰ جلد ۵)

ایک لفظ سے دی گئی
تین طلاقیں بھی
تین ہی ہیں

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزدو
منتخب تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ

مجلة البحوث الإسلامية

الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء

رئيس التحرير

محمد بن سعد الشويعر

مجلة فصلية تعنى بالبحوث الإسلامية
تصدر كل أربعة أشهر مؤقتا

الرياض ص.ب [illegible]

هيئة الإشراف	سماحة الشيخ	عبد العزيز بن عبد الله بن باز
	فضيلة الشيخ	عبد الله بن سليمان بن منيع
	فضيلة الشيخ	محمد بن عودة
	فضيلة الشيخ	عثمان الصالح
المشرف على التحرير		جمال النمري
		عبد الله العبادي
		محمد بن عبد الرحمن آل إسماعيل

حكم
الطلاق الثلاث
بلفظ واحد

هذا ما تيسر إعداده ... وصلى الله على محمد وعلى آله وصحبه وسلم.
حرر في [illegible]

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

العضو	عضو	نائب الرئيس	رئيس اللجنة
عبد الله بن سليمان بن منيع	عبد الله بن عبد الرحمن بن غديان	عبد الرزاق عفيفي	إبراهيم بن محمد آل الشيخ

القرار

بعد الاطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع «الطلاق الثلاث بلفظ واحد».

وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثاً.
حرر في [illegible] ١٣٩٣هـ.

"مجلس ہیئت کبار العلماء" کے سامنے "طَلَقَاتٌ ثَلَاثٌ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ" کا مسئلہ پیش ہوا۔اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کیے گئے پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا۔

مسلسل چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن و حدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر و حدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ "ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگرچہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔ رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ

اسے طلاق دیدے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔اوراس طریقے پر طلاق دینا اگرچہ حرام وناجائز ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہوجاتی ہیں۔یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک وموقف چلا آرہا ہے"۔اس سیر حاصل بحث کی کاروائی کا مکمل متن ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے،جسکو کمیٹی کی "ذیلی شاخ" "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والا فتاء" نے تفصیلی رپورٹ کی شکل میں مرتب کرکے کمیٹی کے "مرکزی بورڈ" کے سامنے پیش کیا۔اس تفصیلی رپورٹ وکاروائی کے اخیر میں ذیلی شاخ "اللجنة" کے رئیس ابراہیم بن محمد آل الشیخ کے علاوہ نائب الرئیس عبدالرزاق عفیفی نیز دیگر دوارکان عبداللہ بن سلیمان بن منیع اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غدیان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

اس کے بعد ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ کو کمیٹی کے "مرکزی بورڈ" نے اسی تفصیلی رپورٹ کی روشنی میں ایک قرارداد پاس کی جس کے متن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے "طلقات ثلاث بلفظ واحد موضوع پر وہ سابقہ بحث جو ہیئت کبار العلماء کی منتخب ونامزد کمیٹی نے پیش کی ہے۔اور جس کو اللجنة الدائمه للبحوث العلمية والافتاء نے مدون ومرتب کیا ہے ہم نے اس پر اطلاع پائی اس مسئلے پر کامل بحث وتحقیق وتبادلہ خیالات اور جملہ اقوال ومسالک کی چھان بین اور مناقشہ وتجزیہ کے بعد ارکان کمیٹی کی اکثریت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ لفظ واحد سے طلقات ثلاث کے بارے میں تینوں ہی طلاقوں کے وقوع ونفاذ کا قول اختیار کیا جائے" ۱۳۹۳/۱۱/۱۲ھ

یہ رپورٹ قرارداد نو صفحات پر حاوی ہے۔

یہ پوری بحث وکاروائی مع قرارداد حکومت سعودیہ نے اپنے رسالہ "مجلة البحوث الاسلامیه" (۱۳۹۷ھ،محرم ۱۴۱۳ھ) الریاض المملکة العربیة السعودیہ میں شائع کی ہے۔یہ مجلہ اس وقت شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔

جلالۃ الملک خادم حرمین حفظ اللہ نے جہاں توسیع حرمین،تزئین مدینہ،طباعت قرآن کریم،عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دے وہیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق "طلقات ثلاث بلفظ واحد" جیسے معرکۃ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید واحیاء فرما کر اور مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ **فجز اهم الله خير الجزاء**

جو اس مسئلے سے اختلاف کرکے اکٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔اگرچہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا،بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اکٹھی تین طلاقوں کا ماننا صرف علماء احناف ہی کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔یہ چاروں مذاہب کے ائمہ واصحاب کے ہاں قطعی متفقہ مسلمہ ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

(قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں)

ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہونے کا ثبوت احادیث سے

فتاویٰ رحیمیہ کے صفحہ نمبر ۳۳۰ تا ۳۹۶ سے اقتباسات

یہ کہنا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے۔ قرآن واحادیث اور اجماع صحابہ، علماء سلف، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم بزرگان دین کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔

تین طلاقوں کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر نکاح درست نہیں اور آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے، دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے۔

ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کے بعد تیسری کہاں مذکور ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلتَّسْرِیْحُ بِاِحْسَانٍ ھُوَ الثَّالِثَۃُ" تسریح باحسان یہی تیسری طلاق ہے (روح المعانی، بحوالہ ابوداؤد، تفسیر مظہری، بحوالہ ابوداؤد وسنن سعید بن منصور وابن مردویہ اردو)۔

اور قرآن مجید میں بھی "مرتان" کا لفظ "اثنان" کے معنی میں استعمال ہوا ہے ارشاد ربانی ہے ﴿نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ (سورہ احزاب پ ۲۲) اور قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، اس اصول کے پیش نظر ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ میں بھی یہی معنی لینا مناسب ہیں چنانچہ یہی معنی امام بخاریؒ نے بھی سمجھے ہیں اور اپنی مشہور کتاب صحیح بخاری میں یکبارگی طلاق ثلثہ کے وقوع کے جائز ہونے پر مستقل باب قائم کیا ہے اور ترجمۃ الباب میں اسی آیت کو ذکر کیا گیا ہے۔

طلاق تو مرد کا حق ہے جسے وہ نکاح کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، اسے وہ الگ الگ استعمال کرے یا دفعۃً استعمال کر ڈالے، جب اور جیسے بھی استعمال کرے گا وہ حق ختم ہو جائے گا، اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ اپنے تین روپوں کو تین مختلف وقتوں میں خرچ کریں یا ایک ہی وقت میں سودا خرید ڈالیں دونوں صورتوں میں یہ روپے آپ کی ملک سے خارج ہو جائیں گے۔

<u>ترجمہ حدیث:</u> محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر

دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یارسول اللہ کیا اسے قتل نہ کردوں؟۔ (نسائی شریف ص ۹۱ ج ۲) (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۴) (اغاثۃ اللھفان ص ۳۵۴)

ترجمہ حدیث: حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم سے حضرت ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو حالت حیض میں ایک طلاق دیدی پھر ارادہ کیا کہ دو طہروں میں بقیہ طلاقیں دیدیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابن عمر! اس طرح اللہ نے تم کو حکم نہیں کیا ہے، تم نے سنت طریقہ کے خلاف کیا (کہ حالت حیض میں طلاق دیدی) سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کیا جائے اور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجوع کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ میں نے رجوع کرلیا پھر فرمایا جب وہ پاک ہو جاوے تو تم کو اختیار ہے چاہو تو طلاق دیدینا یا اس کو روکے رکھنا، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اگر میں نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو کیا میرے لئے رجوع کرنا جائز ہوتا؟ حضور نے فرمایا نہیں اس صورت میں بیوی تم سے جدا ہو جاتی اور تمہارا یہ فعل (تین طلاقیں ایک ساتھ دینا) گناہ ہوتا۔ (دار قطنی ص ۴۳۸ ج ۲)

ترجمہ حدیث: حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس شخص کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا جس نے تین طلاقیں دی ہوں، تو فرماتے اگر تو نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی (تو رجوع کرسکتا تھا) اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کا (یعنی رجعت کا) حکم دیا تھا اور اگر تین طلاق دیدے تو عورت حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے (اور دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے تو عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی) (بخاری شریف ص ۷۹۲ ج ۲ نیز ص ج ۸۰۳ ج ۲)

مسلم شریف میں بھی آپ کا فتویٰ منقول ہے: وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ اِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ لِاَحَدِهِمْ اَمَا اَنْتَ طَلَّقْتَ امْرَاَتَكَ مَرَّةً اَوْمَرَّتَيْنِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِىْ بِهٰذَا وَاِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللّٰهَ فِيْمَا اَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ امْرَاَتِكَ. (مسلم شریف ص ۴۷۶ ج ۱) (سنن دار قطنی ص ۴۳۸ ج ۲) (بیہقی ص ۳۳۶ ج ۷)

اس کی سند کے متعلق ابن رجب فرماتے ہیں "اسنادہ صحیح کہ اس کی سند صحیح ہے (بحوالہ کتاب الاشفاق) اس روایت کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

ترجمہ: عویمرؓ نے اپنی اہلیہ کو حضور کے سامنے تین طلاقیں دیدیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ فرمایا دیا (تین کو ایک قرار نہیں دیا) (ابوداؤد شریف ص ۳۱۳ ج ۱)

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں میں نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا کہ اپنی طلاق کا قصہ مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے وہیں سے انہوں نے مجھ کو تین طلاقیں بھیج دیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ دیا۔ (ابن ماجہ ص ۱۴۷)

خلاصہ یہ کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ کو ان کے شوہر نے تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دی تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین ہی گردانا تھا۔ علامہ ابن حزم نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور جن روایتوں سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے ان کا جواب دیا ہے۔ (محلی ص ۱۷۱...۱۷۲ ج ۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے "طلاق البتۃ" دی ہے (لفظ البتۃ سے ایک طلاق مراد ہوتی ہے اور تین طلاقوں کی بھی نیت ہو سکتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو کھیل اور مذاق بناتے ہیں جو کوئی طلاق البتۃ دے گا ہم اس کے ذمہ تین لازم کر دیں گے (پھر وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی) یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے)۔ (دار قطنی ص ۴۳۳ ج ۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بدعی طریقے پر طلاق دے گا چاہے ایک طلاق دے یا دو طلاقیں یا تین طلاقیں دے گا تو ہم وہ اس پر لازم کر دیں گے۔ (دار قطنی ص ۴۳۳...۴۳۴ ج ۲) (اغاثۃ اللہفان ص ۳۵۵...۳۵۶)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں، حضرت عبادۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی بیوی تین طلاقوں سے بائنہ ہو گئی اور نو سو ستانوے ظلم اور عدوان ہوئیں، اللہ چاہے تو اس ظلم کی سزا دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔

(یہ حدیث طبرانی نے بھی روایت کی ہے)۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۳ ج ۶) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳)

صفوان بن عمر سے روایت ہے کہ ایک عورت کو خاوند ناپسند تھا (ایک مرتبہ) اس کو سوتا ہوا پا کر اس

کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے سینے پر رکھ کر کہنے لگی کہ مجھے تین طلاقیں دیدے ورنہ تجھے ذبح کر دوں گی، خاوند نے قسم دی کہ میں تجھے بعد میں طلاق دیدوں گا لیکن اس نے انکار کر دیا (مجبور ہو کر اس نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "طلاق میں چشم پوشی نہیں ہوتی۔" (انوار السنن ص ۸۱۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی، استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں تدیّن اور تقویٰ، خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا، دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا، آخرت میں جوابدہی اور آخرت کے عذاب کا اتنا استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کرتا اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتیں تھیں، مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے ان میں تقویٰ وخوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے۔

حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے حبلک علیٰ غاربک (تیری رسی تیری گردن پر ہے) عمر بن خطابؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ اَنْ مُرْهُ اَنْ يُوَافِيَنِي بِمَكَّةَ فِي الْمَوْسَمِ "اس کو کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمرؓ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طوف کر رہے تھے کہ اس آدمی (عراقی) نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا من انت تم کون ہو؟ اس نے کہا اَنَا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَمَرْتَ اَنْ اُجْلَبَ عَلَيْكَ میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانہ میں طلب فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا "حَبْلُكَ عَلٰى غَارِبِكَ" سے تیری کیا نیت تھی؟ اس شخص نے کہا "يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوِ اسْتَحْلَفْتَنِيْ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ مَا صَدَقْتُكَ اَرَدْتُ بِهٰذَا الْفِرَاقَ" اے امیر المومنین آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملہ سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا حضور عمرؓ نے فرمایا عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے

میحدہ ہوگئی۔ (موطاامام مالک ص ۲۰۰ فی الخلیۃ والبریۃ واشباہ ذلک)

آپ نے اس چور دروازے کو بند کرنے کیلئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کردی جس میں انہیں دیر کرنا چاہئے تھی اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کی مخالفت نہ کی۔ چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں:۔

حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ سب لوگوں کو خطاب کیا ان میں وہ صحابہ کرامؓ بھی تھے جو اس بات سے واقف تھے کہ مطلقہ ثلاث کا عہد نبوی میں کیا حکم تھا پھر بھی ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت عمرؓ کے ارشاد کو رد نہیں کیا۔ (طحاوی شریف ص ۲۹ ج ۲)

محقق علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:۔ لَمْ یُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍ مِنْهُمْ اَنَّهُ خَالَفَ عُمَرَ حِیْنَ اَمْضَی الثَّلَاثَ وَهِیَ یَکْفِیْ فِی الْاِجْمَاعِ. یعنی کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں تین طلاق کا فیصلہ کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کا خلاف کیا ہو اور اس قدر بات اجماع کیلئے کافی ہے۔ (حاشیہ ابوداؤد ص ۳۰۶ ج ۱)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کردیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی اسلئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بنا پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔ (نووی شرح مسلم ص ۴۷۸ ج ۱)

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں یعنی حضرت ابن مسعود، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے اکٹھی تین طلاقوں کا لازم کرنا بے شک وشبہ ثابت ہے (اغاثۃ اللہفان ص ۱۷۹) اور ایسا ہی اعلام الموقعین میں بھی ہے۔

حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں:۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ بلا حکم اور بلا اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شرعی اور دین کا حکم محض اپنی طرف سے قائم و جاری نہیں کرتے تھے۔ (مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ص ۳۵۸ ج ۱)

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ عُمَرُ اِذَا اُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثاً فِیْ مَجْلِسٍ اَوْجَعَهُ ضَرْباً وَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۵)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور دونوں میں تفریق کردیتے۔"

(۲) زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی تھیں، اس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا ''کیا تو نے اتنی طلاقیں دی ہیں؟ اس نے کہا میں تو مذاق کر رہا تھا حضرت عمرؓ نے اسے درے سے سزا دی اور فرمایا کہ تجھ کو ایک ہزار میں صرف تین کافی تھیں۔ (محلی ابن حزم ص ۱۷۲ ج ۱)

(۳) حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک سرکاری خط لکھا اس میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا وَمَنْ قَالَ اَنْتَ طَالِقٌ ثَلٰثاً فَهِيَ ثَلَاثٌ. جو شخص یوں کہے ''تجھے تین طلاق'' تو تین واقع ہوں گی۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۵۹ ج ۳) قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۰۶۹)

خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

یعنی: معاویہ ابن ابی یحیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے جواب دیا:

''بَانَتْ مِنْکَ بِثَلَاثٍ''

تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہو گئی۔ (محلی ابن حزم ص ۱۷۲ ج ۱۰)

خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار

(۱) رَوَىٰ وَكِيعٌ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلىٰ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ اِنِّىْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِىْ اَلْفاً فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ.

(محلی بن حزم ص ۱۳ ج ۱۰) (سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷) (زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲) (مصنف بن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۵) (ایضاً ص ۱۲ ج ۵) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳) (طحاوی شریف ص ۳۰ ج ۲)

حبیب ابن ابی ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہو گئی۔

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں حضرت علیؓ کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ وہ طلاق ثلثہ کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ص ۲۴۵ ج ۶)

درحقیقت یہ انتہائی نادانی اور کجروی ہے کہ جو جماعت امت اور اس کے رسول کے درمیان واسطہ ہے، جو اس کے اقوال و افعال ہم تک پہنچانے والی ہے اسی پر اعتماد نہ کیا جائے، اگر خدا کا رسول خود اپنی حیات میں ان پر اعتماد کر چکا ہے، بادشاہوں اور قبائل کفار سے گفت و شنید انہی

کی معرفت کی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ امت ان پر اعتماد نہ کرے ایک عالم گیر دین جس جماعت سے نکلتا ہے اگر وہی جماعت نا قابل اعتماد ہے تو پھر آئندہ اس دین کا خدا حافظ۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حدیث میں فرقہ ناجیہ کی علامت "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي" بتلا کر صحابہ کرامؓ کی سنت کو ایک مستقل حیثیت دیدی گئی ہے، جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ خدا تعالیٰ کے طریقہ سے علیحدہ نہیں ٹھیک اسی طرح صحابہ کرامؓ کی سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے الگ نہیں اس لئے فرقہ ناجیہ کی بڑی علامت یہ ہے کہ وہ ان دونوں طریق کی جو درحقیقت ایک ہی ہیں اپنے اپنے مرتبہ میں بزرگی اور احترام کی قائل ہو، بلکہ اس پر گامزن بھی ہو، خوارج نے صرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو کافر ٹھہرایا یہی ان کے ناحق ہونے کی پہلی علامت ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ ثقفی قریش کی جانب سے شرائط صلح پر گفتگو کرنے کیلئے آئے ہیں تو جن الفاظ میں صحابہ کرام کی وفاداری کا نقشہ انہوں نے قریش کے سامنے کھینچا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک کافر کے قلب پر اس کا کتنا گہرا اثر پڑا تھا۔ وہ کہتا ہے:

"میں نے قیصر و کسریٰ ونجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن جو والہانی عقیدت کا منظر یہاں دیکھا کہیں نہیں دیکھا، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو گردنیں جھک جاتی ہیں اور محفل پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو جاتا ہے نظر بھر کر کوئی شخص ان کی طرف دیکھ نہیں سکتا، آپ کے وضو کا پانی اور آپ کا بلغم زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ وہ اسے ہاتھ لے لیتے ہیں اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔"

صحابہ کرام کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سب سے پہلے (بعد کتاب اللہ کے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت تلاش کیا کرتے تھے اگر وہ نہ ملتی تو اس کے بعد اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے اور اگر بعد بھی آپ کی سنت ہاتھ آجاتی تو اسی کی اتباع کرتے اور اپنے قول سے رجوع کر لیتے۔ ایک واقعہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا جہاں کسی صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ سنا ہو اور اس کے ثبوت کے بعد پھر اس کے خلاف فیصلہ کرنے کا اپنے دل میں خطرہ بھی محسوس کیا ہو۔

اس لئے موجودہ مسئلہ میں صحابہ کے فتاویٰ کیا ہیں۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد اتنی بات بخوبی ثابت ہو جائے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

سہل بن ابی حثمہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چھ حضرات فتویٰ کا کام کرتے تھے تین مہاجرین میں سے اور تین انصار میں سے۔ (۱) عمر فاروقؓ (۲) عثمان

بن عفانؓ (۳) علی مرتضیٰؓ۔ (۴) ابی بن کعبؓ (۵) معاذ بن جبلؓ (۶) زید بن ثابتؓ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کا علم انہی چھ حضرات پر منتہی ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو انہی چھ حضرات فتویٰ میں مرجع خلائق سمجھے جاتے تھے۔ پھر فاروق اعظم کے عہد میں بھی یہی صورت باقی رہی کہ فتویٰ انہیں حضرات کا چلتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۹ ج ۲ بحوالہ ثمرات الاوراق ص ۱۹۲)

اب صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں: مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

حضرت علی ﷺ کا فتویٰ:

شریک بن ابی نمر سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو عرفج کے درختوں کے برابر طلاقیں دیدی ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان میں سے تین لے لو اور باقی کو چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۴ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کا فتویٰ:

مسروق اور علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی تھی (اور ایک دوسرے شخص سے جس نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دیں تھیں) فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم، عدوان اور زیادتی ہیں۔
(محلی ص ۱۲۷ ج ۱۰) (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۵) زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۴)

حضرت علی، حضرت عبداللہ اور حضرت زید کا فتویٰ:

حکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو تین طلاقیں ایک لفظ سے (اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا، تجھے تین طلاق) دیدی تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اگر الگ الگ لفظوں سے طلاق دے تو پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۶ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا فتویٰ:

علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے آکر کہا میں نے اپنی بیوی کو ننانوے

طلاقیں دیدیں، میں نے مسئلہ دریافت کیا تو مجھے جواب ملا کہ عورت مجھ سے جدا ہوگئی۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا ان لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ تم دونوں میں تفریق کردیں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس نے یہ گمان کیا کہ شاید ابن مسعودؓ رخصت دیدیں گے (اور رجعت کا حکم دیدیں گے) ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں سے وہ تم سے جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم اور زیادتیاں ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۶)

حضرت ابن عباس ﷜ کا فتویٰ:

ابن عباس ﷜ سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی عورت کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دی ہوں تو آپ نے فرمایا اس نے سنت طریقہ کے خلاف کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔ (دار قطنی ص ۴۳۳ ج ۲)

ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا ابن عباس! میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں ایک ہی دفعہ دیدی ہیں کیا وہ مجھ سے تین طلاقوں سے الگ ہو جائے گی یا وہ ایک طلاق شمار ہوگی؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں عورت جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے تم پر وزر (بوجھ) ہیں۔ یہی فتویٰ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کا بھی ہے۔

ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان میں سے تین لے لو (کہ عورت کے حرام ہونے کیلئے تین ہی کافی ہیں اور مرد تین ہی طلاق کا مالک ہے) اور بقیہ ۹۹۷ چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۶)

عطاء فرماتے ہیں ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدی ہیں، فرمایا تم جیسے لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ گندگی سے پوری طرح آلودہ ہو جاتے ہو پھر ہمارے پاس آتے ہو، چلے جاؤ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تم پر تمہاری بیوی حرام ہوگئی، تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (کتاب الآثار ص ۳۰ ج ۲)

حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو کا فتویٰ:

☆ محمد ابن ایاس فرماتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین سے سوال کیا گیا کہ غیر مدخولہ کو اس کا شوہر (مجمعا) تین طلاقیں دیدے تو کیا حکم ہے؟ ان تینوں حضرات نے متفقہ طور پر فرمایا کہ وہ عورت اس مرد کیلئے حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ

دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ (ابوداؤد ص ۳۰۲ ج ۱)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں تو آپ جواب دیا کرتے اگر ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی (تو رجعت کرسکتا اس لئے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اسی کا (رجعت کا) حکم دیا تھا لیکن اگر تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ حرام ہوگئی جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدے تو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور عورت اس سے جدا ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۵)

ابن عمر فرماتے ہیں جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدے تو وہ مطلقہ ہوجائے گی اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۶)

عبداللہ بن عمرؓ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو اپنی عورت کو سو طلاقیں دیدے تو آپ نے فرمایا تین طلاقیں عورت کو مرد سے جدا کردیں گی اور بقیہ زیادتی ہیں۔ (طحاوی شریف ص ۳۱ ج ۲)

حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا فتوی:

معاویہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے (اس عورت کے متعلق جس کو تین طلاقیں دیدی گئی ہوں) فرمایا کہ اب وہ عورت شوہر کیلئے حلال نہیں جب تک دوسرا نکاح نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فتوی:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دیدی ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ اب اس شوہر کیلئے حلال نہیں کہ اس سے وطی کرے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اثر

طارق فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہوں تو آپ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں نے عورت کو شوہر پر حرام کردیا اور بقیہ ستانوے فاضل اور بیکار

ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۔۱۴ ج ۵)(اغاثۃ اللہفان ص ۳۶۹ عن بیہقی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا اثر

عمران بن حصین سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی ہو تو آپ نے فرمایا اس نے گناہ کا کام کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰۔۱۱ ج ۵)(احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۳ ج ۱)(اغاثۃ اللہفان ص ۳۷۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر

شفیق فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ اس شخص کے متعلق جو صحبت سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے فرماتے تھے یہ تین طلاقیں ہیں، اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا تو آپ اس کو سزا دیتے۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۶۰ ج ۳ قسم اول۔ رقم الحدیث ۱۰۷۴)

شریح رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد سے لے کر حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہد تک برابر قاضی رہے، بڑے بلند پایہ تابعی ہیں۔

شعبی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے شریح سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں، قاضی شریح نے فرمایا عورت تین طلاقوں سے تم سے جدا ہوگئی باقی ستانوے اسراف اور معصیت ہیں۔

مغیرہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور صحبت سے قبل ہی تین طلاقیں دیدے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اگر ایک جملہ میں تین طلاقیں دی ہیں (یعنی اس طرح کہا ہے کہ "تجھے تین طلاق" تو عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ج ۵)

امام شعبی فرماتے ہیں جو شخص اپنی زوجہ کو تین مرتبہ طلاق دینے کا اختیار دیدے اور عورت ایک ہی مرتبہ اپنے اوپر تین طلاقیں واقع کر دے تو (تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بیوی ان سے جدا ہو جائے گی۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اس کی بیوی بالکل اس سے علیحدہ ہو جائے وہ اسکو تین طلاقیں دیدے۔

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے فرمایا وہ عورت تم سے جدا ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۵)

حزم بن حزم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن بصری سے مسئلہ پوچھا کہ گذشتہ رات ایک شخص نے اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں تین طلاقیں دیدی ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۶۶ ج ۳ قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۱۰۰)

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا اثر

حضرت امام جعفر صادق کا صریح فتویٰ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔ عَنْ اَبَانِ تَغْلَبَ قَالَ سَأَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثاً فَقَالَ بَانَتْ مِنْهُ وَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَقُلْتُ اَفْتَى النَّاسُ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ. (سنن دار قطنی ص ۴۴۳ ج ۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اثر

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَوْ كَانَ الطَّلَاقُ اَلْفاً مَا اَبْقَتْ اَلْبَتَّةُ مِنْهُ شَيْئاً
(موطا امام مالک ص ۱۹۹)

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مرد کو شریعت کی طرف سے ایک ہزار طلاقیں دینے کا اختیار دیا گیا ہوتا۔ اور کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ "البتۃ" سے طلاق دیتا تو ایک بھی طلاق باقی نہ رہتی (ہزار واقع ہوجاتیں)۔ (سنن سعید بن منصور ص ۳۹۰ ج ۳ قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۶۷۳)

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک بھی کلمہ واحدہ سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (سنن سعید بن منصور ص ۳۶۲ ج ۳) قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۰۷۱)

مسروق فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی غیر مدخولہ منکوحہ کو تین طلاقیں دیدے تو اب وہ اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرے۔

فَقَطْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ (موطا امام مالک ص ۲۲۰)

ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دیتا تو مروان بن حکم اس کو تین طلاقیں قرار دیتے۔ (بحوالہ گلدستہ تفاسیر جلد اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کھانے پینے کے مسائل

کوکین کھانا

سوال: کوکین جو پان میں ڈال کر کھاتے ہیں جس سے منہ سن ہو جاتا ہے دوا انگریزی ہوتی ہے اس کے کھانے والے کا یہ حال ہوتا ہے کہ زرد پڑ جاتا ہے بالکل سوکھ جاتا ہے بے کھائے ایک لمحہ چین نہیں پڑتا اور کہتے ہیں کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا اس کا کھانا حرام ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نشہ نہ ہو تو فی نفسہ مباح ہے لیکن سوال میں اس کی جو مضرتیں مذکور ہیں ان کی وجہ سے ممنوع ہوگا اور جہاں یہ عوارض پیش نہ آئیں مباح رہے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۲)

جس دعوت میں گانے بجانے اور لہو ولعب کا اہتمام ہو اس میں شرکت کا حکم

سوال: بعض لوگ شادی بیاہ کے مواقع پر دعوت ولیمہ میں گانے بجانے اور لہو ولعب کا پورا اہتمام کرتے ہیں جس میں احباب واقارب کو مدعو کیا جاتا ہے تو کیا ایسی دعوت ولیمہ میں شرکت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبول دعوت کو علماء کرام نے ضروری قرار دیا ہے لیکن آج کل چونکہ لادینیت اور فحاشی کا دور دورہ ہے لہٰذا اگر یہ بات یقینی ہو کہ وہاں گانے بجانے اور لہو ولعب کا پروگرام ہوگا تو ایسی دعوت میں نہیں جانا چاہیے۔ البتہ اگر وہاں پہنچ کر یہ بات معلوم ہو تو واپس نہ آنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یاد رہے کہ یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے اور جہاں تک خواص کے واپس آ جانے کا تعلق ہے تو ان کے واپس آنے میں مصلحت یہ ہے کہ الداعی پر ان کی ناراضگی واضح ہو کر وہ اپنے عمل بد سے باز آ جائیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۳۹۳)

افیون کا استعمال بوقت اضطرار

سوال: افیون خور ہر چند خوف خدا سے ترک کرنے کی کوشش کرتا ہو مگر خوف ہلاکت اور سخت

علالت سے جو اس کو تجربہ سے حاصل ہوا ہو مجبور ہو تو کیا کرے؟ ابن حجر کا قول جواز کس حالت میں ہے؟ اور رملی کا قول وقواعدنا لا تخالفہ سے کیا مطلب ہے؟

جواب: ابن حجر کا قول صحیح ہے مگر اس میں تصریح ہے کہ اجازت اس وقت ہے جب بالیقین مرجانے کا خوف ہو اور اس میں یہ بھی ہے کہ تھوڑا تھوڑا کم کرنا شروع کردے اور یہ بھی ہے کہ کم کرنے کی کوشش نہ کی تو آثم ہوگا اور رملی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ابن حجر گو شافعی ہیں مگر ان کا یہ قول قواعد حنفیہ کے خلاف نہیں اس لیے قابل اتباع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ص۲۰۶)

افیون کا استعمال بطور دوا

سوال: زید عرصہ سے بیمار ہے علاج سے بھی عاجز آچکا ہے اب حکیم کہتا ہے کہ ہر روز بلاناغہ مسور کی دال کی مقدار افیون استعمال کرنے سے یہ مرض ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں اتنی مقدار میں افیون استعمال کرنا جس سے نشہ نہ پیدا ہو جائز ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ا ص ۲۳۸)

زہر کھالیا تھا گناہ کیسے معاف ہو؟

سوال: اگر کوئی زہر کھالے مگر بچ جائے تو اس کے گناہ کی معافی کی کیا صورت ہے؟

جواب: چونکہ زہر کھانا گناہ ہے لہٰذا شخص مذکور پر توبہ لازم ہے اور خالص توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ "اور توبہ کی حقیقت ہے کیے ہوئے پر دل میں ندامت اور آئندہ کے لیے نہ کرنے کا عزم" (م'ع) (فتاویٰ احیاء العلوم ج ا ص ۲۳۹)

تاڑی سے آٹا گوندھنا

سوال: خاکسار نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ایک نان بائی مسلمان نے تاڑی جو نشہ کی چیز اور حرام ہے آٹے میں خمیر کے واسطے ملائی اور اس سے پاؤ روٹی اور بسکٹ بنا کر تیار کیے اس طرح کے بسکٹ وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! "جائز نہیں" مگر جہاں اس سے نہ بچ سکتے ہوں وہاں بعض روایات کی بناء پر اجازت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ص ۱۱۸)

ریا کا کھانا

سوال: جو شخص فخر و نام آوری کی نیت سے برادری کو پلاؤ زردہ کھلائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کھانا ریاکاری ہے اور فخر ہے لہٰذا سخت گناہ ہے اس سے توبہ لازم ہے۔ ''لیکن بلا تحقیق کسی کی نیت پر حملہ کرنا اور ریا کا حکم لگانا جائز نہیں'' (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص ۳۳۹)

ہڈی چوسنا' دانتوں سے گوشت چھڑا کر کھانا

سوال: ہڈی جس پر گوشت بھی نہ ہو یا ہو منہ سے چوسنا یا دانتوں سے گوشت چھڑانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہڈی منہ سے چوسنا اور دانتوں سے گوشت چھڑا کر کھانا جائز ہے۔ ''ہاں چوسنے میں اس کا لحاظ رکھے کہ آواز سے ساتھیوں کو گھن پیدا نہ ہو'' (م ع) کفایت المفتی ج۹ ص ۱۱۸)

ہڈیاں چبانا

سوال: ہڈیاں چبانا کیسا ہے؟ سنا ہے کہ گوشت کھا کر ہڈیاں نہیں چبانا چاہئیں کہ ان پر خدا جنات کی غذا پیدا کرتا ہے؟

جواب: جائز ہے یہ تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کھائی ہوئی ہڈیوں پر جنات کے لیے خوراک پیدا کردیتے ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہڈیوں کا چبانا جائز نہیں' یہ نتیجہ صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل ج۷ ص ۱۸۱)

ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا

سوال: کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا کیسا ہے؟

جواب: کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر رومال سے نہ پونچھے تاکہ دھونے کا اثر ہاتھوں پر باقی رہے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر رومال سے صاف کرے تاکہ پورے طور پر کھانے کا اثر ختم ہو جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ ص ۲۳۳) ''لیکن رومال کا استعمال لازم نہ سمجھے اور نہ سنت'' (م ع)

دسترخوان پر کھانے کا طریقہ

سوال: ہر شخص دسترخوان پر الگ روٹی رکھ کر کھاوے یا ایک روٹی سے سب توڑ کر کھائیں' ایک روٹی کو توڑ کر چار چار حصے کر لینا کیسا ہے؟

جواب: سب طرح ٹھیک ہے' الگ الگ روٹی کھانے میں اپنی روٹی کا انداز باقی رہتا ہے' مشترک کھانے میں اتفاق کا پہلو غالب ہے' چار ٹکڑے کرنے کا دستور ان علاقوں میں ہے جن میں شیعوں کا زور ہے اور اس سے اشارہ خلفاء اربعہ کی طرف ہے کہ ہم چاروں کو مانتے ہیں' شیعوں کی طرح دو یا تین کے منکر نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص ۱۴۷) ''مطلب یہ کہ روٹی کے چار ٹکڑے کرنا کوئی شرعی امر نہیں کہ اس فعل پر ثواب ملے' ممنوع بھی نہیں'' (م ع)

گرم کھانا پینا کیسا ہے؟

سوال: کیا گرم کھانا مکروہ ہے؟ جواب: کچھ گرم ہو تو مکروہ نہیں' ہاں زیادہ گرم ہو تو مکروہ ہے مگر جو چیز ایسی ہو کہ ٹھنڈی ہو جانے سے اس کا ذائقہ ختم ہو جائے تو مکروہ نہیں' جیسے چائے کافی وغیرہ۔ (رحیمیہ ج۲ ص۲۳۲) ''کہ ان کا مقصود ہی حرارت ہے'' (م'ع)

چمچے کے ساتھ کھانا

سوال: بڑے لوگوں میں چمچے کے ساتھ کھانے کا رواج ہے' کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟

جواب: ہاتھ سے کھانا سنت ہے' چمچے کے ساتھ کھانا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ج۷ ص۱۷۴)

تیجے دسویں کا کھانا

سوال: تیجا' دسواں' بیسواں' چالیسواں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: ناجائز ہے' البتہ جو شخص فقیر محتاج ہو اس کو کھانے کو نہ ملتا ہو اس کے لیے جائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج۶ ص۳۳۵)

تقسیم ترکہ سے پہلے کھانا کھانا

سوال: خالد چار اولاد' دو بالغ اور دو نابالغ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا' ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اس کے گھر دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے' ہاں اگر بالغین اپنے پاس سے یا اپنے حصہ میں سے کھلائیں تو جائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج۶ ص۳۳۵)

حقہ' بیڑی' سگریٹ وغیرہ پینا کیسا ہے؟

سوال: مجالس الابرار کی تیسویں مجلس میں لکھا ہے کہ حقہ پینا ناجائز اور حرام ہے اور اس کے لیے عقلی و نقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں' لیکن اب دور حاضر کا اہل علم طبقہ حقہ نوشی میں مبتلا ہے' کیا اب کوئی صورت جواز کی نکل آئی؟

جواب: جس حقہ میں ناپاک یا نشہ آور چیز نوش کی جاتی ہیں وہ بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں لیکن جس حقہ' سگریٹ' بیڑی و تمباکو نوشی کا رواج ہے اس کی حرمت متفق علیہ نہیں' اکثر فقہاء کی رائے جواز کی ہے' مگر تمباکو نوشی سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے' لہٰذا صحیح ضرورت کے بغیر حقہ نوشی کراہیت سے خالی نہیں' تمباکو بنفسہ مباح ہے' اس میں کراہیت بدبو کی بناء پر عارضی ہے۔ کراہت

تحریمی ہو یا تنزیہی بہر حال قابل ترک ہے اس کی عادت نہ ہونی چاہیے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پیاز کے کھیت کے قریب سے گزرے بعض صحابہ وہاں ٹھہر گئے ان میں سے بعض نے اس میں سے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا پھر سب بارگاہ نبویؐ میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز نہ کھانے والوں کو قریب بلایا اور کھانے والوں کو بدبو زائل ہونے تک پیچھے بٹھایا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسواک منہ کی پاکی کا ذریعہ ہے اور رب ذوالجلال کی خوشنودی کا سبب۔

اکثر تمباکو نوش حضرات منہ کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے جب دیکھئے منہ میں بیڑی سگریٹ ہوتی ہے مسجد کے دروازے تک پیتے چلے جاتے ہیں بقیہ حصہ کو پھینک کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں شاید کوئی مسواک کرتا ہوگا محض کلی پر اکتفا کر کے نماز شروع کر دیتے ہیں کہیں ایسوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی نوبت آجاتی ہے تو نماز پڑھنا دشوار ہو جاتی ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو کوئی اس بدبودار درخت (پیاز یا اس کی آل) کو کھائے وہ منہ صاف کیے بغیر ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ جس سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے فرشتوں کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

فقہائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ بدبودار چیز کھانے پینے کے بعد منہ صاف کیے بغیر مسجد مدرسہ عیدگاہ نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ اور مجلس تعلیم وعظ و تبلیغی اجتماعات میں شریک ہونا مکروہ ہے مسلمانوں کا کونسا وقت ذکر اللہ اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی رہتا ہے قدم قدم پر بسم اللہ السلام علیکم درود دعاء سبحان اللہ وغیرہ وغیرہ ورد زبان رہتا ہے لہٰذا حتی الوسع منہ کی صفائی ضروری ہے۔ یہ فضل خدا ہے کہ اس نے اپنا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نام لینے کی ہمیں اجازت دی ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک خلاصہ یہ کہ حقہ بیڑی سگریٹ وغیرہ یہ چیزیں حرام نہیں مگر بلا ضرورت و بلا مجبوری ان کی عادت ڈالنا مکروہ ہے ہاں ضرورتاً جائز ہے لیکن صفائی کا خیال ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۳۱)

تمباکو پان سگریٹ کا حکم

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب پان میں تمباکو کھانا جائز ہے تو سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں تمباکو پیتے ہیں اور نشہ چونکہ پان کے تمباکو میں ہوتا ہے اور سگریٹ و حقہ میں بھی ہوتا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہوا اور نسوار کا کیا حکم ہے؟ جواب: جس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے اس کا کھانا'' پان میں ہو یا اور طرح سے'' پینا'' حقہ بیڑی سگریٹ سے ہو یا کسی اور طرح سے'' ناجائز ہے نسوار سے اگر نشہ ہوتا ہو تو ناجائز ہے ورنہ مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۸۷) ''عموماً تمباکو میں حدت

پائی جاتی ہے حدت اور نشہ میں فرق ہے۔" (م ع)

بھنگ کے استعمال کا حکم

سوال: بھنگ کا استعمال بطور نشہ اور تداوی کے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بھنگ کا شمار چونکہ مسکر اشیاء میں ہوتا ہے اس لیے اس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے تاہم بوقت ضرورت کسی مسلمان طبیب کے مشورہ سے بقدر ضرورت استعمال مرخص ہے بشرطیکہ حلال اشیاء میں معالجے کے لیے کوئی شے نہ ہو۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۳۹۴)

پان سگریٹ وغیرہ کا راستہ میں استعمال کرنا

سوال: اکثر لوگ بازاروں یا سڑکوں پر راستہ چلتے ہوئے مختلف اشیاء مثلاً پان، بیڑی، سگریٹ وغیرہ کھاتے پیتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کو اسلام نے مردود الشہادت قرار دیا ہے؟

جواب: جن چیزوں کا سڑکوں پر چلتے ہوئے کھانا عرفاً خلاف مروت نہیں سمجھا جاتا ان کے اس طرح کھانے سے آدمی مردود الشہادت نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۲۵) "اس لیے اپنے یہاں کا عرف دیکھ کر حکم سمجھا جا سکتا ہے۔" (م ع)

پان میں چونا کھانا

سوال: چونا چونکہ مٹی سے ہوتا ہے اس کے کھانا کا کیا حکم ہے؟ نیز کتھا بھی مٹی سے ملا کر تیار کیا جاتا ہے؟ جواب: مٹی کھانا ممنوع ہے اور اس کی ممانعت نجاست کی وجہ سے نہیں مضر صحت ہونے کی وجہ سے ہے، لہٰذا جتنی مقدار مضر نہ ہو درست ہے، پان میں چونا کھانے کی اجازت ہے، نصاب الاحتساب اور نفع المفتی والسائل میں بصراحت مذکور ہے اور کتھے کا حکم چونے کی طرح ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۹۳)

پان، تمباکو، حقہ

سوال: بندہ کو حقہ کی بہت زیادہ عادت تھی، اب وہ تو چھوٹ گئی مگر پان کی عادت اس درجہ ہو گئی کہ تقریباً ایک دن میں پچاس ٹکڑے بھی کھا لیتا ہوں، اس سے بہت خرابیاں معلوم ہوئیں، اب چاہتا ہوں کہ حقہ سب کے ساتھ پی لیا کروں اور پان سے قطعی پرہیز کروں، کیا حکم ہے؟

جواب: جس چیز میں ضرر کم ہو اور تجربہ سے اس کا فائدہ محسوس ہوتا ہو "پان یا حقہ" اس کو استعمال کر لیں، ضرورت سے زائد استعمال نہ کریں، مسجد میں جانے سے پہلے مسواک وغیرہ سے

بدبو زائل کرلیا کریں خدائے پاک ہر ضرر سے محفوظ رکھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۳۰۳)

پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر

سوال: کارخانوں میں پان کا بیڑہ وغیرہ لاکر فوٹو کے سامنے رکھ کر یا ویسے ہی پرشاد کے طریقے سے دیتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس سے غیر اللہ کی قربت حاصل کرنا یا غیر شرعی چیز کی تعظیم مقصود نہیں جیسے غیر مذہب کے مخصوص تہوار وغیرہ پر ہوتا ہے بلکہ محض آپس میں خوش طبعی کے طور پر کھاتے کھلاتے ہیں تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۳۰۴)

تاڑ اور کھجور کا رس پینا

سوال: تاڑ اور کھجور کا تازہ رس جو کافی میٹھا ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا نشہ نہیں ہوتا اس کا پینا کیسا ہے؟ بعض عالم کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے حالانکہ حدیث میں اشربہ اربعہ کو حرام قرار دیا گیا ہے؟

جواب: یہ رس جب تک نشہ پیدا نہ کرے "جائز ہے" حرام نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ اص ۳۷۲)

دعوت ولیمہ کا وقت کب تک ہے؟

سوال: دعوت ولیمہ کا وقت کب تک ہے؟ اگر شادی ہوئی اور ہمبستری نہیں ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ شب زفاف منائے تو مناسب ہے کہ اپنے پڑوسیوں رشتہ داروں اور دوستوں کو بلائے ان کے لیے جانور وغیرہ ذبح کرے اور ان کے کھانے کا انتظام کرے اور زوجین کے ہمبستر ہونے کے تین دن بعد ولیمہ کا وقت نکل جاتا ہے یہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ص ۲۳۶)

خنزیر کی چربی استعمال کرنے والے ہوٹل میں کھانا کھانا

سوال: میں جب سے دبئی میں آیا ہوں ایک بات پریشان کررہی ہے کہ جب بھی ہوٹل میں کھانا کھانے جاتے ہیں تو کھانا (TwoCow) برانڈ گھی میں پکا ہوا ملتا ہے اور ہم نے سنا ہے کہ اس میں سور کی چربی استعمال کی جاتی ہے اس کے اوپر ایک نوٹ لکھیں اور بتلائیں کہ یہ استعمال کرنا حرام ہے کہ نہیں؟ کیونکہ یہاں تمام ہوٹلوں میں یہی گھی استعمال ہوتا ہے اور ہمارے مسلمان بھائی اس کو کھاتے ہیں؟

جواب: تحقیق کر لیجئے اگر واقعی خنزیر کی چربی استعمال ہوتی ہے تو ایسے ہوٹلوں میں کھانا کھانا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ص ۱۸۶)

تارک زکوٰۃ کی دعوت قبول کرنا

سوال: اگر کوئی آدمی زکوٰۃ نہ دے تو اس آدمی کی دعوت قبول کرنا یا روپے کپڑے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ بشرطیکہ حلال مال سے دے' اگر کوئی بڑا آدمی اس غرض سے انکار کر دے کہ وہ متاثر ہو کر زکوٰۃ ادا کرے تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۲۲)

ہندوؤں کے تہوار کا کھانا

سوال: اگر کسی مسلمان کے رشتہ دار ہندو کے گاؤں میں رہتے ہوں اور ہندو کے تہوار ہولی یا دیوالی وغیرہ پکوان پوری' کچوری وغیرہ پکاتے ہیں ان کا کھانا ہم لوگوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہندو کے تہواروں میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں' اس سے توبہ کرنا لازم ہے کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء نے اس کو کفر لکھا ہے اور جو کھانا کچوری وغیرہ ہندو کسی اپنے ملنے والے مسلمان کو دیں اس کو نہ لینا بہتر ہے' لیکن اگر کسی مصلحت سے لے لیا تو شرعاً اس کھانے کو حرام نہ کہیں گے اور جو مسلمان ہولی وغیرہ میں ہندوؤں کی موافقت میں پکاتے ہیں اسے ہرگز نہ لینا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۲۷)

ہندو کے ہوٹل سے کھانا کھانا

سوال: کسی ہندو کے ہوٹل میں ہندو کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی سبزی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہاں اگر گھی کے بغیر کھانا کھانا ہو تو صرف ہندو کے ہوٹل میں مل سکتا ہے؟

جواب: اگر ہندو کے برتن پاک صاف ہوں اور یقین ہو کہ وہ کوئی غلط چیز استعمال نہیں کرتا تو اس کے ہوٹل' گھر یا دکان میں کھانا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۸۶)

غیر مسلم باورچی کے پکائے ہوئے گوشت کا کھانا

سوال: میں جس بورڈنگ "دارالاقامہ" میں رہتا ہوں پکانے والے باورچی سب ہندو ہیں' گوشت دو طرح کا پکتا ہے جھٹکا اور حلال بھی' زیادہ لوگ جھٹکے کا کھانے والے ہیں' ایسی حالت میں مسلمان طلبہ کیا گوشت ہندو کا پکایا ہوا کھا سکتے ہیں یا سبزیوں اور دال پر اکتفا کیا جائے' جیسا کہ غیر گوشت خور ہندو طلبہ کرتے ہیں یا ان کے کہنے پر ایسا ہی گوشت کھا لیا جائے؟ مگر احتمال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے بوٹی ادھر ادھر ڈال دی جائے یا ایک چمچ سے دونوں میں چلا دیا جائے' آپ کے جواب کا انتظار ہے' اگر کسی نے مسئلہ پوچھنے سے پہلے دیدہ و دانستہ یہ گوشت ہندو کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھایا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب کہ پکانے والا ایک ہی شخص ہے جو کہ غیر مسلم ہے اور وہ دونوں کا گوشت حرام و حلال پکاتا ہے تو احتیاط دشوار ہے' ایک گوشت میں چمچ چلا کر دوسرے میں چلا دیا اور ایک کی بوٹی یا مصالحہ دوسرے میں آ جانا بعید از قیاس نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے کہنے کے باوجود کہ میں مسلمان کے لیے گوشت علیحدہ پکاتا ہوں' مسلم طلباء کو اس کا پکایا ہوا گوشت نہیں کھانا چاہیے۔ اس کا یہ قول شرعاً قابل عمل نہیں ہے' سبزی وغیرہ پر کفایت کریں جس میں یہ چمچ مخلوط چلانے کا گمان نہ ہو یا پھر دوسرا انتظام کریں جس نے دیدہ ودانستہ اس کا پکایا ہوا گوشت اس کے قول پر اعتماد کر کے کھا لیا اس نے غلطی کی آئندہ احتیاط کریں اور اپنی غلطی پر استغفار کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۷۶)

غیر مسلم کے کھانے کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا

سوال: ایک غیر مسلم نے ایک مسلم کو سوکھا دانا آٹا دیا اور سوکھے چاول اور میٹھا دیا کہ تم اپنے ہاتھ سے پکا کر مسلمانوں کو کھلا دو اور اس کا ثواب پیران پیر کو پہنچا دو' مسلم نے کفیل ہو کر کھانا پکوایا اور مسلمانوں کو کھلایا' خود بھی کھایا' کچھ حصہ غیر مسلم بچوں نے بھی لیا' کوئی گناہ تو نہیں؟ ایک شخص کا خیال ہے کہ ایسا کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے؟

جواب: غیر مسلم سے سوکھا دانہ' غلہ آٹا وغیرہ لے کر کھانا پکانا اور کھانا جائز ہے' جب کہ غیر مسلم نے اپنی خوشی سے دیا ہے تو اس کے لینے اور کھانے میں کوئی قباحت نہیں اور جب کہ کھانا جائز ہے تو بسم اللہ پڑھ کر کھانے میں کیا نقصان ہے' بسم اللہ پڑھنی اس صورت میں ناجائز ہوتی جب کہ وہ شرعاً ناجائز ہوتا' مثلاً شراب' بسم اللہ کہہ کر پینی حرام ہے کیونکہ شراب پینا خود حرام ہے اس پر بسم اللہ پڑھنا بھی حرام ہے۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۱۱۷)

پنیر کے اقسام واحکام

سوال: جاپانی رینٹ جو پنیر میں ڈالتے ہیں' نباتات سے تیار ہوتا ہے اور یورپ کا بنا ہوا حیوانات سے تیار کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟ جراثیم جز وحیوان نہیں' کیا پھر بھی پنیر حرام ہوگی؟ رینٹ ایک چائے کے چمچ کی مقدار سات سیر دودھ میں گرتی ہے اور ایک طرف عموم بلویٰ ہے' کیا اتنی کم مقدار میں بھی حرام ہوگی؟ یہودیوں کے مذبوح بچھڑے کی رینٹ سے بنی ہوئی پنیر مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نباتات سے تیار کردہ پنیر تو ظاہر ہے کہ درست ہے' جراثیم جز وحیوان نہیں تو پھر کیا ہے؟ اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچی شراب یا پیشاب یا خون کی ملا دی جائے تو للاکثر حکم الکل کے تحت کیا اس دودھ کو پینے کی اجازت دیدی جائے گی؟ اگر ناجائز پنیر کو استعمال نہ کیا جائے تو کیا زندگی کا کوئی شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل رہے گا' پھر ابتلاء عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی

گنجائش بے محل ہے جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے اور کسی آسمانی کتاب کے تسلیم کرنے کی مقر و مدعی ہو اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے جبکہ وہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام نہ لے اگر ذبیحہ مسلم میسر آجائے تو وہ بہر حال مقدم ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۴۶)

شیر خوار بچوں کو افیون کھلانا

سوال: ہماری اکثر مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو رات کے وقت افیون کھلا کر سلا دیتی ہیں تاکہ بچہ رات کو سو کر آرام کرے کیا یہ جائز ہے؟ جواب: افیون کا استعمال جس طرح بڑوں کے لیے جائز نہیں اسی طرح شیر خوار بچوں کو کھلانا بھی شرعاً حرام اور طبی نقطہ نظر سے بے حد مضر صحت ہے۔ جو بیبیاں ایسا کرتی ہیں وہ گویا اپنے ہاتھوں بچوں کو ذبح کرتی ہیں، خدا ان کو عقل دے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۸۱)

شراب اور اسپرٹ کیا چیز ہے؟

سوال: شراب کی کیا تعریف ہے؟ ۲۔ کیا اسپرٹ جو زخموں پر استعمال کی جاتی ہے شراب ہے؟ اور اس کا استعمال ناجائز ہے؟

جواب: عربی لغت میں ہر بہنے والی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہ میں ہر نشہ آور کو شراب کہتے ہیں، چار قسم کی شراب حرام ہے، خمر (طلاء) سکر، نقیع، زبیب، شراب اور اسپرٹ کے احکام کی تفصیل (طبی جو ہر ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم اختری بہشتی زیور میں دیکھئے، وہاں نہایت بسط و تفصیل سے اس کو بیان کیا ہے تاہم اگر کوئی بات مجمل ہو تو اس کو دریافت کر لیجئے لیکن ان چار کے علاوہ بھی جتنی شرابیں نشہ لاتی ہیں سب حرام ہیں فتویٰ اسی پر ہے، بلا شدت مجبوری دوا میں بھی استعمال جائز نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ج ۹ ص ۳۶۸)

بیئر پینا

سوال: بیئر پینا حرام ہے یا نہیں؟ اصل میں اس جگہ کے متعلق سوال ہے۔ جس جگہ درجہ حرارت ۶۰ سینٹی گریڈ سے اوپر ہے اور جو شخص ایسی جگہ نوکری کر رہا ہے وہ کشمیر کا رہنے والا ہے، گرمی تو قدرتی بات ہے اس کو محسوس ہوگی تو ایسے شخص کا بیئر پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیئر اگر کوئی نشہ آور چیز ہے تو اس کا استعمال منع ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۴ ص ۲۱۷)

شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا

سوال: تاڑی یا شراب کا سرکہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب تاڑی یا شراب کو اگر سرکہ بنالیا جائے اور حقیقتاً بدل جائے تو اس کو کھانا درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۵ ص ۱۸۶) ”پھر وہ شراب نہیں حقیقتاً سرکہ ہے“ (م ع)

شراب کے بارے میں شرعی حکم

سوال: روزنامہ ''جنگ'' مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء کے اسلامی صفحے میں ایک خاتون لکھتی ہیں کہ ''شراب حرام نہیں ہے'' اس سلسلے میں انہوں نے قرآن کا حوالہ بھی دیا جو میں لفظ بہ لفظ اتار رہا ہوں' ملاحظہ ہو''لوگ آپ سے شراب اور قمار کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑی گناہ کی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں'' احکام شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ شراب حرام ہے یا نہیں؟ اور اگر حرام ہے تو اس کا انکار کرنے والا کیسا ہے؟

جواب: جس مضمون کے بارے میں آپ نے سوال کیا ہے اس میں شراب کی حرمت کا انکار نہیں کیا گیا' آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' شراب قطعی حرام ہے' چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' میں شراب (خمر) کے یہ احکام لکھے ہیں:

۱۔ شراب اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہے اس کی حرمت کا مدار نشے پر نہیں بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''یہ بذات خود حرام نہیں بلکہ اس سے نشہ حرام ہے'' کفر ہے کیونکہ یہ کتاب اللہ کا انکار ہے' کتاب اللہ نے اس کو ''رجس'' کہا ہے اور ''رجس'' اس نجاست کو کہتے ہیں جو اپنی ذاتی نجاست کی وجہ سے حرام ہو اور سنت متواترہ میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حرام قرار دیا اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔

۲۔ شراب' پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے کیونکہ اس کی نجاست دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

۳۔ اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہے کیونکہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہے۔

۴۔ مسلمان کے حق میں یہ بے قیمت چیز ہے اس لیے اگر مسلمان کے پاس شراب ہو اور کوئی اس کو ضائع کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں۔

۵۔ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور اس پر حد جاری ہوگی۔

۶۔ پینے کے علاوہ اس سے کوئی اور انتفاع (فائدہ اٹھانا) بھی جائز نہیں۔

۷۔ اس کو فروخت کر کے جو رقم حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہے۔

''ہدایہ کے اس حوالے سے معلوم ہوا کہ شراب (خمر) حرام ہے اور اس کی حرمت کا منکر باجماع اُمت کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پوری اُمت اسلامیہ کی تکذیب کرتا ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۱۷۹٬۸۷)

مریض کیلئے شراب کا حکم

سوال: عمرو مرنے کے قریب ہے اور اس کو حکیم یا ڈاکٹر نے بتلایا کہ اگر اس کو شراب پلا دو تو

شایداس کی جان بچ جائے' ایسے وقت میں ایسا کرنا شرعی حکم کیا ہے؟ عمرو کہتا ہے مرجاؤں گا شراب نہیں پیوں گا' اس کا یہ قول کیسا ہے؟

جواب: اس حالت میں کہ حکیم یا ڈاکٹر کو بھی شراب پلانے کے باوجود شفا کا یقین نہیں تو محض ان کے کہنے سے کہ شاید جان بچ جائے' شراب پینا درست نہیں' عمرو کا انکار صحیح ہے۔" ایمان کی پختگی کی علامت ہے" (م'ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۴۰۸)

کیا شراب کسی مریض کو دی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا شراب میں شفا ہے؟ اور کیا وہ کسی ایسے مریض کو دی جاسکتی ہے جس سے اس کی زندگی بچ سکتی ہو؟ جواب: شراب تو خود بیماری ہے اس میں شفا کیا ہوگی۔ جہاں تک مریض کو دینے کا تعلق ہے اس میں شراب کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تمام ناپاک چیزوں کا ایک ہی حکم ہے اور وہ یہ کہ اگر اس ناپاک چیز کے علاوہ اور کوئی علاج ممکن نہ ہو اور ماہر طبیب کے نزدیک اس سے اسکی جان بچ سکتی ہو تو ایسی اضطراری حالت میں ناپاک چیز استعمال کی جاسکتی ہے۔ آپکے مسائل ج ۶ ص ۱۷۹

رنگ رلیوں کی چوکیداری کرنا اور شراب کی بوتل لا کر دینا

سوال: میں چپڑاسی ہوں اور کبھی کبھار مجھے زبردستی رات کو زیادہ دیر کے لیے رکنے کو کہا جاتا ہے اور رات کو شراب اور طوائفوں سے رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں' مجھے چوکیداری کے فرائض زبردستی نبھانے پڑتے ہیں بلکہ بوتل لانے کو کہا جاتا ہے کہ فلاں جگہ سے لے آؤ' میں قانون وقت اور اللہ سے ڈرتا ہوں' سخت پریشان ہوں' ملازمت کا سوال ہے' قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اب مجبوراً میں ملازمت جاری رکھ سکتا ہوں؟ اور کیا اللہ کے نزدیک میں اس گناہ میں ان کا شریک تو نہیں؟

جواب: یہ تو ظاہر ہے کہ اس برائی اور بدکاری میں مدد آپ کی بھی شامل ہے' گو بامر مجبوری سہی' آپ کوئی اور ملازمت یا ذریعہ معاش تلاش کریں اور جب مل جائے تو یہ گندی نوکری چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۱۸۰)

شراب کی خالی بوتل میں پانی رکھنا

سوال: بہت سے حضرات جن کے گھر میں فریج ہیں' شراب کی خالی بوتلوں میں پانی بھر کر فریج میں رکھتے ہیں اور اس پانی کو پیتے ہیں' کیا وہ پانی پینا جائز ہے؟

جواب: اگر ان بوتلوں کو پاک کرلیا جاتا ہے تو ان میں پانی رکھنا جائز ہے لیکن ایک درجے میں کراہت ہے جیسے پیشاب کی بوتل کو پاک کر کے پانی کے لیے استعمال کیا جائے۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۱۸۰)

شراب کے اشتہار کے ساتھ ملازمت کا حکم

کیا ہم ایسی فیکٹری میں کام کر سکتے ہیں جہاں شراب وغیرہ جو حرام چیزوں کی ایڈورٹائز بنتی ہو اس کو ہمیں بنانا ہوتا ہے؟ کیا یہ کمائی ہمارے لیے جائز ہے؟

نوٹ: ہر وقت شراب وغیرہ کی ایڈورٹائز نہیں بنتی، کبھی کبھی آتی ہے۔

جواب: جب اصل کام شراب کے اعلان واشتہار کا نہیں ہے بلکہ جائز کام کا ہے تو ملازمت جائز ہے، شراب سے متعلق جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیے۔ ”جب بندہ دل سے کوشش بچنے کی کرتا ہے راستہ نکل آتا ہے۔“ (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۰۵)

الکحل کی تحقیق

سوال: عرض ہے کہ ہومیو پیتھک دوائیں اپنی فروخت کے لیے خریدی، پھر اس کے فارمولے پر نظر کی تو ایک شربت کی بوتل پر ے افیصد الکحل لکھا ہوا پایا، اس الکحل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: الکحل کے متعلق ذاتی کوئی تحقیق نہیں، مختلف لوگوں سے باتیں سنی ہیں جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ اشربہ محرمہ میں سے کوئی شراب ہے اس وقت تک اس کی حرمت کا فتویٰ دینا مشکل ہے۔ ”اس کے لیے آنے والے جواب کو غور سے پڑھیے“ (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۱۱)

عرقیات ڈاکٹری ”ٹنکچر“ کا استعمال

سوال: ڈاکٹری عرقیات ”ٹنکچر“ جن میں عموماً الکحل یعنی شراب کا جوہر مفید ومقوی ہونے کی وجہ سے شریک رہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ جواب: اس کو اشربہ اربعہ کے علاوہ سے نچوڑا جاتا ہو جیسا غالب ہے تو اس کا حکم مختلف فیہ ہے، بہتر بچنا ہے اور مبتلا پر بھی زیادہ داروگیر نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۰)

تاڑی کا ٹھیکہ ناجائز ہے

سوال: تاڑ وکھجور کا سرکاری طور پر ٹھیکہ ہوتا ہے اور ٹھیکیدار زمین دار کو فی درخت دس پانچ روپیہ دے کر تاڑی اتارتے ہیں تو یہ روپیہ جس کو لگان کہتے ہیں لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ یہ معاملہ صحیح نہیں ہے لہٰذا یہ روپیہ لینا جائز نہیں ہے۔ شامی میں ہے: وَاِنَّمَا لَاتَصِحُّ اِسْتِیْجَارُ الْاَشْجَارِ. یعنی درختوں کو اجارہ پر لینا صحیح نہیں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۵۵)

کھجور اور نارجیل کی تاڑی

سوال: سیندھی اور نارجیل تاڑی حلال ہے یا حرام؟

جواب: تاڑی سیندھی ہو' یعنی درخت کھجور سے نکلی ہوئی ہو' یا نارجیلی ہو بقدر نشہ آور حرام ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جس شئی کی کثیر مقدار مسکر ہوتی ہے تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہوتی ہے' خواہ نشہ پیدا نہ کرے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۱۵)

بھنگ پینا

سوال: بھنگ جس کو ورق الخضب اور حشیشہ کہتے ہیں' حلال ہے یا حرام ہے' اور پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: حرام ہے یا اس وجہ سے کہ مخدر اور مفتر عقل ہے یا اس کے سکر کی وجہ سے امام نووی فرماتے ہیں کہ بھنگ کی تھوڑی مقدار جو نہ مخدر عقل ہے اور نہ مسکر حرام نہیں' زرکشی امام مسلم (نسخہ میں امام مسلم ہی میں لکھا ہوا ہے' صحیح امام نووی معلوم ہوتا ہے۔۱۲) کے پیچھے پڑ گئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے' ابن دقیق العید فرماتے ہیں افیون اور بھنگ کے پاک ہونے پر اجماع ہے اور جوز الطیب بھی پاک ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۱۶)

گانجا' افیون' تاڑی پینا

سوال: افیون' گانجا (بھنگ کے پھولوں کا بنایا ہوا نشہ' جو نشہ باز حقہ کی طرح پیتے ہیں۔ ''م' ع'') اور تاڑی پینا حرام ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ تینوں چیزیں مسکر اور حرام ہیں اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ کرے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۱۶)

کیا حقہ پینے والے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیں گے؟

سوال: حقہ' بیڑی' سگریٹ پینے والے کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے تھے' تو کیا تمباکو کھانے والے سے بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے؟

جواب: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی' اذیت بھی ہوتی تھی' خواہ پیاز' لہسن کی بدبو ہو یا حقہ' بیڑی' سگریٹ کی بدبو ہو' ایسے لوگوں کو منہ صاف کر کے مسجد میں جانا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقہ' بیڑی' سگریٹ پینے والے سے منہ پھیر لینا میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۷۷)

زہر ملی ہوئی تاڑی پینے سے کیا خودکشی کا گناہ ہوگا؟

سوال: زید کو کوئی نشہ کی چیز پینے کی عادت ہے' مثلاً تاڑی' ایک مرتبہ کسی نے اس میں زہر ملا

کر دیا جس کو پی کر زید کا انتقال ہو گیا' کیا اس کو خودکشی کا گناہ ہو گا؟

جواب: اس عادی معصیت کے باوجود صورت مسئولہ میں زید خودکشی کا مجرم نہ ہو گا۔ لِعَدَمِ قُصُورِهٖ وَعَدَمِ عِلْمِهٖ "ہاں نشہ کا گناہ ہوا" (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۲)

چرٹ پینا

سوال: چرٹ (سگار ایک قسم کی سگریٹ "م ع") پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بصورت جواز مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا مصداق تو نہ ہو گا اور بصورت مصداق بننے سزا کا مستحق ہو گا یا نہیں؟

جواب: چرٹ پینا مثل حقہ کے مکروہ تحریمی ہے بلکہ چرٹ میں مشابہت نصاریٰ کی بناء پر کراہت زیادہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۵۰۸)

کوکا' کولا پینا

کوکا کولا کی جو شیشی آ رہی ہے جس کو گرمی کے ایام میں لوگ پیتے ہیں اس کا پینا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: جب تک اس میں کسی ناپاک یا حرام چیز کی آمیزش کا ہونا معلوم نہ ہو اس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۷۴)

کبوتر کا حکم

سوال: جنگلی کبوتر' گھریلو کبوتر دونوں حلال ہیں کہ نہیں؟

جواب: دونوں حلال ہیں' کوئی حرام نہیں۔ "پالتو کبوتر قیمتی ہونے کی وجہ سے ذبح نہ کریں یہ الگ بات ہے" (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۶۱)

بگلہ' گرسل' نیل کنٹ کا حکم

سوال: بگلہ' گرسل' نیل کنٹ حلال ہے یا نہیں؟ جواب: بگلہ حلال ہے' گرسل اور نیل کنٹ دانا کھانے والی حلال ہے اور جس کی غذا غلاظت و مردار ہے وہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۶۱)

ریگ ماہی کھانے کا حکم

سوال: ریگ ماہی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اطباء ایک قسم کی مچھلی بیان کرتے ہیں جو مصر سے آتی ہے؟

جواب: جائز نہیں کیونکہ وہ ہوام ارض سے ہے' صرف تشبیہاً ماہی کہلاتی ہے۔ "اور ہوام ارض کا کھانا جائز نہیں" (م ع) (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۵)

اوجھڑی کی حلت بھنگے کی حرمت

سوال: ایک وکیل ہیں انہوں نے ''بہشتی زیور'' میں کچھ شکوک پیدا کیے کہ اوجھڑی حلال ہے' گولر کے بھنگے حرام اور آرسی میں منہ دیکھنا ناجائز' ان ہر سہ مسئلوں کی فقہی روایات کیا ہیں؟

جواب: اوجھڑی کی حلت اس لیے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں' فقہاء نے اشیاء حرام کو شمار کر دیا ہے' یہ ان کے علاوہ ہے اور گولر کے بھنگے کا عدم جواز ردالمحتار ص ۲۹۹ ج ۵ میں لکھا ہے اور آرسی کا مسئلہ بالکل ظاہر ہے کہ چاندی کے آئینہ کا استعمال حرام ہے اور اس میں منہ دیکھنا اس میں داخل ہے۔ ''اس لیے ناجائز ہے'' (م'ع) (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۰۴)

جو مرغی اذان دے اس کا کھانا

سوال: ہمارے گھر میں ایک مرغی ہے جو کہ اذان دینے لگی ہے تو میں کیا کروں' لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نحوست کی علامت ہے؟

جواب: یہ نحوست کی بات نہیں ہے اس مرغی کو پالنا' اس کا انڈا استعمال کرنا یہ کوئی نحوست کی بات نہیں ہے۔ ''بلکہ نحوست کا خیال غلط ہے'' (م'ع) فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۶۴)

کیا مسلمان غیر مسلم مملکت میں حرام گوشت استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: میں امریکہ میں زیر تعلیم ہوں' یہاں پر اکثر ممالک کے طلبہ ہیں جب انہیں کوشش کے باوجود حلال گوشت میسر نہیں ہوتا تو سٹور سے ایسا گوشت خریدتے ہیں جو اسلامی طریقہ پر ذبح شدہ نہیں ہوتا ہے' بتایئے ہم کیا کریں؟

جواب: صورت مسئولہ میں سب سے پہلے چند اصول سمجھ لیں اس کے بعد انشاء اللہ مذکورہ بالا مسئلہ کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

(۱) اکل حلال ضروری اور فرض ہے حلال کو ترک کرنا اور حرام کو اختیار کرنا بغیر ضرورت شرعی ناجائز و حرام ہے۔ (۲) حلال چیزیں جب تک مل جائیں حرام کا استعمال جائز نہیں۔

(۳) گوشت پسندیدہ اور مرغوب چیز ہے اگر حلال مل جائے تو بہتر ہے لیکن اگر حلال نہ مل سکے تو حرام کا استعمال درست نہیں۔ (۴) کسی کے نزدیک پسندیدہ ہونے کی وجہ سے حرام کا استعمال حلال نہیں ہوتا۔ (۵) حرام اشیاء کا استعمال اس وقت جائز ہے جبکہ حلال بالکل نہ ملے' جان بچانے کیلئے کوئی حلال چیز موجود نہ ہو اسی کو اضطرار شرعی کہا جاتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۰۵ ج ۴)

بائیں ہاتھ سے کھانا

سوال: میں بائیں ہاتھ سے تمام کام کرتی ہوں' مثلاً لکھتی ہوں اور بائیں ہاتھ سے کھاتی ہوں تو آپ یہ فرمائیں کہ طہارت بائیں ہاتھ سے کی جاتی ہے تو مجھے کس ہاتھ سے طہارت کرنی چاہیے؟ اب اُلٹے ہاتھ سے کھانے کی مجھے عادت پڑ گئی ہے' سیدھے ہاتھ سے نہیں کھایا جاتا' آپ اس کا جواب ضرور دیں؟

جواب: آپ اس عادت کو چھوڑ دیجئے' اُلٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے آپ اُلٹے ہاتھ سے ہرگز نہ کھایا کریں' آپ کوشش کریں گی تو رفتہ رفتہ سیدھے ہاتھ سے کھانے کی عادت ہو جائے گی۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ چونکہ آپ کھانا اُلٹے ہاتھ سے کھاتی ہیں لہٰذا استنجاء سیدھے ہاتھ سے کیا کیجئے بلکہ یہ کہوں گا کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانے کی عادت ترک کیجئے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۷۰ ج ۷)

کرسیوں اور ٹیبل پر کھانا کھانا

سوال: اسلام میں کرسیوں اور ٹیبل کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں کرسیاں اور ٹیبل تھے؟ آج کل لوگوں کے گھروں میں اور خود میرے گھر میں کرسیوں اور ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا ہے' کیا یہ درست ہے؟ نیز یہ بتا دیجئے کہ ہمارے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کسی چیز پر دسترخوان بچھا کر کھاتے تھے یا نیچے دسترخوان بچھا کر؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر دسترخوان بچھا کر کھاتے تھے' ٹیبل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں کھایا اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میز کرسی پر کھانا انگریزوں کی سنت ہے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی نقالی نہیں کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۷۰ ج ۷)

تقریبات میں کھانا کھانے کا سنت طریقہ

سوال: ہمارے ہاں ایک دیندار دوست کا مؤقف یہ ہے کہ کھانے کے بہت سارے آداب ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیٹھ کر کھایا جائے' اجتماعی تقاریب میں جب باقی آداب کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے تو محض بیٹھ کر کھانے والے ادب پر اتنا زور کیوں؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب تک قرآن و حدیث کے واضح دلائل نہ دکھائے جائیں میں مطمئن نہیں ہوں کیونکہ بقول ان کے بعض مجالس میں انہوں نے علماء کو بھی کھڑے ہو کر کھاتے دیکھا ہے؟

جواب: کھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دسترخوان بچھا کر بیٹھ کر کھایا جائے۔ ہمارے یہاں تقریبات میں کھڑے ہو کر کھانے کا جو رواج چل نکلا ہے یہ سنت کے خلاف مغربی اقوام کی ایجاد کردہ بدعت ہے باقی آداب کو اگر ملحوظ نہیں رکھا جاتا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنے تہذیبی' دینی

اور معاشرتی آثار و نشانات کو ایک ایک کر کے کھرچنا شروع کر دیں۔ کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کرنے کی تحریک چلائی جائے نہ یہ کہ اسلامی معاشرہ کی جو بچی کھچی علامتیں نظر پڑتی ہیں ان کو مٹانے پر کمر باندھ لی جائے۔ اگر بعض علماء کسی غلط رواج کی رو میں بہہ نکلیں یا عوام کی روش کے آگے گھٹنے ٹیک دیں تو ان کا فعل مجبوری پر تو محمول کیا جا سکتا ہے مگر اس کو سند اور دلیل کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں۔ (ایضاً) (آپ کے مسائل ص ۱۷۰ ج ۷)

پانچوں انگلیوں سے کھانا آلتی پالتی بیٹھ کر کھانا شرعاً کیسا ہے؟

سوال: کیا لیٹ کر یا بیٹھ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھنا نحوست ہے رات کو جھاڑو دینا اونچی جگہ بیٹھ کر پاؤں پھیلانا' پانچوں انگلیوں سے کھانا' کھانا کھاتے وقت آلتی پالتی مار کر بیٹھنا' انگلیاں چٹخانا' کیا یہ تمام فعل غلط ہیں؟ اگر غلط ہیں تو ان کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: آلتی پالتی بیٹھ کر کھانا اور انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے باقی چیزیں مباح ہیں یعنی جائز ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۷۱ ج ۷)

کھانے کے دوران خاموشی رکھنا

سوال: حدیث میں ہے کہ کھانا کھاتے وقت خاموش رہنا چاہیے لیکن کچھ مولوی حضرات کا یہ کہنا ہے کہ کھانا کھاتے وقت آپ دین اسلام کی اور اچھی باتیں کر سکتے ہیں اس کے برعکس کچھ دوسرے مولوی یہ کہتے ہیں کہ کھانے کے دوران خاموش رہنا چاہیے اور اگر کوئی سلام بھی کرے تو اس کا جواب نہ دیں اور نہ ہی سلام کریں اور نہ ہی گفتگو کریں؟

جواب: ایسی کوئی حدیث میری نظر سے نہیں گزری جس میں کھانے کے دوران خاموش رہنے کا حکم فرمایا گیا ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ کھانا کھاتے وقت خاموش نہیں رہنا چاہیے کیونکہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے بلکہ ان کو اچھی باتیں کرتے رہنا چاہیے اور نیک لوگوں کے حالات و حکایات بیان کرتے رہنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۷۲ جلد ۷)

چمچے کے ساتھ کھانا

سوال: بڑے لوگوں میں چمچے کے ساتھ کھانے کا رواج ہے کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟

جواب: ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ چمچے کے ساتھ کھانا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۷۲ ج ۷)

حرام جانوروں کی شکلوں کے بسکٹ

سوال: عرض ہے کہ مدت سے قلبی تقاضوں سے مجبور ہوں' کمسن بچوں کو جب بھی کتے' بلی'

شیر وغیرہ حرام جانوروں کی اشکال کے بسکٹ کھاتے دیکھتی ہوں فی الفور میں ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جاتی ہوں۔ہم مسلمان ہیں ہمارے ملک کی اساس بھی اسلامی نظریات پر ہے ہمارے ملک میں بسکٹ فیکٹریاں باوجود مسلمان ہونے کے ایسے بسکٹ کیوں بناتی ہیں جس میں کراہت ہے؟ اس سے حلال وحرام کا تصور بچوں کے ذہن سے محو ہو جائے گا ہو سکتا ہے یہ ایک چھوٹی سی بات ہو لیکن اس کا انسداد اور تدارک ضروری ہے تاکہ ہمارے کمسن بچوں کی تربیت اسلامی طرز پر ہو سکے؟

جواب: آپ کا خیال صحیح ہے۔اول تو تصویر بنانا بھی اسلام میں جائز نہیں ہے پھر ایسی گندی تصویریں تو اور بھی بری ہیں ان پر قانونی پابندی ہونی چاہیے۔(آپ کے مسائل ص ۱۸۱ ج ۷)

غیر شرعی امور والی مجلس میں شرکت کرنا حرام ہے

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شادی یا ولیمہ وغیرہ کے دعوت ہو تو اس کو قبول کرنا مسلمان پر ضروری ہے۔اگرچہ اس میں فوٹو مووی یا کھڑے ہو کر کھانے کا اہتمام ہو یا اس کی آمدنی غیر شرعی یعنی سود وغیرہ کی ہو۔وہ کہتے ہیں کہ آدمی خود کو بچائے ایک طرف ہو کر لیکن جائے ضرور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ دعوت ولیمہ وغیرہ کی قبول کرنا سنت ہے اور ایک حدیث کا مفہوم ہے "جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو پڑوسی کے بارے میں بے حد وصیت کی ہے میرا گمان تھا کہ شاید پڑوسی کو وراثت دی جائے" اس وجہ سے بھی پڑوسی کی دعوت قبول کرے کہ نہ جانے پر مسلمان کا دل دکھے گا جو کہ بہت بڑا گناہ ہے اور خاندان یا آپس میں تفریق ہوگی حالانکہ اُمت میں جوڑ کا حکم ہے ان وجوہات سے وہ جانا ضروری سمجھتے ہیں اور میری ناقص رائے کے مطابق یہ ہے کہ ایسی دعوتوں میں شریک ہونا خالص حرام ہے۔خاص طور پر غیر شرعی آمدنی والے کے یہاں۔ہاں اگر دعوت دینے والے یہ عہد کریں کہ ہم سنت کے مطابق کھلائیں گے اور فوٹو وغیرہ سے بچائیں گے تو کوئی گنجائش ہے لیکن پھر بھی اس میں دیندار اور متقی پرہیزگار کا جانا ہرگز ٹھیک نہیں ہے۔میری ناقص سمجھ کا کہنا ہے کہ اگر کسی مکان کے کسی حصہ میں آگ لگ جائے تو کوئی عقلمند شخص اس مکان کے دوسرے حصہ میں جہاں آگ نہیں لگی بیٹھنا ہرگز پسند نہ کرے گا۔اسی طرح ایسی دعوتوں میں اللہ کا عذاب نازل ہو رہا ہے اور یہ دوسری طرف کھا رہے ہیں۔براہ مہربانی آپ دونوں کے درمیان فیصلہ کریں کہ کون قرآن وحدیث کے زیادہ قریب ہے اور درست ہے؟ کیونکہ دونوں فریق آپ کی رائے کو ہر طرح قبول کریں گے؟ ساتھ یہ بھی بتلائیں کہ کسی کے ساتھ ایسی نیکی کرنا جس میں اپنا دنیاوی یا اخروی نقصان ہو یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: جس دعوت میں غیر شرعی امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور آدمی کو پہلے سے اس کا علم ہو اس میں جانا حرام ہے اگر پہلے سے علم نہ ہو اچانک پتہ چلے تو اُٹھ کر چلا جائے یا صبر کر کے بیٹھ رہے۔ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے لیکن جب سنت کو خرافات ومحرمات کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس کو

قبول کرنا سنت نہیں بلکہ حرام ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۸۳ ج ۷)

کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟

سوال: کھانا کھانے سے فراغت کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے تو اس دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟

جواب: ہر مسنون اور مستحب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا ضروری نہیں ہے یعنی کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون نہیں ہے طواف کرتے وقت دعا مسنون ہے مگر اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے' نماز کے اندر بھی دعا ہوتی ہے سوتے وقت مسجد میں داخل ہوتے وقت' مسجد سے نکلتے وقت' مجامعت کے وقت' بیت الخلاء میں جاتے وقت اور نکلتے وقت بھی ہاتھ اُٹھانا مسنون نہیں ہے جیسے مشکوٰۃ کی شرح میں ہے۔ الخ فقط (فتاویٰ رحیمیہ)

تفاخر کی نیت سے کھلائے ہوئے کھانے سے گریز کرنا چاہیے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نیت تفاخر کھانا کھلانے والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ آج کل شادیوں کے موقع پر کھانا کھلایا جاتا جس میں اپنی آمدنی اور حیثیت کو بھی نہیں دیکھا جاتا۔ تفاخر کی نیت سے خرچ کرنا گناہ ہے۔ افسوس دعوت کھانے والے بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے اور بے تکلف اور ہر دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ (حرمات الحدود ص ۵۷) (اشرف الاحکام ص ۱۸۸)

غیر مسلموں کے برتنوں میں کھانا پینا

سوال...... ایک مسلمان کے لئے کفار اور مشرکین کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... کفار کے برتنوں کو استعمال کرنے سے پہلے اچھی طرح دھولیا جائے۔ دھونے سے پہلے ایسے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے تاہم اگر دھوئے بغیر ان میں کھا پی لیا جائے تو جائز مع الکراہت ہے اور ایسا کرنے والا حرام کھانے پینے والوں میں شمار نہ ہوگا بشرطیکہ ان برتنوں کی ناپاکی کا علم نہ ہو اور اگر علم ہو تو دھونے سے پہلے ان برتنوں میں کھانا پینا جائز نہیں۔

لقوله عليه الصلوٰة والسلام: تاكل في انيتهم فان وجد تم غير انيتهم فلا تاكلوا فيها فان لم تجد وا فاغسلو ها ثم كلوا فيها.

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۵ کتاب الذبائح باب ماجائی الصید)

غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا

سوال...... غیر مسلموں کے ساتھ ایک برتن میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... غیر مسلموں میں جب تک کوئی ظاہری نجاست نہ ہو تو ان کے ساتھ ایک برتن میں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں تاہم اعتقادی اختلاف باعث کراہت ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لباس

گلے میں ٹائی لٹکانے کی شرعی حیثیت

سوال: ہمارے مذہب اسلام میں ٹائی باندھنا کیسا ہے؟ کیا ہمارا مذہب اسلام ٹائی باندھنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سولی کی مناسبت سے ٹائی پہنتے ہیں لیکن ہمارے بہت سے دانشور بھی گلے میں ٹائی لٹکائے پھرتے ہیں قومی لباس کو چھوڑ کر وہ یورپی لباس اپناتے ہیں آخر یہ کیوں؟

جواب: میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا جب پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو اس میں ٹائی کے متعلق بتایا گیا تھا کہ اس سے مراد وہ نشان ہے جو صلیب مقدس کی علامت کے طور پر عیسائی گلے میں ڈالتے ہیں لیکن بعد کے ایڈیشنوں میں اس کو بدل دیا گیا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہندو مذہب کا شعار ''زنار'' ہے اسی طرح ٹائی عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور کسی قوم کے مذہبی شعار کو اپنانا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ اسلامی غیرت وحمیت کے بھی خلاف ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۶۲)

پتلون، قمیص، علی گڑھ پاجامہ وغیرہ کا حکم

سوال: پتلون وقمیص پہننے والا انسان جنت میں جا سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے قول کے مطابق پتلون وقمیص میں انگریزوں کے ساتھ مشابہت ہے تو کیا علی گڑھ کٹ پاجامہ اور بنگلہ کرتا یا کلی دار کرتہ ولکھنؤ کرتہ جس کو عموماً ہندوستانی اور کانگریسی لوگ استعمال کرتے ہیں اس میں ہنود کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ علی گڑھ پاجامہ اور پتلون میں کیا فرق ہے؟ کیا علی گڑھی پاجامہ اور کرتہ اور گاندھی ٹوپی درست ہے؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا آئمہ اربعہ یا امام بخاری کیسا

لباس استعمال کرتے تھے؟ اگر آپ لوگوں کا لباس یہ نہ تھا اور نہ پتلون قمیص کے مثل تھا تو پھر پتلون و قمیص کا پہننا کیسا ہے؟ اگر پتلون وقمیص اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے تو کیا کلائی گھڑی' امریکن پاجامہ' بجلی کا پنکھا' ٹیری کاٹ اور اس طرح کی تمام چیزیں انگریزوں کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ یہ سب تو انگریزوں کی دین ہے' کیا عورتوں کا ساڑھی قمیص اور بلاؤز پہننا ہنود کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ حضرت عائشہؓ اور دیگر امہات المؤمنینؓ کا لباس کیسا تھا؟ اگر پتلون اور قمیص پہن کر اچھی طرح شریعت کی پابندی اور دین کے ارکان کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا بندہ ہے؟

جواب: جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا استعمال کرنا منع ہے' قمیص اور علی گڑھ پاجامہ ناجائز نہیں ہے اس کو پہن کر اطاعت کرنے سے مستحق جنت ہو سکتا ہے' پتلون بھی اب اہل کتاب کا مخصوص شعار نہیں رہا' امید ہے کہ آپ کے معارضات کے جوابات کی ضرورت نہیں رہی ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۵۱)

لباس میں تین چیزیں حرام ہیں؟

سوال: مردوں اور عورتوں کو لباس پہننے میں کیا احتیاط کرنی چاہیے؟

جواب: لباس میں تین چیزیں حرام ہیں:

۱۔ مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی وضع کا لباس پہننا۔

۲۔ وضع قطع اور لباس کی تراش خراش میں فاسقوں اور بدکاروں کی مشابہت کرنا۔

۳۔ فخر ومباہات کے انداز کا لباس پہننا۔

اب یہ خود ہی دیکھ لیجئے کہ آپ کے لباس میں ان باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے یا نہیں؟

نائیلون کا استعمال

سوال: نائیلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

جواب: مجھے تحقیق نہیں' اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے تو یہ ناپاک ہے' استعمال درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۲۸) ''لیکن عام طور پر مشہور ہونا حجت نہیں' تحقیق ہونا ضروری ہے۔'' (م ع)

گیرو میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا

سوال: کپڑے گیرو میں رنگنا درست ہے یا نہیں؟ جیسے صوفی لوگ رنگتے ہیں؟

جواب: گیرو میں کپڑے رنگنا درست ہے' بشرطیکہ ریا نہ ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۸۶)

''کوئی مصلحت بھی رنگنے میں ہو' کپڑے کی ہیئت جوگیوں والی نہ ہو'' (م ع)

مردوں کا رنگین کپڑے وغیرہ پہننا

سوال: رنگین کپڑے پہننا نیلا تہ بند باندھنا' موٹی تسبیح رکھنا' بال سر کے بڑھانا' اس خیال سے کہ اگلے پیشواؤں کا یہ فعل ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟

جواب: ان ہیئات میں کوئی معصیت نہیں' بری نیت سے برا' بھلی نیت سے بھلا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۸۵) ''اور ہیئات مقاصد میں سے نہیں'' (م' ع)

اظہار ماتم کیلئے سیاہ لباس پہننا

سوال: یوم شہید گنج کے سلسلے میں یہ اشتہار شائع ہوا ہے۔

''۲۰ ستمبر ۱۹۳۵ء یوم جمعہ کو ہر مسلمان اپنے گھر دکان' تانگہ' موٹر وغیرہ پر سیاہ جھنڈے لگائے' نیز سیاہ لباس پہنے یا سیاہ نشان سینے پر لگائے اور جملہ مسلمان نماز جمعہ صرف جامع مسجد میں ادا کریں اور کسی مسجد میں نماز جمعہ ادا نہ کی جائے' بعد نماز جمعہ جلوس میں شامل ہوں اور نصف دن چھٹی منائی جائے' اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ماتم یا اظہار افسوس دونوں کا ایک ہی مطلب ہے' شریعت نے سیاہ لباس یا سیاہ نشان کے ساتھ ماتم کرنا یا اظہار افسوس کرنا جائز نہیں کیا' اسی طرح تین دن سے آگے' ماتم شرعی (یعنی ترک زینت) کی کسی قرابت دار کی موت پر بھی عورت کو اجازت نہیں دی' صرف خاوند کے لیے چار مہینے دس روز یعنی مدت عدت تک ماتم شرعی کی عورت کو اجازت دی' اس میں سیاہ پوشی بہ نیت ماتم منع ہے' اسی بناء پر اہل سنت شیعوں کی ماتمی کارروائیوں کا انکار کرتے چلے آئے ہیں' ہاں اس سیاہ پوشی کو ماتم یا اظہار افسوس کے لیے نہ قرار دیا جائے نہ اس کو شرعی حکم سمجھا جائے تو جواز کے درجے میں آجائے گا مگر اس کے لیے لازم تھا کہ سیاہ رنگ چھوڑ کر کوئی اور رنگ اختیار کیا جاتا تاکہ التباس اور غلط فہمی کا موقع پیدا نہ ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۱۴۷) ''آئندہ کے لیے ایک راہ معلوم ہوئی'' (م' ع)

سیاہ رنگ کی چپل یا جوتا پہننا

سوال: کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ پاؤں میں سیاہ رنگ کی جوتی یا کسی قسم کی کوئی چپل وغیرہ پہننا اسلام کی رو سے حرام ہے اور اس کے لیے جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ خانہ کعبہ کے غلاف کا رنگ سیاہ ہے اس لیے سیاہ رنگ پیر میں پہننا گناہ ہے؟

جواب: سیاہ رنگ کا جوتا پہننا جائز ہے' اس کو حرام کہنا بالکل غلط ہے۔

خون میں رنگے ہوئے کپڑے کو بچے کے گلے میں ڈالنا

سوال: زید نے بوقت قربانی ذبح کے وقت نکلتے ہوئے خون میں کپڑا رنگا اس کو بطور تبرک بچے کے گلے میں تعویذ کے طریقے سے ڈالنا چاہتا ہے' کیا یہ نجس کپڑا پہننا اس طرح جائز ہے؟

جواب: اس ناپاک کپڑے کو پہننا یا پہنانا درست نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج۹ ص ۱۵۵) ''بہتا خون نجس ہے اور اس میں عقیدہ کی بھی خرابی معلوم ہوتی ہے۔'' (م' ع)

کامدار ٹوپی' اور جوتا

سوال: جوتا یا کلاہ یا کپڑا جس پر کہ زری یا سلمٰی ستارے کا کام نکلا ہوا ہو وہ جھوٹا ہو یا سچا' مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ چار انگشت سے زیادہ ہو اور جوتے میں چار انگشت کا اعتبار کیسے کیا جائے گا؟

جواب: سچے کام کا جوتا' کلاہ' کپڑا مرد کو چار انگشت سے زائد ناجائز ہے' جوتے وغیرہ میں چار انگشت عرض سے پیائش کرلیا جائے' اگر زائد ہو تو ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص ۱۹۸) ''چار انگشت سے کم ہو تو جائز ہے'' (م' ع)

گاندھی کیپ ٹوپی کا حکم

سوال: کیا کھادی کی کشتی نما ٹوپی جو گاندھی کیپ کے نام سے مشہور ہو گئی ہے' مسلمانوں کے لیے ناجائز ہے؟ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ سے کیا مراد ہے؟

جواب: کشتی نما ٹوپی ہندوستان میں زمانہ دراز سے مستعمل تھی' اس کا نام تحریک کے زمانے میں گاندھی کیپ رکھ لیا گیا' امروہہ کشتی نما ٹوپی کی منڈی تھی اور بے شمار ٹوپیاں وہاں بنتی تھیں' اس کے لیے کھدر کا لزوم ایسا ہی ہے جیسا کہ کرتا اور پاجامہ بھی کوئی اپنے لیے کھدر کا متعین کرلے' اس لیے کشتی نما ٹوپی پہننا جائز ہے اور صرف اس کا نام گاندھی کیپ ہو جانے سے وہ ناجائز نہیں ہو گئی۔ مَنْ تَشَبَّهَ سے مراد یہ ہے کہ کسی قوم کی کوئی ایسی چیز میں مشابہت اختیار کی جائے جو اس قوم کے ساتھ مخصوص ہو یا اس کا خاص شعار ہو تو ایسی مشابہت ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ج۹ ص ۱۶۰) ''گاندھی کیپ ٹوپی کا یہ حکم فی نفسہ ہے' عوارض کے شمول سے منع کیا جاتا ہے'' (م' ع)

عورتوں کو نیم آستین کا کرتہ پہننا

سوال: آدھی آستین کی قمیص پہننا اور اس سے نماز پڑھنا عورتوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز میں سارا جسم ڈھانکنا ضروری ہے' صرف چہرہ' دونوں ہاتھ گٹوں تک' دونوں قدم

کھلے رکھنے کی اجازت ہے اگر نیم آستین قمیص کے اوپر اس طرح چادر اوڑھ کر نماز پڑھی کہ سب جسم پوشیدہ رہے تو نماز ہو جائے گی' ہاتھ کہنی تک' یا اوپر تک اپنے محرم باپ بھائی وغیرہ کے سامنے کھل جائے تو اس پر پکڑ نہیں لیکن نامحرم سے مکمل پردہ لازم ہے' جیسے چچازاد بھائی' ماموں زاد بھائی' پھوپھی زاد بھائی یا دیور وغیرہ۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۸۴) "اور عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو پردہ کا مزید اہتمام ضروری ہے۔" (م ع)

نیکر پہن کر کھیلنا سخت گناہ ہے

سوال: ٹینس' ہاکی' فٹ بال' تیراکی' اسکواش' باکسنگ' ٹیبل ٹینس وغیرہ ان تمام کھیلوں میں کھلاڑی نیکر یا چڈی (جو ناف سے لے کر ران کے بالائی حصے تک ہوتی ہے) پہن کر کھیلتے ہیں جبکہ ناف سے لے کر گھٹنے کا حصہ ستر ہے اسکا دیکھنا مردوں کو بھی جائز نہیں' نہ لوگوں کے سامنے اس کا کھولنا ہی جائز ہے' آپ یہ بتائیں کہ کیا کھلاڑی اور تماشائی دونوں گنہگار ہیں؟

جواب: کھلاڑی اور تماشائی دونوں سخت گنہگار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ "لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ" (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۶۶)

سکول' کالج میں انگریزی یونیفارم کی پابندی

سوال۔ میں ایک مقامی کالج کا طالب علم ہوں' ہمارے کالج میں حاضری کیلئے انگریزی وضع کے یونیفارم کی پابندی ہے۔ جس میں پینٹ اور شرٹ لازمی ہے' کوئی طالب علم یہ نہ پہنے تو اسے کلاس سے نکال دیا جاتا ہے' حالانکہ بہت سے کالجوں میں یہ پابندی نہیں ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور ہمارے صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ پینٹ اور شرٹ انگریزی وضع کا لباس ہے' اگر ہمارے پرنسپل صاحب اس کے بجائے قومی لباس کی پابندی لگائیں تو یہ اسلامی نفاذ کیلئے معاون ہوگا' انگریزی لباس کی قید لگانا کہاں تک صحیح ہے؟

جواب۔ آدمی کے دل میں جس کی عظمت ہوتی ہے اس کی وضع قطع کو اپناتا ہے' قومی لباس یا اسلامی لباس کے بجائے انگریزی لباس اور وضع قطع کی پابندی یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دل میں نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کا صحیح علاج تو یہ ہے کہ نوجوان طلبہ میں اسلامی جذبہ بیدار ہو اور وہ قومی لباس کو یونیفارم قرار دینے کا مطالبہ کریں۔ آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۶۹۔

غرارہ پہننے کا حکم

سوال: لڑکیوں کا ایک لباس ہے جس کو وہ غرارہ بولتی ہیں اوپر سے رانوں تک وہ مثل نیکر کے ہوتا ہے اور مہری تک کا نچلا حصہ بہت ہی چوڑا ہوتا ہے تقریباً ایک پائنچہ ایک ڈیڑھ گز کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: عورت کے لیے ٹخنے ڈھانکنا فرض ہے اور غرارہ میں احتیاط نہیں رہتی کشف ستر ہوتا رہتا ہے جو کہ حرام ہے۔ لہٰذا اجتناب اور پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) ''یہی حکم ہر ایسے لباس کا ہے جس میں تشبہ بالکفار یا کشف ستر ہو'' (م ع)

ننگے سر پھرنا

سوال: مردوں کو ننگے سر پھرتے رہنا کیسا ہے؟

جواب: وقت ضرورت ننگے سر ہونے میں مضائقہ نہیں لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہو رہا ہے کہ ہر وقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں یہ طریقہ اصلاً صلحاء اور اہل مروت کا نہیں بلکہ خدا کے دشمنوں کا ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔ فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۴۲)

عورتوں کا مردوں جیسے بال بنانا

سوال: آج کل بعض خواتین مردوں جیسے بال بنواتی ہیں اور اسے ایک فیشن سمجھا جاتا ہے تو کیا عورتوں کے لیے ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: اسلام نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ مشابہت سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا ہے اس لیے خواتین کا ایسی ہیئت بنانا جس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہو نا جائز و حرام ہے اسی طرح خواتین کا ایسے بال بنانا بھی حرام اور موجب لعنت ہے جس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہو۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۴۲۰)

سر پر بال ''پٹھے'' رکھنا

سوال: پٹھے یعنی سر پر بال رکھنا کیسا ہے؟ یعنی جائز یا سنت یا نا جائز؟

جواب: سر پر بال رکھنا کانوں کی لو تک یا اس سے نیچے یا شانے تک جائز اور سنت ہے مگر آج کل جو بال رکھے جاتے ہیں وہ اول تو اس نیت سے رکھے نہیں جاتے اگر نیت بھی ہو تو پھر بھی جس طرز سے رکھے جاتے ہیں وہ طرز ثابت نہیں سیدھی مانگ بیچ میں نہیں نکالی جاتی ٹیڑھی مانگ نکالی جاتی ہے یہ سب فیشن حضر بین کا ہے امارد اور ایسے نوجوان جو سر پر بال رکھتے ہیں اس میں اور فتنہ کا اندیشہ ہے جس کا

مشاہدہ ہر ذی بصیرت کو ہے اس لیے اس فیشن سے ان کو ضرور روکا جائے گا۔(فتاویٰ محمودیہ ج۵ص ۱۰۳)

انگریزی بال کو سنتی بنانا

سوال: انگریزی بال کو سنتی بال میں تبدیل کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ انگریزی بال منڈا دیئے جائیں' اس کے بعد سنت کے مطابق رکھے جائیں تا کہ کامل تبدیل ہو جائیں' گو بغیر منڈائے بھی درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج۵ص ۱۵۶) ''کوئی قباحت نہیں'' (م'ع)

لڑکیوں کے بڑے ناخن

سوال: لڑکیوں کو ناخن لمبے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرعی حکم یہ ہے کہ ہر ہفتے نہیں تو پندرہویں دن ناخن اتار دے' اگر چالیس روز گزر گئے اور ناخن نہیں اتارے تو گناہ ہوا۔ یہ ہی حکم ان بالوں کا ہے جن کو صاف کیا جاتا ہے اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔(آپ کے مسائل ج۷ص ۱۲۹)

داڑھی رکھنا واجب ہے

سوال: داڑھی رکھنا کون سی سنت ہے' اس کے تارک پر کیا حکم شرعاً جاری ہوگا' وہ جو کہتے ہیں کہ اگر ساری داڑھی صاف کرے کچھ گناہ نہیں' یہ کیا بات ہے؟ سیاسۃً اس پر کیا حکم دیا جائے گا؟

جواب: داڑھی رکھنا واجب اور قبضہ سے پہلے کٹانا حرام ہے اور کوئی سیاست خاص اس کے بارے میں منقول نہیں دیکھی مگر مقتضیٰ قواعد کا یہ ہے کہ تعزیر کی جاوے۔ ''اگر حلق کنندہ محکوم ہو'' (م'ع)(امداد الفتاویٰ ج۴ص ۲۲۳)

''مجھے داڑھی کے نام سے نفرت ہے'' کہنے والے کا شرعی حکم

سوال: میں ایک تقریب میں گیا تھا' وہاں ایک لڑکی کے رشتے کی بابت باتیں ہو رہی تھیں' لڑکی کی والدہ نے فرمایا کہ ''یہ رشتہ مجھے منظور نہیں ہے اس لیے کہ لڑکے کے داڑھی ہے'' جب یہ کہا گیا کہ لڑکا آفیسر گریڈ کا ہے' تعلیم یافتہ ہے اور داڑھی تو اور بھی اچھی چیز ہے' اس زمانے میں راغب بہ اسلام ہے تو فرمایا کہ ''مجھے داڑھی کے نام سے نفرت ہے'' آپ فرمائیں کہ داڑھی کی یہ تضحیک کہاں تک درست ہے؟ کیا ایسا کہنے والا گنہگار نہیں ہوا؟ اور اگر ہوا تو اس کا کفارہ کیا ہے اور گناہ کا درجہ کیا ہے؟

جواب: داڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رکھنے کا حکم فرمایا' داڑھی منڈے کے لیے ہلاکت کی بددعا فرمائی اور اس کی شکل دیکھنا گوارا نہیں فرمایا۔ اس لیے داڑھی رکھنا شرعاً واجب ہے اور اس کا منڈانا اور ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں اس کا کاٹنا تمام آئمہ دین کے نزدیک حرام ہے۔

جو مسلمان یہ کہے کہ "مجھے فلاں شرعی حکم سے نفرت ہے" وہ مسلمان نہیں رہا' کافر مرتد بن جاتا ہے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل سے نفرت کرے وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟ یہ خاتون کسی داڑھی والے کو اپنی لڑکی دے یا نہ دے مگر اس پر کفر سے توبہ کرنا اور ایمان کی اور نکاح کی تجدید کرنا لازم ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۸۲)

داڑھی کا جھولا بنے ہوئے کارٹون سے شعائر اسلام کی توہین

سوال: اس خط کے ساتھ بندہ ایک کارٹون کو پن بھیج رہا ہے جس میں دو آدمیوں کے پاؤں تک داڑھیاں بنائی گئی ہیں اور دوسری جگہ اس کا جھولا بنا کر ایک بچی اس پر جھول رہی ہے۔ یہ کارٹون عام کرنے کے لیے مشہور ٹافیوں کے کارخانے نے ٹافیوں میں لپیٹ دیا ہے۔ ایک عام مسلمان کو یہ دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شعائر اسلام کی یہ بے حرمتی اور بے عزتی اور پھر ایسے ملک میں جہاں "اسلام' اسلام" کہتے تھکتے نہیں۔ بدقسمتی سے پاکستانی قانون میں جو گندگی کے ڈھیر یعنی انگریزی قانون کا بدلا ہوا نام ہے' کوئی آرڈی نینس موجود نہیں جو شعائر اسلام کو تحفظ دے سکے ورنہ اس کمپنی کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی۔ ہم افسوس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتے اور اپنا کام صرف لکھنے اور بولنے تک محدود رکھتے ہیں کہ یہ بھی ایمان کا دوسرا درجہ ہے۔ لہٰذا میرے یہ جذبات قارئین تک پہنچائیں اور اگر کر سکیں تو اس کمپنی کے خلاف کارروائی کریں تاکہ پھر کوئی شعائر اسلام کا اس طرح مذاق نہ اڑائے۔

جواب: یہ اسلامی شعائر کی صریح بے حرمتی ہے' تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے نانہجار شریروں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا فرض ہے کہ ان کے خلاف انضباطی کارروائی کریں۔ شعائر اسلام کی تضحیک کفر ہے اور ایک اسلامی ملک میں ایسے کفر کی کھلی چھٹی دینا غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۸۳)

اکابرین اُمت نے داڑھی منڈانے کو گناہ کبیرہ شمار کیا ہے

سوال: اکابرین اُمت میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی

اپنی کتابوں میں داڑھی منڈوانے کو گناہ کبیرہ کی فہرست میں شامل کیوں نہیں کیا؟

جواب: حضرت تھانویؒ (امداد الفتاوی ج:۴ ص:۲۲۳) میں لکھتے ہیں:

''داڑھی رکھنا واجب اور قبضے سے زائد کٹانا حرام ہے۔''

نوٹ:...... یہاں ''قبضے سے زائد کٹانے'' سے مراد یہ ہے کہ جس کی داڑھی قبضے سے زائد ہو اس کو قبضے سے زائد حصے کا کٹانا تو جائز ہے اور اتنا کٹانا کہ جس کی وجہ سے داڑھی قبضے سے کم رہ جائے' یہ حرام ہے۔

اور صفحہ: ۲۲۱ پر لکھتے ہیں: ''ایک تو داڑھی کا منڈانا یا کٹانا معصیت ہے ہی' مگر اوپر سے اصرار کرنا اور مانعین سے معارضہ کرنا' یہ اس سے زیادہ سخت معصیت ہے۔''

اور صفحہ: ۲۲۲ پر لکھتے ہیں: ''حدیث میں جن افعال کو تغیر خلق اللہ' موجب لعن فرمایا ہے' داڑھی منڈوانا یا کٹوانا بالمشاہدہ اس سے زیادہ تغیر کا اتباع شیطان ہونا اور اتباع شیطان کا موجب لعنت و موجب خسران و موجب وقوع فی الغرور' موجب جہنم ہونا منصوص ہے اب مذمت شدیدہ میں کیا شک رہا ہے؟''

ان عبارتوں میں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ داڑھی منڈانے اور کٹانے کو حرام' معصیت' موجب لعنت' موجب خسران اور موجب جہنم فرما رہے ہیں' کیا اس کے بعد بھی آپ کا یہ کہنا درست ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اس گناہ کو کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا......؟

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ آیت کریمہ ''لَاتَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے' اور یہ اعمال فسق میں سے ہے' جیسے داڑھی منڈانا' بدن گدوانا وغیرہ'' (معارف القرآن ج:۲' ص:۵۹)

مفتی صاحب کے بقول جب داڑھی منڈانا اعمال فسق میں سے ہے اور داڑھی منڈانے والا فاسق ہے تو کسی سے پوچھ لیجئے کہ جس گناہ سے آدمی فاسق ہو جائے وہ صغیرہ ہوتا ہے یا کبیرہ؟ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۸۵'۸۴)

عورت کے داڑھی مونچھ نکل آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: عورت کے لیے داڑھی مونچھ کے بال نکل آئیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: منڈا سکتی ہے بلکہ عورت کو داڑھی کے بال صاف کرا دینا مستحب ہے۔ ''تا کہ مرد معلوم نہ ہو' عورت کی عمر خواہ کتنی ہو چکی ہو'' (م'ع) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۴۷)

سینٹ اور انگریزی تیل

سوال: عطر یا سینٹ' ایسے ہی انگریزی تیل وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے یا محض خلاف اولیٰ ہے؟

جواب: جب تک ان میں ناپاکی کا یقین یا ظن غالب نہ ہو ان کا استعمال جائز ہے اور یقین یا ظن غالب ناپاکی کا ہو جائے تو جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۱۸۳) ''بعض سینٹ میں الکحل شامل ہوتا ہے اور اس کی مقدار بھی لکھی ہوتی ہے اسے استعمال نہ کیا جائے''(م'ع)

سینٹ کا استعمال میں لانا

سوال: جس طریقہ سے عطر کا استعمال کرنا سنت ہے تو کیا ایسے ہی سینٹ کا استعمال بھی درست و سنت ہے؟ جواب: سینٹ میں اگر کوئی نجس چیز نہیں ہے تو اس کا استعمال میں لانا درست ہے' مطلقاً خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھی' سینٹ اس زمانے میں نہیں تھا اس لیے اس کو سنت تو نہیں کہا جائے گا' سنت تو مخصوص طور پر اس خوشبو کو کہا جائے گا جس کو آپ نے استعمال فرمایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ ص۳۹۹)

جو سات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے

سوال: جو سات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے تو وہ مقام کون کون سے ہیں؟

جواب: وہ مواضع یہ ہیں سر' گردن' بازو' کہنی' ساق' گردن بند' بازو بند' استوانہ' خلخال' پس ان میں سے اگر اعضاء مزوجہ کو ایک ایک شمار کیا جائے تو پانچ جگہ اور اگر دو دو گنے جائیں تو آٹھ جگہ ہوتی ہیں' البتہ اگر تقدیر اول پر سینہ اور ہر دو گوش کہ موضع قلادہ اور قرط ہے لیا جائے تو سات پورے ہوتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۱۹۸)

لڑکیوں کے کان چھدوانا کیا مسنون ہے؟

سوال: لڑکیوں کو کان چھدوانا مسنون ہے یا مکروہ؟ جواب: لڑکیوں کے کان میں بالی وغیرہ کے لیے سوراخ کرنا درست ہے' ناک کا سوراخ بھی کان کی طرح درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۳۶۱) ''مسنون یا مکروہ کی بحث نہیں مباح ہے''(م'ع)

عورتوں کے لیے پازیب پہننا

سوال: عورتوں کے لیے پازیب پہننا جائز ہے یا نہیں اور آیت وَلَا يَضْرِبْنَ ...... الخ کا شان نزول کیا ہے؟ اور اگر پازیب میں آواز نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: سونے چاندی کا ہر قسم کا زیور زینت کے لیے پہننا عورت کو جائز ہے' البتہ وہ زیور

جس کو پہن کر چلنے سے آواز نکلتی ہو فتنہ کے خوف سے اس کا استعمال جائز نہیں اور آیت مذکورہ وَلَا يَضْرِبْنَ ...... الخ کا شان نزول بھی یہی ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۴۳۳)

پی ٹی (P.T) میں نیکر پہننے کا حکم

سوال: جناب مفتی صاحب! بندہ پی اے ایف (PAF) رسالپور میں ملازم ہے جہاں تمام ملازمین نیکر پہن کر پی ٹی (فوجی مشقیں) کرتے ہیں جس سے ران وغیرہ ننگے ہوتے ہیں، میں نے افسران بالا کو درخواست دی کہ چونکہ نیکر میں پردہ نہیں رہتا اور اسلام کا حکم یہ ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک مخفی ہونا چاہیے اس لیے مجھے پی ٹی (P.T) کے موقع پر پتلون پہننے کی اجازت دی جائے۔ جواب میں مجھے یہ کہا گیا کہ اس کے لیے قرآن مجید یا حدیث شریف سے حوالہ پیش کروں۔ آپ سے استدعا ہے کہ جلد از جلد قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو ایک سے زائد احادیث کا حوالہ بھی دے دیں۔ واضح ہو کہ نیکر ہم اپنی خوشی سے نہیں پہنتے بلکہ کھیل کود یا بعض دیگر فوجی مشقوں میں نیکر پہننا گورنمنٹ نے لازمی قرار دے رکھا ہے۔ امید ہے اس اہم شرعی مسئلہ میں آپ ضرور رہنمائی فرمائیں گے؟

جواب: مسلمان کے لیے ستر عورت کا چھپانا ہر حالت میں فرض ہے اور بلا عذر شرعی اس کے خلاف کرنا قانون اسلامی کی رو سے سخت گناہ ہے۔ قرآن و حدیث کی نصوص اس پر شاہد ہیں۔ من جملہ ان نصوص کے خداوند قدوس کا ارشاد گرامی ہے:

خذوا زينتكم (الآية) اى ما يوارى عورتكم.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عن عبدالرحمٰن بن ابى سعيد الخدرى عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة ولا يفضى الرجل الى الرجل فى ثوب واحدٍ ولا تفضى المرأة الى المرأة فى الثوب الواحد. (مسلم ج ۱ ص ۱۵۴)

مسلم شریف کے ستر عورت کے باب میں جتنی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہیں اس کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس باب میں جتنی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان سے یہ حکم ثابت ہوا ہے:

ففيه تحريم نظر الرجل الى عورة الرجل والمرأة الى عورة المرأة

وهذا لاخلاف فيه وكذلک نظرالرجل الیٰ عورة المرأة والمرأة الیٰ عورة الرجل حرام بالاجماع.

آدمی کا آدمی کے عورت (ستر) کو دیکھنا اور عورت کا عورت کے عورت (ستر) کو دیکھنا حرام ہے اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح آدمی کا عورت کے عورت (ستر) کو دیکھنا اور عورت کا آدمی کے عورت (ستر) کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے۔

اب آدمی کے عورت کی تحدید کیا ہے یعنی اس کے بدن کا کتنا حصہ عام حالات میں عورت ہے جس کا چھپانا اس پر فرض ہے؟ تو یہ احادیث سے بھی ثابت ہے اور فقہاء اسلام نے بھی اس کی تحدید کی ہے:

قال عليه السلام عورة الرجل بين سرته الیٰ ركبته. (الحديث) (اخرجه الحاكم فی المستدرک)

نیز امام نووی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: واما ضبط العورة فعورة الرجل مع الرجل مابين السرة والركبة. اور الدرالمختار میں ہے: ووجوبهٗ عام ولو فی الخلوة علی الصحيح الیٰ قولهٖ وهی للرجل ماتحت ركبته

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رکبۃ (گھٹنہ) بھی عورت کا (پردہ) ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: فالركبة من العورة لرواية الدارقطنی ماتحت السرة الی الركبة من العورة ولحديث علیؓ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الركبة من العورة.

ان نصوص اور فقہاء کرام کی عبارات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو ستر عورت کا چھپانا فرض ہے اور کسی حالت میں بھی اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۴۲۵)

خواتین کیلئے ہاکی کھیلنے کے جواز پر فتویٰ کی حیثیت

سوال: پچھلے ہفتہ کے اخبار جہاں میں "کتاب وسنت کی روشنی" میں ایک فتویٰ نظر سے گزرا جس کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ دور میں زنانہ ہاکی ٹیمیں نئے تقاضوں کے مطابق ہیں، میں آپ سے اس فتویٰ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ بھی حافظ صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟ اگر آپ بھی عورتوں کی ہاکی ٹیموں کو جائز سمجھتے ہیں تو برائے مہربانی حدیث اور فقہائے کرام کے حوالے بھی دیں؟ اگر آپ اسے ناجائز سمجھتے ہیں اور یقیناً سمجھتے ہوں گے تو ابھی تک آپ لوگوں نے اس کے بارے میں کوئی نوٹس کیوں نہیں لیا؟ یہ اسلام سے ایک مذاق نہیں ہے؟

جواب: اسلامی صفحہ میں اس پر ہم اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں اس لیے آپ کا یہ ارشاد تو صحیح نہیں کہ ابھی تک اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دور جدید جس طرح کھیل کو رواج دے دیا گیا کہ گویا پوری قوم کھیل کے لیے پیدا ہوئی ہے اور اس کھیل کو بھی زندگی کا اہم ترین کارنامہ فرض کرلیا گیا ہے' کھیل کا ایسا مشغلہ تو مردوں کے لیے بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ عورتوں کے لیے جائز ہو پھر ہاکی مردانہ کھیل ہے زنانہ نہیں اس لیے خواتین کو اس میدان میں لانا صنف نازک کی اہانت وتذلیل بھی ہے اب اگر مرد مردانگی چھوڑنے پر اور خواتین مردانگی دکھانے پر بھی اتر آئیں تو اس کا کیا علاج؟ (آپ کے مسائل ص ۳۴۱ ج ۷)

کھیل کیلئے کونسا لباس ہو؟

سوال: بہت سے کھیل ایسے ہوتے ہیں جو کہ مرد شرٹ نیکر پہن کر کھیلتے ہیں اس کے علاوہ جب کشتی کھیلتے ہیں تو صرف نیکر پہنا ہوتا ہے اور باقی سارا جسم برہنہ ہوتا ہے' اسی طرح آج کل سب لڑکے بھی تنگ پتلون اور شرٹ پہنتے ہیں جن کے گریبان اکثر کھلے ہوتے ہیں' کیا اس طرح کے کپڑے پہننا مردوں کے لیے اسلام میں جائز ہے؟

جواب: ناف سے گھٹنے تک کا حصہ بدن ستر ہے' اسے لوگوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں اور ایسا تنگ لباس بھی پہننا جائز نہیں جس سے اندرونی اعضاء کی بناوٹ نمایاں ہو۔ (آپ کے مسائل ج ۷، ص ۳۳۶)

پردے کا صحیح مفہوم

سوال: میں شرعی پردہ کرتی ہوں کیونکہ دینی مدرسہ کی طالبہ ہوں اور مجھے پریشانی جب ہوتی ہے جب میں کسی تقریب وغیرہ میں مجبوراً جاتی ہوں تو اپنا برقعہ نہیں اتارتی جس کی وجہ سے لوگ مجھے برقع اتارنے پر مجبور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پردہ کا ذکر تو قرآن میں نہیں آیا بس اوڑھنی کا ذکر آیا ہے حالانکہ انہوں نے پورا مفہوم اور اس کی تفسیر وغیرہ نہیں پڑھی ہے۔ بس صرف یہ کہتے ہیں کہ جب اسلام نے چادر کا ذکر کیا ہے تو اتنا پردہ کیوں کرتی ہو؟ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام نے اتنی سختی نہیں رکھی جتنی آپ لے کرتی ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ چہرہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کھلے رہیں حالانکہ میں یہی کہتی ہوں ان سے کہ اس کا ذکر تو صرف نماز میں آیا ہے پردہ میں نہیں اور آج کل اس فتنے کے دور میں تو عورت پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ مکمل پردہ کرے بلکہ ہاتھ چہرہ وغیرہ چھپائے' پردہ کے متعلق آپ مجھے ذرا تفصیل سے بتا دیجئے تا کہ ان لوگوں کے علم میں یہ بات آجائے کہ شرعی پردہ کہتے کسے ہیں؟ اور کتنا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ کے خیالات صحیح ہیں۔ عورت کو چہرے کا پردہ لازم ہے کیونکہ گندی اور بیمار نظریں اسی پر پڑتی ہیں۔ چہرہ' ہاتھ اور پاؤں عورت کا ستر ہیں' یعنی نماز میں ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں لیکن گندی نظروں سے ان اعضاء کا حتی الوسع چھپانا ضروری ہے۔ (جامع الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۲۶۰)

کیا صرف برقعہ پہن لینا کافی ہے یا کہ دل میں شرم وحیا بھی ہو؟

سوال: خواتین کے پردے کے بارے میں اسلام کیا حکم دیتا ہے؟ کیا صرف برقعہ پہن لینا پردے میں شامل ہو جاتا ہے؟ آج کل میرے دوستوں میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے چند دوست کہتے ہیں کہ برقعہ پہن لینے کے نام کا کہاں حکم ہے' وہ کہتے ہیں صرف حیاء کا نام پردہ ہے' میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پردے کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ تفصیلاً بتائیں؟

جواب: آپ کے دوستوں کا یہ ارشاد تو اپنی جگہ صحیح ہے کہ "شرم وحیا کا نام پردہ ہے" مگر ان کا یہ فقرہ نامکمل اور ادھورا ہے انہیں اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ شرم وحیا کی شکلیں معین کرنے کے لیے ہم عقل سلیم اور وحی آسمانی کے محتاج ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ شرم وحیا ایک اندرونی کیفیت ہے اس کا ظہور کسی نہ کسی قالب اور شکل میں ہوگا اور اگر وہ قالب عقل وفطرت کے مطابق ہے تو شرم وحیاء کا مظاہرہ بھی صحیح ہوگا اور اگر ایسے قالب کو عقل صحیح اور فطرت سلیمہ قبول نہیں کرتی تو شرم و حیا کا دعویٰ اس پاکیزہ صفت سے مذاق تصور ہوگا۔ فرض کیجئے کوئی صاحب بقائمی ہوش وحواس قید لباس سے آزاد ہوں' بدن کے سارے کپڑے اتار پھینکیں اور لباس عریانی زیب تن فرما کر شرم وحیا کا مظاہرہ کریں تو غالباً آپ کے دوست بھی ان صاحب کے دعویٰ شرم وحیاء کو تسلیم کرنے سے قاصر ہوں گے اور اسے شرم وحیاء کے ایسے مظاہرے کا مشورہ دیں گے جو عقل وفطرت سے ہم آہنگ ہو۔ سوال ہوگا کہ عقل وفطرت کے صحیح ہونے کا معیار کیا ہے؟ اور یہ فیصلہ کس طرح ہو کہ شرم وحیا کا فلاں مظاہرہ عقل وفطرت کے مطابق ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں کسی اور قوم کو پریشانی ہو تو ہو مگر اہل اسلام کو کوئی الجھن نہیں۔ ان کے پاس خالق فطرت کے عطا کردہ اصول زندگی اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں جو اس نے عقل وفطرت کے تمام گوشوں کو سامنے رکھ کر وضع فرمائے ہیں' اپنے اصول زندگی کا نام "اسلام" ہے۔ پس خدا تعالیٰ اور اس کا مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرم وحیا کے جو مظاہرے تجویز کیے ہیں وہ فطرت کی آوازیں ہیں اور عقل سلیم ان کی حکمت وگہرائی پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ میں اس سلسلے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں۔

(۱) صنف نازک کی وضع و ساخت بھی فطرت نے ایسی بنائی ہے کہ اسے سراپا ستر کہنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق فطرت نے بلاضرورت اس کے گھر سے نکلنے کو برداشت نہیں کیا تا کہ گوہر آبدار ناپاک نظروں کی ہوس سے گرد آلود نہ ہو جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''اور ٹکی رہو اپنے گھروں میں اور مت نکلو پہلی جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر۔'' (الاحزاب ۳۳)

''پہلی جاہلیت'' سے مراد قبل از اسلام کا دور ہے۔ جس میں عورتیں بے حجابانہ بازاروں میں اپنی نسوانیت کی نمائش کیا کرتی تھیں۔ ''پہلی جاہلیت'' کے لفظ سے گویا پیشین گوئی کر دی گئی ہے کہ انسانیت پر ایک ''دوسری جاہلیت'' کا دور بھی آنے والا ہے۔ جس میں عورتیں اپنی فطری خصوصیات کے تقاضوں کو جاہلیت جدیدہ کے سیلاب کی نذر کر دیں گی۔

قرآن کی طرح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صنف نازک کو سراپا ستر قرار دے کر بلاضرورت اس کے باہر نکلنے کو ناجائز فرمایا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''عورت سراپا ستر ہے۔ پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک کرتا ہے۔'' (مشکوٰۃ' ترمذی)

(۲) اور اگر ضروری حوائج (ضروری حاجات) کے لیے اسے گھر سے باہر قدم رکھنا پڑے تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ ایسی بڑی چادر اوڑھ کر باہر نکلے جس سے پورا بدن سر سے پاؤں تک ڈھک جائے۔ سورہ احزاب آیت ۶۹ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں' صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ (جب باہر نکلیں تو) اپنے اوپر بڑی چادریں جھکا لیا کریں۔''

مطلب یہ ہے کہ ان کو بڑی چادر میں لپیٹ کر نکلنا چاہیے اور چہرہ پر چادر کا گھونگھٹ ہونا چاہیے۔ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور میں خواتین اسلام کا یہی معمول تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ خواتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز کے لیے مسجد آتی تھیں تو اپنی چادروں میں اس طرح لپٹی ہوئی تھیں کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

مسجد میں حاضری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشادات سننے کی ان کو ممانعت نہیں تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو یہ بھی تلقین فرماتے تھے کہ ان کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ان کے لیے بہتر ہے۔(ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۹۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دقت نظر اور خواتین کی عزت وحرمت کا اندازہ کیجئے کہ مسجد نبویؐ جس میں ادا کی گئی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کے بجائے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کو افضل اور بہتر فرماتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جو نماز ادا کی جائے اس کا مقابلہ تو شاید ہی پوری اُمت کی نمازیں بھی نہ کر سکیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بجائے عورتوں کے لیے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔یہ ہے شرم وحیاء اور عفت وعظمت کا وہ بلند ترین مقام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو عطا کیا تھا اور جو بدقسمتی سے تہذیب جدید کے بازار میں آج ٹکے سیر بک رہا ہے۔مسجد اور گھر کے درمیان تو پھر بھی فاصلہ ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے قانون ستر کا یہاں تک لحاظ کیا ہے کہ عورت کے لیے اپنے مکان کے حصوں کو تقسیم کر کے فرمایا کہ فلاں حصے میں اس کا نماز پڑھنا فلاں حصے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ:''عورت کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو اپنے گھر کی چاردیواری میں ادا کرے اور اس کا اپنے مکان کے کمرے میں نماز ادا کرنا اپنے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا آگے کے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔''(ابوداؤد مشکوٰۃ)

بہرحال ارشاد نبویؐ یہ ہے کہ عورت حتی الوسع گھر سے باہر نہ جائے اور اگر جانا پڑے تو بڑی چادر میں اس طرح لپٹ کر جائے کہ پہچانی تک نہ جائے چونکہ بڑی چادروں کا بار بار سنبھالنا مشکل تھا اس لیے شرفاء کے گھرانوں میں چادر کے بجائے برقعہ کا رواج ہوا۔یہ مقصد ڈھیلے ڈھالے قسم کے دیسی برقعہ سے حاصل ہوسکتا تھا مگر شیطان نے اس کو فیشن کی بھٹی میں رنگ کر نسوانی نمائش کا ایک ذریعہ بناڈالا امیری بہت سی بہنیں ایسے برقعے پہنتی ہیں جن میں ستر سے زیادہ ان کی نمائش نمایاں ہوتی ہے۔

(۳) عورت گھر سے باہر نکلے تو سے صرف یہی تاکید نہیں کی گئی کہ چادر یا برقعہ اوڑھ کر نکلے بلکہ گوہر نایاب شرم وحیاء کو محفوظ رکھنے کے لیے مزید ہدایات بھی دی گئیں۔مثلاً مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نظریں نیچی اور اپنی عصمت کے پھول کو نظر بد کی بادسموم سے

محفوظ رکھیں۔ سورۃ النور آیت ۳۰۔۳۱ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اے نبی مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔" (سورہ النور آیت ۳۰۔۳۱)

ترجمہ: اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں مگر یہ کہ مجبوری سے خود کھل جائے۔ الخ ایک ہدایت یہ دی گئی ہے کہ عورتیں اسی طرح نہ چلیں جس سے ان کی مخفی زینت کا اظہار نامحرم کے لیے باعث کشش ہو۔ قرآن کی مندرجہ بالا آیت کے آخر میں فرمایا ہے:

ترجمہ: "اور اپنا پاؤں اس طرح نہ رکھیں کہ جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے۔"

ایک ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر اچانک کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو اسے فوراً ہٹا لے اور دوبارہ قصداً دیکھنے کی کوشش نہ کرے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے علی اچانک نظر کے بعد دوبارہ نظر مت کرو پہلی تو (بے اختیار ہونے کی وجہ سے) تمہیں معاف ہے مگر دوسری کا گناہ ہوگا۔ (مسند احمد، دارمی، ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

پردہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال: ناچیز آپ سے پردہ کے بارے میں درج ذیل سوالات کا شرع متین کی رو سے جوابات کا خواہاں ہے؟

(۱) ایک مسلمان عورت کو اپنے رشتہ داروں میں سے کن کن مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

(۲) مسلمان عورتوں کے لیے پردہ کی فرضیت قرآن مجید کی کن آیات سے ہوئی؟

(۳) ہمارے موجودہ معاشرے میں عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور دفاتر و فیکٹریوں میں ملازمت کرنا ایک معمول بن چکا ہے اور معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے بگڑے ہوئے ماحول میں مرد نگاہ کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں؟ راستوں میں اور بسوں میں باوجود کوشش کے بار بار نظر پڑ جانے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: ایسے رشتہ دار جن سے عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے جیسے باپ، دادا، بھائی، بھتیجے، بھانجے، چچا، ماموں وغیرہ وہ عورت کے محرم کہلاتے ہیں۔ ان سے عورت کا پردہ نہیں اور وہ تمام لوگ جن سے نکاح ہو سکتا ہے ان سے لازم ہے جیسے ماموں زاد، چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد وغیرہ وغیرہ۔

(۲) پردہ کی فرضیت قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ مثلاً سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: "اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "اور اپنی زیبائش کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوند کے یا اپنے باپ کے یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی ہم جنس عورتوں کے یا اپنی باندیوں کے یا ان ملازموں کے جو عورت کی زیب و زینت سے غرض نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جو عورتوں کے اسرار سے بے خبر ہیں۔" (سورہ النور آیت نمبر ۳۱)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "اے نبی کہہ دیجئے اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو اور مسلمانوں کو کہ نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔" (سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۹)

(۳) عورت کا ایسی جگہ ملازمت کرنا حرام ہے جہاں اس کا اختلاط اجنبی مردوں سے ہوتا ہو اور ایسے گندے ماحول میں جو کہ ہمارے یہاں پیدا ہو چکا ہے۔ ایک ایسے شخص کو اپنی نگاہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے جو اپنا ایمان سلامت لے جانا چاہتا ہو قصداً کسی نامحرم کی طرف نظر بالکل ہی نہ کی جائے اور اگر اچانک نظر بہک جائے تو فوراً ہٹالی جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۷ ج ۸)

اجنبی عورت کو بطور سیکرٹری رکھنا

سوال: آج کے دور میں مخلوط ملازمت کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پرائیویٹ آفس میں لیڈیز سیکرٹری رکھی جاتی ہے اور مالکان اپنی سیکرٹری سے خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں حالانکہ اسلام میں عورت کا نامحرم کے سامنے بے پردہ نکلنا حرام ہے۔ برائے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اس مسئلے کے متعلق شرع کیا حکم دیتی ہے؟

جواب: حکم ظاہر ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنا اور اس سے خوش گپیوں میں مشغول ہونا شرعاً حرام ہے اس لیے عورت سیکرٹری رکھنا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۰ ج ۸)

عورت بازار جائے تو کتنا پردہ کرے؟

سوال: اسلام میں آزاد عورت (یعنی آج کل کی گھریلو خاتون) کو غیر محرم سے پردہ کا کیا حکم ہے؟ خصوصاً سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ اور سورہ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں پردہ کا جو حکم ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور جہاں بھی پردہ کا حکم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کا کیا حکم دیا ہے؟

جناب خصوصاً سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ اگر تفصیل سے سمجھا دیں تو مہربانی ہوگی؟

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ واسطے بیبیوں اپنی کے اور بیٹیوں اپنی کے اور بیبیوں مسلمانوں کی کے نزدیک کرلیں اوراپنے بڑی چادریں اپنی یہ بہت نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جاویں پس نہ ایذادی جاویں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔'' (سورہ احزاب)

اور سورہ نور میں پردہ کے متعلق جو حکم آیا ہے وہ بھی تفصیل سے سمجھادیں؟

جواب: پردہ کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر عورت کو گھر سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئے تو بڑی چادر یا برقعہ سے اپنے پورے بدن کو ڈھانپ کر نکلے اور صرف راستہ دیکھنے کے لیے آنکھ کھلی رہے ان آیت کی تفسیر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر معارف القرآن میں دیکھ لی جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۹۲ ج ۸)

بے پردگی والی جگہ پر عورت کا جانا جائز نہیں؟

سوال: زید اپنی بیوی کو اس کے بھائی کے گھر جانے سے روکتا ہے کیونکہ اس کے بھائی کے گھر میں خدمت گار نوجوان ہیں جب کہ یہ خدمت گار گھر کے ایک مخصوص حصہ تک محدود ہیں؟ آپ اس مسئلہ کا تفصیلی و تحقیقی جواب تحریر فرمائیں؟

جواب: شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی کو ایسی جگہ جانے سے منع کرے جہاں غیر محرم مردوں سے بے پردگی کا اندیشہ ہو۔ ہاں البتہ اگر بیوی کے بھائی کے گھر بے پردگی کا خطرہ نہ ہو اور خدمت گار مردوں کے لیے ایک کوئی مخصوص جگہ ہو تو پھر کبھی کبھی جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن پردہ کا اہتمام ضروری اور لازم ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۹۳ ج ۸)

گھر میں نوجوان ملازم سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

سوال: ایک تعلیم یافتہ مسلمان جن کے کام کاج کرنے کے لیے ایک مسلمان نوجوان ملازم ہے جو رات دن ان کے گھر میں رہتا ہے جس کا ان کے اہل خانہ سے پردہ نہیں ہے سنا ہے کہ وہ اس ملازم کو اپنے گھر میں چھوڑ کر ایک ماہ کے لیے کہیں باہر کام پر گئے ہیں؟ پردہ شرعی کی چہل حدیث میں لکھا ہے کہ ایسا شخص جس کو اس کی پرواہ نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے وہ دیوث ہے اور دیوث کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا؟ کیا اس قسم کا شخص اس صورت میں کہ وہ دینی کام سے جاتا ہے جنتی ہو جائے گا؟

جواب: ملازم سے پردہ ہے اور اس کا بغیر پردہ کے مستورات کے پاس جانا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل ص ۹۳)

عورتوں کو تبلیغ کے لیے پردہ اسکرین پر آنا

سوال: عورتوں کے لیے پردہ کا حکم بہت شدید ہے یعنی یہ کہ عورت کو مرد سے اپنے ناخن تک چھپانے چاہئیں لیکن آج کل کی عورت دفتروں میں دکانوں میں (سیلز گرل) اور سڑکوں پر بے پردہ گھومتی ہے جو کہ ظاہر ہے غلط ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر عورت ٹیلی ویژن پر آتی ہے تو یقیناً اسے لاکھوں کی تعداد میں مرد دیکھتے ہیں اور آج کل ٹی وی پر عورتیں تبلیغ دین کے لیے آتی ہیں؟ کیا اس عمل سے وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کر لیتی ہیں؟

جواب: جو عورتیں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو توڑ کر پردہ سکرین پر اپنی نمائش کرتی ہیں انہیں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ ہاں ابلیس اور ذریت ابلیس (شیطان کی اولاد) ان کے اس عمل سے ضرور خوش ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۳)

پردہ کے ضروری ہونے کی عقلی و عرفی دلیل

میں نے ایک بار مجمع میں کہا تھا کہ پردہ کے مسئلہ میں قرآن وحدیث کو بیچ میں لانے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ قرآن وحدیث کے بغیر ہی اس کی ضرورت ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ کبھی ان لوگوں نے ریل میں سفر کیا ہوگا اور نوٹ بھی ساتھ لیے ہوں گے کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ نوٹ جیب سے نکال کر باہر رکھ دیے ہوں یا یہ کیا جاتا ہے کہ اندر کی جیب کے اندر بھی جو جیب ہے اس میں رکھے ہوں گے تو کیا اس طرح نوٹ کو چھپا کر رکھنے کا حکم قرآن پاک میں ہے؟ صرف اسی واسطے چھپا کر رکھا جاتا کہ اس اظہار میں خطرہ ہے اور یہ طبعی امر ہے اس لیے خطرہ کے سبب سے اس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھئے۔ نیز غیرت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ عورت کو پردہ میں رکھا جائے۔ یہ بھی ایک طبعی امر ہے جو شرعی حکم کے علاوہ پوشیدہ رکھنے (یعنی پردہ) کے ضروری ہونے کا تقاضا کرتا ہے بلکہ جو خطرہ یہاں نوٹ کو نکال کر سامنے رکھنے میں ہے اس سے زیادہ خطرہ عورت کو باہر نکالنے میں ہے۔ نوٹ تو دو چار ہزار ہی کے ہوں گے تو ان کی تو آپ کے دل میں ایسی قدر اور عورت کو اتنی بھی آپ کے نزدیک قدر نہیں؟ تعجب ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

عورت کی کلائی پردہ میں شامل ہے

سوال: آپ نے غیر محرم کو ہاتھ لگانے کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ عورت کا ہاتھ کلائی تک

پردہ کے حکم پر نہیں ہے حالانکہ کلائی ہاتھ کی گٹوں سے شروع ہوتی ہے جو کہ پردہ کے حکم میں ہے' کیا ہاتھ کی کلائی عورت کے پردہ کے حکم میں ہے؟ ضرور وضاحت فرمائیں؟ اگر کلائی عورت کی نماز میں کھلی رہ جائے تو اس کی نماز نہ ہوگی؟

جواب: کلائی گٹوں سے شروع ہوتی ہے اور گٹوں تک ہاتھ ستر میں شامل نہیں' گٹوں سے لے کر کلائی ستر میں شامل ہے اس میں آپ کو کیا اشکال ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ (آپ کے مسائل ص ۹۶)

(سائلہ غالباً کلائی اور گٹوں میں فرق نہیں کر سکی' گٹے ہتھیلی کے بعد کا جوڑ ہیں اور کلائی وہ ہے جہاں چوڑیاں ہوتی ہیں۔ مرتب)

کیا پردہ عورت کیلئے قید ظلم ہے؟

آج کل ایسا مذاق بگڑ گیا ہے کہ کوئی پردہ کو خلاف فطرت کہتا ہے کوئی قید اور حبس کہتا ہے۔ ایک مسلمان انجینئر سے ایک پادری انجینئر نے کہا کہ مسلمانوں کا مذہب بہت اچھا ہے۔ اس میں سب خوبیاں ہیں سوا اس کے کہ عورتوں کو قید میں رکھا جاتا ہے۔ مسلمان انجینئر نے کہا! ہم نے تو کسی مسلمان عورت کو قید میں نہیں رکھا' کہا وہی قید جس کا نام تم نے پردہ رکھا ہے۔ مسلمان انجینئر نے پادری سے کہا کہ آپ یہ بتلائیے کہ قید کس کو کہتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ قید خلاف طبیعت کو کہتے ہیں اور جو قید طبیعت کے خلاف نہ ہو اس کو قید ہرگز نہیں کہیں گے ورنہ پاخانہ میں جو آدمی پردہ کر کے بیٹھتا ہے اس کو بھی قید کہنا چاہیے کیونکہ پاخانہ میں آدمی تمام آدمیوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے سب سے الگ ہو جاتا ہے مگر اس کو کوئی قید نہیں کہتا کیونکہ یہ طبیعت کے خلاف نہیں بلکہ طبیعت کے موافق ہے۔ اس لیے کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج ہم اتنی دیر قید میں رہے اور فرض کرو اگر اسی پاخانہ میں کسی کو بلا ضرورت بند کر دیا جائے کہ باہر سے زنجیر لگائیں اور ایک پہرہ دار کھڑا کر دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ خبردار! یہ آدمی یہاں سے نکلنے نہ پائے تو اس صورت میں بے شک یہ حبس (قید) طبیعت کے خلاف ہوگا اور اس کو ضرور قید کہیں گے اور اس صورت میں بند کرنے والے پر بے جا قید کرنے کا مقدمہ قائم ہو سکتا ہے۔

بتلایئے ان دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں حبس (قید) طبیعت کے خلاف نہیں اور دوسری صورت میں طبیعت کے خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مطلق حبس (یعنی ہر پابندی اور روکنے) کو قید نہیں کہہ سکتے بلکہ طبیعت کے خلاف حبس کو قید کہتے ہیں۔ پس پہلے آپ کو یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان عورتیں جو پردہ میں رہتی ہیں وہ ان کی طبیعت کے موافق ہے یا خلاف؟ اس کے بعد یہ کہنے کا حق تھا کہ پردہ قید ہے یا نہیں؟

میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ پردہ مسلمان عورتوں کی طبیعت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مسلمان عورت کے لیے حیا امر طبعی ہے (یعنی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے) لہٰذا پردہ کا جس طبیعت کے موافق ہوا اور اس کو قید کہنا غلط ہے۔ ان کی حیاء کا تقاضا یہی ہے کہ (عورتیں) پردہ میں مستور (چھپی) رہیں بلکہ اگر ان کو باہر پھرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ طبیعت کے خلاف ہوگا اور اس کو قید کہنا چاہیے۔ (وعظ کساء النساء معارف حکیم الامت)

عورت کا مرد ڈاکٹر سے پوشیدہ جگہوں کا علاج کرنا

سوال: میرے دوست کی بیوی جنسی علاج کی غرض سے سول ہسپتال گئی' وہاں پر اس نے دیکھا کہ مرد ڈاکٹر عورتوں کو برہنہ کر کے ان کا چیک اپ کرتے ہیں' جب اس عورت کو مرد ڈاکٹر نے برہنہ ہونے کو کہا تو اس نے اپنا علاج کرانے سے انکار کر دیا اور وہ گھر چلی آئی۔ یہ عورت ابھی تک اس جنسی مرض میں مبتلا ہے۔ کیا شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ کوئی مرد علاج کی غرض سے کسی مسلمان خاتون کے پوشیدہ حصہ کو اپنے ہاتھ سے چھوئے؟ اگر نہیں تو آپ خود بتائیے کہ مسلمان خواتین کس طرح اپنے مذہب کے بتائے ہوئے اصولوں پر زندگی گزاریں جبکہ علاج کرانا بھی ضروری ہو جب کہ آج کل سرکاری زچہ خانوں میں سارے کام مرد ڈاکٹر کرتے ہیں اور شریعت میں تو پردے کی اتنی اہمیت ہے کہ عورت کا ناخن تک کوئی غیر محرم مرد نہیں دیکھ سکتا؟ مولوی صاحب میرا مقصد صرف مسئلہ معلوم کرنا نہیں بلکہ آپ عالم دین کا یہ فرض ہے کہ آپ اس بڑھتی ہوئی بے غیرتی کو روکیں ورنہ مستقبل میں ہمارے ملک کا ایسا حال ہوگا جیسا کہ آج کل یورپ کا ہے؟

جواب: مسئلہ تو آپ نہیں پوچھنا چاہتے اور اس بڑھتی ہوئی بے غیرتی کا انسداد میرے اور آپ کے بس کا نہیں یہ حکومت کا فرض ہے کہ خواتین کی اس بے حرمتی کا فوری انسداد کرے۔ شرم و حیاء ہی انسانیت کا جوہر ہے یہ نہ ہو تو انسان انسان نہیں بلکہ آدمی نما جانور ہے۔ بدقسمتی سے جدید تہذیب میں شرم و حیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف یورپ میں ہی نہیں بلکہ کراچی میں بھی عورتیں سر برہنہ بازاروں میں گشت کرتی ہیں دفتروں میں اجنبی مردوں کے برابر بیٹھتی اور بے تکلفی میں ان سے ہاتھ ملاتی' درزیوں کو کپڑوں کا ناپ دیتی ہیں' ان سے اپنے بدن کی پیمائش کراتی ہیں اور یہ سب کچھ ترقی کے نام پر ہو رہا ہے۔ جس معاشرے میں نہ اسلامی احکام کا کوئی لحاظ ہو نہ خدا اور رسول سے شرم ہو نہ عورتوں کو مردوں سے شرم ہو نہ انہیں اپنی نسوانیت کا احساس ہو وہاں اگر دائی جنائی کا کام بھی مردوں کے سپرد کر دیا جائے تو تہذیب جدید کے فلسفہ کے عین

مطابق ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے بڑے گھرانوں کی بیگمات کو اس سانحہ کا علم ہے مگر ان کی طرف سے کبھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی جہاں تک ناگزیر حالات میں اجنبی مرد سے علاج کرانے کا تعلق ہے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کی حدود بھی متعین کی ہیں۔ (یعنی انتہائی ضرورت اور لیڈی ڈاکٹر کی عدم دستیابی میں مرد ڈاکٹر سے علاج کرا سکتی ہے اور ضرورت سے زائد ستر نہ کھولے)۔(آپ کے مسائل ص ۶۴ ج ۸)

لیڈی ڈاکٹر کو ہسپتال میں کتنا پردہ کرنا چاہیے؟

سوال: میں ڈاکٹر ہوں کیا میں اس طرح پردہ کر سکتی ہوں کہ گھر سے باہر تو چادر اس طرح اوڑھوں کہ پورا چہرہ ڈھک جائے اور مریضوں کے سامنے یا ہسپتال میں اس طرح کہ بال وغیرہ سب ڈھکے رہیں اور صرف چہرہ کھلا رہے؟

جواب: کوئی ایسی نقاب پہن لی جائے کہ نامحرموں کو چہرہ نظر نہ آئے۔(آپ کے مسائل ص ۶۶ ج ۸)

برقعہ یا چادر میں صرف آنکھیں کھلی رکھنا جائز ہے

سوال: پردے کے بارے میں پوچھنا ہے کہ آج کل اس طرح برقعہ یا چادر اوڑھتے ہیں کہ ماتھے تک بال وغیرہ ڈھک جاتے ہیں اور نیچے سے چہرہ ناک تک صرف آنکھیں کھلی رہتی ہیں یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ طریقہ صحیح ہے۔(آپ کے مسائل ص ۶۶ ج ۸)

عورت اپنے محرم کے سامنے کتنا جسم کھلا رکھ سکتی ہے؟

سوال: عورت محرم کے سامنے کس حد تک جسم کھلا رکھ سکتی ہے؟ مثلاً ایک بہن اپنے بھائی کے سامنے؟

جواب: گھٹنے سے نیچے کا اور سینے سے اوپر کا حصہ سر چہرہ بازو محرم کے سامنے کھولنا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۶۷ ج ۸)

لڑکوں کا عورت لیکچرار سے تعلیم حاصل کرنا

سوال: اسلام کی رو سے یہ حکم ہے کہ عورت کو بے پردہ ہو کر باہر نہیں نکلنا چاہیے اب جبکہ خواتین طلبہ کے کالجز میں بھی آچکی ہیں تو ہمیں پریڈ کے دوران ان سے سوال بھی پوچھنا پڑتا ہے تو پڑھانے والی گناہ گار ہیں کہ پڑھنے والے جب کہ ہم مجبور ہیں؟

جواب: عورتوں کا بے پردہ نکلنا جاہلیت جدیدہ کا تحفہ ہے۔ شاید وہ وقت عنقریب آیا چاہتا ہے جس کی حدیث پاک میں خبر دی گئی ہے کہ مرد و عورت سر بازار جنسی خواہش پوری کیا کریں گے

اوران میں سب سے شریف آدمی وہ ہوگا جو صرف اتنا کہہ سکے گا کہ میاں اس کو کسی اوٹ میں لے جائے جہاں تک آپ کی مجبوری کا تعلق ہے بڑی حد تک یہ مجبوری مصنوعی ہے طلبہ اور جہاں بہت سے مطالبات کرتے رہتے ہیں ان کے لیے احتجاج کرتے ہیں' کیا حکومت سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ انہیں اس گنہگار زندگی سے بچایا جائے؟ (آپ کے مسائل ص ۶۸ ج ۸)

عورتوں کا آفس میں بے پردہ کام کرنا

سوال: عورتوں کا بینکوں' آفسوں میں مردوں کے ساتھ کام کرنا کیسا ہے؟

جواب: عورتوں کا بے پردہ غیر مردوں کے ساتھ دفاتر میں کام کرنا مغربی تہذیب کا شاخسانہ ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (آپ کے مسائل ص ۶۹ ج ۸)

مزدور عورتیں اور نوکرانیاں جو گھروں میں کام کرتی ہیں ان سے پردہ ہے یا نہیں؟

سوال: جو عورتیں کھانا پکاتی ہیں وہ اکثر گھر میں بے احتیاطی سے رہتی ہیں' سر کھلا رکھتی ہیں اور بعض اوقات آٹا گوندھنے میں کہنیاں کھلی رہتی ہیں تو ان کے بارے میں ستر کا کیا حکم ہے؟ آیا ضرورت کی وجہ سے یہ امور ان کے لیے درست ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مالک مکان کو کس طور سے احتیاط کرنی چاہیے؟

جواب: سر کھولنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ ذراعین (کلائیاں) میں امام ابو یوسف اجازت دیتے ہیں' کمافی کتاب الکراہیۃ من الہدایۃ اور مواضع غیر مباحہ کو (یعنی جن اعضاء کا چھپانا ضروری ہے) اگر عورت نہ ڈھانکے تو مرد کو غض بصرہ (نگاہ نیچی رکھنا) واجب ہے اور نظر فجاءۃ (یعنی اچانک نگاہ پڑ جانا) معصیت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۔۲۰۰) اصلاح خواتین ص ۳۵۳۔

عورتوں کا فیشن کیلئے بال اور بھنویں کٹوانا

سوال: کیا شریعت میں جائز ہے کہ عورتیں اپنی بھنویں بنائیں اور دوسروں کو دکھائیں اور اصلی بھنویں منڈوا کر سرمہ یا کسی اور کالی چیز سے نقلی بنائیں یا کچھ کم و بیش بال رہنے دیں؟ آج ملک بھر میں کم از کم میرے خیال کے مطابق ۷۵ فیصد پڑھی لکھی عورتیں بال کٹوا کر گھوم رہی ہیں اور ان کے سروں پر دوپٹے نہیں ہوتے' اگر کسی کے پاس دوپٹہ ہو بھی تو گلے میں رسی کی مانند ڈالا ہوتا ہے اور اگر ان سے کہیں کہ یہ اسلام میں جائز نہیں تو جواب ملتا ہے کہ "اب ترقی کا دور ہے' اس میں سب کچھ جائز ہے اور پھر مرد بھی تو بال کٹواتے ہیں اور ہم مردوں کے شانہ بشانہ چل رہی ہیں اور مغربی لوگ

بھی تو بال کٹواتے ہیں جو ہم سے زیادہ کر چکے ہیں؟

جواب: اس مسئلے کا حل واضح ہے کہ ایسی عورتوں کو نہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے نہ دین اسلام کی' ان کو ترقی کی ضرورت ہے لیکن مرنے کے بعد اس کی حقیقت معلوم ہوگی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اس کو ہر کام میں اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دیکھنا لازم ہے۔ آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۲۲۔

عورتوں کیلئے کس قسم کا میک اپ جائز ہے؟

سوال: ہماری خواتین اس بات پر بحث کرتی ہیں کہ انسان اپنی خوبصورتی کے لیے میک اپ کر سکتا ہے' معلوم یہ کرنا ہے کہ مذہب اسلام کی رو سے خواتین کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان میک اپ کریں۔ جس میں سرخی پاؤڈر' نیل پالش شامل ہے' کیا اس حالت میں محفل وعظ میں شرکت کرنا قرآن خوانی اور نماز وغیرہ پڑھنا صحیح ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے ایسا میک اپ کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی فطری تخلیق میں تغیر کرنے کی کوشش ہو جائز نہیں' مثلاً اپنے فطری اور خلقی بالوں کے ساتھ دوسرے انسانوں کے بالوں کو ملانا ہاں انسان کے علاوہ دوسرے کے مصنوعی بالوں کو ملانا جائز ہے جبکہ اس میک اپ میں سرخی پاؤڈر شامل ہے۔ البتہ ناخن پالش سے احتراز کیا جائے کیونکہ ناخن پالش دور کیے بغیر نہ وضو ہوتا ہے اور نہ ہی غسل۔ ناخن پالش کو ہر وضو کے لیے ہٹانا کار مشکل (مشکل کام) ہے اور جب ناخن پالش کو ہٹائے بغیر وضو یا غسل صحیح نہ ہوگا تو نماز بھی نہ ہوگی اس لیے ناخن پالش کی لعنت سے احتراز لازم ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

کیا عورت چہرے اور بازوؤں کے بال صاف کر سکتی ہے؟ نیز بھنوؤں کا حکم

سوال: میرے چہرے اور بازوؤں پر کافی گھنے بال ہیں' کیا میں ان بالوں کو صاف کر سکتی ہوں؟ اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ جواب: صاف کر سکتی ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۳۳ ج ۷)

بھنوؤں کو صحیح کرنا

سوال: میری بھنویں آپس میں ملی ہوئی ہیں' میں بھنویں تو نہیں بناتی ہوں مگر بھنویں الگ کرنے کے لیے درمیان میں سے بال صاف کر دیتی ہوں' کیا میرا یہ عمل درست ہے؟

جواب: یہ عمل درست نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۳۵ ج ۷)

عورت کو پلکیں بنوانا کیسا ہے؟

سوال: لڑکیاں جو آج کل پلکیں بناتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟ اور میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ عورت کو جسم کے ساتھ لوہا لگانا حرام ہے کیا یہ درست ہے؟

جواب: پلکیں بنوانے کا فعل جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے بنانے والی پر بھی اور بنوانے والی پر بھی۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۷۶)

ترجمہ: ''حضرت ابوریحانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا ہے بالوں کے ساتھ بال جوڑنے سے جسم پر گندوانے سے اور بال نوچنے سے۔ الخ''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۲۳)

بڑھتے ہوئے ناخن مکروہ ہیں

سوال: کیا بڑھتے ہوئے ناخن مکروہ ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! سخت مکروہ ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۲۹ ج ۷)

بیوٹی پارلرز کی شرعی حیثیت

سوال: (الف) ہمارے شہر کراچی میں بیوٹی پارلرز کی بہتات ہے۔ اسلام میں ان بیوٹی پارلرز کے بارے میں کیا احکام ہیں؟ شہر کے مصروف کاروباری مراکز میں مرد کاروباری حضرات کے ساتھ بیوٹی پارلرز کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں، برائے مہربانی شرع کے لحاظ سے ان بیوٹی پارلرز کے لیے کیا حکم ہے تحریر کریں؟ کیا مرد اور عورت ساتھ ساتھ کاروبار کر سکتے ہیں؟

(ب) کیا خواتین کا بیوٹی پارلرز کا کام سیکھنا اور اس کو بطور پیشہ اپنانا اسلام میں جائز ہے؟

(ج) بیوٹی پارلرز میں جس انداز سے خواتین کا بناؤ سنگھار کیا جاتا ہے کیا وہ اسلام میں جائز ہے؟ کیونکہ بیوٹی پارلرز سے واپس آنے کے بعد عورت اور مرد میں فرق معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ہمارے بیوٹی پارلرز میں خواتین کے بال جس انداز سے کاٹے جاتے ہیں کیا وہ شرع کے لحاظ سے جائز ہیں؟

(د) بعض بیوٹی پارلرز کی آڑ میں لڑکیاں سپلائی کرنے کا کاروبار بھی ہوتا ہے، شرع کے لحاظ سے ایسے کاروبار کے لیے کیا حکم ہے؟ جس سے ملک میں فحاشی پھیلنے لگے؟

جواب: خواتین کو آرائش و زیبائش کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ حدود کے اندر ہو لیکن موجودہ دور میں بیوٹی پارلرز کا جو پیشہ کیا جاتا ہے اس میں چند در چند قباحتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ پیشہ حرام ہے اور وہ قباحتیں مختصراً یہ ہیں:

اول: بعض جگہ مرد اس کام کو کرتے ہیں اور یہ خالصتاً بے حیائی ہے۔

دوم: ایسی خواتین بازاروں میں حسن کی نمائش کرتی پھرتی ہیں یہ بھی بے حیائی ہے۔

سوم: جیسا کہ آپ نے نمبر ۳ میں لکھا ہے بیوٹی پارلرز سے واپس آنے کے بعد مردو عورت لڑکے اور لڑکی میں امتیاز مشکل ہوتا ہے حالانکہ مرد کا عورتوں اور عورت کا مردوں کی مشابہت کرنا موجب لعنت ہے۔

چہارم: جیسا کہ آپ نے نمبر ۴ میں لکھا ہے یہ مراکز حسن فحاشی کے خفیہ اڈے بھی ہیں۔

پنجم: عام تجربہ یہ ہے کہ ایسے کاروبار کرنے والوں کو (خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں) دین و ایمان سے کوئی واسطہ نہیں رہ جاتا ہے اس لیے یہ ظاہری زیبائش باطنی بگاڑ کا ذریعہ بھی ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۱۲۵ ج ۷)

عورتوں کو بال چھوٹے کرنا موجب لعنت ہے

سوال: آج کل جو عورتیں اپنے سر کے بال فیشن کے طور پر چھوٹے کرواتی یا لڑکوں کی طرح بہت چھوٹے رکھتی ہیں ان کے لیے اسلام میں کیا حکم ہے؟

جواب: حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔'' (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۳۸۰ بحوالہ بخاری) یہ حدیث آپ کے سوال کا جواب ہے۔

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر۔'' (الحدیث) (آپ کے مسائل ص ۱۲۷)

عورت کو آڑی مانگ نکالنا

سوال: میں نے اکثر بوڑھی خواتین سے سن رکھا ہے کہ لڑکیوں یا عورتوں کو آڑی مانگ نکالنا اسلام کی رو سے جائز نہیں وہ اس لیے کہ جب عورت کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے بالوں سے بیچ کی مانگ نکالی جاتی ہے اور آڑی مانگ نکال نکال کر عادت ہو جاتی ہے اور پھر بیچ کی مانگ نکالنے میں مشکل ہوتا ہے۔ آپ فرمایئے کیا قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: ٹیڑھی مانگ نکالنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ مسلمانوں میں اس کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے اس لیے ترک کرنا واجب ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۲۸)

عورتوں کیلئے بلیچ کریم کا استعمال جائز ہے

سوال: یہ ہے کہ عورتوں کے منہ پر کالے بال ہوتے ہیں جس سے منہ کالا لگتا ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے مونچھیں نکلی ہوئی ہوں اس کے لیے ایک کریم آتی ہے جس کو لگانے سے بال جلد کی رنگت

جیسے ہوجاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے کہ چہرے پر بال ہوں اس کو بلیچ کرنا کہتے ہیں تو کیا اس طرح بال کے رنگ کو بدلنے سے گناہ ہوتا ہے؟ اگر چہرہ سفید ہو اور بال کالے ہوں تو چہرہ برا لگتا ہے اس لیے لڑکیاں اور عورتیں بلیچ کرتی ہیں تو کیا یہ کرنا گناہ ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے چہرے کے بال نوچ کر صاف کرنا یا ان کی حیثیت تبدیل کرنا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۱۳۰ ج ۷)

عورت کو مردوں والا روپ بنانا

سوال: ہمارے خاندان میں ایک عورت ہے جس نے بچپن سے مردانہ چال ڈھال اختیار کی ہے، مردانہ لباس پہنتی ہے، مردوں جیسے بال رکھتی ہے، الغرض خود کو مرد کہتی ہے اور اگر خاندان کا کوئی مرد اس کو عورت کہتا ہے تو جھگڑا کرتی ہے اس کے علاوہ یہ عورت روزے اور نماز سخت پابندی سے ادا کرتی ہے اور خود کو لوگوں کے سامنے ایک دیندار اور صحیح مرد پیش کرتی ہے اور حقیقت میں وہ دیندار بھی ہے؟ آپ مجھے بتائیں کہ کیا شریعت کی رو سے یہ جائز ہے؟ اس عورت کی عمر اب چالیس سال کے برابر ہوگی؟

جواب: عورت کو مرد کی اور مرد کو عورت کی مشابہت حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ نمبر ۸۷۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۳۵ ج ۷)

ٹائی لگا کر نماز کا حکم

چونکہ ٹائی لگانے سے یہود و نصاریٰ کے باطل نظریہ "صلیب" کی عملی تائید ہوتی ہے اس لئے کسی مسلمان کیلئے اس کی پہننے کی اجازت نہیں فرمایا رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "من تشبہ بقوم فھو منھم" (رواہ ابوداؤد والامام احمد)

کہ کسی بھی قوم کے ساتھ تشبہ کرنے والا انہی میں سے شمار ہوگا البتہ اگر عقیدہ اسلام کے موافق عقیدہ صلیب کو باطل سمجھتے ہوئے محض ٹائی لگا کر نماز پڑھ لی تو مکروہ تحریمی اور گناہگار ہوگا نماز ہوجائے گی خاص کر جب کہ کافر ممالک میں ان کی طرف سے زبردستی کی وجہ بنا پر ہو۔ (الفتاویٰ الافردویہ ج ۱ ص ۸۰۷)

ناخن پالش لگانے کا حکم

چونکہ عموماً ناخن پالش اتنا گاڑھا ہوتا ہے کہ ناخن وغیرہ پر لگانے سے تہہ جم جاتی ہے اور ہر ایسی تہہ دار چیز چونکہ وضو اور غسل سے مانع ہے۔ اس لئے ایسا ناخن پالش عورتوں کو بھی لگانا مکروہ ہوگا

اور اگر کسی نے ایسا ناخن پالش لگا بھی دیا ہو تو وضو اور غسل کرتے وقت اس کا کسی دوائی یا کھردری چیز سے زائل کرنا واجب ہوگا ورنہ وضو اور غسل صحیح نہ ہوگا اور سخت گناہ گار ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان خواتین ان جیسی چیزوں میں احتیاط برتیں البتہ مہندی یا اس کی طرح ہر وہ چیز جو محض رنگ چھوڑے اور تہہ نہ جمنے دے تو وہ کسی بھی وقت لگائی جاسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری ۲۲،۵۵)

لپ اسٹک کا حکم

ہونٹوں پر لال یا گلابی وغیرہ رنگ کی تہہ چڑھانا جیسے عام سادہ زبان میں سرخی اور ماڈرن زبان پر لپ اسٹک کہا جاتا ہے یہ عورتوں کیلئے تو اپنے گھروں میں خاوندوں کی خاطر لگانا جائز بلکہ بہتر ہے اور عورتوں کے مجمع میں بھی لگانا جائز ہے جبکہ غیر شادی شدہ عورتوں کیلئے بوجہ فتنہ کے خوف کے مکروہ اور ناجائز ہے۔ البتہ جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو۔ جیسے قریبی رشتہ داروں کے شادی وغیرہ کے موقع پر خاص عورتوں کے مجمع میں تو ان کیلئے بھی گنجائش ہے۔ (فتح القدیر ج۲ ص۲۰۰)

فائدہ: لیکن یہ بات ملحوظ اور یاد رہے کہ اگر یہ لپ اسٹک ہونٹوں پر لگاتے وقت ہونٹوں پر اس کی تہہ جم جاتی ہے جس کی وجہ سے وضو اور غسل کرتے وقت اس کی دوائی وغیرہ سے دور کرنا واجب ہوگا ورنہ وضو اور غسل نہیں ہوگا۔

آنکھوں میں کاجل لگانے کا حکم

مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ عورتوں کا آنکھوں میں لگانا بھی جائز معلوم ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کسی غیر قوم کی خاص شعار مذہبی نہ ہو۔ "واللہ تعالیٰ اعلم"

پلکوں اور بھنوؤں پر میک اپ کا حکم

بعض علاقوں میں عورتیں پلکوں کو ایک خاص قسم کے لوشن آئی لینز سے سخت کر دیتے ہیں۔ (فیشن پرستی اور اسکا علاج)

اگر یہ لوشن ناخن پینٹ کی طرح بالوں پر جم جاتی ہو کہ تہہ پکڑنے لگے تو مکروہ ہوگا کیونکہ مانع وضو و غسل ہے۔ ورنہ نہیں لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ پلکوں پر جم کر سخت ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کا استعمال درست نہیں۔ (عمدۃ القاری ج۲۲ ص ۵۵)

بیوٹی سپاٹ (Beauty Spot) کا حکم:

جس کا مطلب یہ ہے کہ سفید بے داغ چہرے پر کسی جگہ ہلکا سا سیاہ یا دوسرے رنگ کا نقطہ ڈال

دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ عمل اگر جسم گود کر کیا جائے مثلاً پہلے سے سوئی وغیرہ سے جسم گودا پھر اسمیں کوئی رنگ بھرا تو ناجائز اور سخت حرام ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لعن اللہ تعالیٰ الواشمة والمستوشمة

ترجمہ: کہ اللہ لعنت کرے گودنے والی اور گدوانے والی پر (مسلم مع تکملہ ج ۴ ص ۱۹۳)

اگرچہ نظر بد سے بچنے کی خاطر گودے یا گدوائی تب بھی حرام ہے۔

لقوله صلی اللہ علیه وسلم العین حق و نهیٰ عن الوشم

کہ نظر حق ہے اور گودنے سے منع فرمایا (ایضاً)

ہاں اگر ویسے بغیر جسم سوئی وغیرہ سے گودے چہرہ پر کسی رنگ کا دھبہ یا نقطہ لگائے نظر بد سے بچنے کے لئے تو اسمیں گنجائش معلوم ہوتی ہے گو یہ بھی خلاف اولیٰ ہے۔

عن عبد اللہ لعن اللہ الواشمات والمستوشمات حتی قولهٗ المغیرات خلق اللہ تبارک وتعالیٰ رواہ الامام البخاری وقال العلامة العینیؒ شارحا قوله المغیرات خلق اللہ تعالیٰ کالتعلیل لوجوب اللعن انتهیٰ

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، ۶۳)

مصنوعی بالوں کا حکم

اگر کوئی عورت انسانی بال لیکر اپنے بالوں کے ساتھ ملا کر لمبا کرنے کی کوشش کرے تو یہ فعل حرام ہے۔ چاہے وہ اپنے بال ہی کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ حدیث میں ایسی عورتوں پر جو بال جوڑنے والیاں ہوں یا دوسری عورتوں یا مردوں سے بال جڑوانے والیاں ہوں دونوں پر لعنت آئی ہے۔

لعن اللہ تعالیٰ الواصلة والمستوصلة

ترجمہ: اللہ بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت کرے (صحیح مسلم مع تکملہ ج ۴ ص ۱۹۰)

اس طرح حیوان اور جانوروں کے نجس بال جوڑنا بھی منع ہے۔ البتہ انسان کے علاوہ پاک وحلال جانوروں کے پاک بالوں کو کسی عذر کی بناء پر اپنے بالوں کے ساتھ جوڑنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۴)

عورتوں کے مہندی لگانے کا حکم

عورتوں کو ہاتھوں پاؤں پر مہندی لگانا جائز بلکہ مسنون اور باعث اجر وثواب ہے۔ جبکہ مردوں اور لڑکوں کو ہاتھ پاؤں یا ناخنوں پر مہندی لگانا سوائے عذر شرعی کے جائز نہیں بلکہ مکروہ

تحریمی ہے۔ بعض علماء کے ہاں عورت کا بالکل مہندی نہ لگانا کراہت سے خالی نہیں لہٰذا عورتوں کو مہندی لگانا چاہئے۔ (المرقاۃ ج ۸ ص ۲۹۴)

چہرہ کے رنگ نکھارنے کیلئے دوائی کا استعمال

عورت کو صرف چہرے کی رنگت نکھارنے کیلئے کوئی دوا استعمال کرنا مکروہ ہے۔ یعنی ایسی دوا جو چمڑے پر اثر انداز ہو اور جسم کو نقصان پہنچائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قشور ایک خاص دوائی لگا کر اپنے چہرہ چھیل کر رنگ نکھارنے والی عورت پر لعنت فرماتے تھے اسی طرح اس عورت پر جس کے ساتھ یہ فعل کیا گیا۔
(مجمع الزوائد ص ۵۰۳ ج ۶)

دانتوں کے تراشنے کا حکم

بعض عورتیں حسن زینت کی خاطر اپنے دانتوں کو تراش تراش کے باریک کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تاکہ ان کے دانت جڑے ہوئے نظر نہ آئیں یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو خود یہ کار کرے یا دوسرے سے کہے۔

"قال الامام ابوبكر البيهقي وروينا في حديث عبدالله بن مسعودؓ لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله اه وقال في تفسير المتفلجات والمتفلجة التي تحدد الأسنان حتى يكون في أطرافها رقة انتهى قوله" (فتاوی شامی ج ۵ ص ۲۳۹ - المرقاۃ ج ۸ ص ۲۹۵)

فائدہ: البتہ اگر دانتوں میں عیب یا بیماری ہو کہ بعض دانت بالکل باہر نکل آئیں تو ان کا علاج کرنا جائز ہے۔ (المرقاۃ ج ۸ ص ۲۹۵)

مانگ نکالنے کا حکم

کنگھی کرتے وقت علماء نے کہا ہے کہ سر کے بیچ میں سے مانگ نکالنا بہتر ہے اور ٹیڑھی مانگ نکالنے سے منع کیا کیونکہ یہ گمراہ قوموں کا شعار ہے۔ اور ان کے ساتھ تشبہ حرام ہے۔

"اخرج امام دارالهجرة عن زياد بن سعد عن ابن شهاب انه سمعه يقول لرجل سدل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ناصيته ماشاء الله ثم فرق بعد" (المسوى من احاديث الموطا ج ۲ ص ۳۴۰)

مردوں کو دنداسہ استعمال کرنا

اگر دانتوں کی صفائی کی غرض سے اس طور پر دانداسہ مرد استعمال کرے کہ ہونٹ سرخ نہ ہونے پائیں تو اس کا استعمال مردوں کو بھی جائز ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۸ص ۶۸)

مردوں کو چہرے کے کریم استعمال کرنے کا حکم

اگر مرد محض زینت اور رنگ نکھارنے کی خاطر چہرے پر مختلف کریم لگائے تو چونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے یہ تو بالکل جائز نہیں۔

ہاں اگر دانوں، دھبوں سے نجات کی خاطر علاجاً استعمال کرے یا چہرہ پر بہت زیادہ بال فالتو جو آنکھوں کے قریب اور ناک کے بالمقابل نکل آئے ہوں کسی بیماری کی وجہ سے تو ان سے نجات کیلئے کوئی کریم استعمال کرنے میں گنجائش ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ص ۳۵۸)

انگریزی بال اور فوجی کٹنگ

مردوں اور لڑکوں کو بھی سر کے بعض بال چھوڑنا اور بعض کٹوانا یا منڈوادینا ہرگز جائز نہیں لہٰذا انگریزی بال بنانا اور فوجی کٹنگ کی شریعت کی رو سے ممانعت ہے۔

حدیث میں ایسے بال رکھنے سے منع کیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رأی صبیا قد حلق بعض رأسہ و ترک بعضہ فنہا ہم عن ذالک وقال احلقوا کلہ أو اترکو کلہ رواہ مسلم" (امداد الفتاویٰ ص ۲۲۳ ج ۴)

بچوں کے بال انگریزی بنانا

یاد رہے کہ بڑوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے بال اس طرح منڈوائیں کہ بعض بال باقی رکھ لئے جائیں جیسے کہ آج کل ماڈرن طبقہ اس میں مبتلا ہے اور ایسا کرنا اپنے معصوم بچوں کو آگ میں ڈالنے کے مترادف ہے اور ایسے والدین اور بڑے سخت گناہ گار ہیں۔

"لما نص علیہ الحدیث السابق" (الاشباہ ج اص ۳۳۹)

بڑی مونچھیں رکھنے کا حکم

ایسی بڑی مونچھیں رکھنا کہ ان کو قینچی نہ دکھائی جائے اور لبوں سے نیچے لٹکتی رہیں شریعت

میں کسی کے لئے جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ایسی مونچھوں والوں کیلئے سخت وعید آئی ہے۔
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "من لم یأخذ من شاربه ......فلیس منا. اھ"
کہ جو مسلمان اپنی مونچھوں میں سے زائد بال نہ لے وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں رواہ الامام احمد والترمذی والنسائی عن زید بن ارقم۔ (المشکوۃ مع المرقات ص۲۹۸ ج۸)

البتہ میدان جہاد میں بر سر پیکار مجاہدین کیلئے فقہا نے لبوں کے برابر کر کے لمبی مونچھیں رکھنے کی اجازت دی ہے۔

"قالو الابد عن طول الشارب للغزاة ليكون أهيب فى عين العدو كذا فى الغيائية" (الفتاویٰ الہندیہ ج۵ ص۳۵۸)

فائدہ: اسی طرح اگر محلہ کے بااثر دیندار شخصیات فساق وفجار پر رعب قائم رکھنے کیلئے شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے معاشرے میں برائیوں کے سدباب کیلئے لمبی مونچھیں رکھیں تو ان کو بھی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

"قلت والله أعلم لأن العلة التى ذكرو ها تو جدهنا ايضاً وفى الهندية وكان بعض السلف يترك ...... سباليه وهما أطراف الشوارب. اه" (الفتاوئ الهنديه ج۸ ص۳۵۸)

ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ

ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں علماء نے دو طریقے افضل قرار دیئے پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں ابتدا اور انتہا دونوں دائیں ہاتھ پر ہو جس کی ترتیب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کر کے بالترتیب دائیں کے چھنگلی انگلی تک کاٹ لئے جائیں اور پھر بائیں ہاتھ کے چھنگلی انگلی سے لے کر بالترتیب بائیں کے انگوٹھے تک کاٹ لئے جائیں اور آخر میں دائیں کا انگوٹھا سے کاٹ لیں۔

"قال فى الهداية عن الغرائب: وينبغى الابتداء باليد اليمنىٰ والانتهاء بها فيبدأ بسبابتها ويختم بابها مها" (الشامیہ ج۵ ص ۲۶۰)

ہاتھ کے ناخن کاٹنے کا دوسرا افضل طریقہ

اور وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے شہادت کی انگلی سے شروع کیا جائے پھر دائیں ہی کے درمیانی پھر ساتھ

والی اور پھر چھنگلی اور آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اس کے بعد بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک۔

"کذا ذکر العلامة العینیؒ عن الامام النوویؒ" (عمدۃ القاری ص۳۵ ج۲۲)

پاؤں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ

اس کے بعد دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے بالترتیب بائیں کی چھنگلی تک کاٹ لیں۔

"ثم یبدا بخنصر الرجل الیمنٰی ویختم بخنصر الیسرٰی"

(الفتاوٰی الهندیه ص۳۵۸ ج۵)

ہاتھ، پاؤں، ناخنوں پر مہندی لگانا

ہاتھ، پاؤں، ناخنوں میں عورتوں کیلئے مہندی لگانا مستحسن اور اچھا فعل ہے لیکن مردوں اور بچوں کو لگانا بغیر عذر کے جائز نہیں اور بچوں کے پاؤں، ہاتھوں پر لگوانے والے بڑے گناہ گار ہوں گے۔

"قال القاریؒ ففی شرعة الاسلام: الحناء سنة للنساء ویکره لغیر هن من الرجال الأان یکون العذر لأنه تشبه بهن" (المرقات ج۸ ص ۲۹۳-رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۱)

بالوں کو سیاہ خضاب اور ہیئر کلر استعمال کرنا

مردوں کو خالص سیاہ خضاب یا جدید ہیئر کلر سر یا داڑھی میں استعمال کرنا سخت منع ہے۔

"واما الخضاب بالسواد ...... لیزین نفسه للنساء فذالک مکروه وعلیه عامة المشائخ. (الفتاوٰی الهندیه ج۵ ص ۳۵۹)

قلت اذا کان هذا حکم من زین لامرأته فما ظنک بغیرها"

البتہ مرد حضرات حناء اور کتم، حنا معروف مہندی اور کتم (مہندی میں ملائی جانے والی ایک بوٹی) دونوں کو استعمال کر سکتے ہیں اور دونوں کو ملا کر سبز رنگ سیاہی مائل پیدا ہوتا ہے اگر دونوں ملا کر سیاہ خالص رنگ بن جائے پھر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

"بقوله صلی الله علیه وآله وسلم ان أحسن ماغیر به الشیب الحنا والکتم رواه الترمذی وابوداوٗدؒ والنسائیؒ عن ابی ذرؓ" (المرقات مع المشکوٰة ج۸ ص ۲۳۰)

عورت کا ہیئر کلر یا سیاہ خضاب لگانا

بوڑھی یا بڑی عمر کی شادی شدہ عورت اگر بالوں کو سیاہ خضاب لگائے یا اسی طرح نئی کریم تو یہ ان کیلئے جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ کنواری عورت جو شادی کا ارادہ رکھتی ہے یا شادی شدہ کم عمر عورت جس کے بال کسی بیماری کی وجہ سے قبل از وقت سفید ہو گئے تو خاوند کے سامنے زینت کے مقصد سے نئے سیاہ خضاب لگا سکتی ہیں لیکن ان کو بھی نہ لگانا بہتر ہے۔

"وروی عن ابی یوسف کما یعجبنی أن تتزین لی (الفتاوی الهندیه ج ۵ ص ۳۵۹)
ومفاده والله أعلم جواز التزین بالسوادُ"

پلاسٹک سرجری کا حکم

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کی قدرت کاملہ اور خلق عظیم کا مظہر ہے اس لئے شریعت اسلامیہ نے کسی بھی انسان کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ کسی شرعی وفطری ضرورت کے بغیر اقوام غیر کی طرح جانوروں کی مانند اپنے جسم کے کسی عضو میں من چاہے تصرف وتبدیلی کرے اس لئے اس قسم کی سرجری محض حسن ظاہر کے حصول کی خاطر مرد وعورت دونوں کو ہرگز جائز نہیں جیسے صرف ہڈی یا گوشت کی کمزوری کی بنا پر سرجری کرنا وغیرہ وغیرہ اور محض اس جیسے حسن ظاہر کیلئے سرجری کرنا سخت گناہ اور عذاب الٰہی کا موجب ہے البتہ اگر واقعی عام فطرت کے خلاف کسی کا کوئی عضو زیادہ ہو گیا۔ جیسے پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہو گئیں یا ناک عام فطرت کے خلاف ٹیڑھی پیدا ہوئی یا بعد میں ہوئی وغیرہ تو ایسی صورتوں میں مرد وعورت دونوں کو پلاسٹک سرجری کی بھی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ عام مریض ایسے سرجری سے شفایاب ہو جاتے ہوں۔

"امالو احتاجت الی العلاج أو عیب فی السن والنحو فلا بأس"

(المرقات ج۸ ص ۲۹۵ والفتاویٰ الهندیة ج ۵ ص ۳۶)

الٹرا وائیلٹ ریز کے نقصانات

سورج میں موجود الٹرا وائیلٹ ریز سخت گرمی میں جلد اور جسم کیلئے بہت نقصان دہ ہوتی ہیں اگر لباس موٹا ہو تو یہ شعاعیں لباس سے باہر ہی رک جاتی ہیں اور اگر لباس باریک ہو تو یہ شعاعیں جلد کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں (بحوالہ میثاق) (سنت النبوی اور جدید سائنس ج ۲ ص ۲۵۰)

موجودہ اکثر وبیشتر جلدی امراض ذوق فیشن میں اندھی قوموں کی اندھی تقلید کا ثمرہ ہے۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ کے کلام میں مکروہ کا مطلب

یہاں پر ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے اور یہ ہے کہ عوام تو عوام اکثر خواص بھی کسی مسئلہ کا حکم مکروہ دیکھ کر یا سن کر بے دھڑک اس مکروہ امر کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ گویا کہ ان کے ہاں مکروہ جائز کی ایک قسم ہے حالانکہ محققین علماء نے فرمایا کہ اگر فقہائے اسلام کی عبارات میں مکروہ مطلقاً ذکر ہو یعنی تنزیہی وغیرہ کی قید ساتھ نہ ہو تو یہ مکروہ تحریمی پر محمول ہوتی ہے جو حرام اور ناجائز کے حکم کے قریب ہے اور اس پر مداومت کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔

"فالكراهة تحريمية ولذا عبر بلا يجوز" (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۹)

سود سے بچنے کی بعض تدبیریں

سوال: سرمایہ داروں کی ایک جماعت نے محض دنیوی مفاد کی خاطر سود کی حسب ذیل صورتوں کو بیع سلم قرار دے کر اس کا لینا اور دینا جائز قرار دیا ہے آپ اس کو دلائل سے واضح فرمائیں؟

(۱) جبکہ غلہ کا مروجہ نرخ دو روپیہ فی من ہے تو ایک مسلمان اس کو تین روپیہ فی من کے حساب بصیغہ قرض میعاد فروخت کرے' یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں: بعض جائز' بعض ناجائز' جائز صورت یہ ہے کہ عقد بیع کے وقت یہ نہ کہا جائے کہ ادھار کی وجہ سے اتنا روپیہ زائد لیتا دیتا ہوں بلکہ ویسے ہی قرض دینے کی وجہ سے کچھ بھاؤ بڑھا دیا جائے' یہ جائز ہے۔

اور ناجائز صورتیں یہ ہیں: کہ عقد کے وقت یوں کہا جائے کہ اگر تم نقد لو گے تو یہ قیمت ہوگی اور ادھار لو گے تو یہ' یا یوں کہا جائے کہ ایک مہینہ کے اُدھار پر لو گے تو دس روپیہ قیمت ہوگی اور دو مہینہ کے اُدھار پر بارہ روپیہ مثلاً یہ ناجائز ہیں۔

تنبیہ: اس میں یہ امر بھی قابل غور ہے اور اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر یہ شرط صراحتہً نہ ہو مگر عرفاً اس شرط کو سمجھا جانے لگے اور معروف ہو جائے کہ یہ معاملہ ہی بدون اس صورت قرض کے نہیں ہوتا تو قاعدہ فقہیہ المعروف کالمشروط کے مطابق یہ بھی حکم شرط ہو کر بیع کو فاسد کر دے گا۔

(۲) ایک شخص ارزاں قسم کا غلہ میعادی قرضہ پر دے کر مبادلۂ گراں قیمت حاصل کرے؟

جواب: اس میں بھی اگر عقد کے وقت یہ شرط لگائی کہ ہم تم کو فلاں غلہ میعادی قرض پر اس شرط سے دیتے ہیں کہ تم فلاں قسم کا غلہ ہمیں فلاں نرخ سے دیدو تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر وقت عقد میں یہ شرط نہ لگائی تھی بلکہ بیع تو عام دستور کے موافق میعادی قرضہ کے طور پر کامل ہو چکی تھی' اس کے بعد مشتری نے راضی ہو کر گراں قسم کا غلہ اس کو ارزاں دے دیا تو یہ جائز ہے۔

(۳) ایک شخص ایک من غلہ دے کر ایک میعاد مقررہ کے بعد وہی غلہ دو من لے اور اس کو جائز تصور کرے؟

جواب: اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر دوم میں مذکور ہے کہ شرط بوقت عقد کرنے کی صورت میں ناجائز ورنہ جائز۔

(۴) ایک شخص ایک دفعہ مروجہ نرخ سے کم نرخ پر قبضہ دے کر میعاد مقررہ کے بعد اس سے اعلیٰ قیمت غلہ اسی نرخ پر لے؟

جواب: اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر اول میں گزرا کہ عقد کے وقت اگر یوں کہے کہ اگر تم اُدھار لو گے تو اس نرخ سے ملے گا تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔

(۵) کھڑی ہوئی فصل یا میوہ دار درختوں کا نرخ پکنے سے پہلے کرلے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: بیع فاسد ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کے ذمے شرعاً اس کا فسخ کرنا ضروری ہے لیکن اگر فسخ نہ کریں تو ملک ہو جاتی ہے اور دوسرے خریدنے والوں کو ان سے خریدنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) کوئی اراضی یا مکان رہن خرید کر اراضی سے پیداوار اور مکان سے کرایہ حاصل کرے اور پھر اپنا نقدی روپیہ بھی پورا لے مزید برآں ان سب صورتوں کو جائز تصور کرنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: رہن کی آمدنی اگرچہ مالک کی اجازت سے ہو مرتہن کے لیے ناجائز ہے اور سود کے حکم میں ہے کلّ قرضٍ جرَّ نفعًا فهو ربوٰ' علامہ شامی نے بحث کے بعد اسی پر فتویٰ دیا ہے اور اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۵۳-۵۵)

سود کی رقم سے انعام تقسیم کرنا

سوال: حاجی محسن شیرازی جو ہگلی میں تھے انہوں نے ایک فنڈ یعنی چندہ سرکار انگلشیہ میں وقف کر دیا ہے' اس کے سود سے انگریزی کالج و سکول میں جو طلبہ مسلمانان انگریزی خواں کو سالانہ امتحان میں کامیاب ہونے پر بخش دیا جاتا ہے آیا روا ہے یا نہیں؟

جواب: اس آمدنی سے انعام وغیرہ جو دیا جاتا ہے لینا جائز ہے لیکن اس جواز سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انگریزوں سے سود کا معاملہ کرنا درست ہے' جیسا کہ بعضے لوگ سمجھ گئے ہیں بلکہ اس جائز ہونے کی بنا دوسرا امر ہے جو مختصر تحریر سے پورا منکشف نہیں ہو سکتا اور مطول تحریر کی فرصت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۳)

مجبوری میں سود دینے والا بھی گناہ گار ہے

سوال: ایک شخص سود لیتا ہے اور لوگ اس سے سود پر لیتے ہیں' وہ قرض پر لیتے ہیں' جب ان بے چاروں کا کوئی قرض نہیں دیتا تب وہ مجبوراً قرض سود پر لیتا ہے' ایسی حالت میں سود دینے والا کیونکر گنہگار ہوگا' وہ بیچارہ تو مجبوری کو لیتا ہے؟

جواب: جو لوگ سودی روپیہ لیتے ہیں جہاں تک دیکھا گیا فضول کے لیے لیتے ہیں اور جو ضرورت میں بھی لیتے ہیں تو اپنے گھر کے ذخیرہ کو زیور اسباب کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں' کہ یہ بھی اپنے پاس رہے اور قرض سے کام چل جائے۔ پس یہ بھی ضرورت میں لینا نہ ہوا' وہ ضرورت یوں بھی پوری ہو سکتی ہے کہ اول سب چیزیں اپنی بیچ ڈالیں یا اپنی شان اور وضع محفوظ رکھنے کے لیے مزدوری محنت کرنے کو عار سمجھتے ہیں' سو عقلاً و شرعاً یہ ضرورتیں قابل اعتبار نہیں' پھر ان سب کے بعد ایسے اضطرار کے وقت مردار کھانا بھیک مانگ لینا درست ہے۔ پس سود پر قرض لینے کی کسی حالت

میں ضرورت نہیں ہے' اس لیے یہ گنہگار ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۷)

بیوہ' بچوں کی پرورش کیلئے بینک سے سود کیسے لے؟

سوال: میں چار بچیوں کی ماں ہوں اور ابھی پانچ ماہ قبل میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور میری عمر ابھی ۲۶ سال ہے' میرے شوہر کے مرنے کے بعد ان کے آفس کی طرف سے تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ کی رقم فنڈز وغیرہ کی شکل میں مجھے ملی ہے' اب میرے گھر والوں اور تمام لوگوں کا یہی مشورہ ہے کہ میں یہ رقم بینک میں ڈال دوں اور ہر مہینے اس پر ملنے والی رقم لے لیا کروں اور اس سے اپنا اور بچوں کا خرچ پورا کروں' بات کسی حد تک معقول ہے مگر میرے نزدیک اول تو یہ رقم ہی حرام ہے' پھر اس پر مزید حرام وصول کیا جائے اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالا جائے کیونکہ حرام' حرام ہے جبکہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حرام نہیں ہے' مجبوری میں سب جائز ہے جبکہ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں' میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں کہ کیا کروں؟

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کی بچیوں کی کفالت فرمائے۔ آپ کے شوہر کو ان کے آفس سے جو واجبات ملے ہیں اگر ان کی ملازمت جائز تھی تو یہ واجبات بھی حلال ہیں' البتہ ان کو بینک میں رکھ کر ان کا منافع لینا حلال نہیں بلکہ سود ہے' اگر آپ کو کوئی نیک رشتہ مل جائے جو آپ کی بچیوں کی بھی کفالت کرے' تو آپ کے لیے عقد کر لینا مناسب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پرورش کرنے والے ہیں' اپنی محنت مزدوری کر کے بچیوں کی پرورش کریں اور ان کے نیک نصیبے کے لیے دعا کرتی رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کیلئے اور آپ کی بچیوں کیلئے آسانی فرمائیں۔ آمین! (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۳۰)

سودی کمپنی کے حصص خریدنا

سوال: موجودہ دور میں محفوظ سرمایہ مثلاً زرعی جائیداد و مکانات وغیرہ سب خطرے میں ہیں کیونکہ جو قابض ہو جاتا ہے چھوڑتا نہیں' اس لیے محفوظ سرمائے کے لیے کمپنی کے حصص خریدنا کیسا ہے؟ جبکہ آج کل علماء نے بیمہ کی حالت موجودہ میں اجازت دی ہے؟

جواب: یہ سب دشواریاں بڑے سرمائے کے لیے ہیں جس کے ذریعے منڈی میں اپنی خاص اونچی حیثیت قائم کرنا اور نام پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے' اپنی گزر اوقات اور نفقات واجبہ ادا کرنے کے لیے نہ اتنے سرمائے کی ضرورت ہے نہ اس میں دشواریاں ہیں' لہٰذا غیر ضروری سرمایہ فراہم کرنے کے لیے ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب وبال ہی وبال ہے' خواہ سودی کمپنی کے حصص ہوں یا کوئی اور صورت۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۰۰) ''سود سے بہر حال بچنا ضروری ہے۔'' (م'ع)

سود کی رقم سے ہدیہ دینا لینا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال: (الف) اور (ب) دو بھائی ہیں، (الف کا سودی کاروبار ہے اور (الف) ج کو ہدیہ دیتا ہے تو (ب) کے ملازم کو دے کر حکم دیتا ہے کہ (ج) کو دے آنا' آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں اس کے ملازم کو حکم نہیں دیتا بلکہ وہ خود سمجھ لیتا ہے کہ (ج) کو ہدیہ دینا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (ج) کو ہدیہ سودی رقم سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں سودی کاروبار کا مفہوم عام ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱۔ جو شخص سود پر قرضہ لے کر کاروبار کرتا ہے اور کل سرمایہ قرض کا ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا جس کے پاس کچھ رقم ذاتی ہے اور کچھ رقم سود پر بینک سے یا کسی سے قرض لیتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا یہ کہ لوگوں کو سود پر قرض دیتا ہے اور اس طرح رقم بڑھاتا ہے۔

۴۔ یہ کہ سودی طریقے سے اشیاء خریدتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار صورتیں ہیں۔

ان سب صورتوں کو سودی کاروبار کہتے ہیں اور سب کا حکم برابر نہیں' اس لیے سودی کاروبار کرنے کی وضاحت کرنا تھی۔ بہر حال مجموعی طور پر اگر جائز پیسے زیادہ اور ناجائز کم ہے تو یہ ہدیہ قبول کرنا درست ہے' اسی طرح اگر جائز اور ناجائز پیسے ملے ہوئے ہیں اور ہر ایک کی مقدار برابر ہے پھر بھی اس کا ہدیہ قبول کرنا اور لے جانا درست ہے اور اگر حرام پیسے زیادہ ہیں تو ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۶۳)

سود کی رقم سے بیٹی کا جہیز خریدنا جائز نہیں

سوال: اگر ایک غریب آدمی اپنے پیسے بینک میں رکھتا ہے تو اس سے سود کی رقم چھ یا سات سو بنتی ہے' تو کیا وہ آدمی اسے اپنے اوپر استعمال کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا تو کیا پھر اسے اپنی بیٹی کے جہیز کے لیے کوئی چیز خرید سکتا ہے؟

جواب: سود کا استعمال حرام ہے اور گناہ ہے' اس سے بیٹی کو جہیز دینا بھی جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۶۴)

شوہر اگر بیوی کو سود کی رقم خرچ کیلئے دے تو وبال کس پر ہوگا؟

سوال: کسی عورت کا شوہر زبردستی اس کو گھر کے اخراجات کے لیے سود کی رقم دے جبکہ عورت

کا اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہو تو اس کا وبال کس کی گردن پر ہوگا؟

جواب: وبال تو شوہر کی گردن پر ہوگا، مگر عورت انکار کردے کہ میں محنت کر کے کھالوں گی مگر حرام نہیں کھاؤں گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۶۴)

سود کی رقم کسی اجنبی غریب کو دے دیں

سوال: کسی مجبوری کی بناء پر میں نے سود کی کچھ رقم وصولی کرلی ہے، اس کا مصرف بتادیں، آیا میں وہ رقم اپنے غریب رشتہ داروں (مثلاً نانی) کو بھی دے سکتا ہوں؟

جواب: اپنے عزیز و اقارب کے بجائے کسی اجنبی کو جو غریب ہو، بغیر نیت صدقہ کے دے دی جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۶۴)

سود کی رقم استعمال کرنا حرام ہے، تو غریب کو کیوں دی جائے؟

سوال: آج کل مختلف افراد کی طرف سے یہ سننے میں آتا رہتا ہے کہ جو لوگ بینک سے سود نہیں لینا چاہتے وہ کرنٹ اکاؤنٹ کھول لیں یا پھر اپنے سیونگ اکاؤنٹ کے لیے بینک کو ہدایت کردیں کہ اس اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم پر سود نہ لگایا جائے، چلئے یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر بینک والوں نے تمہاری رقم پر سود لگا ہی دیا ہے تو اس رقم (سود کی رقم) کو بینک میں بیکار مت پڑا رہنے دو بلکہ نکال کر کسی غریب ضرورت مند کو صدقہ کردو، مجھے اس سلسلے میں یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا سود جیسی حرام کی رقم صدقہ کی جاسکتی ہے؟ اگر ایسا ممکن ہے تو پھر چوری ڈاکے، رشوت وغیرہ سے حاصل کی گئی آمدنی بھی بطور صدقہ دیا جانا جائز سمجھا جائے، حکم تو یہ ہے کہ "دوسرے مسلمان بھائی کیلئے بھی تم ویسی ہی چیز پسند کرو جیسی اپنے لیے پسند کرتے ہو" لیکن ہم سے کہا یہ جارہا ہے کہ جو حرام مال (سود) تم خود استعمال نہیں کرسکتے وہ دوسرے مسلمان کو دے دو، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: اگر خبیث مال آدمی کی ملک میں آجائے تو اس کو اپنی ملک سے نکالنا ضروری ہے، اب دو صورتیں ممکن ہیں، ایک یہ کہ مثلاً سمندر میں پھینک کر ضائع کردے، دوسرے یہ کہ اپنی ملک سے خارج کرنے کے لیے کسی محتاج کو صدقہ کی نیت کے بغیر دے دے، ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت کی شریعت نے اجازت نہیں دی، لہٰذا دوسری کی اجازت ہے۔ (بحوالہ ایضاً)

سود کی رقم ملازمہ کو بطور تنخواہ دینا

سوال: میں نے اپنے ۱۰ ہزار روپے کسی دُکاندار کے پاس رکھوا دیئے تھے، وہ ہر ماہ مجھے اس کے

اوپر تین سو روپیہ دیتا ہے اب ہمیں آپ یہ بتائیں کہ یہ رقم جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے مسجد کے پیش امام سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو سود قرار دے دیا ہے جب سے یہ پیسے میں اپنی کام والی کو دے دیتی ہوں اس کو یہ بتا کر دیتی ہوں کہ یہ پیسے سود کے ہیں یا ان پیسوں کے بدلے کوئی چیز کپڑا وغیرہ دے دیتی ہوں وہ اپنی مرضی سے یہ تمام چیزیں اور پیسے لیتی ہے جبکہ اسے پتہ ہے کہ یہ سود ہے اب آپ مجھے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ پیسے کام والی کو دینے سے میں گنہگار تو نہیں ہوتی ہوں؟

جواب: اگر دکاندار آپ کی رقم سے تجارت کرے اور اس پر جو منافع حاصل ہو اس منافع کا ایک حصہ مثلاً پچاس فیصد آپ کو دیا کرے یہ تو جائز ہے اور اگر اس نے تین سو روپیہ آپ کے مقرر کر دیئے تو یہ سود ہے سود کی رقم کا لینا بھی حرام ہے اور اس کا خرچ کرنا بھی حرام ہے آپ جو اپنی ملازمہ کو سود کے پیسے دیتی ہیں آپ کے لیے ان کو دینا بھی جائز نہیں اور اس کے لیے لینا جائز نہیں سود کی رقم کسی محتاج کو بغیر صدقہ کی نیت کے دے دینی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد۶ ص ۲۶۶)

سود کی رقم رشوت میں خرچ کرنا دُہرا گناہ ہے

سوال: سود حرام ہے اور رشوت بھی حرام ہے حرام چیز کو حرام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ مطلب یہ کہ سود کی رقم رشوت میں دی جا سکتی ہے کہ نہیں؟

جواب: دُہرا گناہ ہوگا سود لینے کا اور رشوت دینے کا۔ (بحوالہ ایضاً)

رسالہ رافع الضنک عن منافع البنک

سوال: سونگ بینک بنگال بینک لندن بینک کہ جس کی شاخیں اکثر مقامات پر ہندوستان میں ہیں کہ جو خالص حکومت انگلشیہ کے سرمائے سے ہیں اس میں روپیہ داخل کر کے اس کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور حکومت کو کسی قسم کا قرض دینا اور اس کا سود لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آمدنی وقف کا ایسے بینکوں میں یا ایسے قرضوں میں صرف کر کے اس کا سود مصارف وقف میں صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اولاً چند اصول بطور مقدمات کے ممہد کرتا ہوں پھر جواب عرض کروں گا۔

مقدمہ اولیٰ: جو مسئلہ ہمارے اصحاب میں مختلف فیہ ہو اس کی قواعد ترجیح میں بعد تطبیق بین الاقوال المختلفہ یہ فیصلہ ہے کہ جو شخص قوت دلیل کو سمجھ سکتا ہے وہ اس قول کو لے جو دلیلاً اقویٰ ہو۔

مقدمہ ثانیہ: ربا بین المسلم والحربی مختلف فیہ ہے طرفین چند قیود کے ساتھ جواز کی طرف

گئے ہیں اور ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔

مقدمہ ثالثہ: اعانت علی المعصیہ معصیت ہے۔

مقدمہ رابعہ: اگر کسی کا قول یا فعل دوسرے کے لیے معصیت میں واقع ہونے کا سبب بن جائے اور وہ حد ضرورت تک نہ پہنچا ہو تو اس کا ترک اس پر واجب ہے فروع کثیرہ فقہیہ اس پر مبنی ہیں۔

مقدمہ خامسہ: کالتتمۃ للرابعہ: مواقع تہمت و بدنامی سے بچنا ضروری ہے۔

مقدمہ سادسہ: کسی کے فتویٰ جواز کے بعد اس فعل کو ترک کرنا صاحب فتویٰ کی مخالفت نہیں البتہ فتویٰ وجوب کے بعد اس فعل کو ترک کرنا یا فتویٰ حرمت کے بعد اس فعل کا ارتکاب کرنا بیشک مخالفت ہے۔

اب جواب عرض کرتا ہوں' مقدمہ ثانیہ سے معلوم ہو چکا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قائلین بالجواز کے نزدیک بھی اس میں اتنی قیود ہیں۔ (۱) وہ محل دارالحرب ہو (۲) معاملہ ربا کا حربی سے ہو۔ (۳) مسلم اصلی سے نہ ہو اور نہ ذمی سے ہو اور مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں رہنے سے پہلے اسلام لایا ہو خود یا اپنے بڑوں کی اتباع میں۔ (۴) معاملہ کرنے والا وہ مسلم ہو جو دارالاسلام سے دارالحرب میں امن لے کر آیا ہو وہ مسلم ہو جو دارالحرب ہی میں اسلام لایا ہو وہ مسلم اصلی نہ ہو جو خود دارالحرب میں رہتا ہو اس قید رابع کی قید کہیں نظر سے نہیں گزری مگر اس قاعدہ کی تصریح ہے کہ روایات کے مفاہیم حجت ہیں۔ اس بناء پر اوپر کی روایات سے یہ قید لازم ہے اس کے بعد جو دونوں قولوں کے دلائل میں نظر کی گئی تو ابو یوسفؒ کے دلائل قوی ہیں۔ آیات تحریم ربا میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور ظاہر ہے کہ اس بقیہ ربا کا معاملہ جس وقت ہوا ہے' لینے والے دینے والے سب حربی تھے تو تحریم کے بعد اگر حربی سے ایسا معاملہ جائز ہوتا تو تحریم کے قبل تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوتا اور وہ رقم حلال ہوتی تو اس کا ترک کرنا کیوں فرض ہوتا اور یہ نص قطعی ہے ثبوتاً بھی' دلالۃً بھی اور طرفین کی دلیل یا خبر واحد ہے یا قیاس جو کہ ظنی ہیں اور قطعی کی تقدیم کا وجوب ظنی پر اجماعی ہے۔ گو امام صاحب پر سے اعتراض اس طرح دفع ہو سکتا ہے کہ اس قطعی میں سے بعض افراد مخصوص ہو جانے سے دلالۃً ظنی ہو گیا۔

یہ عذر گو دافع ہو سکتا ہے مگر نافع قوت دلیل نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اس دلیل میں ثبوتاً کلام ہے اور دلالۃً یہ احتمال ہے کہ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لاربوا بین المسلم والحربی اس میں احتمال ہے کہ یہ نفی نہی کے لیے ہو جیسا کہ قرآن مجید میں فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ میں بعینہ یہی معنی ہیں چونکہ حربی کے مال کے غیر معصوم ہونے سے شبہ اس کے جواز کا ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس کے جواز کی نفی فرمادی۔ چنانچہ خود کتب فقہیہ میں اس قسم کی عبارت اس معنی میں وارد ہے۔

ففی الدّر المختار عقیب الروایات المذکورة فلو هاجرا لینا ثمّ عاد الیهم فلا رِبا اتفاقاً جوهرة فی ردالمحتار ای لایجوز الربا معهٗ فهو نفی بمعنی النهی کما فی قولهٖ فلارفث ولا فسوق ولا جدال' فافهم

جب امام ابو یوسفؒ کے اس قول کا قوی ہونا ثابت ہوگیا تو اس پر عمل ہوگا' جیسا مقدمہ اولیٰ میں ذکر کیا گیا تو اس قول پر اب اس کے متعلق سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

اور اگر علیٰ سبیل التنزیل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے قول کو لیا جائے' تب بھی وہ مقید ہے قیود مذکورہ کے ساتھ اور ان میں حسب ذیل کلام ہے:

(۱) ہندوستان کو بہت سے علماء نے دارالاسلام کہا ہے' دلیل اس قول کی رسالہ ''تحذیر الاخوان'' میں موجود ہے۔

(۲و۳) دارالحرب ہونے کی تقدیر پر بھی بہت سے لوگ غیر حربی سے معاملہ کرتے ہیں' یعنی مسلم اصلی سے یا ان غیر مسلموں سے جو دارالاسلام ہونے کے وقت سے ذمی چلے آرہے ہیں۔

(۴) اس سے بھی قطع نظر کر کے جو مسلمان یہ معاملہ کرتے ہیں' کسی دارالاسلام سے یہاں نہیں آئے اس میں بینک سے معاملہ کرنے والے بھی داخل ہیں کہ یہ قید چہارم ان میں نہیں پائی جاتی تو اس بناء پر خود امام صاحبؒ کے قول پر بھی یہ معاملہ جائز نہ ہوا اور اگر ان قیود سے کلاً یا بعضاً قطع نظر بھی کر لی جائے تب بھی بینک کے معاملہ میں یہ تفصیل ہوگی کہ جس بینک میں روپیہ داخل کیا ہے آیا وہ علی الاطلاق سرمایہ اور سود کا ذمہ دار ہے' خواہ اس کو نفع ہو یا نقصان' یا ایسا نہیں بلکہ نقصان ہونے سے حصہ داروں پر بھی وہ نقصان ڈالا جاتا ہے۔ اگر صورت ثانیہ ہے تو اس کی حقیقت شرکت ہے قرض نہیں اور ایک شریک یا اس کے ملازمین دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا فعل شرعاً مؤکل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور بینک والے جیسا حصہ داروں کو سود دیتے ہیں اسی طرح دوسرے قرض خواہوں سے سود لیتے ہیں اور ان قرض خواہوں میں کوئی قید اسلام اصلی یا غیر اصلی یا کفر کی نہیں۔ پس وکالت کے واسطے سے گویا اس حصہ دار نے مطلقاً مسلمانوں سے بھی سود لیا جو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پہلی صورت میں یہ محذور تو لازم نہیں آیا کیونکہ یہ بینک والوں کے ذمہ قرض اور ان کی ملک ہوگیا لیکن دوسرا یہ محذور ضرور لازم آیا کہ اس شخص نے ایسے لوگوں کو قرض دیا جو اس سے ربا کا نفع حاصل کریں گے تو یہ ان کی معصیت پر اعانت ہوئی جو کہ مقدمہ ثالثہ کی رو سے معصیت ہے۔ پھر اس قول کے لینے سے اس وقت جو مفاسد اعتقادیہ وعملیہ شائع ہوتے

ہیں، مشاہد ہیں کہ عوام سب قیود سے قطع نظر کر کے ان صورتوں کے مرتکب ہونے لگے ہیں جو بالاجماع ناجائز ہیں اس لیے اس قول پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جیسا کہ مقدمہ رابعہ میں مذکور ہوا پھر یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کفار کی زبانوں پر عموماً مسلمان اور جہلاء کی زبانوں پر خصوصاً علماء سخت بدنام ہوئے ہیں کہ ان لوگوں نے سود کو حلال کر دیا اور تفصیل وتقیید کو کون ذکر کرتا ہے۔ اس تہمت سے بچنا بھی واجب ہے اور وہ موقوف ہے اس قول کے ترک پر جیسا کہ مقدمہ خامسہ میں مذکور ہوا۔ اب یہاں سے یہ دو شبہے بھی زائل ہو گئے کہ اگر ہم سب قیود کی رعایت کر لیں تو اجازت ہونا چاہیے یا یہ کہ اس قول سے امام صاحب کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جواب اول کا یہ ہے کہ قیود کی رعایت سے غایت مافی الباب یہ لازم آیا کہ ایک سبب نہی کا مرتفع ہو گیا مگر اس سے دوسرے اسباب نہی کا ارتفاع لازم نہیں آیا جن کا ذکر مقدمہ ثالثہ رابعہ خامسہ میں ہے اور نہی کے لیے ایک سبب کافی ہے۔ پس نہی باقی رہی جیسا کہ مقدمہ سادسہ میں مذکور ہوا اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب نے اس کو واجب نہیں فرمایا کہ اس کا ترک مخالفت سمجھا جائے جیسا کہ مقدمہ سابعہ میں مذکور ہوا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۹۔۱۵۵)

تنبیہ از حضرت حکیم الامت قدس سرہ: یہ رسالہ بینک وغیرہ سے سود لینے کے مسئلہ میں میری آخری تحقیق ہے اگر کوئی تحریر میری اسکے خلاف دیکھی جائے وہ سب اس سے منسوخ (یعنی مرجوع عنہ) ہے۔

بینک کے سود کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال: بینک میں جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) میعادی (۲) غیر میعادی

میعادی وہ رقم ہے جو اجل معلوم کے لیے بینک میں رکھی جاتی ہے اور بینک اس پر سود دیتا ہے لیکن مدت پوری ہونے سے پہلے نہیں مل سکتا۔

غیر میعادی وہ رقم ہے جو اجل مجہول کے لیے بینک میں رکھی جاتی ہے اور بینک اس پر سود نہیں دیتا، بینک جس طرح لوگوں کا روپیہ اپنے یہاں جمع کرتا ہے ایسے ہی اپنے یہاں سے قرض بھی دیتا ہے تو اکثر بلکہ تمام تاجر اپنی وقتی ضرورت کے لیے بینک سے روپیہ قرض لے لیتے ہیں لیکن بینک خود تو ایک ہی صورت میں سود دیتی ہے اور لیتی بہر صورت ہے اور دینے سے کوئی مستثنیٰ نہیں، تو اگر کوئی شخص اپنا روپیہ میعادی جمع کرائے اور سود بینک سے وصول نہ کرے اس کا حساب علیحدہ کھلوا دے اور جب اپنی ضرورت کے وقت بینک سے روپیہ قرض لے اور بوقت ادا بینک اس سے سود کا مطالبہ کرے تو یہ اسی حساب سے وصول کرنے کی اجازت دے دے تو اس طرح کا سودی لین دین جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس تدبیر میں اور متعارف طور پر لین دین میں کوئی فرق نہیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ غیر

میعادی جمع کیا جائے جس پر سود نہیں ملتا اور جب اپنے کو ضرورت ہو تو اپنی اصل رقم ہی سے لے تو سود دینا نہ پڑے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۵)

بینک کے سود سے انکم ٹیکس ادا کرنا

سوال: سود کی وہ رقم جو بینک میں حفاظت کے لیے جمع کروانے سے حاصل ہوتی ہے کیا اس کو حکومت کی طرف سے عائد کردہ انکم ٹیکس میں ادا کر دینا اور اس غیر شرعی رقم کے ذریعے غیر شرعی ٹیکس سے برأت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بینک سے جو سود ملتا ہے وہ حکومت کے خزانے سے نہیں ہوتا لہٰذا اس سے انکم ٹیکس ادا کرنا صحیح نہیں بلکہ مالک معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مساکین پر واجب التصدق ہے' البتہ دوسرے سرکاری محکموں سے جیسے بھی ممکن ہو ادا کردہ ٹیکس کی مقدار اس کے لیے حلال وطیب ہے اس لیے کہ انکم ٹیکس کا مروج دستور ظلم محض ہے اور مظلوم اپنا حق بذریعہ چوری اور غصب بھی لے سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱)

یتیم کا مال بینک میں رکھ کر سود لینا

سوال: ایک شخص کا انتقال ہو گیا جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' اس نے کچھ رقم وراثت میں چھوڑی ہے جو رشتہ داروں نے بینک میں جمع کرا دی ہے جس پر نفع ملتا ہے' کسی شخص نے ان سے کہا کہ یہ نفع نہیں بلکہ سود ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بینک والوں سے یہ طے پایا ہے کہ اگر بینک میں کوئی نقصان ہو جائے' مثلاً آگ لگ جائے تو ان یتیم بچوں کی رقم تلف سمجھی جائے گی اور اگر نقصان نہ ہو تو باقاعدہ نفع ملتا رہے گا' لہٰذا یہ نفع ہے اور حلال ہے کیونکہ اگر نقصان ہو جائے تو بھی ہم برداشت کرتے ہیں' اس معاملہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ سود ہے جو بہر حال حرام ہے اور اس پر لعنت وارد ہوئی ہے' دنیا و آخرت میں اس کا وبال وعذاب ان لوگوں پر ہے جنہوں نے یہ رقم بینک میں رکھوائی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۹)

بینک کے تین کھاتوں میں سے کسی ایک میں رقم جمع کرنا

سوال: حفاظت کی غرض سے بینک میں رقم جمع کرانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بینک میں رقم جمع کرانے کی تین صورتیں ہیں: (۱) سودی کھاتا (سیونگ اکاؤنٹ) (۲) غیر سودی کھاتا (کرنٹ اکاؤنٹ) (۳) لاکر سودی کھاتے میں رقم جمع کرانا حرام ہے' اس میں سود لینے کا گناہ ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شدید ترین وعیدیں ہیں:

قرآن کریم میں سودخوروں کے لیے اعلان جنگ ہے' علاوہ ازیں اس میں تعاون علی الاثم ہے' یہ رقم سودی کاروبار میں استعمال ہوگی' کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں اگرچہ سود لینے کا گناہ نہیں مگر تعاون علی الاثم کا گناہ اس میں بھی ہے' لاکر میں جمع کرانا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں اگرچہ سود لینے اور تعاون علی الاثم کا گناہ نہیں ہے مگر بینک کے حرام پیسے سے بنے ہوئے خانے کے استعمال کا گناہ ہے' شدید مجبوری کے وقت اس میں رقم جمع کرائی جاسکتی ہے کہ اس میں پہلی دو صورتوں کی نسبت گناہ کم ہے لیکن پھر بھی استغفار لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۴)

نیشنل بینک سیونگ سکیم کا شرعی حکم

سوال: گورنمنٹ کی ایک نیشنل ڈیفنس سیونگ سکیم چل رہی ہے' مجھے کسی نے بتایا ہے کہ اس میں رقم جمع کروانا اور پھر منافع لینا جائز ہے کیونکہ اس رقم سے ملک کے دفاع کے لیے اسلحہ خریدا جاتا ہے اور ملک کے کام آتا ہے' آج جو اسلحہ خریدیں گے اگر وہی اسلحہ چار پانچ سال بعد خریدیں گے تو دگنی تگنی قیمت حکومت کو ادا کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا گورنمنٹ اس سکیم کے تحت اسلحہ خریدتی ہے اور ملک کا دفاع ہوتا ہے' آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ کیا اس سکیم میں رقم لگانا اور منافع کے ساتھ لینا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: اگر حکومت اس رقم پر منافع دیتی ہے تو وہ "سود" ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۴۲)

ساٹھ ہزار روپے دے کر تین مہینے بعد اسّی ہزار روپے لینا

سوال: ایک شخص نے بازار میں کمیٹی ڈالی تھی' جب اس کی کمیٹی نکلی (جو ساٹھ ہزار روپے کی تھی) تو وہ اس نے ایک دوسرے دکاندار کو دے دی کہ مجھے تین مہینے بعد اسّی ہزار روپے دو گے تو کیا یہ بھی سود ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بھی خالص سود ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۴۲)

بینک سے سود نکالنے پر اشکال اور اس کا جواب

سوال: ضروری امر یہ ہے کہ سارے علماء و مفتیان کرام بینک سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں' چاہے مجبوری کی وجہ کچھ بھی ہو؟ اس پر ایک زبردست اشکال یہ ہے کہ یہ تو قرآن پاک کی نص صریح پر قیاس سے زیادتی لازم آتی ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ پیسے عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ ہوں گے' اس کو بنیاد بنا کر قرآن پاک کی نص صریح پر زیادتی کیسے جائز ہے؟ جبکہ قرآن پاک کی نص

صریح ربا کی حرمت پر دال ہے تو محض اس بنیاد پر کہ اسلام کو ان پیسوں سے نقصان پہنچے گا' اسلام کے صریح حکم میں تبدیلی کیسے جائز ہے؟ اس لیے کہ سود لے کر اگرچہ اس کو صدقہ کر دیا جائے مگر لینا گویا قرآن کے حکم کی صریح مخالفت ہے' اس کے جواز کی دلیل ہے؟ اسی طرح دار الحرب میں حربی سے سود لینے کا جواز بھی اس نص صریح پر زیادتی ہے جبکہ قاعدہ ہے کہ نص کے مقابلے میں اگرچہ حدیث صحیح ہو وہ رد ہو گی' لہٰذا ہمارے علماء زمانہ نے موجودہ حالات سے متاثر ہو کر قرآنی نص کے مقابلے میں بینک سے سود لینے کو فرمایا' اس کے اصولی دلائل کیا ہیں؟

جواب: سود لینا قطعاً حرام ہے' بینک سے بھی لینا حرام ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ سود کے نام پر جو رقم بینک سے ملے اس کو بینک میں نہ چھوڑے وہاں سے نکال کر مسلم غرباء کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے دیدے تو یہ سود لینا نہیں ہے بلکہ وہاں چھوڑ دینے پر چونکہ وہ لوگ سود کی رقم رکھنے والے ہی کے نام سے الگ کر کے ایسے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کو ضرر پہنچتا اور ظلم ہوتا ہے اور ضرر ظلم سے بچنے اور بچانا بھی منصوص حکم ہے۔ جیسا کہ لاضَرَرَ ولا ضِرارَ فی الاسلام اور آیت کریمہ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ سے بھی اشارہ ملتا ہے اور بھی متعدد آیات واحادیث ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے اس لیے اس ظلم وضرر سے بچانے کے لیے ان ہی آیات ونصوص کی مدد سے اس حیلہ کی جرأت ہے' یہ سود کے جواز کا فتویٰ یا قول ہرگز نہیں کہ اشکال وارد ہو۔ (نظام الفتاویٰ ج اص ۲۱۱)

بینک کا سود غیر مسلم کو دینا

سوال: بینک سے جو سود ملتا ہے وہ کس کو دیا جائے؟ ایک غیر مسلم ضرورت مند ہے اس کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: یہ رقم غریب' مسکین محتاج کو دی جا سکتی ہے اور وہ اپنے کام میں لے سکتا ہے' غریب مسلمان کو فائدہ پہنچنا چاہیے وہ بہ نسبت غیر مسلم کے زیادہ حق دار ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۴۱)

بینک کے سود سے غریب کے گھر کا بیت الخلاء بنوانا؟

سوال: سود کے روپے سے اگر عزیز واقارب کے گھر کا بیت الخلاء بنا دیں تو کیسا ہے؟ سودی رقم لینے کی وجہ سے جو ذمہ داری ہے اس سے وہ سبکدوش ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: ہاں بنوا سکتے ہیں اور اس صورت میں آدمی سودی رقم کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۷)

سود کو بینک میں رہنے دیں یا نکال کر غریبوں کو دے دیں؟

سوال: ہم تاجر والدین کے بیٹے ہیں، ہمارے والدین زیادہ تر پیسے بینک میں جمع کرتے ہیں اور انہیں جمع کردہ رقم میں سے سال کے بعد "سود" بھی ملتا تھا، ہم نے والدین سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ سود لینا حرام ہے، پھر کیوں لیتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم "سود" کی رقم کو غریبوں میں بغیر ثواب کی نیت کے تقسیم کر دیتے ہیں اور یہ رقم وہ حضرات اس لیے بینک سے اٹھاتے ہیں کہ اگر وہ رقم نہ اٹھائی جائے تو اس سے بینک والوں کا فائدہ ہوگا اور یوں کم از کم غریبوں کا فائدہ تو ہوگا؟ آپ سے سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح کرنا صحیح ہے یا افضل پر عمل کرتے ہوئے بالکل سود کی رقم کو ہاتھ ہی نہیں لگانا چاہیے اور پیسے کو بینک ہی میں رہنے دیا جائے؟

جواب: بینک سے سود کی رقم لے کر کسی ضرورت مند کو دے دی جائے مگر صدقہ، خیرات کی نیت نہ کی جائے بلکہ ایک نجس چیز کو اپنی ملک سے نکالنے کی نیت کی جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۴۰)

سرکاری بینک سے سود لینا

سوال: سرکاری بینک سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دار الحرب میں کفار سے سود لینا بھی جمہور علماء و آئمہ کے نزدیک حرام ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اسی حرمت کے قائل ہیں۔ البتہ حضرات طرفین سے دار الحرب میں اس کا جواز منقول ہے اور طحاویؒ نے مشکل الآثار میں سفیان ثوری اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے پھر اس میں بعض مشائخ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ سود لینا جائز ہے، دینا جائز نہیں، پھر امام صاحبؒ کے قول کا بھی بعض حضرات نے مطلب بیان کیا ہے جو جمہور کے خلاف نہیں رہتا۔ نیز ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں بھی اختلاف علماء کا ہے۔ نیز سود کے متعلق جس قدر وعیدیں آئی ہیں جو ہر اعتبار سے قطعی ہیں ان کو دیکھ کر بھی کوئی مسلمان اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ جس معاملہ میں سود کا احتمال بھی ہو اس کے پاس جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ سود کے معاملہ میں بہت قسم کے گناہ آدمی کو ہوتے ہیں جس میں ادنیٰ گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے، نیز حدیث میں ہے کہ سود سے آدمی جو ایک درہم حاصل کرے وہ چھتیس زنا سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ (اخرجهما فی باب الرّبا من المشکوۃ)

اس لیے حضرات صحابہؓ و تابعین اور آئمہ اسلام نے اس بارے میں ہمیشہ احتیاط کی جانب کو

اختیار کیا ہے' خود حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے شبہ کو بھی' نیز شعبی حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک چیز کے نو حصے حلال ہوں مگر دسویں حصہ میں سود کا شبہ ہو تو ہم ان نو حلال حصوں کو بھی سود کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں۔

لہٰذا کفار کے بینکوں سے سود لینے کے متعلق بھی علماء محققین کا فتویٰ بنظر احتیاط اسی پر ہے کہ جائز نہیں ہے اب رہا یہ امر کہ کوئی شخص روپیہ محض بغرض حفاظت بینک میں جمع کرے' سود لینے کا ارادہ نہیں تو یہ بھی گناہ ہے اس واسطے کہ اس میں سود خوروں کی اعانت ہے اور ان کی اعانت بالقصد حرام ہے۔ حدیث شریف میں اس شخص پر بھی لعنت آئی ہے جو سود خوروں کی اعانت معاملہ سود میں کرے اور اگر سود لے کر صدقہ کرنے کی نیت ہو تو بھی درست نہیں کیونکہ صدقہ کرنے کی نیت سے جس طرح چوری کرنا' ڈاکہ ڈالنا جائز نہیں' اسی طرح سود لینا بھی جائز نہیں' البتہ اگر کسی نے غلطی سے سود لے لیا یا روپیہ بینک میں جمع کر دیا اور اس کا سود بینک میں جمع ہو گیا تو اب اس کو بینک میں نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس سے عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے وہ جداگانہ گناہ ہے بلکہ لے کر اس کا صدقہ کرنا واجب ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس میں نیت صدقہ کے ثواب کی نہ ہو ورنہ الٹا گناہ ہوگا بلکہ محض یہ سمجھ کر صدقہ کرے کہ میں اس خبیث آمدنی سے بری ہو جاؤں۔ اس نیت سے اس کو صدقہ کا نہ سہی مگر ایک گناہ سے باز آنے کا ثواب بھی مل جائے گا۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۹)

گاڑی بینک خرید کر منافع پر بیچ دے تو جائز ہے؟

سوال: (الف) ۳۰ ہزار روپے قیمت کی گاڑی خریدنا چاہتا ہے' مبلغ ۳۰ ہزار اس کے پاس نہیں ہیں' گاڑی کی اصل قیمت کا بل بنوا کر (الف) بینک میں جاتا ہے' بینک ۳۰ ہزار کی گاڑی خرید کر پانچ ہزار روپے منافع پر یعنی ۳۵ ہزار روپے میں یہ گاڑی (الف) کو بیچ دیتا ہے۔ (الف) گاڑی کی قیمت ۳۵ ہزار روپے اقساط میں ادا کرتا ہے یعنی ۵ ہزار روپے (الف) نے ایڈوانس دے کر گاڑی اپنے قبضہ میں لے لی ہے' بقیہ ۳۰ ہزار روپے دس قسطوں میں ۳ ہزار روپے ماہانہ ادا کرے گا' کیا اس صورت میں ۵ ہزار روپے بینک کے لیے سود ہوگا یا نہیں؟ ایسا کاروبار کرنا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی تفصیل سے بتائیے؟

جواب: اس معاملے کی دو صورتیں ہیں:

اول: یہ ہے کہ بینک ۳۰ ہزار روپے میں گاڑی خرید کر اس کو ۳۵ ہزار روپے میں فروخت کر دے' یعنی کمپنی سے سودا بینک کرے اور گاڑی خریدنے کے بعد اس شخص کے پاس فروخت

کرنے یہ صورت تو جائز ہے۔

دوم یہ ہے کہ گاڑی تو (الف) نے خریدی اور اس گاڑی کا بل ادا کرنے کیلئے بینک سے قرض لیا' بینک نے ۳۰ ہزار روپے پر ۵ ہزار روپے سود لگا کر اسکو قرض دیدیا' یہ صورت ناجائز ہے۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے وہ دوسری صورت سے ملتی جلتی ہے اس لیے یہ جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل جلد ۶ ص ۳۳۹)

لاٹری کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: لاٹری میں اگر کسی مسلمان کا نام نکل جائے تو اس کو تعمیر پر یا مسجد و مدرسہ میں یا اپنی ذات پر صرف کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: انعامی لاٹری کا یہ سلسلہ خلاف شرع ہے' ہرگز اس میں حصہ نہ لیا جائے' اگر غلطی سے حصہ لے لیا ہے اور روپے مل گئے ہیں تو ان کو بلانیت ثواب غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ کردے جس میں نادار طلبہ بھی داخل ہیں' مسجد یا مدرسہ یا اپنے ذاتی کام میں صرف نہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۸)

پیسوں کی کمیٹی ڈالنے کی ایک صورت

سوال: ہمارے محلہ میں چند ممبران پیسہ جمع کرتے ہیں' مثلاً سو روپے ۲۰ ممبران کے دو ہزار روپے ہو گئے' اب اس رقم پر بولی بولی جاتی ہے' جو زیادہ دیتا ہے "مثلاً ایکس سو روپے" اسی کو دیدیتے ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت ناجائز ہے" سود کے حکم میں ہے" (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۹۱)

بازی میں حاصل شدہ جانور کا حکم

سوال: بازی میں حاصل شدہ جانور کا گوشت قصاب کے یہاں سے لے کر کھانا جب کہ جیتنے والے نے قصاب کو بیچ دیا ہو کیسا ہے؟

جواب: بازی لگانا جوا ہے اور جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے' نہ اس کا ذبح کرنا جائز نہ اس کا بیچنا جائز' نہ خریدنا' نہ کھانا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۶۲)

ربا اور قمار کی ایک صورت

سوال: ایک آدمی نے دس نمبر رکھے ہیں' ایک روپیہ لگاتے ہیں جس کا نام نکلتا ہے اس کو ۵۰ روپے ملتے ہیں جس کا نہیں اس کو ساقط کردیتے ہیں' اس مسئلہ میں یوں حیلہ کرتے ہیں کہ میں نے ہبہ کردیا تو کیا اس طرح ہبہ کرکے دینا جائز ہے؟

جواب: یہ معاملہ ربا بھی ہے اور قمار بھی اس لیے کہ اگر نہ نکلا تو وہ روپیہ ضبط ہو جائے گا جو دیا تھا اور ربا اس

لیے کہ ایک روپیہ کے عوض نمبر نکلنے پر ۵۰ ملتے ہیں اور قمار بھی حرام ہے اور ربا بھی اور نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی اس کا نام ہبہ رکھ دینے سے یہ حلال نہ ہوگا بلکہ حرام ہی رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۶۲)

جوئے کی ایک صورت

سوال: زید کہتا ہے کہ میری بات درست ہے' بکر کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے' دونوں میں سو سو روپے کی شرط ہوگئی اور ثالث کے پاس دو سو رکھ دیئے کہ جس کی بات صحیح ہوگی وہ دو سو روپے لے لے گا' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جوا ہے، جو کرنا جائز ہے' روپے مالک کو واپس پہنچانا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۷)

بیمہ کرانا سود اور قمار سے مرکب ہے

سوال: زندگی وغیرہ کے بیمہ کے سلسلے میں حضرات مفتیان کرام عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں' مگر آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے' آئے دن فساد ہوتے رہتے ہیں' مکانات ودکانات' کارخانوں اور فیکٹریوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور یہ تجربہ ہے کہ جن مکانات وغیرہ کا بیمہ ہوتا ہے ان کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا' ان حالات میں اگر مذکورہ بالا اشیاء کا بیمہ کرالیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیمہ کمپنی بذات خود مکان' دکان' کارخانہ وغیرہ کی حفاظت نہیں کرتی' اس لیے اس معاملہ کو "عقد اجارہ" میں داخل کر کے اشتراط ضمان علی الاجیر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا' یہ معاملہ سود اور قمار سے مرکب ہے' بایں وجہ اس میں سود اور قمار دونوں قسم کے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین ہوتے ہیں' جن کو حلال سمجھنا کفر ہے مگر سوال میں جن خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ بھی واقع ہیں اور بیمہ کرالینے کی صورت میں فسادیوں کی نظر بد سے دکان وغیرہ کی بہ ظن غالب حفاظت ہوجاتی ہے اس لیے قانون فقہ "اَلضَّرَرُ یُزَالُ" کے پیش نظر خطرے کی چیزوں کا بیمہ کرالینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ بیمہ کمپنی میں جو رقم جمع کرائی ہے اس سے زیادہ جو رقم ملے وہ غرباء میں بلانیت ثواب تقسیم کردی جائے' اپنے کام میں ہرگز نہ لائی جائے۔ ہاں اگر خدانخواستہ خود ہی محتاج ہوجائے تو علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کر کے بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لانے کی گنجائش ہے۔ فقہی قاعدہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات (ضرورت ناجائز اشیاء کو جائز کردیتی ہے) اور یہ نیت رکھی جائے کہ اقتصادی حالت درست ہوجانے پر یہ رقم غرباء کو دیدی جائے' سودی رقم کو انتہائی درجہ کی مجبوری اور اضطراری حالت کے بغیر اپنے استعمال میں

لانا ناجائز اور حرام ہے، دارالحرب میں بھی اپنے ہم وطنوں سے سودی معاملہ کرنا درست نہیں، دارالحرب میں اباحت مال کی وجہ اختلاف دار ہے، اور وہ صورت ہندوستان میں نہیں پائی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ بیمہ قطعاً ناجائز ہے مگر عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے جب تک خطرے کے حالات ہوں دکان وغیرہ کو فسادیوں کی ضرارت اور ظلم سے بچانے کے لیے مذکورہ بالا شرائط (زائد رقم غرباء کو دیدی جائے اور اگر بحالت اضطرار کچھ اپنے کام میں لینے پر مجبور ہو جائے تو خوشحال ہونے پر اسے خیرات کر دینے) کے ساتھ بیمہ کرا لینے کی گنجائش ہے، عام اجازت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۲)

بیمہ اور انشورنس کا شرعی حکم

سوال: بیمہ اور انشورنس اسلامی اصولوں کے لحاظ سے کیسا ہے؟ بعض دفعہ درآمدات کے لیے بیمہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ جہاز کے ڈوبنے اور آگ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے اور ایسی صورت میں وہ شخص بیمہ انشورنس کمپنی پر کلیم (دعویٰ) کر کے کل مالیت وصول کر سکتا ہے، ایسی صورت میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: بیمہ کی جو موجودہ صورتیں رائج ہیں، وہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہیں، بلکہ قمار اور جوا کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں، اس لیے اپنے اختیار سے بیمہ کرانا تو جائز نہیں اور اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ کرانا پڑے تو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں چونکہ بیمہ کا کاروبار درست نہیں اس لیے بیمہ کمپنی میں ملازمت بھی صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۱)

انشورنس کمپنی کی ملازمت کرنا

سوال: میں ایک انشورنس کمپنی میں کام کرتا ہوں اور یہاں آنے سے پہلے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ انشورنس میں کام کرنا درست نہیں ہے اور میں اس وقت صرف لائف انشورنس ہی کو غلط سمجھتا رہا، میں اس نوکری میں ۱۹۸۵ء سے لگا ہوں، ہماری انشورنس کمپنی براہ راست لائف پالیسی جاری نہیں کرتی بلکہ اس کا تعلق سٹیٹ لائف سے ہے یہ کمپنی لائف کے علاوہ اور تمام رسک لیتی ہے، اصل بات یہ ہے کہ میں اس کو چاہتا ہوں کہ آج ہی چھوڑ دوں لیکن پیچھے گھر کو بھی دیکھتا ہوں کہ میرے والد صاحب خود سرکاری آفیسر تھے، ریٹائر ہو چکے ہیں اور والد صاحب کی پنشن آتی ہے؟

جواب: آپ فوری طور پر تو ملازمت نہ چھوڑیں البتہ کسی جائز ذریعہ معاش کی تلاش میں رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اس سود کی لعنت سے نجات عطا فرمائیں۔ جب کوئی جائز ذریعہ معاش میسر آ جائے تو چھوڑ دیں، اس وقت تک اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے استغفار

کرتے رہیں اور اگر کوئی صورت ہو سکے کہ آپ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کے خرچ کے لیے دے دیا کریں اور تنخواہ کی رقم سے اس کا قرض ادا کر دیا کریں تو یہ صورت اختیار کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۱)

سوال: ضروری بات یہ ہے کہ کمپنی سے دو وقت چائے ملتی ہے وہ پینا کیسا ہے؟

جواب: نہ پیا کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۲)

کیا انشورنس کا کاروبار جائز ہے؟

سوال: ہمارے ہاں انشورنس کا کاروبار ہوتا ہے، کیا شرعی لحاظ سے یہ جائز ہے؟ میری نظر میں اس لیے درست ہے کہ اگر آپ ایک مکان کی انشورنس کرائیں، اگر مکان کو آگ لگ جائے تو رقم مل جاتی ہے، اگر آگ نہ لگے تو اداشدہ رقم ضائع ہو جاتی ہے، اس لیے اس میں چونکہ نفع ونقصان دونوں شامل ہیں اس لیے جائز معلوم ہوتی ہے۔ البتہ زندگی کی پالیسی سے اگر انسان کی موت یا حادثہ واقع نہ ہو جائے تو کسی وقت وہ رقم ڈبل ہو جاتی ہے، کیا آپ کے خیال میں یہ اسکیم عمدہ نہیں کہ انسان کو تحفظ مل سکتا ہے؟ اگر کوئی مرد یا عورت بے سہارا ہے اور آخری عمر کی وجہ سے انشورنس کرواتا ہے تو کیا یہ اچھا نہ ہوگا؟ بس ایک تحفظ سا مل جاتا ہے، بہرحال آپ کے فتویٰ کا انتظار رہے گا، اہمیت جناب کے فتویٰ کی ہوگی؟

جواب: انشورنس کی جو صورتیں آپ نے لکھی ہیں وہ صحیح نہیں، یہ معاملہ قمار اور سود دونوں سے مرکب ہے، رہا آپ کا یہ ارشاد کہ "اس سے انسانوں کو تحفظ مل جاتا ہے" اس کا جواب قرآن کریم میں دیا جا چکا ہے:

قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہوں کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے بڑھی ہوئی ہیں۔" (ترجمہ حضرت تھانوی) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۲)

میڈیکل انشورنس کی ایک جائز صورت

سوال: میڈیکل انشورنس یہاں پر کچھ اس طرح سے شروع ہوئی کہ کسی آفس کے چند لوگ باری باری بیمار ہوئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی مالی حالت ابتر ہو گئی، اس کے بعد ایک شخص اتنا بیمار ہوا کہ اس کے پاس علاج کے پیسے بھی نہ تھے، اس پر اس کے قریبی دوست واحباب نے کچھ رقم جمع کی جس کی وجہ سے اس کا علاج ہو سکا۔ اس طرح سے اس کے دوست واحباب نے جو کہ ساتھ ملازم تھے، باقاعدہ ایک فنڈ قائم کیا کہ ہر شخص ہر تنخواہ پر چند روپے فنڈ میں جمع کروائے

اور پھر بوقت ضرورت ہر ممبر کے علاج کے موقع پر اسے مالی امداد مہیا کرے' اس سے ممبر لوگوں کو بیماری کے وقت علاج کے لیے فنڈ سے پیسے مل جاتے تھے' اسی طرح رفتہ رفتہ باہر کے لوگ بھی اس فنڈ میں پیسے جمع کروانے لگے اور بہت سے لوگ اس سے فائدہ اٹھانے لگے اور آج پورے امریکہ میں یہ رواج یا انشورنس عام ہے اور بڑے بڑے لوگ بغیر تنخواہ کے اس کاروبار کو چلا رہے ہیں' یہ ہے میڈیکل انشورنس' تجارتی طور پر کوئی اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتا' اگر فنڈ میں سے زیادہ بیمار ممبروں پر صرف ہوتا ہے تو تمام ممبروں کے لیے فیس بڑھا دیتے ہیں اور اگر کم ہوتا ہے تو فیس کم کر دیتے ہیں' اگر یہ صورت ناجائز ہے تو اس کا بدل کیا ہو سکتا ہے؟

جواب: میڈیکل انشورنس کی جو تفصیل سوال میں بیان کی گئی ہے چونکہ اس کے کسی مرحلے میں سود یا قمار نہیں اور بھی کوئی چیز خلاف شریعت نہیں اس لیے امداد باہمی کی یہ صورت بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے۔ علمائے کرام کی طرف سے انشورنس اور امداد باہمی کی جو جائز صورتیں مختلف مواقع پر تجویز کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے مگر افسوس کہ مسلمان ملکوں میں اس طرف توجہ نہ دی گئی۔ کاش! ان کو بھی توفیق ہو کہ وہ انشورنس کی رائج الوقت حرام صورتوں کو چھوڑ کر جائز صورتیں اختیار کر لیں' واللہ اعلم! (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۳)

بیمہ کمپنی میں بطور ایجنٹ کمیشن لینا

سوال: ایک بیمہ کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ کوئی بھی شخص اگر اس کے ایجنٹ کے طور پر کام کرے گا تو اسے مناسب کمیشن دیا جائے گا' آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ کمیشن لینا جائز ہوگا؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ آج کل تین قسطوں پر مشتمل ایک بیمہ پالیسی چل رہی ہے جس میں پالیسی ہولڈر بیمہ کی مدت کے اختتام پر اپنی ادا شدہ رقم کی دگنی رقم وصول کر سکتا ہے' آپ وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ رقم جائز ہوگی؟

جواب: بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام سود پر چلتا ہے اور سود میں سے کمیشن لینا کیسا ہوگا؟ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اسی طرح دگنی رقم میں بھی برابر کا سود شامل ہے۔

دس ہزار روپے والی بیمہ سکیم کا شرعی حکم

سوال: حکومت نے حال ہی میں ۱۰ ہزار روپے کی جس بیمہ سکیم کا اعلان کیا ہے اس کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ اس سکیم کے تحت مرحوم نے

سٹیٹ لائف سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں کیا ہوتا ہے اور اسی لیے وہ قسطیں بھی نہیں ادا کرتا' یعنی اس نے اپنی زندگی کا سودا پہلے سے نہیں کیا ہوتا' مرحوم کے لواحقین اگر یہ رقم لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں' اگر نہ لینا چاہیں تو ان کی مرضی؟

جواب: یہ تو حکومت کی طرف سے امدادی سکیم ہے اس کے جائز ہونے میں کیا شبہ ہے؟ (ایضاً)

اگر بیمہ گورنمنٹ کی مجبوری سے کروائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر بیمہ حکومت کی طرف سے لازمی قرار دیا جائے تو کیا ردعمل اختیار کیا جائے؟

جواب: بیمہ' سود و قمار کی ایک شکل ہے' اختیاری حالت میں کرانا ناجائز ہے' لازمی ہونے کی صورت میں قانونی طور سے جس قدر کم سے کم مقدار بیمہ کرانے کی گنجائش ہو اسی پر اکتفا کیا جائے۔ (ایضاً)

بیمہ کیوں حرام ہے؟ جبکہ متوفی کی اولاد کی پرورش کا ذریعہ ہے

سوال: بیمہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک غریب آدمی یا کوئی اور اپنا بیمہ کرواتا ہے تو اگر اس کی موت واقع ہو جائے اور اس کی اولاد کی پرورش کے لیے کوئی نہ ہو تو اسے بیمہ کی رقم مل جائے جس سے وہ اپنے گھرانے کی پرورش کر سکے؟

جواب: بیمہ کا موجودہ نظام سود پر مبنی ہے اس لیے یہ جائز نہیں اور اس کے پسماندگان کو جو رقم ملے گی وہ بھی حلال نہیں۔ (ایضاً)

زندگی کا بیمہ کرانا

سوال: ایک شخص نے اپنی خوش دامن کا بیمہ موت فنڈ میں کرا رکھا تھا' بعد میں معلوم ہوا کہ درست نہیں' اس کی بابت کیا حکم ہے؟

جواب: واقعی سود و قمار کو جامع ہونے کے سبب حرام ہے مگر جتنا روپیہ داخل ہو چکا اس کو وصول کرنا جس حیلہ اور عنوان سے ہو جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۷)

سود کی رقم بیمہ میں ادا کرنا

سوال: چند چیزوں کا بیمہ موجودہ نظام کے تحت بہت ضروری ہے' مثلاً صحت کا بیمہ' کار کا بیمہ' قیمتی اشیاء کو بذریعہ ڈاک بھیجنے کا بیمہ' سوال یہ ہے کہ بینک سے ملنے والا سود بیمہ میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶)

جہاز کے بیمہ کرنے کی صورتیں اور ان کا جواز و عدم جواز

سوال: جو مال بیمہ کرا کر جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے یعنی جب جہاز روانگی کے واسطے تیار ہوتا ہے تو ایک شخص اس مال کی ذمہ داری لیتا ہے کہ اگر یہ مال فلاں مقام پر خیریت سے نہیں پہنچا اور راہ میں کچھ یا کل کا نقصان ہوگیا تو میں اس نقصان کو پورا کروں گا اور مالک مال سے بیمہ کرنے والا ۸ ہزار کے حساب سے پیشگی روپیہ لے کر جہاز راں کو لنگر اٹھانے کا حکم دیتا ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر یہ بیمہ مالک جہاز کرے اس صورت سے کہ معمولی کرایہ سے دو چند یا سہ چند کرایہ لے کر مال بھرے اور نقصان کا ذمہ دار رہے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو بیمہ جو پارسل ڈاک خانے میں کرایا جاتا ہے اس میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ نقصان اور ضائع ہونے کے احتمالات ہر جگہ موجود ہیں؟

(۳) جو مال بیمہ کرا کے جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے اس مال میں تو کوئی نقص و خرابی نہیں آتی؟

جواب: (۲۱) اول چند مسئلے معلوم کر لیے جائیں پھر جواب سوال کا سمجھنا سہل ہوگا۔

(۱) کفالت خاص ہے حق کے مضمون کے ساتھ۔

(۲) جس امانت پر حفاظت پر اجرت لی جائے تلف سے اس کا ضمان لازم ہوتا ہے۔

(۳) اجیر مشترک کے ہاتھ میں ہلاک ہونے کی چند صورتیں ہیں جن میں اصل مذہب کے اعتبار سے تفصیل ہے' لیکن اشباہ میں ضمان لگا دینے سے ضمان کا فتویٰ دیا ہے اب سوال کا جواب لکھا جاتا ہے:

وہ یہ کہ جہاز والا اجیر مشترک ہے' اصل مذہب کے اعتبار سے دو صورتوں میں وہ ضامن ہے' ایک وہ جہاں ہلاک بفعل اجیر ہو' خواہ بہ تعدی یا بلا تعدی' اور ایک صورت میں ضمان نہیں یعنی جہاں ہلاک بدون فعل اجیر ہو اور اس سے احتراز بھی نہ ہو سکے جیسے غرق وغیرہ اور ایک صورت میں اختلاف ہے جہاں ہلاک بدون فعل اجیر ہو اور احتراز ہو سکے۔ پس اگر جہاز والے نے یہ شرط نہیں ٹھہرائی کہ ہم تمہارے اسباب تلف شدہ کے ذمہ دار و ضامن ہیں' تب تو بعض صورتوں میں وہ ضامن ہے' بعض میں نہیں اور بعض میں اختلاف ہے. جس میں گنجائش ضمان کے قول پر عمل کرنے کی ہے اور اگر جہاز والے نے ذمہ داری کر لی ہے تو بقول اشباہ وہ بہر صورت ضامن ہے۔ اس تفصیل سے تو تعیین ہوگئی اور صورتوں کی جن میں اس کے ذمہ ضمان نہیں ہے اور اس کا ماخذ مسئلہ نمبر ۳ ہے۔ پس اگر بیمہ والے نے ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایسی صورت میں بیمہ (جس کی حقیقت ضمانت ہے) کیا ہے. جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان ہے تب تو یہ بیمہ جائز ہے اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا ہے. جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہے تو بیمہ جائز نہیں ہے۔ جیسا

مسئلہ نمبر ۲ میں مذکور ہوا ہے کہ صحت کفالت کے لیے اس کا مضمون ہونا شرط ہے' یہ جو کچھ لکھا گیا جب کہ دوسری کمپنی بیمہ کرے اور اگر جہاز والے خود بیمہ کریں تو اس کی حقیقت یہ ہوگی کہ اجیر مشترک پر ضمان کی شرط ہوئی' یہ بقول اشباہ ہر حال میں جائز ہوگا اور ڈاک خانے کا بیمہ اسی میں داخل ہے کہ خود عامل شرط ضمان قبول کرتا ہے اور اگر ایسی صورت کی جائے کہ مال پہنچانے کا معاوضہ تو جہاز والوں کو دیا جائے اور انتظام حفاظت مال کا معاوضہ بیمہ کمپنی کو دیا جائے کہ وہ اپنا آدمی خاص حفاظت ونگرانی کے لیے جہاز میں رکھیں تو اس صورت میں کمپنی کا بیمہ کرنا ہر حال میں جائز ہے' خواہ جہاز والوں پر شرعاً ضمان ہو یا نہ ہو جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ کہ خود جہاز والے کا بیمہ اور کمپنی جب اپنا آدمی حفاظت کے لیے جہاز میں رکھے' اس وقت کمپنی کا بیمہ یہ دو صورتیں تو جائز ہیں اور اگر جہاز والے بیمہ نہ کریں اور نہ کمپنی اپنا آدمی جہاز میں رکھے تو جن صورتوں میں جہاز والوں پر شرعاً ضمان ہے' ان میں بیمہ کمپنی کا جائز ہے اور جن صورتوں میں کمپنی والوں پر ضمان نہیں ہے ان میں بیمہ کمپنی کا جائز ہیں' اور ان صورتوں کی تفصیل اوپر لکھی جا چکی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۰)

بیع میں کٹوتی کی شرط لگانا

سوال: حضور یہاں ایک اصول ہے وہ یہ کہ مثلاً سو روپے کا مال فروخت کیا' پندرہ یوم کی میعاد پر' اب اگر لینے والا پندرہ ہی یوم میں دے گا تو اس کو دو روپے کٹوتی کے دیں گے اور اگر اس نے ایک ماہ میں دیئے تو اس کو بجائے دو روپے کے ایک روپیہ دیں گے اور اگر ایک ماہ میں بھی نہ دیئے تو اس کو نہیں دیتے؟

جواب: عرف کے سبب یہ شرط ہے اور فاسد ہے اور شرط فاسد سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور بیع فاسد میں بتصریح فقہاء ربا یعنی معاملہ میں داخل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۹۲)

اخبار کے لائف ممبر بننا

سوال: آج کل اخباروں میں زندگی کے اراکین بنانے کا دستور ہے' آج ہی ایک سو روپیہ دینے والا مر جائے اور وہ اخبار ۲۵ سال تک جاری رہے یا پیسے دینے والا حیات رہے اور اخبار ختم ہو جائے ایسی صورت میں لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ قمار کی شکل ہے جو کہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۱)

گھوڑ دوڑ کے شرعی احکام اور اس میں قمار کی حرمت

سوال: دمشق کے ایک فتویٰ کی نقل ارسال خدمت کر رہا ہوں، اس فتویٰ کے مطابق اسلام میں بعض حالات میں گھوڑ دوڑ میں بازی لگانا جائز، میں مشکور ہوں گا کہ اگر (گورنر جنرل پاکستان جناب ناظم الدین صاحب کی) معلومات کے لیے اپنی رائے سے بھی مطلع فرمادیں؟

جواب: گھوڑ دوڑ کے متعلق دمشق کا فتویٰ دیکھا، فتویٰ صحیح ہے، جو مذہب مالکیہ کے اصول پر لکھا گیا ہے، حنفیہ کا مذہب بھی اس میں تقریباً یہی ہے، کچھ جزوی فرق ہے، لیکن اس مسئلہ میں بہت اہم اور قابل نظر چیز یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ کا جو مفہوم اور اس کی جو صورت حدیث اور فقہاء کے کلام میں وارد ہے اور جس کی مختلف صورتوں کے احکام کتب حدیث وفقہ میں منقول ہیں اور جن کے ماتحت فتویٰ لکھا گیا ہے وہ آج کی گھوڑ دوڑ کی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ موجودہ ریس کی صورتیں اور اس کے قواعد وضوابط پیش کر کے اس پر علماء سے فتویٰ لیا جاتا تا کہ موجودہ قسم کی گھوڑ دوڑ کے صحیح احکام معلوم ہو سکتے، مطلقاً گھوڑ دوڑ کے جواز وعدم جواز کا حکم معلوم کر کے موجودہ قسم کی گھوڑ دوڑ پر اس کو منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے احقر نے قدیم قسم کی گھوڑ دوڑ اور اس کی جائز وناجائز قسموں کو لکھنے کے ساتھ موجودہ قسم کی گھوڑ دوڑ کے متعلق جہاں تک مجھے اس کے متعلق علم ہے اس کے اور بعض دوسری قسم کی بازیوں کے احکام لکھ دیے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر قسم کی شرائط اور اس کے احکام کو جدا جدا سمجھا جائے، فرق کو نظر انداز کر کے ایک قسم کو دوسری قسم سے نہ ملایا جائے۔

گھوڑ دوڑ کے شرعی احکام

بہت سے کام ایسے ہیں کہ ان کی صورت کھیل تماشے کی ہے مگر ان کے ذریعے قوت جہاد اور صحت جسمانی وغیرہ کے اہم فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں، ایسے کھیلوں کو شریعت نے خاص شرائط کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ ایک درجے میں مستحسن سمجھا ہے اور ان میں بازی لگانے اور مسابقت کرنے کی بھی اجازت دے رکھی ہے (بشرطیکہ اس میں قمار کی صورت نہ ہو) جس طرح ایسے کھیلوں سے سختی سے منع کیا ہے جن میں قمار بازی ہو یا جن میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو یا جن میں انفرادی یا اجتماعی مضرتیں ہیں، ان کھیلوں کے جائز وناجائز اقسام کی تفصیل اس تحریر کے آخر میں آئے گی۔

حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کرائی (احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۸ ص ۱) اور ارشاد فرمایا "لاسبق الا فی خف او حافر او نعل"

(جامع صغیر بروایت مسند احمد عن ابی ہریرہؓ) حدیث میں سبق وارد ہوا ہے جس کے معنی اس معاوضہ کے ہیں جو کسی بازی میں آگے بڑھنے والے کو دیا جاتا ہے۔ تو حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ کسی مسابقت یعنی بازی پر معاوضہ یا انعام مقرر کرنا جائز نہیں' بجز اونٹوں کی دوڑ یا گھوڑ دوڑ یا تیر اندازی یعنی نشانہ بازی کے' معلوم ہوا کہ خاص صورتوں میں بازی مسابقت اور اس پر معاوضہ یا انعام مقرر کرنا صرف مذکورہ تین چیزوں میں جائز ہے' بعض حضرات فقہاء نے پیادہ دوڑ میں بازی لگانے کو بھی مذکورہ تین قسموں کے ساتھ شامل کر کے چار قسمیں کر دی ہیں کیونکہ پیادہ دوڑ بھی قوت جہاد کے سبب میں سے ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک حدیث اس کی مؤید ہے۔ (شامی ص ۳۵۵ ج ۵ کتاب الکراہتہ)

گھوڑ دوڑ وغیرہ بازی اور اس پر معاوضہ یا انعام کی چند صورتیں ہیں' حسب تشریح قرآن و حدیث بعض جائز ہیں' بعض ناجائز' گھوڑ دوڑ کی جائز صورتیں:

درج ذیل تمام صورتوں میں جواز کے لیے دو شرطیں ہیں: اول یہ کہ اس کام کا مقصد محض کھیل تماشا نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا ورزش جسمانی ہو' دوسرے یہ کہ جو انعام مقرر کیا جائے وہ معلوم و متعین ہو' مجہول یا غیر معین نہ ہو۔

۱۔ فریقین جو اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں آپس میں کسی کو کسی سے لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت وقت یا کسی جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے والے کے لیے مقرر ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آگے بڑھنے والے کے لیے معاوضہ یا انعام فریقین ہی میں سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو' دو طرفہ شرط نہ ہو' مثلاً زید و عمر گھوڑوں کی دوڑ لگا رہے ہیں' زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا' دوسری طرف کی شرط نہ ہو کہ میں آگے بڑھ گیا تو عمر یہ روپیہ مجھے دے گا۔

۳۔ فریقین میں دو طرفہ شرط بھی حنفیہ کے نزدیک ایک خاص صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھوڑے سوار کو مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کر لیں' پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

الف: شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپیہ اس کو دے اور عمر بڑھے تو زید اتنی رقم اس کو ادا کرے اور اگر خالد بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔

ب: شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید و عمر دونوں اس کو ایک ایک ہزار روپیہ دیں اور دونوں (زید و عمر) یا ان میں سے ایک آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں لیکن زید و عمر میں جو باہم آگے بڑھے تو دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم ہے' ان دونوں آدمیوں میں جو

تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے اس کو حدیث کی اصطلاح میں محلل کہا گیا ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ امر مشترک ہے کہ تیسرا آدمی کا معاملہ نفع وضرر میں دائر نہیں بلکہ ایک صورت میں اس کا نفع متعین ہے دوسرے میں اس کا کچھ نقصان نہیں۔

اس تیسری صورت کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ یہ تیسرا گھوڑا زید وعمر کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے آگے بڑھ جانے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں ایسا نہ ہو کہ اس کو کمزور یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی و چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھنا یقینی ہو۔

گھوڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

۱۔ گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشا یا روپیہ کے طمع کے لیے ہو استعداد وقوت جہاد کی نیت نہ ہو۔

۲۔ معاوضہ یہ انعام کی شرط فریقین میں دو طرفہ ہو اور کسی تیسرے کو اپنے ساتھ فیصل مذکور بالا نہ ملایا جائے تو یہ قمار اور حرام ہے۔

۳۔ اس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی کی طرف سے ہوتی ہے گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار اس کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا اپنا داؤ لگاتے ہیں جس کی فیس ان کو داخل کرنا ہوتی ہے جس نمبر کا گھوڑا آگے نکل جائے اس نمبر پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے یہ صورت مطلقاً قمار اور حرام ہے اول تو اس ریس کو قوت جہاد پیدا کرنے سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق سے ان کو کچھ کام ہے ثانیاً جو صورت معاوضہ رکھی گئی ہے کہ ایک مشق میں داؤ لگانے والے کو انعامی رقم ملتی ہے اور دوسری مشق میں اس کو اپنی دی ہوئی فیس سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے یہ عین قمار ہے جو بنص قرآن حرام ہے۔ یہ مروجہ ریس کی صورت معلوم تھی اس کا حکم لکھا گیا ہے۔

(امداد المفتیین ص ۸۵۵-۵۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفریحی اُمور

قوالی کی مضرتیں

سوال..... فتویٰ ب ۹۴۲ موصول ہوا' اس میں تحریر ہے کہ جس چیز کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا ہے اس کی حرمت لعینہ ہے اور شدید ہے بعض دفعہ ایک حرام کا ارتکاب متعدی ہوتا ہے اس کے بعد تحریر ہے کہ جس جگہ جس قسم کی حرمت ہوگی اس پر اسی حیثیت سے نکیر کی جائے گی۔ لہذا قوالی مع معازف مزامیر اور گانے کی حرمت قرآن کریم میں **و من الناس من یشتری لھو الحدیث الخ** اور **واستفزز من استطعت منھم بصوتک الخ** سے لعینہ ثابت ہوئی لہذا یہ حرمت اشد ہوئی اور اس حرام کا ارتکاب متعدی بھی ہے اس لئے باعث شدت ہوا۔ چونکہ اس کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے بایں وجہ اس پر شدید نکیر ہونی چاہئے اس میں تعدیہ ہے خنزیر' شراب' زنا وغیرہ میں تعدیہ نہیں اس لئے قوالی بہ مقابلہ خنزیر' شراب اور زنا کے زیادہ سخت ہوئی اور اس کا گناہ بھی زیادہ ہوا۔ اس کا مرتکب بہ نسبت ان کے زیادہ لعن کا مستحق ہوا۔

جواب..... قوالی کی مضرتیں تو قال کے اعتبار سے آپ نے تحریر فرمادیں' مگر ان کے مقابلے میں خنزیر' شراب اور زنا کی خرابی کو غیر متعدی قرار دیکر بہت ہلکا کر دیا حالانکہ حرام غذا سے جو خون پیدا ہو کر دل و دماغ اور جوارح میں پہنچتا ہے پھر اس سے جیسے نظریات اور اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کی طرف نظر نہیں گئی۔ نیز شراب پی کر عقل کھو کر جو خرابیاں رونما ہوتی ہیں ان کی جانب دھیان نہیں گیا اور زنا کی حالت میں ایمان کا جدا ہونا بھی حدیث شریف میں موجود ہے اور اس سے اگر استقرار حمل ہو جائے تو یہ زنا کا اثر کس قدر متعدی ہے۔ کیسے کیسے بے حیائی کے اخلاق کا مبدا ہے۔ ان سب پر بھی غور کیجئے تو اندازہ ہوگا پھر توازن قائم کرنے میں سہولت ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۴۵۳)

تاش کا کھیل

سوال: ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ میں دل بہلانے کے لیے تاش کھیلتا ہوں' جس میں کسی بھی قسم

کی کوئی شرط نہیں رکھی جاتی، جیسا کہ دوسرے کھیل ہیں، فٹ بال، کرکٹ وغیرہ تو کیا اس کے لیے تاش کھیلنا اس صورت کے ساتھ جائز ہے؟ جواب: کرکٹ اور ہاکی میں ایک غرض صحیح کے پیش نظر اجازت ہے۔ ''یہ سب ممنوع محض نہیں'' بخلاف تاش کے کہ اس میں یہ غرض صحیح موجود نہیں۔ نیز یہ دوسروں کے لیے ذریعہ قمار بن سکتا ہے۔ ''یعنی تاش کا کھیل ممنوع لغیرہ ہے اور کرکٹ بھی ناپسندیدہ ہے'' (م ع) (فتاوی محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۵۶)

کرکٹ کھیلنا شرعاً کیسا ہے؟

سوال: ہم نوجوانوں میں کرکٹ ایک وبا کی صورت میں پھیل گئی ہے خاص کر کراچی میں جہاں ہر کوئی اپنا وقت کرکٹ میں ضائع کرتا ہے آج کل تو کرکٹ، ٹینس بال سے بھی خوب کھیلی جاتی ہے، ہر گلی میں لڑکے کھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس کے بعد میچ ہوتے ہیں اور ٹورنامنٹس بھی کرائے جاتے ہیں، یہ ٹورنامنٹس کچھ اس طرح ہوتے ہیں کہ کوئی بھی ایک ٹیم جو ٹورنامنٹ کراتی ہے مختلف ٹیموں سے جو ٹورنامنٹ میں حصہ لیتی ہیں بطور انٹری فیس کچھ رقم جو مقرر کر دی جاتی ہے وہ لیتی ہے اور پھر اس طرح کافی ٹیموں سے جو رقم جمع ہوتی ہے اس کی ٹرافی اس ٹورنامنٹ کی فاتح ٹیم کو دی جاتی ہے اس طرح تمام رقم کی ٹرافی مخصوص کھلاڑیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور باقی لڑکے یا ٹیم جو اس میں پیسہ لگاتے ہیں اسے کچھ نہیں ملتا، کھیل کے اس طریقے کو کیا کہا جائے گا؟ آیا یہ جوا ہے؟ ناجائز ہے یا جائز ہے؟

جواب: کھیل کے جواز کے لیے تین شرطیں ہیں، ایک یہ کہ کھیل سے مقصود محض ورزش یا تفریح ہو خود اس کو مستقل مقصد نہ بنا لیا جائے۔ دوم یہ کہ کھیل بذات خود جائز بھی ہو اس کھیل میں کوئی ناجائز بات نہ پائی جائے۔ سوم یہ کہ اس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا نہ ہو۔ اس معیار کو سامنے رکھا جائے تو اکثر و بیشتر کھیل ناجائز اور غلط نظر آئیں گے۔ ہمارے کھیل کے شوقین نوجوانوں کے لیے کھیل ایک ایسا محبوب مشغلہ بن گیا ہے کہ اس کے مقابلے میں نہ انہیں دینی فرائض کا خیال ہے نہ تعلیم کی طرف دھیان ہے نہ گھر کے کام کاج اور ضروری کاموں کا احساس ہے اور تعجب یہ ہے کہ گلیوں اور سڑکوں کو کھیل کا میدان بنا لیا گیا ہے۔ اس کا بھی احساس نہیں کہ اس سے چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور کھیل کا ایسا ذوق پیدا کر دیا گیا ہے کہ ہمارے نوجوان گویا صرف کھیلنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اس کے سوا زندگی کا گویا کوئی مقصد ہی نہیں ایسے کھیل کو کون جائز کہہ سکتا ہے؟ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۲۰)

شطرنج کھیلنا

سوال: شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ (شطرنج ایک امیرانہ کھیل کا نام ہے جو ۶۴ مہروں سے کھیلا

جاتا ہے" (م ع) جواب: امام شافعی کے دو قول ہیں: (۱) جائز ہے (۲) مکروہ تنزیہی ہے۔ امام مالک کے یہاں بھی جائز ہے۔ حنفیہ کے یہاں قدرے تفصیل ہے۔ اگر شطرنج قمار کے ساتھ ہے تو بالاتفاق حرام ہے اور کھیلنے والا فاسق ساقط العدالت اور مردود الشہادت ہے اور اگر بغیر قمار کے ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء مکروہ تحریمی فرماتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شطرنج کھیلنے سے جنگ کے اندر فریب دہی میں مدد ملتی ہے اس لیے جائز ہے مگر تین شرطوں کے ساتھ (۱) بغیر قمار کے ہو (۲) کھیل کی وجہ سے نماز وغیرہ میں تاخیر نہ ہو (۳) جملہ فواحش سے مبرا ہو۔ اگر ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو جائز نہیں ان دونوں میں سے قول اول مختار ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۸۶) "یعنی مکروہ تحریمی ہے" (م ع)

شطرنج کھیلتے ہوئے ہاتھ خون خنزیر میں ڈوبنا

سوال: میں نے اپنے دوست شطرنج کے کھلاڑی سے کہا کہ جس وقت تم کھیلتے ہو تو تمہارے ہاتھ خون خنزیر میں ڈوب جاتے ہیں' اس لفظ پر وہ مجھ سے نالاں ہو کر مجھ سے دشمنی کر لی اور کہا کہ وہ مسئلہ کون ہے جس سے تم نے یہ الفاظ نکالے' یا تو علماء دین اس مسئلہ کو تحریر کریں ورنہ تم پر دعویٰ کروں گا؟

جواب: شطرنج کے مشابہ ایک کھیل ہے جسے نرد کہتے ہیں' اس کے بارے میں حدیث میں یہ آیا ہے کہ جس نے نرد کے ساتھ کھیل کیا تو اس نے خنزیر کے گوشت و خون میں اپنے ہاتھ رنگ لیے' اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ تمام ازلام اور شطرنج اور نرد کھیلنے والوں پر گزرو تو انہیں سلام نہ کرو اور اگر وہ سلام کریں تو جواب نہ دو اور حنفیہ کے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام ہے۔ "مکروہ تحریمی کو حرام سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں" (م ع) (کفایت المفتی ج ۹ ص ۱۷۸)

گڑیوں سے کھیلنا

سوال: ایک شخص گڑیاں بناتا ہے اور اپنی شاگرد لڑکیوں کو دیتا ہے اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو حضرت عائشہؓ کے فعل سے استدلال کرتا ہے تو کیا گڑیوں کا بنانا اور لڑکیوں کا ان سے کھیلنا جائز ہے؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیاں کیسی تھیں' کپڑے کی یا لوہے' تانبے' پیتل وغیرہ کی اور پھر ان میں ہاتھ پاؤں وغیرہ' آنکھ' ناک' کان موجود تھے یا نہیں؟ جب تک مستدل ان چیزوں کی تحقیق نہ کرلے' اس وقت تک زمانہ مروجہ کی گڑیاں بنانے اور فروخت کرنے پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا' جاندار کی تصویر بنانے اور رکھنے سے خواہ کپڑے کی ہو خواہ کسی اور شئی کی حدیث میں منع وارد ہے۔ "شرکت فی الاسم جواز کے لیے کافی نہیں" (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۰۰)

والی بال کھیلنا

سوال: دس بارہ شخص جو قوم کے سردار کہلاتے ہیں ہر روز جنگل میں والی بال کھیلتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

جواب: مکروہ ہے۔ ''چونکہ اغیار سے مشابہت ہے اور مقتدیٰ کے لیے یہ روا نہیں'' (م ع)

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۰۵)

ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور یوگا سیکھنا

سوال: آج کل مختلف سائنسی علوم مثلاً ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، یوگا وغیرہ سکھائے جاتے ہیں ان کے اکثر کام جادو سے ہونے والے کام کے مشابہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ جادو نہیں ہیں، کیا ان علوم کا سیکھنا مسلمان کے لیے جائز ہے؟

جواب: ان علوم میں مشغول ہونا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۲۵)

کشتی کرنا، فٹ بال اور کبڈی کھیلنا

سوال: فٹ بال کھیلنا، کبڈی کھیلنا، دنگل میں کشتی لڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ورزش، مشق، جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کے لیے ہے تو درست ہے مگر ستر پوشی اور حدود شرعیہ کی رعایت لازم ہے، انہماک کی وجہ سے احکام شرعیہ نماز و جماعت وغیرہ میں خلل نہ آئے۔ ''ورنہ ممنوع ہوگا'' (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۷۵)

خواتین کیلئے ہاکی کھیلنے کے جواز پر فتویٰ کی حیثیت

سوال: پچھلے ہفتے کے ''اخبار جہاں'' میں ''کتاب و سنت کی روشنی'' میں ایک فتویٰ نظر سے گزرا جس کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ دور میں زنانہ ہاکی ٹیمیں نئے تقاضوں کے مطابق ہیں، میں آپ سے اسی فتویٰ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ بھی حافظ صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟ اگر آپ بھی عورتوں کی ہاکی ٹیموں کو جائز سمجھتے ہیں تو براہِ مہربانی حدیث اور فقہائے کرام کے حوالے بھی دیں، اگر آپ اسے ناجائز سمجھتے ہیں اور یقیناً سمجھتے ہوں گے تو ابھی تک آپ لوگوں نے اس بارے میں کوئی نوٹس کیوں نہیں لیا؟ کیا یہ اسلام سے ایک مذاق نہیں ہے؟

جواب: ''اسلامی صفحہ'' میں اس پر ہم اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں، اس لیے آپ کا یہ ارشاد تو صحیح نہیں کہ ''ابھی تک اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا؟'' ہماری رائے یہ ہے کہ دور جدید میں جس طرح کھیل کو رواج دے دیا گیا کہ پوری قوم کھیل کے لیے پیدا ہوئی ہے اور اس کھیل ہی کو زندگی کا اہم

ترین کارنامہ فرض کرلیا گیا ہے' کھیل کا ایسا مشغلہ تو مردوں کے لیے بھی جائز نہیں' چہ جائیکہ عورتوں کے لیے جائز ہو' پھر ہاکی مردانہ کھیل ہے زنانہ نہیں' اس لیے خواتین کو اس میدان میں لانا صنف نازک کی اہانت و تذلیل بھی ہے' اب اگر مرد مردانگی چھوڑنے پر اور خواتین مردانگی دکھانے پر ہی اتر آئیں تو اس کا کیا علاج؟ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۲۱)

گانوں کے ذریعے تبلیغ کرنا

سوال: ایک خاتون ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ وہ گانوں کے ذریعے یعنی ریکارڈ پر اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا چاہتی ہیں' اب آپ بتائیں کہ کیا اسلام کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: گانے کو تو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تو یہ گا کر اللہ کا پیغام کیسے پہنچائیں گی؟ یہ تو شیطان کا پیغام ہے' جو گانے کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۲۹)

ریڈیو' ٹیلی ویژن وغیرہ کا دینی مقاصد کیلئے استعمال

سوال: جناب عالی! ریڈیو' ٹیلی ویژن اور وی سی آر وہ آلات ہیں جو گانے بجانے اور تصاویر کی نمائش کے لیے ہی بنائے گئے ہیں اور انہی فاسد مقاصد کے لیے مستقل استعمال بھی ہوتے ہیں (جیسا کہ مشاہدہ ہے) لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہبی پروگرام کے نام سے مختصر اوقات کے لیے تلاوت کلام پاک' تفسیر' حدیث' اذان' درس وغیرہ بھی پیش کیے جاتے ہیں' سوال یہ ہے کہ (۱) کیا ان آلات کا مروجہ استعمال جائز ہے؟ (۲) کیا اس طرح قرآن' حدیث اور دینی شعائر کا تقدس مجروح نہیں ہوتا؟

سوال: کیا ایک اسلامی ملک میں "مذہبی پروگرام" اور دوسرے پروگراموں یا "مذہبی امور" اور دیگر امور کی تفریق' اسلام کے اس تصور حیات کی نفی نہیں' جس کے سارے پروگرام اور سارے امور مذہبی اور دینی ہیں اور انسانی زندگی کا کوئی شعبہ یا کام دین سے باہر نہیں؟

جواب: جو آلات لہو و لعب کے لیے موضوع ہیں' انہیں دینی مقاصد کے لیے استعمال کرنا دین کی بے حرمتی ہے اس لیے بعض اکابر تو ریڈیو پر تلاوت سے بھی منع فرماتے ہیں لیکن میں نے تو ریڈیو کے بارے میں ایسی شدت نہیں دکھائی' میں جائز چیزوں کے لیے اس کے استعمال کو جائز سمجھتا ہوں لیکن ٹی وی اور اس کی ذریت کو مطلقاً حرام سمجھتا ہوں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۳)

"فجر اسلام" نامی فلم دیکھنا کیسا ہے؟

سوال: چند سال پہلے پاکستان میں ایک فلم آئی تھی "فجر اسلام" جس میں حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے مسلمانوں کی گمراہی اور جہالت کا دور دکھایا گیا تھا اور یہ فلم ایک مسلمان ملک ہی نے بنائی تھی جس میں مختلف اشارات کے ذریعے کئی مقدس ہستیوں کی نشاندہی کی گئی تھی اور جس نے پاکستان میں ریکارڈ توڑ بزنس کیا' کیا ایسی فلم ایک مسلمان ملک کو بنانا اور ایک مسلمان کو دیکھنا جائز ہے؟ جبکہ ایک غیر مسلم ملک ایسی فلم بناتا ہے تو پوری اسلامی دنیا اس کی مذمت کرتی ہے اور جب ہم مسلمان ہوتے ہوئے ایسی حرکت کرتے ہیں تو یہ چیز ہمیں کہاں تک زیب دیتی ہے؟ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ ایک امریکی فلم (Message) کے بارے میں آپ کے کالم میں پڑھا تھا اس لیے میں مندرجہ بالا فلم "فجر اسلام" کے بارے میں پوچھنے کی جرأت کر رہا ہوں اور ہو سکتا ہے ان دونوں فلموں میں کوئی بنیادی فرق ہو جسے میں سمجھنے سے قاصر رہا ہوں' تو براہ مہربانی اس کی وضاحت ضرور کر دیجئے تاکہ میری اصلاح ہو سکے؟

جواب: "فجر اسلام" فلم پر علمائے کرام نے شدید احتجاج کیا اور اس کو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک سازش قرار دیا لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ آج اسلام اسلامی ملکوں میں سب سے زیادہ مظلوم ہے' حق تعالیٰ حکمرانوں کو دین کا فہم دے۔ (آمین) (آپ کے مسائل ص ۳۷۴)

"اسلامی فلم" دیکھنا

سوال: ہم اہالیان پوسٹل کالونی سائٹ کراچی ایک اہم مسئلہ اسلامی رو سے حل کرانا چاہتے ہیں' عرض یہ ہے کہ انگریزی زبان میں اسلامی موضوعات پر فلمائی گئی ایک فلم کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں' اس فلم میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت امیر حمزہ' حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز بھی مختصر طور پر سنائی گئی ہے' مسئلہ یہ درپیش ہے کہ آیا ایک اسلامی فلم کی حیثیت سے یہ فلم دیکھنا جائز ہے یا ہم اس فلم کو دیکھ کر کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں؟ جواب: یہ فلم "اسلامی فلم" نہیں بلکہ اسلام اور اکابر اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے' اس کا دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۵)

ٹی وی پر بھی فلم دیکھنا جائز نہیں

سوال: ہم یہاں قطر میں کام کرتے ہیں اور جب کام سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر اپنے گھر میں ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں' جس کو ہم سب دوست مل بیٹھ کر دیکھتے ہیں' ہمارے دوستوں میں کافی لوگ ایسے ہیں کہ وہ حاجی ہیں اور بعض نے دو دو بار حج کیا ہے اور بعض لوگ امام مسجد ہیں' یہ سب حضرات شام کو

پانچ بجے ٹی وی کے پاس بیٹھتے ہیں اور رات کو ۱۲ بجے تک ٹی وی سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں پر تقریباً سب پروگرام عربی اور انگریزی میں ہوتے ہیں اور ان حضرات میں سے کوئی بھی اس کی زبان کو نہیں جانتا۔ ظاہر ہے ان سے ان کی مراد پروگرام سمجھنا نہیں بلکہ ان کی اداکاراؤں کو دیکھنا ہے جو کہ ایک گناہ ہے' ہمارے جو دوست سینما کو جاتے ہیں تو یہ حاجی صاحبان اور مولوی صاحبان ان کو فلم پر جانے سے منع کرتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ "فلم دیکھنا گناہ ہے" اور جب کوئی فلم ٹی وی پر چل رہی ہو تو یہ لوگ سب سے پہلے ٹی وی پر فلم دیکھنے بیٹھ جاتے ہیں' آپ ہم کو یہ بتادیں کہ کیا ٹی وی دیکھنا' ان جیسے پرہیزگاروں کے لیے درست ہے؟ کیا ٹی وی اور فلم میں کوئی فرق ہے؟ اور کیا ان کے دعوے کے مطابق فلم دیکھنا گناہ ہے اور ٹی وی میں وہی فلم دیکھنا گناہ نہیں ہے؟ ان سوالات کا جواب دے کر مشکور ہونے کا موقع دیں' والسلام جواب: فلم ٹی وی پر دیکھنا بھی جائز نہیں' نہ اس میں اور سینما کی فلم میں کوئی بنیادی نوعیت کا فرق ہے' دونوں کے درمیان فرق کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص گندے بازار میں جا کر بدکاری کرے اور دوسرا کسی فاحشہ کو اپنے گھر میں بلا کر بدکاری کرے' اس لیے تمام مسلمانوں کو اس گندگی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (حوالہ بالا)

حیات نبویؐ پر فلم' ایک یہودی سازش

سوال: میرے ایک محترم دوست نے کسی عزیز کے گھر ٹیلی ویژن پر وی سی آر کے ذریعے امریکہ کی بنی ہوئی ایک فلم (Message) جس کا اردو معنیٰ "پیغام" ہے دیکھی اور اس فلم کی تعریف دفتر آ کر کرنے لگے' دراصل وہ فلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے متعلق تھی اور ہجرت کے بعد کے واقعات قلم بند کیے گئے تھے۔ اس میں یہ دکھایا گیا کہ اشاعت اسلام میں کتنی دشواریاں پیش آئیں' مسجد قباء کی تعمیر' حضرت بلال حبشیؓ کو اذان دیتے ہوئے دکھایا' حضرت حمزہ کا کردار بھی ایک عیسائی اداکار نے ادا کیا' سب سے بری بات یہ ہے کہ اس فلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک تک دکھایا' یعنی یہ مسجد قباء کی تعمیر ہو رہی ہے اور وہ سایہ اینٹ اٹھا اٹھا کر دے رہا' غرض یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ اس فلم میں (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہے۔ میرے محترم دوست اس کو ایک تبلیغی فلم کہہ رہے تھے' کہنے لگے کہ اس میں مسلمانوں پر ظلم و ستم دکھایا گیا ہے اور بڑے اچھے مناظر فلمائے گئے' غرض اس کی تعریف کی لیکن میں نے جب سنا تو دکھ ہوا' میں نے فوراً کہا کہ ایسی فلم مسلمانوں کو ہرگز نہیں دیکھنی چاہیے بلکہ ایسی فلموں کا بائیکاٹ کریں' مسلمانوں کا ایمان کتنا کمزور ہو گیا ہے' اتنی بڑی بڑی ہستیوں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کردار زانی اور شرابی عیسائی اداکاروں نے ادا کیے اور نہ جانے کس ناپاک

سایہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ سے تشبیہ دی، کتنے افسوس کی بات ہے آپ سے گزارش ہے کہ کیا ایسی فلم کو دیکھا جا سکتا ہے؟ اور اگر نہیں تو جن لوگوں نے یہ فلم دیکھی ہے ان کو توبہ استغفار کرنی چاہیے خدارا! اس کا جواب ضرور ضرور اخبار کی معرفت دیں اور دیکھنے والوں کو اس کی کیا سزا ملنی چاہیے؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو فلمانا، اسلام اور مسلمانوں کا بدترین مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ علمائے اُمت اس پر شدید احتجاج کر چکے ہیں اور حساس مسلمان اس کو اسلام کے خلاف ایک یہودی سازش تصور کرتے ہیں، ایسی فلم کا دیکھنا گناہ ہے اور اس کا بائیکاٹ فرض ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۶، ۳۷۷)

ٹی وی میں عورتوں کی شکل وصورت دیکھنا

سوال: کیا ٹی وی میں بھی عورتوں کی شکل وصورت دیکھنا گناہ ہے؟ میں نے ایک جگہ رسالے میں پڑھا تھا کہ نامحرم عورتوں کا دیکھنا اور اس کا عادی ہونا بہت بڑا گناہ ہے، موت کے وقت انجام اچھا نہیں ہوتا، کیا اس کا اطلاق ٹی وی پر بھی ہوتا ہے؟ جواب: ٹی وی دیکھنا جائز نہیں، اس پر نامحرم عورتوں کا دیکھنا گناہ در گناہ ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۷)

ٹی وی اور ویڈیو پر اچھی تقریریں سننا

سوال: ہم کو اس قدر شوق ہوا کہ ہم جہاں بھی کوئی اچھا بیان ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتے ہیں اور یہاں تک ویڈیو کیسٹ پر بھی کسی عالم دین کا بیان اچھا ہوتا ہے تو بیٹھ کر سنتے ہیں اور خاص کر جمعہ کو ٹی وی پر جو پروگرام آتا ہے، اس کو بھی سنتے ہیں لیکن ہم کو کسی نے کہا کہ یہ جائز نہیں، لہٰذا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ بتائیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہماری شریعت میں جاندار کی تصویر حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے، ٹیلی ویژن اور ویڈیو فلموں میں تصویر ہوتی ہے۔ جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرام اور ملعون فرما رہے ہیں اس کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان چیزوں کو اچھے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، یہ خیال بالکل لغو ہے۔ اگر کوئی اُم الخبائث (شراب) کے بارے میں کہے کہ اس کو نیک مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تو قطعاً لغو بات ہوگی۔ ہمارے دور میں ٹی وی اور ویڈیو "ام الخبائث" کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ سینکڑوں خبائث کا سرچشمہ ہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بنی ہوئی فلم دیکھنا

سوال: وی سی آر نے پہلے گندگی پھیلائی ہوئی ہے اب معلوم ہوا ہے کہ وی سی آر پر ملتان اور ساہیوال میں وہی فلم دکھائی جارہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر بنی ہے اور اس فلم پر دنیائے اسلام نے غم و غصے کا اظہار کیا تھا اور اسلامی حکومتوں نے مذمت بھی کی تھی' کیا حکومت اس سلسلے میں کوئی مثبت قدم اٹھائے گی اور اس شیطانی عمل کو روکنے کے لیے عوام الناس کا فرض نہیں ہے؟ جو لوگ یہ فلم چلانے' دیکھنے یا دکھانے کے مجرم ہیں ان کے لیے شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ میں نے اس سلسلے میں پورے وثوق اور معتبر شہادتوں سے معلوم کرلیا ہے کہ یہ فلم دکھائی جارہی ہے' مزید تصدیق کے لیے میں اپنے آپ میں جرأت نہیں پاتا کہ یہ ناپاک فلم دیکھوں؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو فلم کا موضوع بنانا' نہایت دل آزار توہین ہے' دشمنان اسلام نے بارہا اس کی کوشش کی لیکن غیور مسلمانوں نے سراپا احتجاج بن کر ان کی سازش کو ہمیشہ ناکام بنایا' اگر آپ کی اطلاعات صحیح ہیں تو یہ نہایت افسوس ناک حرکت ہے' حکومت کو اس کا فوری نوٹس لینا چاہیے اور اس کے مرتکب افراد کو توہین رسالت کے جرم پر سخت سزا دینی چاہیے۔ اگر حکومت اس طرف توجہ نہ کرے تو مسلمان کو آگے بڑھ کر خود اس کا سد باب کرنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۸)

ٹیلی ویژن دیکھنا کیسا ہے؟ جبکہ اس پر دینی پروگرام بھی آتے ہیں

سوال: ٹیلی ویژن دیکھنا کیسا ہے؟ جبکہ اس پر دینی غور و فکر اور تفسیر وغیرہ بھی بیان کی جاتی ہے' رہا تصویر کا مسئلہ تو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ پرچھائیں ہے عکس ہے' کوئی کہتا ہے کہ تصویر ساکن یعنی فوٹو کی ممانعت ہے اور یہ چلتی پھرتی ہے' وضاحت فرمادیں؟

جواب: ٹیلی ویژن کا مدار تصویر ہے اور تصویر کا ملعون ہونا ہر مسلمان کو معلوم ہے اور کسی ملعون چیز کو کسی نیک کام کا ذریعہ بنانا بھی درست نہیں' مثلاً شراب سے وضو کرکے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ عکسی تصویریں جو کیمرے سے لی جاتی ہیں ان کا حکم تصویر ہی کا ہے خواہ متحرک ہو یا ساکن۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۷۹)

فلم دیکھنے کے لیے رقم دینا

سوال: ہمارے محلے کے چند لڑکے فلم کے لیے پیسے جمع کرتے ہیں اور ہم نے ان کو پہلے ۲۵

روپے دیئے تھے اور ہم نے فلم نہیں دیکھی تھی' اب آپ سے یہ گزارش ہے کہ فلم کے لیے پیسے دینا بھی گناہ ہے اور فلم دیکھنا بھی گناہ ہے' ان کو آخرت میں کیا سزا دی جائے گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی کیا سزا ہے؟ اور کیا گناہ ہے؟

جواب: جو سزا فلم دیکھنے والوں کی ہے' وہی اس کیلئے پیسے دینے والوں کی ہے۔ آپکے مسائل ج ۷ ص ۳۷۹

بیوی کو ٹی وی دیکھنے کی اجازت دینا

سوال: ایک شخص کے باپ کے گھر ٹیلی ویژن ہے' گھر کے سارے افراد ہر پروگرام دیکھتے ہیں لیکن وہ شخص اس سے نفرت کرتا ہے' اس کی بیوی ٹیلی ویژن دیکھنے کی اس سے اجازت چاہتی ہے مگر وہ شخص اس کو پسند نہیں کرتا' ٹیلی ویژن پروگرام دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: ٹیلی ویژن جس میں کہ فحش تصاویر کی نمائش ہوتی ہے اور انسان کے لیے ایک اعتبار سے اس میں دعوت گناہ ہے اس کا دیکھنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ جس طرح غیر محرم عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں اسی طرح مردوں کی تصاویر بھی دیکھنا جائز نہیں' لہٰذا جناب کو اپنی بیوی کو ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۸۱'۸۰)

ویڈیو کیسٹ بیچنے والے کی کمائی ناجائز ہے' نیز یہ دیکھنے والوں کے گناہ میں بھی شریک ہے؟

سوال: میری دکان سے جو لوگ فلمیں (جو بعض اوقات بیہودہ بھی ہوتی ہیں) لے کر جاتے ہیں' کیا ان کے ساتھ مجھے بھی گناہ ہوگا؟

جواب: جی ہاں! آپ بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں' مزید برآں یہ کہ یہ آمدنی بھی پاک نہیں۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ فلمیں دیکھنے سے معاشرہ بگڑتا ہے' لڑکیاں بے پردہ ہو جاتی ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے گلیوں میں قرآنی آیات کے بجائے نت نئے مقبول گانے گاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور میں اتفاق کرتا ہوں کہ ایسا ہوتا ہے لیکن کیا اس کا گناہ میرے سر یا میرے جیسے دوسرے لوگوں جنہوں نے ویڈیو کی دکانیں کراچی میں بلکہ ملک کے چپے چپے میں کھولی ہوئی ہیں' ان کے بھی سر ہوگا؟ بہر حال ہم تو روزی کی خاطر یہ سب کچھ کرتے ہیں اور ہمارا مقصد روزی ہوتا ہے کسی کو بگاڑنا نہیں؟

جواب: یہ تو اوپر لکھ چکا ہوں کہ آپ اور آپ کی طرح کا کاروبار کرنے والے اس گناہ میں اور اس گناہ سے پیدا ہونے والے دوسرے گناہوں میں برابر کے شریک ہیں' رہا یہ کہ آپ کا مقصد روٹی

کمانا ہے' معاشرے میں گندگی پھیلانا نہیں' اس کا جواب بھی اوپر لکھ چکا ہوں کہ ایسی روزی کمانا ہی حلال نہیں جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو اور گندگی پھیلے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۸۱)

ٹیلی ویژن میں کام کرنے والے سب گنہگار ہیں

سوال: ٹیلی ویژن میں عام طور سے گانے اور میوزک کے پروگرام دکھائے جاتے ہیں' اکثر مخلوط گانے اور پروگرام ہوتے ہیں اور اس گناہ کے فعل میں ٹیلی ویژن کے ارباب اختیار بھی شامل ہوتے ہیں' اس گناہ کا کفارہ ممکن ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا؟ جواب: ناچ اور گانا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے' ٹیلی ویژن دیکھنا بھی گناہ ہے' ناچنے والی' ٹیلی ویژن چلانے والے اور ٹیلی ویژن دیکھنے والے سبھی گنہگار ہیں' اللہ تعالیٰ نیک ہدایت فرمائیں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۸۲)

ٹی وی اور ویڈیو فلم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین وعلمائے دین اس بارے میں کہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ تصویر کی حیثیت سے ممنوع ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں مندرجہ ذیل اپنی گزارشات آپکی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ اگر ٹی وی براہ راست ریز (شعاعوں) کے ذریعے جو کچھ وہاں ہو رہا ہے وہ اسی آن میں ہمیں دکھا رہی ہو جیسے کبھی کبھی حج پروگرام نشر ہوتے ہیں جو کچھ وہاں حجاج کرام کرتے ہیں وہ ہم اسی آن میں یہاں دیکھتے ہیں' کیا اس وقت ٹی وی دوربین جیسی نہیں ہوتی؟ اور کیا کسی آلے سے اگر دور کی آواز سننا جائز ہے تو کیا دور کا دیکھنا جائز نہیں؟

۲۔ فلم میں ایک خرابی یہ بتائی جاتی ہے کہ اس میں تصویر ہے اور تصویر حرام ہے' مگر ویڈیو کیسٹ کی حقیقت یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعے اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (شعاعوں) کو ٹیپ کرلیا جاتا ہے' جس طرح آواز کو ٹیپ کرلیا جاتا ہے' ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے اسی طرح ان ریز شعاعوں کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی' لہٰذا فلمی فیتوں اور ویڈیو کیسٹ میں بڑا فرق ہے' فلمی فیتوں میں تو تصویر باقاعدہ نظر آتی ہے' جس تصویر کو پردے پر بڑھا کر دکھایا جاتا ہے مگر ویڈیو کیسٹ "مقناطیسی" ہوتے ہیں جو مذکورہ ریز کرنوں کو جذب کرلیتے ہیں پھر ان جذب شدہ کو ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی وی ان ریز کو تصویر کی صورت میں بدل کر اپنے آئینے میں ظاہر کردیتی ہے چونکہ یہ صورت متحرک اور غیر قار ہوتی

ہے جسے عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جاتا ہے جب تک آئینے کے روبرو ہو اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی صورت میں ختم ہو جائے گی یوں ہی جب تک وڈیو کیسٹ کا رابطہ ٹی وی سے رہے گا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔

۳۔ آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر، تمثال، مجسمہ، اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس ہی ہوتا ہے، تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کر لیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے اب اگر اس کو ناظرین تصویر کہیں تو یہ مجازاً ہوگا۔

۴۔ اور یہ کہ جب علماء نے بالاتفاق بہت چھوٹی تصویر جیسے بٹن یا انگوٹھی کے نگینے پر تصویر کے استعمال کو جائز کہا ہے مگر یہاں تو وڈیو میں بالکل تصویر کا وجود ہی نہیں اور کسی طاقتور خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔

۵۔ اوپر والی باتوں پر نظر رکھتے ہوئے میرے خیال میں ٹی وی بذات خود خراب یا مذموم نہیں، ہاں! موجودہ پروگراموں کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹی وی کو مذموم کہا جا سکتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی ٹی وی نہ رکھے بلکہ مذموم پروگرام کو نہ دیکھے، جیسے ریڈیو۔

۶۔ یہ بات زیر غور ہے کہ اگر پاکستان کا مقدر اچھا بن جائے اور یہاں مکمل اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو کیا ٹی وی اور ٹی وی اسٹیشن ختم کیے جائیں گے؟

۷۔ یہ کہ یہاں پر ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ مفتی محمودؒ بھی کبھی ٹی وی پر اپنی تقریر سناتے تھے، کیا ان کا عمل یہ نہیں بتا رہا ہے کہ وہ فی ذاتہ ٹی وی کو مذموم نہ سمجھتے تھے؟

۸۔ یہ کہ علمائے حجاز و مصر کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

۹۔ ہم سے سائنس کے طلبہ کہہ رہے ہیں کہ جو ہم میں سے ٹی وی دیکھ رہا ہے وہ علمی سائنس میں ہم سے آگے ہے کیونکہ ٹی وی میں جدید پروگرام دیکھتے ہیں، کیا ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں؟

اور آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری یہ ساری بحث ٹی وی کو خواہ مخواہ جائز رکھنے کے لیے نہیں بلکہ اس جدید مسئلے کے سارے پہلو آپ کے سامنے رکھنا مقصود ہے، غلطی ہو تو معاف فرمائیں؟

جواب: جو نکات آپ نے پیش فرمائے ہیں اکثر و بیشتر پہلے بھی سامنے آتے رہے ہیں، ٹی وی اور وڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں لیکن تصویر بہرحال محفوظ ہے اور اس کو ٹی وی پر دیکھا اور دکھایا جاتا ہے، اس کو تصویر کے حکم سے خارج نہیں کیا جا سکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بجائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کر لیا گیا ہے لیکن جب شارع نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے تو تصویر سازی کا طریقہ خواہ کیسا

ہی ایجاد کرلیا جائے تصویر تو حرام ہی رہے گی اور میرے ناقص خیال میں ہاتھ سے تصویر سازی میں وہ قباحتیں نہیں تھیں جو ویڈیو فلم اور ٹی وی نے پیدا کردی ہیں۔ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ کے ذریعے گھر گھر سینما گھر بن گئے ہیں' کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شارع ہاتھ کی تصویروں کو تو حرام قرار دے اس کے بنانے والوں کو ملعون اور "اشدُّ عذابًا یوم القیامۃ" بتائے اور فواحش و بے حیائی کے اس طوفان کو جسے عرف عام میں "ٹی وی" کہا جاتا ہے حلال اور جائز قرار دے؟

رہا یہ کہ اس میں کچھ فوائد بھی ہیں تو کیا خمر اور خنزیر' سود اور جوئے میں فوائد نہیں؟ لیکن قرآن کریم نے ان تمام فوائد پر یہ کہہ کر لکیر پھیردی ہے "وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ویڈیو فلم اور ٹی وی سے تبلیغ اسلام کا کام لیا جاتا ہے ہمارے یہاں ٹی وی پر دینی پروگرام بھی آتے ہیں لیکن کیا میں بڑے ادب سے پوچھ سکتا ہوں کہ ان دینی پروگراموں کو دیکھ کر کتنے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے؟ کتنے بے نمازیوں نے نماز شروع کردی؟ کتنے گنہگاروں نے گناہوں سے توبہ کرلی؟ لہٰذا یہ محض دھوکہ ہے۔ فواحش کا یہ آلہ جو سرتا سر نجس العین ہے اور ملعون ہے اور جس کے بنانے والے دنیا و آخرت میں ملعون ہیں' وہ تبلیغ اسلام میں کیا کام دے گا؟ بلکہ ٹی وی کے یہ دینی پروگرام گمراہی پھیلانے کا ایک مستقل ذریعہ ہیں' شیعہ' مرزائی' ملحد' کمیونسٹ اور ناپختہ علم لوگ ان دینی پروگراموں کے لیے ٹی وی پر جاتے ہیں اور اناپ شناپ جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں' کوئی ان پر پابندی لگانے والا نہیں اور کوئی صحیح وغلط کے درمیان تمیز کرنے والا نہیں' اب فرمایا جائے کہ یہ اسلام کی تبلیغ واشاعت ہورہی ہے یا اسلام کے حسین چہرے کو مسخ کیا جارہا ہے؟

رہا یہ سوال کہ فلاں یہ کہتے ہیں اور یہ کرتے ہیں' یہ ہمارے لیے جواز کی دلیل نہیں۔ (جامع الفتاویٰ)

اخباروں کی تصویروں کا حکم

سوال: اخباروں کے اندر جو فوٹو ہوتے ہیں اور مکان میں وہ اخبار رکھے رہتے ہیں ان کا مکان میں رکھنا کیسا ہے؟ جواب: فوٹو اور تصویریں قصداً مکان میں رکھنا حرام ہے اور بلاقصد کسی اخبار یا کتاب میں رہ جائے تو یہ حرام نہیں مگر مکروہ یہ بھی ہے۔" اور رحمت کے فرشتے روکنے کے لیے کافی ہے" (م'ع) (کفایت المفتی ج۹ ص ۲۳۹)

تصویر بنانے اور رکھنے میں فرق

سوال: ایک شخص نے اپنی تصویر کھنچوائی اور وہ تصویر اعضائے باطنہ سے خالی ہے اور اس قدر اعضاء ظاہری پر شامل ہے جس سے حیات متصور ہوتی ہے اور اتنی چھوٹی ہے کہ ناظر کو بلاغور وخوض تفصیل اعضاء

کی ظاہر نہیں ہوتی اور وہ اس کو جائز جانتا ہے تو یہ شرعاً جائز ہے یا حرام اور اس کو جائز کہنا کیسا ہے؟

جواب: تصویر بنانے کا حکم جداگانہ ہے اور تصویر رکھنے اور استعمال کرنے کا حکم جداگانہ ہے، تصویر بنانے اور بنوانے کا حکم تو یہ ہے کہ وہ مطلقاً حرام ہے خواہ تصویر چھوٹی بنائی جائے یا بڑی کیونکہ منع کی علت دونوں حالتوں میں یکساں ہے اور علت ممانعت مضاہات لخلق اللہ (یعنی باری تعالیٰ کے فعل تخلیق کا مقابلہ کرنا) ہے اور استعمال کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر چھوٹی ہو اور اس کے اعضاء ظاہر نہ ہوں تو اس کو ایسے طور پر رکھنا کہ تعظیم کا شبہ نہ ہو جائز ہے یا ضرورت کی وجہ سے استعمال کی جائے جیسے سکہ کی تصویر تو جائز ہے باقی بڑی تصویریں بلاضرورت استعمال کرنا یا ایسی صورت سے رکھنا کہ تعظیم کا شبہ ہو ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ج۹ص ۳۳۳)

ترکیب نماز تصویروں کے ساتھ شائع کرنا

سوال: میں نے گاؤں کے غریب مسلمانوں کی دینی تعلیم سے سرفرازی حاصل کرنے کے لیے کنڑی زبان ہی میں ترتیب الصلوٰۃ معہ ترکیب الصلوٰۃ لکھی ہے اس میں قیام رکوع وسجود جماعت وغیرہ کی تصویریں لے کر شائع کرنا چاہتا ہوں تاکہ نماز کی ترکیب اچھی طرح ذہن نشیں ہو جائے؟

جواب: تصویریں اور وہ بھی مذہبی تعلیم کی کتاب میں ہرگز نہ ہونی چاہئیں، اول تو قیام ورکوع وغیرہ سمجھانے کے لیے تصویروں کی ضرورت نہیں، دوسرے یہ کہ اگر اس کو لازمی سمجھا جائے تو تصویر بغیر سر کی صرف گردن تک بنائی جائے، سر نہ ہو تو وہ تصویر کے حکم میں نہ ہوگی۔ "ساری دنیا میں بلا تصویر بھی نماز کی ترکیب سیکھنے سکھانے کا سلسلہ جاری ہے، وہ آسان بھی ہے اور صحیح بھی، ایسا دروازہ کیوں کھولا جائے جس سے بہت سی برائیاں داخل ہونا شروع ہو جائیں" (م ع) (کفایت المفتی ج۹ص ۲۳۸)

تصویر کشی سے متعلق علمائے مصر سے سوال وجواب

مصر سے واپسی کے وقت کافی تعداد میں علماء وعمائدین مصر جو پہنچانے کے لیے تشریف لائے تھے مصر کے عام قاعدے کے مطابق ان کی خواہش ہوئی کہ وفد کا فوٹو لیا جائے، حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا، علماء مصر کا ایک گروہ فوٹو کو جائز قرار دیتا ہے، ان حضرات نے بحث شروع کردی۔ بحث مختصر مگر بہت دلچسپ تھی، سوال وجواب کے جملے اب تک ذہن میں ہیں، جہاں تک حافظہ کام کر رہا ہے سوال وجواب کے الفاظ یہ تھے۔

علماء مصر:

اَلتَّصْوِیْرُ الْمَمْنُوْعُ اِنَّمَا هُوَالَّذِیْ یَکُوْنُ بِصُنْعِ الْاِنْسَانِ وَمُعَالَجَةِ

اَلْاَیْدِیْ وَهٰذَا لَیْسَ کَذٰلِکَ اِنَّمَا هُوَ عَکْسُ الصُّوْرَةِ

ترجمہ: ''ممنوع تو وہ تصویر ہے جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاری گری سے ہو' فوٹو میں کچھ نہیں کرنا پڑتا' یہ تو صورت کا عکس ہوتا ہے۔''

حضرت مفتی صاحب

کَیْفَ یَنْتَقِلُ هٰذَا الْعَکْسُ مِنَ الزِّجَاجَةِ اِلَی الْوَرَقِ؟

ترجمہ: ''یہ عکس کیمرہ کے لینس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے؟''

علماءِ مصر

بَعْدَ عَمَلٍ کَثِیْرٍ ترجمہ: ''بہت کچھ کاریگری کرنا پڑتی ہے۔''

حضرت مفتی صاحب

اَیُّ فَرْقٍ بَیْنَ مُعَالَجَةِ الْاَیْدِیْ وَصُنْعِ الْاِنْسَانِ وَالْعَمَلِ الْکَثِیْرِ؟

ترجمہ: ''انسان کے عمل' ہاتھوں کی کاریگری اور بہت کچھ کاری گری میں کیا فرق ہے؟''

علماءِ مصر

نَعَمْ هُوَ شَیْءٌ وَّاحِدٌ ترجمہ: ''کوئی فرق نہیں' سب کا ایک ہی مفہوم ہے''

حضرت مفتی صاحب

اِذًا حُکْمُهَا وَاحِدٌ ترجمہ: ''لہٰذا حکم بھی سب کا ایک ہی ہے''

علمائے مصر حضرت مفتی صاحب کی حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوئے اور کچھ ایسے خاموش ہوئے کہ جواب نہ دے سکے۔ (کفایت المفتی ج۹ ص ۵۱۲)

اپنا فوٹو اپنے پاس رکھنا

سوال: اگر کوئی شخص اپنا فوٹو بنوا کر اپنے پاس رکھے یا کہیں بھیجے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص ۲۰۸) ''جب بلا ضرورت ہو'' (م'ع)

شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ

سوال: آج کل حکومت نے شناختی کارڈ کو ہر شخص کے لیے ضروری قرار دیا ہے جس کے پاس نہیں ہوگا وہ جاسوس سمجھا جائے گا' اس حکم کی پابندی کرنا کیسا ہے؟

جواب: جب ایک ملک میں شہری بن کر رہنا ہے تو وہاں کے قانون پر عمل کرنا ہوگا' قانون

کی خلاف ورزی مستقل جرم ہے جس کی سزا نا قابل برداشت ہے۔

جس طرح قانونی مجبوری کی وجہ سے بعض ملازمین کو بیمہ کرانا پڑتا ہے جس میں قمار بھی ہے اور سود بھی نیز رشوت دیئے بغیر بھی دفع ظلم یا وصولیابی حق کی کوئی صورت نہیں اسی طرح شرعی جواز کے باوجود قلب میں شدید انکار کے ساتھ اس شناختی کارڈ کو بھی برداشت کیا جائے اور استغفار بھی کرتے رہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معذور قرار دیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ا ص ۳۶۶)

شناختی کارڈ جیب میں بند ہو تو مسجد جانا صحیح ہے

سوال: بعض لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ انسان کی تصویر مسجد میں لے جانا گناہ ہے تو ہم نماز کے لیے جاتے ہیں ہماری جیب میں شناختی کارڈ ہوتا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم گناہ کرتے ہیں اس کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں ہمیں بتائیں؟

جواب: شناختی کارڈ جیب میں بند ہو تو مسجد میں جانا صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۶۱)

مداری کا کھیل دیکھنا دکھانا

سوال: مداری کا کھیل دکھانا' مثلاً سر بدن سے الگ کر دینا' ڈبہ سے کوئی چیز نکال کر دکھانا' چاقو مارنا وغیرہ یہ کھیل دکھانا دیکھنا کیسا ہے؟ جواب: چونکہ اس میں خداع اور دھوکہ ہے' اس لیے یہ فعل جائز نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) ''اور نفع کچھ ہے نہیں'' (م'ع)

ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھنا

سوال: ٹیلی ویژن پر کرکٹ میچ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اسلام ایک سنجیدہ پاکیزہ مذہب ہے' شریفانہ زندگی گزارنا سکھاتا ہے' کھیل تماشوں' بیہودہ مشاغل جن سے دینی دنیوی کوئی غرض صحیح اور مفید مطلب وابستہ نہیں ہوتا' صرف وقت گزاری اور وہمی' وقتی' نفسانی مزہ دلچسپی ہوتا' ناعاقبت اندیشی اور محض خیالی مستی اس کا حاصل ہو' ایسے کاموں کی ناپسندیدگی اور ناروا ہونا بتلاتا ہے اس لیے ہر لہو ولعب ولغو کو ممنوع قرار دیتا ہے' کرکٹ کا کھیل دیکھنا اور سننا ایسے ہی لغو لہو ولعب میں سے ہے' نیز دین سے آزاد لوگوں کے مجمعوں کی طرف رجحان اور قلبی میلان' ان سے اختلاط' دلچسپی ان کا ذکر' مدح تعریف وغیرہ بہت سے امور کے باعث بھی ممانعت میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور ٹی وی خود آلہ لہو ہے' اس کا استعمال واشتغال خود واجب الترک ہے' پھر اس میں غیر محارم کی عریاں ونیم عریاں تصاویر بھی آتی ہیں جو صاحب صورت کی پوری حکایت ہوتی ہے

حالانکہ اجنبیہ کے تو کپڑوں کو بھی شہوت ولذت سے دیکھنا حرام ہے اور ناجائز ہے تلذذ اضاعت وقت، آخرت سے غفلت میں اضافہ سینما، گانا وغیرہ، بہت سی چیزوں کی طرف مفضی ہونا بھی اس کے ناجائز ہونے کو مؤکد و مثبت کر دیتا ہے اس لیے قطعاً اجازت نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

کفار کے تہواروں میں کرتب دکھانا

سوال: غیر مسلموں کے تہوار مثلاً دیوالی، دسہرہ میں مسلمان کوئی کرتب یا کمال مثلاً لاٹھی گھمانا بنا کر ان سے انعام حاصل کرتے ہیں اور ان کے ساتھ باجا بھی بجواتے ہیں تو یہ انعام کا لینا ان سے درست ہے یا نہیں؟ جواب: جائز نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) ''گانے بجانے کی کمائی حلال نہیں'' (م،ع)

کیرم کھیلنے کا حکم

سوال: خاکسار کو کسی کھیل کا شوق نہیں ہے، شطرنج سینما وغیرہ سب سے محفوظ ہوں، پڑھنے لکھنے اور گھر کے کام میں مصروف رہتا ہوں، میرے استاد کہتے ہیں کہ جاؤ دماغ کی تفریح کرو لہٰذا دو چار روز سے محلہ میں کیرم کھیلنے چلا جاتا ہوں اور کچھ ورزش کر لیتا ہوں، کیرم کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تاش، شطرنج سے بہتر ہے، تاش شطرنج سے مجھے خود نفرت ہے؟

جواب: اگر کیرم میں بازی (یعنی ہار جیت کی کوئی قیمت) نہ لگائی جائے محض تفریح کی غرض سے تھوڑی دیر کھیل لیا جائے اور اس کی وجہ سے کسی ضروری اور مذہبی کام میں خلل نہ آئے تو آپ کے حالات کے اعتبار سے مباح ہوگا۔ (کفایت المفتی ج۹ص۲۰۰)

روپے کو بطور زیور ہار بنا کر گلے میں ڈالنا

سوال: جس روپے اٹھنی، چونی وغیرہ میں تصویر ہے، اس کو عورتوں کے گلے میں ڈالنا، اس کو گلے یا کمر میں رکھنا اور نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: گلے میں ڈالنا درست نہیں اور پاس رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ اول میں ضرورت نہیں، ثانی میں ضرورت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ص۱۳۵) ''اپنے مال کی حفاظت ہے'' (م،ع)

نعت یا حمد کے اشعار بلند آواز سے پڑھنا

سوال: نعت یا حمد کی غزل عاشقانہ کہ جس میں کوئی کذب اور لغو نہ ہو بلند آواز سے کہ جس میں نشیب و فراز ''موسیقی'' بھی ہو طبعی یا کسبی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: ایسے اشعار کا

پڑھنا بحسن صوت درست ہے اگر اس سے کوئی مفسدہ پیدا نہ ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۶۹)

کیا قوالی جائز ہے؟

سوال: قوالی جو آج کل ہمارے یہاں ہوتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟ جبکہ بڑے بڑے ولی اللہ بھی اس کا اہتمام کیا کرتے تھے اور اس میں سوائے خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے کچھ بھی نہیں اگر جائز نہیں تو کیا ہے؟ اور ہمارے اسلامی ملک میں فروغ کیوں پا رہی ہے؟

جواب: نعتیہ اشعار کا پڑھنا سننا تو بہت اچھی بات ہے بشرطیکہ مضامین خلاف شریعت نہ ہوں لیکن قوالی میں ڈھول باجا اور آلات موسیقی کا استعمال ہوتا ہے یہ جائز نہیں اور اولیاء اللہ کی طرف سے ان چیزوں کو منسوب کرنا ان بزرگوں پر تہمت ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۳۷)

کیا قوالی سننا جائز ہے جبکہ بعض بزرگوں سے سننا ثابت ہے؟

سوال: قوالی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ اور راگ کا سننا شرعاً کیسا ہے؟ جواب: راگ کا سننا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے شریعت کا مسئلہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ ہمارے لیے دین ہے اگر کسی بزرگ کے بارے میں اس کے خلاف منقول ہو اول تو ہم نقل کو غلط سمجھیں گے اور اگر نقل صحیح ہو تو اس بزرگ کے فعل کی کوئی تاویل کی جائے گی اور قوالی کی موجودہ صورت قطعاً خلاف شریعت اور حرام ہے اور بزرگوں کی طرف اس کی نسبت بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ (حوالا بالا)

کیمرے کی تصویر کا حکم

سوال: میں آپ کا کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" اکثر پڑھتا ہوں بہت دنوں سے ایک بات کھٹک رہی تھی آج ارادہ کیا کہ اس کا اظہار کر دوں۔ مسئلہ ہے "تصویر بنانا یا بنوانا" اس سلسلے میں تین الفاظ ذہن میں آتے ہیں تصور، مصور، تصویر سب سے پہلے انسان کے تصور میں ایک خاکہ آتا ہے چاہے وہ کسی کے بارے میں ہو یہ خاکہ مصور کے ذہن میں آتا ہے جس کو وہ قلم کے ذریعے یا برش سے کاغذ یا کینوس پر اور اگر وہ بت تراش ہے تو ہتھوڑا اور چھینی سے پتھر یا دیوار پر منقش کرتا ہے مصور یا بت تراش کے عمل کے نتیجے میں تصویر بنتی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

فوٹو کھنچوانا ایک دوسرا عمل ہے اس کو "تصویر بنوانا" کہنا ہی غلط ہے یہ عکس بندی ہے یعنی کیمرے کے لینز پر عکس پڑتا ہے اور اس کو پلیٹ یا ریل پر محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ کیمرے کے اندر کوئی

''چغد'' بیٹھا ہوا نہیں ہے جو قلم یا برش سے تصویر بنائے' یہ عکس بالکل اسی طرح شیشے پر پڑتا ہے جیسے آئینہ دیکھتے ہیں' کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئینہ دیکھنے کو بھی حرام قرار دیا ہے؟ آئینہ دیکھنے میں نہ تصور کام کرتا ہے نہ مصور یہ تو عکس ہے جو خود بخود آئینے پر پڑتا ہے۔

کارٹون کو آپ تصویر بنوائی کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ اس میں مصور کا تصور کارفرما ہے اور یہ اس لیے بھی حرام ہے کہ اس میں تضحیک اور تمسخر کا پہلو نمایاں ہے' اس کو تو دیکھنا بھی درست نہیں ہے۔

آپ اخبار دیکھیں اس میں ہر خبر کے ساتھ عکس بندی ہوتی ہے' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا شاہ احمد نورانی کی فوٹوز آتی ہیں' تو کیا یہ حضرات بھی گناہ کبیرہ انجام دے رہے ہیں؟

۲...... پروگرام ''اقرأ'' کے بارے میں ایک لڑکے نے پوچھا کہ ٹی وی دیکھے یا نہ دیکھے؟ آپ نے منع کر دیا کہ وہ ٹی وی نہ دیکھے اس لیے کہ اس میں تصویر نظر آتی ہے' آپ کو خدا کا خوف نہ آیا کہ آپ نے اس کو قرآن شریف کی تعلیم سے روک دیا۔

۳...... اسی طرح آپ نے کھیلوں کے بارے میں سمجھا ہے کہ یہ ''لہو ولعب'' ہے' جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے' کیا کرکٹ' فٹ بال' ہاکی' اسکواش یہ سب لہو ولعب ہیں؟ آپ کے ذہن میں ''ورزش برائے صحت جسمانی'' کا کوئی تصور ہی نہیں ہے؟

۴...... ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ موسیقی روح کی غذا ہے' اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''موسیقی روح کی غذا ہے مگر شیطانی روح کی'' یہ جو درگاہوں پر قوالیاں ہوتی ہیں' یہ سب شیطانی روحیں ہیں؟ مجھے بچپن میں پڑھی ہوئی گلستان کی ایک کہانی یاد آئی۔ ایک مرتبہ آپ ہی جیسے ایک مولانا حضرت سعدیؒ سے موسیقی کے بارے میں الجھ گئے' بحث کرتے ہوئے دونوں آبادی سے باہر نکل گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چرواہا ایک ٹیلے پر بیٹھ کر بانسری بجا رہا ہے اور اونٹ اس کے سامنے وجد میں ناچ رہا ہے' سعدیؒ کی نظر اونٹ اور چرواہے پر پڑی تو مولانا سے کہنے لگے: مولانا! آپ سے تو یہ اونٹ سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔

۵...... آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ براہ کرم ''تصویر اور عکس بندی''' ''کھیل اور ورزش'' ''موسیقی اور وجدان'' کا فرق سمجھنے کی کوشش کریں' تعلیم یافتہ لوگ خصوصاً نوجوان آپ کے خیالات سے کیا تاثر لیتے ہوں گے؟

جواب: ۱...... کیمرے کے اندر جو ''چغد'' بیٹھا ہوا ہے وہ مشین ہے جو انسان کی تصویر کو محفوظ کر لیتی ہے جو کام مصور کا قلم یا برش کرتا ہے وہی کام یہ مشین نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ

کردیتی ہے اور اس مشین کو بھی انسان ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ منطق کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آتی کہ جو کام آدمی ہاتھ یا برش سے کرے تو وہ حرام ہو اور وہی کام اگر مشین سے کرنے لگے تو وہ حلال ہو جائے! اور پھر آنجناب فوٹو کے تصویر ہونے کا بھی انکار فرماتے ہیں حالانکہ عرف عام میں بھی فوٹو کو ''تصویر'' ہی کہا جاتا ہے اور تصویر ہی کا ترجمہ ''فوٹو'' ہے۔ الغرض! آپ نے ہاتھ کی بنائی ہوئی اور مشین کے ذریعے اتاری ہوئی تصویر کے درمیان جو فرق کیا ہے یہ صرف ذریعے اور واسطے کا فرق ہے مآل اور نتیجے کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ اور حدیث نبویؐ ''**المصورون اشد عذاباً یوم القیامة**'' میں ہاتھ سے تصویر بنانے والے اگر شامل ہیں تو مشین کے ذریعے بنانے والے بھی اس سے باہر نہیں اور جن کو ''**اشد عذاباً**'' فرمایا ہو وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں یا صغیرہ کے؟ اس کا فیصلہ آپ خود ہی فرما سکتے ہیں؟ میرے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا رسالہ ''**التصویر لاحکام التصویر**'' ملاحظہ فرمالیجئے۔

جواب:۲...... قرآن کریم کی تعلیم سے کون مسلمان روک سکتا ہے؟ مگر تصویر سے بھی قطع نظر جو آلہ لہو ولعب اور فحاشی کے لیے استعمال ہوتا ہو اسی کو قرآن کریم کے لیے استعمال کرنا خود سوچئے کہ قرآن کریم کی تعظیم ہے یا توہین؟ اگر آپ ایسے کپڑے میں جو گندگی کے لیے استعمال ہوتا ہو قرآن کریم کو لپیٹنا جائز نہیں سمجھتے تو جو چیز معنوی نجاستوں اور گندگیوں کے لیے استعمال ہوتی ہے اس کے ذریعے قرآن کریم کی تعلیم کو کیسے جائز سمجھتے ہیں؟ قطع نظر اس سے کہ تصویر حرام ہے یا نہیں؟ ذرا غور فرمایئے! اسکرین کے جس پردے پر قرآن کریم کی آیات پیش کی جارہی تھیں، تھوڑی دیر بعد اسی پر ایک رقاصہ وفاحشہ کا رقص پیش کیا جانے لگا' کیا مسلمانوں کے دل میں قرآن کریم کی یہی عظمت رہ گئی ہے؟ اور اگر کوئی شخص قرآن کریم کی اس اہانت سے منع کرے تو آپ اس پر فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ اسکے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے' سبحان اللہ! کیا ذہنی انقلاب ہے......!

جواب:۳...... یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ''لہو ولعب'' کھیل کود ہی کا نام ہے اس لیے اگر میں نے کھیلوں کو لہو ولعب کہا تو کوئی بے جابات نہیں کہ آپ ''ورزش برائے صحت جسمانی'' کے فلسفے کو لے بیٹھے حالانکہ ''کھیل برائے ورزش'' کو میں نے بھی ناجائز نہیں کہا' بشرطیکہ ستر نہ کھلے اور اس میں مشغول ہو کر حوائج ضروریہ اور فرائض شرعیہ سے غفلت نہ ہو جائے لیکن دور جدید میں جو کھیل کھیلے جارہے ہیں جن کے بین الاقوامی مقابلے ہوتے ہیں اور جن میں انہماک اس قدر بڑھ گیا ہے کہ شہروں کی گلیاں اور سڑکیں تک ''کھیل کے میدان'' بن گئے ہیں آپ ہی فرمائیں کہ کیا یہ سب کچھ ''ورزش برائے صحت جسمانی'' کے مظاہرے ہیں؟ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ دور جدید میں کھیل ایک مستقل

فن اور چشم بد دور ایک ''معزز پیشہ'' بن چکا ہے اس کو ''ورزش'' کہنا شاید اپنے ذہن و عقل سے ناانصافی ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ ''ورزش'' ہی ہے تو ورزش کے لیے بھی حدود و قیود ہیں یا نہیں؟ جب ان حدود و قیود کو توڑ دیا جائے تو اس ''ورزش'' کو بھی ناجائز ہی کہا جائے گا۔

جواب:۴......موسیقی کو ''شیطانی روح کی غذا'' صرف میں نے نہیں کہا بلکہ ''الشعر من مزامیر الشیطان'' تو ارشاد نبویؐ ہے اور گانے والیوں اور گانے کے آلات کے طوفان کو علامات قیامت میں ذکر فرمایا ہے۔ آلات موسیقی کے ساتھ گانے کے حرام ہونے پر فقہاء و صوفیاء بھی کا اتفاق ہے اور اسی میں گفتگو ہے' آدمی بہرحال آدمی ہے وہ سعدی کا اونٹ نہیں بن سکتا کیونکہ سعدی کا اونٹ احکام شرعیہ کا مکلف نہیں جبکہ یہ ظلوم و جہول مکلف ہے۔ آلات سے تاثر میں بحث نہیں' بحث اس میں ہے کہ یہ تاثر اشرف المخلوقات کے شایان شان بھی ہے یا نہیں؟ اور حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاثر کی تحسین فرمائی ہے یا تقبیح؟

جواب:۵......مجھے توقع ہے کہ آپ ''فاروقی بصیرت'' سے کام لیتے ہوئے ان حقائق پر غور فرمائیں گے اور حلال و حرام کے درمیان فرق و امتیاز کی کوشش کریں گے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۵ ۷ تا ۷۹)

ٹالی اور گھونگھرو وغیرہ کی بیع اور ان کے استعمال کا حکم

سوال: اشیاء بجنے والی مثل گھونگھرو ٹالی وغیرہ و اشیاء مستعملہ موسیقی مثل تار لوہا و پیتل وغیرہ و اشیاء مستعملہ ہنود مثل بندے و ستارے وغیرہ کسی مسلمان یا کافر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گھونگھرو' ٹالی وغیرہ اگر شان و شوکت کے اظہار کی غرض سے ہوں تو ناجائز ہے اور اس کے باندھنے سے جانور کو چلنے میں نشاط اور آسانی ہوتی ہو' یا راہ چلنے والوں کی اطلاع کی غرض سے کہ وہ سامنے سے ہٹ جائیں باندھا جائے تو جائز ہے اور وہ چیزیں جو موسیقی کے کام میں آتی ہیں' مطلقاً ناجائز ہیں' ان کا استعمال اور بندے و ستارے وغیرہ کا استعمال عورتوں اور لڑکیوں کے لیے جائز ہے' گو پیتل وغیرہ کی ہوں' ان چیزوں کی صرف انگوٹھی ناجائز ہے۔

جب وجوہ استعمال میں جائز و ناجائز کی تعیین ہوگئی تو اب حکم بیع کا جاننا چاہیے' سو اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی عین سے معصیت قائم ہو اس کا بیع کرنا ممنوع ہے اور جس چیز میں تغیر و تبدل کے بعد معصیت کا آلہ بنایا جائے اس کی بیع جائز ہے گو خلاف اولیٰ ہے۔

پس صورت مسئولہ میں گھونگھرو و ٹالی جب کہ تفاخر کے لیے مستعمل نہ ہوں اور بندے ستارے مطلقاً اور تار وغیرہ جو آلات موسیقی میں کام آئیں' خلاف اولیٰ فروخت کرنا جائز ہیں اور جواز و عدم جواز بیع میں مسلمان کافر کا ایک حکم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۰)

شکار کھیلنا اور اس کا پیشہ بنانا

سوال..... قرآن اور احادیث سے شکار کا مباح ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ یہ کہنا کہ صرف تین دن فاقے کے بعد شکار جائز ہے یا نہیں؟ حلال جانوروں کا شکار کر کے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... شکار کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے لہو ولعب مقصود نہ ہو یہ قول غلط ہے۔ (امداد المفتیین ص ۹۵۶) حلال جانوروں کا شکار کر کے فروخت کرنا جائز ہے۔

چیل وغیرہ کا شوقیہ شکار کرنا

سوال..... حرام جانور جیسے چیل وغیرہ کو بندوق سے شوقیہ مارنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... چیل اور کوے جیسے موذی جانوروں کا مارنا ثواب ہے اور اگر بہ نیت جہاد نشانے کی مشق کی غرض سے مارا جائے تو اور بھی زیادہ ثواب ہے مگر مارنے کے بعد تڑپتے چھوڑنا جائز نہیں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جلدی جان نکل جائے۔ (احسن الفتاوی ص ۴۰۸ ج ۷)

گڑیوں کا گھر میں رکھنا

سوال: (۱) گھر میں گڑیوں کا سجانا یا رکھنا' دیواروں پر یا کہیں پر اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲) اسلام نے جاندار شے کی تصویر بنانا گناہ قرار دیا ہے تو پھر مصور لوگ جاندار شے کی تصویر بناتے ہیں تو کیا یہ گناہ نہیں؟

جواب: (۱) گڑیوں کی اگر شکل صورت' آنکھ' کان' ناک وغیرہ بنی ہوئی ہو تو وہ مورتی اور بت کے حکم میں ہیں' ان کا رکھنا یا بچیوں کا ان سے کھیلنا جائز نہیں اور اگر مورتی واضح نہ ہو تو بچیوں کو ان سے کھیلنے کی اجازت ہے۔

جواب: (۲) جاندار کی تصویر بنانا اور کھینچنا بلاشبہ گناہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شدید عذاب کی خبر دی ہے۔

حدیث میں ہے: **عن عبداللہ بن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذابًا عنداللہ المصورون. متفق علیہ (مشکوۃ صفحہ ۳۸۵)**

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب دیئے جانے والے لوگ تصویریں بنانے والے ہیں۔'' (آپ کے مسائل ص ۶۲ ج ۷)

گھروں میں اپنے بزرگوں اور قرآن پڑھتے بچے یا دعا مانگتی ہوئی عورت کی تصویر بھی ناجائز ہے

سوال: گھروں میں عام طور پر لوگ اپنے بزرگوں یا قرآن مجید پڑھتا ہوا بچہ یا دعا مانگتی ہوئی خاتون کا فوٹو لگاتے ہیں اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا گمراہ اُمتوں کا دستور ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ چیز ممنوع قرار دی گئی ہے۔ حدیث میں فرمایا ہے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۴ ج ۷)

جاندار کی اشکال کے کھلونے گھر میں رکھنا جائز نہیں

سوال: آج کل ہمارے گھروں میں بچوں کے کھلونے تقریباً ہر جگہ موجود ہیں' کوئی جانوروں کی شکل کے بنے ہوئے ہیں' کوئی گڑیا وغیرہ مورتی کی صورت میں وہاں قرآن کی تلاوت' نماز' سجدہ کی ادائیگی کرتے ہیں' بعض اوقات نماز کے لیے وضو کریں یا سلام پھیریں تو نظر پڑ جاتی ہے یا ذکر میں مصروف ہو تو بچے کھیلتے ہوئے سامنے آجاتے ہیں اس صورت پر روشنی ڈالیں؟

جواب: گھروں میں جو بچیاں گڑیا بناتی ہیں اور جن کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے ان کے ساتھ بچیوں کا کھیلنا جائز ہے اور ان کو گھر میں رکھنا بھی درست ہے لیکن پلاسٹک کے جو کھلونے بازار میں ملتے ہیں وہ تو پوری مورتیاں ہوتی ہیں' ان مجسموں کی خرید فروخت اور ان کا گھر میں رکھنا ناجائز ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل ایسے بت گھروں میں رکھنے کا رواج چل نکلا ہے اور ان کی بدولت ہمارا گھر بت خانوں کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ گویا شیطان نے کھلونے کے بہانے بت شکن قوم کو بت فروش اور بت تراش بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۴ ج ۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طب و میڈیکل سائنس

ہسپتال میں بچہ کی ولادت

سوال: زید کی منکوحہ ہندہ پہلے بچہ کی ولادت کے وقت زید نے گھر پر زچگی کا بندوبست کیا' لیکن بچہ کسی طرح نہیں ہوا' مجبوراً ہسپتال لے جانا پڑا اور آپریشن کے ذریعے بچہ کی پیدائش ہوئی' ہسپتال میں پردہ کا کوئی انتظام نہیں' دوسرے بچہ کی ولادت کا وقت قریب ہے' گھر پر انتظام میں جان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں زید کیا کرے؟

جواب: جب جان کے لالے پڑ جائیں تو یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے نہ اختیاری ہے' نہ خوشی کے باعث ہے۔ اللہ پاک بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں۔ ''غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنا زچہ خانہ قائم کریں جو اسلامی حدود کا پابند ہو'' (م'ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۲۱)

مانع حمل دوا کا استعمال کرنا

سوال: ایک شخص کی بیوی کثرت اولاد کی وجہ سے اور ایام حمل کی طرح طرح کی بیماریوں کی وجہ سے چاہتی ہے کہ مانع حمل دوا استعمال کرے اور اس کا شوہر بھی رضامند ہے' کیا ایسی صورت میں ایسی دوا استعمال کرنا جائز ہے؟ جواب: جائز ہے' لیکن عسرت ''مفلسی'' کے خیال کو دل سے نکال دینا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدگمانی ہے کہ وہ اولاد کو رزق نہیں دیں گے بلکہ وہ سب کو رزق دیتے ہیں' دوسری وجوہ بیماری وغیرہ کی بناء پر شوہر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے۔ ''ایام حمل میں کچھ نہ کچھ پریشانی ہر حاملہ کو ہوتی ہے جس کو قرآن پاک میں ''وَحَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ'' فرمایا ہے' محض بیماریوں سے پریشانی کے خیال سے مانع حمل دوا کا استعمال نہ کرے' عسرت اور تنگی کا چور اندر بیٹھا رہتا ہے'' (م'ع) فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۷۰)

مانع حمل تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا

سوال: سورہ بنی اسرائیل کی آیت ''اور تم اپنی اولاد کو مال کے خوف سے قتل نہ کرو'' کی تفسیر میں مولانا

مودودی صاحب نے "تفہیم القرآن" میں آج کل کی مانع حمل تدابیر کو بھی قتل اولاد میں شامل کیا ہے۔
سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں جو نامناسب تقسیم رزق اور دولت انسان نے خود قائم کی ہے وہ غاصب کے لیے تو پابند مسائل نہیں لیکن مظلوم اپنے حصے سے محروم ہے اس صورت حال میں اگر وہ اپنی انفرادی حیثیت سے صرف مستقبل کے خوف سے مانع حمل تدابیر اختیار کرتا ہے تو کیا یہ خلاف حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا؟ ذات باری تعالیٰ پر یقین کامل اپنی جگہ اور اسی کی عطا کی ہوئی عقل سلیم ہمیں غور وفکر کی دعوت بھی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بارش دھوپ آندھی طوفان سے بچاؤ کی تدابیر کرتے ہیں نہ کہ ایسے ہی بیٹھے رہتے ہیں کہ یہ سب اسی کے حکم سے ہوتا ہے اور یہی اس کی رحمت ہے مقصد کہنے کا یہ کہ جب ایک وجود کو اس نے زندگی دینی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی لیکن انسان صرف اپنی مصلحت کی بناء پر اس کے برخلاف تدابیر کرنے کی سعی کرے تو کیا یہ خلاف حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوگا؟

جواب: منع حمل کی تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا تو مشکل ہے البتہ فقر کے خوف کی جو علت قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اندیشہ فقر کی بناء پر مانع حمل تدابیر اختیار کرنا غیر پسندیدہ فعل ہے اور آپ کا اس کو دوسری تدابیر پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ دوسری جائز تدابیر کی تو نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کا حکم فرمایا گیا ہے جبکہ منع حمل کی تدبیر کو ناپسند فرمایا گیا ہے۔ بہرحال منع حمل کی تدابیر مکروہ ہیں جبکہ ان کا منشاء محض اندیشہ فقر ہو اور اگر دوسری کوئی ضرورت موجود ہو مثلاً عورت کی صحت متحمل نہیں یا وہ اوپر تلے کے بچوں کی پرورش کرنے سے قاصر ہے تو مانع حمل تدبیر میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (آپکے مسائل اور اُنکا حل ج ۷ ص ۳۳۶)

خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم

سوال: ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے شہروں اور دیہاتوں میں بھرپور پروپیگنڈا کرکے عوام کو اور مسلمان قوم کو یہ تاکید کی جارہی ہے کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرکے کم بچے پیدا کریں اور اپنے گھر اور ملک کو خوشحال بنائیں۔ محترم! اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جو انسان بھی دنیا میں جنم لیتا ہے اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے نہ کہ انسان کے ہاتھ میں بلکہ انسان تو اس قدر گنہگار اور سیاہ کار رہتا ہے کہ وہ تو اس قابل ہی نہیں ہوتا کہ اسے رزق دیئے جائیں اسے جو رزق ملتا ہے وہ بھی ان معصوم بچوں ہی کے طفیل ملتا ہے تو کیا بچوں کی پیدائش کو روکنے اور خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے؟

جواب: خاندانی منصوبہ بندی کی جو تحریکیں آج عالمی سطح پر چل رہی ہیں ان کے بارے میں تو علمائے اُمت فرما چکے ہیں کہ یہ صحیح نہیں البتہ کسی خاص عذر کی حالت میں جبکہ اطباء کے نزدیک عورت مزید

بچوں کی پیدائش کے لائق نہ ہو علاجاً ضبط ولادت کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۴۷)

مانع حمل دوا غیر مسلم کو دینا

سوال: زید ایک طبیب ہے زید سے غیر مسلم عدم استقرار حمل کے لیے دوائیں طلب کرنے آتے ہیں تو زید ان کو ایسی دوا دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ وھو ظاہر لا یخفی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۸۹)

اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں؟

سوال: ایک کنواری لڑکی اپنی غلط کاری کی وجہ سے حاملہ ہوگئی اور اب اس کے حمل کو چار ماہ ہو چکے ہیں، ادھر والدین کی عزت کا سوال ہے، ایسی صورت میں حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بچہ کے اعضاء بن چکے ہوں اور بچہ میں جان پڑ گئی ہو جس کی مدت ۱۲۰ دن یعنی چار مہینے ہیں، ایسی حالت میں کسی کے نزدیک بھی حمل گرانا جائز نہیں، حرام اور گناہ ہے بچہ ضائع ہوگا اور اس کی ماں کی جان کو بھی خطرہ ہے۔ اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۵۵)

"ہاں اگر بچہ میں جان نہ پڑی ہو تو صورت مسئولہ میں اسقاط درست ہے۔" (م ع)

نفخ روح سے پہلے اسقاط کرانا

سوال: عورت کو حمل گروا دینا حرام ہے یا درست ہے؟ (۲) جو عورت بہت جلدی حاملہ ہو جاتی ہے، مثلاً ابھی بچہ نو ماہ کا ہے اور ایام آ گئے اور وہ اسی وقت میں حاملہ ہو جاتی ہے، (۳) تیسرے وہ عورت جو بہت بچے جن چکی ہے اور وہ بہت لاغر ہوگئی ہو، ان کو مانع حمل دوا کھلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) بلا عذر نا جائز ہے اور بعذر جائز۔ "بصورت عذر بھی تفصیل ہے جو پہلے گزر چکی"۔ (م ع)

(۲) اگر اس عورت کو یا بچہ کو اس حمل سے کچھ نقصان ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (۳) جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۴)

سخت بیماری میں اسقاط کرانا

سوال: ایک عورت کے شکم میں بچہ زندہ ہے اور وہ عورت سخت بیمار ہے، ظاہراً بدون اسقاط فائدہ معلوم نہیں ہوتا، پس اس حالت میں اسقاط حمل درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست نہیں۔ فِی الدُّرِ الْمُخْتَارِ وَيُكْرَهُ اَنْ تَسْعٰى لِاِسْقَاطِ حَمْلِهَا وجاز بِعُذْرٍ بِحَيْثُ لَا يُتَصَوَّرُ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۴)

زنا کے حمل کو ساقط کرانا

سوال: میں ایک ڈاکٹر ہوں' میرے پاس ایک لڑکی تین ماہ کا حمل گروانے کے لیے آئی' اور کہا اگر حمل نہیں گراؤ گے تو میں خودکشی کرلوں گی' میری شادی ہونے والی ہے' ایسی صورت میں حمل گرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جس لڑکی نے آ کر کہا مجھے ناجائز حمل ہے میری شادی ابھی نہیں ہوئی' اس کو ساقط کردیا جائے تو اگر وہ حمل ایسا ہے کہ اس میں ابھی جان نہیں پڑی تو اس کو ساقط کردینا درست ہے' جان پڑنے کے بعد ساقط نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷' اص ۳۶۲) "چار ماہ ایک سو بیس دن کے حمل میں جان پڑ جاتی ہے' لہٰذا چار ماہ یا اس سے اوپر کے حمل کا اسقاط جائز نہ ہوگا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے" (م' ع)

پوسٹ مارٹم کا حکم

سوال: پوسٹ مارٹم کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بسا اوقات اس میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ کسی شخص کی موت کا سبب معلوم نہ ہو تو تفتیش جرائم کا محکمہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی موت زہر کھانے سے ہوئی یا گلا گھوٹنے سے' یا ڈوب کر' یا کسی پوشیدہ سبب سے تاکہ ظالم کی شناخت کرکے اس کو سزا دی جائے اور جرائم کی راہ مسدود ہو۔

۲۔ بسا اوقات میت کی موت کا سبب معلوم نہ ہونے کے سبب ایک بے قصور گرفتار صرف شبہۃً ہو جاتا ہے لیکن پوسٹ مارٹم سے پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ طبعی موت مرا ہے۔

۳۔ بعض مرتبہ وبائی امراض پھیل جاتے ہیں تو ڈاکٹر لوگ پوسٹ مارٹم کے ذریعے اس کثرت اموات کے اسباب معلوم کرتے ہیں تاکہ ان پر غور کرکے احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں' نیز انسانی اعضاء کی ترکیب ہڈیوں کے جوڑ' مختلف اعضاء کا تناسب وغیرہ کو اس مقصد سے دیکھتے ہیں تاکہ بیماری اور اس کے اسباب اور طریق علاج پر عبور حاصل کرسکیں۔

جواب: پوسٹ مارٹم آیت کریمہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ الآیۃ کے صریح خلاف ہے اور اس میں جو مصالح ومقاصد تحریر ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی واجب التحصیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس میں انسان کو ننگا کرنا بھی لازم ہے۔ جس کا حرام ہونا ظاہر ہے اور علاوہ ازیں اور بہت سے دیگر مفاسد کا باب کھلتا ہے اور بر سبیل تسلیم پتہ بھی لگ جائے کہ اس کی موت زہر وغیرہ سے ہوئی ہے جب بھی ظالم یا مجرم کی تعیین نہیں ہوسکتی اس لیے اس فعل کے ارتکاب کی شرعاً اجازت نہ ہوگی' اگر کوئی غیر مسلم کی نعش پر ایسا کرے یا کسی غیر اسلامی ملک میں ایسا کیا جائے تو یہ فعل حجت شرعی نہیں بن سکتا' اس لیے شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۴۱۲)

طبی تجربہ کیلئے لاش چیرنا

سوال: طبی اغراض کے لیے مردہ انسانوں کی لاشوں کا چیرنا پھاڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت نے مردہ انسانوں کا احترام اسی طرح ضروری قرار دیا ہے، جس طرح زندہ کا۔ پس محض طبی تجربات کے لیے مردوں کا چیرنا پھاڑنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی عورت کے پیٹ میں بچہ ہو اور عورت مر جائے تو پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے گا، اگر عورت تو زندہ ہے لیکن بچہ پیٹ میں مر جائے تو بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لیا جائے گا، بلاقصد اگر کوئی کسی کا موتی نگل لے اور پھر مر جائے تب بھی پیٹ چاک کر کے موتی نکالنا درست نہیں کیونکہ حرمت نفس حرمت مال سے اعظم ہے، حاصل یہ نکلا کہ اگر مردہ انسان سے زیادہ قابل لحاظ شئی بغیر لاش چیرے فوت ہوتی ہو تو تب بھی لاش کا چیرنا درست ہے ورنہ درست نہیں، حتیٰ کہ اگر حاملہ عورت ایام حمل پورے ہونے کے بعد مری اور بچہ اس کے پیٹ میں متحرک تھا اس کو دفن کر دیا گیا پھر کسی نے خواب میں دیکھا کہ عورت کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس خواب پر قبر کو کھودنا جائز نہیں کیونکہ اگر یہ خواب صحیح ہے تب بھی بچہ کے زندہ رہنے کی توقع نہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا ہوگا اور قبر کھودنے میں لاش کی توہین ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۵۵) ''طبی تجربہ بعض دیگر حیوانات پر بھی ممکن ہے، جن کے اعضاء انسانی اعضاء سے قریب ہیں'' (م، ع)

کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا

سوال: میرے فرزند کے دونوں گردے خراب ہو گئے، ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص کا ایک گردہ اسے لگا دیا جائے تو امید ہے کہ افاقہ ہوگا، والدہ گردہ دینے کے لیے تیار ہے، تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں کہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے، اسی بناء پر اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلاقیمت دے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے، اس لیے کہ کوئی شخص اپنی روح کا مالک نہیں کہ اسے ضائع کر دے، لہٰذا کسی زندہ یا مردہ انسان کا گردہ آپریشن کر کے نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں، حدیث میں تو یہاں تک آیا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے واصلہ اور مستوصلہ پر (واصلہ وہ عورت جو دوسرے کے بال عورتوں کے بال میں لگاتی ہے تاکہ سر کے بال زیادہ لمبے معلوم ہوں، مستوصلہ وہ عورت جو اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگوائے) لہٰذا صورت مسئولہ میں والدہ کے لیے شرعاً جائز نہیں ہے کہ اپنا گردہ بیٹے کے جسم میں لگانے کے لیے دے۔

آج کل کی تحقیق کے اعتبار سے نفع ہوتا ہے تو اس سے انکار نہیں مگر **اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا** کے اصول پر ناجائز ہی ہوگا، نیز اس طریقے میں انسانیت کی توہین بھی ہے کہ اگر یہ طریقہ چل پڑا تو انسانی اعضاء ''بکری کا مال'' بن جائیں گے، یہ بات بھی ملحوظ ذہنی چاہیے کہ جس کا گردہ لیا جائے گا، اس کی صحت اور زندگی خطرہ میں پڑے گی اور جس کو گردہ دیا جائے گا اس کی صحت بھی یقینی نہیں ہے۔

اللہ ہی سے شفا کی امید رکھیں، دوا اور علاج کے ساتھ دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام رکھیں، صدقہ و خیرات بھی حسب حیثیت کریں کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے، اللہ کو منظور ہوگا تو ضرور شفا عطا فرمائے گا، قضائے الٰہی پر راضی رہیں اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۸۵)

آپریشن کے ذریعے تبدیل جنس کرانا

سوال: آپریشن کے ذریعے مرد سے عورت بننا، یا عورت سے مرد بننا شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: جو مرد زنانہ ہیئت اختیار کرلے یا زنانہ لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ ہیئت اختیار کرے یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، یہاں تک کہ عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو اس پر بھی لعنت آئی ہے، پھر مستقلاً صفت ذکورت کو انوثت میں تبدیل کرنا یا اس کا عکس کہاں درست ہوگا کہ اس میں ہر دو کی تخلیق کی مخصوص غایت ہی فوت ہوجاتی ہے، تغییر خلق اللہ کی قباحت قرآن کریم میں مذکور ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۶۲) "الغرض مرد سے عورت بننا یا عورت سے مرد بننا جائز نہیں" (م، ع)

زائد انگلی کا کٹانا

سوال: اگر کسی آدمی کے ایک انگلی زائد ہو اور وہ بدنما معلوم ہوتی ہو تو اس کو کٹوانا کیسا ہے؟

جواب: کٹوانا جائز ہے، حکم الٰہی کے خلاف نہیں، مگر تکلیف بھی ہوگی اپنے تحمل کو دیکھ لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۲۵) "آج کل آپریشن میں تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیا جاتا" (م، ع)

اعضاء انسانی کی پیوند کاری

سوال: زید کو ڈاکٹر نے یہ کہا کہ اگر تم بکر کا دل اپنے جسم میں ڈال لو گے تو زندہ رہ سکتے ہو ورنہ نہیں، بکر مرنے کے قریب ہے، اس کے اعزاء بھی دینے کے لیے تیار ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: بکر کے رشتہ دار نہ زندگی میں بکر کے مالک ہیں نہ مرنے کے بعد، ان کو بکر کے کسی عضو کو نہ قیمتاً دینے کا حق ہے نہ ہدیۃً لہٰذا ان کی رضامندی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ بکر خود بھی اپنے اعضاء کا مالک نہیں کہ جو عضو جس کو چاہے کاٹ کر دے دے بکر اور اس کے اعضاء کا شریعت نے ایک حق مقرر کردیا ہے وہ یہ کہ مرنے کے بعد اس کو غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کردیا جائے۔

آج اس کے دل پر زید کی زندگی کو منحصر کردیا گیا ہے کل کو کہا جائے گا کہ اس کا گوشت کھانے پر زندگی موقوف ہے۔ لہٰذا اس کا گوشت بند کر کے ہسپتال میں محفوظ رکھا جائے، انسان جو کہ اشرف

المخلوقات ہے اس کا حال بھی گائے، بکری کی طرح ہو کر "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ" کا ایک نمونہ بن جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۴۲۹)

حرام دوا کا استعمال

سوال: گل ارمنی، گل مختوم، افیون دوا میں شربا و ضماداً اور شیر زناں طلاء اطباء استعمال کراتے ہیں، آیا وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے اور مریض ہندو ہو یا مسلمان؟

جواب: متقدمین دوائے محرم کو بضرورت بھی جائز نہیں کہتے اور متاخرین ضرورت میں اجازت دیتے ہیں اور شیر زناں محرم ہے اس لیے مختلف فیہ ہوگا، احوط قول متقدمین ہے اور عامل قول متاخرین پر بھی دارو گیر نہیں، باقی جو دوایہ فی نفسہ مباح ہیں اور نہی بعض آثار وعوارض سے ہے اگر وہ عوارض نہ ہوں مثلاً مٹی میں ضرر اور افیون میں سکر نہ ہو تو وہ حرام نہیں اور ہندو مسلمان کا حکم اس میں یکساں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ص ۲۰۵)

جراح کا زخم اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لینا

سوال: آج کل جراح زخم کے اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر معاملہ کیے ہوئے زخم اچھا ہونے پر حق الخدمت اتنا ہی دیدیں جتنے کا ٹھیکہ ہوتا ہے۔ "مطلب یہ کہ اس قسم کے ٹھیکہ کا معاملہ درست نہیں اور جائز طریقہ یہ ہے جو بتلایا گیا" (مع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۷اص ۳۲۰)

بطور علاج عورت کا دودھ استعمال کرنا

سوال: کسی تکلیف کے باعث شوہر کو اپنی بیوی کا دودھ خالص یا کسی اور نسخہ کے ساتھ حلق اور آنکھ وغیرہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں، اپنی عورت کا ہو یا کسی اور عورت کا ہو لیکن اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ "حرمت رضاعت کی مدت مقرر ہے" (مع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۷اص ۳۹۳)

انگریزی ادویات کے استعمال کا حکم

سوال: دور حاضر میں اکثر امراض میں انگریزی ادویات استعمال ہوتی ہیں جن میں الکحل بھی استعمال ہوتا ہے، شرعی نکتہ نگاہ سے ان ادویات کا کیا حکم ہے؟

جواب: انگریزی ادویات کے بارے میں متاخرین علماء کرام کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر ان میں شراب یا دیگر محرم اشیاء کا استعمال یقینی یا ظن غالب سے ثابت ہو تو بغیر شدید ضرورت کے استعمال کرنا درست نہیں، ویسے انگریزی ادویات کا استعمال مرخص ہے۔ (فتاوی حقانیہ ج۲ ص ۳۹۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆منصوبہ بندی کی جائز و ناجائز صورتیں☆

سوال نمبر 1۔ کیا منصوبہ بندی جائز ہے یا نہیں؟

(الف)۔ اگر ماں کی صحت کو خطرہ ہو تو کیا منصوبہ بندی کرائی جا سکتی ہے؟

(ب)۔ کیا اولاد کی پیدائش میں وقفہ کرنا جائز ہے؟

(ج)۔ وہ کونسی صورتیں ہیں جن میں منصوبہ بندی جائز ہے؟

(د)۔ وہ کونسی صورتیں ہیں جن میں بچوں کی پیدائش میں وقفہ کرنا جائز ہے؟

جواب: الف تا د: خاندانی منصوبہ بندی کیلئے ایسی صورت اختیار کرنا جس کے سبب دائمی طور پر اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے، کسی دوا یا انجکشن کے ذریعہ یا آپریشن یا خارجی تدابیر سے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

قال عبد اللہ کنا نغز و مع رسول اللہؐ ولیس لنا شی فقلنا الا نستخصی فنهانا عن ذالک (بخاری شریف ج۱ ص ۷۰۹)

البتہ کمزور عورت کو حمل کی وجہ سے شدید تکلیف ہوتی ہو یا اس کا حاملہ ہونا دوسری اولاد کیلئے مضر ہو تو وقتی طور پر ایسی تدابیر اختیار کرنا یا دوا کھالینا تاکہ دو یا تین سال یا تندرست ہونے تک حمل قرار نہ پائے تو اس کی گنجائش ہے۔

دار الافتاء دار العلوم کراچی

کتبہ محمد کمال الدین احمد راشدی
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۱۴/۲/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح
محمود اشرف عثمانی
۱۵/۲/۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆کسی صورت میں چار ماہ کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں☆

سوال نمبر 2۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام ان درج ذیل مسائل کے بارے میں؟

(الف) اگر حمل کے چھٹے یا ساتویں مہینے میں معلوم ہو کہ بچہ معذور ہے تو کیا اسقاط حمل کروایا جاسکتا ہے؟

(ب) اگر ماں کی صحت کو خطرہ ہو تو چھٹے ساتویں مہینے میں اسقاط کروا سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف، ب) شرعاً چھ سات ماہ کے بعد بلکہ چار ماہ کے بعد بھی بچے کے معذور ہونے، کمزور ہونے یا عورت کی صحت کو خطرہ لاحق ہونے کی وجہ سے اسقاط حمل جائز نہیں کیونکہ اس میں قتل نفس کا گناہ ہے جو گناہ عظیم ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اسقاط حمل ناجائز ہے اور اس سے احتراز لازم ہے اور صحت کیلئے جہاں تک ہو سکے احتیاطی تدابیر بھی کرتے رہنا چاہئے۔ (فی الدر ص ۱۷۶ ج ۳ وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن الزوج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ چار ماہ سے قبل شدید عذر کیوجہ سے اِسقاطِ حمل جائز ہے ☆ (3,4)

سوال نمبر 3۔ اگر **Abnormal Foetus** ہو تو کیا ۴ ماہ سے قبل **Abortion** کرائی جاسکتی ہے **USG** کے ذریعے ۴ ماہ قبل **Feuts** کی **Abnormality** پتہ چل جاتی ہے۔

جواب: حمل میں جان پڑنے سے قبل یعنی ۱۲۰ دن سے پہلے پہلے اگر طبی تحقیق سے حمل میں کسی شدید بیماری یا نقص کا علم ہو جائے اور کوئی امانتدار ڈاکٹر اسقاط (**Abortion**) کا مشورہ دے تو اسقاط کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر 4۔ وہ کونسی صورتیں ہیں جن میں **Abortion** کرائی جاسکتی ہے؟

جواب: کسی عذر کی وجہ سے مثلاً ماں کی جان خطرے میں ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ بچہ مردہ پیدا ہوگا، صحت کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا کسی شدید بیماری یا معذوری میں مبتلا ہو جائے وغیرہ وغیرہ تو حمل میں جان پڑنے سے پہلے پہلے اسقاط کرانا جائز ہے اور جان پڑنے کے بعد اسقاط کرانا ناجائز اور بڑا گناہ ہے۔

☆ آج کل کی اہلِ کتاب لڑکی سے نکاح نہ کیا جائے ☆

سوال نمبر 5۔ کیا اہلِ کتاب لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

جواب: اگرچہ کسی اہلِ کتاب لڑکی سے نکاح اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ واقعۃً اللہ تعالیٰ کے وجود، کسی آسمانی کتاب اور اس مذہب کے نبی پر ایمان رکھتی ہے (محض نام کی یہودی، عیسائی ہونا کافی نہیں) مگر شدید مجبوری کے بغیر کسی اہلِ کتاب لڑکی سے نکاح نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ بے شمار خرابیوں کا باعث ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں مسلمانوں کو اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا، حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ خیر کا زمانہ تھا، تو آج اس فتنے کے زمانہ میں جبکہ خود مسلمانوں کے ایمان و اعمال میں کمزوری آگئی ہے، کسی اہلِ کتاب عورت سے نکاح کے بعد بچوں کے اس سے متاثر نہ ہونے اور دینی تربیت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا مسلمان کیلئے اہلِ کتاب لڑکی سے نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ (ماخذ رجسٹر نقل فتاویٰ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے معلوم کرنا کہ رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی، جائز ہے ☆

سوال نمبر 6۔ کیا الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے معلوم کرنا کہ ماں کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی جائز ہے۔

جواب: الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ معلوم کرنا کہ ماں کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی، جائز ہے لیکن اس پر یقین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ یقینی نہیں ہے اس میں غلطی کا قوی امکان ہے اور یہ حق تعالیٰ کے علم غیب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ الٹرا ساؤنڈ وغیرہ سے تخمینہ اور اندازہ ہوتا ہے یقینی علم صرف حق تعالیٰ کو ہے اور یہ اندازہ بھی آلات و تجربات سے ہوتا ہے جبکہ حق تعالیٰ کو ان چیزوں کے بغیر علم ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو مطالعہ کریں معارف القرآن (۳۴۲،۳۴۷/ج ۳)

فی التفسیر المنیر: قال القرطبی وقد یعرف بطول التجارب اشیاء من ذکورۃ الحمل وأنوثتہ الی غیر ذلک (۲۱: ۱۷۹) واللہ سبحانہ تعالیٰ.

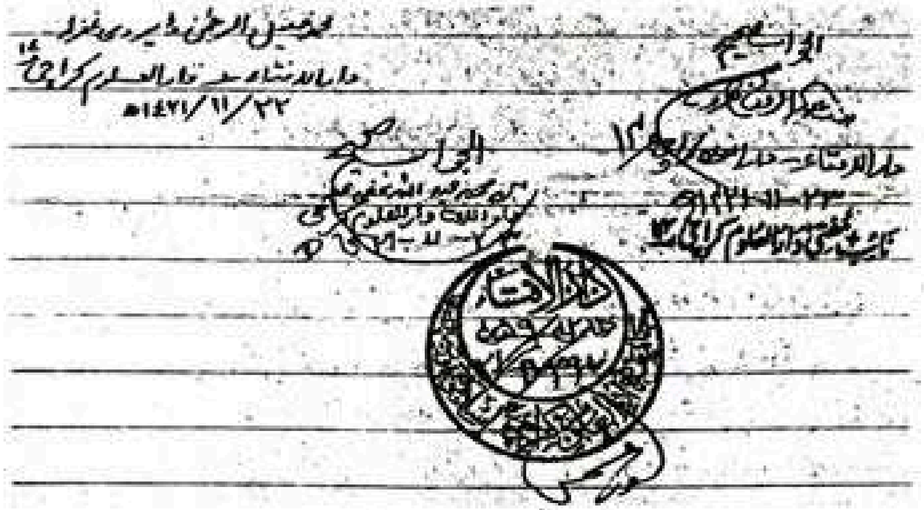

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆انسانوں میں کلوننگ جائز نہیں☆

سوال نمبر 7: کیا کلوننگ جائز ہے؟

جواب: انسانوں میں کلوننگ کا تجربہ جائز نہیں، کیونکہ اس سے بہت سارے مفاسد پیدا ہو جائیں گے مثلاً کلوننگ کی وجہ سے نسب جس کی بدولت انسانیت کی بقاء ہے، وہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح عفت کا مسئلہ بھی قصۂ پارینہ بن کر رہ جائے گا اور جرم کی ایسی فراوانی ہوگی کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا بظاہر محال ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے ہر لحاظ سے مختلف پیدا کیا ہے، خصوصاً شکل وصورت میں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ شکل وصورت کی وجہ سے مجرموں کی شناخت آسان ہے، جبکہ کلوننگ کی وجہ سے ایسے متعدد افراد کا وجود لازمی ہے جو شکل وصورت میں ہو بہو ایک جیسے ہونگے۔ اب ان میں سے اگر کسی نے جرم کا ارتکاب کیا تو اصل مجرم کی شناخت اور پہچان ممکن نہیں ہوگی، جس کی وجہ سے معاشرہ میں خطرناک قسم کے لاینحل اور مشکل مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔ بہر حال ان مفاسد کی وجہ سے انسانوں میں کلوننگ کا تجربہ ہرگز جائز نہیں۔

☆ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے بچوں کی پیدائش کے جائز و ناجائز طریقے☆

سوال نمبر 8: کیا ٹیسٹ ٹیوب بی بی کے ذریعے بچوں کی پیدائش کا طریقہ جائز ہے؟ اس میں باپ کے جرثومہ اور ماں کے انڈے کو باہر ملایا جاتا ہے اور پھر بعد میں اس کو ماں کے رحم میں رکھ دیتے ہیں؟

جواب: مصنوعی تولید کے مندرجہ ذیل طریقے معروف ہیں:۔

☆ نطفہ شوہر کا ہو اور کسی ایسی عورت کا بیضہ لیا جائے جو اس کی بیوی نہ ہو، پھر یہ لقیحہ اس شوہر کی بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

☆ نطفہ شوہر کے سوا کسی اور کا ہو اور بیضہ بیوی کا ہو اور اسی کے رحم میں رکھا جائے۔

☆ شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ لے کر بیرونی طور پر ان کی تلقیم کی جائے اور پھر یہ لقیحہ کسی دوسری عورت کے رحم میں رکھا جائے جیسے مستعار رحم کیا جاتا ہے۔

☆ کسی اجنبی شخص کے نطفہ اور اجنبی عورت کے بیضے کے درمیان بیرونی طور پر تلقیم کی جائے اور لقیحہ بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

☆ شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ لے کر بیرونی تلقیم کی جائے اور اس کو اسی شوہر کی دوسری بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

☆ نطفہ شوہر کا ہو، بیضہ اس کی بیوی کا ہو، ان کی تلقیم بیرونی طور پر کی جائے اور پھر اس بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

☆ شوہر کا نطفہ لے کر اس کی بیوی کے مہبل یا رحم میں کسی مناسب جگہ پر بطور اندرونی تلقیح رکھا جائے۔

ان سات صورتوں میں سے پہلی پانچ صورتیں قطعاً حرام ہیں جن کی کسی حالت میں گنجائش نہیں، کیونکہ اس میں نسب کا اختلاط اور خاندان و نسل کا ضیاع بھی لازم آتا ہے۔ اور اس میں دوسرے شرعی محظورات بھی پائے جاتے ہیں۔ البتہ چھٹی اور ساتویں صورت میں مجمع نے یہ قرار دیا کہ ضرورت کے وقت ان طریقوں کے استعمال کی گنجائش ہے، بشرطیکہ لیڈی ڈاکٹر یہ عمل انجام دے اور دیگر تمام ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہوں۔ (ماخذ ماہنامہ البلاغ ۳ شعبان، ۱۴۰۸) واللہ سبحانہ اعلم۔

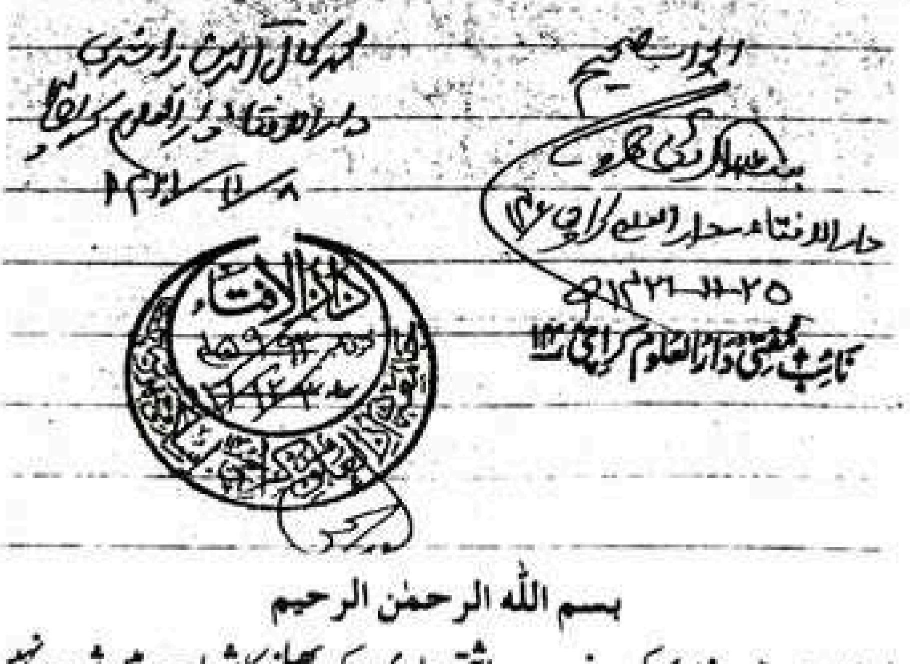

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ خاندان میں شادی کرنے سے وراثتی بیماری کے پھیلنے کا شریعت میں ثبوت نہیں ☆

سوال نمبر 9۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماءِ کرام ان مسائل کے بارے میں؟

(الف) ڈاکٹری کی رو سے خاندان میں شادیاں کرنے سے وراثتی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ شریعت میں اس کی کیا حقیقت ہے؟

(ب) خاندان میں شادی کرنا افضل ہے یا خاندان سے باہر شرعی لحاظ سے؟

(ج) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں چچازاد اور ماموں زاد کے علاوہ دور کے رشتہ داروں میں یا اور کسی خاندان میں شادی کرنے کی ترغیب دی ہے (میں نے کسی کتاب میں یہ پڑھا تھا، کتاب کا نام یاد نہیں)۔

(د) کیا آدمی وراثتی بیماریوں سے بچنے کیلئے خاندان سے باہر شادی کرسکتا ہے؟

والسلام!

محمد طیب۔ 99 اقبال ہال نشتر میڈیکل کالج ملتان۔

جواب: نکاح کرتے وقت جن اوصاف کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے، ان میں سے ایک عورت کے حسب یعنی خاندان، شرافت کو دیکھنا ہے۔ لیکن شریعت نے اصل بنیاد دین کو ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا اگر اپنے خاندان میں دیندار رشتہ نہ ملتا ہو اور نسبتاً بعید خاندان میں دیندار رشتہ ملتا ہو تو شادی کرنے میں اس کو ترجیح دینا چاہئے۔ جیسا کہ ''مصنف عبدالرزاق'' میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کی امانت داری اور اچھے اخلاق سے تم رضامند ہو تو نکاح کردیا کرو، وہ کوئی بھی ہو اس لئے کہ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین پر فساد پیدا ہوجائے گا۔

رہا خاندان میں زیادہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ شادیاں کرنے سے وراثتی بیماریوں کا آنے والی نسل میں منتقل ہونا یا بچے کا جسمانی اور ذہنی اعتبار سے ضعیف ہونا، سو شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کا تعلق تجربے سے ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ کبھی ایسے نکاح کے بعد کوئی بیماری ظاہر نہیں ہوتی، کبھی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس بناء پر رشتہ داروں سے نکاح کو ہمیشہ کیلئے برا سمجھنا درست نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص سبب کے درجہ میں طبی احتیاط کے طور پر اس سے اجتناب کرے تب بھی شرعاً کوئی مانع نہیں ہے۔

بعض کتابوں میں ایک بات حدیث کے طور پر پیش کی جاتی ہے، ''لا تنکحوا القرابۃ القریبۃ فان الولد یخلق ضاویا ای نحیفا'' یعنی قریبی رشتہ داروں سے شادی نہ کرو، اس لئے کہ اس سے اولاد ضعیف پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کا حدیث ہونا سند سے ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات بطور حدیث کے مانی جائے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔اور اگر یہ بات تجربہ پر مبنی ہے تو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

علامہ زبیدیؒ نے اس حدیث کے متعلق ابن صلاحؒ کا قول "اتحاف السادۃ المتقین" میں نقل کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی کوئی قابلِ اعتماد اصل نہیں مل سکی۔

حاصل یہ کہ شریعت کے طرف سے نہ اپنے خاندان میں شادی کرنے کی ممانعت ہے اور نہ غیر خاندان میں شادی کرنے کی ترغیب۔البتہ فطری شرافت دینداری اور مستقبل میں موافقت جیسے اُمور کا خیال رکھنا بہرحال ضروری ہے۔اور اگر اپنے قریبی خاندان میں شادی کرنا کسی مصلحت کے خلاف ہو جس میں طبی مصلحت بھی داخل ہے تو پھر دوسرے خاندان میں شادی کرنا بہتر ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ عن النبی قال تنکح المرأۃ لا ربع لما لھا ولحسبھا ولجما لھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک. (بخاری ۲،۷۶۲)

الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۹-۵-۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
۲۹-۵-۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفراللہ لہ
۲۹-۵-۱۴۱۸ھ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۲۹/۵/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
محمد عبدالمنان عفی عنہ
۲۹-۵-۱۴۱۸ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ میڈیکل کے طالبعلم کیلئے علاج کا طریقہ سیکھنے کیلئے ولادت کا عمل دیکھنا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 10۔ میں میڈیکل کالج کا طالب علم ہوں، آخری سال میں زچہ و بچہ وارڈ میں ڈیوٹی لگتی ہے۔وہاں ولادت کے تمام مراحل کا معائنہ کرایا جاتا ہے۔کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟ اس کی تعلیم ضروری ہے اور وہاں حاضری لازمی ہے، ورنہ امتحان میں فیل کردیا جاتا ہے۔

جواب: عام حالات میں کسی عورت کی شرمگاہ اور ستر کو دیکھنا کسی بھی اجنبی مرد یا عورت کیلئے جائز نہیں۔ میڈیکل کے طالب علم کیلئے ولادت کا عمل محض علاج کا طریقہ سیکھنے کیلئے دیکھنا جائز نہیں۔

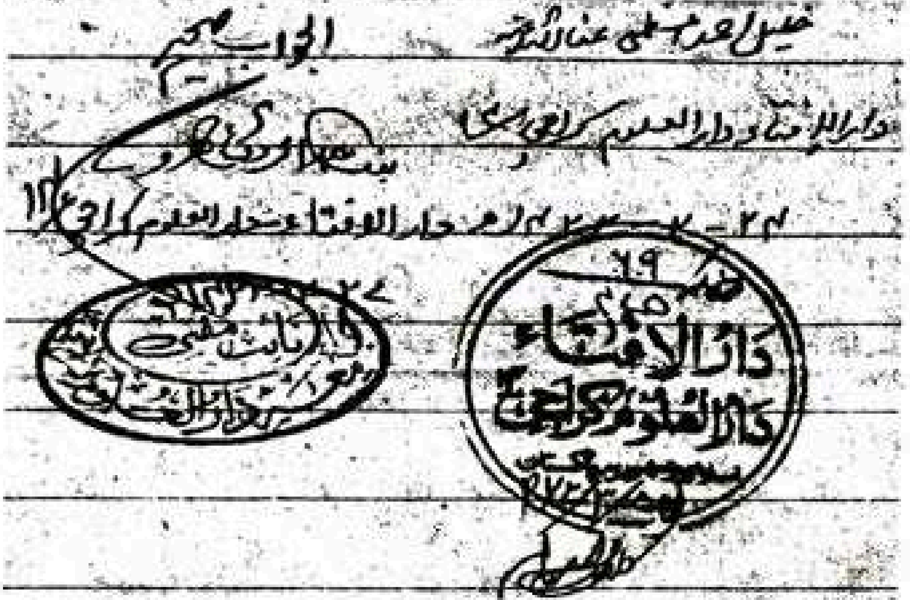
الجواب صحیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆مرد ڈاکٹر کیلئے عورتوں کے مخصوص علاج کیلئے

مہارت حاصل کرنا جائز نہیں☆

سوال نمبر 11۔ کیا مرد Gynacologist بن سکتے ہیں؟

جواب: عورتوں کے خصوصی امراض کے علاج کے سلسلہ میں عورتوں کو مہارت حاصل کرنی چاہئے۔ مردوں کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ بطور خاص اسے سیکھیں بلکہ انہیں دوسرے امراض میں مہارت حاصل کرنی چاہئے۔

فی الدر! وینبغی أن یعلم امرأۃ تداویها لأن نظر الجنس الی الجنس أخف. وفی الشامیة! وان کان فی موضع الفرج فینبغی أن یعلم امرأۃ تداویها. وفیه والظاهر أن "ینبغی" هنا للوجوب (ص ۳۷۱ ج۶). وفی العالمگیریة! امرأۃ اصابتها قرحة فی موضع لا یحل للرجل ان ینظر الیها لکن یعلم امرأۃ تداویها (ص ۳۳۰، ج۵)

☆شدید عذر کے وقت مرد ڈاکٹر، عورت کا مخصوص آپریشن کرسکتا ہے☆

سوال نمبر 12۔ وہ کونسی صورتیں ہیں جس میں مرد Gynacologist سے آپریشن کرواسکتے ہیں؟

جواب: اگر کوئی بیماری ایسی ہو جس میں ناقابلِ برداشت درد ہو یا کوئی آپریشن وغیرہ ایسا ہو

کہ اس کے بغیر عورت کی جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا بیماری کا علاج ممکن نہ ہو اور کوئی لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو جس سے تسلی بخش علاج ہو سکے اور کسی عورت کو دوا وغیرہ بتا کر علاج کرنا بھی ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری کی حالت میں اجنبی مرد ڈاکٹر سے علاج اور آپریشن کرانا جائز ہے اور ایسی مجبوری کی حالت میں عورت مرد ''Gynoeclologist'' کے پاس جا سکتی ہے۔ لیکن اس مجبوری کی صورت میں بھی یہ ضروری ہے کہ بدن کا صرف اتنا حصہ ہی کھولا جائے جتنا علاج کیلئے ضروری ہے۔ باقی پورے بدن کو مکمل طور پر ڈھانپ لیا جائے اور ڈاکٹر بھی صرف بقدر ضرورت نظر ڈالے اور جسم کے باقی حصوں کو دیکھنے سے اپنی نگاہ نیچی رکھے۔

فی الشامية: وقال فی الجوهرة اذا كان المرض فی سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر اليه عند الدواء لأنه موضع الضرورة و ان كان فی موضع الفرج فينبغی أن يعلم امرأة تداويها فان لم توجد وخافوا عليها أن تهلک أو يصيبها وجع لا تحتمله يستروا منها كل شئ الا موضع تلک القرحة ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع الا عن ذلک الموضع ولا فرق فی هذا بين ذوات المحارم وغيرهن لأن النظر الی العورة لا يحل بسبب المحرمية كذا فی فتاویٰ قاضی خان (ص ۳۳۰، ج۵)

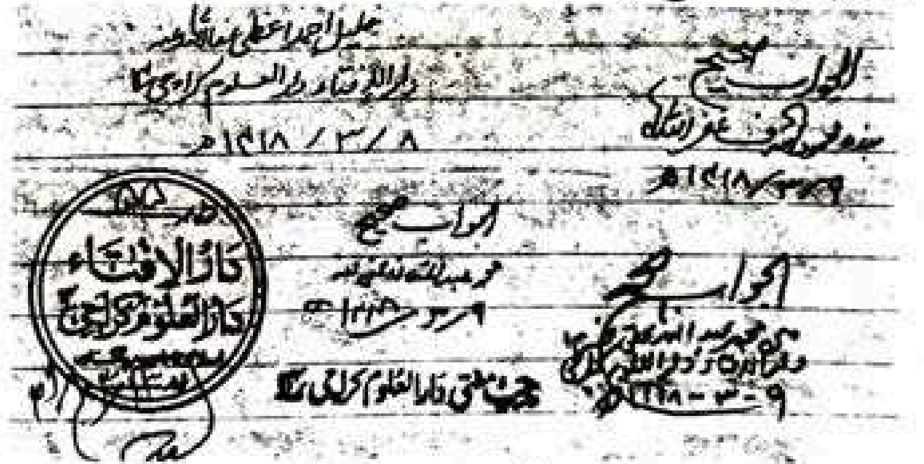

بسم الله الرحمٰن الرحيم

☆ مرد ڈاکٹر کیلئے بلا ضرورت شدیدہ،
عورت کے علاج کیلئے معائنہ کرنا درست نہیں ☆

سوال نمبر 13۔ کیا ڈاکٹر نامحرم مستورات کا معائنہ کر سکتا ہے؟

جواب: مرد ڈاکٹر کیلئے بلاضرورت نامحرم عورت کے علاج کیلئے معائنہ کرنا درست نہیں، بلکہ یہ کام کسی لیڈی ڈاکٹر کے سپرد کرنا چاہئے اور حتی المقدور مرد ڈاکٹر کو نامحرم عورت کا معائنہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو یا میسر ہو مگر اس کا معائنہ اطمینان بخش نہ ہو تو سخت مجبوری کی حالت میں مرد ڈاکٹر بھی چند شرائط کے ساتھ نامحرم عورت کا معائنہ کرسکتا ہے۔

☆ مریض کے صرف اس حصہ کو دیکھے جہاں بیماری ہو، باقی پورا جسم اچھی طرح پردہ میں چھپا ہوا ہو۔

☆ ڈاکٹر اپنی نظر کو مریضہ نامحرم عورت کے دوسرے اعضاء سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے اور حتی المقدور اپنے دل کو بھی شہوت سے بچائے۔

وفی الهندیة: امرأة اصابتها قرحة فی موضع لا یحل للرجل ان ینظر الیه، لا یحل ان ینظر الیها، لکن تعلم امرأة تداویها فان لم یجدوا امرأة تداویها ولا امرأة تتعلم ذلک اذا علمت وخیف علیها البلاء او الوجع او الهلاک فانه یستر منها کل شیٔ الا موضع تلک القرحة ثم یداویها الرجل ویغض بصره ما استطاع الا عن ذالک الموضع، ولا فرق فی هٰذا بین ذوات المحارم وغیرهن لان النظر الیٰ عورة لا یحل بسبب المحرمیة، کذا فی فتاویٰ قاضی خان (۵/۳۳۰)

وفی الدر المختار: (وشرائطها ومداوتها ینظر) الطبیب (الیٰ موضع مرضها بقدر الضرورة) اذا لضرورات تتقدر بقدرها وکذا نظر قابلة وختّان وینبغی ان یعلم امرأة تداویها لأن نظر الجنس الی الجنس اخف وفی الشامیة تحت قوله (وینبغی) الخ فینبغی ان یعلم امرأة تداویها فان لم توجد وخافوا علیها ان تهلک او یصیبها وجع لا تحتمله، یستروا منها کل شیٔ الا موضع العلة، ثم یداویها الرجل ویغض بصره ما استطاع الا عن موضع الجرح اه فتأمل والظاهر ان ینبغی هنا للوجوب (ج۶، ص ۳۷۱/۳۷).

محمد ... عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۷-۳-۱۴۲۱ھ
نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

۷-۳-۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح
محمد عبد اللہ ... عفی عنہ
۷ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

دار الافتاء دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ڈاکٹر کا مریض کو کسی مخصوص لیبارٹری یا ہسپتال کی طرف بھیجنے پر کمیشن وصول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے☆

سوال نمبر 14۔ اگر ڈاکٹر کسی لیبارٹری والے، کسی ایکسرے والے، الٹرا ساؤنڈ والے یا سی ٹی سکین والے سے کہے کہ اگر میں تمہارے پاس مریض کو ٹیسٹ کیلئے، ایکسرے کیلئے یا سی ٹی سکین وغیرہ کیلئے بھیجوں تو تم نے مجھے اس ٹیسٹ کی فیس کے اتنے فیصد پیسے دینے ہیں۔ کیا ڈاکٹر کیلئے یہ پیسے لیبارٹری والے، ایکسرے والے یا سی ٹی سکین والے وغیرہ سے لینا جائز ہے؟

جواب: (تمہید) سوالات کے جوابات سے پہلے تمہید کے طور پر بات سمجھ لیں کہ طب اور ڈاکٹری ایک ایسا شعبہ ہے جس میں ڈاکٹر کا مریض کی مصلحت اور اس کی خیر خواہی کو مدِ نظر رکھنا شرعی اور اخلاقی تقاضا ہے۔ اس بناء پر ڈاکٹر اور مریض کے معاملہ کی ہر وہ صورت جو مریض کی مصلحت اور فائدے کے خلاف ہو یا جس میں ڈاکٹر اپنے پیشہ یا مریض کے ساتھ کسی قسم کی خیانت یا بددیانتی کا مرتکب ہوتا ہو، درست نہیں۔ لہٰذا اگر ڈاکٹر اپنے مالی فائدے یا کسی اور قسم کا ذاتی منفعت ہی کو ملحوظ رکھتا ہے اور مریض کی مصلحت اور فائدے سے صرف نظر کرتے ہوئے علاج تجویز کرتا ہے تو یہ دیانت کے خلاف ہے، جس کی وجہ سے ڈاکٹر گناہگار ہوگا۔ اور اگر صورتحال ایسی نہیں تو پھر ڈاکٹر گناہگار نہ ہوگا۔ اس تمہید کے بعد سوالات کا جواب ذیل میں ملاحظہ ہو!

جواب: ذکر کردہ تمہید کی روشنی میں ڈاکٹر کا مریض کو مخصوص لیبارٹری یا ہسپتال کی طرف بھیجنا اور پھر اس پر ان سے کمیشن وصول کرنا، چند شرائط کے ساتھ جائز ہے اور وہ شرائط یہ ہیں۔

(۱) اپنے فہم و تجربہ کی روشنی میں ان کی طرف بھیجنا مریض کیلئے زیادہ مفید اور زیادہ تسلی بخش سمجھتا ہو۔

(۲) انہی سے علاج یا ٹیسٹ کروانے پر مریض کو مجبور نہ کیا جاتا ہو۔

(۳) کمیشن فیصد کے اعتبار سے یا متعین رقم کی صورت میں طے ہو۔

(۴) کمیشن ادا کرنے کی وجہ سے لیبارٹری یا ہسپتال والے مریض سے علاج اور ٹیسٹ کے سلسلہ میں کسی قسم کا دھوکہ نہ کرتے ہوں۔ (۵) اس کمیشن کی ادائیگی کا بوجھ ریٹ بڑھا کر مریض پر نہ ڈالا جائے، بلکہ کمیشن دینے والے حاصل شدہ نفع سے کمیشن ادا کریں۔

(۶) مریض کو بلاوجہ اور ضرورت سے زائد ٹیسٹ لکھ کر نہ دیئے جائیں۔

اگر ان شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو پھر ڈاکٹر کیلئے کمیشن وصول کرنا اور لیبارٹری یا ہسپتال والوں کا کمیشن دینا جائز نہیں۔

☆ کمیشن طے کیے بغیر ڈاکٹر کو رقم دینا، ڈاکٹر کیلئے لینا، تفصیل مذکور کے مطابق جائز ہے ☆

سوال نمبر 15۔ بعض دفعہ جب ڈاکٹر کسی مریض کو بھیجتا ہے (Refer) کرتا ہے کسی پرائیویٹ ہسپتال یا کسی ٹیسٹ کیلئے یا الٹرا ساؤنڈ کیلئے یا سی ٹی سکین کیلئے تو وہ پرائیویٹ ہسپتال والے، لیبارٹری والے، سی ٹی سکین والے ڈاکٹر کو کچھ رقم دیتے ہیں تو کیا ڈاکٹر کیلئے یہ رقم لینا جائز ہے؟ اس کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا وہ رقم کسی غریب کو دیدے یا اسی مریض کو واپس کردے؟

جواب: اس کے حکم میں وہی تفصیل ہے جو جواب نمبر 14 میں لکھی گئی ہے اور اس تفصیل کے مطابق جس صورت میں کمیشن لینا ڈاکٹر کیلئے جائز ہے تو اس رقم کو استعمال کرنا ڈاکٹر کیلئے جائز ہے۔ مریض کو واپس کرنا یا کسی غریب کو دینا کوئی ضروری نہیں۔ اور جس صورت میں کمیشن لینا ڈاکٹر کیلئے جائز نہیں بلکہ یہ رقم جہاں سے وصول کی ہو وہاں واپس کرنا ضروری ہے۔

☆ کسی مخصوص کمپنی کی دوائی لکھنے پر ڈاکٹر کا تحائف و کمیشن لینا کیسا ہے؟ ☆

سوال نمبر 16۔ (ج) بعض دفعہ جب ڈاکٹر کسی میڈیکل کمپنی کی دوائی لکھتا ہے اور ڈاکٹر کے علم کے مطابق وہ دوائی اس مریض کیلئے موزوں ہے تو میڈیکل کمپنی والے ڈاکٹر کو مختلف تحائف دیتے ہیں تو کیا وہ تحائف لینا جائز ہے؟ اس میں ڈاکٹر اس کمپنی والوں سے کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔

جواب: کسی مخصوص کمپنی کی دواء مریض کو لکھ کر دینا، پھر دواساز کمپنیوں سے کمیشن و دیگر مراعات حاصل کرنا جائز ہے جبکہ اوپر ذکر کردہ شرائط کے ساتھ درج ذیل شرائط کا بھی لحاظ کیا جاتا ہو۔

(۱) محض کمیشن وصول کرنے کی خاطر ڈاکٹر غیر معیاری و غیر ضروری اور مہنگی ادویات تجویز نہ کرے۔

(۲) کسی دوسری کمپنی کی دواء مریض کیلئے زیادہ مفید سمجھتے ہوئے خاص اس کمپنی ہی کی دوا تجویز نہ کرے۔ (۳) دواء ساز کمپنیاں ڈاکٹر کو دیئے جانے والے کمیشن تحفہ اور مراعات کا خرچہ ادویات مہنگی کر کے مریض سے وصول نہ کریں۔ (۴) کمیشن تحفہ و مراعات کی ادائیگی کا خرچہ وصول کرنے کیلئے ادویات کے معیار میں کمی نہ کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

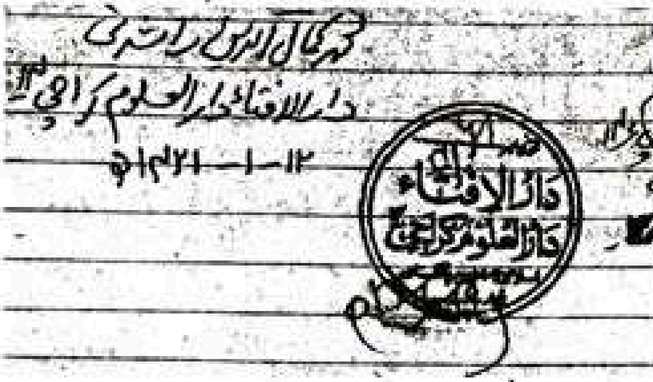

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ نمونے والی ادویات کا ذاتی استعمال کیسا ہے؟ ☆

سوال نمبر 17۔ مختلف ادویات ساز کمپنیاں اپنی ادویات کی فروخت کو بڑھانے کیلئے ڈاکٹر حضرات کو Sample (ادویات کے نمونے) دیتے ہیں اور یہ Sample دینے کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔

(۱) اپنی دوائی کا تعارف کروانا۔ (۲) ڈاکٹر کو خوش کرنے کیلئے تا کہ وہ ہماری دوائی لکھے تو کیا

(الف) یہ Sample اپنی ذات کیلئے استعمال کرنا جائز ہے ڈاکٹر کیلئے؟

(ب) یا یہ Sample کسی غریب مریض کو دیدینا جائز ہے؟ Sample لے کر ڈاکٹر ان کی ادویات لکھنے پر مجبور نہیں ہوتا۔

جواب: مسئولہ صورت میں کمپنی کی طرف سے جو دوائیں دی جاتی ہیں وہ اگر ڈاکٹر کو مالک اور قابض بنا کر دی جاتی ہیں تو ان دواؤں کا مالک ڈاکٹر ہے اور اس کیلئے ان کا استعمال جائز ہے۔ اور اگر ڈاکٹر کو مالک بنا کر نہ دی جاتی ہوں بلکہ غریب مریضوں کیلئے دی جاتی ہوں تو پھر ان کا استعمال ڈاکٹر کیلئے جائز نہیں بلکہ مریضوں کو دینا ڈاکٹر کیلئے ضروری ہے۔

☆ کسی دوائی کے تعارف کیلئے ڈاکٹر کا ہوٹل پر جا کر کھانا کھانا جائز ہے ☆

سوال نمبر 18۔ ادویات ساز کمپنیاں ڈاکٹر حضرات کو بڑے ہوٹل پر کھانے کھلاتی ہیں، بعض دفعہ کھانے کے ساتھ بڑے پروفیسر کا لیکچر ہوتا ہے اس دوائی کے موضوع پر اور بعض دفعہ صرف کھانا ہوتا ہے لیکچر نہیں ہوتا۔ کھانا کھلانے کا مقصد بھی ڈاکٹر سے تعلقات بنانا اور اپنی دوائی کا

تعارف کرانا ہوتا ہے تو کیا ڈاکٹر کیلئے یہ کھانا کھانا جائز ہے؟

جواب: ڈاکٹر کیلئے یہ کھانا جائز ہے۔

☆مختلف دواساز کمپنیوں کیطرف سے دیئے گئے تحائف ڈاکٹر کیلئے لینا جائز ہے☆

سوال نمبر 19۔ ادویات ساز کمپنیاں ڈاکٹر حضرات کو مختلف اقسام کے تحائف دیتی ہیں تو (۱) کیا یہ تحائف لینا جائز ہے؟ (۲) کیا یہ تحائف لے کر کسی غریب کی مدد کی جاسکتی ہے؟

جواب: ڈاکٹر کیلئے یہ تحائف جائز ہیں بشرطیکہ ان تحائف کی وجہ سے ڈاکٹر مریض کو غیر معیاری یا مہنگی دوائی لکھ کر نہ دیتا ہو، ورنہ یہ تحائف نہیں ہونگے بلکہ رشوت ہوگی اور ڈاکٹر کیلئے اس کو لینا جائز نہیں ہوگا۔...... جواز کی صورت میں یہ تحائف ڈاکٹر خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور اپنی مرضی سے کسی غریب مریض کو بھی دے سکتا ہے۔

☆ڈاکٹر کا خود کمپنی سے کمیشن کا مطالبہ کرنا، چند شرائط کیساتھ جائز ہے☆

سوال نمبر 20۔ بعض دفعہ ڈاکٹر صاحبان ادویات ساز کمپنی والوں سے مطالبے کرتے ہیں، مثلاً یہ آلہ دلوا دو یا فلاں چیز دلوا دو یا فلاں جگہ کا ٹکٹ دلوا دو وغیرہ وغیرہ۔ اس میں بعض دفعہ مریضوں کا فائدہ ہوتا ہے اور بعض دفعہ ڈاکٹر کا اپنی ذات کا فائدہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے یہ کمپنیاں مریضوں سے ادویات میں اتنا زیادہ ناجائز فائدہ حاصل کرتی ہیں اس لئے ان سے مریضوں کیلئے مطالبہ کرنا ٹھیک ہے یا ہماری وجہ سے یعنی ڈاکٹر کی وجہ سے ان کی کمپنی کو اتنا فائدہ ہو رہا ہے، اس لئے ان سے مطالبہ کرنا ٹھیک ہے۔ شرعی لحاظ سے کیا ڈاکٹر اپنی ذات کیلئے یا مریضوں کیلئے کمپنی سے مطالبہ کر سکتا ہے؟

جواب: کسی مخصوص کمپنی کی دوا مریض کو لکھ کر دینا اور پھر دواساز کمپنیوں سے کمیشن یا مذکورہ دیگر مراعات حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ کیا جاتا ہو۔

(الف) محض کمیشن وصول کرنے کی خاطر ڈاکٹر غیر معیاری وغیر ضروری اور مہنگی ادویات تجویز نہ کرے۔

(ب) کسی دوسری کمپنی کی دواء مریض کیلئے زیادہ مفید سمجھتے ہوئے خاص اس کمپنی ہی کی دواء تجویز نہ کرے۔

(ج) دواء ساز کمپنیاں ڈاکٹر کو دیئے جانے والے کمیشن اور مراعات کا خرچہ ادویات کو مہنگی کر کے وصول نہ کریں۔ کمیشن اور مراعات کی ادائیگی کا خرچہ وصول کرنے کیلئے ادویات کے معیار

میں کمی نہ کریں۔(ماخذہ تبویب ۱۸۶/۳۶،۹۴/۹۷ بتصرف) واللہ سبحانہٗ اعلم

الجواب صحیح
دار الافتاء دار العلوم کراچی
نائب مفتی دار العلوم کراچی

محمد کمال الدین الراشدی
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۱-۱۲-۱۴۲۲ھ

دار الافتاء دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆دواساز کمپنیوں کی طرف سے ڈاکٹر کا سہولیات سے فائدہ حاصل کرنا کیسا ہے؟☆

سوال نمبر 21: ہیکٹر فارما پاکستان کی صفِ اوّل کی دواساز کمپنیوں میں سے۔ دو سال قبل ادارے نے اپنے "VISION" سازی کے دوران مندرجہ ذیل بنیادی اقدار ادارے پر عائد کرنے پر اتفاق کیا۔ا۔سچائی اور دیانتداری:۲۔انصاف:۳۔خوش اخلاقی:۴۔رزق حلال:

رزق حلال کے حصول کیلئے شریعت کے احکامات کی پابندی اور ادارے کے قوانین کی پابندی اصول ٹھہرائے گئے۔ اور ہر ڈیپارٹمنٹ پر لازم کردیا گیا کہ اپنے دائرۂ کار میں ان تمام چیزوں کی نشاندہی کریں جس میں شریعہ سے غیر مطابقت کا یقین یا شک ہو اور منصوبہ بندی کے تحت ان تمام کاموں کو شریعہ کے مطابق کیا جائے یا رَدّ کردیا جائے۔

ادارے کے دو بنیادی ڈیپارٹمنٹ مارکیٹنگ اور فنانس ہیں۔ فنانس میں معاملہ بالکل واضح ہے۔ ہمیں سود ختم کرنا ہے اور ہمیں گورنمنٹ کے Taxes & Duties قانون اور شریعت کے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے مکمل ادا کرنے ہیں۔

مارکیٹنگ میں چیزیں اتنی واضح نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس خط کے ذریعہ آپ سے شریعت کی روشنی میں مدد اور مشورہ درکار ہے۔

فارماسیوٹیکل مارکیٹنگ کے بارے میں چند الفاظ: ادویات کی مارکیٹنگ کو Indirect Marketing بھی کہا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر (جو مریض کو دوائی لکھتا ہے) دواساز کمپنی کا کسٹمر ہوتا ہے، لیکن Consumer مریض ہوتا ہے۔ پاکستان میں ۵۰۰ سے زائد دواساز کمپنیاں ہیں، ہزاروں Registered ادویات (۱۳۰۰۰ ہزار سے زائد) اور دواساز کمپنیوں کے ہزاروں کارندے (Salds rep) ڈاکٹر حضرات کو اپنی دوائی لکھوانے پر مامور ہیں۔ ایک سروے کے مطابق ہر دن ایک مناسب پریکٹس رکھنے والے ڈاکٹر کو ۲۰ سے زیادہ Sales Rep ملتے ہیں جو کم از کم اپنی تین دوائیاں اس ڈاکٹر کو Promote کرتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ایک ڈاکٹر

کے کلینک میں ہونیوالی مارکیٹنگ کی جنگ کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

غرض یہ کہ ڈاکٹر سے دوائیاں لکھوانے کیلئے دواساز کمپنیاں مختلف طور طریقے اپناتی ہیں۔ مثلاً

1۔ **Product Literature**: دوائی سے متعلق ضروری معلومات **Brochure** کی شکل میں ڈاکٹر کو دیئے جاتے ہیں۔ **Sales Rep** ان کی مدد سے ڈاکٹر کو اپنی پروڈکٹ کی خصوصیات سے آگاہ کرتا ہے۔

2۔ **Free of Cost Samples**: ڈاکٹر کا اعتماد حاصل کرنے کیلئے ڈاکٹر کو اپنی پروڈکٹ کے **Samples** فراہم کرتے ہیں۔ اس کے استعمال سے ڈاکٹر کو دوائی کی کوالٹی پر اطمینان بھی ہو جاتا ہے اور بعد میں ان **Samples** کے دینے سے ڈاکٹر کو دوائی یاد بھی رہتی ہے۔

3۔ **Gift/Giveaways**: ڈاکٹر کی عام استعمال کی چیزیں مثلاً **Pens**، **Pads**، **Table Clocks**، **Files**، **Torches** وغیرہ وغیرہ ان تحائف پر کمپنی کے پروڈکٹس کا نام لکھا ہوتا ہے تاکہ ڈاکٹر کو دوائی کا نام یاد رکھنے میں مشکل نہ ہو۔

مندرجہ بالا **Activities** میں ظاہری طور پر شریعہ سے غیر مطابقت نظر نہیں آتی۔ البتہ یہ ذمہ داری اپنی جگہ برقرار رہتی ہے کہ کمپنی اس بات کا اہتمام کرے کہ جو کچھ میڈیکل لٹریچر میں لکھا جارہا ہے، وہ سچ ہے اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ اسی طریقے سے اگر دوائی کے **Samples** دیئے جارہے ہیں (چونکہ ان کو قانوناً فروخت نہیں کیا جاسکتا) کہیں ڈاکٹر یا **Sales Rep** ان کو بیچ تو نہیں رہا، یا اگر عام استعمال کے تحفے دیئے جارہے ہیں تو ان کی قیمت مناسب ہونی چاہئے نہ کہ یہ کہ انتہائی قیمتی تحائف دیئے جائیں۔

ان **Activities** کے علاوہ مندرجہ ذیل **Marketing Activities** ہیں جو موجودہ حالات میں عام رائج ہیں۔ فارما کمپنیاں یہ **Services** بڑھ چڑھ کر ڈاکٹرز کو **Offer** کرتی ہیں یا دوسری طرف ڈاکٹرز فارما کمپنیوں سے ان کا بھرپور تقاضا کرتے ہیں۔ معذرت کرنے کی صورت میں ڈاکٹر سے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر تو ڈاکٹر صاحب دوائی لکھ رہے تھے تو لکھنا کم کر دینگے یا بند کر دینگے اور اگر دوائی پہلے یہ نہیں لکھ رہے تھے تو آئندہ بھی نہیں لکھیں گے۔

4۔ **Personal Services**: کئی ڈاکٹرز دوائی کو لکھنے کے عوض کسی بھی قسم کی چیز کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس میں ڈاکٹر کے گھر یا ذاتی کلینک کے لئے **Carpet**، **Fridge**، **A/c**، فیملی کے ساتھ سیر و تفریح کے اخراجات وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

5۔ Academic Service: ان سے مراد وہ تمام تحائف (Gifts) جن کا تعلق میڈیکل کے علم سے ہو۔ اس میں میڈیکل کی Text Books، مختلف Specialities کے چھپنے والے قومی اور بین الاقوامی ریسرچ Journals وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ملکی اور غیر ملکی ہونیوالی Medical Conferences میں ڈاکٹر حضرات کو Sponsor کرنا۔ اندرونِ ملک کانفرنس میں اخراجات (جس میں ٹکٹ، رجسٹریشن اور رہائش شامل ہے)۔ تقریباً 30,000 روپے فی ڈاکٹر جبکہ غیر ملکی کانفرنس میں ایک لاکھ سے تین لاکھ تک خرچہ آتا ہے۔

6۔ Ward Services: گورنمنٹ ہسپتال مسلسل فنڈز کی کمی کا شکار رہتے ہیں۔ ان حالات میں میڈیکل وارڈز کی مرمت، رنگ وروغن، Patient Beds یا کسی بھی قسم کے آلات، کمپیوٹرز کی ضرورت پڑنے پر فارما کمپنیوں سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ جو کمپنیاں Co-operate کرتی ہیں، ان ہی کی دواؤں کو لکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا یہاں یہ ہوتا ہے کہ یہ اخراجات ہماری اپنی ذات پر نہیں کیے جا رہے، ان سے مریضوں کا بھلا ہوتا ہے۔

دو سال سے ہم نے ایک قدم تو یہ اٹھایا کہ اپنی تمام دوائیاں جن کی قیمتیں زیادہ تھیں، ان دواؤں کی قیمتوں کو جس حد تک ممکن تھا، کم کردیا۔ اس کے باوجود بھی ڈاکٹرز کے تقاضے اپنی جگہ پر ہیں۔ ایسے میں شریعت کیا رہنمائی کرتی ہے؟ کیا Academic Service اور Ward Service جائز ہیں کہ ناجائز؟ اور کسی طریقے سے یا کس نیت کے ساتھ کی جائیں تو شرعاً جائز قرار پائیں گی؟

مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میری اردو تحریر ضعیف ہے اور اس لئے میں گزارش کرونگا کہ خط پڑھنے کے بعد آپ ضرور کوئی ایسا وقت طے کرلیں جس میں میں آپ سے مل کر اور تفصیل سے ان Marketing Activities کی وضاحت کرسکوں۔

شکریہ! السلام وعلیکم

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال میں ذکر کردہ Academic Service اور Ward Service پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ان کا تعلق ڈاکٹرز کی ذات سے ہے، اسی طرح یہ اقدامات مریضوں کے علاج میں بھی بہتری پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔ جیسے میڈیکل کی درسی کتابوں (Text Books، بین الاقوامی جرائد، intenational Journals) کا مطالعہ اور میڈیکل کے حوالے سے ملکی وغیر ملکی کانفرنسوں میں شرکت کر کے ان سے استفادہ کر کے

ڈاکٹر حضرات مریضوں کا علاج زیادہ اچھے انداز میں کر سکتے ہیں۔

اسی طرح Ward Service میں میڈیکل وارڈ کے مطلوبہ سامان کی فراہمی علاج کو کامیاب بنانے میں بہت معاون ہے۔اس کے علاوہ بعض مرتبہ میڈیکل وارڈ کی مرمت وغیرہ کی بھی کسی حد تک واقعی ضرورت بنانے میں بہت معاون ہے۔ لہٰذا اگر آپ ڈاکٹر حضرات کیلئے مذکورہ خدمات اس نیت سے سرانجام دیں کہ اس میں مریضوں کا بھی فائدہ ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔البتہ اس میں درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

1۔ان خدمات کی ادائیگی کا بوجھ ادویات کی قیمتوں میں اضافہ کر کے مریضوں پر نہ ڈالا جائے بلکہ کمپنی کے حاصل شدہ منافع سے یہ خدمات سرانجام دی جائیں۔

2۔ان خدمات کی ادائیگی کا خرچہ وصول کرنے کیلئے ادویات کے معیار میں کمی نہ کی جائے۔

3۔یہ خدمات سرانجام دیتے وقت یہ شرط نہ لگائی جائیں کہ ڈاکٹر حضرات ان خدمات کے بدلے اسی کمپنی کی ادویات لکھنے پر مجبور ہونگے، بلکہ انہیں مکمل طور پر آزادی ہو کہ وہ جس دوائی کو مریض کیلئے مفید سمجھیں، وہ لکھ کر دیں اور ڈاکٹر حضرات بھی اس کی پابندی کریں کہ کسی دوسری کمپنی کی ادویات مریض کیلئے زیادہ مفید سمجھتے ہوئے خاص اسی کمپنی کی ادویات تجویز نہ کریں۔

4۔محض ان خدمات کے حصول کیلئے ڈاکٹر اسی کمپنی کی غیر ضروری، غیر معیاری اور مہنگی ادویات تجویز نہ کریں، بلکہ اس کمپنی کی ادویات صرف اس وقت لکھیں جب ان کے فہم و تجربہ کی روشنی میں ادویات کا استعمال زیادہ مفید ہو۔نیز بلاوجہ ضرورت سے زائد ادویات لکھ کر نہ دی جائیں۔

ان شرائط کے علاوہ Ward Service کے سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر کے کسی مطالبے کے بغیر کمپنی کے افراد خود جا کر وارڈ کا معائنہ کریں اور پھر اس کے لئے مناسب خدمات سرانجام دیں۔ واضح ہو کہ یہ ساری تفصیلات Academic Services اور Ward Service کے متعلق ہیں۔ جہاں تک ذاتی خدمات (Personal Services) کا تعلق ہے، تو ڈاکٹر حضرات کی طرف سے ان کا تقاضا کرنا کسی طرح جائز نہیں اور ان کے تقاضے کی وجہ سے میڈیکل کمپنی کیلئے بھی ان کو مذکورہ خدمات مہیا کرنا جائز نہیں۔اس سے بچنا لازم اور ضروری ہے، کیونکہ یہ رشوت میں داخل ہے، جس کا لینا دینا حرام ہے۔

لیکن اگر ڈاکٹر حضرات کی طرف سے کسی بھی قسم کے (صراحتاً یا اشارتاً) تقاضے بغیر کمپنی اپنی طرف سے کوئی خدمت کردے اور اس میں درج بالا تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے،

لیکن آج کل Personal Service کے معاملات میں ان شرائط کی پابندی کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے، اس لئے ان خدمات کے سرانجام دینے سے بچنا بہرحال بہتر ہے۔۔۔۔۔۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمِ طب حاصل کرنے کی اہمیت اور ضرورت

چند احادیث و آثار سے ثابت ہے

سوال نمبر 22۔ کیا طب کا علم حاصل کرنے کی ترغیب قرآن و حدیث میں آئی ہے؟

جواب: کچھ احادیث اور آثار ایسے ملتے ہیں جن سے علمِ طب کی اہمیت اور ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

وفی المشکوٰۃ: ۳۸۷/۲: وعن جابرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم: لکل داء الدواء برأ باذن اللّٰہ.

وفیه ایضاً: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم: لا تعذبوا صبیانکم بالغمز من العذرة وعلیکم بالقسط، متفق علیه.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆علم الابدان کو جائز طریقہ سے حاصل کرنا جائز ہے☆

سوال نمبر 23۔علم الابدان کا حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب: علم الابدان ایک جائز علم ہے اس کو جائز طریقے سے حاصل کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں سے بچتے ہوئے حاصل کرنا شرعاً پسندیدہ اور مطلوب ہے اور اگر کوئی بھی اس کا جاننے والا نہ ہو تو اس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔(فی ردالمحتار ص۱۲۲ ج۱ بیروت)

واما فرض الكفاية من العلم، فهو كل علم لا يستغنى عنه فى قوام امور الدنيا كالطب.

۲۔میڈیکل کالج میں مروّج منکرات اور ناجائز امور سے بچتے ہوئے علم الابدان حاصل کرنا جائز ہے۔

۳۔علم الابدان حاصل کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس علم سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی نیت کرنا چاہئے البتہ منکرات اور ناجائز امور سے بچنا واجب ہے۔(فی البخاری ۲ ج۱)

انما الاعمال بالنيات وانما لامرى مانوى الحديث، والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

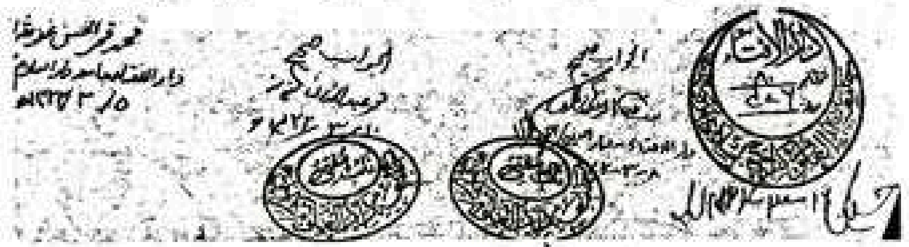

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆مستند ڈاکٹر کیلئے مشورہ فیس لینا جائز ہے۔☆

سوال نمبر 24۔کیا ڈاکٹر مشورہ فیس لے سکتا ہے؟

جواب: اگر ڈاکٹر مستند ہے یعنی فنِ علاج سے باخبر بھی ہے اور کسی مستند طبیب یا ادارہ نے اسے علاج کرنے کی اجازت و اہل قرار دیا ہے تو اس کیلئے علاج کرنا اور مشورہ دے کر فیس لینا جائز ہے۔لیکن یہ فیس مریض کی مالی حالت کو مدِ نظر رکھ کر لینی چاہئے۔مرتب حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرتِ اقدس حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے ''امداد المفتین ص ۹۷۶'' میں تحریر فرمایا:''یہ حکیم کی اجرت، جاننے اور تشخیصِ مرض اور تجویزِ نسخہ کی ہے۔اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔بلاشبہ جائز ہے بشرطیکہ حکیم حکیم ہو یعنی کسی حاذق طبیب نے اس کو علاج کرنے کی اجازت دی ہو، ورنہ معالجہ کرنا جائز نہیں''۔

☆ بلاضرورت مریض کو مطمئن کرنے کیلئے انجکشن یا ڈرپ لگانا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 25۔ کیا ڈاکٹر مریض کو مطمئن کرنے کیلئے ڈرپ یا انجکشن لگا سکتا ہے؟ جبکہ مریض کو اس کی ضرورت نہ ہو، صرف مریض کے ذہنی اطمینان کیلئے ڈرپ یا انجکشن بعض دفعہ لگانا پڑتا ہے۔

جواب: ڈاکٹر کا مریض کو صرف اس بنیاد پر ڈرپ یا انجکشن لگانا کہ مریض مجھ سے مطمئن ہو اور آئندہ بھی مجھ سے رجوع کرتا رہے، مریض پر بلاضرورت اور بغیر اس کی مرضی کے اضافی بوجھ ڈالنے اور دھوکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ لیکن اگر ڈرپ طاقت کی ہے اور ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ مرض سے جو کمزوری واقع ہوئی یہ ڈرپ یا انجکشن اس کے ازالہ میں معاون ہے یا ڈرپ یا انجکشن سے کچھ ذہنی سکون و آرام میسر آ سکتا ہے جس سے اس کا موجودہ مرض دور ہونے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے یا ڈاکٹر مریض سے صراحۃً یہ کہہ دے کہ بیماری کے ازالے کیلئے تو ڈرپ یا انجکشن کی ضرورت نہیں، تاہم آپ چاہیں تو اسے لگایا جا سکتا ہے۔ پھر مریض اجازت دیدے تو ان صورتوں میں ڈاکٹر کیلئے ڈرپ یا انجکشن لگانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

☆ ایک مریض کی ذاتی بچی ہوئی ادویات

بلا اجازت دوسرے مریض کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 26۔ کیا ڈاکٹر ایک مریض کی بچی ہوئی ادویات بغیر اس مریض سے اجازت لئے، دوسرے مریض کیلئے استعمال کر سکتا ہے؟

جواب: اگر یہ ادویات مریض کی ملکیت تھیں یعنی خود اس نے اپنے پیسوں سے خریدی تھیں یا سرکاری ہسپتال سے اس کو ملکیۃً دیدی گئی تھیں تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے مریض کو دینا جائز نہیں اور اگر اس کی ملکیت نہیں تھیں تو دوسرے مریض کو بھی یہ دواء استعمال کرائی جا سکتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

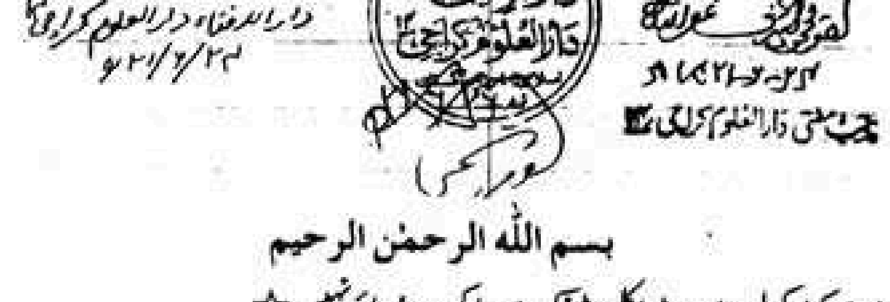

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ ڈاکٹر کیلئے غلط میڈیکل سرٹیفکیٹ بنا کر دینا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 27۔ کیا ڈاکٹر غلط میڈیکل سرٹیفکیٹ یا میڈیکولیگل سرٹیفکیٹ دے سکتا ہے؟ اور اگر

نہیں دے سکتا تو اس گناہ کی کیا سزا ہے؟

جواب: کسی ڈاکٹر کا ایسے شخص کو میڈیکل سرٹیفکیٹ یا میڈیکولیگل سرٹیفکیٹ دینا جو اس کا مستحق نہ ہو یا اس سے غلط بیانی سے کام لینا، شرعاً جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے جو بڑا گناہ ہے اور قانوناً بھی جرم ہے جس پر حکومت اپنی صوابدید سے کوئی مناسب سزا تجویز کر سکتی ہے۔ شریعت میں اس کو کوئی خاص سزا مقرر نہیں ہے۔ تاہم ایسے شخص کو چاہئے کہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور آئندہ اس سے بچنے کا پکا عزم کرلے۔ واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد ہدایت عفی عنہ
عبد الرؤف سکھروی	دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴	۹-۱-۱۴۲۲ھ
۹-۱-۱۴۲۲ھ	
نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ڈاکٹر مریض کی جان بچانے کیلئے نماز قضاء کرسکتا ہے☆

سوال نمبر 28۔ اگر مریض کی حالت کافی خراب ہو اور ڈاکٹر کا وہاں یعنی مریض کے پاس ہونا ضروری ہو تو کیا ڈاکٹر اس صورت میں نماز قضا کرسکتا ہے تاکہ مریض کی جان بچ جائے۔

جواب: اگر مریض کی حالت خراب ہو اور مریض کی جان کو خطرہ ہو تو اس صورت میں ڈاکٹر مریض کی جان بچانے کی خاطر نماز قضا کرسکتا ہے۔

۶۲/۲ فی الدر ومن العذر العدو فی الرد لجواز تأخیر الوقتیه عن وقتها وخوف القابلة موت الولد لانه علیه الصلاة والسلام أخرها یوم الخندق ۳۰۳/۱ فی حاشیة الطحطاوی (قوله وخوف القابلة موت الولد) اما اذا ظنت ذلک یجب علیها التأخیر ابو السعود فی الشرح المذکور.

☆وارڈ میں ڈیوٹی کے دوران ڈاکٹر نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے جاسکتا ہے☆

سوال نمبر 29۔ جب کسی ڈاکٹر کی وارڈ میں ڈیوٹی ہو تو کیا وہ ڈاکٹر مسجد میں نماز باجماعت کیلئے جاسکتا ہے؟ اس میں مختلف صورتیں ہیں۔ (۱) وارڈ میں کوئی اور ڈاکٹر نہ ہو۔ (۲) وارڈ میں

اورڈاکٹر موجود ہوں۔(۳)وارڈ میں کوئی اورڈاکٹر نہ ہواور سب مریضوں کی حالت صحیح ہو۔

جواب: وارڈ میں ڈیوٹی کے دوران ڈاکٹر نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے جاسکتا ہے اور اگر وارڈ میں کوئی ڈاکٹر نہ ہو اور مریض کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو نماز جماعت سے مؤخر کر کے پڑھ لیں۔ بصورت دیگر جب وارڈ میں دوسرے ڈاکٹر ہوں تو اس صورت میں نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے مسجد میں جایا جاسکتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب مسجد میں فرائض پر اکتفاء کریں اور سنتیں نفلیں وارڈ میں آ کر ادا کریں جبکہ مریضوں کو ان کی ضرورت ہو۔

۱/۸۳ فی الهندیه: والصحیح انها تسقط بالمطور والطیف ...... او کان قیما مریض.

☆مریض سے نماز کن صورتوں میں ساقط ہوتی ہے؟☆

سوال نمبر 30۔کن صورتوں میں مریض پر نماز ساقط ہو جاتی ہے؟

جواب: بیمار شخص جب کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ سمیت نماز پڑھے اور اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ تو بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے اشارے سے نماز پڑھے اور اگر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر گھٹنے کھڑے رکھے یا قبلہ کی طرف رخ کر کے کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ رکھ کر پھر سر کے اشارے سے رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھے۔ اور اگر سر کے اشارے کی بھی طاقت نہ ہو تو نماز مؤخر ہو جائیگی۔ پھر اگر پانچ نمازوں تک یہی حالت رہے اور ٹھیک ہو جائے تو قضاء پڑھنا واجب ہے اور اگر اس حال میں انتقال ہو جائے تو قضا ضروری نہیں اور فدیہ کی وصیت بھی واجب نہیں اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ یہی حالت رہے تو قضاء نہیں ہے معاف ہے۔ اسی طرح اگر پانچ نمازوں کے وقت سے زائد مجنون یا بے ہوش رہے تب بھی ان اوقات کی نمازوں کی قضاء اور فدیہ نہیں ہے وہ معاف ہیں۔

☆ڈاکٹر کا ڈیوٹی کے دوران دینی کام کرنا کیسا ہے؟☆

سوال نمبر 31۔کیا ڈاکٹر ڈیوٹی کے دوران دین کا کوئی کام کر سکتا ہے؟

جواب: گورنمنٹ کا ملازم شرعاً گورنمنٹ کا اجیر خاص ہے اور اجیر خاص کے لئے اصول یہ ہے کہ وہ اوقات ملازمت میں ملازمت کے منافی کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا البتہ اگر ڈیوٹی کے دوران وقت کو فارغ پائیں اور اس میں ملازمت اور مریضوں کے حق میں کوئی حرج نہ ہو تو اس وقت دین کا کوئی کام مناجات، دعا، ذکر، تلاوت وغیرہ کرنے کی گنجائش ہے۔

☆ڈاکٹر کیلئے چھٹی لیکر جہاد یا تبلیغ کیلئے جانا جائز ہے☆

سوال نمبر 32۔ کیا ڈاکٹر چھٹیاں لے کر یا کر کے جہاد کیلئے یا تبلیغی جماعت کے ساتھ جا سکتا ہے۔اس میں دو صورتیں ہیں۔(الف) پیچھے مریضوں کا حرج نہ ہو۔(ب) مریضوں کا حرج ہو اور انہیں پریشانی اُٹھانی پڑی ہے۔ڈاکٹر کا اپنے ایمان کو بنانے کیلئے اللہ کے راستے میں جانا ضروری ہے۔اگر وہ نہیں جاتا تو گندے ماحول کے اثرات کی وجہ سے نمازیں تک چھوڑ بیٹھتا ہے۔

جواب: اگر قانونی طور پر آپ کی چھٹی منظور ہوتی ہے تو چھٹی کے ان ایام میں آپ کوئی کام کر سکتے ہیں چاہے اصلاح نفس، جہاد، تبلیغ وغیرہ سے متعلق ہو چاہے کوئی اور کام ہو اور تعطیلات کے دوران چونکہ ملازم اپنے ذمہ سپرد کردہ کام کا پابند نہیں ہوتا، لہٰذا اگر اس فارغ وقت کو اپنے کسی بھی کام میں لگائے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے بشرطیکہ آپ کے اور گورنمنٹ کے درمیان طے شدہ معاہدہ کی خلاف ورزی لازم نہ آئے۔واللہ تعالیٰ عالم بالصواب

الجواب صحیح

الجواب صحیح

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ڈاکٹر کا غیر مسلم این جی او کے فلاحی ہسپتال میں ملازمت کرنا جائز ہے☆

ایک مسئلہ ذہن میں آیا جس کے متعلق علمائے کرام سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

عیسائیوں نے اپنے دین کی تبلیغ کے لئے پوری دنیا میں فلاحی اداروں کا ایک جال بنایا ہوا ہے ان اداروں میں اور اسی طرح کے ادارے مثلاً این جی او، فلاحی ہسپتال، ڈسپنسریاں، سکول و کالج وغیرہ شامل ہیں۔ان اداروں کا اصل مقصد اپنے دین کا فروغ ہے۔ان اداروں کو فنڈ وغیرہ بھی بیرونی ممالک سے ہی ملتا ہے۔

سوال نمبر 33۔ کیا؟ ان اداروں میں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص ان اداروں میں بحیثیت ڈاکٹر ملازمت کرتا ہے اور اس کا کام صرف مریضوں کا علاج کرنا ہے تو اس کی یہ ملازمت فی نفسہٖ جائز ہے اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے لیکن اگر یہ ادارہ والے اپنے ہسپتال میں بلاواسطہ طور پر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں اس صورت میں مذکورہ ڈاکٹر کیلئے یہاں ملازمت کرنا بہتر نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک طرح سے ان سے تعاون ہے اسے چاہئے کہ دوسری مناسب ملازمت تلاش کرے اور جیسے ہی کوئی مناسب ملازمت مل جائے تو یہ ملازمت چھوڑ دے۔

☆مریض کیلئے غیر مسلم این جی او کے فلاحی ہسپتال سے علاج☆

سوال نمبر 34۔ کیا ان اداروں میں علاج معالجہ جائز ہے؟ (جبکہ نزدیک کوئی اچھا ہسپتال موجود نہ ہو)، ان ہسپتالوں میں زیادہ تر عملہ عیسائی ہے اور زچگی وغیرہ کے معاملات عیسائی عورتیں ہی سنبھالتی ہیں (جبکہ مسلمانوں کے ہسپتالوں میں مرد حضرات یہ کام انجام دیتے ہیں)۔ ایسی صورت میں حاملہ خاتون کو کس جگہ لے جانا بہتر ہے؟

جواب: ان اداروں کے قائم کردہ ہسپتالوں میں علاج کرانے کا حکم یہ کہ عام حالات میں ان ہسپتالوں میں علاج کرانے سے بچنا چاہئے البتہ اگر شدید مجبوری ہو مثلاً قریب میں اس ہسپتال کے علاوہ کوئی دوسرا ہسپتال نہ ہو یا ہو تو لیکن اس میں اچھے ماہر ڈاکٹر نہ ہوں یا وہ صورت ہو جو آپ نے سوال میں لکھی ہے کہ ان کے ہسپتال میں ڈلیوری کا کیس عورت کرتی ہے اور دوسرے ہسپتال میں ڈلیوری کا کیس مرد کرتا ہے تو ایسی صورت میں ان اداروں کے قائم کردہ ہسپتال میں علاج کرانا جائز ہے۔

الجواب صحیح　　　　الجواب
[illegible]　　　　[illegible]
دارالافتاء دارالعلوم کراچی　　　　۱۵-۱۲-۱۴۲۷ھ
۱۴-۱۲-۱۴۲۷ھ　　　　نائب مفتی دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ہومیو پیتھک ڈاکٹر کا قانونی اجازت کے بغیر ایلو پیتھک پریکٹس کرنا جائز نہیں☆

سوال نمبر 35۔ ایک شخص کو ہومیو پیتھک کی پریکٹس کی اجازت ہے اور اس کو حکومت کی طرف سے ایلو پیتھک کی پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن یہ شخص ہومیو پیتھک کی سند کی آڑ میں ایلو پیتھی کی پریکٹس بھی کرتا ہے کیا اس کا یہ فعل جائز ہے۔

سوال نمبر 36۔ بہت سے لوگوں کو حکومت کی طرف سے پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن یہ

لوگ ڈاکٹری کی پریکٹس کرتے ہیں کیا اس کا فعل جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے۔

جواب: (35,36) بغیر سند کے پریکٹس کرنا یا ہومیو پیتھک کی سند پر ایلو پیتھی کی پریکٹس کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں قانون کی خلاف ورزی لازم آتی ہے جو نا جائز ہے، البتہ اگر کوئی ایلو پیتھی یا کسی دوسرے طریقہ سے علاج کرنا صحیح طور سے جانتا ہو اس کے مطابق واقعۃً صحیح علاج کرتا ہو تو ایسے علاج سے حاصل شدہ آمدنی حلال ہے لیکن قانون کی خلاف ورزی کا گناہ پھر بھی ہوگا جس سے اس کو بچنا چاہئے اور اگر وہ صحیح طور سے علاج کرنا ہی نہیں جانتا اور اس کے مطابق صحیح علاج نہیں کرتا تو اس کی آمدنی حلال نہ ہوگی اور قانون کی خلاف ورزی کے گناہ کے علاوہ لوگوں کو ڈاکٹر ہونے کا دھوکہ دینے یا کام میں کوتاہی رہنے کا گناہ بھی ہوگا جس سے اس کو بچنا لازم ہے (ماخذہ تبویب ۱۰۰/۱۰۳ و ۷۵/۲۲۶)

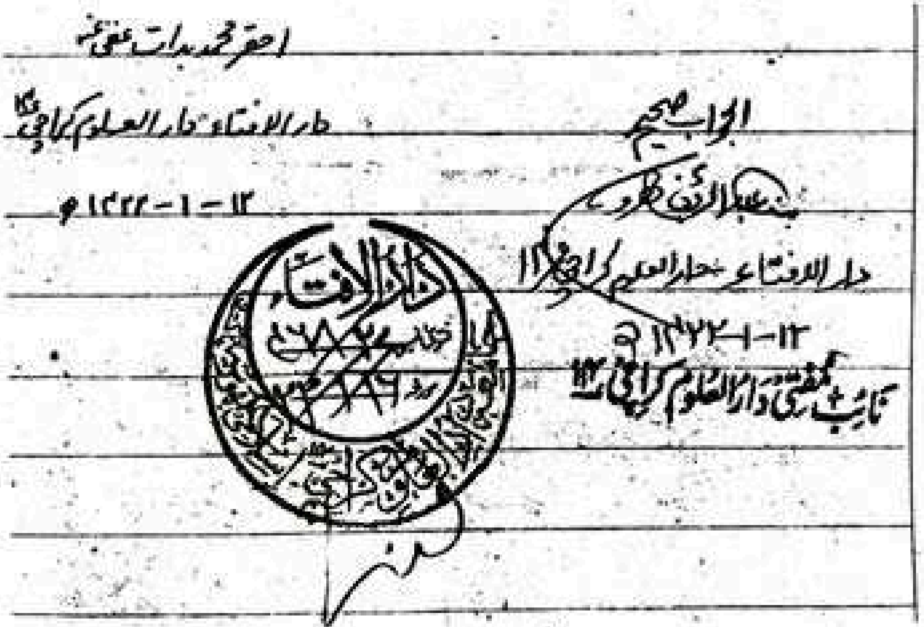

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆حکومت کی مقرر کردہ پرچی فیس سے زیادہ رقم لینا درست نہیں☆

سوال نمبر 37۔ بنیادی مرکز صحت کی مختلف ضروریات ہوتی ہیں مثلاً ادویات، پانی اور ٹیوب لائٹیں وغیرہ وغیرہ اور حکومت یہ اشیاء فراہم کرنے کے لئے ٹال مٹول کرتی رہتی ہے تو کیا ڈاکٹرز پرچی فیس دو روپے سے بڑھا کر پانچ روپے لے سکتا ہے اور زائد رقم کو بنیادی مرکز صحت کی مذکورہ بالا ضروریات پر لگا دے اس کا یہ فعل جائز ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں ڈاکٹر کے لئے پرچی فیس دو روپیہ سے زیادہ لینا درست نہیں البتہ اگر کوئی مریض اپنی خوشی سے بطور عطیہ کچھ رقم اس مد میں دے تو اس کو لینا اور احتیاط سے ان ضروریات میں استعمال کرنا درست ہے تاہم ضروریات کی چیزیں حکومت سے قانونی طور پر

حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

☆حکومت کی اجازت کے بغیر ڈاکٹر کا ہسپتال کی بجلی کو اپنی رہائش کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں☆

سوال نمبر 38۔ ڈاکٹر کی سرکاری رہائش ہسپتال کے بالکل قریب ہے اور اس کے سرکاری رہائش پر بجلی نہیں ہے اور نہ گورنمنٹ اس کو بجلی لگا کر دیتی ہے۔ گورنمنٹ ٹال مٹول کرتی رہتی ہے تو کیا ڈاکٹر ہسپتال سے بجلی لے سکتا ہے اور بل کی رقم اندازے سے ہسپتال کی ضروریات پر لگادے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

جواب: حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری ہسپتال کی بجلی ڈاکٹر کے لئے اپنی رہائش گاہ پر لے جانا جائز نہیں۔

فی القرآن المجید: یا ایها الذین امنوا اطیعو اللّٰہ وأطیعوا الرسول وأولی الامر منکم ...... الآیة. سورة النساء

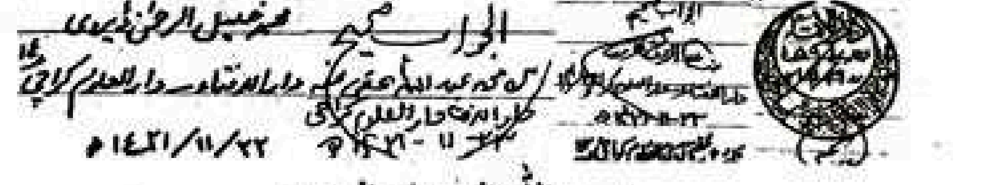

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

☆پانی کے استعمال سے بیماری کے بڑھنے کا خطرہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے☆

سوال نمبر 39۔ کیا بخار کی حالت میں مریض تیمم کر سکتا ہے؟

جواب: اگر پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے کا غالب گمان ہو تو مریض تیمم کر سکتا ہے۔

☆ایسا مریض جو خود وضو وغسل نہ کر سکتا ہو نہ ہی اس کی مدد کرنیوالا کوئی ہو تو تیمم کر سکتا ہے☆

سوال نمبر 40۔ بعض مریضوں کیلئے پانی نقصان دہ نہیں ہوتا لیکن وضو کرنے یا غسل کرنے کی ان کے اندر ہمت نہیں ہوتی، جیسے دل کے مریض۔ تو کیا ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

جواب: اگر ایسا شخص جسے خود وضوء یا غسل کرنا مشکل ہو جیسے دل کا مریض وغیرہ، لیکن کسی شخص سے مدد لے سکتا ہو اور وہ دوسرا شخص با آسانی اس کی مدد کر دیتا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کیلئے تیمم کرنا درست نہیں۔ لیکن اگر ایسا کوئی مدد کرنے والا موجود نہ ہو تو اس کیلئے تیمم جائز ہوگا۔

☆غسل کا تیمم وضوء کیلئے کافی ہوگا☆

سوال نمبر 41۔ کیا اگر غسل کیلئے تیمم کیا تو وضو بھی ہو جائے گا۔

جواب: غسل کا تیمم وضوء کیلئے بھی کافی ہوگا۔

☆ پینٹ والی دیوار پر اگر گرد و غبار ہو تو تیمم کرنا جائز ہے ☆

سوال نمبر 42۔ کیا اگر دیوار پر پینٹ ہوا ہو تو اس پر تیمم ہو جائے گا؟

جواب: اگر دیوار پر پینٹ کیا ہوا ہو تو اس پر تیمم کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر ایسی دیوار پر گرد و غبار لگا ہوا ہو تو اس پر تیمم کرنا درست ہے۔

☆ پکی اینٹ یا سیمنٹ پر تیمم جائز ہے ☆

سوال نمبر 43۔ کیا پکی اینٹ یا سیمنٹ پر تیمم ہو جاتا ہے؟

جواب: پکی اینٹ یا سیمنٹ پر تیمم ہو جاتا ہے۔

وفی الهندية: ۲۸/۱: ولو كان يجد الماء الا أنه مريض يخاف ان استعمل المآء اشتد مرضه او أبطأ.

محمد عامر عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۲۲-۶-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح
محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲۲-۶-۲۱ھ
نائب مفتی دار العلوم کراچی

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ

دار الافتاء دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ جس مریض کو پیشاب کی نالی لگی ہو وہ نماز کیسے پڑھے؟ ☆

سوال نمبر 44۔ (الف) جس مریض کو پیشاب کی نالی لگی ہو وہ نماز کیسے پڑھے۔ پیشاب والی نالی کے ذریعے پیشاب مثانہ سے بیگ میں آتا رہتا ہے جیسے بنتا ہے فوراً بیگ میں آجاتا ہے اس پر مریض کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح۔

(ب) بعض مریض کی چھوٹی آنت (ILostomy) یا بڑی آنت (Clostomy) کو پیٹ پر جوڑ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ بیگ لگا دیتے ہیں مقصد والے راستے کو عارضی طور پر اور بعض صورتوں میں مکمل طور بند کرنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں جو گندگی بنتی ہے اس میں بھی مریض

کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا ہے اسی طرح وہ بیگ میں آجاتی ہے۔

(ج) بعض دفعہ مریض کے سینے میں ٹیوب ڈالی جاتی ہے اسمیں سے بھی پانی نکلتا رہتا ہے۔

ان ساری مذکورہ صورتوں میں مریض کے لئے وضواور نماز کے کیا احکامات ہوں گے؟

جواب: (الف، ب) پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مریض کا مذکورہ عذر اتنے وقت بھی منقطع نہیں ہوتا کہ وضوء کر کے نماز پڑھ سکے اور اسی حالت میں نماز کا ایک کامل وقت گذر جائے تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے اور ایسے شخص کے وضوء اور نماز کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ایسا شخص ایک نماز کے وقت میں ایک مرتبہ وضوء کرلے پھر اس وضوء سے اس وقت میں جتنی چاہے فرض اور نفل نمازیں ادا کرسکتا ہے پھر وقت ختم ہونے سے وضوء بھی ختم ہو جائیگا پھر دوسرے وقت کے لئے اس شخص کو دوبارہ وضوء کرنا ہوگا۔

البتہ اس معذوری کے حکم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ مذکورہ عذر آئندہ نماز کے وقتوں میں ہر وقت میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور پایا جائے اور اگر نماز کا ایک کامل وقت ایسا گزر گیا کہ اس میں ایک مرتبہ بھی مذکورہ عذر نہ پایا گیا تو اس وقت معذور کا حکم ایسے شخص سے ختم ہو جائیگا پھر دوبارہ شرعی معذور بننے کیلئے مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق عذر کا پایا جانا ضروری ہے۔

جواب: (ج) تیسری صورت واضح نہیں کہ سینہ سے نکلنے والا پانی کیسا ہے؟ اور کس جگہ سے نکل رہا ہے؟ کسی زخم وغیرہ سے تو نہیں نکل رہا؟ وضاحت کر کے جواب معلوم کرلیں۔

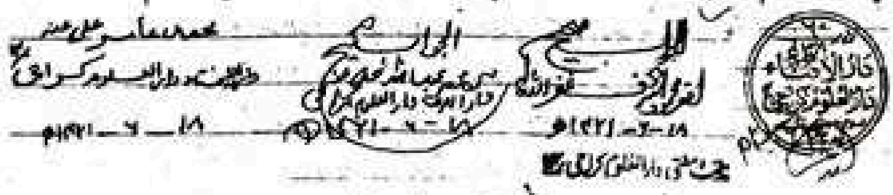

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆نالی والے مریض کا جو ناپاک پانی منہ یا جسم کے کسی بھی حصہ سے خارج ہو، وہ ناقضِ وضو ہے☆

سوال نمبر 45۔ Pleural Fluid اس پانی کو کہتے ہیں جو پھیپھڑے اور چھاتی کے درمیانی خلاء میں بھر جاتے ہیں اس کی وجہ مختلف بیماریاں ہوتی ہیں۔ یہ پانی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زردی مائل اور دوسرا سرخی مائل ہوتا ہے جو سرخی مائل ہوتا ہے اس میں خون کی آمیزش ہوتی ہے۔

Ascitic Fluid اس پانی کو کہتے ہیں جو پیٹ میں پڑ جاتا ہے یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زردی مائل اور دوسرا سرخی مائل ہوتا ہے۔ سرخی مائل پانی میں خون کی آمیزش ہوتی ہے۔

(الف) کیا Pleural Fluid پاک ہے۔

(ب) کیا Pleural Fluid نکلنے سے وضوٹوٹ جائے گا۔

(ج) کیا Pleural Fluid سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(د) کیا زردی مائل اور سرخی مائل Pleural Fluid دونوں کے لئے ایک احکامات ہیں۔

(ہ) کیا Ascitic Fluid کے نکلنے سے وضوٹوٹ جائے گا۔

(و) کیا Ascitic Fluid پاک ہے۔

(ز) کیا Ascitic Fluid سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ح) کیا زردی مائل اور سرخی مائل Ascitic Flyid دونوں کیلئے ایک ہی احکامات ہیں۔

(ط) کیا پھیپھڑوں اور چھاتی کے درمیانی خلاء میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا۔

(ی) اگر بلغم کے ساتھ خون کی آمیزش ہوتو وضوٹوٹ جائے گا۔ والسلام! ڈاکٹر طیب

الجواب

جن پانیوں کے بارے میں آپ نے تفصیل لکھی ہے۔ چونکہ آپ نے یہ نہیں بیان کیا کہ یہ پانی کس راستے سے خارج ہوتے ہیں؟ آیا پیشاب پاخانے کے راستے سے خارج ہوتے ہیں یا منہ سے خارج ہوتے ہیں یا جسم کے کسی اور حصے مثلاً زخم وغیرہ کے رستے سے یا جسم کے اندر ہی رہتے ہیں، لہٰذا ان سب کے بارے میں اُصولی جواب سمجھ لیں کہ اس قسم کے پانی جب تک جسم کے اندر موجود ہوں تو وضوء وغیرہ کے لئے ناقض نہیں ہیں لیکن اگر پیشاب پاخانہ جگہ سے نکل جائیں یا جسم کے کسی اور حصہ سے خارج ہوکر اپنی جگہ سے بہہ جائیں تو وضوٹوٹ جائے گا اور بلغم کا حکم یہ ہے کہ صرف بلغم سے وضونہیں ٹوٹتا اور اگر بلغم کے ساتھ خون آئے تو خون اگر بلغم پر غالب ہوتو وضوءٹوٹ جائے گا اور اگر بلغم غالب ہوتو وضونہیں ٹوٹے گا۔

نیز واضح ہو کہ ان اشیاء کے خارج ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر کسی نے زبردستی خودمنہ بھر کرتے کی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا جبکہ قے بلغم کی نہ ہو۔

فی الهندية: اذاقاء او استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو اعاد او خرج فلا فطر على الأصح الاّ فی الاعادة والاستقاء بشرط ملئ الفم هكذا فی النهر الفائق هذا كله اذا كان القيئ طعاماً او ماءً أو مرة فانكان بلغماً فغير مفسد للصوم الخ (۲۰۴/ج ۱)

الجواب صحیح
بندہ عبدالرؤف سکھروی
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
محمد المفتی رجب علی عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۱۴۲۰/۶/۱۱ھ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆وریدی اور گوشت میں انجکشن لگانے سے وضوء ٹوٹنے کا حکم☆

سوال نمبر 46۔ کیا وریدی انجکشن لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال نمبر 47۔ کیا گوشت میں انجکشن لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب: (46,47) چونکہ وریدی انجکشن میں اس بات کا اطمینان کرنے کے لئے کہ آیا سوئی رگ میں لگی ہے یا نہیں، پہلے تھوڑا سا خون انجکشن میں کھینچا جاتا ہے اس کے بعد انجکشن لگایا جاتا ہے اس لئے ایسا وریدی انجکشن لگانے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

البتہ جس وریدی انجکشن سے وضو میں خون بالکل نہ کھنچا جائے بغیر کھنچے رگ میں لگا دیا جائے تو اس انجکشن سے وضو نہیں ٹوٹے گا اسی طرح جو انجکشن گوشت میں لگایا جاتا ہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ماخذہ احسن الفتاویٰ ۲۲۳)

محمد عامر عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۲-۳-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالرؤف سکھروی
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۲-۳-۱۴۲۱ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح
محمد عبدالرؤف عفی عنہ
۲/۳/۱۴۲۱ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆کان سے پیپ نکلنے سے ہر حال میں وضوء ٹوٹ جائیگا☆

سوال نمبر 48۔ کیا کان سے پانی پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب: کان سے پانی اگر کسی بیماری یا زخم وغیرہ کی وجہ سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور بغیر کسی بیماری کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ کان سے پیپ نکلنے سے ہر حال میں وضو ٹوٹ جائیگا۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ (لا بوجع)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ڈاکٹر مریض کو کن صورتوں میں روزہ توڑنے اور نہ رکھنے کی اجازت دے سکتا ہے؟☆

سوال نمبر 49۔(الف) کن صورتوں میں ڈاکٹر مریض کو روزہ توڑنے کی اجازت یا مشورہ دے سکتا ہے۔

(ب) کن صورتوں میں ڈاکٹر مریض کو روزے نہ رکھنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔

جواب: (الف، ب) شریعت میں جن اعذار کی بناء پر کسی شخص کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شرعی مسافر ہونا یعنی اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ سفر کرنا۔

(۲) اتنا بیمار ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے بیماری میں اضافہ کا غالب گمان ہے (اور یہ غالب گمان کسی علامت یا تجربہ یا کسی ماہر مسلم ڈاکٹر کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے) یا تندرست ہے مگر روزہ رکھنے سے بیمار ہونے کا غالب گمان ہے۔

(۳) کوئی عورت حاملہ یا دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس عورت کو یا بچہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

(۴) کسی کو شدید بھوک یا پیاس کی وجہ سے اپنی جان یا کسی عضو کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

ایسے حالات میں اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو شرعاً کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی ماہر مسلمان ڈاکٹر (پہلی حالت کے علاوہ میں) یہ سمجھے کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے اس شخص کی جان کا یا اس کے بدن کے کسی عضو کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو وہ روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دے سکتا ہے اور بعد میں وہ روزہ کی قضاء کرے اور اسی طرح حالت سفر کے علاوہ اگر کسی شخص نے روزہ رکھ لیا ہے اور پھر مذکورہ حالت میں سے کوئی حالت پیش آگئی تو ایسا شخص روزہ توڑ سکتا ہے اور کوئی ماہر مسلم ڈاکٹر ایسے شخص کو

روزہ توڑنے کا مشورہ بھی دے سکتا ہے۔

☆ کیا P.R یا P.V کرنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا؟ ☆

سوال نمبر 50۔ کیا P.R یا P.V کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(P.R اس میں ڈاکٹر اپنی انگلی ڈال کر اس پر مواد (Lubricant) لگا ہوتا ہے۔ مریض کے مقعد کا معائنہ کرتا ہے۔ P.V میں ڈاکٹر Vagina میں انگلی ڈال کر اس کا معائنہ کرتا ہے اس میں بھی انگلی پر مواد لگا ہوتا ہے۔)

جواب: مذکورہ صورت میں P.R اور P.V کرنے سے جس شخص کا معائنہ کیا جارہا ہے اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس دن کی قضاء اس کے ذمہ ہوگی اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایسا معائنہ روزہ کی حالت میں نہ کیا جائے۔

في الدر المختار: او ادخل اصبعه اليابسة فيه اى دبره او فرجها ولو مبتلة فسد. وفي الشامية تحته: لبقاء شئ من البلة في الداخل وهذا لو ادخل الاصبع الى موضع الحقنه كما يعلم مما بعده (۳۹۷/۲)

وفي الهندية (باب ما يوجب القضاء دون الكفارة) ولو ادخل اصبعه في استه او المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار الا اذا كانت مبتلة بالماء او الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء او لدهن هكذا في الظهيرية (۲۰۴/۲) والله اعلم بالصواب.

احقر محمد ہدایت عفی عنہ

دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴

۲۱-۶-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

(۲۱-۶-۱۴۲۱ھ)

نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

بسم الله الرحمن الرحيم

☆انجکشن یا ڈرپ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا☆

سوال نمبر 51۔(الف) کیا انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر نہیں ٹوٹتا تو اس کی دلیل کیا ہے۔

(ب) کیا ڈرپ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(ج) کیا طاقت کا انجکشن یا ڈرپ روزہ کی حالت میں لگوانا جائز ہے۔

جواب: (الف، ب، ج) روزہ ٹوٹنے کے لئے کسی چیز کا جوف بطن یا جوف دماغ تک منفذ اصلی منہ، ناک وغیرہ کے ذریعے سے پہنچنا ضروری ہے جبکہ انجکشن اور ڈرپ کے ذریعے جو دوا بدن میں پہنچتی ہے وہ بذریعہ منفذ اصلی نہیں پہنچتی، بلکہ رگوں اور مسامات کے ذریعے سے پہنچتی ہے، جو مفسد صوم نہیں۔

لہٰذا انجکشن اور ڈرپ خواہ طاقت کے لئے ہو یا کسی بیماری کو دور کرنے کے لئے ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا ضرورت طاقت کا انجکشن اور ڈرپ کا استعمال کرنا مناسب نہیں (ماخذہ امداد المفتین ۷۸۸)

محمد عامر عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۳-۴-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

الجواب صحیح

نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

دار الافتاء دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ناک یا کان میں دواء ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے☆

سوال نمبر 52۔کیا ناک وکان میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب: ناک یا کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ومن احتقن أو استعط او اقطر فی اذنه دهنا أفطر ولا كفارة عليه العالمگیریة ۲۰۴ ج ۱.

الجواب صحیح

۱۸؍۱۱؍۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح

اصغر علی ربانی

۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح

۱۹-۱۱-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆روزہ کی حالت میں دانت نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا☆ (53 تا 56)

سوال نمبر 53۔ کیا روزے کی حالت میں دانت نکلوانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جواب: روزے کی حالت میں دانت نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

سوال نمبر 54۔ دانت نکلواتے وقت خون نکلتا ہے مگر جلدی جلدی سے کلی کرنے سے اس کا ذائقہ منہ میں نہ جائے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں۔

جواب: اس صورت میں بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

سوال نمبر 55۔ دوسری صورت پانی اور خون حلق میں نہ جائے مگر خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں۔

جواب: اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

سوال نمبر 56۔ اگر دانت نکلواتے ہوئے خون نکل گیا اور وہ تھوڑا سا حلق میں چلا گیا تو اس صورت میں جو روزہ ٹوٹے گا اس کی قضا کیا ہوگی۔

جواب: اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا لازم ہوگی۔

☆روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کا استعمال مکروہ ہے☆

سوال نمبر 57۔ کیا روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا جائز ہے۔

جواب: روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کا استعمال مکروہ ہے۔

☆روزہ کی حالت میں ماؤتھ واش سے کلی کرنا مکروہ ہے☆

سوال نمبر 58۔ کیا روزے کی حالت میں ماؤتھ واش (اس میں ذائقہ ہوتا ہے) سے کلی کرنا جائز ہے۔

جواب روزہ کی حالت میں اس کا استعمال بھی مکروہ ہے۔

☆ دانت نکلواتے وقت مسوڑھے پر انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ☆

سوال نمبر 59۔ دانت نکلواتے وقت دانت کے اردگرد مسوڑھے سن کرنے کے لئے انجکشن لگاتے ہیں کیا اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹے گا۔

جواب: اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ کیا آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ☆

سوال نمبر 60۔ کیا آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ دوائی کا اثر ایک خالی **Nasolacremal Ducct** کے ذریعے حلق میں پہنچ جاتا ہے۔

جواب: آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ دوائی کا اثر حلق میں محسوس ہو۔

فی الهندية (ا ج/۲۰۳) ولو اقطر شيئاً من الدواء فی عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بذق فرای اثر الكحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی أنه لا يفسد صومه كذا فی الذخيرة وهو الأصح كذا فی البتيين.

☆ نیند آور گولیوں میں اگر نشہ نہ ہو تو استعمال جائز ہے ☆

سوال نمبر 61۔ کیا نیند آور گولیوں کا استعمال صحیح ہے۔

جواب: ایسی دوائیاں جنکے استعمال سے نیند آتی ہے اس میں عام طور پر افیون شامل ہوتی ہے اور چونکہ بقدر ضرورت دوائی کے طور پر افیون کا استعمال حرام نہیں لہٰذا ایسی گولیاں جن میں افیون شامل ہو اور نشہ پیدا نہ ہو ان کے استعمال کی دوا کے طور پر گنجائش ہے۔ (ماخذہ رجسٹر نقل فتاوی ۳۹/۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆اپنی آنکھ یا جسم کا کوئی عضو دوسرے کو دینے کی وصیت کرنا جائز نہیں☆

سوال نمبر 62۔ کیا انسان مرنے کے بعد اپنی آنکھ یا جسم کے دوسرے اعضاء دینے کی وصیت کر سکتا ہے۔

جواب: انسان خود اپنے اعضاء و جوارح کا مالک نہیں ہے لہٰذا اپنی آنکھ یا جسم کے دوسرے اعضاء کسی کو دینے کی وصیت کرنا شرعاً جائز نہیں۔

سوال نمبر 63۔ (الف) کیا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔

(ب) کیا انسانی ہڈیوں کی خرید و فروخت جائز ہے۔

(ج) کیا طالب علم پڑھائی کے لئے انسانی ہڈی خرید سکتا ہے۔

(د) کیا انسانی جسم کے اعضاء کی خرید و فروخت جائز ہے۔

جواب: (الف) اللہ تعالیٰ نے انسان کو محترم اور اشرف المخلوقات بنایا ہے جس طرح زندگی میں اس کا جسم محترم ہے اس طرح مرنے کے بعد بھی محترم رہتا ہے لہٰذا مرنے کے بعد اس کے جسم کو چیرنا پھاڑنا قطعاً ناجائز ہے الا یہ کہ میت سے کسی زندہ شخص کو ایسا خطرہ لاحق ہو کہ وہ میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) کے بغیر ممکن نہ ہو، یا کسی کی حق تلفی ہو رہی ہو کہ اس کا ازالہ چیر پھاڑ کے بغیر ممکن نہ ہو، اسی طرح قتل کی صورت میں وجوہات قتل کا پتہ چلانا اس کے بغیر ممکن نہ ہو ایسی صورت میں بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت میت کی قطع و برید (پوسٹ مارٹم) جائز ہے، مثال کے طور پر مردہ ماں کے پیٹ سے زندہ بچہ کو نکالنا، اسی طرح کسی شخص نے دوسرا کا ہیرا یا قیمتی موتی نگل لیا اور مر گیا تو اس کو نکالنے کے لئے پیٹ کو چیرنا بشرطیکہ اس کا نکالنا چیر پھاڑ کے بغیر ممکن نہ ہو اور نہ ہی میت کی ملکیت میں اتنا مال ہو کہ جس سے اس کے ہیرے کی قیمت ادا کی جاسکے اور نہ ہی کوئی اپنے ذمہ میں لینے کو تیار ہو اور قتل کی مثال یہ ہے کہ متوفی کے ورثاء کہیں کہ اس کو قتل کیا گیا ہے اور قتل میں ماخوذ شخص یہ کہے کہ یہ طبعی موت مرا ہے تو ایسی صورت میں موت کے سبب کا پتہ چلانے کے لئے بقدر ضرورت پوسٹ مارٹم جائز ہے کیونکہ اگر ثابت ہو جائے کہ یہ طبعی موت نہیں مرا بلکہ قتل کیا گیا ہے یا زخمی ہونے سے مرا ہے تو مقتول کے ورثاء کو قاتل یا اس کے عاقلہ سے قصاص یا دیت لینے کا حق ہے اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ شخص قتل نہیں کیا گیا ہے بلکہ طبعی موت مرا ہے تو قتل میں ماخوذ شخص کی تکلیف کا ازالہ ضروری ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں کسی کا حق دلانے کی غرض سے پوسٹ مارٹم جائز ہے۔

اور اگر کوئی ضرورت شدیدہ نہ ہو جیسا کہ آج کل ہوتا ہے کہ ہر حادثہ اور ہر قتل کے بعد شرعی ضرورت کے بغیر بھی پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے تو اس صورت میں پوسٹ مارٹم کرنا جائز نہیں ہے اس سے بچنا واجب ہے۔ (ماخذہ رجسٹر نقل فتاوی ۲/۱۹۰)

جواب: (ب، ج، د) جیسا کہ بیان جا چکا ہے کہ زندہ ہونے کی حالت میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں انسان محترم ہے اس لئے اس احترام کے پیش نظر ہڈیوں اور دیگر اعضاء کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو انسانی اعضاء کی پیوند کاری، از مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ واللہ اعلم بالصواب۔

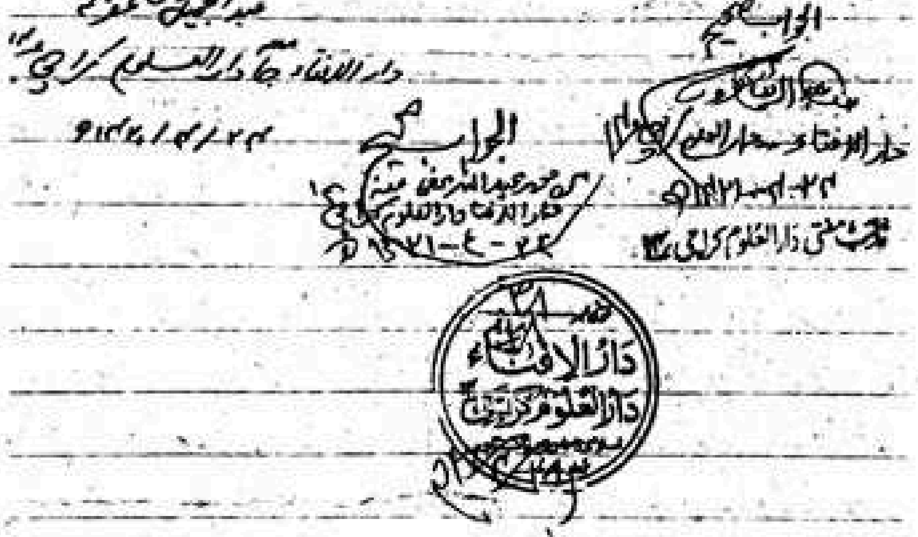

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ اگر کسی عضو کو کاٹنے کے بارے میں ماہر معالج کی رائے میں کوئی اور علاج نہ ہو تو وہ عضو کاٹنے کی گنجائش ہے ☆

سوال نمبر 64۔ (الف) بعض دفعہ بیماری کی وجہ سے مریض کے ہاتھ ٹانگ کو کاٹنا پڑتا ہے تا کہ یہ بیماری پورے جسم میں سرایت نہ کرے تو کیا شرعی لحاظ سے مریض کے کسی عضو کا کاٹنا صحیح ہے؟

(ب) کٹی ہوئی ٹانگ یا بازو کا کیا کرنا چاہئے؟

جواب: (الف) جب ماہر معالج کی رائے میں عضو کاٹنے کے علاوہ کوئی اور علاج نہ ہو تو شرعاً اس اضطراری حالت میں بقدر ضرورت عضو کاٹنے کی گنجائش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆اعضاءِ انسانی کی پیوندکاری جائز نہیں☆

سوال نمبر 65۔کیا Transplantation اعضاء انسان کی پیوندکاری جائز ہے؟ اگر یہ جائز نہیں ہے تو اسلام اسکی صورت بتلاتا ہے کہ ایک انسان مر رہا ہے پیوندکاری Transplantation کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں تو کیا اس کو مرنے دیا جائے حالانکہ زندگی کا خطرہ ہو تو حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے جیسے بیمار آدمی کو افیون مجبوری کی حالت میں دی جاسکتی ہے تفصیل سے وضاحت فرمادیں کافی پریشانی ہے۔

جواب: انسانی اعضاء کی پیوندکاری اصولاً تو درست نہیں جس کی مکمل تفصیل مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے لیکن الضرورات تبیح المحظورات اور اھون البلیتین کو اختیار کرنے کے فقہی قاعدہ کے تحت شدید مجبوری کے وقت کسی دوسرے شخص کے عضو لگانے کے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس دوسرے شخص کی زندگی اور صحت کو خطرہ لاحق نہ ہو دراصل اس مسئلہ میں حضرات علماء کرام کا اختلاف ہے بعض حضرات شدید مجبوری میں ناجائز کہتے ہیں لیکن ہماری رائے شدید مجبوری کی حالت میں یہ ہوئی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ احتیاطاً استغفار اور کچھ صدقہ خیرات بھی کر دیں۔(ماخذہ از تبویب ۸۸/۱۰۶)

☆کسی مریض کو خون دینا کن صورتوں میں جائز ہے؟☆

سوال نمبر 66۔کیا خون دینا جائز ہے۔

جواب: کسی مریض کو خون دینے کے بارے میں تفصیل ہے۔

☆جب کسی مریض کی حالت کو خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا خون دینے کے سوا کوئی راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

☆ اگر ہلاکت کا خطرہ نہ ہو مگر خون کے بغیر صحت کا امکان نہ ہو تو بھی خون دینا جائز ہے۔

☆ اگر خون نہ دیا جائے تو مرض کی طوالت کا اندیشہ ہو تو بھی خون دینے کی گنجائش ہیں۔

☆ جبکہ خون دینے سے محض مریض کی منفعت اور قوت مقصود ہو یعنی کسی کی ہلاکت یا مرض میں طوالت نہ ہو تو خون دینا ہر گز جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (اعضاء انسانی کی پیوندکاری ۶۲)

☆ مردہ لاش کو پڑھائی کی غرض سے کاٹنا اور اس پر مشق کرنا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 67۔ کیا انسانی مردوں کو پڑھائی کی غرض سے کاٹنا جائز ہے۔

جواب: انسان اپنے تمام اعضاء کے ساتھ محترم خواہ کافر ہو یا مسلم زندہ ہو یا مردہ لہٰذا آپریشن سیکھنے یا اس کے اندرونی اجزاء دیکھنے بھالنے کی غرض سے کسی انسانی لاش کو خواہ مرد کی ہو یا عورت کی، تختہ مشق بنانا جائز نہیں۔ یہ مقصد پلاسٹک کے ڈھانچوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ ہر ہر عضو علیحدہ ہو تاکہ بت اور تصویر کے حکم میں نہ آئے اور برقی آلہ یعنی اسکریننگ مشین کے ذریعہ بھی انسان کے اندرونی اعضاء کا تفصیلی معائنہ ہو سکتا ہے نیز حیوانی ڈھانچوں سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

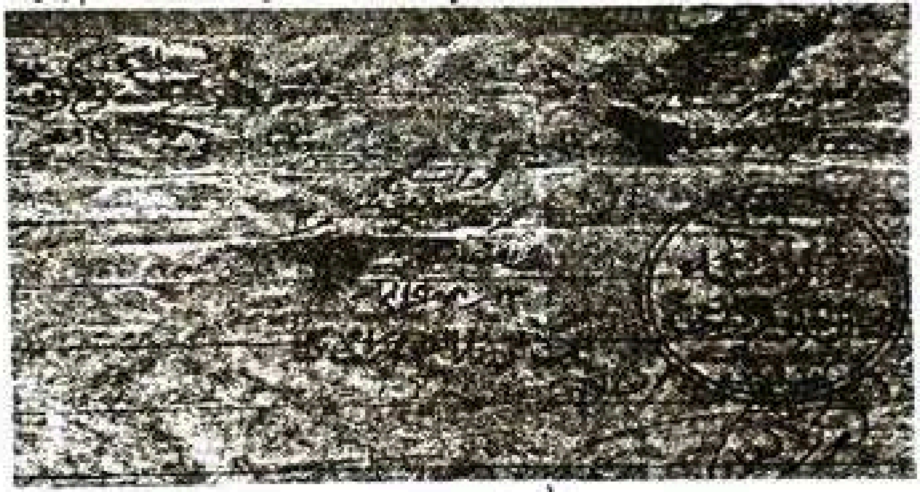

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ موت کی نشانیاں درج ذیل ہیں ☆

سوال نمبر 68۔ شرعی لحاظ سے انسان جب مر رہا ہو تو اس کی کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: جب انسان مرنے والا ہوتا ہے تو اس پر مختلف حالات ظاہر ہوتے ہیں جنہیں موت کی نشانیاں و آثار سمجھا جاتا ہے۔ وہ نشانیاں درج ذیل ہیں۔

(۱) سانس اُکھڑنے لگے اور جلدی جلدی چلنے لگے۔ (۲) ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ کھڑی نہ ہو سکیں۔
(۳) ناک ٹیڑھی ہو جائے۔ (۴) دونوں کنپٹیاں اندر کو گھس جائیں اور ان میں گڑھے پڑ جائیں۔
(۵) خصیتین کی کھال کھنچ جائے۔ (۶) منہ کی کھال تن جائے اور اس میں نرمی معلوم نہ ہو۔

☆جب موت کے آثار ظاہر ہوں تو مرنیوالے کوکلمہ کی تلقین کرنی چاہئے☆

سوال نمبر 69۔ مرتے ہوئے آدمی کوکلمہ کی تلقین کس وقت کرنی چاہئے؟

جواب: جب موت کے آثار مرنے والے پر ظاہر ہوں تو اس وقت اسے کلمہ کی تلقین کرنی چاہئے، جس کی صورت علماء نے یہ لکھی ہے کہ مرنے والے کے پاس کوئی بلند آواز سے کلمہٗ شہادت پڑھے، براہِ راست اسے کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دے۔ جب وہ ایک مرتبہ کلمہٗ شہادت پڑھ لے تو تلقین کرنے والا خاموش ہو جائے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد مرنے والا دوبارہ کوئی دنیا کی باتیں کرے تو دوبارہ اس کے سامنے زور سے کلمہ پڑھا جائے۔ جب وہ پڑھ لے تو خاموش ہو جائے۔(ماٗخوذ از بہشتی زیور مصنفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۷)

☆ڈاکٹر کا مرنیوالے کی چھاتی کو دبانا کیسا ہے؟☆

سوال نمبر 70۔ جب آدمی مر رہا ہو تو ڈاکٹر اس کی چھاتی کو دباتے ہیں، اس کو
(CPR) Cardiopulmonary Resuscitation
کہتے ہیں۔کیا یہ کرنا صحیح ہے؟

جواب: مرنے والے کی چھاتی کو ڈاکٹر دباتے ہیں۔ دراصل وہ اس کے دل کو پمپ کرتے ہیں اور اس میں حرارت وحرکت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اگر سکتہ کی وجہ سے یا مرگی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کے دل کی حرکت بند ہے تو اسے دوبارہ چالو کیا جائے تاکہ اس کی جان بچ جائے۔ تو اس نیت سے اس عمل میں کوئی قباحت نہیں ہے، بشرطیکہ واقعی ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا جائے۔ تجرباتی طور پر یا رسماً ہر مریض کے ساتھ اس طرح کر کے اسے اذیت دینا جائز نہیں ہے۔

عن محمد بن سيرين قال كنا عند ابى هريرةؓ وعليه ثوبان ممشقان من كتان فتمخط فى احدهما ثم قال بخ بخ يتمخط ابو هريرة فى الكتان لقد رأيتنى وانى لأخرّ فيما بين منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وحجرة عائشة من الجوع مغشياً على فيجئ الجائى فيضع رجله على عنقى يرى ان بى الجنون وما بى جنون وما هو الا الجوع هذا حديث حسن صحيح (ترمذى شريف ص ٦١ ج ٢).

الجواب صحیح
بندہ محمد یوسف غفر اللہ لہ
۹/۳/۱۴۱۸ھ

خلیل احمد اعظمی عفا اللہ عنہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۸/۳/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ ...
۹/۳/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
...
۹-۳-۱۴۱۸ھ

دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆کسی مریض کو مصنوعی طریقہ سے سانس دینے کی مختلف صورتیں☆

سوال نمبر 71۔ ایک مریض ہے، اس کی **Brain Death** (دماغ ماؤف) ہو چکی ہے۔ اس کو سانس مصنوعی طریقے (**Ventilatro**) کے ذریعے دیا جارہا ہے۔ اس کا دِل حرکت کر رہا ہے۔ اگر اس کا **Ventilator** ہٹا دیا جائے تو اس کی دِل کی حرکت بھی بند ہو جائے گی، اس کی موت واقع ہو جائیگی۔ سانس ایسا مریض خود نہیں لے سکتا، کیونکہ اس کی **Brain Death** ہو چکی ہے تو کیا (۱) ایسے مریض کا **Ventilator** لگا رہے یا ایسے مریض کا **Ventilatro** اُتار دیا جائے؟ کیونکہ **Ventilator** پر رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ **Brain Death** ہو چکی ہے اور **Brain Death** ہو جائے تو پھر دماغ دوبارہ کام شروع نہیں کرتا۔

جواب: بعض انتہائی سنگین بیماری میں مبتلاء افراد کے دِل کی حرکت برقرار رکھنے کیلئے آج کل ایسے آلات استعمال کئے جاتے ہیں جو دِل کو مصنوعی طور پر حرکت دیتے رہتے ہیں۔ اس حالت میں بعض اوقات اطباء اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مریض کے دماغ کی موت واقع ہوگئی ہے، لیکن قلب کی حرکت اور سانس مصنوعی آلات کی مدد سے اس طرح جاری رہتا ہے کہ اگر وہ آلات ہٹا دیئے جائیں تو حرکتِ قلب بند ہو جائے۔ تو اگر ایسے شخص میں مندرجہ ذیل علامتوں میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہو جائے تو شرعاً اُسے مُردہ تصور کیا جائیگا اور اس پر موت کے تمام احکام جاری ہونگے۔

(۱) اب جب اس شخص کا قلب اور تنفس مکمل طور پر اس طرح رک جائے کہ ماہر اطباء یہ کہیں کہ اب اس کی واپسی ممکن نہیں۔

(۲) جب اس کے دماغ کے تمام وظائف بالکل معطل ہو جائیں اور اطباء و ماہرین اس بات پر متفق ہوں کہ دماغ کے اس تعطل کی واپسی ممکن نہیں اور اس کے دماغ کی تحلیل شروع ہو چکی ہے، ایسی

حالت میں محرک آلات کو اس شخص سے ہٹالینا جائز ہے۔ خواہ اس کے بعض اعضاء مثلاً قلب محض آلے کی وجہ سے مصنوعی حرکت کر رہا ہو۔ (ماخذ قرار داد اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ ۱۹۸۶ھ ص ۴۷)

☆ جو مریض دماغی طور مر چکا ہو، اس سے سانس والی نالی اُتار کر دوسرے مریض کو لگانا درست ہے☆

سوال نمبر 72۔ بعض مریضوں کو Ventilatar پر رکھنے سے ان کی جان بچ سکتی ہے۔ جیسے G.B. Syndrome کے مریض ان کو Brain Death نہیں ہوئی ہوتی۔

اگر ہسپتال میں ایک Ventilatar ہو تو کیا ایسے مریض جس کی Brain Death (دماغی موت) ہو چکی ہو، سے اُتار کر G.B Syndrome کے مریض کو لگایا جا سکتا ہے، جبکہ Brain Death والے مریض کو لگا رہنے سے بظاہر کوئی فائدہ نہیں اور G.B. Syndrome والے مریض کی زندگی بچ سکتی ہے۔

جواب: اوپر کی تفصیل کے مطابق اوپر ذکر کردہ مریض کو ہٹا کر دوسرے مریض جو اس کیفیت سے بہتر پوزیشن میں ہے، اس کو آلات میں رکھنا درست ہے۔

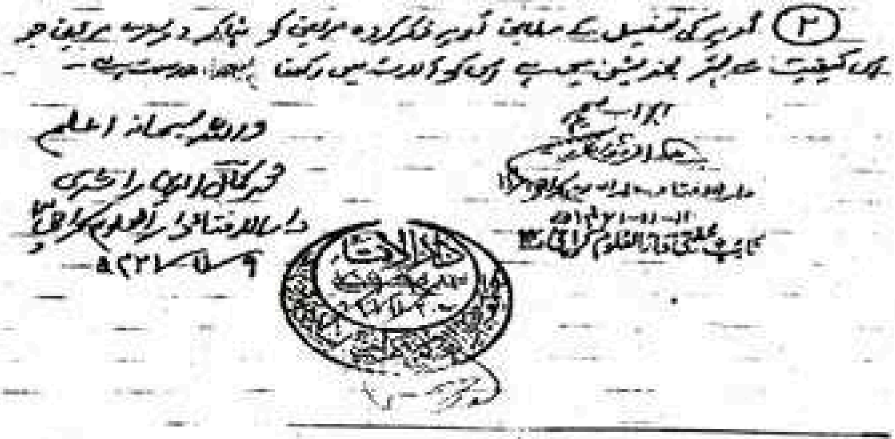

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ لڑکیوں کیلئے نرسنگ کے شعبہ کو اختیار کرنا اور نامحرم کو دوائی دینا درج ذیل شرائط سے جائز ہے☆ (73،74)

سوال نمبر 73۔ کیا لڑکیوں کیلئے نرسنگ کے شعبہ کو اختیار کرنا جائز ہے؟

سوال نمبر 74۔ کیا نرس نامحرم مرد کو دوائی دے سکتی ہے؟

جواب: 73,74 خاتون نرس کا نامحرم مریض کو دوا دینا یا انجکشن لگانا بلا ضرورت جائز نہیں، لیکن اگر شدید مجبوری ہو تو شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ اس کی گنجائش ہے۔ اسی طرح خواتین کا نرسنگ کی تعلیم حاصل کرنا اور اس شعبہ کو اختیار کرنا اگر اس غرض سے ہو کہ ان علوم کو عورتوں کی

خدمت کیلئے استعمال کریں گی، تو ان علوم کی تحصیل اور نرسنگ کے شعبہ کو اختیار کرنے میں فی نفسہٖ کوئی کراہت نہیں، بشرطیکہ ان علوم کی تحصیل میں اور تحصیل کے بعد ان کے استعمال میں درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھا جائے۔

(۱) خواتین کی تعلیم گاہیں اور اسکول، کالج صرف خواتین کیلئے مخصوص ہوں، مخلوط تعلیم نہ ہو کہ اور مردوں کا تعلیم گاہوں میں آنا جانا اور عمل دخل نہ ہو۔

(۲) ان تعلیم گاہوں تک خواتین کے آنے جانے کا شرعی پردے کے ساتھ ایسا محفوظ انتظام ہو کہ کسی مرحلہ پر بھی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۳) تعلیم وتربیت کیلئے نیک کردار اور پاک دامن خواتین استانیاں ہوں، اگر استانیاں نہ مل سکیں تو مجبوراً نیک اور صالح قابلِ اعتماد مردوں کو متعین کیا جائے اور ان کی کڑی نگرانی کی جائے۔(مأخوذ از تبویب ۳۹/۲۵۷۶ ج۹، ۲۶۶/۸۵، ☆ ۱۳۲ج)

چونکہ آج کل مذکورہ شرائط موجودہ تعلیمی نظام میں عام طور پر مفقود ہوتی ہیں، لہٰذا نرسنگ کے شعبہ کو اختیار کرنا اور تعلیم مذکورہ بالا شرائط کے بغیر حاصل کرنے سے بچنا لازم ہے۔

☆ نامحرم لڑکی کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟ ☆ (75,76)

سوال نمبر 75۔ کیا نامحرم لڑکی کو سلام کرنا جائز ہے؟

سوال نمبر 76۔ کیا نامحرم لڑکی کے سلام کا جواب دینا چاہیے؟

جواب: 75,76 نامحرم عورت کو سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے میں کچھ تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر وہ عورت اتنی بوڑھی ہو کہ قابلِ شہوت نہ ہو تو اس کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا درست ہے۔ اور اگر نامحرم عورت جوان ہو تو اس کے سلام کا جواب آہستہ سے دل میں دینا چاہیے اور خود نامحرم عورت کو بلا ضرورت سلام کرنا درست نہیں۔

الجواب صحیح	محمد عامر عفی عنہ
بندہ عبد الرؤف سکھروی	دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴	۷-۳-۱۴۲۱ھ
۷-۳-۱۴۲۱ھ	الجواب صحیح
نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴	۷ ربیع ۱۴۲۱ھ
	نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆میڈیکل کمپنی کے ملازم کیلئے مجبوری میں کوٹ پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کی گنجائش ہے☆

سوال نمبر 77۔ میں میڈیکل کمپنی میں ملازم ہوں کوٹ پتلون اور ٹائی کی پابندی کرائی جاتی ہے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: کوٹ پتلون اور ٹائی صلحاء کا لباس نہیں ہے اس سے بچنا چاہئے اگر کسی کمپنی کی طرف سے ملازم کو یہ لباس پہننے پر مجبور کیا جاتا ہے تو ملازم کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی دوسری ملازمت ایسی ملتی ہے جس میں یہ قباحت نہیں ہے تو وہ اسے اختیار کرلے اور اگر دوسری ملازمت نہیں ملتی تو بھی ملازمت کرتا رہے اور اس لباس کو مجبوراً پہنتا رہے البتہ دل سے برا بھی سمجھے اور اپنے اس عمل پر استغفار بھی کرتا رہے۔ (ماخذہ رجسٹر نقل فتاویٰ دارالعلوم ۳۰۲/۴۰ ف)

☆میڈیکل ریپ سیمپل والی دوائی فروخت نہ کرے☆

سوال نمبر 78۔ کمپنی دوا متعارف کرانے والے کارندوں کو سیمپل دیتی ہے کہ ڈاکٹر حضرات یا مؤثر لوگوں میں بطور تحفہ پیش کریں جس سے ہماری کمپنی کا تعارف ہو اور دوا چلے اب اسی دوا یا تحفہ جات کو کارندہ خود ہی استعمال کرلے یا اپنے احباب کو دے یا ان کی فروخت کردے اس کی اجازت ہے۔

جواب: کمپنی کی طرف سے اگر آپ کو یہ دوائی کا سیمپل خود استعمال کرنے یا اپنے احباب کو دینے یا فروخت کرنے کی اجازت ہے تو آپ یہ دوائی استعمال کرسکتے ہیں اور احباب کو دے سکتے ہیں اور فروخت بھی کرسکتے ہیں اور اگر کمپنی کی طرف سے آپ کو اس کی اجازت نہیں تو یہ تمام کام آپ کے لئے شرعاً بھی جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ اللہ عنہ۔

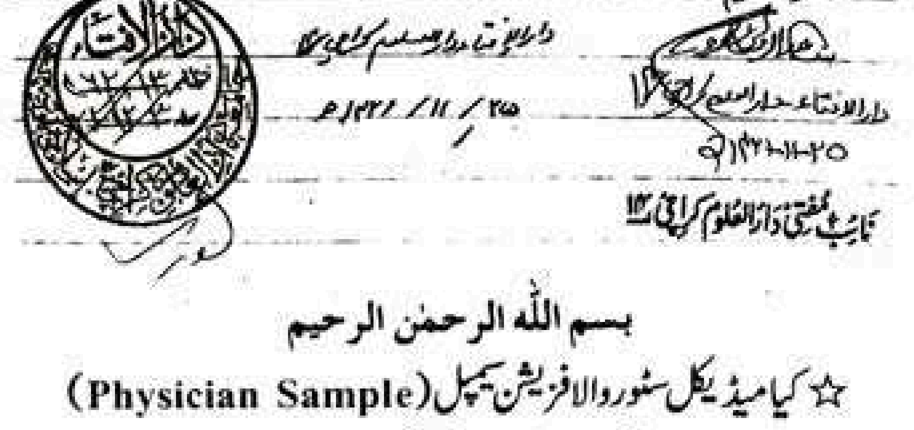

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆کیا میڈیکل سٹور والا فزیشن سیمپل (Physician Sample) کی خرید و فروخت کرسکتا ہے؟☆

سوال نمبر 79۔ کیا میڈیکل سٹور والا فزیشن سیمپل (Physician Sample) کی خرید

وفروخت کرسکتا ہے؟

جواب: کمپنی کی جانب سے فزیشن سیمپل اگر میڈیکل اسٹوروالوں کومفت تقسیم کرنے کیلئے دیے جاتے ہیں توان کوفروخت کرنا اور کمائی کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے۔اس سے بچنا چاہئے (از تبویب ۱۹۲/۴)

☆میڈیکل سٹوروالا اسمگل شدہ دوائی فروخت نہ کرے☆

سوال نمبر 80۔کیا میڈیکل سٹوروالا اسمگل دوائی کی خرید وفروخت کرسکتا ہے؟

جواب: اسمگلنگ کرنا قانوناً جرم ہے جو کہ شرعاً بھی ممنوع ہے،اس سے بچنا چاہئے۔لیکن اگر اسمگل شدہ سامان اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہ ہواور کسی نے اس کی خرید وفروخت کرلی تو نفع حاصل ہوگا وہ حرام نہیں کہلائے گا۔البتہ غیر قانونی کاروبار میں ملوث ہونے کا گناہ ہوگا۔لہٰذا اپنے آپ کواس سے بچانا چاہئے۔(از تبویب ۱۱۵/۱۷)

☆میڈیکل سٹور کھولنے کیلئے لائسنس کرایہ پر حاصل کرنا اور دینا کیسا ہے؟☆(81,82)

سوال نمبر 81۔کیا کوئی شخص میڈیکل سٹور کھولنے کیلئے کسی شخص سے لائسنس کرایہ پر حاصل کرسکتا ہے؟

سوال نمبر 82۔کیا کوئی شخص اپنا میڈیکل سٹور کالائسنس کسی دوسرے شخص کوکرایہ پردے سکتا ہے؟

جواب(81,82) اگر لائسنس کرایہ پر دینے یا لینے کی قانوناً اجازت ہوتو کرایہ پر دینا اور لینا جائز ہوگا،لیکن اگر قانون میں اس کی ممانعت ہوتو کرایہ پر دینا اور لینا جائز نہیں ہوگا۔

محمد فیصل

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۲۸-۲-۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۲۹-۲-۱۴۲۳ھ

نائب مفتی دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح

۲۹-۲-۱۴۲۳

نائب مفتی دارالعلوم کراچی

دارالافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆اگر ماہر عورت ڈاکٹر موجود ہو تو عورت، مرد ڈاکٹر سے دانت نہ نکلوائے☆

سوال نمبر 83۔کوئی عورت مرد ڈاکٹر سے دانت نکلوا سکتی ہے یا دانتوں کا کوئی اور کام کروا سکتی ہے۔

جواب: اگر ماہر لیڈی ڈاکٹر ہو تو لیڈی ڈاکٹر ہی سے علاج لازم ہے کسی اجنبی مرد ڈاکٹر سے علاج کروانا جائز نہیں، اور اگر لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو یا ہو لیکن اس سے اطمینان بخش علاج نہ ہو سکتا ہو اور علاج بھی ناگزیر ہو تو پھر عورت، مرد ڈاکٹر سے علاج کروا سکتی ہے اور دانت نکلوا سکتی ہے۔اس صورت میں عورت پر لازم ہے کہ چہرے کا بقدر ضرورت حصہ کھولے باقی نہ کھولے اور مرد پر لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے ضروری حصہ پر نظر رکھے دیگر حصے اور اعضاء پر نظر نہ ڈالے اور نہ چھوئے۔

اور جہاں تک مرد کا کسی لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروانے کا تعلق ہے تو عام طور پر ماہر مرد ڈاکٹر بآسانی مل جاتے ہیں لہٰذا مرد ڈاکٹر ہی سے علاج لازم ہے، البتہ اگر کہیں ایسی شدید مجبوری آجائے کہ لیڈی ڈاکٹر کے علاوہ کوئی اور ڈاکٹر موجود نہ ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں مرد لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروا سکتا ہے۔(ماخذہ رجسٹر نقل فتاویٰ ۹۰/۱۲۹،۱۷۳/۲۰۵/۷۱،۲۵۸/۸)

☆دانتوں کو تار لگا کر سیدھا کرنا اور سونے کا دانت لگوانا جائز ہے☆(84,85)

سوال نمبر 84۔کیا دانتوں کو تار لگوا کر سیدھا کرانا جائز ہے۔

جواب: تار لگوا کر دانتوں کو باندھنا اور سیدھا کروانا جائز ہے۔

سوال نمبر 85۔کیا سونے کا دانت لگوانا جائز ہے۔

جواب: اگر سونے اور چاندی کے علاوہ دوسرے مصنوعی دانتوں سے مذکورہ ضرورت پوری ہو سکتی ہو تو دوسرے مصنوعی دانت لگوانے چاہئیں اور اگر دوسرے مصنوعی دانت خراب ہو جاتے ہوں تو مجبوری کی صورت میں چاندی کے دانت لگوائیں، اگر یہ بھی کامیاب نہ ہوں تو سونے کا دانت لگوانا بھی جائز ہے۔

ولا یشدّ سنّہ المتحرک بذھب بل بفضۃ وجوزھما محمد (الدر المختار ۲/۳۶۱،۲۲) فی الصحیح للامام مسلم رحمہ اللہ (ج ۶/ ۲۰۵)

الجواب صحیح

الجواب صحیح

دار الافتاء دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆کسی مریض کو شدید تکلیف میں دیکھ کراس کیلئے موت کی دعا کرنا جائز نہیں☆

سوال نمبر 86۔ کیا کسی مریض کو تکلیف میں دیکھ کر اس کے لئے موت کی دعا کی جاسکتی ہے تا کہ اس کی تکلیف کم ہو۔ جیسے کینسر کے مریض کے لئے۔

جواب: مریض کے لئے شفاء اور عافیت کی دعا کرنا مسنون ہے اور شدید مرض یا کسی بھی دنیاوی مصیبت کی وجہ سے موت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے اور یہ کہنا کہ مرنے کے بعد تکلیف ختم ہو جائیگی اس لئے صحیح نہیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کیا معاملہ فرمائیں اس کا یقینی علم کسی کو نہیں۔ البتہ اگر تکلیف پر صبر مشکل ہو جائے تو مریض کے لئے اس طرح دعا کرنے کی گنجائش ہے کہ یا اللہ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ، اور جب موت بہتر ہو مجھے موت عطا فرما اور اس شخص کے لئے راحت و آرام کی دعا بھی کی جاسکتی ہے۔

عن حارثة بن مضرب قال: دخلت علی خباب وقد اکتوی سبعا فقال لو لا انی سمعت رسول اللّٰہ یقول لا یتمن احدکم الموت لتمنية الخ مشکوۃ ص ۱۴۰ ج ا۔

العبد الیاس زمان رحیم یار خانی
دار الافتاء۔ جامعہ دار العلوم کراچی
۱۲/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۵ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح
نائب مفتی دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ایک کی بیماری کا دوسرے کی طرف سرایت کرنیکا عقیدہ رکھنا غلط ہے☆

سوال نمبر 87۔ (الف) چھوت کی بیماری کے بارے میں اسلام کیا فرماتا ہے؟

(ب) چھوت والی بیماری والے آدمی کے ساتھ نہ بیٹھنا، نہ کھانا، نہ ہاتھ ملانا وغیرہ وغیرہ سے گناہ تو نہیں ہوگا۔

جواب: (الف) ایک کی بیماری دوسرے کی طرف سرایت کرتی ہے یا نہیں؟ اس میں احادیث مختلف ہیں۔ بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بیماری دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتی۔ جبکہ دوسری بعض

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیماری دوسرے کی طرف سرایت کرتی ہے۔ احادیث کے اس تعارض کو دور کرتے ہوئے محدثین کرامؒ نے ان احادیث کی جو تشریح فرمائی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنا باطل ہے اور اس کو مؤثر نہیں سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ مؤثر حقیقی اللہ سبحانہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بیماری بذات خود مؤثر نہیں اور اللہ کے حکم کے بغیر بیماری نہیں لگتی اور جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیماری دوسرے کی طرف سرایت کرتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کمزور دل والوں کو چاہئے کہ اس قسم کے مریض سے ملنے جلنے سے احتیاطاً پرہیز کریں اگرچہ اعتقاداً ایسا نہ سمجھیں۔

جواب: (ب) بطور اعتقاد ایسا کرنا تو گناہ ہے تاہم بطور احتیاط اگر ایسا کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

کتبہ ...

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۴/۲/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح

۱۵/۲/۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ ایسا مریض جو کئی برس سے ہوش میں نہ ہو، اس مدت کی نمازوں اور روزوں کی قضاء اس کے ذمہ لازم نہیں ☆

سوال نمبر 88: میرے والد صاحب عرصہ تین سال سے صاحب فراش ہیں اور ان کو ہوش بھی نہیں ہے۔ والد صاحب عالم نہیں اور سلسلہ نقشبندیہ کے خلیفہ بھی ہیں۔ اپنی گزشتہ زندگی میں صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اب وہ نماز نہیں پڑھ سکتے کیونکہ ان کو ہوش نہیں ہے۔ کیا ان کی نمازوں کا اور روزوں کا فدیہ دینا پڑیگا۔ فدیہ کی رقم ادا کرنے کی استعداد بھی نہیں ہے۔

جواب: مذکورہ صورت میں آپ کے والد صاحب جب سے بیہوش ہیں اس مدت کی نمازوں اور روزوں کی قضاء ان کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ لہٰذا ان ایام کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ بھی ان کے ذمہ لازم نہیں۔ البتہ بیماری کے جتنے ایام میں ان کے ہوش وحواس درست تھے اور بیٹھ کر یا لیٹ کر یا اشارے سے کسی طرح بھی نماز پڑھ سکتے تھے تو اتنے دنوں کی نمازوں اور روزوں کی قضاء نہ کرسکیں تو اس کا فدیہ ادا کیا جاسکتا ہے اور فدیہ میں یہ تفصیل موجود ہے کہ اگر انہوں نے گزشتہ زندگی میں قضاء نمازوں اور روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی تھی یا ہوش میں آنے کے بعد

وصیت کر دی تھی تو ان کی وفات کے بعد ان کے ترکہ کے ایک تہائی حصہ سے ان کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جائیگا۔ لیکن اگر انہوں نے وصیت نہیں کی یا وصیت کی تھی مگر ترکہ کے ایک تہائی حصہ سے فدیہ مکمل ادا نہ ہو سکا تو ورثہ پر بقیہ ترکہ سے اس کی ادائیگی ضروری نہیں۔ البتہ اگر کسی وارث نے اپنی طرف سے فدیہ ادا کر دیا یا ورثہ میں سب بالغ ہوں اور ان سب نے اپنی رضا مندی سے کل ترکہ میں سے فدیہ کی ادائیگی کر دی تو یہ بھی جائز ہے۔

الجواب صحیح
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۲۹ ذو القعدہ ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ حدیث میں ہے کہ ہر بیماری کیلئے دواء ہے، جبکہ بعض امراض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لا علاج ہیں۔ ان میں تطبیق کی صورت ☆

سوال نمبر 89۔ بعض امراض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لا علاج ہیں جیسے کینسر کی بعض اقسام ایڈز وغیرہ، حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے، لکل داء دواء (او کما قال علیہ السلام) اس کی تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: یہ حدیث بالکل صحیح ہے، لکل داء دواء کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے دوا رکھی ہے۔ اب تک بظاہر جن بیماریوں کا علاج دریافت نہیں ہوا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دوا نہیں رکھی، بلکہ ان کی بھی دوا اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے لیکن اب تک یا تو انسانی ذہن کی وہاں تک رسائی نہیں ہوئی یا اگر رسائی ہوئی بھی ہے تو انسان کو ان کے ذریعہ علاج کا طریقہ نہیں ہو سکا ورنہ دوا بہر حال موجود ہے۔

الجواب صحیح
دار الافتاء دار العلوم کراچی
دار الافتاء دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆سرمہ لگانا سنت ہے، لیکن اگر سرمہ لگانے سے آنکھ میں سوزش ہونے کا یقین ہو تو منع کیا جاسکتا ہے☆

سوال نمبر 90۔ سرمہ لگانا حضرت محمد کی سنت مبارکہ ہے کیا چھوٹے بچوں کو سرمہ لگانے سے منع کیا جاسکتا ہے کہ ان کی آنکھوں میں سوزش کا خطرہ ہے۔

جواب: اگر سرمہ لگانے سے آنکھ میں سوزش ہو جانے کا یقین یا غالب گمان ہو تو سرمہ لگانے سے منع کیا جاسکتا ہے۔

والسنة نوعان: سنة الهدیٰ وترکها یوجب اسائة و کراهیة کالجماعة والأذان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذالک کسیر النبیؐ فی لباسه وقیامه وقعوده رد المحتار ص ۱۰۳ ج ۱ .

العبد الیاس زمان رحیم یار خانی
دار الافتاء۔ جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۴-۱۲-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح
محمود اشرف غفر اللہ لہ
۴-۱۲-۱۴۲۱ھ
نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۵ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ناپاک کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ☆

سوال نمبر 91: کیا اگر کسی کپڑے کو برتن میں پانی لے کر اس میں ڈبوئیں مثلاً اگر وہ کپڑا ایک لیٹر میں ڈوب سکتا ہے تو نلکا یا ٹونٹی کھول کر تخمیناً تین لیٹر پانی بہادینے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ کیا کپڑے کو نچوڑنے کی ضرورت ہیں؟

جواب: ایسی صورت میں اگر ناپاکی دھل جانے کا غالب گمان ہو جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا، نچوڑنا ضروری نہیں۔

سوال نمبر 92: بالٹی وغیرہ میں کپڑا ڈال کر پھر اسے نلکا کے نیچے رکھ کر بھریں، بالٹی بھر کر پانی ابل جائے تو کیا وہ کپڑا پاک ہوگیا؟ ا۔ رکا پانی پاک ہوگیا؟ بالٹی پاک ہوگئی؟

جواب: اگر اس قدر پانی بالٹی میں بھر کر بہہ جائے کہ کپڑے کی ناپاکی دھل جانے اور اندر کا ناپاک پانی نکل جانے کا غالب گمان ہو جائے تو کپڑا، پانی اور بالٹی پاک ہو جائیگی۔

سوال نمبر 93: واشنگ مشین میں اتنا پانی بھریں کہ کپڑے ڈوب جائیں پھر مشین میں اوپر سے نلکے کے ذریعہ پانی ڈالیں اور مشین سے پانی خارج کرنے کے راستے کو کھول دیں۔ کیا تھوڑا سا پانی نکل گیا تو سب کپڑے پاک ہو جائیں گے؟

جواب: تھوڑے سے پانی نکلنے سے کپڑے پاک نہیں ہونگے البتہ اگر اس قدر پانی ڈالا جائے اور مشین سے نکال لیا جائے کہ کپڑے کی ناپاکی دھل جانے کا غالب گمان ہو جائے تو اس کے بعد کپڑے پاک ہو جائیں گے۔

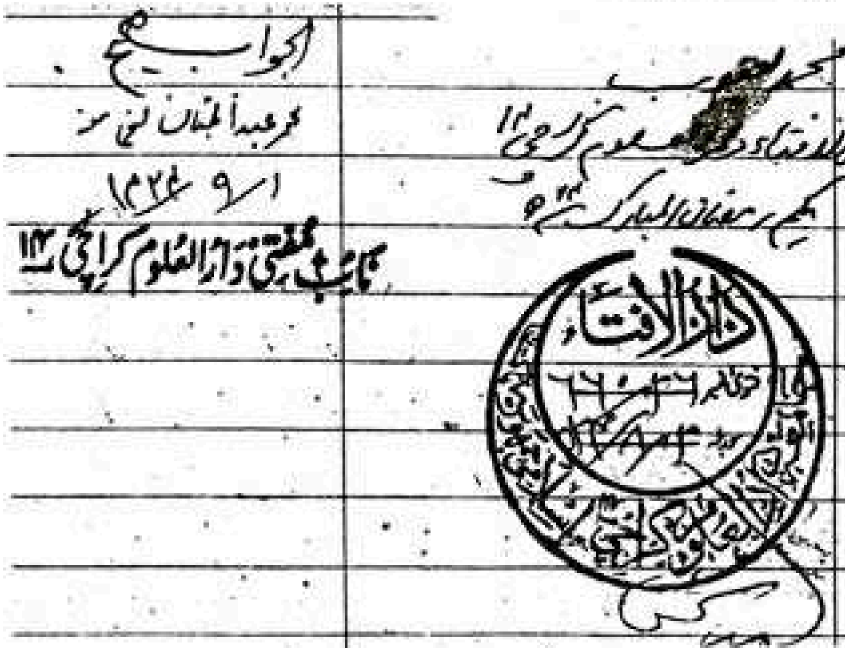

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ زکوٰۃ کی رقم سے ڈسپنسری یا فلاحی ہسپتال کی عمارت تعمیر کرانا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 94۔ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ڈسپنسری یا فلاحی ہسپتال کی عمارت تعمیر کروائی جاسکتی ہے۔

جواب: زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی فقیر محتاج کو مالک اور قابض بنا کر دی جائے اور سید بھی نہ ہو اس کے برخلاف زکوٰۃ کی رقم براہ راست ڈسپنسری یا فلاحی ہسپتال کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں اور اس سے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

☆ زکوٰۃ کی رقم سے فلاحی ہسپتال کی مشینیں خریدنا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 95۔ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ڈسپنسری یا فلاحی ہسپتال کے آلات مثلاً ای سی جی مشین، الٹراساؤنڈ مشین وغیرہ خرید سکتے ہیں جبکہ ان آلات سے امیر و غریب سب فائدہ اٹھائیں گے۔

جواب: براہ راست زکوٰۃ سے مذکورہ چیزیں خریدنا جائز نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

☆ زکوٰۃ کی رقم سے ڈسپنسری کے عملہ کی تنخواہ دینا جائز نہیں ☆

سوال نمبر 96۔ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ڈسپنسری سٹاف اور ڈاکٹر کو تنخواہ دی جاسکتی ہے۔

جواب: زکوٰۃ کی رقم سے براہ راست ڈسپنسری سٹاف وار ڈاکٹروں کی تنخواہ دینا جائز نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

☆زکوٰۃ کی رقم سے ادویات خرید کر مستحق مریضوں کو دینا جائز ہے☆

سوال نمبر 97۔ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ڈسپنسری کی ادویات خریدی جاسکتی ہیں جبکہ ڈسپنسری سے امیر غریب سب فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

جواب: زکوٰۃ کی رقم سے ادویہ خرید کر مستحق زکوٰۃ مریضوں کو مالک اور قابض بنا کر دینا جائز ہے، مگر یہ ادویات غیر مستحق زکوٰۃ مریضوں کو دینا جائز نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ واللہ سبحانہ اعلم

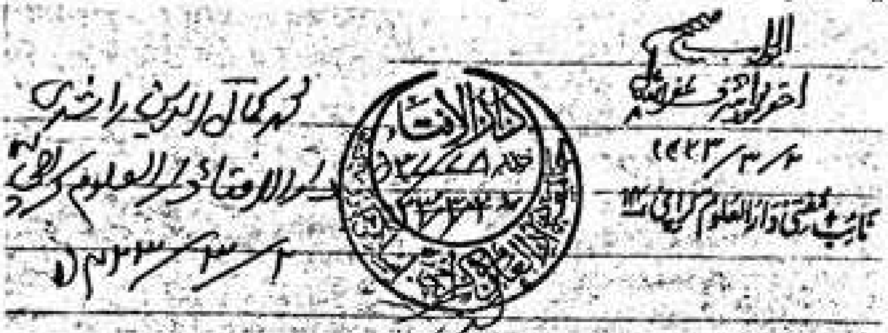

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائیگا☆

سوال نمبر 98۔ ایک شخص دمہ کا مریض ہے، رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ایک پمپ جس کا نام انہیلر (Inhaler) ہے، جس میں گیس جیسی چیز ہوتی ہے۔ اس منہ میں رکھ کر دباتے ہیں جس سے سانس کی نالیاں کھل جاتی ہیں اور تقریباً چھ گھنٹے تک آرام ہوجاتا ہے۔ کیا اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر ٹوٹ جاتا ہے تو ان روزوں کا فدیہ دیا جاسکتا ہے یا قضاء رکھنا پڑیں گے؟ جبکہ ایسا مریض دائمی ہے۔

جواب: انہیلر پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائیگا۔

اگر دوسرے ایام میں روزہ رکھ سکے تو قضاء کرے اگر نہ رکھ سکے تو فدیہ دے۔

(الدر المختار علی رد المختار ص ۱۳۲، ج ۲)

مفتی محمد انور (خیر الفتاویٰ جلد ۴، ص 98,99)

جدید نظام تولید کا شرعی حکم

سوال: بعض یورپی ممالک میں جدید نظام تولید کے لیے اجنبیہ خواتین کے ارحام کو بطور

اجارہ لیتے ہیں یعنی میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط کے بعد جب اس کی نشو ونما کا مرحلہ آتا ہے تو بجائے بیوی کے رحم میں رکھنے کے کسی اجنبی عورت کو معاوضہ دے کر نشو ونما کے لیے اس کے رحم کو استعمال کیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ اس طریقہ سے ہونے والا بچہ اصحاب نطفہ سے منسوب ہوگا مگر اس ثبوت سے کسی اجنبیہ کے رحم کو بطور اجارہ لینا جائز نہیں ہوتا بلکہ شریعت مقدسہ میں اس قسم کی اشیاء صرف اپنے خاوند کے استعمال کے لیے جائز ہیں، دوسروں کے لیے ان کا استعمال کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

لما قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ. (سورة البقره آیت نمبر ۲۲۳)

(روی العلامه جلال الدین السیوطیؒ: عن ابن سیرینؒ وحسن بن زیاد لا یعار الفرج. (الدر المنثور ج۶ ص ۵ سورة الشوریٰ) وَمِثْلُهٗ فی جواهر الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۰۷ فتاویٰ حقانیہ ج۴ ص ۵۶۰۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل ایک خاص انجکشن کے ذریعے مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے جس سے پھر بچہ پیدا ہوتا ہے، اولاد کے حصول کے لیے اس طریقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سول میں ذکر شدہ طریقہ جسے ٹیسٹ ٹیوب بے بی یا تلقیح صناعی بھی کہتے ہیں مفاسد کثیرہ پر مشتمل ہونے اور فحاشی و بے دینی کا ذریعہ بننے کی وجہ سے باتفاق علماء جائز نہیں۔ تاہم اگر کسی میاں بیوی کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوتی ہو اور دونوں میں اولاد کے لیے مطلوبہ صلاحیت موجود ہو لیکن خاوند کسی وجہ سے اپنا مادہ منویہ بیوی کے رحم میں پہنچانے پر قادر نہ ہو یا عورت کے رحم میں امساک و استقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے کی پیدائش ممکن نہ رہے تو اس صورت میں مصنوعی نسل کشی کا یہ طریقہ جائز رہے گا۔ بشرطیکہ مادہ منویہ عورت کے اپنے خاوند کا ہی ہو، دونوں کی رضامندی ہو اور دونوں کے سامنے یہ عمل قرار پا رہا ہوں اور مستند مسلمان ڈاکٹر یہ طریقہ تجویز کرے۔

جماع کے وقت کنڈوم (ساتھی) کا استعمال کرنا

سوال: کیا شادی شدہ آدمی کے لیے بوقت جماع کنڈوم (ساتھی) استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کنڈوم (ساتھی) کا حکم عزل کی طرح ہے اس لیے فی نفسہ جماع کے وقت کنڈوم کا استعمال مباح ہے مگر بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بدون بیوی کی اجازت کے مکروہ ہے تاہم اگر کوئی شرعی عذر

ہوتو بلا اجازت عزل کرنے یا کنڈوم استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی حقانیہ ج ۴ ص ۵۵۹)

خاوند کے مادہ تولید کا کسی اجنبیہ کے رحم میں نشوونما پانا

سوال: جدید طریقہ تولید میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے مادہ منویہ کو ملا کر ٹیوب کے ذریعے کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے اور یہ مادہ اس کے رحم میں نشوونما پا کر بچہ بن کر پیدا ہو جاتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور اس اجنبیہ کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: ثبوت نسب کے لیے ابتدائی وقت سے میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط ہونا کافی ہے چونکہ صورت مسئولہ میں جدید طریقہ تولید میں ابتداء میاں بیوی کا نطفہ مختلط ہو جاتا ہے اور اس اختلاط سے وہ ایک علقہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور پھر کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے تو ثبوت نسب کے لیے اختلاط کی صورت تک یعنی علقہ بننے تک کا زمانہ کافی ہے باقی یہ اجنبیہ ہونے والے بچے کے لیے بمنزلہ مرضعہ کے ہوگی اس کے حقیقی ماں باپ وہی میاں بیوی ہیں جن کا یہ نطفہ تھا۔ (فتاوی حقانیہ ج ۴ ص ۵۵۹)

میڈیکل کالج میں داخلے کے لیے لڑکی کو فوٹو بنوانا

سوال: امسال میڈیکل کالج میں داخل ہونا چاہتی ہوں مگر حکومت کے رائج کردہ اصول کے مطابق میڈیکل کالج کے امیدوار کا فوٹو کاغذات کے ساتھ ہونا ضروری ہے جب کہ اس کی جگہ فنگر پرنٹس سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے مگر ہم حکومت کے اصول کی وجہ سے مجبور ہیں۔ اب ملک میں لیڈی ڈاکٹرز کی اہمیت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا اگر خواتین ڈاکٹرز نہ بنیں تو مجبوراً ہمیں ہر بات کے لیے مرد ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑے گا جو طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں بھی قرآن وحدیث کے حوالے سے کچھ بتائیے کہ اپنے کہنے سننے والوں کو بھی مطمئن کیا جا سکے؟ اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو؟

جواب: فوٹو بنانا شرعاً حرام ہے لیکن جہاں گورنمنٹ کے قانون کی مجبوری ہو وہاں آدمی معذور ہے اس کا وبال قانون بنانے والوں کی گردن پر ہوگا جہاں تک لڑکیوں کو ڈاکٹر بنانے کا تعلق ہے میں اس کی ضرورت کا قائل نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۶۵ ج ۷)

(حضرت مفتی صاحب کی اس بارے میں جو رائے ہے وہ غالباً کالجوں کے ماحول اور لڑکیوں کے بلا ضرورت کالجوں میں داخلے کی وجہ سے ہے ورنہ ضرورت کے تحت چند خواتین کا ڈاکٹر ہونا جائز ہے۔)

بانجھ پن کے اسباب

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانے کے باوجود اولاد کا نہ ہونا مشیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہے کہ میاں اور بیوی میں ہر لحاظ سے (بچے کی پیدائش کی) صلاحیت موجود ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ ہی نہ چاہے تو دنیا بھر میں گھومنے اور بہتر سے بہتر علاج کرانے کے باوجود محروم ہمیشہ کے لیے محروم ہی رہتا ہے۔

اس باطنی اور حقیقی سبب کے علاوہ ''اہل طبائع'' کے نزدیک کچھ ظاہری اسباب اور عوامل کا بھی اثر رہتا ہے۔ اگرچہ امام رازی رحمۃ اللہ نے تفسیر کبیر میں اس کا سختی سے انکار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کے نطفہ میں بچے کی پیدائش کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے۔ طبعی اسباب کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں لیکن زیر نظر مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے ہمیں ان طبعی اسباب کو مدنظر رکھنا ہوگا تا کہ اصل مسئلہ کے فہم وادراک میں کوئی دشواری نہ رہے۔ جملہ ضروری اور موقوف علیہ امور اور وسائل وذرائع کے اختیار کر لینے کے باوجود اولاد نہ ہونے کے چند عوارض ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

(الف): ممکن ہے کہ مرد کے مادہ تولید یعنی نطفہ میں وہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ جس سے بچہ پیدا ہو۔

(ب): یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصور عورت کی طرف سے ہو' عورت میں قصور ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔ کبھی مادہ تولید میں صلاحیت نہیں ہوتی اور بعض اوقات مادہ تولید میں صلاحیت تو موجود ہوتی ہے لیکن ''رحم'' میں استقرار کی طاقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے نطفہ مقررہ مدت تک ''رحم مادر'' میں نہیں رہ سکتا۔ انفرادی نقصان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس جوڑے کے درمیان جدائی ہو جائے تو کسی ایک طرف کے ذی صلاحیت ہونے کی صورت میں کسی دوسرے ذی صلاحیت فرد سے رشتہ ہو جانے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ پہچان لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(ج): ممکن ہے کہ دونوں جانب قصور کی وجہ سے یہ جوڑا عمر بھر بچے کی نعمت سے محروم رہے۔ جوڑے کی تبدیلی کے باوجود کسی ایک طرف سے ثمر آور ہونے کی امیدیں بہت کم ہوتی ہیں۔ فتاویٰ حقانیہ ج۴ص ۵۹۶۔

مانع حمل تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا

سوال: سورہ بنی اسرائیل کی آیت: ''اور تم اپنی اولاد کو مال کے خوف سے قتل نہ کرو'' کی

تفسیر میں مولانا مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آج کل کی مانع حمل تدابیر کو بھی قتل اولاد میں شامل کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں جو نامناسب تقسیم رزق اور دولت انسان نے خود قائم کی ہے وہ غاصب کے لیے تو پابند مسائل نہیں لیکن مظلوم اپنے حصے سے محروم ہے۔ اس صورت حال میں اگر وہ اپنی انفرادی حیثیت سے صرف مستقبل کے خوف سے مانع حمل تدابیر اختیار کرتا ہے تو کیا یہ خلاف حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا؟

ذات باری تعالیٰ پر یقین کامل اپنی جگہ اور اسی کی عطا کی ہوئی عقل سلیم ہمیں غور وفکر کی دعوت بھی دیتی ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ ہم بارش، دھوپ، آندھی، طوفان سے بچاؤ کی تدابیر کرتے ہیں تاکہ ایسے بھی بیٹھے رہتے ہیں کہ یہ سب اسی کے حکم سے ہوتا ہے اور یہ بھی اس کی رحمت ہے۔ مقصد کہنے کا یہ کہ جب ایک وجود کو اس نے زندگی دینی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی لیکن انسان صرف اپنی مصلحت کی بناء پر اس کے برخلاف تدابیر کرنے کی سعی کرے تو کیا یہ خلاف حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوگا؟

جواب: منع حمل کی تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا تو مشکل ہے۔ البتہ فقر کے خوف کی جو علت جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اندیشہ فقر کی بناء پر مانع حمل تدابیر اختیار کرنا غیر پسندیدہ فعل ہے اور آپ کا اس کو دوسری تدابیر پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ دوسری جائز تدابیر کی تو نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کا حکم فرمایا گیا ہے جب کہ منع حمل کی تدبیر کو ناپسند فرمایا گیا ہے۔ بہر حال منع حمل کی تدابیر مکروہ ہیں جب کہ ان کا منشاء محض اندیشہ فقر ہو اور اگر دوسری کوئی ضرورت موجود ہو مثلاً عورت کی صحت متحمل نہیں یا وہ اوپر تلے کے بچوں کی پرورش کرنے سے قاصر ہے تو مانع حمل تدابیر میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۶ ج ۷)

خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم

سوال: ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے شہروں اور دیہاتوں میں بھرپور پروپیگنڈہ کر کے عوام کو اور مسلمان قوم کو یہ تاکید کی جارہی ہے کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر کے کم بچے پیدا کریں اور اپنے گھر اور ملک کو خوشحال بنائیں۔

محترم! اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جو انسان بھی دنیا میں جنم لیتا ہے اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے نہ کہ انسان کے ہاتھ میں ہے بلکہ انسان تو اس قدر گناہ گار اور سیاہ کار ہوتا ہے کہ وہ تو اس قابل بھی نہیں ہوتا کہ اسے رزق دیے جائیں اسے جو رزق ملتا ہے وہ بھی ان معصوم بچوں کے ہی طفیل ملتا ہے تو

کیا بچوں کی پیدائش کو روکنے اور خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے؟

جواب: خاندانی منصوبہ بندی کی جو تحریکیں آج عالمی سطح پر چل رہی ہیں ان کے بارے میں تو علمائے اُمت فرما چکے ہیں کہ یہ صحیح نہیں۔ البتہ کسی خاص عذر کی حالت میں جب کہ اطباء کے نزدیک عورت مزید بچوں کی پیدائش کے لائق نہ ہو علاجاً ضبط ولادت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۷)

ضبط ولادت کی مختلف اقسام اوران کا حکم

سوال: (۱) ضبط ولادت اور اسقاط حمل میں کیا فرق ہے؟ کون سا حرام ہے اور کون سا جائز؟

(۲) ایک لیڈی ڈاکٹر جو ضبط ولادت کا کام کرتی ہے اور دوائیں دیتی ہے اس کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

جواب: ضبط تولید کے مختلف انواع ہیں: (۱) مانع حمل دوائیاں یا گولیاں استعمال کرنا (۲) حمل نہ ٹھہرنے کے لیے آپریشن کرانا (۳) حمل ٹھہر جانے کے بعد اس کو دواؤں سے ضائع کرانا (۴) اسقاط حمل کرانا (۵) یا مادہ منویہ اندر جانے سے روکنے کے لیے پلاسٹک کوئل استعمال کرنا۔

یہ سب اقسام ہیں: لہٰذا فقر اور احتیاجی کے خوف سے یا کثرت اولاد کو روکنے کے واسطے مذکورہ انواع میں سے جس کو بھی اختیار کیا جائے گا وہ ضبط تولید میں آئے گا اور ضبط تولید کے عمل کرنے اور کرانے والا دونوں گنہگار ہوں گے۔

مذکورہ بالا حالات میں ڈاکٹر کے لیے دوائیاں دینا بھی گناہ ہوگا یہ کہ کوئی مریض ایسا ہو کہ حمل کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حمل بھی آبسا کہ اس میں جان پیدا نہ ہوئی ہو چار ماہ کی مدت سے کم ہو اس سے قبل اسقاط کرا سکتا ہے۔ ایسی خاص صورت میں ڈاکٹر بھی گنہگار نہ ہوگا اور مانع حمل اور اسقاط کی دوائی استعمال کرنے والا بھی گنہگار نہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۷ ج ۷)

خاندانی منصوبہ بندی کا حدیث سے جواز ثابت کرنا غلط ہے

سوال: آج صفرابائی ہسپتال نارتھ ناظم آباد جانے کا اتفاق ہوا وہاں ہسپتال کے مختلف شعبوں اور کوریڈور میں خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق ایک اشتہار دیکھا جس میں نفس کو مارنا جہاد عظیم قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ نس بندی کی تعریف کی گئی تھی اور اسے بھی نفس کو مارنے سے تعبیر کیا گیا تھا اور ایک حدیث کا حوالہ تھا کہ "مال کی قلت اور اولاد کی کثرت سے پناہ مانگو" یعنی یہ حدیث قرآن کی ان تعلیمات کی بالکل ضد ہے جس میں اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل سے منع کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ ہر ذی روح کو رزق دیتا ہے۔ کیا یہ حدیث قرآن کی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے؟ امید ہے کہ اس حدیث کی وضاحت فرمائیں گے؟

جواب: حدیث تو صحیح ہے مگر اس کا جو مطلب لیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مصائب کی مشقت سے اللہ کی پناہ مانگو اس کو اولاد کی بندش کے ساتھ جوڑنا غلط ہے اور نس بندی کو نفس کشی کہنا بھی محض اختراع ہے۔ نفس کشی کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کو ناجائز اور غیر ضروری خواہشوں سے باز رکھا جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۷ ج ۷)

خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی حیثیت

سوال: خاندانی منصوبہ بندی یا بچوں کی پیدائش کی روک تھام کے کسی بھی طریقہ پر عمل کرنا گناہ صغیرہ ہے؟ گناہ کبیرہ ہے؟ یا شرک ہے؟

جواب: منع حمل کی تدابیر اگر بطور علاج کے ہو کہ عورت کی صحت متحمل نہیں تو بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے اور اس نیت سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا کہ بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کیا جائے، شرعاً گناہ ہے، گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ اس کی مجھے تحقیق نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۹ ج ۷)

مانع حمل ادویات اور غبارے استعمال کرنا

سوال: آج کل لوگ جماع کے وقت عام طور پر مانع حمل ادویات استعمال کرتے ہیں یا اس کی جگہ آج کل مختلف قسم کے غبارے چل رہے ہیں جن سے حمل قرار نہیں پاتا، کیا ایسا عمل جس سے حمل قرار نہ پائے جائز ہے؟ نیز کیا ان غباروں کا استعمال درست ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۵۳ ج ۷)

قومی خودکشی

ان لازمی نتائج وخطرات کے علاوہ ایک ایسا منصوبہ جو ہمارے مسلم معاشرہ کے شرعی ومعاشی اور اخلاقی اقدار کے کسی پہلو سے بھی جوڑ نہیں کھا رہا موجودہ سنگین حالات میں جو بھارت جیسے عیار سامراج کے مقابلہ کی شکل ہمارے سامنے ہے ضروری ہے کہ اس منصوبہ کے اس مہلک پہلو پر بھی توجہ کی جائے جس کا خمیازہ ساری قوم وملت کو بھگتنے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت جب کہ ظاہری اسباب میں ہماری کامیابی کا تمام تر دارومدار اس ملک کی عددی قوت اور افرادی اضافہ پر ایسی سکیموں کو زیر بحث لانا بھی قومی خودکشی کے مترادف ہے جن سے تجدید نسل یا نسل کشی کی حوصلہ افزائی ہو۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ص ۶۰۷)

حمل کی تکلیف کے پیش نظر اسقاط کی تدبیر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں میری اہلیہ کو تین ماہ کا

حمل ہے اس کو ہر مرتبہ حمل سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ڈاکٹرنی کا مشورہ یہ ہے کہ حمل گرا دیا جائے اور آپریشن کرالیا جائے' ڈاکٹرنی کا مشورہ قابل عمل ہے یا نہیں؟

جواب: سورت میں مولانا حکم سعید رشید اجمیری صاحب دامت برکاتہم حاذق اور عالم باعمل ہیں ان کو یا کسی اور حکیم حاذق دیندار کو دکھلایا جائے اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے' محض ڈاکٹرنی کے کہنے سے حمل گرانا نہیں چاہیے' حمل میں تکلیف تو ہوگی مگر اس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور بالخصوص ماں کے ساتھ زیادہ کیونکہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا اکثر تیس مہینہ میں پورا ہوتے ہے۔'' (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۶ سورہ احقاف آیت نمبر ۱۵)

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے: حملته امه کرها و وضعته کرها' تکلیف کے ساتھ اس کی ماں اس کا حمل رکھتی ہے اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنتی ہے (ف) یعنی فرزند کے حمل میں اس کی ماں کو متلی شروع ہوتی ہے' جس سے وہ بار بار قے کرتی ہے اور غذا ہضم نہ ہونے سے بیمار کی طرح زرد پڑ جاتی ہے اور جب پیٹ میں بچہ بڑا ہوتا ہے تو تعب و مشقت کے ساتھ اس کے بوجھ کو کرب کے ساتھ اٹھائے رہتی ہے۔ غرض کہ جب تک پیٹ میں رہتا ہے تب تک اس کو بچہ کی وجہ سے ہر طرح کی تکلیف و بے چینی لاحق رہتی ہے۔ پھر جب اس کو جنتی ہے تو اس حالت میں بھی جننا ایسی درد و تکلیف کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کو جان پر نوبت آجاتی ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ کمال محبت سے صدمہ اپنی جان پر لیتی ہے اور یہ نہیں چاہتی کہ بچہ کی جان کو کچھ تکلیف پہنچے۔ پھر پیدا ہونے کے بعد بھی سینہ سے لگائے ہوئے اس کو اپنے بدن کا خون پلاتی ہے اور اپنے خون کو نہیں بلکہ اسی کا منہ تا کا کرتی ہے۔ اگر کسی وقت اس کا چہرہ ملول دیکھا تو بے انتہا محبت سے کملا جاتی ہے اور نہیں چاہتی کہ یہ ملول ہو بلکہ اس کی بلا و بیماری اپنی جان پر اوڑھ لینا چاہتی ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن صفحہ ۲۱ جلد نمبر ۲۶)

مذکورہ آیت و تفسیر سے ثابت ہوا کہ استقرار حمل سے لے کر وضع حمل تک عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔ تکلیف کے بغیر یہ مراحل طے نہیں ہوتے مگر اس تکلیف پر عورت کو بہت اجر و ثواب ملتا ہے۔ محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں ایک روایت بیان فرمائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات کو عبادت کرنے والے دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ

تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ جب اسے دردزہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر مرتبہ پستان چوسنے کے بدلے میں عورت کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ شیر خوارگی کے ایام پورے کرلیتا ہے تو آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے اے عورت تو نے سابقہ زمانے کا عمل پورا کرلیا۔ (اب جو زمانہ باقی ہے اس میں اپنا عمل شروع کر)۔'' (غنیۃ الطالبین صفحہ ۹۳ فصل فی آداب النکاح)

بچہ کی ولادت کے وقت یا مدت نفاس میں خدانخواستہ اگر عورت کا انتقال ہوجائے تو اسے شہادت کا ثواب ملتا ہے اور وہ شہید کہلائے گی۔ شامی میں ہے:

قوله (والنفساء) ظاهره سواءً مات وقت الوضع او بعده قبل انقضاء مدت النفاس قوله وقد عدهم السيوطى الخ اى فى التثبيت نحو الثلاثين الخ شامى صفحه ۸۵۳ ج ا باب الشهيد.

غایۃ الاوطار میں ہے اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس میں وہ شہیدہ ہے۔ (غایۃ الاوطار صفحہ ۴۲۷ ج ا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (مفتی عبدالرحیم لاجپوری)

بچہ کا تولد نہ ہوتا ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا کیسا ہے؟

سوال: عورت حاملہ ہے بچہ تولد نہیں ہوتا ڈاکٹرنی کہتی ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نکالے تو عورت کی جان بچ سکتی ہے تو ایسی حالت میں بچہ کو کاٹے یا نہیں؟

جواب: بچہ زندہ ہو تو کاٹنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ بچہ کٹنے پر ماں کی زندگی کی گارنٹی کون دے سکتا ہے۔ لہٰذا آپریشن کرکے دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے۔ زندگی خدا کے قبضہ میں ہے۔ درمختار میں ہے:

(حامل ماتت وولدها حى) يضطرب (شق بطنها) من الايسر (ويخرج ولدها) ولو بالعكس وخيف على الام قطع اخرج لوميتا والا لا كما فى كراهية الاختيار. (درمختار مع الشامى ج ا ص ۸۴۰ باب صلوٰة الجنائز مطلب فى دفن الميت).

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکار وذبیحہ

عیسائی ملکوں کا ذبیحہ

سوال: عیسائی ملکوں کا ذبیحہ قابل استعمال ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے: **"ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق وان الشیاطین لیوحون الی اولیاء ھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون"** (جس حیوان پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ' وہ حقیقت میں فسق ہو گیا' شیاطین اپنے دوستوں کو سمجھاتے اور تلقین کرتے ہیں کہ تم سے ایسے حیوانات کے بارے میں جھگڑے اور بحث کریں' اگر تم ان کی تابعداری کرو گے تو تم مشرک ہو) اس لیے ہر حیوان حلال کے کھانے کے بارے میں دو شرطیں ضروری ہیں' اول تو شرعی ذبح ہونا' دوسرے ذبح کرتے وقت اسم الٰہی کا ذکر ہونا' اگر دونوں یا ایک فوت ہو گئی تو حیوان کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا۔ (معارف القرآن ۳/۵۴۲)

ہاں اگر مسلمان ذبح کرنے والا ہو اور وہ بھول کر تکبیر ذبح کرتے وقت ذکر نہ کرے تو وہ حسب ارشاد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہے جو حیوانات عیسائی ملکوں میں ذبح ہوتے ہیں اور انکے کارکن عیسائی ہوتے ہیں وہاں نہ ذبح پایا جاتا ہے نہ تکبیر۔ بلکہ بڑے بڑے شہروں اور کارخانوں میں تو حیوانات کو مشینوں کے ذریعے سے ذبح کیا جاتا ہے' یک طرف سے حیوان کو داخل کیا اور تھوڑی ہی دیر میں دوسری طرف کھال علیحدہ گوشت کے ٹکڑے علیحدہ اور جملہ دیگر اشیاء علیحدہ نکلتی ہیں ہاں جہاں یہودی ذبح کرتے ہیں وہ البتہ شروط ذبح کی رعایت کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جیسے کہ کسی چیز کی طہارت اور نجاست وغیرہ میں یا کھانے کی چیزوں میں جب تک نجاست اور حرمت کا یقین یا غلبہ ظن نہ ہو جائے جب تک اس کی حرمت یا کراہت کا فتویٰ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے حکم ذبیحہ کا ہو گا مگر یہ سخت غلطی ہے۔ ذبیحہ کا حکم ان دونوں کے خلاف ہے خود صحیح حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک شکار پر اپنا شکاری کتا جس کو اس نے تکبیر کہہ کر چھوڑا تھا پایا اور ایک دوسرا کتا پایا اور نہیں جانتا ہے کہ کس

نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ دوسرے کتے کو تکبیر کہہ کر چھوڑا گیا ہے یا نہیں تو حضرت سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حرام فرمار ہے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نظیریں موجود ہیں جن سے صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذبیحہ میں شروط ذبیحہ کا جب تک علم نہ ہو جائے حلال نہیں اور یہی مسئلہ فقہاء کا ہے۔ یورپ کے سفر کرنے والے عموماً ہر جگہ کے مسلمان ایسے محرمات میں مبتلا ہوتے ہیں اور واہی تباہی حیلے کر کے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے: "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اوتوا الكتاب حل لكم" (اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا کھانا تم کو حلال ہے) اس لیے ہم کو ان کے ذبح کیے ہوئے حیوانوں میں حرام ہونے کا کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔ مگر یہ بہت بڑی غلطی ہے جو چیز مسلمان سے حلال نہیں ہو سکتی وہ اہل کتاب سے کیوں کر حلال ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمان ذبح کرتے وقت قصداً تکبیر چھوڑ دے تو وہ کسی طرح حلال نہیں پھر کتابی جب ایسا کرے تو کیوں کر حلال ہو سکتا ہے۔ بہر حال وہ مسلمان سے تو کم ہی ہے اور اگر ظاہر الفاظ پر جائیں تو چاہیے کہ سور بھی حلال ہو جائے کیونکہ وہ بھی نصاریٰ کا طعام اور ان کا ذبیحہ ہے یا شراب میں پکا ہوا کوئی دوسرا کھانا ان کا حلال ہو (العیاذ باللہ) اور اگر ان چیزوں کے حرام ہونے کا یقین دوسری آیتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو متروک التسمیہ مذبوح نصاریٰ کی حرمت کا بھی قائل ہونا ضروری ہے۔

(سفرنامہ شیخ الہند ص ۸۶) (فتاوی شیخ الاسلام ص ۱۲۰)

شوقیا طور پر شکار کھیلنے کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں میں کچھ لوگ بعض موذی جانوروں مثلاً گیدڑ وغیرہ کا شکار شوقیا طور پر کرتے ہیں اس سے ان لوگوں کا مقصود صرف کھیل تماشا ہوتا ہے کیا شرعاً ایسا شکار جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... کسی بھی جانور کا شکار اس غرض سے کرنا چاہئے کہ اس سے کچھ نفع حاصل ہو صرف کھیل تماشا کے طور پر شکار کرنا جائز نہیں خصوصاً حرام جانور کا شکار کہ جس سے کوئی ظاہر افائدہ نہ پہنچتا ہو مگر وہ جانور کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچاتا ہو تو پھر اسے مارنا جائز اور مرخص ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۳۶۲)

باز کے شکار کا حکم

سوال...... ایک جانور کو سدھار کھا ہے ہم بسم اللہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں وہ پنجے میں چڑیا پکڑ کر خون نکال کر مار ڈالتا ہے نوبت ہی نہیں آتی کہ زندہ چڑیا کے حلقوم پر چھری چلائی جائے آیا یہ چڑیا حلال ہے یا حرام؟

جواب......باز کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو مجروح کردے اور ذبح پر قدرت سے پہلے جانور مرجائے تو وہ حلال ہے البتہ شکار کی مسلسل تلاش ضروری ہے اگر درمیان میں بیٹھ گیا پھر تلاش کیا اور وہ مردہ ملا تو حلال نہیں اگر زندہ مل گیا تو ذبح کرنا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۸۸ ج ۷)

طوطا' بگلا' ہد ہد' لالی حلال ہیں یا نہیں ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے بغیر وضو اذان دینا

سوال......(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ طوطا حلال ہے یا حرام۔

(۲) بگلا ہر دو رنگ کا سرخ و سفید آبی جانور ہے مچھلی کے شکار میں مصروف کار رہتا ہے حلال ہے یا حرام۔

(۳) ہد ہد حلال ہے یا حرام ہے۔

(۴) شارک ملتانی زبان میں لالی کو بولتے ہیں یا جانور عام پھرتا ہے حلال ہے یا حرام۔

(۵) ذبح فوق العقدہ حلال ہے یا حرام ہے باحوالہ نقل فرمادیں۔

(۶) اذان بغیر وضو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب......(۱) جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں یا ان کی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا ناجائز ہے جیسے شیر' بھیڑیا' کتا' باز' گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا' بگلا' مینا' فاختہ' چڑیا' مرغابی' ہد ہد وغیرہ سب جائز ہیں۔ کما فی الہدایہ ص ۴۲۸ ج ۴)

(۲) ذبیحہ فوق العقدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض حرمت کے قائل ہیں اور بعض نے حلت کا فتویٰ دیا ہے اور اس اختلاف کا مبنی صرف یہ امر ہے کہ ذبح کی رگیں جو کہ چار ہیں حلقوم' ودجان' مری' ذبح فوق العقدہ سے منقطع ہوتی ہے یا نہیں محرمین کا زعم یہ ہے کہ چونکہ ذبح مافوق العقدہ سے اکثریت جو کہ حلت ذبح کے لئے شرط قطع ہے نہیں ہوتے اس لئے کہ حلقوم اور مری کی انتہا عقدہ پر ہے ذبح اگر عقدہ سے روبرو ہو جائے تو یہ دورہ جاتی ہیں تو اکثر قطع نہیں ہوتی اور حلت کے لئے تین کا قطع ہونا شرط ہے لہٰذا وہ جانور حرام ہے اور محللین کی تحقیق یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے عروق منقطع ہو جاتی ہیں لہٰذا حلال ہے تو یہ بات مشاہدہ اور اہل تجربہ سے متعلق ہے شامی نے بھی کافی بحث کے بعد قول فیصل یہی لکھا ہے کہ اہل تجربہ سے دریافت کرنا چاہئے یا خود مشاہدہ کرنا چاہئے کہ عروق منقطع ہوئی ہے یا نہیں۔

اب یہ بات ثقات سے محقق ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے بھی عروق منقطع ہو جاتی ہے لہٰذا ذبیحہ فوق العقدہ حلال ہوگا چنانچہ اس کے متعلق مولانا عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم دیوبند کے فتویٰ

(اقول وباللہ التوفیق حل المذبوح فوق العقدۃ ھو الراجح روایۃ ودرایۃ

عزیز الفتاویٰ ص ۶۷۴ ج ۱) اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی تحقیق اس مسئلہ میں مجھ کو سالہا سال سے تحقیق کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے اس کی تحقیق کے لئے خود گائے کا سرامنگا کر دیکھا ہے میرے نزدیک محرمین جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ذبحہ فوق العقدہ ہوگا تو حلقوم اور قطع نہیں ہوں گے صحیح نہیں ہے منشاء اس کا عدم تجربہ ہے (حوالہ بالا) سے اور اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے فتویٰ (چونکہ مشاہدہ قطع کا رویت ثقات سے محقق ہو چکا۔ اس لئے حلت کا حکم دیا جائے گا (امداد الفتاویٰ ص ۵۳۹ ج ۳) سے یہ حکم واضح ہوا کہ ذبیحہ فوق العقدہ حلال ہے البتہ بہتر یہ ہوگا کہ ذبح فوق العقدہ نہ کیا جائے بلکہ تحت العقدہ ہوتا کہ باتفاق فقہاء حلال ہو جائے۔

(۳) بے وضو اذان کہنا درست ہے البتہ باوضو اذان کہنا افضل اور مستحب ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۱۷)

گردن مروڑی ہوئی مرغی حلال ہے یا نہیں؟

سوال...... بلی نے مرغی پر حملہ کر کے سر توڑ دیا لیکن مرغی زندہ ہے اُچھل رہی ہے تو ذبح کر کے کھانا درست ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں اگر مرغی زندہ ہے اور گردن کا اتنا حصہ باقی ہے کہ ذبح کر سکے تو ذبح کر کے کھانا درست ہے لیکن توڑا ہوا سر کھانا درست نہیں ہے اور جب سر کیساتھ پوری گردن بھی توڑ دی ہو اور ذبح کرنیکی مقدار حصہ نہ بچا ہو تو ذبح کرنیکا کوئی راستہ نہیں اسکا کھانا بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۴ ج ۲)

جو گائے سور سے حاملہ ہوئی اور اس کے دودھ گھی کا کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی گائے کو خنزیر سے حاملہ کرایا گیا ہو تو اس کا دودھ گھی استعمال کرنا حرام ہوگا یا نہیں۔

جواب...... اس گائے کے دودھ گھی وغیرہ کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں حلال ہوگا البتہ اس سے جو حمل پیدا ہوگا اس کی حلت وحرمت میں تفصیل ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۱۷)

مشتبہ ذبیحے کی ایک صورت کا حکم

سوال...... زید کی گائے چوری ہوگئی اور اس نے جنگل میں دیکھا کہ ایک گائے ذبح شدہ پڑی ہے چمڑا اس کے اوپر نہیں ہے صرف گوشت ہی گوشت ہے مگر اسکے کھر اور سینگ سے پہچان ہوتی ہے کہ یہ گائے وہی ہے جو گھر سے چوری ہوگئی ہے اب اس کا گوشت مالک کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ذبح اور تسمیہ کا بھی علم نہیں ہے؟

جواب......اس گائے میں وجہ اشتباہ دو ہیں۔

اول یہ کہ یہ گائے خود اس کی گائے ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ذابح کون ہے اور ذبح بسم اللہ کے ساتھ واقع ہوا ہے یا نہیں؟ پہلے شبہ کا حکم یہ ہے کہ اگر مالک نے اس کے سینگ اور کھر وغیرہ سے اچھی طرح پہچان لیا ہے اور اسے یقین یا گمان غالب ہے کہ یہ گائے میری ہی ہے تو وہ اس کی ملک ہے اسے استعمال کرنا جائز ہے۔ دوسرے شبہ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ گائے ایسے مقام پر پائی کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اور اس کے قرب و جوار میں غیر مسلم آباد نہیں تو بظن غالب اسے کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہوگا اس کا کھانا جائز ہے لیکن اگر اس جگہ غیر مسلم لوگوں کی آبادی ہے یا مخلوط ہے یا غیر مسلم اس جگہ یہ کام کرتے ہوں یعنی جانوروں کے چمڑے اتار کر گوشت چھوڑ جایا کرتے ہوں تو ان حالات میں اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۲ ج ۸)

بیرونی ممالک کی مذبوحہ مرغیوں کا حکم

سوال: یہاں سعودی عرب میں یورپ اور دیگر ملکوں سے مذبوحہ مرغیاں آتی ہیں اور ان کے پیکنگ پر لکھا ہوتا ہے "مذبوحة علی طریقة الشرعیة" اس کی تحقیق کا کوئی بھی ذریعہ نہیں کہ شرعی طریق سے ذبح شدہ ہے یا نہیں؟

جواب: تجارت کا یہ اصول مسلم ہے کہ تجارت فریب دہی سے نہیں چلتی اور اسی لیے بڑے تاجر فریب دہی سے بچتے ہیں' پھر جب حکومت بھی حلال و حرام کو سختی سے پرکھتی ہے تو جن ڈبوں پر لکھا ہوا ہو "مذبوحة علی طریق الشرعیة" تو جب تک اس کے خلاف کا ثبوت دلیل شرعی سے نہ ہو جائے از روئے فتویٰ استعمال کی گنجائش رہے گی' باقی از روئے تقویٰ اجتناب اولیٰ ہے۔ "چونکہ مذبوحة علی طریق الشرعیة کی صحت کا ثبوت بھی ہمارے پاس کچھ نہیں" (م ع) (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۶۷)

بندوق کے شکار کا حکم

سوال: ایک شخص نے مرغابی کا شکار بندوق کی گولی سے کیا' تلاش کرنے کے بعد وہ مردہ حالت میں پائی گئی' پھر اس کو ذبح کرنے سے تھوڑا خون بھی نکلا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بندوق میں جو گولی یا چھرا ہوتا ہے وہ چاقو یا تیر کی طرح دھار دار نہیں ہوتا وہ تیر کے حکم میں نہیں' اگر بسم اللہ پڑھ کر بندوق چلائی اور اس سے جانور مر جائے' ذبح کی نوبت نہ آئے تو وہ جانور حلال نہیں' اگر اس کو زندہ پالیا اور شرعی طریق پر ذبح کرلیا تو وہ حلال ہوگا' مرنے کے بعد ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگا۔ اس صورت میں غائب ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' ذبح کرنے سے پہلے اگر اس

کی موت وحیات میں شک ہو اور ذبح کرنے پر اس میں کوئی حرکت نہ ہو جیسے زندہ جانور کو ذبح کرتے وقت حرکت ہوتی ہے اور نہ اس طرح سے اس میں خون نکلے تو وہ حلال نہیں، محض خون نکلنا علامت حیات نہیں مگر خون اس طرح جوش کے ساتھ نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے تو وہ علامت حیات ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ص ۳۵۳)

شکاری کتے کے شکار کا حکم

سوال۔ ہمارے گاؤں میں لوگ شکار کیلئے کتے پالتے ہیں اور انکو شکار کی تعلیم دیتے ہیں اور پھر ان سے شکار کھیلتے ہیں تو اگر وہ کتا شکار کو پکڑے اور خود نہ کھائے بلکہ مالک کے پاس لے آئے لیکن وہ شکار راستے ہی میں اس کے منہ میں مرجائے تو کیا اس شکار کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اسلام نے شکار کی غرض سے کتا پالنے اور اس کے ذریعے شکار کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس کو شکار کرنے کی تعلیم دی گئی ہو اور وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے لیکن خود اس سے نہ کھائے تو ایسے کتے کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اگرچہ وہ جانور کتے کے منہ میں ہی ختم ہو جائے۔ لیکن اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ مالک نے شکار پکڑنے کیلئے کتا چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہو بدون اس کے شکار حلال نہیں۔

لقوله تعالیٰ: یسئلونک ماذااحل لهم قل حل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمو نهن مما علمکم الله فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم الله علیه . (سورہ المائدہ آیت ۴)

مجوسی کی شکار کردہ مچھلی

سوال: اگر کافر یا مجوسی شکار کر کے مچھلی لائے تو حلال ہے یا نہیں؟

جواب: حلال ہے، علامہ دمیری نے حیات الحیوان میں حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ستر صحابہ کو دیکھا جو مجوسیوں کا شکار کھاتے تھے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۱۲)

''مچھلی کا شکار چونکہ اس میں ذبح کی ضرورت نہیں'' (م،ع)

قصاب کا ذبیحہ اور بیمار جانور ذبح کرنے کا حکم

سوال: یہاں قصائی پیشہ ور کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں سمجھتے اور عالمگیری کا فتویٰ بتلاتے ہیں کہ ناجائز لکھا ہے، نیز یہ لوگ گلاسڑا مریل جانور ذبح کر ڈالتے ہیں جس کے سبب لوگ ان سے بہت ہی متنفر ہیں؟

جواب: سوال میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ صحیح نہیں، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ذبیحہ ہر مسلمان مرد

عورت کا حلال ہے' قصائی بھی اس حکم سے خارج نہیں' اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے' البتہ پیشہ ور کو بیمار اور خراب گوشت کے عام نظروں سے اترے ہوئے جانوروں کے ذبح کرنے سے احتیاط کرنا ضروری ہے چونکہ یہ رویہ مصلحت عامہ کے خلاف اور پریشانی مسلمین کا سبب ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) "لوگ اگر اچھے جانور کے ذبح کا انتظام کیا کریں بہت اچھی بات ہے" (م ع)

مچھلی کا بندوق سے شکار کرنا

سوال...... مچھلی کا بندوق سے شکار کرنا اور اس کو کھانا کیا حرام ہے؟

جواب...... مچھلی کا بندوق سے شکار کرنا جائز ہے اور حلال ہے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔

(کفایت المفتی ص ۲۳۹ ج ۸)

دریائی جانور اُود بلاؤ کے انڈوں کا حکم

سوال...... ایک جانور دریائی اُود بلاؤ ہوتا ہے اسکے انڈے خوشبودار اور مشک کے مشابہ ہوتے ہیں ان کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر وہ جانور دریائی ہے تو اس کے اجزاء پاک ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۱)

فتاویٰ رشیدیہ میں یہ تفصیل دریائی جانور غیر ماہی کی حلت اور طہارت مرقوم ہے اور دلیل پر اُحل لکم صید البحر ہے یعنی دریا کا شکار حلال ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۱)

سوال...... جھینگا کھانا یا اس کا کاروبا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بہت سے لوگ اسے کھانے اور کاروبار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جواب...... جھینگا مچھلی ہے یا نہیں یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے جن حضرات نے مچھلی کی ایک قسم سمجھا انہوں نے کھانے کی اجازت تو دی البتہ احتیاط اسی میں بتلائی کہ نہ کھایا جائے اب جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جھینگا مچھلی نہیں ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی اپنی تمام قسموں کے ساتھ حلال ہے اور چونکہ جھینگا مچھلی نہیں اس لئے امام اعظمؒ کے نزدیک کھانا جائز نہیں ہوگا البتہ بطور دوا کھانے میں یا اس کی تجارت میں گنجائش ہوگی کیونکہ مسئلہ اجتہادی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک کھانا حلال ہے اب مسئلہ یہ ہوا کہ جھینگا کھایا تو نہ جائے البتہ اس کی تجارت میں گنجائش ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۲۹)

جھینگا کھانا اور اس کا کاروبار کرنا

سوال...... جھینگا کھانا یا اس کا کاروبا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بہت سے لوگ اسے

کھانے اور کاروبار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جواب...... جھینگا مچھلی ہے یا نہیں یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے جن حضرات نے مچھلی کی ایک قسم سمجھا انہوں نے کھانے کی اجازت تو دی البتہ احتیاط اسی میں بتلائی کہ نہ کھایا جائے اب جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جھینگا مچھلی نہیں ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی اپنی تمام قسموں کے ساتھ حلال ہے اور چونکہ جھینگا مچھلی نہیں اس لئے امام اعظمؒ کے نزدیک کھانا جائز نہیں ہوگا البتہ بطور دوا کھانے میں یا اس کی تجارت میں گنجائش ہوگی کیونکہ مسئلہ اجتہادی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک کھانا حلال ہے اب مسئلہ یہ ہوا کہ جھینگا کھایا تو نہ جائے البتہ اس کی تجارت میں گنجائش ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۴۹)

فوق العقدہ ذبح کئے ہوئے جانور کا حکم

سوال...... اگر جانور ذبح کرتے وقت عقدہ (زبان کی جڑ) نیچے رہ جائے تو وہ جانور حلال ہوگا یا نہیں؟ اس طرف اس میں بہت اختلاف ہے کتب بھی مختلف ہیں۔

جواب...... بندہ نے اس کو تحقیق کیا ہے اور گائے مذبوح کا سر منگا کر دیکھا ہے لہٰذا بندے کی رائے میں اگر رگیں کٹ جاتی ہیں تو مذبوح حلال ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ذبح جیسا کہ حدیث میں ہے مابین اللبہ واللحیین ہے۔ (فتاویٰ مظاہرہ علوم ص ۲۱۳ ج ۱)

جس جانور کی چار رگیں کٹ گئی ہوں لیکن ذبح گھنڈی سے اوپر ہو تو کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) اگر جانور ذبح کرنے کے وقت چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن گھنڈی دھڑ کے ساتھ مل جائے تو کیا مذبوحہ حلال ہے یا نہیں

(۲) اگر کوئی جانور بے احتیاطی سے مرجائے اور مرنے کے بعد اس پر تکبیر پڑھ لی جائے کیا چمڑی حلال ہوجائیگی یا نہیں اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ گوشت تو اس کا حرام ہے لیکن اسکے چمڑے کے حلال ہونیکی وجہ اور صورت کیا ہے کیا وہ چمڑا تکبیر پڑھنے کے بعد حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا۔

جواب...... (۱) جب رگیں کٹ چکی ہیں تو اس کے حلال ہونے میں ہرگز شبہ نہیں کرنا چاہئے بہرحال یہ مذبوحہ حلال ہے اس کا استعمال درست ہے۔

(۲)اس کے چمڑے کو دھوپ وغیرہ میں سکھایا جائے تو اس کا بیچنا اور استعمال کرنا درست ہوگا۔(فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۵۲۹)

حائضہ' نفساء' جنبی کے ذبیحے کا حکم

سوال......حائضہ' نفسا اور جنبی کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟

جواب......حلال ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۵۳ ج ۱۴)

جس مرغی کا سر بلی نے الگ کرلیا ہو کیا اس کا ذبح جائز ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرغی کو بلی نے پکڑ کر اس کا سر توڑ لیا اس کے بعد وہ مرغی اچھی طرح پوری حیاتی سے کچھ دیر تک زندہ رہی اور پھرتی رہی تو اسی اثناء میں ایک مسلمان آدمی اس مرغی کی باقی ماندہ گردن پر جس کے ساتھ کہ مرغی کا سر نہیں تھا تکبیر پڑھ کر چھری چلائی اور ذبح کیا اور اس کا پیٹ بھی تکبیر پڑھ کر کچھ چاک کیا اس کے بعد بھی وہ مرغی اپنی حیات سے کچھ دیر حرکت کرتی رہی کیا یہ مرغی حلال ہوگی یا نہ۔

فتاویٰ بزازیہ اور عالمگیریہ میں بظاہر دو متضاد عبارتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں ان دونوں عبارتوں کا مطلب بھی ہمیں واضح فرمادیں۔

(۱)شاہ قطع الذئب اوداجھا وھی حیة لاتزکی لفوات محل الذبح عالمگیریه باب الثالث فی المتفرقات (۲)ولو انتزع الذئب رأس\الشاة وبقیت حیة تحل بالذبح بین اللبة واللحیین' بزازیه کتاب الذبائح

عبارت سے مرغی کا حرام ہونا اور عبارت سے مرغی کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

جواب......اگر بلی نے اس کا سر بدن سے جدا کردیا تھا تو پھر یہ مرغی ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگی سنورقطع رأس دجاجة فالباقی لاتحل بالذبح وان کان یتحرک کذا فی الملتقط عالمگیریه ص ۲۸۷ ج۵.

ان دونوں جزئیات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ جزئیہ نمبر ا میں محل ذبح فوت ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم کیا گیا ہے جبکہ جزئیہ نمبر ۲ میں محل ذبح موجود ہے پس اگر حیاۃ کے ہوتے ہوئے اس جگہ پر چھری پھیر دی تو وہ حلال ہوجائے گی۔(فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۵۳۷)

عورت کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: ہماری امی' نانی اور گھر کی دوسری خواتین بذات خود مرغی وغیرہ ذبح کرلیا کرتی ہیں'

میں نے کالج میں اپنی سہیلیوں سے ذکر کیا تو چند نے کہا کہ عورتوں کے ہاتھ کا ذبیحہ مکروہ ہوتا ہے' بعض نے کہا کہ حرام ہو جاتا ہے' برائے کرم بتائیں کہ عورت کا طعام کی نیت سے جانور اور پرندوں (حلال) کو ذبح کرنا جائز ہے یا نا جائز؟

جواب: جائز ہے۔ آپ کی سہیلیوں کا مسئلہ غلط ہے۔ (آپ کے مسائل ص۲۰۲ ج۴)

ذبح شدہ جانور کے خون کے چھینٹوں کا شرعی حکم

سوال: گائے اور بکرے کا خون پاک ہوتا ہے یا ناپاک؟ دراصل میں گوشت لینے جاتا ہوں تو قصائی کی دکان پر خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے لگ جاتے ہیں تو یہ کپڑے پاک ہیں یا نہیں؟

جواب: گوشت میں جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے اس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے البتہ بوقت ذبح جو خون جانور کی رگوں سے نکلتا ہے وہ ناپاک ہے۔

چرم قربانی کا گوشت سے تبادلہ کرنا

سوال...... یہاں چرم قربانی قصاب کو دیتے ہیں اور پھر ان سے اس کے عوض محرم میں گوشت لے کر خود کھاتے ہیں کیا حکم ہے؟

جواب...... جن بلاد میں چرم وزن سے فروخت ہوتا ہے وہاں تو یہ بیع ہی درست نہیں کہ موزوں کا مبادلہ موزوں سے ادھار رہا ہے اور جن بلاد میں عدداً فروخت ہوتا ہے وہاں یہ بیع تو درست ہے جب گوشت کی مقدار اور صفت پورے طور سے بیان کردی جائے لیکن اس کے عوض میں جو گوشت آئے گا اس کا مساکین پر خیرات کرنا واجب ہے اگر خود کھائے گا یا غنی کو کھلائے گا تو اتنی مقدار کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ص۵۲۳ ج۳)

امام مسجد کو چرم قربانی دینا کیسا ہے

سوال...... چرم قربانی امام مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم اس مسئلہ کو ذرا تفصیل سے بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب...... اگر امام مسجد کی امامت کی تنخواہ یا وظیفہ علیحدہ مقرر ہو اور تقرر کے وقت اس کے ساتھ صریحاً یا اشارۃً یہ بات طے نہ ہوئی ہو کہ امام کی حیثیت سے ہم آپ کو قربانی کی کھالیں بھی دیا کریں گے اور وہ امام بھی کھالوں کو مقتدیوں پر اپنا حق نہ سمجھے تو اس صورت میں اگر مقتدی واقعتاً گوشت کے ہدیہ کی طرح کھال کا بھی ہدیہ دے دیں تو جائز ہے لیکن اگر دونوں طرف نیت یہی ہو کہ

یہ امامت کے عوض کے طور پر دی جا رہی ہیں تو ظاہری تاویل کر کے ہدیہ نام رکھنے سے ان کو دینا جائز نہیں ہوگا۔ امام مسجد اگر غریب ہو اور اس کی تنخواہ اور اجرت کی نیت کے بغیر صرف غریب یا عالم اور حافظ سمجھ کر اس کو کھالیں دی جائیں تو میری رائے میں نہ صرف یہ جائز بلکہ بہتر ہے ایسے علماء وحفاظ اگر محتاج ہوں تو ان کی امداد کرنا سب سے بڑھ کر اولی ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۱۱)

چرم قربانی وغیرہ کو مفاد عامہ میں خرچ کرنا

سوال...... قربانی کے موقعہ پر قربانی کا گوشت ہڈی وغیرہ بالخصوص حج کے موقعہ پر دفن کر دی جاتی ہیں کہ ان کی بیع وشرا جائز نہیں اگر ان کو دفن کرنے کے بجائے ان کو مفید بنایا جاسکے جو عام ملت اسلامیہ کے لئے کارآمد ہوسکے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ مثلاً

ا۔ اس گوشت وغیرہ کو خاص دواؤں کے ذریعہ محفوظ کر کے اسے کاروباری نقطۂ نظر سے عالم اسلام میں قیمتاً فروخت کیا جائے۔

۲۔ اس کی کھال کو مختلف صنعتی اور کاروباری صورت میں استعمال کیا جائے۔

۳۔ انتڑیوں کو جھلیوں اور دیگر سامان تفریح مثلاً اسپورٹ کا سامان وغیرہ تیار کرنے میں صرف کیا جائے۔

۴۔ ہڈیوں اور سینگوں کے ذریعے بٹن اور کنگھی تسبیح چاقو چھری کے دستے اور دیگر اسی قسم کی مصنوعات کے تیار کرنے میں صرف ہوسکتے ہیں ہڈی کا خرچ شکر سازی کے کارخانوں میں ہوسکتا ہے۔

۵۔ دیگر فضلات ردیہ کو کھاد کے طور پر کھیتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جواب...... ا۔ جائز ہے کیونکہ یہ بیع قربانی کرنے والے کی طرف سے اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ فقراء کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ہوگی اور اس میں کوئی نقصان معلوم نہیں ہوتا مال متقوم یہ کو ضائع ہونے سے بچانا بھی جواز کے لئے ایک مستقل وجہ ہوسکتی ہے۔

۲۔ یہ بھی جائز ہے کیونکہ کھال کو خود قربانی کرنے والا بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے اور اگر کھال کو بیچ دیا جائے تو اس کی قیمت فقراء مسلمین کے صرف میں لائی جاسکتی ہے۔ اور نمبر ۳، ۴، ۵ کا بھی یہی جواب ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۵ ج ۸)

قربانی کی کھالوں کی رقم سول ڈیفنس پر خرچ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ملک کو جو حالات اس وقت درپیش ہیں

حکومت پاکستان نے اپنے دفاع کے لئے مخصوص تنظیمیں قائم کی ہیں جن میں سول ڈیفنس ایک ایسی تنظیم ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے دوران جنگ میں اپنی خدمات پیش کرتی ہے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تنظیم شہری دفاع کو وردیاں وسامان وغیرہ کی اشد ضرورت ہے اس سامان میں زخمیوں کی امداد کے لئے دوائیوں ریسکیو کے لئے ملبہ کو صاف کرنے اور ہٹانے کے لئے سامان' آگ بجھانے کیلئے بالٹیاں سٹریپ لیمپ وغیرہ شامل ہیں۔

کیا قربانی کی کھالیں اس مقصد کے لئے شریعت کی رو سے قابل قبول ہوسکتی ہیں مکمل اور مدلل جواب سے آگاہ فرمادیں۔

جواب...... جائز نہیں سول ڈیفنس میں مختلف مصارف ہیں بعض مصارف تو چرم قربانی کی قیمت کے ہیں اور بعض نہیں اس لئے چرم قربانی کی قیمت کا اپنے مصرف پر لگانا یقینی نہیں اس لئے چرم قربانی کی قیمت اس فنڈ میں داخل نہ کی جائے البتہ اگر غریب مریضوں کی زخمیوں کی مرہم پٹی دوائی وغیرہ پر خرچ کر کے ان کو تملیک کردی جائے تو یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۵۶۸)

فلاحی کاموں کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرنا

سوال...... اگر کوئی جماعت فلاحی کاموں کے نام سے قربانی کی کھالیں اور چندہ وصول کرے تو ان کو قربانی کی کھالیں اور چندہ دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب...... قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے جسکی تملیک ضروری ہے اور بغیر تملیک کے رفاہی کاموں میں اسکا خرچ درست نہیں قربانی کی کھالیں ایسے ادارے اور جماعت کو دی جائیں جو شرعی اصولوں کے مطابق انکو صحیح جگہ خرچ کرسکے۔ (آپ کے مسائل ج۴ ص ۲۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد اور اس کے احکام

جہاد کی تعریف

سوال:...... جہاد کسے کہتے ہیں؟ اور کیا ہندوستان والوں پر بھی جہاد فرض ہے؟

جواب...... جہاد کا مطلب ہے دین کی دعوت اور حفاظت نیز اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جنگ کرنا فی العلانیة الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبله: جہاد دو قسم پر ہے۔

ا۔فرض کفایہ ۲۔فرض عین

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں ہے صاحب درمختار نے ایسے لوگوں پر خصوصیت سے تنبیہ فرمائی ہے۔ونصه وایاک ان تتوهمان فرضیته تسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم مثلا بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدوالی ان تقع الکفایة فلولم تقع الابکل الناس فرض عینا کصلاة وصوم (ج ۳ ص ۳۱۹) حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ یہ خیال کرنا کہ ہندوستانی لوگوں سے جہاد کی فرضیت رومیوں کی سربراہی سے ختم ہو گئی ایسا نہیں بلکہ جو بھی دشمن کے جتنا قریب ہوگا اس پر جہاد فرض ہو جائے گا اور باقی لوگوں پر فرض کفایہ ورنہ تو تمام لوگوں پر نماز روزے کی طرح فرض عین ہو جائے گا۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

جہاد کی ذمہ داری کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں ایک شخص کی منگنی ہو چکی ہے لیکن تا حال شادی نہیں ہوئی جبکہ اسے جہاد پر جانے کا شوق ہے اور والدین کی طرف سے اجازت بھی مل چکی ہے تو کیا اس شخص کا جہاد کے لئے جانا موجب مواخذہ ہے یا نہیں؟

جواب...... چونکہ جہاد کی فرضیت کیلئے استطاعت یعنی آلات حرب اور قدرت علی الجہاد شرط ہے اس لئے یہ جہاد عوام پر فرض عین نہیں ہے بلکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے لہٰذا مذکورہ شخص کا جہاد کے لئے جانا یا نہ جانا موجب مواخذہ نہیں ہے البتہ جانے سے اجر ضرور ملتا ہے جبکہ نیت صحیح ہو۔ (الفتاویٰ الہندیہ

ج۲ص ۱۸۸ کتاب السیر الباب الاول فی تفسیرہ وشلہ فی البحر الرائق ج۵ص ۷۲ کتاب السیر)

بوسنیا میں جہاد کا شرعی حکم

سوال...... بوسنیا ہرزیگوینا میں جو جنگ مسلمانوں کے خلاف ہو رہی ہے اور ان کا قتل عام ہو رہا ہے ان کی عورتوں کی اجتماعی آبروریزی ہو رہی ہے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو پامال کی جا رہی ہے لیکن وہاں کے مسلمان کمزور ناتواں ہونے کی وجہ سے کفار کے مقابلہ سے قاصر ہیں تو کیا ان کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان کے فساد کو دفع کرنا اور مظلوم مسلمانوں کی اعانت کرنا تمام ممالک اسلامیہ پر فرض ہے یا نہیں؟

جواب...... کفار جب مسلمانوں کے کسی ملک میں داخل ہو جائیں اور وہاں کے مسلمان کفار کا مقابلہ نہ کر سکیں تو ایسی صورت میں جہاد الاقرب فالاقرب پر باقاعدہ فرض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ شرقاً وغرباً تمام ممالک اسلامیہ پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے لہٰذا بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی ہر ممکن طریقہ سے اعانت کرنا اور ان کفار کے فساد کو دفع کرنا تمام اسلامی ممالک کی ذمہ داری ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۵ص ۲۹۱)

جہاد میں شرکت کیلئے والدین کی اجازت

سوال...... والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو بلا اجازت جانا درست ہے ورنہ نہیں اور تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۱۲ص ۲۶۹)

مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور اعانت مسلم ارباب اقتدار کی ذمہ داری ہے

سوال...... موجودہ دور میں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے کافروں نے بزعم خود منصوبے بنا رکھے ہیں جن کے تحت ہر جگہ کافروں کی طرف سے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے تو کیا ایسی حالت میں عالم اسلام کے اہل اقتدار پر مظلوم مسلمانوں کی امداد و نصرت لازم آتی ہے یا نہیں؟

جواب...... تمام ممالک اسلامیہ اور اہل اقتدار پر مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور اعانت ضروری ہے اور جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو ان کے ساتھ قریب کی اسلامی حکومت پر ان کی اعانت اور یہود و ہنود کے ساتھ جہاد فرض ہو جاتا ہے اور قدرت نہ رکھنے کی صورت میں شرقاً وغرباً تمام اہل اسلام اور اہل اقتدار پر جہاد کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۵ص ۳۰۰)

امیر جماعت کے شرعی احکام

سوال...... ولتکن منکم أمة یدعون الی الخیر کی کیا تفسیر ہے؟ کیا ہر وقت ایک منظم جماعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے ہونا ضروری ہے یا ہر عالم اپنی اپنی جگہ کام کررہا ہے وہ بہ حیثیت اتحاد فعل جماعت کے حکم میں ہوگا؟

۲۔ کیا اس قسم کی جماعت کے لئے امیر ہونا بھی ضروری ہے اور اس امیر کی کیا حیثیت ہوگی وہ جس وقت بھی پکارے لبیک کہنا ضروری ہوگا؟

۳۔ کیا کسی وقت اس طرح جماعت قائم ہوکر اس کا امیر مقرر ہوکر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کی نظیر پیش کی جاسکتی ہے۔

جواب...... آیت کا مفہوم اس بارے میں عام اور دونوں صورتوں کو شامل ہے ہر صورت میں مامور بہ ادا ہوجاتا ہے۔ ۲۔ جماعت کا نظم قائم رکھنے کے لئے امیر بنالینا بہتر اور مستحب ہے۔

۳۔ اصل یہ ہے کہ امر بالمعروف بھی نظام اسلامی کا ایک شعبہ ہے اور ایک خلیفہ وقت کے ماتحت جس طرح محکمہ قضا ہوتے تھے اسی طرح ایک محکمہ احتساب اور امر بالمعروف کا بھی سلف میں ثابت ہے اس کا ایک امیر اور افسر ہوتا تھا متعدد لوگ اس کے تحت کام کرتے تھے لیکن جن بلاد میں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں بلکہ اب تو اسلامی سلطنت میں بھی ان چیزوں پر عمل دشوار ہے ایسے وقت میں اگر امر بالمعروف کیلئے کوئی جماعت کوئی خاص نظام شرعی اصول کے موافق بنالے تو بہتر اور افضل ہے فقہاء کی تصریحات ایسے بلاد کے متعلق یہی ہیں کہ ان میں مسلمان اپنے اتفاق سے محکمہ قضا وغیرہ مقرر کریں مگر وہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ کم از کم ایک یا زائد شہروں کے سب مسلمان متفق ہوکر کسی کو امیر یا قاضی بنالیں اور جب یہ بھی متعذر ہو تو کوئی مخصوص جماعت اگر اپنا امیر کسی کو بنائے اس کے احکام امیر شرعی کے تو نہ ہوں گے مگر حکم کا درجہ ہوگا کہ جب تک چاہیں اس کی اطاعت کریں اور جب چاہیں چھوڑ دیں مگر بقاء نظام کے پیش نظر بلاوجہ اطاعت چھوڑنا مکروہ اور نامناسب ہوگا مگر امیر پر بغاوت کی حد میں داخل نہ ہوں گے امیر واجب الاطاعت مطلقاً وہی ہوسکتا ہے جو تمام مسلمانوں کے اتفاق واجتماع سے امیر بنایا جائے اور شرائط امارت اس میں موجود ہوں۔ (امداد المفتین ص ۸۹۳)

مظلومین کشمیر کی امداد میں قید ہونا

سوال...... موجودہ کشمیر کی تحریک میں جہاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر خدانخواستہ کشمیر کی تحریک میں کوئی آدمی ڈوگرے کے ہاتھ سے مارا جائے آیا شہید کہلائے گا یا کیا؟ لوگوں کو اعتراض ہے کہ

بغیر کسی ہتھیار کے جانا اور اپنا سر مار کر دشمن کے سامنے رکھ دینا کہاں تک جائز ہے؟

جواب...... مظلومین کشمیر کی جس چیز سے امداد ہوتی ہے وہ جائز ہے بلکہ ضروری ہے اور محض ان کے ساتھ شریک ہو کر مار کھانا کوئی امداد نہیں معلوم ہوتی تاہم جو شخص کسی عالم کے فتوے سے بخیال امداد ایسا کام کرے اور خدانخواستہ مارا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ شہید ہونے کی توقع ہے کیونکہ ظلماً مارا گیا ہے لیکن مسلمانوں کو قصداً اس طرح جان دینا مناسب نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۹۹)

جہاد کشمیر کی فرضیت کا حکم

سوال...... مسلمانان مقبوضہ کشمیر جو کہ عرصہ دراز سے ایک جابر اور ظالم حکومت کے زیر تسلط ہیں وہاں ان ظالموں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر رکھا ہے ان کے گھر اور جائیداد وغیرہ کو تباہ کیا جا رہا ہے پردہ نشین مسلم عورتوں کی آبروریزی ہو رہی ہے تو کیا ایسی حالت میں اس ظالم اور جابر حکومت کے خلاف جہاد فرض عین ہے یا نہیں؟ اور ان مظلوم مسلمانوں کی اعانت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب...... مسئولہ حالات کے پیش نظر اس جابر اور ظالم حکومت کے خلاف جہاد فرض عین ہے کیونکہ مسلمانان کشمیر پر بھارتی حکومت نے جبر و ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے اور مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے اور ان کی عزت وعصمت کو پامال کیا جا رہا ہے لیکن عوام اور رعیت کا ان کافروں سے مقابلہ دشوار ہے اس لئے تمام تر ذمہ داری اہل اقتدار پر عائد ہوتی ہے اگر ان کے قریب کی مملکت اسلامیہ کفار کا مقابلہ نہ کر سکے تو الاقرب فالاقرب پر حتیٰ کہ شرقاً وغرباً تمام ممالک اسلامیہ پر جہاد فرض ہوتا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۲۸۹)

برما کے مظلوم مسلمانوں پر جہاد کا حکم

سوال...... سرزمین برما میں مسلمان بہت عرصہ سے آباد ہیں جبکہ وہاں پر تا حال غیر مسلموں کی حکومت ہے اور گذشتہ کئی سالوں سے حکومت کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و بربریت کا سلسلہ جاری ہے تو کیا مسلمانان برما پر جہاد فرض عین ہے یا نہیں؟ اور طاقت نہ رکھنے کی صورت میں ان کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب...... جب مسلمانوں پر ظلم و تشدد میں اضافہ ہو جائے تو ان پر وہاں کے کافروں اور ظالموں کے خلاف جہاد فرض عین ہو جاتا ہے صورت مسئولہ میں برما کے مسلمانوں کی کمزوری اور جہاد پر قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے ان کے پڑوسی اسلامی ممالک پر ان کی امداد کیلئے جہاد باقاعدہ فرض ہے۔ لہٰذا الاقرب فالاقرب شرقاً وغرباً تمام اسلامی حکومتوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۲۹۰)

بضرورت جہاد ڈاڑھی منڈانا جائز نہیں

سوال..... جب کوئی شخص جہاد پر جائے تو اس کیلئے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ جہاد کیلئے جو راستہ ہے وہاں کفار ہیں بغیر ڈاڑھی والے کو اندر چھوڑتے ہیں اور ڈاڑھی والے کو قتل کرتے ہیں۔

جواب..... ڈاڑھی منڈانا حرام ہے جہاد کی ضرورت سے فعل حرام کا ارتکاب جائز نہیں بلکہ ایسے موقع میں تو گناہوں سے بچنے اور استغفار کرنے کی زیادہ تاکید ہے قال اللہ تعالیٰ وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئاً وقال حکایۃ عن الربیین اللذین کانوا یقاتلون مع نبیھم: ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا: وانصرنا علی القوم الکفرین: اس آیت کے مضمون کی ترتیب میں اس بات پر دلالت ہے کہ جس طرح نصرت ثبات اقدام پر موقوف ہے اسی طرح ثبات اقدام گناہوں سے توبہ واستغفار پر موقوف ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۱۷)

جہاد کے دوران مونچھیں بڑھانا

سوال..... کیا مجاہدین کے لئے جہاد کے دوران مونچھیں بڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... جہاد کے دوران ہر مناسب طریقے سے دشمن پر رعب اور دباؤ ڈالنا اور اس کی شان وشوکت کو ٹھیس پہنچانا مشروع ہی نہیں بلکہ مستحسن بھی ہے مونچھیں بڑھانے کی صورت میں چونکہ دشمن پر رعب پڑنے کا امکان ہوتا ہے اس لئے جہاد کے دوران مونچھیں بڑھانا ایک اچھا اقدام ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج۵ ص ۳۰۸)

کنیزوں کا حکم

سوال: آپ کی توجہ اسلام کے ابتدائی دور میں کنیز لونڈی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جیسا کہ سورۃ مومنون میں ارشاد خداوندی ہے جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا کنیزوں جو ان کی ملک ہوتی ہیں اسلام میں اب کنیز لونڈی رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور خلفاء راشدین کے دور میں کنیز رکھنے کی اجازت تھی یا نہیں؟

جواب: اسلامی جہاد میں جو مرد اور عورتیں قید ہو کر آتی تھیں ان کو یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا یا ان کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کرایا جاتا تھا ان کو غلام اور باندیاں بنایا جاتا تھا۔ اس قسم کی کنیزیں یا باندیاں بشرطیکہ مسلمان ہو جائیں ان کو بغیر نکاح کے بیوی کے حقوق حاصل ہوتے تھے کیونکہ وہ اس شخص کی ملک ہوتی تھیں قرآن کریم میں وما ملکت ایمانکم کے الفاظ سے انہیں غلام اور

باندیوں کا ذکر ہے اب ایک عرصے سے اسلامی جہاد نہیں اس لیے شرعی کنیزوں کا وجود بھی نہیں' آزاد عورتوں کو پکڑ کر فروخت کرنا جائز نہیں اور اس سے وہ باندیاں نہیں بن جاتیں! (آپ کے مسائل ص ۲۸۲ ج ۸)

کیا ہنگاموں میں مرنے والے شہید ہیں

سوال :۔ حیدر آباد اور کراچی میں فسادات اور ہنگاموں میں جو بے قصور ہلاک ہو رہے ہیں کیا ہم ان کو شہید کہہ سکتے ہیں؟ کہہ سکتے ہیں تو کیوں؟ اور نہیں کہہ سکتے تو کیوں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

جواب :۔ شہید کا دنیاوی حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا اور نہ اس کے پہنے ہوئے کپڑے اتارے جاتے ہیں' بلکہ بغیر غسل کے اس کے خون آلود کپڑوں سمیت اس کو کفن پہنا کر (نماز جنازہ کے بعد) دفن کر دیا جاتا ہے۔

شہادت کا یہ حکم اس شخص کے لئے جو :۱۔ مسلمان ہو' ۲۔ عاقل ہو' ۳۔ بالغ ہو' ۴۔ وہ کافروں کے ہاتھوں سے مارا جائے یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جائے اور اس کے بدن پر قتل کے نشانات ہوں' یا ڈاکوؤں یا چوروں نے اس کو قتل کر دیا ہو' یا وہ اپنی مدافعت کرتے ہوئے مارا جائے' یا کسی مسلمان نے اس کو آلہ جارحہ کے ساتھ ظلماً قتل کیا ہو۔

۵۔ یہ شخص مندرجہ بالا صورتوں میں موقع پر ہلاک ہو گیا ہو اور اسے کچھ کھانے پینے کی' یا علاج معالجے کی' یا سونے کی' یا وصیت کرنے کی مہلت نہ ملی ہو' یا ہوش وحواس کی حالت میں اس پر نماز کا وقت نہ گزرا ہو۔ ۶۔ اس پر پہلے سے غسل واجب نہ ہو۔

اگر کوئی مسلمان قتل ہو جائے مگر مذکورہ بالا پانچ شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اسکو غسل دیا جائیگا اور دنیوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں کہلائے گا۔ البتہ آخرت میں شہداء میں شمار ہوگا۔ (جامع الفتاوی ج ۲ ص ۵۲۳)

خودکشی کے بعد بھی مغفرت کی امید

سوال...... اگر کوئی خودکشی کو حرام سمجھتے ہوئے خودکشی کر ڈالے تو اس کو کیسا گناہ ہوگا؟ اور عند اللہ اس کی بخشش کی امید ہے یا نہیں؟

جواب...... خودکشی حرام ہے لیکن جب کوئی اس کو حرام سمجھ کر کرتا ہے عقاب کا خوف بھی اس کو ہے تو انشاء اللہ مغفرت کی امید ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۴۰۶)

قتل اور مفضی الی القتل کی تفصیل

سوال...... زید نے قومی مفاد کے لئے اپنی جان کو بندوق یا چاقو یا زہر سے یا اپنی جان کو

بھوک اور پیاس میں رک کر ہلاک کرنے کا ارادہ کیا یہ فعل عمداً ہے کیونکہ لوگ اس کو روکتے ہیں مگر وہ باز نہیں آتا کیا ایسے شخص کو مرنے کے بعد شہید کہا جائے گا؟

جواب...... اگر چاقو یا چھری سے اپنا گلا کاٹ لیا یا بندوق سے گولی مار لی یہ خودکشی ہے جو گناہ کبیرہ لیکن اگر تنہا دشمنوں کی صفوں میں گھس گیا یا کھانا ترک کر دیا کہ جب تک فلاں مطالبہ پورا نہ ہوگا کھانا نہ کھاؤں گا یہ کام اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو سکتے ہیں (معلوم ہوا کہ ایسا شخص شہید نہیں) (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۴۸)

کمیونسٹوں کے ساتھ رہنے والے مسلمانوں کے احکام

سوال...... افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد اکثر لوگوں نے ہجرت کر لی لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی اور کمیونسٹوں کے قرب وجوار میں رہ رہے ہیں تو کیا ایسے لوگوں کا قتل کرنا اور انہیں نقصان پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مذکورہ میں جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی ہے اور وہاں کمیونسٹوں کے قرب وجوار میں زندگی بسر کر رہے ہوں اور مجاہدین کے خلاف کمیونسٹوں کی اعانت نہیں کرتے ہوں تو اگرچہ وہ لوگ ہجرت نہ کرنیکی وجہ سے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن شریعت مقدسہ ان کو قصداً وارادۃً قتل کرنیکی اجازت نہیں دیتی البتہ انکے اموال کو ضبط کرنا جبکہ اس سے کفار کو فائدہ ہو رہا ہو درست ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۳۰۵)

اسلام میں مغربی جمہوریت کی کوئی گنجائش نہیں

سوال...... موجودہ جمہوری نظام جو دنیا کے اکثر ممالک میں نافذ ہے جس میں بیک وقت کئی جماعتوں کا وجود شرط ہے کیا اسلام میں اس کی گنجائش ہے؟

جواب...... اسلام میں مغربی جمہوریت کا کوئی تصور نہیں اس میں متعدد گروہوں کا وجود (حزب اقتدار وحزب اختلاف) ضروری ہے جبکہ قرآن اس تصور کی نفی کرتا ہے

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا:

اس میں تمام فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں جبکہ قرآن اس انداز فکر کی بیخ کنی کرتا ہے **وان تطع اكثر من فی الارض يضلوک عن سبيل الله الايه** (۶/۱۱۶) یہ غیر فطری نظام یورپ سے درآمد ہوا ہے جس میں سروں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا ہے اس میں مرد وعورت،

پیر و جواں، عامی و عالم بلکہ دانا و ناداں سب ایک ہی بھاؤ تلتے ہیں۔

جس امیدوار کے پلے زیادہ ووٹ پڑ جائیں وہ کامیاب قرار پاتا ہے اور دوسرا سراسر ناکام مثلاً کسی آبادی کے پچاس علماء، عقلاء اور دانشوروں نے بالاتفاق ایک شخص کو ووٹ دیئے مگر ان کے بالمقابل علاقہ کے بھنگیوں، چرسیوں اور بے دین و اوباش لوگوں نے اس کے مخالف کو ووٹ دیئے جن کی تعداد اکاون ہوگئی تو یہ امیدوار کامیاب اور پورے علاقے کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا یہ مفروضہ نہیں حقیقت واقعہ ہے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست (پاکستان) میں 1970ء کے انتخابات میں اس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوا کہ بڑے بڑے علماء و مشائخ کے مقابلہ میں بے دین، بے نماز، بے ریش و بروت، عیاش و فحاش قسم کے لوگ کھڑے ہوئے اور بھاری اکثریت سے جیت گئے 1988ء کے الیکشن میں اس سے بھی تلخ تجربہ ہوا کہ پورے ملک میں جگہ جگہ مغرب زدہ فاحشہ عورتیں کھڑی ہوئیں اور اپنے مقابل بشمول علماء و مشائخ بڑے بڑے مشہور سیاست داں مردوں کو شکست دے کر ایوان اقتدار میں پہنچ گئیں۔

پھر ووٹ لینے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ کا استعمال لازمۂ جمہوریت ہے لیلائے اقتدار کی خاطر تمام انسانی اقتدار بلکہ خونی رشتے تک فراموش کر دیئے جاتے ہیں ایک ہی علاقے میں سگے بھائی باپ بیٹا بلکہ میاں بیوی تک مدمقابل ہوتے ہیں ہر فریق اپنے مقابل کو چت کرنے کے لئے پیسہ پانی کی طرح بہاتا ہے چنانچہ ہر الیکشن میں اربوں روپے برباد ہوتے ہیں مزید برآں دھونس، دھاندلی، دھوکہ، فریب، رشوت، غرض تمام ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں اور کوئی ہتھکنڈا کارگر نہ ہو تو مخالف ووٹروں کو ڈرایا دھمکایا بلکہ قتل تک کر دیا جاتا ہے۔

فرنگ آئین جمہوری نہادست رسن از گردن دیوے کشادست

اس کا تجزیہ پاکستان کے ایک مشہور صحافی نے یوں کیا ہے "الیکشن کے چند دن پورے ملک میں گناہوں کے سیزن ہوتے ہیں چنانچہ ملک کے چپے چپے پر جس قدر جھوٹ، چغلی، غیبت فریب ودغا، بددیانتی، ضمیر فروشی، بے حیائی اور ڈھٹائی کا ارتکاب ان چند دنوں میں ہوتا ہے پورے سال میں نہیں ہوتا"

جب الیکشن کا دن آتا ہے تو پورے ملک پر خوف و ہراس کے بادل چھا جاتے ہیں اس میں پولیس رینجرز بلکہ فوج کی نگرانی کے باوجود ہنگامہ آرائی، مار دھاڑ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے پھر جس گھڑی نتائج کا اعلان ہوتا ہے وہ قیامت کی گھڑی ہوتی ہے ہارنے والوں میں بہت سے لوگ دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ 1988ء کے الیکشن ہونے پر اخباروں میں آیا کہ نفسیاتی ہسپتال اس

قسم کے پاگلوں سے بھر گئے ہیں جورات کو بڑ بڑا کر اٹھ بیٹھتے ہیں اور نعرہ بازی سے ہسپتال سر پر اٹھا لیتے ہیں اور جو کامیاب ہوتے ہیں انکی چاندی ہو جاتی ہے اور ایوان اسمبلی میں پہنچ کران کی بولی لگتی ہے فیکٹریوں کے پرمٹ' پلاٹس' وزارتیں' غرض کہ یہ طرح طرح کے لالچ اور چسکے دیکر انہیں خریدا جاتا ہے کچھ عرصہ پیشتر صدر مملکت کا بیان اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ ہماری قومی اسمبلی بکرا منڈی بن چکی ہے۔

پھر قوم کے یہ منتخب نمائندے اسمبلی میں بیٹھ کر کیا گل کھلاتے ہیں؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں آئے دن اخباروں میں چھپتا ہے کہ فلاں وزیر نے سود کے جواز پر دلائل پیش کئے فلاں نے ملا ازم کہہ کر اسلامی نظام کا مذاق اڑایا فلاں عورت نے ڈاڑھی کا تمسخر کیا اور ان مہذب لوگوں کے مابین گالم گلوچ دشنام طرازی اور تو تکار تو عام سی بات ہے بات بڑھ جائے تو ایک دوسرے سے دست وگریباں ہو جاتے ہیں پھر گھونسہ بازی بلکہ کرسی بازی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

سابق مشرقی پاکستان کی اسمبلی میں اس زور کی کرسی بازی ہوئی کہ پارلیمانی اسپیکر بیچ بچاؤ کرتے ہوئے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے بالآخر اسمبلی کی عمارت میں زمین سے پیوست کرسیاں بچھانا پڑیں کہ لڑائی میں استعمال نہ کرسکیں۔

یہ تمام برگ وبار مغربی جمہوریت کے شجرۂ خبیثہ کی پیداوار ہیں اسلام میں اس کافرانہ نظام کی کوئی گنجائش نہیں نہ ہی اس طریقے سے قیامت تک اسلامی نظام آسکتا ہے "**بفحوائے الجنس یمیل الی الجنس**" عوام (جن میں اکثریت بے دین لوگوں کی ہے) اپنی ہی جنس کے نمائندے منتخب کر کے اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں۔

اسلام میں شورائی نظام ہے جس میں اہل حل وعقد غور وفکر کر کے ایک امیر کا انتخاب کرتے ہیں چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے وفات کے وقت چھ اہل حل وعقد کی شوریٰ بنائی جنہوں نے اتفاق رائے سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ نامزد کیا اس پاکیزہ نظام میں انسانی سروں کو گننے کے بجائے انسانیت کا عنصر تولا جاتا ہے اس میں کسی ایک ذی صلاح مدبر انسان کی رائے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کی رائے پر بھاری ہو سکتی ہے

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو' کہ در مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کسی سے مشورہ کے بغیر صرف اپنی صوابدید سے حضرت عمرؓ کا انتخاب فرمایا آپ کا یہ انتخاب کس قدر موزوں مناسب اور جچا تلا تھا اس کا جواب الفاظ میں دینا ممکن نہیں اس حقیقت کا مشاہدہ پوری دنیا کھلی آنکھوں سے کر چکی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۴)

آلات حرب یا عسکری قوت کو ضائع کرنے یا ان کو منجمد کرنے پر وعیدیں

جس مسلمان ملک کے پاس یہ آلات حرب اور وہ بھی جدید ترین شکل میں ہوں ان آلات کو ضائع کرنے یا استعمال میں نہ لانے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ عن عقبہ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصی (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳ باب فصل الرمی والحث، کتاب الجهاد)

(ترجمہ) ''حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں یا وہ گنہگار رہا''

مندرجہ بالا حدیث کے ذیل میں شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"هذا تشديد عظيم في نسيان الرمي" بعد علمه ومكروه كراهة شديدة من تركه بلا عذر. (صحيح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳ باب فصل الرمي والحث. كتاب الجهاد)

اور اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں گویا اس نے اس میں کوئی نقص دیکھا اور اس کے ساتھ استہزاء کیا اور یہ صورتیں کفران نعمت کے زمرے میں آتی ہیں شراح حدیث نے اس نعمت کو نعمت خطیرہ سے تعبیر کیا ہے'' (مرقاۃ ج ۷ ص ۳۱۴ باب اعداد آلۃ الجہاد)

اور یہی حدیث ایک اور روایت میں یوں بیان کی گئی ہے "من تعلم الرمي ثم نسيه فهي نعمة حجدها" (مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية ص ۲۸ ج ۹ الجهاد)

مختصراً ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح اعداد آلات حرب مسلمانوں کے لئے ضروری اور لازمی ہے اسی طرح فن عسکری کو سیکھ کر اس کو ترک کرنا اسے بھول جانا انتہائی لائق ملامت امر ہے جس کی طرف امام نوویؒ اور ملا علی قاری نے بصراحت تنبیہ کی ہے موجودہ حالات اور زمانے کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایک مسلمان ملک کے پاس جو قوت اور طاقت ہو جس سے دشمنان اسلام مرعوب ہوتے ہیں اس طاقت اور قوت کو ختم کرنا یا اس کو استعمال

میں نہ لانا یا اس کو منجمد کرنا اسی وعید کے ضمن میں آتے ہیں۔

علامہ برہان الدین المرغینانیؒ نے حرمت اکل لحم فرس (یعنی گھوڑے کے گوشت کی حرمت) کی ایک علت یہ بھی لکھی ہے کہ: **ویکرہ لحم الفرس عندابی حنیفۃ ...... ولانہ آلۃ ارھاب العدوفیکرہ اکلہ احتراماً لہ ولھذایضرب لہ بسھم فی الغنیمۃ ولانہ فی اباحتہ تقلیل آلۃ الجھاد" (الھدایۃ علی صدر فتح القدیرج۸ ص ۴۲۰' ۴۲۱ کتاب الجھاد)** یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے اسکی ایک علت یہ ہے کہ دشمن کے ڈرانے دھمکانے اور مرعوب کرنے کا آلہ ہے اس لئے اسکے احترام کی وجہ سے اس کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے اور اسی طرح احترام وعظمت کی بناء پر مال غنیمت میں گھوڑے کا مستقل حصہ ہے (اور دوسری علت یہ ہے) کہ اسکی اباحت کی صورت میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہوتی ہے"

کفار اور غیر مسلموں کے دباؤ میں آ کر ایٹمی صلاحیت اور عسکری قوت کو منجمد یا اس میں تخفیف کرنے کے متعلق کسی بین الاقوامی معاہدے پر دستخط کرنے کے بارے میں ان نصوص قطعیہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے ارشاد ربانی ہے:۔

فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً (سورۃ الفرقان آیت ۵۲)

(ترجمہ) "سو تو کہنا مت مان منکروں کا اور مقابلہ کر ان کے ساتھ بڑے زور کا"

دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں: **ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (سورۃ ھود ۱۱۳)** (ترجمہ) "اور مت جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا پھر تم کو لگے گی آگ"

ایک اور فرمان ربانی ہے کہ: **ودالذین کفروالوتغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ (سورۃ النساء آیت ۱۰۲)**

(ترجمہ) "کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بے خبر ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تا کہ تم پر حملہ کریں یکبارگی" ان نصوص میں تدبر کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری شدومد کے ساتھ مسلمانوں کو ہر وقت کفار کے مقابلے میں تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور کفار کی طرف معمولی میلان کو بھی موجب دخول نار ٹھہرایا ہے اب اگر ہمارے مسلم حکمران یہود وہنود اور نصاریٰ کے دباؤ میں آ کر اس رسوائے زمانہ معاہدہ (سی ٹی بی ٹی) پر دستخط کرتے ہیں تو لازمی طور پر ان نصوص قطعیہ اور ارشادات ربانیہ کی خلاف ورزی ہوگی۔

حکومت کیخلاف ہنگاموں میں مرنے والے اور افغان چھاپہ مار کیا شہید ہیں؟

سوال: حکومت کے خلاف ہنگامے کرنے والے جب مرجاتے ہیں یا افغان چھاپہ مار مرجاتے ہیں یا ہندوستان کے مسلمان فوجی مارے جاتے ہیں یہ سب شہید ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ جہاد کے طریقے سے نہیں لڑتے اور ہنگاموں میں مرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟ اخبار میں لکھا جاتا ہے کہ شہداء کی نماز جنازہ ادا کی جارہی ہے؟

جواب: افغان چھاپہ مار تو ایک کافر حکومت کے خلاف لڑتے ہیں ان کے شہید ہونے میں شبہ نہیں۔ ہندوستان کے مسلمان فوجی جب کسی مسلمان حکومت کے خلاف لڑیں ان کو شہید کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور حکومت کے خلاف بلووں اور ہنگاموں میں مرنے والوں کی کئی قسمیں ہیں، بعض بے گناہ خود بلوائیوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں اور بعض بے گناہ پولیس والوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں اور دنگا فساد کی پاداش میں مرتے ہیں اس لیے ان کے بارے میں کوئی قطعی حکم لگانا مشکل ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۷۵ ج ۸)

اس دور میں شرعی لونڈیوں کا تصور

سوال: شرعی لونڈی کا تصور کیا ہے؟ کیا قرآن شریف میں بھی لونڈی کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے؟ میں نے کہیں سنا ہے کہ قرآن پاک کا فرمان ہے کہ مسلمان چار بیویوں کے علاوہ ایک لونڈی رکھ سکتا ہے اور لونڈی سے بھی جسمانی خواہشات پوری کی جاسکتی ہیں؟ اگر زمانہ قدیم شرعی لونڈی رکھنا جائز تھا جیسا ہوتا رہا ہے تو اب یہ جائز کیوں نہیں ہے؟ پہلے وقتوں میں لونڈیاں کہاں سے اور کس طرح سے حاصل کی جاتی تھیں جہاں تک میں نے پڑھا اور سنا ہے زمانہ قدیم میں لونڈیوں کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی اب یہ سلسلہ ناجائز کیوں ہے؟

جواب: جہاد کے دوران کافروں کے جو لوگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے ان کے بارے میں تین اختیار تھے ایک یہ کہ ان کو معاوضہ لے کر رہا کردیں، دوسرا یہ کہ بلا معاوضہ رہا کردیں، تیسرا یہ کہ ان کو غلام بنالیں۔ ایسی عورتیں اور مرد جن کو غلام بنالیا جاتا تھا ان کی خرید وفروخت بھی ہوتی تھی، ایسی عورتیں شرعی لونڈیاں کہلاتی تھیں اور اگر وہ کتابیہ ہوں یا بعد میں مسلمان ہوجائیں تو آقا کو ان سے جنسی تعلق رکھنا بھی جائز تھا اور نکاح کی ضرورت آقا کے لیے نہیں تھی چونکہ اب شرعی جہاد نہیں ہوتا اس لیے رفتہ رفتہ غلام اور باندیوں کا وجود ختم ہوگیا۔ (آپ کے مسائل ص ۳۸۳ جلد ۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

متفرقات

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے مسنون ہے یا ایک ہاتھ سے؟

سوال...... بوقت ملاقات مصافحہ کے بارے میں زید کہتا ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے اور دلیل میں حدیث مذکورہ پیش کرتا ہے۔ "افیاخذه بیده و یصافحه؟ قال نعم کوئی صحابی سوال کرتے ہیں کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے' آپ نے جواب دیا ہاں!

کیا زید کا قول درست ہے؟ اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب...... تمام فقہاء دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں مجالس الابرار میں ہے کہ والسنة ان تکون بکلتا یدیه " اور مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۱۰۷)

مصافحہ بالیدین کا طریقہ

سوال...... مصافحہ دونوں ہاتھوں سے مسنون ہے' تو کس طرح؟ حدیث سے اس کا ثبوت کہاں ملتا ہے کہ دونوں کی کف دست دوسرے کے ہاتھ کی پشت پر ہوتی تھی' جیسا کہ آج کل مروج ہے؟

جواب...... بخاری شریف میں عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے" وکان کفی بین کفیه اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا ایک ہاتھ حضور اقدس کے دونوں ہاتھوں میں تھا' اس صورت میں ہاتھ کی ہتھیلی کا ہاتھ کی ہتھیلی سے ملنا بالکل واضح ہے' البتہ دوسرا ہاتھ پشت دست پر ہوگا اور صحابی نے اپنے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں فرمایا' ظاہر یہ ہے کہ ان کا دوسرا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے دست مبارک کی پشت پر ہوگا' جیسا کہ آج کل علماء متبعین کا عمل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۸۰ ج ۱)

مصافحہ کا مسنون وقت

سوال...... مسافر یا غیر مسافر سے رخصت کے وقت مصافحہ کرنا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرامؓ' تابعین' تبع تابعین اور ائمہ اربعین سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو حکم شرعی کیا ہے؟

جواب...... بوقت ملاقات تو مسنون ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کرتے تھے اور ترغیب دیتے تھے لیکن کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رخصت کے وقت مصافحہ کیا کرتے تھے البتہ بعض حضرات نے ثابت کیا ہے کتاب شرعیۃ الاسلام میں مذکور ہے "وکان اصحاب رسول اللہ اذا تلاقوا تعانقوا و اذا تفرقوا تصافحوا و حمدوا اللہ واستغفروا و ان التقوا وافترقوا فی یوم مرار۔

یعنی صحابہ کرام ملاقات کے وقت معانقہ کرتے اور جدائی کے وقت مصافحہ کرتے اور اللہ کی تعریف کرتے اور استغفار کرتے' اگرچہ دن میں کتنی ہی بار ملتے اور جدا ہوتے' البتہ جناب رسول اللہ تابعین' اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ سے ثابت نہیں اور کسی کتاب میں مل جائے تو سنت مؤکدہ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۱۲۲)

ساز وقوالی اور راہ طریقت

سوال...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالی چشتیت کا اہم ترین جز ہے۔ اس کے بغیر چشتیت نا تمام رہتی ہے کیا واقعی خواجہ اجمیریؒ نے ساز وقوالی سنی ہے؟ یا اس کی اجازت دی ہے؟

جواب...... ڈھولک ہارمونیم وغیرہ کسی قسم کے ساز کے ساتھ محفل منعقد کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ چشتیت کی آڑ بھی کارآمد نہیں۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ کی طرف اس کی نسبت صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ نیز جس چیز کو حضور اکرمؐ نے صاف صاف منع فرمادیا ہو اس کو کوئی جائز نہیں کرسکتا۔ بزرگان دین رسول مقبول کا خود بھی اتباع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اتباع کرنے کی تلقین کرتے ہیں ہوا پرستوں نے اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے کچھ غلط باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کردی ہیں ہرگز قابل التفات نہیں (فتاوی محمودیہ ص ۱۴۰ ج ۱) ساز وقوالی کو چشتیت کا اہم جز سمجھنا جہالت اور سراسر ظلم ہے۔ م ع۔

انگریزی ممالک کو تباہ کرنے کیلئے ان کا شعار اختیار کرنا

سوال: جس طرح انگریز ممالک اسلامیہ کے تباہ کرنے کے لیے اسلامی لباس وشعار اختیار کر کے امامت وبزرگی حاصل کر لیتے ہیں اور مسلمان ان کے مطیع ومرید ہو جاتے ہیں' پھر مسلمان تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں' اگر کوئی شخص ممالک اسلامیہ سے منتخب کردیا جائے اور وہ ان کا لباس وشعار اختیار کر کے کافر حکومت کو تباہ کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ارادہ اگر چہ مذموم نہیں مگر یہ کام کوئی فوری طور پر کرنے کا نہیں بلکہ اس کی تکمیل کے لیے اچھا خاصہ زمانہ درکار ہے اور اس طویل زمانے میں بہت سے فرائض کا ترک اور بہت سے مکروہات ومحرمات کا ارتکاب بھی ضروری طور پر کرنا ہوگا' ان وجوہات سے کوئی مفتی اس کے ارتکاب کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ (کفایت المفتی ج۹ ص ۴۸)

مسجد کے پاس آلات لہو ولعب کے استعمال کا حکم

فرمایا: ملاہی کا اشتغال مسجد کے قریب اگر موجب استخفاف واذلال دین یا اغاظت و اشتغال اہل دین من حیث الدین ہوتا ہو کفر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: **ماکان صلاتهم عندالبیت الامکاء وتصدیة فذوقو االعذاب بما کنتم تکفرون.**

رہا قصد استخفاف واذلال یا اغاظت واشتغال اس کا مدار قرائن مقالیہ یا جلالیہ پر ہے۔ اسی سے جواب ہوگیا اس شبہ کا کہ مسلمان بھی تو ایسی حرکت کرتے ہیں اور اس شبہ کا کہ مسجد کے پشت پر بجانے سے کیوں ناگواری نہیں ہوتی۔ جواب ظاہر ہے کہ وہاں قصد اذلال یا اشتغال نہیں ہوتا۔ (انفاس عیسیٰ ص: ۳۶۸) (اشرف الاحکام ص ۱۷۵)

جوڈو کراٹے سنٹر کا سلام میں جھکنے کا قانون خلاف شرع ہے

سوال: درج ذیل مسئلے میں شریعت اسلامیہ کا حکم درکار ہے' ہم چند طلبہ جوڈو کراٹے کے ایک سنٹر میں ٹریننگ حاصل کرتے ہیں' ہماری ٹریننگ کا یہ اصول ہے کہ جب بھی طلبہ سنٹر میں داخل ہوتے ہیں تو انہیں اپنے اساتذہ وغیرہ کے سامنے ہاتھ کھلے چھوڑتے ہوئے اس قدر جھکنا پڑتا ہے جیسے نماز میں رکوع کی حالت ہوتی ہے۔ ہمارے سنٹر میں بعض دفعہ غیر ملکی اور غیر مسلم اساتذہ بھی آتے ہیں اور ٹریننگ کے اصول کے مطابق ہمیں ان کے سامنے بھی جھکنا پڑتا ہے' ہم نے اس معاملے میں احتجاج بھی کیا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اساتذہ نے کہا کہ اگر آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل پیش کریں تو یہ قانون ختم کیا جاسکتا ہے تاکہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی نہ ہو۔ آپ سے گزارش ہے کہ اگر اسلام مذکورہ بالا صورت میں کسی کے سامنے جھکنے کی اجازت نہیں دیتا تو اس کی وضاحت فرمائیں تاکہ ہم اپنے اساتذہ کو قائل کرسکیں؟

جواب: آپ کی ٹریننگ کا یہ اصول کہ سنٹر میں داخل ہوتے وقت یا باہر سے آنے والے اساتذہ وغیرہ کے سامنے رکوع کی طرح جھکنا پڑتا ہے' شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے۔ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے سلام کرتے وقت جھکنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ چہ جائیکہ مستقل طور پر اساتذہ کی تعظیم کے لیے ان کے سامنے جھکنا اور رکوع کرنا جائز ہو۔ حدیث شریف میں ہے، جس کا مفہوم ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: "ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو اس کے سامنے جھکنا جائز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نہیں" (مشکوٰۃ ص: ۴۰۱' بروایت ترمذی)

مجوسیوں کے یہاں یہی طریقہ تھا کہ وہ بادشاہوں' امیروں اور افسروں کے سامنے جھکتے تھے' اسلام میں اس فعل کو ناجائز قرار دیا گیا۔ ٹریننگ کا مذکورہ اصول اسلامی احکام کے منافی ہے۔ لہٰذا ذمہ دار حضرات کو چاہیے کہ وہ فوراً اس قانون کو ختم کریں' اگر وہ اسے ختم نہیں کرتے تو طلبہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ اس سے انکار کریں' اس لیے کہ خدا کی ناراضی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۲۵۷)

سرکاری اداروں میں افسران کو سلیوٹ (سلام) کرنے کی شرعی حیثیت

سوال: سرکاری افسروں کو ماتحت عملہ کے لوگ سلیوٹ (سلام) کرتے ہیں اسی طرح سکولوں اور بعض دیگر سرکاری سکولوں میں پرچم کشائی کے موقع پر لوگ کھڑے ہو کر پرچم کو بھی سلام کرتے ہیں' کیا اس قسم کا سلام شرعی سلام میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت مطہرہ میں سنت سلام کے لیے سلام کے الفاظ زبان سے ادا کرنا ضروری ہے تاہم جہاں کہیں ایک آدمی دوسرے آدمی سے اگر کچھ فاصلے پر ہو جس میں ایک دوسرے کی آواز نہ سنی جا سکتی ہو تو زبان سے سلام کے الفاظ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی مرخص ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ ج ۵ ص ۳۲۵ کتاب الکراھیۃ' الباب السابع فی السلام)

سرکاری محکموں میں سلام کا جو طریقہ رائج ہے اس میں اصل دخل ہاتھ اور پاؤں کے اشارہ کو ہے چاہے سلام کرنے والے ایک دوسرے سے دور ہوں یا قریب' ہر حال میں سلام ہاتھ اور پاؤں کے اشارہ سے ہوگا' زبان سے سلام کے الفاظ کا ادا کرنا محض ضمناً ہوتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے صرف ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرنے کو مکروہ اور یہود و نصاریٰ سے مشابہت قرار دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۷ ۳۱ باب رفع الیدین)

رہی یہ بات کہ پرچم کشائی کے موقع پر لوگ کھڑے ہو کر ہاتھ کے اشارہ سے تعظیم کے لیے پرچم کو سلام کرتے ہیں تو یہ محض ایک رسم ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ خیرالقرون میں بھی مجاہدین اسلام پرچم رکھتے تھے لیکن کسی سے پرچم کی اس طرح تعظیم ثابت نہیں۔اس کے علاوہ شریعت مقدسہ میں جن مواقع پر ہاتھ اٹھا کر تعظیم کرنا ثابت ہے ان میں پرچم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۳۲۹)

غیر مسلم کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا

سوال: آج کل ملا جلا معاشرہ ہے جس میں غیر مسلم بھی ہیں لوگ ان کو بھی سلام کرتے ہیں غیر مسلم بھی سلام کر دیتے ہیں جس کا جواب بھی دیا جاتا ہے یہ بتایا جائے کہ غیر مسلم کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا کتاب وسنت کی روشنی میں حدیث کی رو سے منع ہے یا کہ صرف اخلاقی طور پر منع ہے؟ کیا ایسی کوئی حدیث موجود ہے جس کے تحت منع کیا گیا ہو کہ غیر مسلم کو سلام وجواب نہ کیا جائے؟

جواب: سلام ایک دعا بھی ہے اور اسلام کا شعار بھی اس لیے کسی غیر مسلم کو "السلام علیکم" نہ کہا جائے اور اگر وہ سلام کہے تو اس کے جواب میں صرف "وعلیکم" کہہ دیا جائے یہ مضمون حدیث شریف میں آیا ہے:

"عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا سلّم علیکم اهل الکتاب فقولوا: وعلیکم متفق علیہ" (مشکوۃ ص:۳۹۸)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں تو تم جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا کرو۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم) (آپ کے مسائل ص ۲۵۴)

عید کے روز معانقہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

سوال: عید کے روز لوگ اظہار خوشی کے لیے گلے ملتے ہیں شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ یہ سنت ہے، مستحب ہے یا بدعت ہے؟ جواب: عیدین کا معانقہ کوئی دینی شرعی چیز تو ہے نہیں، محض اظہار خوشی کی ایک رسم ہے اس کو سنت سمجھنا صحیح نہیں، اگر کوئی شخص اس کو کار ثواب سمجھے تو بلاشبہ بدعت ہے لیکن اگر کار ثواب یا ضروری نہ سمجھا جائے تو محض ایک مسلمان کی دلجوئی کے لیے یہ رسم ادا کی جائے تو امید ہے گناہ نہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۲۶۰)

ووٹ کی شرعی حیثیت

سوال: مروجہ طریقہ انتخاب میں ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: عصر حاضر میں ووٹ کی مختلف حیثیتیں ہیں:

(۱) اس کی حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے، ووٹر جس ممبر کو ووٹ دے رہا ہوتا ہے وہ اس بات کی گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ میں اس کو ملک وقوم کے لیے مفید اور خیر خواہ سمجھتا ہوں۔

(۲) اس کی حیثیت مشورہ کی سی ہے، ووٹر حکومت اور نظم ونسق کے سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ سیاسی امور میں کون زیادہ بہتر، ایماندار اور دیانتدار ہے۔

(۳) اس کی حیثیت سفارش کی ہے کہ ووٹر اس امیدوار کے لیے ایک اہم عہدہ سنبھالنے کے لیے سفارش کرتا ہے۔

(۴) اس کی حیثیت وکالت کی ہے، ووٹر اپنے لیے حکومت کے گھر میں وکیل نامزد کرتا ہے کہ یہ شخص (امیدوار) حکومت سے میرے مسائل حل کرائے گا۔

(۵) ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے، ووٹر اپنے ووٹ کے ذریعے مقامی امیدوار کے واسطہ سے سربراہ مملکت کی بیعت کرتا ہے۔ اس بیعت میں یہ ضروری نہیں کہ براہ راست سربراہ مملکت یا خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی جائے بلکہ بیعت خط وکتاب کے ذریعے بھی ہوسکتی ہے اور اسی طرح سربراہ مملکت کی جانب سے مقرر شدہ نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی خلیفہ کی بیعت شمار ہوتی ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے فرمایا کہ لوگوں سے میرے لیے بیعت لے لو۔

عن عبادة بن الصامتؓ: يقول قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم و نحن في مجلس تبايعوني على ان لاتشركوا بالله شَيْئًا. (صحيح بخاري ج۲ ص ۱۰۷۱ كتاب الاحكام) وعن عبدالله بن دينارٍ قال شهدت ابن عمرؓ حيث اجتمع الناس على عبدالملك كتب انى أُقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبدالملك امير المؤمنين على سنة الله وسنة رسول الله مااستطعت وان نبى قد اقروا بمثل ذلك. (صحيح بخاري ج۲ ص ۱۰۶۹ كتاب الاحكام)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لیے اپنے حق رائے دہی (ووٹ کے استعمال) کا معاملہ بڑا نازک اور اہم ہے اگر کسی نے نااہل شخص کو ووٹ دے دیا تو یہ ووٹ شہادت زور، غلط سفارش اور غلط مشورے میں داخل ہوگا اور اس قسم کے غلط افعال کا ارتکاب قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے۔

لما قوله تعالیٰ: نمبر ۱ : فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ. (الحج آیت نمبر ۳۰. ۳۱)
نمبر ۲: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا. (النساء آیت نمبر ۸۵)
وقال علیه الصّلوٰة والسّلام: المستشار مؤتمن (ترمذی ج ۲ ص ۱۰۵)
وعن تمیم الداریؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم قال الدِّیْن النصیحة قلنا لمن قال لِلّٰهِ ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴ کتاب الایمان' صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴ کتاب الایمان)
(ووٹ کی شرعی حیثیت کے لیے دیکھیے (۱) جواہر الفقہ ج ۲ ص ۲۹۶ تا ۳۰۱ (۲) جدید فقہی مسائل ج ۱ ص ۲۶۵ تا ۲۶۶ متفرقات ومثلہ فی النسائی ج ۲ ص ۱۶۳ کتاب الامارۃ) (فتاویٰ حقانیہ ص ۳۰۲)

عورت کے ووٹ دینے اور ممبر اسمبلی بننے کا حکم

سوال: موجودہ دور فتن میں مسلم عورتوں کا ووٹ دینا یا مسلم عورتوں کا کونسل و میونسپلٹی میں بطور امیدوار کھڑا ہونا کیسا ہے؟ جواب: عورتوں کا ووٹ دینا منع نہیں ہے ہاں ووٹ دیتے وقت شرعی پردہ کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا اور بطور امیدوار کھڑا ہونا عورتوں کے لیے اچھا نہیں ہے کیونکہ اس میں ضروریات شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت عورتوں کے لیے مشکل ہے۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۳۷۱)

نوٹ: لیکن عورتوں کے لیے ووٹ ڈالنے کا جواز جب ہے کہ پولنگ اسٹیشن پر عورتوں کے لیے پردہ کا انتظام ہو اور غیر محرم مرد منتظم نہ ہو بلکہ پیپر دینے لینے والی عورتیں کام کرتی ہوں اور غیر محرم مرد نہ ہوں تو عورتیں نہ جائیں بلکہ مطالبہ کریں کہ ان کے لیے زنانہ منتظم مقرر کیے جائیں۔" اور ایسا ہوتا نہیں تو جواز کا حکم بھی مرتفع ہے" (م ع) (کفایت المفتی ج ۹ ص ۳۸۰)

مسلمان ملک میں کتوں کی نمائش

سوال: گزشتہ دنوں اخبار جنگ اور نوائے وقت میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ پاکستان میں کتوں کی نمائش ہوئی اور بڑے پیمانے پر لوگوں نے حصہ لیا اور ایک کتے نے اپنی مالکن کے ساتھ وہ حرکت کی جس سے سب شرما گئے' کیا کتوں کو پالنا اور ان کے مقابلہ حسن کا انعقاد کرانا جائز ہے؟ مفصل جواب تحریر کریں؟

جواب: استفتاء میں اخبارات کے حوالہ سے جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ واقعی ایک غیور مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں کو کتوں سے بہت محبت ہوا کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ ابتداءً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے سات دفعہ دھویا جائے' کتا ذلیل ترین اور حریص ترین حیوانات میں سے ہے جو کہ اپنے اوصاف مذمومہ کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ مخالطت رکھی جائے۔ چہ جائیکہ ان کی پرورش کی جائے اور ان کی نمائش کے لیے باقاعدہ محفل منعقد کی جائے۔
اسلام نے بلاضرورت کتا پالنے کو ممنوع قرار دیا ہے اور جس گھر میں کتا ہوتا ہے اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کا مفہوم ہے کہ: ''جس گھر میں کتے اور جانداروں کی تصاویر ہوتی ہیں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے''

بہر حال یہ جانور بڑا ذلیل' حریص ہوتا ہے۔ پس جب کتے کے ایسے اوصاف ہیں تو جو شخص اسے پالتا ہے اور اس کے ساتھ محبت ومخالطت رکھتا ہے وہ بھی ان اوصاف سے متصف ہوتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے کتے کی سب سے بری صفت یہ ہے کہ وہ اپنی برادری یعنی کتوں سے نفرت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جب ایک کتا دوسرے کتے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ ایک دوسرے پر بھونکنا شروع کردیتے ہیں۔ یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو کہ کتا پالتا ہے یعنی اس کو بھی اپنے بھائی بندوں' انسانوں سے نفرت ہونے لگتی ہے' موجودہ دور میں اگر دیکھا جائے تو اقوام دنیا میں سب سے زیادہ کتوں سے محبت کرنے والے یہودی اور عیسائی ہیں۔ بہر حال اہل یورپ کی کتوں سے محبت کا اندازہ اس واقعہ سے خوب لگایا جاسکتا ہے کہ جب انگلستان کی مشہور خاتون ''مسز ایم سی ڈہیل'' بیمار ہوئی تو اس نے وصیت کی کہ اس کی تمام املاک اور جائیداد کتوں کو دے دی جائے۔ خاتون کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اب اس کی تمام جائیداد کے وارث کتے ہیں۔ اس جائیداد سے کتوں کی پرورش' افزائش نسل ایک ٹرسٹ کے تحت جاری ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اغیار کی تقلید نہ کریں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنائیں جو کہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۶۳)

کتا رکھنے کیلئے اصحاب کہف کے کتے کا حوالہ غلط ہے

سوال: اسلام میں کتے کو گھر میں رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

دوسرے یہ کہ ایک گھر جو کہ خاصا اسلامی (بظاہر) ہے گھر کے تمام افراد نماز پڑھتے ہیں اور بعض افراد تو حج بھی کر آئے ہیں اس کے باوجود گھر میں ایک کتا ہے جو کہ گھر میں بہت آزادانہ طور پر رہتا ہے تمام گھر والے اسے گود میں لیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں' اوپر سے دوسرے افراد کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کتا ناپاک نہیں ہے۔ اس سلسلے میں وہ اصحاب کہف کے کتے کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کتا گیلا ناپاک ہے سوکھا پاک ہے' اس سلسلے میں قرآن وسنت کے حوالے سے اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں تاکہ ہم لوگوں کو اس بارے میں صحیح طور پر معلوم ہو؟

جواب: اسلام میں گھر کی یا کھیتی باڑی اور مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی ضرورت کے لیے کتا پالنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن صحیحین کی مشہور حدیث ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ مشکوٰۃ ص ۳۸۵ میں صحیح مسلم کے حوالے سے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی افسردہ اور غمگین تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ آئے نہیں۔ (اس کا کوئی سبب ہوگا ورنہ) بخدا! انہوں نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر یکایک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کتے کے پلے کا خیال آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکالا گیا' پھر جگہ صاف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے وہاں پانی چھڑکا۔ شام ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکایت فرمائی کہ آپ نے گزشتہ شب آنے کا وعدہ کیا تھا (مگر آپ آئے نہیں) انہوں نے فرمایا ہاں! وعدہ تو تھا مگر ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔ اس سے اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم فرمایا' یہاں تک کہ یہ حکم فرمایا کہ چھوٹے باغ کی حفاظت کے لیے جو کتا پالا گیا ہو اس کو بھی قتل کر دیا جائے اور بڑے باغ کی حفاظت کے لیے جو کتا رکھا گیا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔

کتے سے پیار کرنا اور اس کو گود میں لینا جیسا کہ آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہو اس سے کسی سچے مسلمان کو کیسے الفت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں کتے کے منہ سے رال ٹپکتی رہتی ہے اور ممکن نہیں کہ جو شخص کتے کے ساتھ اس طرح اختلاط کرے اس کے بدن اور کپڑوں کو کتے کا نجس لعاب نہ لگے۔ اس کے کپڑے کبھی پاک نہیں رہ سکتے اور نجس ہونے کے علاوہ اس کا لعاب زہر بھی ہے۔ جس شخص کو کتا کاٹ لے اس کے بدن میں یہی زہر سرایت کر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے حکم فرمایا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے اور ایک مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے۔ یہ حکم اس کے زہر کو دور کرنے کے لیے ہے۔ کتے سے اختلاط کرنا اس زمانے میں انگریزوں کا شعار ہے۔ مسلمانوں کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۶۴، ۲۶۵)

آلہ مکبر الصوت کا حکم

سوال: آلہ مکبر الصوت کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ جواب: جس جگہ محض آواز کا پہنچانا مقصود ہو اور اس میں صرف حاضرین کو خطاب ہی ہو اور کوئی عبادت اس کے علاوہ نہ ہو وہاں اس آلہ کا بھی استعمال جائز ہے کہ اصل مقصود کے حصول کا معین ہے، جب اصل مقصود مباح ہے تو اس کا وہ معین جس کی حرمت وممانعت پر کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی مباح ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۶۲)

ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر سے وعظ کرنا

سوال: ریڈیو یا لاؤڈ اسپیکر میں وعظ کہنا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: وعظ سے چونکہ مقصود صرف اعلان وافہام ہی ہوتا ہے اس لیے اگر دور والے نہ سن سکیں تو مقصود فوت ہو جائے گا اس لیے لاؤڈ اسپیکر سے آواز بلند کرنا موجب کراہت نہ ہوگا۔ ''یہی حکم ریڈیو کا سمجھنا چاہیے'' (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۶۲)

ڈرامہ کے ذریعہ نماز کی تعلیم

سوال...... ایک مکالمہ نماز میں امامت کا پیش کیا، ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھا وہ تحریمہ چھوڑ گیا پچھلے نے کہا چل کیا نماز پڑھاتا ہے۔ میں پڑھاتا ہوں، مگر دوسرا قراءت میں صحیح غلطی کر گیا، تیسرے نے اس کو پیچھے کھینچ کر کہا کہ تمہارے باپ نے بھی نماز پڑھی؟ یہ تیسرے امام صاحب نماز میں اتنی دیر پڑے رہے کہ لوگ سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے، چوتھے امام نے آ کر درست نماز پڑھائی، کیا یہ شکل جائز ہے؟

جواب...... اس طرح کا مکالمہ اور عملی طور پر اختیار کرنا نماز کی توہین اور استخفاف ہے اس کی اجازت نہیں۔ ٹھیک ٹھیک مسائل جس طرح تعلیم الاسلام میں چھپے ہوئے ہیں ان کا مکالمہ بصورت سوال وجواب کرایا جائے تو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۱)

''اسلامی ارکان کو ڈرامائی شکل دینا ہرگز جائز نہیں نماز ہو یا زکوٰۃ یا حج'' م۔ ع ۱۴

تعلیم کے لئے لاؤڈ اسپیکر پر لڑکیوں کی تقریر کرانا

سوال...... شہر یا گاؤں میں لڑکیوں کے دینی مدارس قائم ہیں۔ جس میں دینی تعلیم دی جاتی

ہے قرأت قرآن بھی سکھائی جاتی ہے۔سال کے اختتام پر ایک مخصوص عورتوں کا پردے کے پورے انتظام کے ساتھ جلسہ منعقد کیا جاتا ہے' جس میں لڑکیاں لاؤڈ اسپیکر پر تقریر نظم وغیرہ پیش کرتی ہیں۔ مختلف مدارس کی لڑکیوں کا قراءت میں مقابلہ بھی ہوتا ہے۔ان میں مردوں کو بلایا جاتا ہے جو تقریر کو سنتے ہیں تو اس قسم کے جلسے کرانا لڑکیوں اور عورتوں کا جو اکثر بالغ ہی ہوتی ہیں درست ہے یا نہیں؟

جواب..... نوعمر لڑکیوں کا اس طرح جلسہ کرنا بظاہر ان کی تعلیمی ترقی اور غیر تعلیم یافتہ عورتوں میں تعلیمی ترغیب کا ذریعہ بھی ہے مگر ساتھ ہی اس میں فتنے بھی ہیں۔خاص کر جب مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ لاؤڈ اسپیکر پر ان کی تقریر سنتے ہیں اور نظمیں بھی ترنم کے ساتھ پڑھتی ہیں۔

عورتوں کا جمع ہونا فتنہ ہے اسی وجہ سے تقریبات خاندان' میں بھی شرکت کی ان کو اجازت نہیں دی جاتی ہے اگر شوہر اجازت دے تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔فتنوں کا علم جگہ جگہ کے خطوط سے ہوتا رہتا ہے اگر چھوٹی بچیاں ہوں تو فتنہ نہیں' بڑی لڑکیوں کا حال دوسرا ہے' ان کو اس طرح نہ تعلیم دی جائے۔نہ تقریر کرائی جائے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۲ ج ۱۴)

قبر پر تخفیف عذاب کے لئے پھول ڈالنے کا حکم

سوال..... قبروں اور جنازوں پر پھول کی چادر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ پھولوں کی تسبیح سے میت کو ثواب ملنے کا عقیدہ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ رسول اللہؐ سے قبر پر کھجور کی ڈالی رکھنا جو ثابت ہے اس پر قبر اور جنازے پر پھول ڈالنے کو قیاس کرتے ہوئے اس کو مستحب وسنت قرار دینا اور تمام فقہاء اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں کہنا اور اس پر فتویٰ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور جس شہر میں اس کی عادت نہ ہو وہاں اس کو جاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... جنازے پر پھولوں کی چادر ڈالنا قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں یہ صریح بدعت ہے اور تشبہ بالہنود کی وجہ سے بھی حرام ہے اور قبر پر پھول ڈالنا بھی صحابہ وتابعین کے زمانے میں ثابت نہیں۔ہاں! حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کی قبر پر کھجور کی شاخ دو حصے کر کے ایک اس پر ایک اس پر لگا دی تھی اور یہ فرمایا کہ امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں نہ سوکھیں اس وقت تک ان دونوں سے عذاب خفیف ہو جائے۔

اب اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی تخصیص تھی یا اب بھی حضورؐ کے اس فعل پر قیاس کر کے شاخ تر لگائی جائے تو عذاب میں تخفیف ہوگی۔بعض مالکیہ قول اول کی طرف گئے ہیں اور ایک

جماعت شافعیہ قول ثانی کی طرف گئی ہے۔

رہا یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو چونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ قبر پر تر شاخ یا پھول ڈالنے سے تخفیف عذاب کا اعتقاد بالجزم کرنا جائز نہیں تو جہاں اس فعل میں عوام کا یہ اعتقاد بالجزم ہو گا وہاں اس سے منع کیا جائے گا اور سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ موقعہ سوال میں عوام کی حالت یہی ہے اس لئے ان کے لئے یہ فعل جائز نہیں۔

اس کے علاوہ یہ علت تو مشترک ہے۔ پھول شاخ اور برگ سب میں بلکہ تر لکڑی زیادہ دیر تک رہے گی بمقابلہ پھول کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تسبیح کا محض بہانا ہے اصل مقصود تزئین اور میت کا تقرب حاصل کرنا ہے جو یقیناً بدعت و معصیت ہے۔

نیز اگر اس حکمت کی نیت ہوئی تو جن بزرگوں میں عوام کو عذاب کا احتمال بھی نہیں ان کی قبور پر پھول چڑھانے کا اہتمام عصاۃ و فساق کی قبور سے زیادہ نہ ہوتا اس لئے بھی پتہ چلتا ہے اسی نیت تزئین واعتقاد تقرب کا۔ اور جن کتب فقہ میں ورد وریحان کے ڈالنے کی اجازت دی ہے وہ مشروط ہے مفاسد سے خالی ہونے کے ساتھ اور اوپر اس خلو کا انتفا محقق ہو چکا۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۹۲)

قرآن مجید کی قسم کھانا شرعاً معتبر نہیں

سوال: قرآن مجید کی قسم کھانا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کی قسم اگرچہ بعض کے نزدیک معتبر ہے جیسا کہ درمختار میں ہے لیکن اصحاب متون نے اس قسم کو شرعاً معتبر نہیں مانا۔

سودا بیچنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا

سوال...... یہ جو ہمارے اکثر گھرانوں میں بات بے بات قسم خدا، قسم قرآن کی کھاتے ہیں چاہے وہ بات سچی ہو یا جھوٹی لیکن عادت سے مجبور ہوتے ہیں اس کے بارے میں کچھ فرمایئے تو مہربانی ہوگی کہ ان سچی جھوٹی قسموں کی سزا کیا ہے ہمارے اکثر تاجر حضرات جن سے ہمارا روزانہ واسطہ پڑتا ہے مثلاً کپڑے کے تاجر وغیرہ وہ بھی اپنا مال بیچنے کے لئے پانچ منٹ میں تقریباً کتنی ہی قسمیں کھاتے اور کہتے ہیں کہ یہ بھاؤ ایمانداری کا بھاؤ ہے چاہے وہ بھاؤ سچا ہو یا جھوٹا اور اکثر اسی بھاؤ میں کمی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کی خاطر تھوڑا نقصان اٹھا رہے ہیں خدا کی قسم ہم اپنا نقصان کر رہے ہیں اور قرآن کی قسم ہم نے آپ سے ایک پائی بھی منافع نہیں لیا حالانکہ کیا ایسا

ہوسکتا ہے کہ تاجر حضرات ہمارے لئے نقصان اٹھائیں اور کاروں میں گھومیں جواب ضرور دیں۔

جواب..... جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے اگر کسی کو اس کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنی اصلاح کرنی چاہئے سودا بیچنے کے لئے قسم کھانا اور بھی برا ہے حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تاجر لوگ بدکاروں کی حیثیت میں اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو خدا سے ڈرے اور غلط بیانی سے باز رہے (آپ کے مسائل ج۴ ص ۲۸۵)

ناجائز اشیاء بیچ کر نذر و نیاز کرنا

سوال: ایک شخص تعزیہ بناتا تھا پھر اس نے تعزیہ بنانے سے توبہ کی اور اس کے متعلق جو ڈھول تاشے اور طبل وغیرہ تھے اس کو تعزیہ داروں کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے اللہ کے نام کی نذر کی تو اس نذر و نیاز کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے مال کی نیاز شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی نذر و نیاز سے امید ثواب رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جس شے سے گناہ کرتے ہوں اس کا بیع حرام ہے اور ڈھول تماشا معصیت کا آلہ ہے۔ اس کی بیع حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے اس سے نذر و نیاز کرنا بھی حرام اور اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور توقع ثواب بھی ایسے کھلانے کا گناہ اور اندیشہ کفر ہے مگر کفر نہیں کہہ سکتے۔ واجب تھا کہ آلات کو توڑ کر جلا دیتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۹)

مجلس مولود، تقسیم شیرینی اور چادر پوشی کی نذر

سوال: زید نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ میرا فلاں مطلب ہو جائے تو میں میلاد شریف یا شیرینی پر فلاں بزرگ کا فاتحہ کروں گا اس کی قبر پر چادر ڈالوں گا، حصول مطلب کے بعد ایسے شخص پر نذر ادا نہ کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہیں اس لئے یہ نذر منعقد نہیں ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہیں بلکہ مکروہ ہے اسلئے یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی ہاں فلاں بزرگ کی روح کو ایصال و ثواب کیلئے شیرینی بانٹنا سو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب اصلی مقصود ہے تو یہ عبادت مقصودہ میں سے نہیں اور اگر تقسیم مقصود ہے اس میں دو صورتیں ہیں اگر خاص فقراء کو تقسیم کرنے کی نیت نہیں ہے تب بھی عبادت مقصودہ نہیں اور اگر خاص فقراء و مستحقین پر تصدق کرنے کی نیت ہے تو نذر صحیح و لازم ہوگی مگر اختیار ہوگا، خواہ شیرینی دے، خواہ طعام، خواہ نقد اور جن صورتوں میں نذر منعقد ہو جاتی ہے۔ ایفا واجب ہے اگر ایفا نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ ص ۵۵۲)

گالی پر تعزیر اور گالی کے بدلے گالی دینا

سوال: بلاوجہ کسی کو گالی دینے والے کو تعزیر دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا اس کے بدلہ میں اس کو بھی گالی دینا جائز ہے؟

جواب: اگر گالی میں ایسے فعل اختیاری کی طرف نسبت کی جو شرعاً حرام ہو اور عرفاً عار سمجھا جاتا ہو۔ جیسے کافر، فاسق وغیرہ تو اس پر بالاتفاق تعزیر واجب ہے اور اگر ایسا فعل نہیں جیسے گدھا، کتا وغیرہ تو اس پر وجوب تعزیر میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ اگر مخاطب ایسا معزز ہو کہ اس کو ایسے الفاظ سے عار آتی ہو تو تعزیر واجب ہے ورنہ نہیں۔ اگر موجب تعزیر الفاظ مزاحاً کہے جب بھی تعزیر واجب ہے، حقوق العباد میں تعزیر صرف حاکم یا حکم دے سکتا ہے۔ صاحب حق خود تعزیر نہیں دے سکتا۔ گالی کے بدلے میں بعینہ وہی گالی دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ گالی موجب حد نہ ہو جس گالی پر حد قذف واجب ہے۔ جیسے زانی وغیرہ وہ جواباً دینا بھی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۵ ص ۵۰۶)

غیبت اور سود خور کی سزائیں

سوال: غیبت، لواطت، سود خوری، شراب نوشی اور جوئے کیلئے شریعت میں کوئی حد مقرر ہے یا نہیں؟

جواب: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جسکی غیبت کی ہے اس سے معاف کرائے اور لواطت میں اگر دارالاسلام ہو تو تعزیر ہے اور سود خوری میں سود کا واپس کرنا اور توبہ کرنا بھی کفارہ ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۲ ج ۱۲۔

شرابی کی سزا کا ثبوت

سوال: شرابی کیلئے اسی کوڑے کا حکم کونسی حدیث سے مستفاد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو نعال اور کھجوروں کی شاخوں کی سزا دی گئی ہے جیسا کہ عبداللہ بن جندب کی حدیث میں مصرح موجود ہے۔

جواب: دلیل اسی کوڑے کی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اور فتح القدیر میں اس کی پوری بحث کی ہے اور احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے۔ فلیراجع ثمہ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۲۱۲)

نسوار کی شکل میں تمباکو کے استعمال کا حکم

سوال...... نسوار کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... نسوار چونکہ تمباکو سے ہی بنتی ہے لہذا اس کا استعمال تمباکو کی طرح فی نفسہ مباح اور جائز ہے لیکن اس میں نہ نشہ ہے اور نہ مستی ہے۔

البتہ نسوار کی بدبو کی وجہ سے مسجد میں نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے نیز اس میں اسراف اور تبذیر کے علاوہ طبی نقطہ نگاہ سے بھی مضر صحت ہے اس لئے اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہے۔
(فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۱۹۷)

شراب نوشی کی کیا سزا ہے

سوال: شراب نوشی کی کیا سزا ہے؟

جواب: اسلامی حکومت ہو تو اسی کوڑے لگائے جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۸۲)

شراب اور بھنگ کے استعمال میں فرق ہے یا نہیں؟

سوال: شراب اور بھنگ پینے والے کی حد شرعی ایک ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب: حد شرعی تو اس ملک میں حکومت اسلامی نہ ہونے کی وجہ سے جاری نہیں ہو سکتی ویسے حرمت کے حکم میں دونوں برابر ہیں اور دونوں فاسق ہیں توبہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۱۵)

سیون اپ اور کوکا کولا پینے کا حکم

سوال...... سیون اپ اور کوکا کولا مشروبات کے بارے میں سنا ہے کہ ان میں الکحل ملا ہوتا ہے اس لحاظ سے ان مشروبات کا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... سیون اپ اور کوکا کولا کے بارے میں تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ان میں الکحل کی ملاوٹ نہیں ہوتی صرف شک کی بنا پر یہ بات کی گئی ہے کہ ایسے شک سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ محض شک کی بناء پر اگر کوئی احتیاطاً مذکورہ مشروبات نہ پیئے تو ٹھیک ہے لیکن ان کا پینا حرام نہیں۔ (شرح القواعد الفقہیہ ص ۲۷ القاعدۃ الثالثۃ الیقین لا یزول بالشک) (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۲۰۳)

گنے کے رس سے کشید کی گئی شراب حرام ہے

سوال...... جو شراب گنے کے رس سے بنائی گئی ہو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب...... انگور اور کھجور سے بنائی گئی شراب تو بالاتفاق حرام ہے ان دو چیزوں کے علاوہ جن اشیاء سے شراب بنائی جاتی ہے تو ایسی شراب امام محمد رحمہ اللہ کے مفتی بہ قول کے مطابق حرام ہے کیونکہ یہ نشہ آور شراب ہے ظاہر حدیث سے ہر مسکر شراب کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

لما اخرجه الامام مسلمؒ: كل مسكر حرام (الصحيح المسلم ج ۲ ص ۱۶۷ ومثله فى الهداية ج ۴ ص ۴۹۸ كتاب الاشربة) فتاوىٰ حقانيه ج ۵ ص ۱۹۷)

زانی کو باپ کے قتل کرنے سزا

سوال: زید اپنی خوش دامن سے زنا کا مرتکب ہوا اس کا والد بکر مانع ہوا تو زید نے عمداً ناحق اپنے والد کو قتل کر دیا، لہٰذا زید زبانی توبہ استغفار سے لوگوں سے برتاؤ کر سکتا ہے یا اور کوئی صورت توبہ کی ہے؟

جواب: زید کو توبہ واستغفار بھی کرنا چاہئے اور جو ورثہ باپ کے اس قاتل کے علاوہ ہیں کو ان کو قصاص لینے کا حق ہے، ان سے بھی معافی چاہے اور باپ مقتول کے لئے دعاء مغفرت وایصال ثواب کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۹۹)

زانیہ بیوی کو زہر دے کر مارنے کی سزا

سوال: ایک شخص کی بیوی نے اپنی مختلف مجالس میں متعدد مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے زنا کرایا ہے، خاوند نے شریعت کے اس مسئلہ کو کہ اگر کوئی تین مرتبہ زنا کا اقرار کرے تو شریعت اس کو مار دینے کا حکم کرتی ہے۔ اپنا موید سمجھ کر عورت کو زہر دیدیا۔ وہ مرگئی اب شرعاً کیا حکم ہے؟ خاوند مجرم ہے تو نجات کی کیا صورت ہے۔؟

جواب: یہ مسئلہ اس نے غلط سمجھا کہ تین مرتبہ زنا کا اقرار کرنے والے کو مار ڈالنا چاہئے اور یہ بھی غلط سمجھا کہ حدود وقصاص کو ہر ایک شخص جاری کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس زہر دینے اور مار ڈالنے سے وہ عاصی وفاسق اور مرتکب کبیرہ کا ہے۔ اب علاج اس کا سوائے توبہ واستغفار کے اور مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت وایصال ثواب کے کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور مرحومہ کو اس قدر ثواب عطا فرماوے کہ وہ خوش ہو جائے اور اپنے شوہر مجرم کا قصور معاف کر دے، اگر یہ جرم دارالاسلام میں شوہر کرتا تو قصاص میں وہ قتل کیا جاتا۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۱۹۲۔

جس نے سور کا دودھ استعمال کیا اس کی سزا

سوال: مجبوب پٹیل نے چالیس روز تک سور کا دودھ دوائی میں استعمال کیا اس کیلئے شرعاً کیا سزا ہے؟

جواب: اس شخص سے جس سے یہ قصور سرزد ہوا توبہ کرائی جائے کہ آئندہ کبھی وہ ایسا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا پچھلا گناہ معاف کر دے گا۔ مسلمانان کو چاہئے کہ اس سے پختہ توبہ کرالیں۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے میل جول قائم رکھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۲۳۳)

والدین کو زدوکوب کرنے کی سزا

سوال: اگر کوئی شخص ماں باپ کو زدوکوب کرے تو ایسے شخص کو شرعاً کیا سزا دی جائے؟

جواب: والدین کے مارنے یانافرمانی کرنے پرشرعاً کوئی خاص حد متعین نہیں بلکہ حاکم اسلام کی رائے کے سپرد ہے کہ مجرم کی حالت اور مجرم کی حیثیت کو دیکھ کر جو سزا چاہے تجویز کرے۔البتہ اگر بید یا کوڑے مارنے کی سزا تجویز کرے تو انتالیس کوڑے سے زیادہ اور تین سے کم کی تجویز نہ کرے۔بہتر تو یہی ہے کہ کوئی خاص سزا متعین کی جائے لیکن اگر اس کا ارادہ ہے تو بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عدد کوڑے یا بید لگائی جائے اور پھر قید کردیا جائے جب تک کہ توبہ نہ کرلے اور قرائن سے یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ یہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے اس وقت تک قید سے نہ چھوڑے کیونکہ جو شخص عام لوگوں کو بے خطا مارتا ہے اس کی سزا تعزیر یہی ہے کہ قید کردیا جائے اور بغیر توبہ نصوح کے نہ چھوڑا جائے۔والدین کا مارنا یہ دوہرا گناہ ہے۔لہذا اس کی تعزیر میں کچھ کوڑے کی ضرب بھی بڑھادی جائے۔(امداد المفتیین ص ۹۰۹)

سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال

سوال: سیلاب میں بہہ کر بہت سی چیزیں مویشی وغیرہ آتی ہیں کیا اس کو استعمال کر سکتے ہیں؟ جبکہ خبر نہ ہو کہ کس کی ہے اور کہاں کی ہے؟

جواب: ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں لقطہ کی طرح مالک کو تلاش کر کے اس کے حوالہ کی جائے ہاں اگر خود غریب مصرف صدقہ ہے تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے لیکن اگر مالک آئے اور مطالبہ کرے تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کرنے کا حکم ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ اص ۳۹۴) "اگر مالک نہ ملے اور خود بھی مصرف صدقہ نہیں تو کسی فقیر کو صدقہ کردے" (م ع)

وکلاء کی جرح کے خوف سے گواہی چھپانا

سوال...... شہادت کا چھپانا سخت گناہ ہے لیکن عدالت (انگریزی) میں سچی شہادت بھی شاہد سے جرح وغیرہ میں گھبرا کر جھوٹ کہلا لیتے ہیں اور نا تجربے کار سیدھے ملا کو اس کا سخت اندیشہ ہے اس اندیشے سے انکار کرے جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر اس واقعے کے ثبوت کا مدار اس کی شہادت پر ہو تو کتمان وعذر نا جائز ہے اور جرح میں سچا آدمی جس کو خاص کسی شق کا ثابت کرنا مقصود نہ ہو بلکہ یہ نیت رکھے کہ خواہ مقدمہ بگڑے یا سنورے بجز سچ کے کچھ نہ کہوں گا ایسا شخص جرح میں کبھی پریشان نہیں ہوتا۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۸)

شرعی پردہ نہ کرانے والے کی شہادت مردود ہے

سوال...... جو شخص اپنی بیوی اور گھر کی دوسری عورتوں کو غیر محارم سے پردہ نہ کراتا ہو نہ اس کے لئے کوشش کرتا ہو دیور، جیٹھ، چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، نندوئی اور بہنوئی وغیرہ کھلم

کھلا گھر میں آتے جاتے رہتے ہوں وہ ان کو روکنے پر قادر بھی ہو پھر بھی نہ روکے' کبھی کبھار ان عورتوں کے ساتھ خلوت بھی ہو جاتی ہو اس کی شہادت شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟

جواب...... ایسا شخص اصطلاح شریعت میں دیوث ہے اور دیوث اتنا بڑا فاسق ہے کہ جس کے بارے میں حدیث میں ایسی سخت وعید ہے کہ کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا اور فاسق کی شہادت مردود ہے۔ علاوہ ازیں ایسا شخص حیا سے عاری ہے جسے یہ پرواہ نہیں کہ بیوی اور دوسری زیر کفالت عورتوں کے پاس کون آتا جاتا ہے اور حدیث میں حیا اور ایمان کو لازم وملزوم قرار دیا گیا ہے ایک کے رخصت ہونے سے دوسرے کے رخصت ہونے کی وعید شدید سنائی گئی ہے بے پردگی کا فسق وفجور کئی وجوہ سے دوسرے گناہوں سے بڑا ہے مثلاً

۱۔ یہ فسق متعدی ہے یعنی بے پردگی کی وجہ سے عام مردوں اور عورتوں میں بدنظری' جنسی خواہش' اور بدکاریاں پیدا ہوتی ہیں جتنے لوگ بھی ان گناہوں میں مبتلا ہوں گے سب کا عذاب ان پر بھی ہوگا جو شریعت کے مطابق پردہ نہیں کرتے کرواتے **ولیحملن اثقالھم و اثقالاً مع اثقالھم**

۲۔ یہ فسق وفجور اللہ تعالیٰ کی اعلانیہ بغاوت ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے ''پوری امت کے سب گناہوں کو معاف کیا جا سکتا ہے' مگر اعلانیہ بغاوت کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشا جائے گا''

۳۔ جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم قطعی کو برا سمجھتے ہیں جو کفر ہے۔ ایسے فاسق' بے حیا' دیوث' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے باغی کی شہادت مردود ہے' قطعاً قابل قبول نہیں۔ البتہ بوقت ضرورت شدیدہ تین شرائط سے فاسق کی شہادت قبول کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ کوئی عادل شاہد میسر نہ ہو۔ ۲۔ مدعی کی حق تلفی کا اندیشہ ہو۔

۳۔ فاسق ایسا صاحب مروت ہو کہ اسکے صدق کا ظن غالب ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱۸)

تصویر رکھنے والے کی شہادت مردود ہے

سوال...... جو شخص بلاضرورت تصویر کھینچتا یا کھنچواتا ہے یا اپنے گھر اور دکان وغیرہ میں رکھتا ہے اس کی شہادت شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

جواب...... بلاضرورت تصویر کھینچنا' کھنچوانا' رکھنا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جو شخص پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی ضرورت کے بغیر تصویر کھینچتا' کھنچواتا یا رکھتا ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے (تفصیل پہلے گزر چکی) (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۲۱)

ٹی وی دیکھنے والے کی شہادت مردود ہے

سوال...... جس شخص کے گھر میں ٹی وی ہو اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ٹی وی دیکھتا رہتا

ہے اس کی شہادت مقبول ہے یا نہیں؟

جواب...... ٹی وی ام الخبائث ہے معاشرے میں عریانی' فحاشی' زناکاری' بدکاری' ڈاکہ زنی' اولاد کا بے مہار ہوکر اپنے والدین کے لئے وبال جان بننے' نوجوانوں کے دین سے برگشتہ ہونے اور پورے معاشرے کے لئے ناسور بننے کا ذریعہ اور اصل سبب ہے جو شخص اس گناہ کبیرہ اور بے حیائی کا مرتکب ہو وہ بہت بڑا فاسق ہے لہٰذا اس کی شہادت مردود ہے۔ شہادت فاسق کی تفصیل گذر چکی ٹی وی کی دینی دنیوی' جسمانی تباہ کاریاں اور اس پر دنیا اور آخرت اور قبر میں سخت اقسام کے عذابوں کی تفصیل "ٹی وی کا زہر ٹی بی سے مہلک تر" میں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۲۳)

پیشۂ وکالت اور تصرف وکیل وکالت کی تعریف اور اس کا ثبوت

سوال...... وکالت کیا ہے اور وکیل کسے کہتے ہیں؟ موکل کون ہوتا ہے؟ نیز وکالت کا ثبوت اور اس کے حکم سے بھی آگاہ کیا جائے؟

جواب...... وکالت کا مطلب ہے دوسرے کو اپنی جگہ مقرر کردینا اس تصرف کے اندر جو شرعاً جائز ہو اور اس کو علم بھی ہو تنویر الابصار میں ہے **وهو اقامة الغير مقام نفسه فى تصرف جائز معلوم** مقرر کرنے والے کو موکل اور جس کو مقرر کیا گیا ہے اس کو وکیل کہتے ہیں' وکالت اور توکیل کتاب وسنت سے بھی ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے' تنویر اور اسکی شرح میں ہے **التوكيل صحيح بالكتاب والسنقال تعالىٰ فابعثو احدكم بورقكم وكل عليه الصلوٰة والسلام حكيم بن حزام بشراء اضحية وعليه الاجماع** ج ۴ ص ۳۹۹: اور وکالت کا حکم یہ ہے کہ وکیل وکالت کے اندر موکل کے قائم مقام ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا جس چیز کی اس نے وکالت قبول کی ہے ہندیہ میں ہے **واما حكمها فمنه قيام الوكيل مقام الموكل فيما وكله به ومنه ان ليس للوكيل ان يوكل غيره بماوكل** (ج ۳ ص ۵۲۶)۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

پیشہ وکالت جائز ہونے کی تحقیق

سوال...... حضور نے وکالت کے بارے میں ایک سوال پر تحریر فرمایا تھا کہ اگر موکل سچا ہے تو مظلوم ہے اور مظلوم کی نصرت واجب ہے اور واجب پر اجرت لینا ناجائز ہے اور اگر جھوٹا ہے تو ظالم ہے' ظالم کی نصرت حرام ہے اور حرام پر اجرت لینا بھی حرام ہے لیکن اگر وکالت کی فیس کو واجب یا حرام کی اجرت نہ کہا جائے بلکہ قاضی یا حاکم کے نفقے کے مانند اس کو بھی نفقہ کہا جائے تو جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا یہ تاویل ہو کہ وکیل نصرت کی اجرت نہیں لیتا بلکہ ایک خاص وقت اور خاص دن میں محبوس رہنے کی اجرت

لیتا ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ وکیل پر موکل کو قانونی مشورہ دینا واجب ہوگا اب موکل کو چاہئے کہ اس کے مشورے کے موافق عمل کرے اگر خود عمل کرنے پر قادر نہیں ہے تو وکیل اس کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا باوجود اس کے وکیل کو عدالت میں لے جانا اور اپنے کام کیلئے محبوس رکھنا یہ غالباً متقوم عندالشرع ہوسکتا ہے اس میں بھی کسی قدر اس کی تائید ہوسکتی ہے کہ بسا اوقات ایک ایک مقدمے میں کئی کئی وکیل کرتے ہیں جن میں سے بعض گفتگو کرتے ہیں اور بعض خاموش بیٹھے رہتے ہیں جب عدالت کا وقت ختم ہو جاتا ہے چلے جاتے ہیں اب ان وکیلوں نے جنہوں نے خاموشی کی حالت میں عدالت کے وقت کو مکمل کر دیا باوجودیکہ مقدمے میں نصرت نہیں کی مگر فیس لے لی اس سے معلوم ہوا کہ محض حبس کی فیس لی ہے ورنہ ان کو کچھ نہیں ملنا چاہئے تھا کیونکہ مقدمے میں نصرت نہیں کی آیا اس تاویل سے وکالت جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب...... سائل نے جو توجیہات اس کے جواز کی لکھی ہیں وہ کافی ہیں اور ان سب سے سہل تر توجیہ یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اجرت کا حرام ہونا مخصوص ہے اس طاعت کے ساتھ جو مسلمان کے ساتھ خاص ہو اور نصرت مظلوم من جملہ طاعات عامہ کے ہے پس اس میں اس حرمت کا حکم نہ کیا جائے گا حاصل یہ کہ پیشہ وکالت فی نفسہ جائز ٹھہرا مگر شرط یہ ہے کہ سچے مقدمات لیتا ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۹)

گارنٹی سے کوئی چیز خریدنے یا بیچنے کا حکم

سوال...... ایک شخص مثلاً زید عمارتی ساز و سامان (ہارڈ ویئر) کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہے اور بعض کمپنیاں اپنا مال اس پر گارنٹی سے فروخت کرتی ہیں مثلاً پانی کی ٹینکیاں، ٹونٹیاں پانی کے پائپ، بیلچے، کدال وغیرہ ان میں سے بعض اشیاء کی گارنٹی پانچ سال، بعض کی دس سال اور بعض کی گارنٹی اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جب زید کسی پر مذکورہ چیزیں بیچتا ہے تو اسی گارنٹی سے بیچتا ہے گارنٹی کی مدت میں اگر فروخت کردہ چیز خراب ہو جائے تو مشتری وہ چیز زید کو واپس کر دیتا ہے اور زید وہ چیز کمپنی کو بھیج دیتا ہے اور کمپنی والے اس کے عوض میں یا تو نئی چیز دے دیتے ہیں یا اس کو ہی بالکل درست کر دیتے اس طرح کرنے سے عام لوگ گارنٹی شدہ چیزیں خریدنے میں زیادہ رغبت ظاہر کرتے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کی بیع از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم نے ایک مولوی صاحب سے سنا ہے کہ یہ بیع مشروط ہونے کی بنا پر فاسد ہے لہٰذا شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیلاً وضاحت فرمائی جائے۔

جواب...... دور حاضر میں بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کی خریداری پر گاہک کو سال دو سال یا لائف ٹائم کی گارنٹی دیتی ہیں یہ گارنٹی صورت کے لحاظ سے کفالہ بدرک ہے (درک کے معنی حصول صاحب یعنی

پانے کے ہیں یعنی اگر مشتری مبیعہ میں کوئی عیب پائے تو بائع اس کا کفیل ہوگا (مصباح اللغات ص ۴۳۶) جبکہ کفالہ بدرکہ بالاجماع صحیح ہے اسی طرح خود کفالہ میں فقہاء کے ہاں توسع پایا جاتا ہے اس کے علاوہ کفالہ بلکہ اکثر معاملات کا تعلق عرف کے ساتھ ہے آج کل کوئی چیز فروخت کرتے وقت گارنٹی دینا کاروبار کا ایک اہم جزو بن گیا ہے چونکہ آج کل دو نمبر نقلی چیزیں عام تیار ہوتی ہیں جس کی وجہ سے گارنٹی دینا اور لینا ناگزیر ہو گیا ہے اور ویسے بھی عام طور پر عالمی اور ملکی منڈیوں میں ایک رواج سا بن گیا ہے کہ لوگ گارنٹی والی چیز بلا کسی حیل وحجت کے خرید لیتے ہیں لہذا آج کل گارنٹی پر خرید وفروخت کرنا عرف اور عموم بلویٰ کی وجہ سے جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۳۶۴)

حکومت کی طرف سے مقرر کردہ جج کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا دور حاضر میں حکومت کے مقرر کردہ جج یا مجسٹریٹ شرعی قاضی کا قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... قاضی کا تقرر دراصل لوگوں کے تنازعات حل کرنے کے لئے ہوتا ہے ان تنازعات کو حل کرنے۔ کے لئے شریعت نے باقاعدہ حدود بیان کی ہیں اسی طرح منصب قضاء پر فائز ہونے کیلئے بھی کچھ شرائط عائد کی ہیں اس لئے اگر ان شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے حکومت وقت جس کو بھی مسلمانوں کے تنازعات ختم کرانے کیلئے جج یا مجسٹریٹ مقرر کرے تو وہ شرعی قاضی کے قائم مقام ہوگا چونکہ قاضی لوگوں کے تنازعات حل کرنے کے بارے میں وکیل کی حیثیت رکھتا ہے اور حکومت کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے کہ اس کام کیلئے جس کو بھی چاہے مقرر کر سکتی ہے لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ جج شرعی اصول کے موافق ہو اور اس کے فیصلے شرعی قواعد کیخلاف نہ ہوں۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ ص ۳۶۲)

تانبا، پیتل وغیرہ دھات کے جانور بنانا

بین الاقوامی تجارت میں یورپین ممالک کے خریدار ایکسپورٹر کے پاس دھات کے جانوروں کا اونچے پیمانے پر آرڈر بھیجتے ہیں اور ایکسپورٹر ان آرڈروں کو قبول کر کے اپنے کاری گروں کو دھات کے جانور بنانے کا آرڈر دیتا ہے تو کیا جانور بنانے والے کاریگر کے لئے آرڈر کے مطابق جانور بنانا جائز ہے یا نہیں تو اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں پر ہوگا جو کسی جاندار کی تصویر اور شکل بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تم ہی اس میں جان ڈال دو اور وہ جان نہ ڈال سکیں گے جس کی وجہ سے ان

پر مسلسل سخت ترین عذاب ہوتا رہے گا اس لئے مسلم کاریگروں پر لازم ہے کہ ایسا آرڈر لینے سے صاف انکار کردیں رزق کا مالک خدائے رزاق ہے وہ سب کو رزق دیتا ہے اس لئے اس کی پرواہ نہ کریں نیز اس عذاب میں آرڈر دینے والے بھی آرڈر دینے کی وجہ سے شامل ہوں گے کیونکہ بنانے میں ان کا بھی بڑا دخل ہے ملاحظہ کیجئے بخاری و مسلم کی حدیث میں کتنی بڑی وعید وارد ہوئی ہے۔

عن عبدالله بن مسعودؓ قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول ان اشد الناس عذاباً عندالله المصورون. بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۰، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۰۱.

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ کے یہاں سب سے زیادہ سخت ترین عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جو جانداروں کی تصویر بناتے ہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جانداروں کی صورت وشکل بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ جن کو تم نے بنایا ہے ان میں تم خود جان ڈال دو اور ان کو زندہ کرو حالانکہ یہ لوگ اس پر قادر نہ ہوں گے جس کی وجہ سے مسلسل عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

عن ابن عباسؓ قال سمعت رسول الله صلے الله علیه وسلم یقول من صور صورة فی الدنیا کلف ان ینفع فیها الروح یوم القیمة ولیس بنافع الحدیث. بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۱، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۰۱.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اس دنیا میں کسی جاندار کی شکل بناتا ہے اس کو قیامت کے دن اس کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ اس میں روح نہ ڈال سکے گا۔ لہٰذا کتا، بلی، ہاتھی، ہرن، بیل وغیرہ چوپائے نیز پرندوں میں کسی قسم کے جاندار کی صورت وشکل بنانا ہرگز جائز نہ ہوگا نیز جس طرح دھات سے بنانا حرام ہے اسی طرح اگر قلم سے نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ سے چھاپا جائے یا فوٹو کے ذریعہ سے عکس کو قائم کیا جائے تو یہ بھی بالاجماع حرام ہے (مستفاد الفقہ ص ۶۲، امداد المفتیین ص ۹۹۴) اور اگر مشرکین کی عبادت کی اشیاء مثلاً مورتی وغیرہ بنائی جائے تو اور زیادہ حرام اور گناہ کبیرہ اور عذاب الٰہی کا باعث ہوگا نیز یہ تمام امور کفر میں براہ راست تعاون کرنے کے مرادف ہیں ہاں البتہ غیر جاندار مثلاً عمارت، درخت، پھل پھول وغیرہ کی تصویر بنائی جاتی ہے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ (مستفاد جواہر الفقہ ج ۳ ص ۴۰)

کتے، بلی کو مارنا

سوال...... اگر کوئی بلی یا کتا کسی شخص کا عمر سے زیادہ کا نقصان کردے تو اس بلی یا کتے کا مارنا جان سے درست ہے یا نہیں؟

جواب...... بہتر یہ ہے کہ نہ مارا جائے لیکن اگر نقصان سے حفاظت مشکل ہو جائے تو جان سے مارنا درست ہے مگر تر ساتر سا کر مارنا برا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۹۳)

چوہے وغیرہ کو زہر دے کر مارنا

سوال...... اکثر گھروں میں چوہے نقصان کرتے ہیں تو ان کو زہر وغیرہ دے کر مار دیا جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب...... زہر دینا، یا ویسے ہی مارنا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۷۷)

کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا

سوال...... کھٹمل کے دق کرنے پر آیا چارپائی پر کھولتا ہوا پانی ڈال کر کھٹملوں کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... جب وہ دق کرتے ہیں اور دوسری طرح نہیں مرتے تو گرم کھولتا ہوا پانی چارپائی پر ڈالنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۶۳)

مجنون (پاگل) اور نابالغ کی وصیت کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! اگر کوئی مجنون یا نابالغ کسی کے لئے وصیت کر جائے تو کیا اس کے مرنے کے بعد موصی لہ اس مال کا مالک متصور ہوگا یا نہیں؟

جواب...... نابالغ اور مجنون چونکہ تصرفات کا حق نہیں رکھتے اس لئے شرعاً ان کی وصیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں لہٰذا مجنون کی وصیت سے موصی لہ اس مال کا مالک متصور نہ ہوگا۔

كما قال العلامة الكاساني رحمه الله: (البدائع والصنائع جلد۷ ص ۳۳۴)

اولاد کو عاق کرنا محض بے اصل ہے

سوال: ایک شخص نے اپنے لڑکے کو عاق کر دیا ہے اب اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے پس وہ کیا کرے؟

جواب...... عاق کے دو معنی ہیں ایک معنی شرعی، دوسرے عرفی، شرعی معنی تو یہ ہیں کہ اولاد والدین کی نافرمانی کرے سو اس معنی کی تحقیق میں تو کسی کے نہ کرنے کو دخل نہیں جو والدین کی بے حکمی

کرے وہ عنداللہ عاق ہوگا اور اس کا اثر فقط یہ ہے کہ خدا کے نزدیک عاصی اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے باقی میراث سے محروم ہونا اس پر مرتب نہیں ہوتا۔ دوسرے معنی عرفی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو بوجہ ناراضی بے حق و محروم الارث کردے سو یہ امر شرعاً بے اصل ہے اس سے اس کا حق ارث باطل نہیں ہوتا کیونکہ وراثت ملک اضطراری اور حق شرعی ہے مورث اور وارث کے ارادہ کئے بغیر اس کا ثبوت ہوتا ہے **قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الایۃ**: اور لام استحقاق کے لئے ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے حق وراثت مقرر فرمادیا اس کو کون باطل کرسکتا ہے۔

اور حضرت بریرہ کا قصہ اس کا شاہد ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا اس کے موالی نے شرط کی کہ ولاء ہماری رہے گی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی شرط باطل ہے اور ولاء معتق کی ہے۔ جبکہ ولاء حق ضعیف ہے چنانچہ حسب فرمودۂ پاک **الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب الحدیث** ضعف اس کا کاف تشبیہ سے ظاہر ہے وہ نفی کرنے سے نفی ہوتا پس نسب جو کہ اقوی ہے کیونکہ نفی کو قبول کرسکتا ہے؟

پھر جب واضح ہوا کہ اس معنی کا شرعاً کچھ ثبوت نہیں تو اس سے رجوع کی کچھ حاجت نہیں پس باپ کے مرنے کے بعد وارث ہوگا البتہ محروم الارث کرنے کا طریق یہ ممکن ہے کہ اپنی حالت حیات و صحت میں اپنا کل اثاثہ کسی کو ہبہ یا مصارف خیر میں وقف کرکے اپنی ملک سے خارج کر دے اس وقت اس کا بیٹا کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۴)

کالرہ بل کی شرعی حیثیت اور حکم

سوال..... عبدالغنی وکیل سرگودھا کونسل پنجاب میں ایک بل پیش کرنا چاہتے ہیں جس کا نام کالرہ بل ہے اس کی دفعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اس ایکٹ کا نام قانون ناقابل تقسیم جائیداد کالرہ ہوگا۔

۲۔ یہ ایکٹ اس تاریخ سے نافذ ہوگا جو کہ لوکل گورنمنٹ تجویز کرے۔

۳۔ جائیداد ناقابل تقسیم سے مراد وہ جائیداد ہے جو تنہا مرد وارث کو پہنچے اور تقسیم نہ ہوسکے۔

۴۔ قاعدہ وراثت موجودہ مالک و قابض جائیداد کالرہ کی وفات کے بعد اس جائیداد کی وراثت اگر اس کے وارثان اشخل ہوں تو جائز مرد وارثان کو پہنچے گی

الف: اگر اکلوتا بیٹا ہو یا اس کا اکلوتا بیٹا ہو، تو ایسا بیٹا یا ایسے بیٹے کا بیٹا جیسی کہ صورت ہو

اور اسی طرح حتیٰ کہ تمام وارثان ختم ہو جائیں یعنی

ب: اگر ایک سے زیادہ لڑکے ہوں تو سب سے بڑا لڑکا یا وہ اگر وفات پا چکا ہو تو اسکا بڑا لڑکا اگر کوئی ہو جیسی کہ صورت ہو اور اسی طرح حتیٰ کہ بڑے لڑکے تمام وارثان ختم ہو جائیں۔

ج: اگر سب سے بڑے لڑکے کی اولاد نرینہ ہو تو دوسرا لڑکا یا اگر دوسرا لڑکا مر چکا ہو تو اس کا بڑا لڑکا جیسی کہ صورت ہو اور اسی طرح حتیٰ کہ دوسرے لڑکے کے تمام وارثان ختم ہو جائیں

۵۔قابض کے وارثان اسفل کے گزارے کی ادائیگی نواب سر عمر حیات خاں کے مرد وارثان اسفل اور ان کی بیوگان اس رقم گزارہ کی مستحق ہوں گی جو قابض جائیداد مقرر کرے گا اگر ایسا شخص قابض جائیداد سے عناد رکھتا ہو تو بد چلنی کی وجہ سے گزارے کا مستحق نہ ہو گا اور قابض جائیداد کو اختیار ہو گا کہ رقم گزارا روک لے یا مقرر کردہ رقم ضبط کرلے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا بل جس میں حسب ضابطہ ۴ لڑکیوں کو وراثت سے محروم کیا گیا ہے اس کی تائید وحمایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ بل قطعاً شریعت اسلام کے خلاف ہے کسی مسلمان کے لئے اس کو تسلیم کرنا یا پیش کرنا یا تائید کرنا حرام ہے بلکہ تسلیم کی صورت میں کفر کا اندیشہ غالب ہے کونسل کے مسلمان ممبروں کا فرض ہے کہ وہ محرک کو اس کے پیش کرنے سے روکیں اور وہ نہ مانے تو متفقہ طور پر اس کی مخالفت کریں۔

(کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۷۴)

موبائل فون وغیرہ میں آیات‘ تسبیح اور نعت بھروانے کا حکم

آج کل عام طور پر جب کوئی آدمی موبائل پر دوسرے کو فون کرتا ہے تو فون کرنے والے کو تلاوت‘ نعت‘ نظم یا گانے کی ریکارڈنگ سنائی دیتی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا جواب مطلوب ہے۔

۱۔ اپنے فون پر ایسی ٹون لگانا کیسا ہے اور آیا کہ نعت ونظم کی گنجائش ہوگی؟

۲۔ فون کرنے والا اگر ایسے شخص کو مس کال کرنا چاہے تو ریکارڈنگ (اگر تلاوت ہو) تو درمیان میں کٹ جاتی ہے۔ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اور (اگر نعت ہو) تو درمیان میں کٹ جائے تو کیا حکم ہے؟ اور (اگر گانا ہو) تو سننے والا (جس نے فون کیا ہے) گناہ گار ہوگا؟

۳۔ اسی طرح فون کے آنے پر بھی ایسی ٹون لگائی جاتی ہے‘ کیا حکم ہوگا؟ نعت ونظم کی گنجائش ہوگی؟

۴۔ اسی طرح گاڑی اسٹارٹ کرتے وقت ”دعائے سفر“ کی ریکارڈنگ کا بھی رواج ہے‘ کیا حکم ہے؟ (خالد محمود طاہر‘ فیصل آباد)

جواب۔ فقہی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی آیات‘ ذکر وتسبیح‘ درود شریف وغیرہ کے کلمات اور ایسی نظمیں یا نعتیں جو ذکر اللہ پر مشتمل ہوں اور ان سے مقصود ذکر اللہ ہو‘ مثلاً اسماء حسنیٰ پر مشتمل نظم وغیرہ ایسی تمام چیزوں کو ذکر کرنے کے علاوہ کسی اور جائز مقصد کیلئے استعمال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مدار اغراض ومقاصد پر ہے‘ اگر

مقصد شرعاً درست ہو تو اس مقصد کیلئے ان کا استعمال جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مثلاً وہ مقاصد دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱-تذکیر لذکر اللہ ۲-اعلام

مذکورہ بالا مقدس کلمات کو فون سننے کی گھنٹی کی جگہ استعمال کرنے سے اگر یہ مقصد ہو کہ کوئی شخص فون کرے تو جب تک فون نہ اٹھایا جائے اس وقت تک وہ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام، ذکر اللہ یا دینی یا اصلاحی مضامین پر مشتمل نظموں یا نعتوں سے مستفید ہوتا رہے، تو اس مقصد کیلئے مذکورہ مقدس کلمات کو فون سننے کی گھنٹی کی جگہ استعمال کرنے کی فی نفسہ گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ مذکورہ بالا مقصد کے حصول میں شرعاً درج ذیل دو خرابیاں لازم آسکتی ہیں۔ اس لئے ان سے بچنا ضروری ہوگا۔

۱۔ پہلی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اچانک فون اٹھانے کی صورت میں قرآنی آیات درمیان میں کٹ جائیں گی، جس میں ان آیات کی بے ادبی لازم آتی ہے، لہٰذا قرآنی آیات اس مقصد کیلئے استعمال نہ کی جائیں، نہ سننے میں، نہ سنانے میں۔

۲۔ دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ جس شخص کو فون کیا گیا ہے۔ بعض اوقات وہ بیت الخلاء میں ہوتا ہے تو فون آنے پر ایسی حالت میں مذکورہ مقدس کلمات کے موبائل فون پر جاری ہونے میں بے ادبی ہوگی۔ لہٰذا مقدس کلمات فون سننے کی گھنٹی کی جگہ میں استعمال نہ کیے جائیں۔

اور اگر دوسرا مقصد یعنی "اعلام" پیش نظر ہو یعنی مذکورہ مقدس کلمات کو اس لئے موبائل فون میں مقرر کیا جائے تا کہ اس کے ذریعہ فون آنے کی اطلاع ملنے کا فائدہ حاصل ہو تو اس مقصد کیلئے مذکورہ بالا مقدس کلمات کو استعمال کرنا درست نہیں، مکروہ ہے۔

۳۔ فون کرنے والا اگر کسی شخص کو فون کرے اور اس نے اپنے موبائل میں قرآنی آیت کی تلاوت کی ریکارڈنگ لگا رکھی ہو اور اس کے فون اٹھانے کی صورت میں آیت درمیان میں کٹ جاتی ہے۔ تو اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہے، جس نے اپنے فون میں اس قسم کی ریکارڈنگ لگائی ہے۔

اگر کسی شخص نے گانے کی ریکارڈنگ اپنے فون میں لگا رکھی ہے اور فون کرنے والے شخص کے کان میں اس گانے کی آواز بلا اختیار آئے تو اس صورت میں وہ فون کرنے والا شخص گنہگار نہ ہوگا۔ ہاں قصداً سننے سے گناہ ہوگا۔ اس لئے حتی الامکان سننے سے اجتناب ضروری ہے۔

۴۔ گاڑی کی اسٹارٹنگ میں مقرر کی گئی ”دعا سفر“ کی ریکارڈنگ اگر گاڑی سٹارٹ ہونے کے بعد مکمل ہوکر ختم ہوتی ہے، درمیان میں ناتمام طور پر نہیں کٹتی تو اس کو مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس صورت میں دعا سفر کی تذکیر پائی جاتی ہے۔ جو ایک نیک مقصد ہے۔ (الدر المختار ج ۶ ص ۴۲۲)

احقر محمد سلمان سکھروی
محمد سلمان سکھروی
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
محمد تقی عثمانی
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ
محمود اشرف عثمانی
نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالرؤف سکھروی
عبدالرؤف سکھروی
نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

موبائل فون میں تلاوت، نعت، اذان یا کوئی ذکر استعمال کرنیکی ممانعت

اب ایک رواج یہ ہو چلا ہے کہ موبائل فون میں کسی قاری کی تلاوت کا کوئی حصہ یا حمد و نعت کا کوئی حصہ، یا حرمین کی اذان وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے جبکہ ذکر و تلاوت کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حمد و ثناء ہے ”ذکر اللہ“ کو کسی دوسرے مقصد کیلئے بطور آلہ استعمال کرنا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔ لہٰذا موبائل فون میں گھنٹی کی جگہ تلاوت لگانا یا نعت نظم اذان وغیرہ استعمال کرنا جائز نہیں۔ اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۷)

احسان اللہ شائق عفی اللہ عنہ..... دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

موبائل کی تصویر کا حکم

موبائل فون کے ذریعہ تصویر کھینچنا اور کھنچوانا اور اس کو محفوظ کرنا' پھر خود دیکھتے رہنا یا ایک دوسرے کو دکھانا یہ عمل بھی شرعاً جائز نہیں' اس میں تصویر کشی کے گناہ الگ جو کہ حرام عمل ہے پھر تصویر دیکھنا دکھانا بھی ناجائز ہے اس کے علاوہ فضول اور لایعنی عمل کا گناہ بھی ہے۔ نیز اس کے ذریعہ خواتین کی تصویر کشی کر کے مزید گناہ کا بوجھ اپنے سر لیا جاتا ہے۔ اس لئے تصویر کشی کے بارے میں وارد شدہ وعیدوں کو سوچ کر اس ناجائز عمل سے بچنا لازم ہے۔ یہ اسلام دشمن قوتوں کی چال ہے کہ مسلمانوں کو یاد الٰہی ذکر اللہ تسبیح تلاوت سے نکال کر تصویر کشی جیسے حرام کام یا موبائل گیمز وغیرہ کھیل کود میں لگا دیا تاکہ اس طرح قیمتی اوقات ضائع ہوں۔

علامة اعراضه تعالیٰ عن العبد اشتغاله بما لا یعنیه

امام غزالی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول کاموں میں مشغول رہے۔

موبائل فون میں موسیقی جائز نہیں

آج کل موبائل کے فون میں عموماً موسیقی استعمال ہونے لگی ہے اس میں شرعی نقطہ نگاہ سے کئی قباحتیں ہیں۔

ا۔ گانے بجانے موسیقی سننے سنانے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔ ایک گانے کے ساتھ راگ باجوں کی آواز دوسری مصیبت کے وقت چیخنے کی آواز۔ (البزار)

مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا دوسرے دنیوی کام انجام دینا جائز نہیں خصوصاً گناہ کے کام' جبکہ موبائل ٹون میں موسیقی ہونے کی صورت میں کبھی مسجد کے اندر ہی موسیقی بجنا شروع ہو جاتی ہے۔ کتنے بڑے گناہ کی بات ہے۔ نیز اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے' جبکہ تلاوت کے ذریعہ بھی اگر کسی کی نماز میں خلل واقع ہو تو مسجد کے اندر تلاوت آہستہ کرنے کا حکم ہے تو موسیقی کے ذریعہ نماز میں خلل ڈالنا یا اس کا سبب بننا کس قدر قبیح حرکت ہے اس لئے موبائل میں کوئی سادہ سی ٹون استعمال کی جائے موسیقی والی ٹون سے اجتناب کیا جائے۔

موبائل فون کے متعلق چند مسائل

مسئلہ۔ کسی شخص کو ایسے وقت ٹیلیفون پر مخاطب کرنا جو عادۃً اس کے سونے یا دوسری ضروریات میں یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو بلا ضرورت شدید جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی وہی ایذارسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

مسئلہ۔ جس شخص سے ٹیلیفون پر بات چیت اکثر کرنا ہو تو مناسب یہ ہے کہ اس سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ کو ٹیلیفون پر بات کرنے میں کس وقت سہولت ہوتی ہے پھر اس کی پابندی کرے۔

سوال۔ ٹیلی فون پر اگر کوئی طویل بات کرنا ہو تو پہلے مخاطب سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ کو ذراسی فرصت ہو تو میں اپنی بات عرض کروں۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فوراً معلوم کرکے کہ کون کیا کہنا چاہتا ہے؟ اور اس ضرورت سے وہ کسی بھی حال میں اور اپنے ضروری کام میں ہو تو اس کو چھوڑ کر ٹیلی فون اٹھاتا ہے۔ کوئی بے رحم آدمی اس وقت لمبی بات کرنے لگے تو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

بعض لوگ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے نہ پوچھتے ہیں کہ کون ہے۔ کیا کہنا چاہتا ہے؟

یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے "ان لزورک علیک حقا" یعنی جو شخص آپ کی ملاقات کو آئے اس کا تم پر حق ہے کہ اس سے بات کرو۔ اور بلا ضرورت ملاقات سے انکار نہ کرو۔ اس طرح جو آدمی ٹیلی فون پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں۔

ٹاور کیلئے جگہ کرایہ پر دینا

سوال۔ آج کل موبائل سیٹ میں رنگ ٹونز لوڈ ہو رہی ہیں۔ ایسے سیٹ بھی ہیں جن میں کیمرہ کے ذریعے تصویر بن سکتی ہے۔ وڈیو کیمرہ کے طور پر بھی سیٹ استعمال ہو سکتا ہے۔ اس فون کی افادیت، سہولت اور اہمیت اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ لیکن ایسی سہولیات کی موجودگی میں کیا کسی کمپنی کو اپنی جگہ کرایہ پر دینا جہاں پر وہ اپنا ٹاور نصب کرنا چاہتی ہو جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ کسی موبائل فون کمپنی کو اپنی جگہ کرائے پر دینا کہ وہ اس میں اپنا ٹاور نصب کرے یہ جائز ہے اور اگر کمپنی یا کمپنی کے گاہک کسی غلط چیز میں یہ سہولت استعمال کریں گے تو ٹاور کی جگہ کرایہ پر دینے والا اس گناہ میں شامل نہ ہوگا کیونکہ اس کا جائز استعمال ممکن ہے بلکہ جائز استعمال زیادہ ہے۔ تاہم اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کو نصب کرنے میں مثلاً پڑوسیوں کو تکلیف نہ ہو اور قانون کی خلاف ورزی نہ ہو۔

سوال۔ آج کل رواج ہے کہ مختلف کاروباری ادارے اپنے ادارے کی مشہوری کیلئے بینر یا سائن بورڈ آویزاں کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے بینرز یا سائن بورڈ پر اللہ تعالیٰ کے اسماء یا قرآنی آیات یا قرآنی آیات کا ترجمہ یا احادیث مبارکہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اپنے ادارے کی مشہوری کیلئے تو ہم نے یہ بینرز یا سائن بورڈز لگا تا ہی ہیں ساتھ کے ساتھ کوئی کلمہ خیر بھی درج کر دیتے ہیں تاکہ لوگ پڑھیں گے اور یہ چیز ان کے علم وعمل کیلئے مفید ہوگی۔ اب آپ فرمائیں ایسا کرنا ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق قرآنی آیات یا احادیث مبارکہ وغیرہ بینرز یا سائن بورڈ پر لکھنے کی گنجائش ہے لیکن قرآنی آیات کی جگہ کو بلا وضو ہاتھ نہ لگایا جائے اور انہیں ایسی جگہ نہ لگایا جائے جہاں ان آیات کی بے ادبی ہوتی ہو۔

روزے کی حالت میں پیری ٹونیل ڈائلیسز کروانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ منسلکہ استفتاء میں میرا مقصود ڈائلیسز کی وہ قسم ہے جس میں رگوں کے ذریعہ نہیں بلکہ براہ راست ایک پائپ پیٹ کے اندر سرجری کے ذریعہ انتڑیوں اور معدہ کے درمیان خالی فضا میں لگا دیا جاتا ہے اور پھر اس پائپ کے ذریعہ اس خالی فضا میں کیمیکل بھر دیا جاتا ہے۔ کیمیکل اسی فضا میں رہتے ہوئے خون کی صفائی کرلیتا ہے پھر واپس نکال دیا جاتا ہے۔ کیا اس عمل کے ذریعہ روزہ فاسدہ ہوجائے گا یا نہیں اور وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب۔ استفتاء میں ڈائلیسز کی جس صورت کے بارے میں روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے متعلق سوال کیا ہے اس کو Peritoneal Dialysis کہتے ہیں ڈاکٹر حضرات سے اس کے طریقہ کار کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ انسانی پیٹ میں آنتیں ایک جھلی نما تھیلی Peritoneum میں ہوتی ہیں۔ Peritoneal Dialysis میں ایک نلکی پیٹ میں ناف کے نیچے ڈالی جاتی ہے۔ جس کا ایک سرا اسی تھیلی میں مگر آنتوں سے باہر ہوتا ہے اور اس نلکی کے ذریعہ ایک محلول اس جھلی نما تھیلی Peritoneum میں ڈالا جاتا ہے' یہ محلول آنتوں یا معدہ میں نہیں جاتا ہے۔

چونکہ Peritoneal Dialysis میں یہ محلول حلق' معدہ یا آنتوں میں نہیں جاتا ہے۔ اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ روزہ ٹوٹنے کیلئے ضروری ہے کہ جسم میں داخل ہونے والی چیز منفذ معتبر سے جوف معتبر میں پہنچے جوف معتبر سے مراد حلق' معدہ اور آنتیں ہیں جیسا کہ اس مسئلے کی مکمل تحقیق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے تحقیقی مقالہ ''ضابطہ المفطرات فی مجال التداوی'' میں کی ہے اور منفذ معتبر سے مراد وہ منفذ ہے جہاں سے کسی چیز کا حلق' معدہ اور آنتوں تک پہنچنا ظاہر ہو۔ جیسے منہ' ناک اور دبر اور اگر منفذ ایسا ہو جہاں سے کسی چیز کا حلق' معدہ اور آنتوں تک پہنچنا ظاہر نہ ہو بلکہ مخفی ہو تو ایسی صورت میں حکم کا مدار اطباء کی تحقیق پر ہوتا ہے' اگر طبی تحقیق یہ ہو کہ اس صورت میں وہ چیز جوف معتبر میں نہیں جاتی تو اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر طبی تحقیق یہ ہو کہ اس صورت میں وہ چیز جوف معتبر میں جاتی ہے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا جیسا کہ مرد کے مثانہ میں دوائی ڈالنے کی صورت میں روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے

کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ، امام محمد رحمہما اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان علت کی وجہ سے اختلاف ہوا ہے اس کے متعلق صاحب ہدایہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "وھذا لیس من باب الفقه لأنه متعلق بالطب" کہ اس مسئلہ کا تعلق فقہ سے نہیں، طب کے باب سے ہے۔

ڈاکٹر حضرات سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ Peritioneal Dialysis کے عمل میں مذکورہ محلول حلق، معدہ یا آنتوں میں نہیں جاتا۔ ہے۔ جیسا کہ منسلکہ ڈاکٹری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا صورت مسؤلہ میں Peritoneal Dialysis کے عمل کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ جو محلول واپس نکلتا ہے۔ وہ نجس ہوتا ہے تو جس طرح انجکشن سے خون نکالنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اس میں بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عطاء الرحمٰن عفا اللہ عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۲۰-۴-۱۴۲۹ھ

سوال: بندہ کو Peritoneal Dialysis کے بارے میں جناب سے کچھ معلومات مطلوب ہیں۔

۱۔ PD کا مکمل طریقہ کار۔ ۲۔ اس میں جو نلکی پیٹ میں مستقل لگی رہتی ہے وہ پیٹ کے کون سے حصے میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ۳۔ اس نلکی کے ذریعہ جو محلول پیٹ میں ڈالا جاتا ہے آیا وہ سارے

جسم میں پھیل جاتا ہے یا کسی ایک جگہ پڑا رہتا ہے اور وہ جگہ کون سی ہے۔۴۔اس نلکی کے ذریعہ جو محلول پیٹ میں ڈالا جاتا ہے وہ معدہ' انتڑیوں یا حلق میں جاتا ہے یا نہیں؟۔۵۔ Peritoneal Dialysis کا عمل براہ راست گردہ اور اس کی نالیوں سے ہوتا ہے یا معدہ اور آنتوں کے ذریعہ؟

ازراہ کرم ہمارے ان سوالات کا مکمل تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

جواب: دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے عطاء الرحمٰن صاحب کے توسط سے کچھ معلومات طلب کی گئی تھیں جن کے جوابات میرے علم کے مطابق درج ذیل ہیں۔

Peritoneal Dialysis خون سے فاضل مادوں کی صفائی کا ایک طریقہ ہے جو گردے کے Failure کے مریضوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس میں ایک نلکی پیٹ میں ناف سے نیچے ڈالی جاتی ہے۔انسانی پیٹ میں آنتیں ایک جھلی نما تھیلی Peritoneum کے اندر موجود ہیں اور PD کی نلکی کا اندرونی سرا اسی تھیلی میں مگر آنتوں کے باہر موجود رہتا ہے۔اس کے بعد ایک محلول نلکی کے ذریعے Peritoneum میں ڈالا جاتا ہے جو صرف Peritonum تک محدود رہتا ہے۔یہ محلول اس کے اندر موجود آنتوں یا غذا کی نالی کے کسی بھی حصے میں داخل نہیں ہوتا۔Peritoneum کی جھلی کے اندر جو خون کی نالیاں ہوتی ہیں اس سے فاضل مادے نکل کر اس محلول میں آجاتے ہیں جس کے بعد اس محلول کو اسی پیٹ کے نلکی کے ذریعہ باہر نکال لیا جاتا ہے۔واضح رہے کہ خون خود نالیوں سے باہر نہیں نکلتا بلکہ صرف فاضل مادے اور نمکیات باہر نکل کر PD کے محلول میں آجاتے ہیں۔اس کے بعد نیا صاف محلول پیٹ کی نلکی کے ذریعہ ڈالا جاتا ہے اور یہ عمل کئی دفعہ دہرایا جاتا ہے۔اس طرح Peritoneal Dialysis کے عمل کا گردہ' اس کی نالیوں' معدہ یا آنتوں سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

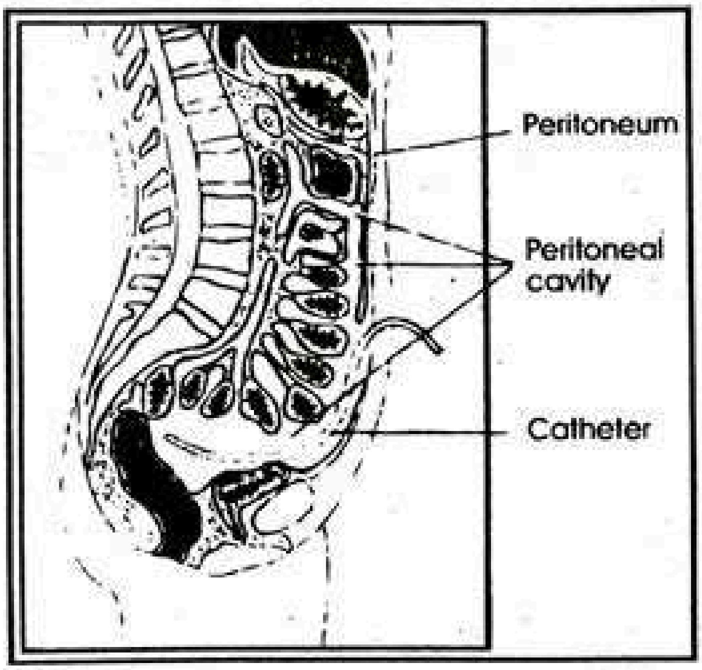

روزے کی حالت میں ہیموڈائیلیسز کروانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علما کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کے گردے فیل ہو جاتے ہیں اس کیلئے ڈائیلیسز کا عمل کرایا جاتا ہے جس میں یہ ہوتا ہے کہ رگوں سے خون نکال کر اسے فلٹر کر کے رگوں کے ذریعہ دوبارہ واپس ڈال دیا جاتا ہے' آیا اس عمل سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ سوال میں آپ نے ڈائیلیسز کی جس صورت کے بارے میں پوچھا ہے اسے ہیمو ڈائیلیسز کہتے ہیں ڈاکٹر حضرات سے اس کے طریقہ کار کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جسم کے مختلف حصوں میں موجود نسوں اور شریانوں میں دو سوئیاں ڈالی جاتی ہیں ایک سوئی سے خون نکال کر نلکی کے ذریعہ ڈایالائزر (وہ فلٹر جو خون سے فاسد مادوں کو صاف کرتا ہے) میں لایا جاتا ہے اور پھر اس میں خون صاف کر کے نلکی کے ذریعہ دوسری طرف کی سوئی سے جسم میں واپس داخل کیا جاتا ہے' چونکہ ڈائیلیسز کی اس صورت میں خون نکالنے اور واپس ڈالنے کا عمل رگوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا' کیونکہ روزہ ٹوٹنے کیلئے ضروری ہے کہ کوئی چیز منافذ معتبرہ کے ذریعہ حلق' معدہ یا آنتوں میں پہنچے جبکہ اس صورت میں حلق' معدہ یا آنتوں میں کچھ نہیں جاتا ہے۔

ہیموڈائیلیسز کا طریقہ کار

ہیموڈایالائسیس یا HD میں خون کی صفائی ایک فلٹر جسے ڈایالائزر کہتے ہیں کے ذریعے ہوتی

ہے۔ایک ڈایالائزر میں ہزاروں باریک دھاگے نما نالیاں ہوتی ہیں اور ہر دھاگے کی سطح پر بے شمار ننھے ننھے سوراخ موجود ہوتے ہیں۔جسم سے خون ڈایالائزر میں سے گزرتا ہے اوران دھاگوں میں موجود سوراخوں سے فاسد مادے اور پانی صاف ہوتے ہیں جبکہ خون کے سرخ ذرات اور پروٹین جو ان سوراخوں کے سائز سے بڑے ہوتے ہیں' وہ خون ہی میں رہتے ہیں۔فاسد مادے اور زائد پانی مشین کے ذریعے باہر خارج ہوجاتے ہیں۔ہیموڈایالائسیس ہفتہ میں ۳ بار اور ہر بار چار گھنٹہ کا ہوتا ہے۔جتنا زیادہ ڈایالائسیس کا عمل لمبا ہوگا۔اتنا ہی زیادہ خون صاف ہوگا۔صحت مند گردے ۲۴ گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں جبکہ HD صرف ۱۲ گھنٹے ایک ہفتہ میں کام کرتا ہے۔ڈایالائسیس کے دوران صرف ایک کپ کے برابر خون جسم کے باہر صفائی کیلئے بار بار جاتا ہے۔عموماً HD کا عمل بے ضرر ہوتا ہے۔ایک دو سوئیاں چبھنے کی تکلیف ہوتی ہے اور اگر زیادہ بڑھا ہوا پانی نہ نکالا جائے تو پٹھوں میں اکڑاؤ' سردرد' بلڈ پریشر کم ہونا' متلی اور قے ہوسکتی ہے۔لہٰذا پانی کا کنٹرول بے حد ضروری ہے۔

ڈایالائسیس کے عمل کیلئے مختلف خونی ذرائع

HD کے عمل لئے خون کے ذریعہ کی موجودگی ضروری ہے تاکہ خون جسم سے نکل کر مشین تک جائے اور صاف ہوکر دوبارہ جسم میں داخل ہوجائے۔

خون حاصل کرنے کے ذرائع تین طرح کے ہوتے ہیں:۔

ا۔فسٹولا:اس میں ایک شریان اور ایک نس کو آپس میں جوڑ دیا جاتا ہے۔عموماً فسٹولا ہاتھ میں بنایا جاتا ہے۔

۲۔گرافٹ:اس میں ایک مصنوعی نس کو شریان اور نس کے درمیان جوڑ دیا جاتا ہے یہ ہاتھ یا پاؤں دونوں میں بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔کیتھیٹر:کیتھیٹر ایک پلاسٹک کی نلکی ہوتی ہے جسے سینے کے اوپری طرف' گردن پر یا ران کے اوپری حصہ میں ایک بڑی رگ میں ڈالی جاتی ہے۔کیتھیٹر عموماً وقتی طور پر استعمال ہوتے ہیں تاکہ کوئی انفیکشن نہ ہو۔

سوئیوں کی تکلیف مریضوں کیلئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔کئی مریض اس کے عادی ہوجاتے ہیں اور کچھ سن کرنے کی دوا کا استعمال کرتے ہیں۔

ہیموڈایالائسیس کا عمل

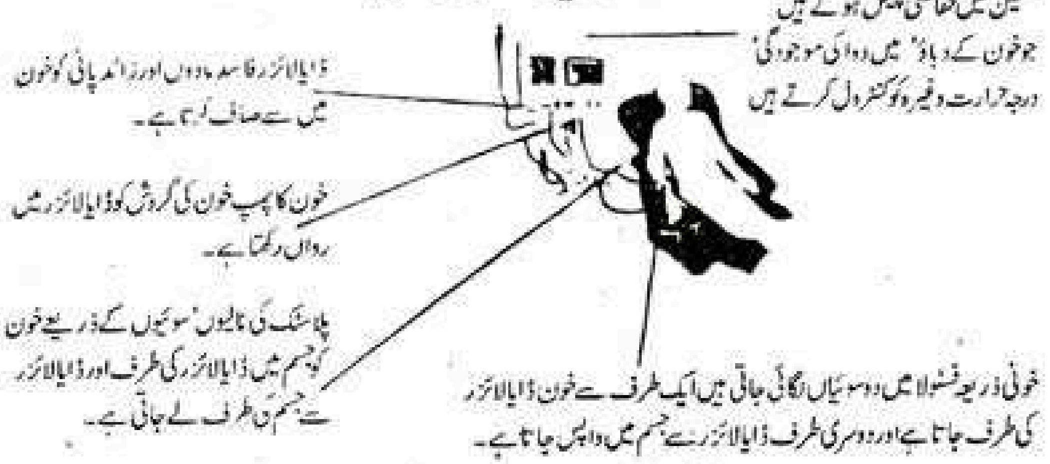

سٹیج ڈرامہ کی شرعی حیثیت

سوال: چودہ اگست کے موقع پر ایک مدرسہ میں حربی مظاہرہ پیش کیا گیا جس کے دوران مسلمانوں پر ہونیوالے ظلم وستم کی منظر کشی کیلئے ایک فرضی ڈرامہ بھی پیش کیا گیا' اس میں ایک طالب علم نے سفید داڑھی لگائی ہوئی تھی اور ہاتھ میں لاٹھی لیکر اپنے بچوں اور جانوروں کے ساتھ راستہ سے گزر رہا تھا۔ اس پر دوسرے طالب علموں نے حملہ کر دیا جو دشمن کے فوجیوں کے روپ میں تھے' اسی طرح ایک منظر یہ دکھایا گیا کہ ایک طالب علم برقع پوش عورت کے روپ میں راستہ سے گزرا اور دشمنوں کے فوجیوں نے اسے تنگ کیا' اس پس منظر میں سوال یہ ہے کہ شریعت اسلامی میں اس طرح کے سٹیج ڈراموں کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: ڈرامہ میں اگر کسی متعین شخص کی ایسی نقل اتارنا مقصود ہو جس سے اس کی تضحیک یا توہین ہوتی ہو یا جس سے اس کو ناگواری ہو تو وہ ناجائز ہے۔ اور اگر کسی معین شخص کی نقل اتارنا مقصود نہ ہو بلکہ اس سے کوئی غرض صحیح ہو مثلاً معاشرہ میں پائی جانے والی سماجی اور معاشرتی برائیوں کی عکاسی مقصود ہو یا مظلوم مسلمانوں پر ہونیوالے مظالم کا منظر دکھلانا مقصود ہو تو یہ فی نفسہ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھا جائے۔

۱۔ اس میں تصویر کشی نہ ہو۔ ۲۔ موسیقی نہ ہو۔ ۳۔ مرد وعورت کا اختلاط نہ ہو۔

۴۔ فحاشی اور مخرب اخلاق باتوں پر مشتمل نہ ہو۔ ۵۔ اس میں رقص وسرود نہ ہو اور دیگر مفاسد نہ ہوں۔

مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے اگر ڈرامہ پیش کیا جائے تو فی نفسہ اس کی گنجائش ہے' لیکن دینی مدرسہ میں ایسا پروگرام بھی اگرچہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ہو کم سے کم ہونا چاہئے اور غرض صحیح پر ہی مشتمل ہونا چاہئے۔

یہ منحوس آوازیں

موبائل کے ذریعے معاشرے میں جو فحاشی اور مساجد کی
بے حرمتی کی وبا عام ہو رہی ہے اس کے متعلق ایک فکر انگیز تحریر

آج کل موبائل فون جس طرح عام ہوئے ہیں اسکے ساتھ ساتھ موسیقی کی گھنٹیاں بھی ہر عام و خاص جگہ میں پھیلتی جارہی ہیں۔ گھروں، بازاروں کو چھوڑیے بارہا ایسی مساجد میں نماز پڑھنے کا اور ایسی مجالس وعظ میں شرکت کرنے کا اتفاق ہوا جہاں دائیں سے بائیں موبائل فون کی میوزک والی گھنٹیاں بجتی رہیں۔ پردہ سماعت سے ٹکراتے ہی توجہ بٹ گئی، ذہن منتشر ہوگیا۔ عبادت کی یکسوئی ختم ہو کر رہ گئی۔ یہ تو ہمارا حال تھا جس کی جیب میں یہ میوزک بج رہا تھا اس کا حال کیا ہوگا؟ بعض اوقات یہ شیطانی آوازیں کئی نمازیوں کی نماز خراب کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے کہ عام طور پر یہ موسیقی کی دھنوں اور میوزک پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ موسیقی کی آواز کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون آواز قرار دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز، دوسری مصیبت کے موقع پر آہ و بکا اور نوحہ و ماتم کرنے کی آواز۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیقی سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ ایک موقع پر ان گھنٹیوں کو نکال ڈالنے کا حکم فرمایا جو جانوروں کے گلے میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔ متعدد روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی، قتل و غارت گری، رقص و سرود اور گانے بجانے کی کثرت کو قیامت کی علامت بتایا ہے۔

آج اس سے بڑھ کر موسیقی کی کثرت کیا ہوگی کہ ہماری مساجد اور مجالس وعظ بھی اس منحوس آواز سے گونجنے لگی ہیں اور تو اور اب یہ وبا حرمین شریفین میں بھی عام ہو چکی ہے۔ وہ مقدس ترین مقامات جہاں جنید بغدادی رحمہ اللہ اور بایزید بسطامی رحمہ اللہ سانس بھی ادب سے لیا کرتے تھے مگر یہ شیطانی آوازیں وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں اور جا بجا گونجتی سنائی دیتی ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آلاتِ موسیقی کی توڑ پھوڑ کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے اور امتی کا حال یہ ہے کہ دل سے اس کی نفرت ہی نکل گئی اور اس گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ گناہ کا آخری اور مہلک ترین درجہ یہ ہے کہ انسان گناہ تو کرے لیکن گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے۔ ایسے شخص کو اکثر توبہ کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے توبہ اسی وقت کرے گا جب اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتا ہو اور جب اپنے آپ کو گناہگار ہی نہیں سمجھتا تو پھر توبہ کیسی اور کس چیز کی؟

ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کی غیرت کا یہ عالم تھا کہ کسی ہندو میں بھی یہ جرأت نہیں تھی کہ مسلمانوں کی مساجد کے باہر سے کوئی جلوس یا بارات باجے بجاتے ہوئے لے کر گزرے...... لیکن اب حال یہ ہے کہ باہر نہیں بلکہ مساجد کے اندر موبائل فون کے ذریعے میوزک بھی بجتا رہتا ہے اور موسیقی کی دھنیں بھی نشر ہوتی رہتی ہیں مگر کسی کو اعتراض کی جرأت، اس لئے نہیں کیونکہ سب ہی اس گناہ میں کسی حد تک ملوث ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آخر زمانے میں اس امت کے کچھ لوگوں کی شکلوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں بلکہ وہ روزے بھی رکھتے ہوں گے، نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے اور حج بھی کرتے ہوں گے۔'' کہا گیا کہ آخر پھر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کی وجہ کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''وہ گانے بجانے کے آلات اپنا لیں گے۔'' سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس امت میں بھی دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش ہونے کے واقعات ہوں گے۔'' پوچھا گیا ''یا رسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟'' آپ

نے فرمایا ”جب آلات موسیقی کا رواج عام ہو جائے گا۔“

احادیث مبارکہ کی روشنی میں چاہئے تو یہ تھا کہ...... ہماری دنیا پر دین کا رنگ اس طرح غالب آجاتا کہ ہمارے گھر، کاروبار، تجارت، معاشرت اور معیشت سب کے سب تعلیمات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہوتے لیکن بدقسمتی سے ہمارے دین پر دنیا کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ ہماری سیاست وتجارت کے ایوانوں میں تو کیا ایمان کی گونج سنائی دیتی اب تو ہمارے ایوان عبادت میں شیطانی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ نجانے ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ لہٰذا تمام دردمند مسلمانوں سے التماس ہے کہ...... خدارا! اپنے موبائل فون پر عام اور سادہ گھنٹی (Tones) لگایئے جو آپ کو صرف فون آنے کی اطلاع دے نہ کہ آپ کو گانوں اور نغموں کی طرف متوجہ کرے کیونکہ گانا بجانا اور سننا حرام ہے۔ مساجد اور مجالس وعظ میں داخل ہوتے وقت اپنے موبائل فون کی گھنٹی بند کر دیجئے کیونکہ ان کی بجنے والی گھنٹیاں نمازی کے لئے نماز میں خلل اور گناہ کا باعث بنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اپنے طرف متوجہ کرتی ہے۔

آیئے! ہم اور آپ مل کر عہد کریں کہ...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور ایک دردمند مسلمان ہونے کے ناطے ہم اپنے کسی غلط عمل کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کا باعث نہیں بنیں گے۔ (ضرب مومن)

موبائل فون سے دماغی رسولیاں

سنڈے ٹائمز کے مطابق سویڈن میں ہونے والی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ موبائل فون کا باقاعدہ استعمال کرنے والوں کے لئے دماغ میں رسولی بننے کے خطرے میں 30% اضافہ ہو جاتا ہے۔ انٹرنیشنل جرنل آف اونکالوجی میں دماغی رسولی میں مبتلا 1600 افراد کے دس سالہ مطالعہ کے بعد بتایا گیا ہے کہ موبائل فون کا مسلسل استعمال ہی رسولیوں کا سبب ہے۔ (جہان کتب)

بحمد اللہ تعالیٰ

جدید مطبوعات پر ایک تعارفی نظر

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر کا پہلی مرتبہ اردو میں

تفسیرِ بغوی اردو

المعروف معالم التنزیل

6 جلد

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ترتیب جدید اور اضافہ عنوانات کے ساتھ

جدید تفسیرِ عثمانی

امپورٹڈ پیپر... اعلیٰ خوبصورت مکمل ایک جلد

صحیح مسلم جلد اول کی عام فہم اردو شرح

تفہیماتِ مسلم

5 جلد

اردو شرح صحیح مسلم

از افادات:۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

نسخۂ شفا

قرآن وحدیث اور اولیاء اللہ کے تجربات سے آراستہ
بیماری اور پریشانی میں گرفتار کیلئے خوشخبریاں

دنیا کے نقشے پر ابھرنے والا واحد ملک جس کیلئے لاکھوں افراد نے قربانیاں دیں

پاکستان کی قدر کریں!

جامع ترمذی جلد اول کی عام فہم اردو شرح

تقریراتِ ترمذی

4 جلد

درسی افادات

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ

والد کا پیغام اولاد کے نام

اُنشر ہدایات نصیحتیں وصیتیں

قدم بقدم

جواہراتِ مدنی

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

عنایۃ الباری لطلبۃ البخاری

تالیف:۔ حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیارپوری

ولادت سے وفات تک کی سنتوں کا مکمل نصاب

مسنون زندگی

قدم بہ قدم

سُنّتِ نبوی اور راہِ اعتدال

تصنیف۔ مولانا نعمان عباسی مدظلہ

پسند فرمودہ۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

عظیم ماں

ہر ماں کو عظیم ماں
بنانے والی کتاب

20 سے زائد مستند فتاویٰ جات سے 9 ہزار سے زائد جدید مسائل

جامع الفتاویٰ ۱

جدید ترتیب وتخریج واضافہ شدہ ایڈیشن

مجموعہ افادات

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ
حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
حضرت مفتی سید عبدالرحیم گجراتی رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی نصیر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ
حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی
ودیگر مشاہیر اہل علم

تقاریظ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمہ اللہ
ودیگر مشاہیر امت

مرتب اول: حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

تکمیل ترتیب تخریج واضافہ

اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

مقدمہ: حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی مدظلہ
(خلیفہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان

www.taleefat.com
facebook.com/taleefat
لاکھوں میں پڑھا اور زندگیوں میں انقلاب لانے والا
21 سال سے مسلسل شائع ہونے والا اصلاحی میگزین

ماہنامہ محاسنِ اسلام ملتان
زیر سرپرستی شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم